عہد بنو امیہ میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت

اور

اس پر ہونے والے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ. ڈی (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

سید عبدالغفار بخاری

لیکچرار علوم اسلامیہ

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

رجسٹریشن نمبر 97-PRI-4627

نگران تحقیق

ڈاکٹر سہیل حسن

ایسوسی ایٹ پروفیسر

فیکلٹی آف اصول دین

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

شعبہ حدیث و سیرت

کلیہ عربی و علوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سیشن 2003ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول: عہد بنوامیہ اور علمِ حدیث و محدثین کا تاریخی و تجزیاتی جائزہ

فہارس:

☆☆☆

انتساب
(DEDICATION)

امت محمدیہ کی ان مقدس ہستیوں کے نام

جو صحابہؓ، تابعینؒ، اور تبع تابعینؒ کے نام سے معروف ہیں

جن کو دربارالٰہی سے ﴿رضی اللہ عنہ﴾ اور ﴿رضوا عنہ﴾ کی خوشخبری ملی

جن کے عہد کو زبان رسالت نے خیر القرون کے لقب سے موصوف کیا

اور

جن کی کاوشوں سے اسلام دشمنوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہا

اور اخلاف تک اپنی اصلی صورت میں پہنچا

جزاھم اللہ احسن الجزاء

اظہـــار تشــکــر

الحمد لله رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسوله الکریم و بعد!

اللہ ذوالجلال کا مجھ بندہ ناچیز پر عظیم احسان ہے جس کے فضل وکرم اور مہربانیوں سے آج میں اپنے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوا اور اس ذات سے دعا گو ہوں کہ وہ میرے اس کام کو اپنی خالص رضا کیلئے قبول فرمائے اور مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے میرے اور میرے والدین کیلئے توشۂ آخرت کا سامان بنائے (آمین)۔

اس کے بعد میں اپنے والدین، معزز اساتذہ کرام کا شکر گذار ہوں جن کی دعائیں، رہنمائی اور تعاون ہر لمحہ میرے شامل حال رہا۔

میں اپنے نگران مقالہ محترم ڈاکٹر سہیل حسن حفظہ اللہ کا بے حد شکر گذار ہوں جنہوں نے مقالہ ہذا کی تکمیل میں ہر قدم پر میری رہنمائی فرمائی، اپنی انتہائی مصروفیات کے باوصف انہوں نے مسودہ کی ترتیب وتدوین اور اغلاط کی اصلاح بڑی شفقت اور محنت سے فرمائی اور دوران تحقیق نہ صرف میری حوصلہ افزائی اور مدد کی بلکہ اپنی قیمتی کتب کے خزانہ سے بھی مجھے استفادہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بلاشبہ اگر ان کی مدد اور راہنمائی میسر نہ ہوتی تو شاید میرا یہ کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچتا (فجزه الله عنی خیراً)۔

میں تہہ دل سے ڈاکٹر پروفیسر علی اصغر چشتی، ڈین فیکلٹی آف عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مجھے ہمہ وقت راہنمائی حاصل رہی۔

مقالہ کو کمپوز کرنے کے سلسلہ میں مجھے مشتاق حسین کی معاونت حاصل رہی جنہوں نے اخلاص اور محنت کے ساتھ یہ ذمہ داری بہ احسن انجام دی (جزاه الله خیراً)۔ میرے نہایت ہی مخلص دوست محمد عابد حسن جنہوں نے مجھے نہ صرف مفید مشوروں سے نوازا، بلکہ مقالہ ہذا پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس کی تزئین وآرائش میں اہم کردار ادا کیا اللہ تعالے انہیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے (آمین)۔

آخر میں مَیں اپنے تمام دوستوں، ساتھیوں اور مختلف لائبریرین حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے مشوروں اور کتب کی فراہمی کے سلسلے میں میری ہر ممکن مدد کی۔ اور اپنی اہلیہ محترمہ کے لیے دعا گو ہوں جنہوں نے اس تمام وقت میں مجھ سے متعلقہ ذمہ داری بھی خود اٹھائے رکھی اور میرے تعلیمی مشاغل میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں آنے دی۔

و لو أن لی فی کل منبت شعرة
لسانا یبث الشکر کنت مقصراً

اگر میرے لئے ہر بال (کے اگنے) کی جگہ زبان ہوتی جس سے وہ شکر ادا کرتی تب بھی میں (اپنے محسنوں کا) شکر ادا نہیں کر سکتا۔

سید عبدالغفار بخاری
لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

رموز و اشارات

مقالہ ہذا میں درج ذیل رموز و اشارات کا استعمال کیا گیا ہے:

ص/P	=	صفحہ نمبر کے لئے
﴿﴾	=	آیات کیلئے
(( ))	=	احادیث کیلئے
" "	=	دیگر اقتباسات کیلئے
/	=	اس مختصر لکیر کے دائیں طرف جلد نمبر اور بائیں طرف صفحہ نمبر درج ہے۔
......	=	الی اخرہٖ
☆	=	مزید تفصیل کیلئے
*	=	ایک سے زائد حوالہ کے لئے

......☆......☆......☆......

FORWARDING SHEET

Title of Thesis: عہد بنو امیہ میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت اور اس پر ہونے والے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

Submitted by Syed Abdul Ghaffar Bukhari (سید عبدالغفار بخاری) in partial fulfillment of the requirements for the Degree of **Ph.D** in Islamic Studies has been completed under my guidance and supervision. I am satisfied with the quality of student's research work.

DR. SUHAIL HASAN
Associat Professor Faculty of Usuluddin
International Islamic University (IIU)
ISLAMABAD
and
Head, Uloom-ul-Quran wa al-Hadith Unit
Islamic Research Institute (IRI)
ISLAMABAD, PAKISTAN

APPROVAL SHEET OF THE COMMITTEE

Title of Thesis: عہد بنوامیہ میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت اور اس پر ہونے والے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

Name of the Student: سید عبدالغفار بخاری

Accepted by the **FACULTY OF ARABIC AND ISLAMIC STUDIES, Allama Iqbal Open University, Islamabad** in partial fulfillment of the requirements for the *Degree of Ph.D in Islamic Studies.*

Viva Voce Committee

____

Dean, Faculty of Arabic & Islamic Studies

____

Chairman,
Department of Arabic & Islamic Studies

____

Supervisor

DECLARATION

I, **Syed Abdul Ghaffar Bukhari** s/o Syed Zahid Hussain Bukhari Roll No. __________ Registration No. **97-PRI-4627,** a student of Ph.D at Allama Iqbal Open University, Islamabad, do hereby solemnly declare that the thesis entitled

عہد بنو امیہ میں علم حدیث کی ترویج واشاعت اور اس پر ہونے والے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

is submitted in partial fulfillment of the requirements for the Degree of Master of Philosophy in Islamic Studies is my original work and has not been submitted or published earlier and shall not in future be submitted by me for obtaining any degree from this or any other University or Institution.

Syed Abdul Ghaffar Bukhari
Roll # ____________
Reg. # 97-PRI-4627
Lecturer Islamic Studies
NUML, ISLAMABAD

ملخص مقالہ

(Abstract of the Thesis)

حدیث شریعت اسلامیہ کا دوسرا بڑا ماخذ ہے جس کے بغیر اسلام پر عمل کرنا ناممکن ہے، لیکن اس کے باوصف اغیار نے اسے اور اس کے دور تدوین کو مورد طعن ٹھہرایا ہے۔ حدیث کی اسی اہمیت کے پیش نظر مقالہ ہذا میں اس کے ابتدائی دور کا جائزہ لیا گیا ہے جس کا لب لباب کچھ اس طرح ہے کہ عہد بنو امیہ حدیث نبوی کا تدوینی دور ہے، اس دور (۴۱ھ تا ۱۳۲ھ) میں حضرات صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ جیسی شخصیات موجود تھیں، جنہوں نے اس میدان میں شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس کے لئے دور دراز علاقوں کا سفر کیا، علمی مجالس قائم کیں اور احادیث کو نہ صرف حافظہ میں محفوظ کیا بلکہ ان کو قلمبند کر کے مختلف صحیفے تیار کر لئے۔

اسی دور میں امت مسلمہ انتشار وافتراق کا شکار بھی ہوئی جس کے نتیجہ میں مختلف حوادث رونما ہوئے اتحاد کے فقدان اور تفرقہ بندی نے فتنہ وضع حدیث کا دروازہ کھول دیا اور حفاظت حدیث کیلئے تدوین حدیث کی ضرورت محسوس کی گئی اور سرکاری سطح پر اس کی تدوین کا عمل زور وشور سے شروع ہوا علاوہ ازیں حدیث اور غیر حدیث کے مابین امتیاز کرنے کے لئے روایت کے قبول میں احتیاط وتثبت سے کام لیا گیا اور علم الإسناد، علم الجرح والتعدیل وغیرہ علوم معرض وجود میں آئے اس طرح تدوین حدیث کے ساتھ ساتھ علوم حدیث کی داغ بیل پڑی ضرورت اور حالات کے مطابق ان میں توسیع ہوتی گئی اور بڑے بڑے ائمہ نقاد پیدا ہوئے جنہوں نے اس میدان میں لائق حوالہ کام کیا ہے۔

اس مقالہ میں حدیث نبوی کے بارے میں مستشرقین کا نقطۂ نظر کو بھی پیش کیا گیا ہے۔

تحریک استشراق اور تاریخی ادوار کا جائزہ لینے کے بعد علم حدیث (اس عہد کے) رواۃ حدیث پر ان کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ان کے اعتراضات بودے اور مضحکہ خیز ہیں اور ان کے اقوال باہم متعارض ان کے مصادر ومراجع غیر مستند اور ان کا تحقیقی معیار انتہائی ناقص ہے، حدیث اور رواۃ حدیث کو مورد طعن ٹھہرانے میں بیشمار اسباب ومحرکات کارفرما تھے جن میں مذہبی، نظریاتی، تاریخی، اقتصادی، سیاسی، علمی اور استعماری مقاصد قابل ذکر ہیں۔

قوی امید ہے کہ یہ تحقیقی مقالہ مسئلہ تحقیق کو حل کرنے میں پوری طرح سے ممد ومعاون ہوگا۔

......☆......☆......☆......

مُقَدِّمَة

(i) موضوع کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

(Introduction, Importance & Background of the Topic)

خالق ارض وسماء نے اپنی عنایت خصوصی سے تمام شرائع سابقہ میں سے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کو یہ عظیم خصوصیت بخشی ہے کہ وہ تا قیامت محفوظ اور باقی رہے گی اور شریعت محمدیہ قرآن وسنت سے عبارت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین اسلام کوایک ایسی کتاب کے ذریعے محفوظ کر دیا ہے جس میں آگے اور پیچھے کسی طرف سے بھی باطل راہ نہیں پا سکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه﴾

اس کے سامنے اور پیچھے کی طرف سے باطل نہیں آتا ہے۔

اس کتاب مقدس کی حیثیت کامل اور مکمل دستور حیات (Complete Code of Life) کی ہے۔ جس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے یہ کتاب ہدایت ہے اور اسے شفاء الصدور کا مقام حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو قرآن کریم کا شارح اور مفسر قرار دیا تا کہ قرآن کریم کی ایک ایک آیت ہی کی نہیں بلکہ ایک ایک کلمہ اور حرف کی تفسیر اور تبیین (Expalanation) آپ کی زبان مبارک اور آپ کی سیرت وکردار سے اس طرح ہو جائے کہ یہ کتابِ حکمت پھر کسی بیان وتفسیر کی محتاج نہ رہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے تیئس سالہ عہد کا ایک ایک لمحہ اس فریضہ کی انجام دہی میں صرف ہوا اور آپ ﷺ اپنے اقوال و افعال اور اخلاق و کردار کے ذریعہ قرآن کریم کی تفسیر فرماتے رہے اسلئے قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال و افعال اور اخلاق و کردار کو پیش نظر رکھا جائے۔ جو حدیث کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔

غرضیکہ کتاب وسنت دونوں ہی دین اسلام کی خشتِ اساس اور صراط مستقیم دکھانے والی مشعل نور ہیں۔ حدیث نبوی کی اسی اہمیت کے پیش نظر علمائے سلف نے اس کی حفاظت وصیانت کا حق ادا کیا۔ اس کو سینوں اور سفینوں میں جگہ دی۔ زندگی کے تمام امور و افعال میں اسے حکم قرار دیا۔ اور علماً عملاً حدیث رسول ﷺ سے اعتناء کیا۔ لیکن جب سے مسلمانوں میں ضعف ایمانی نمودار ہوا تو ان اکابر کے جانشین ایسے نا اہل لوگ ہوئے۔ جنہوں نے حدیث رسول ﷺ کو لائق اعتناء نہ سمجھا اور اس کی حفاظت سے قاصر رہے۔ وہ اس کی اسانید ومتون سے یکسر بیگانہ تھے۔ جس کی بدولت وہ اس کے فہم و ادراک سے بہرہ ور نہ ہو سکے۔ نتیجۃً وہ حدیث نبوی کے بارے میں مختلف شکوک وشبہات میں مبتلا ہو گئے۔

دوسری جانب یہود ونصاریٰ ہیں جن کا مذہب تحریف کی نذر ہو چکا، یہ لوگ باطل کے پیروکار تھے اور ہیں۔ انہوں نے احادیث رسول ﷺ پر مختلف حیلوں اور نام نہاد تحقیقی کام کے عنوان سے شب خون مارنے کا مصمم ارادہ کیا۔ اور اس پر کاری ضرب لگانے

کے خواہاں ہوئے ۔ وہ احادیث نبویہ پر طعن وتشنیع کرنے اور بھانت بھانت کی بولیاں بول کر اس کی تحقیر کا ارتکاب کرنے لگے۔ کسی نے کہا کہ احادیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کی سند کا سلسلہ منقطع ہو چکا، تو کسی نے کہا کہ سنت کو دائمی دین کی حیثیت حاصل نہیں۔ بعض کہنے لگے کہ اکثر احادیث واضعین کی خود ساختہ ہیں تو بعض نے صحابہ کرامؓ کو تنقید کا ہدف بنانے کی سعی نامبارک کی۔ اور کچھ نام نہاد محققین ایسے بھی تھے جنہوں نے تاریخ کے مسلمہ حقائق کو مسخ کر کے حق و باطل کو خلط ملط کر دیا۔ جبکہ بعض نا عاقبت اندیش حضرات نے رواۃ ورجال سند کی معمولی لغزشوں کو نمایاں کر کے رائی کا پہاڑ بنانے کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ کچھ حضرات نے اپنا سارا زور جمع وتدوین کے سرخیل ابن شہاب زہری کی طعن وتشنیع پر لگا دیا تاکہ تمام ذخیرۂ احادیث کو ہی مشکوک اور غیر معتمد قرار دے دیا جائے۔

اسی طرح ان لوگوں نے اس پاکیزہ شریعت اور سنت مطہرہ کو اپنے زعم باطل سے رسوا کرنا چاہا۔ تاکہ لوگ دین اسلام سے دل برداشتہ ہو کر اسے چھوڑ دیں۔

﴿يريدون ليطفئوا نور الله بأفواههم والله متم نوره و لو كره الكافرون﴾ (الصف ٦١:٨)

یہ روش مستشرقین اور ان کے ہمنوا منکرین حدیث کی ہے۔

اس اہمیت کے پیش نظر اس موضوع کا انتخاب کیا گیا جس کا عنوان ہے: **"عہد بنوامیہ میں علم حدیث کی ترویج واشاعت** اور اس **پر ہونے والے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ"** ۔ اس موضوع پر اس سے قبل کام نہیں ہوا تھا۔ اس موضوع کی باقاعدہ منظوری بورڈ آف ایڈوانس سٹڈیز اینڈ ریسرچ (BASR) نے اپنی میٹنگ منعقدہ -- 18.12.2002) (24.12.2002 میں دی، اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد کی طرف سے جاری کردہ لیٹر 6-3/2000 V AS(AC-III) بتاریخ 11.03.2003 کے ذریعے اس موضوع کی منظوری کی اطلاع دی گئی۔

(ii) مسئلہ تحقیق

(Justification of Research)

ہر علم وفن کی ابتدا اور اساس ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ علم یا فن آگے جا کر پروان چڑھتا ہے اور پھلتا پھولتا ہے۔ جو علوم وفنون اپنی اساس نہیں رکھتے، وہ نہ صرف اپنی اہمیت کھو بیٹھتے ہیں بلکہ ان کا وجود بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے، گویا کسی بھی علم کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور بالواسطہ یا بلاواسطہ اس سے فیض یاب ہونے کے لیے اس کی ابتدا و اساس اور اس کے ارتقائی عمل کو مد نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

بالکل اسی طرح علم حدیث کی اہمیت کے پیش نظر اس کے ابتدائی اور اساسی مراحل کا جائزہ لینا ایک ناگزیر امر ہے، عہد بنوامیہ علم حدیث کا اساسی دور ہے جس میں حدیث اور اس کے متعلقہ علوم وفنون کی تدوین کی داغ بیل پڑی، مستشرقین اور ان سے متاثر بعض معاصرین نے اس عہد کو مورد طعن ٹھہرایا اس عہد اور شخصیات کے حوالے سے حدیث نبوی پر مختلف اعتراضات اٹھائے

لہذا ضروری تھا کہ عہد بنوامیہ پر علم حدیث کے حوالے سے کام کیا جائے اور مستشرقین و معاصرین کے اعتراضات کو رفع کیا جائے۔

گویا کہ اس مقالہ کا بنیادی مسئلہ مستشرقین اور ان کے پیروکار منکرین حدیث کے عہد بنوامیہ اور اس دور کی شخصیات کے حوالے سے حدیث پر اٹھائے گئے مختلف اعتراضات کا جائزہ لینا ہے یہ بنیادی مسئلہ درج ذیل نکات پر مشتمل ہے۔

(۱) تاریخ عہد بنوامیہ کا تجزیاتی جائزہ لینا۔

(۲) عہد بنوامیہ کے ممتاز محدثین و خلفاء کا تعارف اور علم حدیث اور فتنہ وضع حدیث کے سد باب کے لئے ان کی خدمات کا جائزہ لینا

(۳) اس دور میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت اور تدوین کے لئے ہونے والے کام کا جائزہ لینا

(۴) اس دور کے صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف

(۵) استشراق کا مفہوم، تحریک استشراق کا آغاز وادوار کا تعارف

(۶) مستشرقین کے اعتراضات کے اسباب ومحرکات اور مقاصد کیا تھے؟

(۷) مذکورہ بالا نکات کی روشنی میں مستشرقین کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لینا

(۸) منکرین حدیث کے حدیث پر کئے گئے اعتراضات اور ان کا تجزیہ کرنا

(iii) تحدید کار

(Limitations of Research)

مقالہ ہذا کا عنوان ''عہد بنوامیہ میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت اور اس پر ہونے والے اعتراضات کا جائزہ'' ہے۔ بنوامیہ کا دور عرصہ نوے سال پر محیط ہے لہذا اس موضوع کی مناسبت سے یہی دور ہماری بحث تحقیق کا حصہ ہے۔ اس دور میں محدثین اور ان کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف، حدیث کی تدوین ونشرو اشاعت، مختلف علوم کی بنیاد، فتنہ وضع حدیث اور اس کا سد باب، محدثین کی خدمات، علم حدیث اور رواۃ حدیث پر مستشرقین کے اعتراضات وغیرہ اہم موضوعات شامل ہیں چنانچہ ۴۱ھ سے قبل اور ۱۳۲ھ کے بعد کا دور اس مقالہ سے خارج ہے۔

(iv) فرضیہ تحقیق

(Hypothesis of the Research)

زیر تحقیق موضوع کے لئے درج ذیل فرضیات قائم کئے گئے ہیں۔

۱۔ عہد بنوامیہ کا دور خلفاء کی باہمی چپقلش، مختلف فرقوں اور حوادث کے ظہور کی بدولت سیاسی عدم استحکام کا شکار رہا جس کی وجہ سے خلفاء علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کر سکے۔ حدیث کی تدوین ڈیڑھ دو سال بعد ہوئی۔ اس

دور میں حضرات صحابہؓ و تابعین اور تبع تابعین کے پاس تحریری طور پر مجموعہ احادیث نہیں تھے نیز احادیث کی اسناد فرضی اور بعد کی پیداوار ہیں اور اس دور میں محدثین کرام نے علم حدیث کی ترویج و اشاعت اور فتنہ وضع حدیث کے سد باب کے لئے کسی قسم کی خدمات سرانجام نہیں دی ہیں۔ بلکہ خلفاء بنوامیہ نے محدثین سے اپنے مطلب کی حدیث وضع کرائیں۔

۲۔ مستشرقین کے عہد بنوامیہ کے حوالے سے احادیث اور رواۃ احادیث کے بارے میں اعتراضات خالص تحقیق کی روشنی پر مبنی ہیں ان کے سامنے صرف ایک مقصد تھا اور وہ تھا حقیقت کی تلاش، ان کے پیش نظر دیگر مقاصد کارفرما نہیں تھے۔

۳۔ عہد رسالت میں تدوین حدیث کی داغ بیل پڑ چکی تھی مختلف صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی زندگی میں ذاتی مجموعہ احادیث تحریر کر لیے تھے البتہ سرکاری سطح پر حدیث کی تدوین عہد بنوامیہ میں ہوئی' اس دور میں مختلف صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کے پاس احادیث کے ذخیرے تحریری صورت میں موجود تھے نیز محدثین کرام اور خلفائے بنوامیہ کا وضع حدیث میں کوئی کردار نہیں ہے بلکہ انہوں نے علم حدیث کی ترویج و اشاعت اور فتنہ وضع حدیث کے سد باب کے لئے عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں۔

(v) مقاصد تحقیق
(Objectives of the Research)

راقم الحروف کے سامنے زیرِ نظر مقالہ کا انتخاب اور پھر اس پر کام کرنے کے پس منظر میں درج ذیل مقاصد رہے ہیں:

۱) زیرنظر تحقیقی کام کا پہلا مقصد راقم الحروف کا پی-ایچ-ڈی (Ph.D) کی ڈگری کیلئے requirement کو پورا کرنا ہے۔

۲) کسی مصنف کی تالیف کردہ تحریر کا مطالعہ کرنا ایک علیحدہ بات ہے اور خود کسی موضوع پر قلم اٹھانا اور تحقیق کر کے مواد اکٹھا کرنا ایک علیحدہ بات، اور یہی چیز (یعنی شعبۂ تحقیق میں involvement) راقم الحروف کیلئے ہمیشہ سے دلچسپی کا باعث رہی ہے۔

۳) زیرِ نظر تحقیق کا سب سے اہم اور بڑا مقصد اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے کیونکہ حدیث نبوی کی خدمت کرنا یقیناً سب سے بڑی عبادت اور قرب الٰہی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

۴) اگرچہ بہت سے محققین و علماء حضرات، علم حدیث اور اس سے متعلقہ علوم کی خدمات کے سلسلے میں بیش بہا دادِ تحقیق دے چکے ہیں، مستشرقین اور دیگر معترضین کے اعتراضات کا مدلل جواب بھی دیا جا چکا ہے، لیکن یہ کام تاریخ اسلامی کے کسی خاص دور کے حوالے سے نہیں ہے، عہد بنوامیہ چونکہ علم حدیث کی تدوین اور اس کی نشر و اشاعت کا اساسی دور ہے، اس لئے اس پر کام کرنے کی ضرورت تھی۔

۵) اردو زبان میں اس موضوع پر اتنا وسیع کام کسی ایک کتاب میں یکجا نہ تھا، لہٰذا یہ ضرورت بھی راقم کیلئے زیرنظر مقالہ/تحقیق کا ایک مقصد ٹھہری۔

۶) علمی تحقیق اور روشن خیالی کے نام پر اسلام اور مصادر اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا بیڑہ مستشرقین و دیگر معترضین نے اٹھایا ہوا ہے۔ عصر حاضر میں ہر تعلیم یافتہ مسلمان کا اب یہ دینی فریضہ بن چکا ہے کہ وہ اپنے اپنے میدان میں ان تمام اعتراضات اور اشکالات کا مدلل اور منہ توڑ جواب دے، جو مستشرقین اور ان کے پروردہ منکرین حدیث دین اسلام کے اس اہم ترین مأخذ پر وارد کرتے ہیں۔ تاکہ دین اسلام کی حقانیت اور مصادر اسلام کا محفوظ ہونا شرح صدر ہو سکے۔ اس اہم فریضہ کی ادائیگی بھی ایک بڑا مقصد ہے۔

۶) اہل علم وقلم کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ مقدور بھر ان دھبوں کو اپنے قلم تحقیق سے دھو ڈالیں، جو علمی تحقیق کا لبادہ اوڑھے مستشرقین نے پیغمبر اسلام ﷺ کی عملی زندگی اور آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ پر لگانے کی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں اگرچہ بہت کام ہو چکا ہے خصوصاً عربی زبان میں اس پر قابل رشک کام ہوا ہے۔ مگر اس کام سے اردو خواں طبقہ خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ زیر تحقیق اس مقالہ میں یہ مقصد بھی بہت حد تک کارفرما تھا۔

۷) تاریخی اعتبار سے عہد بنوامیہ عہد رسالت اور عہد خلفائے راشدین کے بعد سنہری دور ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں، کیونکہ یہی وہ دور ہے جس میں حدیث اور علم حدیث کی تدوین اور اسکی نشر واشاعت کی بنیاد پڑی، اسی عہد میں مقدس اور ممتاز شخصیات موجود تھیں جن میں صحابہ کرامؓ، بالخصوص تابعینؒ و تبع تابعینؒ کی کثیر تعداد موجود تھی۔ یہی وہ دور تھا جس میں امت مسلمہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہوئی اور ان کی نشوونما ہوئی۔ یہی وہ دور ہے جس میں تاریخ اسلامی کے دلگداز واقعات رونما ہوئے اور یہی وہ دور ہے، جس میں مسلمانوں کے درمیان اہل سنت اور اہل بدعت کا امتیازی خط کھنچا، اور یہی وہ دور ہے جسے بعض حضرات نے مورد طعن ٹھہرایا، لہذا اس دور کا تنقیدی جائزہ لینا اور اس کے بارے میں حقائق معلوم کرنے کا مقصد شدت اختیار کر گیا۔ بالآخر اس پر کام کرنے کا عزم صمیم ہوا۔

(vi) موضوع پر ہونے والے سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

(Analysis of previous research on the topic)

مقالہ ہذا میں عہد بنوامیہ میں حدیث اور علوم حدیث کی تدوین و اشاعت اور اس دور میں صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف کروایا گیا ہے علاوہ ازیں اس دور کے حوالے سے مستشرقین کے حدیث اور روایان حدیث پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

بلاشبہ محققین نے تاریخ حدیث، حفاظت حدیث، علوم حدیث اور مستشرقین اور منکرین حدیث کے اعتراضات وغیرہ کا جائزہ لیا ہے، تاہم ان کا کام عمومی ہے اور کسی خاص دور کے حوالے سے نہیں ہے۔ اس موضوع پر اردو، عربی اور انگریزی زبان میں بے شمار ذخیرہ موجود ہے۔ ذیل کی سطور میں اس نوعیت کے ابتدائی سطح کے کام اور مختلف یونیورسٹیوں کے تحقیقی مقالات اور کتب، تحقیقی آرٹیکل،

اور قومی سیمینار کے حوالے سے کام کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

اردو کتب

(الف) تاریخ وحفاظت حدیث کے بارے میں لٹریچر

- ◉ تاریخ تدوین حدیث از مولانا احسن گیلانی
- ◉ صحیفہ ہمام منبہ از ڈاکٹر حمید اللہ
- ◉ خطبات مدراس از علامہ سید سلیمان ندوی
- ◉ تاریخ تدوین حدیث از ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی
- ◉ مقدمہ تاریخ تدوین حدیث از ڈاکٹر فواد سزگین (مترجم سعید احمد)
- ◉ حفاظت حدیث از ڈاکٹر خالد علوی

(ب) منکرین حدیث کے رد میں لٹریچر:

☆ ڈاکٹر عبداللہ نے پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے شعبۂ عربی میں برصغیر میں "فتنۂ انکار حدیث کے لٹریچر کا تنقیدی جائزہ" کے موضوع پر اپنا پی۔ ایچ ڈی کا مقالہ مکمل کیا ہے جس میں انہوں نے ایک سو سے زائد کتب و رسائل کو گنوایا ہے[1]۔

☆ علاوہ ازیں رسالہ محدث (اشاعت خاص فتنۂ انکار حدیث شمارہ (۸،۹) اگست، ستمبر ۲۰۰۲ء) میں ڈاکٹر خالد ظفر اللہ نے برصغیر میں انکار حدیث کے لٹریچر کی مکمل فہرست پیش کی ہے جس میں انہوں نے ۹۰ کتب و رسائل کو گنوایا ہے۔

☆ اسی طرح دینی رسائل میں شائع ہونے والے مضامین کا اشاریہ مرتب کیا گیا ہے۔ جن کی تعداد ۶۵۳ ہے۔

(ج) مستشرقین کے رد میں لٹریچر:

اردو زبان میں مستشرقین کی تحقیقات اور اس کے جواب میں تحقیقی کام کسی منظم طریقے سے سامنے نہیں آیا البتہ انفرادی طور پر بعض حضرات نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ مثلاً

- ◉ مستشرقین اور مطالعہ سیرت، نقوش، رسول نمبر (جلد ۱۱ص: ۴۸۲۔۵۶۰)
- ◉ سیارہ ڈائجسٹ، محمد عرفان
- ◉ اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین از ابوالحسن ندوی

---

[1] اگرچہ مقالہ عربی زب□ن میں ہے۔ تاہم مؤلف نے اس مقالہ کا خلاصہ اپنے ایک آرٹیکل میں کیا ہے۔ جو انہوں نے برصغیر میں مقالہ حدیث کے موضوع پر قومی سیمینار میں پڑھا ہے۔

◉ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش از ابوالحسن ندوی

◉ ضیاء النبی ﷺ (جلد ششم و ہفتم) از جسٹس کرم شاہ ازہری

◉ دام ہمرنگ زمین از ڈاکٹر محمد حسین

◉ مستشرقین کی بے خبری از پروفیسر احمد رابت

◉ مستشرقین اور تحقیقات اسلامی از سید عبدالقدوس ہاشمی

◉ مستشرقین اور احادیث رسول از عبدالوہاب حمودی

◉ مستشرقین کی تحقیقات پر تحقیق کی ضرورت از ڈاکٹر پیر محمد حسن

◉ مستشرقین کے افکار و نظریات کے مختلف دور از خلیق احمد نظامی

◉ مستشرقین کا مطالعہ اسلام (مترجم ادارہ) از واٹ منٹگمری

◉ انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا (Encyclopedia of Britannica) میں
اسلام اور محمد ﷺ پہ بہتانات از پروفیسر ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ

◉ دارالمصنفین، جو ہندوستان کا ایک مقتدرہ علمی ادارہ ہے، کے تحت ۲۱ تا ۲۳ فروری ۱۹۸۲ء میں اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا جس میں دنیا بھر کے منتخب مسلمان سکالرز اور علماء نے لائق حوالہ مقالات پیش کیے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

- مستشرقین کے تصور اسلام کا تاریخی پس منظر از خواجہ احمد فاروقی
- اسلام اور مستشرقین از پروفیسر حبیب الحق ندوی
- روسی استشراق از محمد اسد شہاب
- مستشرقین اور اسلام از ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی
- مستشرقین اور سیرت نبوی از ڈاکٹر عمادالدین خلیل
- مستشرقین اور اسلام از استاذ انور جندی (مترجم حافظ محمد عمیر الصدیق)
- شاخت اور حدیث نبوی از ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی (مترجم حافظ محمد عمیر الصدیق)
- جوزف شاخت اور اصول فقہ از محمد طفیل
- ولفریڈ کینٹویل اسمتھ تعارف اور تجزیہ از ڈاکٹر مشیر الحق۔

◉ ۱۹۹۸ء کو مقامی جمعیت اہل حدیث کیطرف سے علوم الحدیث 'مطالعہ و تعارف' کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد ہوا جس میں مولانا احسان اللہ خان ندوی کا مقالہ ''حدیث نبوی اور مستشرقین'' لائق مطالعہ ہے۔

◉ ادارہ تحقیقات اسلامی کے تحت اپریل ۲۰۰۲ء کو برصغیر میں مطالعہ حدیث کے موضوع پر قومی سیمنار منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر محمد اکرم رانا کا مقالہ بنام "حدیث کے بارے میں مستشرقین کا رویہ اور اس کا تنقیدی و تحلیلی مطالعہ" اور راقم کا مقالہ "حدیث نبویہ کے بارے میں مستشرقین کا رویہ" خاصے معلومات افزا ہیں۔

عربی کتب

(الف) تاریخ وحفاظت حدیث وغیرہ کے بارے میں لٹریچر

عربی زبان میں تحریک وحفاظتِ علوم حدیث کے بارے میں اتنا وسیع تر پیمانے پر کام ہو چکا ہے؛ جس کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے، خصوصاً عرب ممالک کے مختلف جامعات میں ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی کی سطح پر اس موضوع پر بہت کام ہو چکا ہے۔ پاکستانی جامعات میں سے صرف جامعہ پنجاب (Punjab University) میں پی۔ایچ۔ڈی کی سطح پر شعبۂ عربی زبان و ادب میں پندرہ اور شعبہ علوم اسلامیہ میں اکیس تحقیقی مقالات لکھے گئے ہیں؛ جن کا بالواسطہ یا بلا واسطہ تعلق علم حدیث سے ہے۔ ان میں سے شعبہ عربی زبان میں صرف ایک مقالہ اور شعبہ علوم اسلامیہ میں دو کا تعلق متعلقہ موضوع سے ہے، ایم۔ اے کی سطح پر لکھے جانے والے مقالات ان کے علاوہ ہیں۔

علاوہ ازیں اس موضوع کے بارے میں درج ذیل کتب ورسائل اہمیت کی حامل ہیں:

- تدوین السنة النبوية نشاتهٔ و تطوره از ڈاکٹر محمد بن مطر الزہرانی
- بحوث فی تاریخ السنة المشرفة از ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری
- بحوث فی تاریخ السنة از ڈاکٹر عبدالغنی عبدالخالق
- علم الرجال نشاتهٔ و تطوره از ڈاکٹر محمد بن مطر الزہرانی
- الوضع فی الحدیث از شیخ عمر فلاتہ
- الوضع فی الحدیث از ڈاکٹر مبارک الدعیلج
- دراسات فی الجرح والتعدیل از ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمان
- دراسات فی علوم الحدیث از ڈاکٹر اسماعیل سالم
- مباحث فی علم الجرح و التعدیل از قاسم علی سعد
- الاسناد من الدین از عبدالفتاح ابوغدہ
- علوم الحدیث از صبحی صالح
- منهج النقد عند المحدثین از ڈاکٹر نورالدین عطر
- منهج النقد عندالمحدثین نشاته و تاریخهٔ از ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی
- النقد عندا لمحدثین نشاتهٔ و منهجه از عبداللہ علی
- نقد المتون از سالم بنهساوی

(ب) منکرین حدیث اور مستشرقین کے رد میں لٹریچر

دنیا کی مختلف زبانوں میں بالعموم اور عربی زبان میں بالخصوص مستشرقین اور منکرین حدیث کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ جن میں سے چند قابل ذکر کتب کے اسماء درج ذیل ہیں:

- السنة و مكا نتها فی التشريح الاسلامی ۔ از ڈاکٹر مصطفی سباعی
- السنة قبل التدوين از عجاج الخطيب
- الحديث والمحدثون از محمد ابو زهو
- زوابع فی وجه السنة از صلاح الدين مقبول
- دفاع عن السنة و رد شبه المستشرقين والكتّاب المعاصرين از محمد بن محمد ابو شهبه
- الرد على من ينكر حجية السنه از ڈاکٹر عبدالغنی
- شبهات حول تدوين السنة از ابو شهبه
- الدراسات فی الحديث النبوی از ڈاکٹر مصطفی اعظمی [1]
- دلائل التوثيق المبكر للسنة والحديث از ڈاکٹر امتياز احمد [2]
- اهتمام المحدثين بنقدالحديث سنداً و متناً از ڈاکٹر محمد لقمان سلفی
- ضوابط الرواية عندالمحدثين از صديق بشير
- دفاع عن ابی هريرة از عبدالمنعم صالح العلی
- دفاع عن ابی هريرة از عجاج الخطيب

مستشرقین کے حوالے سے بالخصوص درج ذیل کتب منصۂ شہود پر آ چکی ہیں

- الاستشراق والخليفه الفكرية از استاذ محمود حمدی زقزوق
- الاستشراق و التبشير از ابراهيم خليل
- الاستشراق و المستشرقون از ڈاکٹر محمد البهی
- الاستشراق رسالة الإستعمار از محمد ابراهيم الفيومی
- أجنحة المكر الثلاثة از عبدالرحمن حسن
- الإسلام والمستشرقون از ابو الحسن ندوی
- الإسلام والمستشرقون از محمد الدسوقی
- الإسلام والمستشرقون از عبدالجليل شلبی
- أضواء على الاستشراق از ڈاکٹر محمد عبدالفتاح
- الاضواء على الاستشراق از انور جندی
- اضواء على الاستشراق والمستشرقون از ڈاکٹر محمد احمد دياب

---

[1] اصل کتاب انگلش میں ہے جس کا عربی ترجمہ مؤلف نے خود ہی کیا ہے۔
[2] اصل کتاب انگلش میں ہے جس کو ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی نے عربی قالب میں ڈھالا ہے۔

- انتاج المستشرقين از مالك بن نبي
- رؤية اسلاميه للإستشراق از ڈاکٹر احمد عبدالحميد غراب
- المستشرقون از نجيب العقيقي
- المستشرقون والاسلام از زكريا هاشم
- المبشرون والمستشرقون از محمد البهي
- المستشرقون و مشكلات الحضارة از ڈاکٹر عفاف صبره

انگریزی کتب و رسائل

انگریزی زبان میں درج ذیل مقالہ جات اور کتب سرمایۂ علم اور قابل مطالعہ ہیں:

- Studies in Early Hadith Literature
  پی ایچ ڈی مقالہ از ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی
- The Significance of Sunnah & Hadith and their Early Documentation
  پی ایچ ڈی مقالہ از ڈاکٹر امتیاز احمد
- On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence
  از ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی
- Hadith Literature, Its origin development Special features & criticism
  از زبیر صدیقی
- The Authority of sunnah
  از جسٹس محمد تقی عثمانی

(vii) دوران تحقیق مشکلات

(Difficulties during Research)

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی کام کو آسانی سے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچایا جا سکتا، اور اس کیلئے بے شمار مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خصوصاً جب مسئلہ تحقیقی نوعیت کا ہو تو یہ مشکلات دوچند ہو جاتی ہیں۔ بہرحال اس راہ میں مشکلات کا آنا ایک فطری و لازمی امر ہے۔ راقم کو بھی زیر نظر مقالہ کی تکمیل کے دوران کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ زیر نظر موضوع سے پہلے یونیورسٹی ہذا کی طرف سے جو موضوع منظور ہوا تھا وہ ''امام زہری کے شخصیت اور ان کی روایت کردہ احادیث پر ہونے والے اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' تھا۔ اس موضوع پر کام شروع کرنے سے پہلے معلومات حاصل کرنے کیلئے راقم سعودی عرب کی مختلف لائبریریوں سے

استفادہ کیا۔ اس موضوع پر اچھی خاصی معلومات جمع ہو چکی تھیں۔ بعد ازاں یونیورسٹی کی طرف سے دوسرے موضوع (زیر تحقیق مقالہ) پر کام کرنے کی منظوری دی گئی، موضوع کی تبدیلی سے راقم کو ذہنی اور مالی دونوں لحاظ سے مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ اور پھر نئے سرے سے موضوع پر کام شروع کیا اور دوبارہ بیرون ملک کا سفر کرنا پڑا۔

اصول حدیث کے بنیادی علوم (علم الاسناد، علم الجرح والتعدیل، علم نقد حدیث وغیرہ) کا مواد مصادر میں یکجا پایا جاتا ہے جنہیں علیحدہ علیحدہ بیان کرنے میں خاصی دقت ہوئی اور پھر مستشرقین کے حدیث پر اعتراضات کا متعدد علماء نے جائزہ تو لیا ہے۔ لیکن ان کی اصلی عبارتوں کو پیش نہیں کیا بلکہ انہوں نے ان کا مفہوم کو بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ جس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ان کی اکثر و بیشتر کتب جرمن اور فرانسیسی زبان میں ہیں؛ جس پر ماسوائے چند اشخاص کے کسی کو دسترس حاصل نہیں ہے۔ اگرچہ ان کتب کا عربی اور انگلش زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے لیکن بہر صورت ترجمہ اصل کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور بعض اوقات تو ان تراجم کے توسط سے ان کا مفہوم سمجھنا خاصا دشوار ہو جاتا ہے۔ اور یہ دشواری راقم کے ساتھ بھی تھی، تاہم ان تراجم پر بار ہا غور کر کے (اصل عبارت کے) مفہوم کے عین مطابق بنانے کی ہر ممکن سعی کی ہے جس پر بہت زیادہ وقت صرف ہوا ہے اس سلسلہ میں آخری بات یہ ہے کہ مستشرقین اور منکرین کے احادیث پر اعتراضات کو موضوعاتی اعتبار سے تقسیم کر کے ہر معترض کے اعتراضات کو یکجا کر دیا ہے اور پھر اس بارے میں اگر کسی محقق نے ان اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے تو ان کے جائزہ کو اختصار سے پیش کرنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالے کی توفیق اور عنایت خاص ہی کی بدولت ممکن ہوا ہے۔

سعودی عرب اور پاکستانی لائبریریوں کی کتب میں اختلاف مطبع کی بدولت بعض اوقات ایک کتاب کے ایک سے زائد ایڈیشن سے استفادہ کرنا پڑا۔ ان کتب کی طبعات میں یکسانیت پیدا کرنے کیلئے کوشش کرنا پڑی، اس طرح اس عمل میں بہت زیادہ دشواری کا سامنا کرنا پڑا، لیکن کوشش بسیار کے باوجود اس میں کامیابی نہ ہو سکی۔ لہذا قاری کو بسا اوقات بعض حوالہ جات کو دیکھنے کیلئے ایک کتاب کے مختلف ایڈیشن کو دیکھنے کی زحمت اٹھانا پڑے گی۔

(viii) اسلوب تحقیق
(Research Methodology)

مقالہ ہذا کے اسلوب تحقیق کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ مقالہ کو معروف اصول تحقیق کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔

۲۔ مقالہ کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے اور ہر باب کو پہلے فصول اور پھر مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۳۔ ضرورت کے مطابق بعض فصول کے شروع میں مباحث کی تمہید لکھی گئی ہے جس میں متعلقہ بحث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۴۔ بعض جگہ مشکل الفاظ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کی گئی ہے۔

۵۔ اختلافی مسائل میں ائمہ کے اقوال اور ان کے دلائل ذکر کر کے راجح رائے کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

۶۔ حتی المقدور اختصار اور عدم تکرار کے پہلو کو مدنظر رکھنے کے ساتھ ساتھ جامعیت کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

۷۔ آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ اور عربی متن کا اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور ترجمہ کا فونٹ اصل عبارت سے چھوٹا رکھا گیا ہے۔

۸۔ اکثر و بیشتر عربی اور بقدر ضرورت انگلش کی اصل عبارات یعنی (Text) کو بطور خاص ذکر کر کے ان کا اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

۹۔ سن وفات کا اعتبار کرتے ہوئے متقدمین کے اقوال و صحائف کو متاخرین سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح حاشیہ میں بھی یہی ترتیب ملحوظ خاطر رکھی گئی ہے الا یہ کہ متاخرین کا قول موقع و محل کے لحاظ سے مناسب ہو اس صورت میں متاخرین کا حوالہ یا کتاب کو پہلے ذکر کر دیا گیا ہے۔

۱۰۔ حوالہ جات میں سب سے پہلے مصنف اور کتاب کا مختصر نام ذکر کیا گیا ہے جبکہ احادیث کے حوالہ کے ساتھ کتاب اور باب کا نام کے ساتھ حدیث کے نمبر کا اضافہ کیا گیا ہے اور آخر میں جلد اور صفحہ نمبر بھی درج کیا گیا ہے۔

۱۱۔ تمام آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ اور آثار و اقوال کی حاشیہ میں تخریج کی گئی ہے۔

۱۲۔ قرآنی آیات کے حوالہ جات میں پہلے سورت کا نمبر اور پھر آیت کا نمبر درج کیا گیا ہے۔ بعض اوقات آیت کا کچھ حصہ ذکر کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

۱۳۔ تمام مصطلحات کی متعلقہ فنون سے تعریف بیان کی گئی ہے۔

۱۴۔ ضرورت اور موقع و محل کے لحاظ سے بعض شخصیات کے مختصر حالات زندگی حاشیہ میں بیان کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی ان تراجم کے مصادر اصلیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱۵۔ مختلف قبائل، غیر معروف گروہ اور جماعتوں اور امصار و مدن اور علاقوں کا انتہائی مختصر تعارف کروایا گیا ہے۔

۱۶۔ اشعار کی دواوین شعر و ادب سے تخریج کی گئی ہے۔

۱۷۔ کسی موضوع کا اگر دوبارہ تذکرہ آجائے تو اس کا متعلقہ صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے صفحہ نمبر xx)

۱۸۔ تمام مواد و معلومات بنیادی مصادر سے لی گئی ہیں تاہم جس جگہ ضروری ہوا، وہاں ثانوی مصادر و مراجع سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۹۔ آخر میں تمام فہارس (مثلاً فہرست آیات، فہرست احادیث، فہرست اعلام، فہرست مصطلحات، فہرست اماکن) دی گئی ہیں۔ البتہ فہرست موضوعات مقالہ کے شروع میں دی گئی ہے۔

(ix) خاکہ تحقیق

(Synopsis of the Research)

❁ مقدمہ:

(i) موضوع تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

(ii) مسئلہ تحقیق (Limitations of Research)

(iii) تحدید کار اور فرضیہ تحقیق (Limitation and Hypothesis of the Research)

(iv) مقاصد تحقیق (Objectives of Research)

(v) موضوع پر ہونے والے سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

(vi) دورانِ تحقیق مشکلات (Difficulties during Research)

(vii) اسلوبِ تحقیق (Research Methodology)

(viii) خاکۂ تحقیق (Synopsis of the Research)

(ix) مصادر و مراجع کا تعارف (Introduction to Bibliographies)

❁ باب اول: عہد بنوامیہ اور علمِ حدیث و محدثین کا تاریخی و تجزیاتی جائزہ

◻ فصل اول: عہدِ بنوامیہ کا آغاز وارتقاء اور اختتام (۴۱ھ تا ۱۳۲ھ)

◈ بحث اول: خاندانِ بنوامیہ کا تاریخی پس منظر

◈ بحث ثانی: تاریخ عہد بنوامیہ

◻ فصل ثانی: عہد بنوامیہ کے ممتاز محدثین و خلفاء کا تعارف

◈ بحث اول: تعارفِ صحابہ کرامؓ

◈ بحث ثانی: تعارفِ تابعین کرام

◈ بحث ثالث: تعارفِ تبع تابعین کرام

◈ بحث رابع: تعارفِ خلفائے بنوامیہ

◻ فصل ثالث: عہد بنوامیہ میں علم حدیث کی ترویج واشاعت میں معاون و معارض عوامل کا جائزہ

◈ بحث اول: علم حدیث کی ترویج واشاعت میں معاون عوامل واسباب

◈ بحث ثانی: علم حدیث کی ترویج واشاعت میں مخل ہونے والے عوامل واسباب

✿ باب ثانی: عہد بنوامیہ میں علمِ حدیث کی ترویج واشاعت اور تدوین

◻ فصل اول: عہد بنوامیہ میں علم حدیث کی ترویج واشاعت کے لیے محدثین وخلفاء کی خدمات

◈ بحث اول: حدیث کی ترویج واشاعت کے ذرائع

◈ بحث ثانی: اشاعت حدیث کے لیے محدثین کا مختلف بلاد وامصار کا سفر

◈ بحث ثالث: علم حدیث کی ترویج واشاعت میں خلفائے بنوامیہ کا کردار

◻ فصل ثانی: صحابہ کرامؓ، تابعین، اور تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف

◈ بحث اول: صحابہ کرامؓ کے مجموعہ ہائے حدیث

◈ بحث ثانی: تابعین کرام کے مجموعہ ہائے حدیث

◈ بحث ثالث: تبع تابعین کرام کے مجموعہ ہائے حدیث

◻ فصل ثالث: عہد بنوامیہ میں تحریک تدوین حدیث کا باقاعدہ آغاز

◈ بحث اول: مراحل تدوین حدیث، تحریک تدوین حدیث کی ضرورت واسباب

◈ بحث ثانی: مشاہیر مدونین حدیث اوران کی خدمات

✿ باب ثالث: عہد بنوامیہ میں فتنہ وضع حدیث اور علمِ نقد حدیث کا آغاز

◻ فصل اول: فتنہ وضع حدیث اوراس کے اسباب وعوامل

◈ بحث اول: وضع حدیث کا مفہوم اور اس کا حکم

◈ بحث ثانی: وضع حدیث کی ابتدا

◈ بحث ثالث: وضع حدیث کے اسباب وعوامل

◻ فصل ثانی: فتنہ وضع حدیث کا سدِّ باب اور محدثین کی خدمات

◈ بحث اول: روایت میں احتیاط وتثبیت

بحث ثانی: علم الاسناد کا مفہوم آغاز واہمیت

بحث ثالث: علم الجرح والتعدیل کا مفہوم مشروعیت اور اہمیت

◻ فصل ثالث: علمِ نقدِ حدیث اور ائمہ نقاد

◈ بحث اول: نقدِ حدیث کا مفہوم واقسام

◈ بحث ثانی: نقد حدیث کی ابتدا: ضرورت واسباب

◈ بحث ثالث: مشہور ائمہ نقاد اور ان کے نقد حدیث کا طریقۂ کار

✿ باب رابع: عہد بنو امیہ میں علم حدیث اور رواۃِ حدیث پر معترضین کے اعتراضات کا جائزہ

◘ فصل اول: استشراق: مفہوم، تحریک استشراق کا آغاز وارتقاء

◈ بحث ثانی: تحریکِ استشراق کا آغاز و ادوار

◘ فصل ثانی: علمِ حدیث اور رواۃِ حدیث پر معترضین کے اعتراضات: محرکات و مقاصد اور ان کا تجزیہ

◈ بحث اوّل: مستشرقین و معترضین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ

◈ بحث ثانی: مستشرقین کے اعتراضات کے اسباب و محرکات اور مقاصد

◈ بحث ثالث: معارضین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ

(x) مصادر و مراجع کا تعارف

(Introduction to Sources)

اس مقالہ کی تیاری میں مصادر اصلیہ (Primary Sources) سے براہ راست استفادہ کیا گیا ہے۔ ان میں قرآن کریم، کتب تفاسیر، کتب احادیث و شروحات، کتب سیرت و تاریخ، کتب تراجم و اسماء الرجال، کتب فقہ، کتب فرق و ملل، کتب عقائد، کتب لغت و معاجم، رسائل و جرائد اور انگریزی کتب وغیرہ سرفہرست ہیں۔ سابقہ تحقیقی کام' جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے' سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا ہے، علاوہ ازیں ثانوی مصادر (Secondary Sources) سے بھی کئی طرح سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ ان کتب کے حوالے سے اصل مصادر کی طرف رسائی حاصل کر کے ان کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔ بعض اوقات وضاحت اور تشریح کیلئے ثانوی مصادر کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ تحریک استشراق کے تاریخی پس منظر اور سیاسی و تہذیبی اغراض و مقاصد اور اسلام کے بارے میں مستشرقین کے خیالات و تصورات کے لئے مذکورہ کتب کے ساتھ ساتھ درج ذیل کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے:

- Orientalism and the Study of Islam in the West
- Orientalism
- Islam in European Thought
- Protestant Images of Islam: Disparaging Stereotypes Reconfirmed
- Christian Missionary Views of Islam
- Muslims and the West: Encounters and Dialogue
- The Changing Face and Nature of Orientalism

- On the Origin of Writing Down Historical Records among the Muslmans
- Mahomet and Islam
- The life of Mohammad
- Introduction to Islamic Theology and Law
- Introduction to Islamic Law, and the Origins of Muhammadan Jurisprudence
- The Development of Exegesis in Early Islam
- The Authenticity of Muslim Literature From The Formative Period
- European criticism of Hadith Literature
- Arabic Literature to the End of the Umayyad Period
- A critique of Joseph Schacht's Arguments
- Essays on Islam

غرضیکہ اس مقالہ کوحتی المقدور تحقیقی تقاضوں کے مطابق صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، نہ صرف یہ کہ علمی تقاضوں کو پورا کرنے بلکہ مقالہ ہٰذا کی تزئین و آرائش کے سلسلے میں بھی حتیٰ الامکان جدوجہد کی گئی ہے، کوشش بسیار کے باوجود مجھے اپنے کم علمی اور کم مائیگی کا پورا اعتراف ہے اور یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ میں نے موضوع کا پورا حق ادا کر دیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تحقیق کی دنیا انتہائی طویل، گھمبیر اور دشوار گذار ہے، جبکہ انسان کی عمر اس کے مقابلہ میں بہت کم ہے اور معاملہ کچھ اسی طرح ہے جیسا کہ امام زرکشی نے اپنی کتاب البرھان فی علوم القران میں نقل کیا ہے:

> و اعلم انه ما من نوع من هذه الأنواع إلا و لو أراد الإنسان استقصاء لا ستفرغ عمره ثم لم يحكم أمره و لكن اقتصرنا من كل نوع على أصوله والرمز إلى بعض فصوله فإن الصناعة طويلة والعمر قصير"
>
> جان لیجئے ان انواع میں سے کوئی نوع ایسی نہیں جس کی چھان بین کرنے کا اگر انسان ارادہ کرلے تو اس کی عمر تو ختم ہو سکتی ہے لیکن معاملہ ویسا ہی رہے گا اسلئے ہم نے ہر نوع میں سے اس کے اصول بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ اور اس کی فصول کیطرف اشارہ ہی کیا ہے کیونکہ صناعت بہت طویل ہے اور عمر بہت تھوڑی ہے۔

بہر حال اس مقالہ کا حق کس حد تک ادا ہوا ہے، اس کا فیصلہ تو قاری ہی کو کرنا ہے، تاہم اگر اس میں کوئی خوبی نظر آئے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ہے اور اگر اس میں کوئی کمی یا کوتاہی نظر آئے تو وہ میری بشری لغزشوں اور کمزوری کے سبب سے ہے۔

> و أخيراً أسأل الله عز و جل أن يجعل التوفيق حليفي والتيسير عوني والسداد جهدي والصواب منهجي و النور دليلي والحق غايتي فإنه و لي ذلك والقادر عليه و صلى الله وسلم على رسولنا محمد و على اله تسليما كثيراً

باب اول

عہد بنو امیہ اور علمِ حدیث و محدثین کا تاریخی و تجزیاتی جائزہ

فصل اول

عہد بنوامیہ کا آغاز وارتقاء اور اختتام

۴۱ھ تا ۱۳۲ھ

عہد بنوامیہ کا آغاز وارتقاء اور اختتام

تاریخ ایک ایسا علم ہے جس سے اقوام رہنمائی حاصل کرتی ہیں، روشن اور شاندار ماضی کی حامل اقوام اپنے مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے تاریخ کو مشعل راہ بناتی ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر تاریخ بنوامیہ کا طائرانہ جائزہ لیا جارہا ہے، تاریخ بنوامیہ کا یہ حصہ جو تقریباً نوے یا بانوے سال پر محیط ہے' مسلمانوں کے عروج کا دورِ زرّیں کہلاتا ہے۔

یہ عہد (بنوامیہ) حضرات صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے عبارت ہے، جسے "خیر القرون" کے لقب سے سرفراز کیا گیا، انہی حضرات کے اخلاقی نمونوں سے اسلام کی روح زندہ اور ان کی علمی کوششوں سے اسلامی علوم وفنون کی عمارت قائم رہی۔ انہی تین ادوار میں مسلمان دینی اور دنیوی سعادت وفلاح کی معراج کو پہنچے اور انہیں روحانی اور مادی فتوحات نصیب ہوئیں۔ عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ کے بعد تیسرا عہد مبارک یہی تھا۔ اس عہد میں اسلامی سلطنت کی حدود کو وسیع کیا گیا' مذہبی علوم کی حفاظت واشاعت کے لئے نئے علوم وفنون کی بنیاد رکھی گئی غرض کہ ان تمام برکات کا' جن کا عہد رسالت وعہد خلافت راشدہ میں آغاز ہوا' اس عہد میں اسے تکمیل تک پہنچایا گیا اور جو پوری ہوچکی تھیں ان کی حفاظت کی گئی۔

گو خلافت راشدہ کے اختتام کے بعد اس عہد کی شاندار روایات' ثمرات وبرکات اور سادگی میں تنزل اور کمی نے نئے رجحانات و ترجیحات' نئے افکار وخیالات اور نئے مشاہدات وتجربات کو جنم دیا تھا۔ اسلام نے جس قبائلی عصبیت کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا تھا، اور دینی اور روحانی تربیت کی تھی' ایک دفعہ پھر اس کی زد میں آ گیا اور خاندانی شرف ووقار کو بنیاد بنا کر اقتدار کے حصول کے لئے کشمکش کا آغاز ہوگیا۔

خلافت راشدہ کے عہد میں عرب وعجم کے جو اختلافات دبے ہوئے تھے، ان میں بھی تحریک پیدا ہوئی' چنانچہ عرب وموالی کے اختلافات، خوارج وحزب اقتدار کے تنازعات اور بعض دیگر سیاسی ومذہبی فرقوں کے افکار وافعال نے پورے معاشرتی اور سیاسی ماحول کو ہلا کر رکھ دیا جس کے نتیجہ میں بعض ایسے افسوسناک واقعات رونما ہوئے جن کی بدولت عالم اسلام میں انتشار وافتراق کے آثار نمایاں ہونے لگے لیکن ان تمام حالات کے باوجود یہ عہد امن وآشتی' عدل وانصاف' علم وحکمت کا گہوارہ تھا، اس دور کی بزرگ شخصیتوں نے جانکاہ تکالیف اٹھا کر مذہبی علوم وفنون کی آبیاری کی جن کے فیض سے آج مذہبی علوم وفنون زندہ ہیں۔

یورپی مؤرخین اس عہد کو مسلمانوں کی تاریخ کا "تاریک عہد" (Dark Ages) کہتے ہیں، ان کے نزدیک تمام عالم عدل و انصاف' امن وآشتی کا گہوارہ تھا، یہ صرف مسلم ممالک ہی تھے جو ملوکیت کے ظلم واستبداد کے پنجے تلے سسک رہے تھے۔ غرضیکہ ملوکیت کی وہ تمام خرابیاں' جو خود یورپ میں موجود تھیں' بلا تحقیق عالم اسلام کے سر تھوپ دی گئیں۔ اس طرح مسلمانوں کی نئی نسل کو اپنی تاریخ سے نہ صرف بدظن بلکہ متنفر کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اقوام عالم میں جتنی شاندار تاریخ مسلمانوں کی ہے، اس دھرتی پر کوئی اور قوم ایسی شاندار تاریخ و اقدار کی حامل نہیں ہے۔ اسلامی تاریخ کو ملوکیت کا نام دے کر اس کے خلاف نفرت پیدا کرنا' دراصل امت مسلمہ کے خلاف مستشرقین کی ایک گہری سازش ہے' جس کا شکار زمانہ حال کے کئی مسلمان مؤرخین اور محققین بھی ہوئے۔ اسلامی حکومت جو خلافت کے منہج پر قائم کی گئی تھی، اس کے دو طریقے رائج ہوئے؛ پہلا: خلافت علی منهاج النبوۃ (یعنی نبوت کی طرز پر خلافت)' جو اعلیٰ درجے کا معیاری اور مثالی انداز حکمرانی تھا۔ دوسرا: خلافت علی سبیل التوارث (یعنی نسلی وموروثی حکومتیں)۔ ثانی الذکر طریقے میں بھی اصولاً کوئی قباحت نہیں ہے، بشرطیکہ وہ حاکمیت الٰہی' عدل' شوریٰ اور امانت کے تصور پر استوار ہو۔ اوّل الذکر طریقہ حکمرانی خلافت راشدہ کا تھا اور مؤخر الذکر بنوامیہ کا اندازِ حکمرانی تھا۔

فصل اوّل کی بحث اوّل میں خاندان بنوامیہ کا تاریخی پس منظر، جبکہ بحث ثانی میں عہد بنوامیہ کے اہم واقعات و احوال کو مختصراً بیان کیا جا رہا ہے۔

بحث اول

خاندانِ بنوامیہ کا تاریخی پس منظر

خاندان بنوامیہ کا تاریخی پس منظر

قبیلہ قریش کی دس شاخیں تھیں (۱)، جو نسبی اعزاز میں تقریباً برابر تھیں۔ قریش کے اجتماعی نظام حیات میں ان سب کا کوئی نہ کوئی عہدہ تھا، لیکن بنو ہاشم اور بنو امیہ ان سب میں ممتاز مقام و مرتبہ رکھتے تھے۔ بنو ہاشم تولیتِ کعبہ کی بدولت معزز اور محترم تصور کیے جاتے تھے اور بنوامیہ کو امارت، سپہ سالاری اور کثرت تعداد کی بنا پر عظمت و شان حاصل تھی۔ ان دونوں شاخوں کی بنیاد عبد مناف ہے، جو قصی کی اولاد میں بڑے نامور تھے، ان کی متعدد اولادیں تھیں، جن میں ہاشم اور عبد شمس بہت مشہور تھے انہی سے یہ دونوں خاندان چلے۔ بنوامیہ کے مورث اعلیٰ "امیہ" عبد شمس کے لڑکے تھے۔ بنو عبد مناف کی عظمت انہی دونوں سے وابستہ تھی (۲)۔

ابن عبد ربہ اندلسی کے بقول "ابتدا میں قریش کی سپہ سالاری کا منصب بنو مخزوم کے پاس تھا، پھر عبد شمس کے عہد میں یہ عہدہ بنوامیہ میں منتقل ہو گیا، جو بعد ازاں ان کی نسل میں چلتا رہا۔ عکاظ، فجار، اور ذات کیف کی جنگوں (۳) میں عبد شمس کے پوتے حرب بن امیہ سپہ سالار تھے" (۴)۔

حرب بن امیہ کے بعد ان کے بیٹے ابو سفیانؓ اس عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ ظہور اسلام کے وقت بھی قریش کے یہی سپہ سالار تھے۔ البتہ جنگ بدر (۵) میں عتبہ بن ربیعہ نے سپہ سالاری کے فرائض انجام دیے کیونکہ ابو سفیانؓ قریش کے قافلہ کے ساتھ تجارت کے لئے شام (۶) گئے ہوئے تھے (۷)۔ اس کے بعد غزوہ اُحد (۸) غزوہ احزاب (۹) وغیرہ میں یہی قریش کی جانب سے اس عہدہ پر فائز تھے (۱۰)۔

قریش کے دیگر خاندانوں کی طرح بنوامیہ بھی تجارت سے وابستہ تھے۔ شام و مصر (۱۱) تک ان کی تجارت پھیلی ہوئی تھی۔ تجارت کے پیشے کی وجہ سے بنوامیہ بڑے مالدار تھے وہ اپنی دولت قومی اور ملی کاموں میں صرف کرتے تھے (۱۲)۔

---

(۱) قبیلہ قریش کی دس شاخیں بنو ہاشم، بنوامیہ، بنونوفل، بنو عبد الدار، بنو اسد، بنو تیم، بنو مخزوم، بنو عدی، بنو جمح، بنو سہم ہیں۔ ابن حبیب، کتاب المحبر، ص:۱۶۶

(۲) الطبری، التاریخ، ص:۱/۵۰۴ ◉ ابن حبیب، کتاب المحبر، ص:۱۶۵

(۳) یہ جنگیں زمانہ جاہلیت میں قریش اور دیگر خاندانوں کے مابین واقع ہوئیں۔ ◉ ابن ہشام، السیرۃ، ص:۱/۸۴

(۴) ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ص:۲/۳۱

(۵) رمضان ۲ھ میں مسلمانوں اور مشرکین کے مابین بدر کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔
تفصیل کیلئے دیکھئے: ابن ہشام، السیرۃ، ص:۱/۶۰۶ ◉ الطبری، التاریخ، ۲/۲۰

(۶) شام: ایک وسیع و عریض ملک کا نام ہے اس کی حدود فرات سے مصر اور قبیلہ طے کے دو پہاڑ (اجاء، سلمیٰ) سے بحیرہ روم تک پھیلی ہوئی تھیں، اس کے بڑے بڑے صوبے قنسرین، دمشق، اردن، فلسطین، حمص اور ثغور تھے، الحموی، معجم البلدان، ص:۳/۳۱۱

(۷) ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۱/۶۰۶

(۸) غزوۂ احد: شوال ۳ھ میں مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان اُحد پہاڑ کے دامن میں لڑائی ہوئی، اس معرکہ میں ستر مسلمان شہید ہوئے، دیکھئے ابن ہشام، السیرۃ، ص:۲/۶۰
◉ الطبری، التاریخ، ص: ۲/۵۸ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۳/۳۶

(۹) غزوۂ احزاب: ۵ھ میں بنی نضیر، بنی قریظہ، قریش اور دیگر قبائل نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا، لیکن چند روز کے بعد ناکام واپس چلے گئے، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۴/۲۰

(۱۰) ازرقی، تاریخ مکہ، ص:۱/۱۱۵

(۱۱) مصر: افریقہ کا ایک مشہور شہر ہے۔ ۱۹ھ میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے عہد میں حضرت عمروؓ بن العاص کے ہاتھوں فتح ہوا۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۵/۱۳۷
◉ الحمیری، الروض المعطار، ص:۵۵۲ (۱۲) ابن الاثیر، اسد الغابہ، ص:۱/۳۱۷

ظہورِ اسلام سے قبل بنو ہاشم اور بنوامیہ میں کسی حد تک رقابت موجود تھی، لیکن دونوں کی دنیاوی وجاہت میں کوئی بڑا فرق نہیں تھا، اس لئے اس رقابت میں شدّت نہیں تھی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم کو نبوت کے شرف سے نوازا اور بنوامیہ کے مقابلہ میں ان کا پلہ بھاری ہو گیا، تو ان کے مابین رقابت کی شدّت میں اضافہ ہوا۔ چونکہ فوج کی سپہ سالاری بنوامیہ کے پاس تھی، اس لئے ان کی مخالفت زیادہ نمایاں ہوئی، وگرنہ بنوامیہ کو بنو ہاشم یا آنحضرت ﷺ کے ساتھ کوئی خاندانی دشمنی وعناد نہیں تھا①۔

تاہم دونوں خاندانوں میں باہم جو قدیم رشتہ داریاں' عزیزانہ تعلقات تھے، وہ زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں میں قائم رہے②۔ فتح مکہ③ کے دن حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں مشرف بہ اسلام ہوئے④۔ آنحضرت ﷺ نے ابوسفیانؓ کا اعزاز بڑھانے کے لئے ان کے گھر کو بیت الأمن قرار دیا⑤۔ اور تالیفِ قلب کے لئے حضرت معاویہؓ کو حنین⑥ کے مالِ غنیمت میں ایک سو اونٹ چالیس اوقیہ⑦ سونا یا چاندی مرحمت فرمایا تھا⑧۔ اور انہیں کاتبِ وحی مقرر کیا⑨۔ اور عتابؓ بن اسید جو اموی تھے انہیں مکہ⑩ کا گورنر مقرر کیا⑪۔

عہدِ رسالت کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں بھی اموی خاندان کو نمایاں مقام حاصل رہا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں شام کی جنگوں میں آلِ ابی سفیانؓ نے بڑے کارنامے دکھائے، اس جہاد میں حضرت ابوسفیانؓ، ان کی بیوی حضرت ہندؓ بنت عتبہ،

---

① ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۱/۱۳۱

② خود آنحضرت ﷺ کی بڑی بیٹی حضرت زینبؓ، ابوالعاصؓ بن ربیع کے نکاح میں تھیں۔ ابن الأثیر، اسد الغابۃ، ص: ۷/۱۴۳

◉ اسی طرح آپ ﷺ کی دو بیٹیاں حضرت رقیہؓ، اور حضرت اُم کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں۔ ابن الأثیر، اسد الغابۃ، ص: ۳/۶۰۷

◉ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۴/۳۲ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳/۵۶۔ حضرت اُم حبیبہؓ بنت ابوسفیانؓ آپ ﷺ کے نکاح میں تھیں۔

◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب، حدیث نمبر ۴۰۰۵، ص: ۶۷۶ ◉ ابن حجر، الإصابۃ، ص: ۸/۲۲۳

③ ۸ھ میں آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ فتح کیا۔ الطبری، التاریخ، ص: ۲/۱۵۲ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۱۱

◉ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۳۹۷

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب أین رکز النبی ﷺ الرأیۃ یوم الفتح، حدیث نمبر ۴۲۸۰، ص: ۷۴۳ ◉ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۴۰۰

⑤ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۴۰۳

⑥ شوال ۸ھ میں حنین کے مقام پر بنو ہوازن اور ثقیف قبائل کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ دیکھئے ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۴۳۷

⑦ اُوقیہ: عہدِ نبوی میں رائج اسلامی کرنسی کے مختلف پیمانوں میں سے ایک ہے۔ ایک اُوقیہ میں چالیس درہم ہوتے ہیں (اور یہ اہلِ حجاز کا اُوقیہ ہے)۔

ابن الأثیر، النهایه فی غریب الحدیث، ص: ۵/۲۱۷

⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۰۶ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۱۰۲

⑨ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۱۰۲

⑩ مکہ: عرب کا مشہور شہر، جس میں بیت اللہ واقع ہے۔ مکہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔
الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۴۷۵، ۵/۱۸۱ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۵۴۳، ۹۳

⑪ الأزرقی، أخبار مکہ، ص: ۲/۱۵۱، ۱۵۳

دونوں بیٹے یزید اور حضرت معاویہؓ نے شرکت کی ①۔ شام کے ساحلی علاقوں کی مہم میں یزید کی ماتحتی میں مقدمۃ الجیش کی کمان حضرت معاویہؓ کے ہاتھوں میں تھی۔ اس مہم میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے ②۔

حضرت عمرؓ کے آخری عہد میں رومیوں نے شام کے بعض مقامات واپس لے لئے تو حضرت معاویہؓ نے ان کو دوبارہ زیرنگیں کیا ③۔

دمشق ④ کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے یزید بن ابوسفیانؓ کو یہاں کا حاکم بنایا۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھائی حضرت معاویہؓ کو اس کا عامل مقرر کیا ⑤۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد میں حضرت معاویہؓ کو پورے شام کا والی مقرر کیا ⑥۔ آپ نے اپنے دور امارت میں شام کے تمام سرحدی علاقوں کو فتح کر کے اس کو رومیوں کے حملہ سے محفوظ کر دیا ⑦۔ حضرت عثمانؓ کی اجازت سے بحری بیڑا قائم کر کے جزیرہ قبرص ⑧ فتح کیا۔ یہ بیڑا اس دور کے عظیم الشان بیڑوں میں سے تھا اس بیڑے سے مسلمانوں کی بحری طاقت مضبوط ہوگئی ⑨۔

غرضیکہ حضرت معاویہؓ نے عہد فاروقیؓ اور عہد عثمانیؓ میں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت معاویہؓ ان کے خون کے قصاص کا دعویٰ لے کر اٹھے اور حضرت علیؓ سے مقابلہ ہوا ⑩۔ واقعہ تحکیم کے بعد حضرت معاویہؓ شام اور مغرب ⑪ کے اور حضرت علیؓ فارس ⑫، عراق ⑬ اور مشرقی ملکوں کے حکمران رہے ⑭۔

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے حضرت حسنؓ بن علیؓ آپ کے جانشین ہوئے، ان کی تخت نشینی کے بعد حضرت معاویہؓ نے عراق

---

① ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص:۳/۶،۱۱/۱۵۸ ◉ البلاذری، فتوح البلدان، ص:۱۳۳

② البلاذری، فتوح البلدان، ص:۱۳۳ ◉ ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص:۵/۲۲۲

③ البلاذری، فتوح البلدان، ص:۱۲۶

④ دمشق: شام کا صدر مقام اور مشہور شہر ہے۔ جسے عمدہ عمارات کثرت پھلوں اور آب وہوا کی عمدگی کی بدولت زمین کی جنت کا خطاب دیا گیا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۲/۴۶۳
◉ الیعقوبی، البلدان، ص:۱۶۳ ◉ الذہبی، الامصار، ص:۳۳

⑤ الطبری، التاریخ، ص: ۳/۱۵۵ ⑥ البلاذری، فتوح البلدان، ص:۱۵۹ ◉ ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص:۳/۳۷

⑦ البلاذری، فتوح البلدان، ص:۱۵۹ ◉ ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص:۳/۳۷

⑧ قبرص: بحیرہ روم میں شام سے مغرب کی طرف ترکی کے جنوب میں ایک مشہور جزیرہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴/۳۰۵

⑨ تفصیل کے لئے دیکھئے: البلاذری، فتوح البلدان، ص:۱۳۳ ◉ ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص:۳/۶۷

⑩ جمادی الاولیٰ ۳۷ھ میں دونوں کے مابین صفین کے مقام پر جنگ ہوئی، جو جمادی الثانیہ کے آخر تک رہی بالآخر واقعہ تحکیم کی صورت میں جنگ بند ہوئی۔
◉ الطبری، التاریخ، ص:۳/۱۷ ◉ الدینوری، اَخبار الطوال، ص:۱۵۶

⑪ مغرب: اہل عرب یہ لفظ تمام افریقہ کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اس میں ہسپانیہ کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر اس کا استعمال مصر سے آگے شمالی افریقہ کے ساحلی علاقوں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ مصر سے قریب علاقہ مغرب اوسط اور بعید مغرب اقصیٰ کہلاتا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۵/۱۶۱۔

⑫ فارس: اہل عرب مشرقی علاقہ کو فارس کہتے تھے، یہ بڑا وسیع علاقہ تھا، اس کی حدود دارجان، سیرجان، سیراف اور مکران تک پھیلی ہوئی تھیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۴/۲۲۶

⑬ عراق: دجلہ فرات کی جنوبی وادی پر مشتمل یہ ایک وسیع علاقہ تھا۔ اس کے مشرق وجنوب میں دور دور جہاں تک اسلامی حکومت تھی اسے بھی عراق کہا جاتا تھا، موجودہ عراق تقریباً سواد عراق تھا، اور اس کا مشرقی پہاڑی حصہ، جو اب ایران میں ہے، عراق عجم کہلاتا تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۴/۹۳

⑭ ابن الاثیر، الکامل، ص:۳/۲۲۲

پر فوج کشی کر دی، حضرت حسنؓ مقابلہ کے لئے نکلے لیکن ان کی فوج نے کمزوری دکھائی اور جنگ سے پہلوتہی کرنے لگی، حضرت حسنؓ نے ان حالات کو بھانپ لیا، علاوہ ازیں جنگ وجدال اور خون ریزی سے آپؓ کو طبعی نفرت تھی اس لئے آپ حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے (۱)۔

حضرت حسنؓ بن علیؓ کی دست برداری کے بعد ۴۱ھ میں حضرت معاویہؓ کی عام بیعت ہوئی۔ یہاں سے اموی عہد کی باقاعدہ ابتدا ہوئی۔ بنوامیہ کی خلافت ۴۱ھ تا ۱۳۲ھ بمطابق ۶۶۱ء تا ۷۵۰ء (یعنی تقریباً اکانوے برس) رہی۔ اس عرصہ میں شام میں چودہ خلفاء رہے، جن کے نام اور مدت حکومت درج ذیل ہے:

خلفائے بنوامیہ:	مدت خلافت			
۱۔ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ	۴۱ھ	تا	۶۰ھ	(بیس سال)
۲۔ یزید بن معاویہ (یزید اوّل)	۶۰ھ	تا	۶۴ھ	(تین سال آٹھ ماہ، چودہ دن (۲))
۳۔ معاویہ بن یزید (معاویہ ثانی)	۶۴ھ	تا	۶۴ھ	(ایک ماہ، گیارہ دن)
۴۔ مروان بن حکم	۶۴ھ	تا	۶۵ھ	(آٹھ ماہ، دو دن (۳))
۵۔ عبدالملک بن مروان	۶۵ھ	تا	۸۶ھ	(اکیس سال، ڈیڑھ ماہ (۴))
۶۔ ولید بن عبدالملک	۸۶ھ	تا	۹۶ھ	(نو سال، آٹھ ماہ)
۷۔ سلیمان بن عبدالملک	۹۶ھ	تا	۹۹ھ	(دو سال، چھ ماہ، پندرہ دن)
۸۔ عمر بن عبدالعزیز	۹۹ھ	تا	۱۰۱ھ	(دو سال، پانچ ماہ، پانچ دن)
۹۔ یزید بن عبدالملک (یزید ثانی)	۱۰۱ھ	تا	۱۰۵ھ	(چار سال، تیرہ دن)
۱۰۔ ہشام بن عبدالملک	۱۰۵ھ	تا	۱۲۵ھ	(انیس سال، نو ماہ، نو دن)
۱۱۔ ولید بن یزید (ولید ثانی)	۱۲۵ھ	تا	۱۲۶ھ	(ایک سال، تین ماہ)

(۱) الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۲۲۰ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۳/۱۶۸

(۲) یزید بن معاویہؓ کے عہد میں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ کو دار الخلافہ بنا کر اپنی علیحدہ خلافت قائم کی جو ربیع الاوّل ۶۴ھ سے جمادی الاخری ۷۳ھ تک قائم رہی، یہ شام کی اموی حکومت کے مقابلہ میں مکہ مکرمہ کی متوازی خلافت تھی، اس کا خاتمہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ ۷۳ھ میں ہوا۔ الطبری، التاریخ، ص ۳/۵۳۸

(۳) اس عرصہ ۶۴ھ میں حجاز و عراق اور مصر و شام وغیرہ تمام بڑے بڑے ملک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ ہو گئے اور یہاں ان کے حکام اور دعاۃ پہنچ گئے، بنوامیہ کے پایۂ تخت شام اور اردن کے والی حسان بن بحدل کے علاوہ باقی تمام صوبوں کے حکام اور عمائد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حامی و مددگار بن گئے تھے اور یہاں کے باشندوں نے ان کی خلافت تسلیم کر لی تھی۔ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۲۵۵

(۴) ۷۳ھ میں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کا کوئی مقابل و حریف نہ رہا، اور وہ تنہا دنیائے اسلام کا حکمران بن گیا۔ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۳/۵۴۲

۱۲۔	ابوخالد یزید بن ولید (یزید ثالث)	۱۲۶ھ	تا	۱۲۶ھ	(دو ماہ، دس دن)
۱۳۔	ابراہیم بن ولید	۱۲۶ھ	تا	۱۲۷ھ	(چند دن)
۱۴۔	مروان الحمار (مروان ثانی)	۱۲۷ھ	تا	۱۳۲ھ	(پانچ سال، دس دن)

اس طرح بنوامیہ کی کل مدت خلافت نوے سال، گیارہ ماہ اور تیرہ دن بنتی ہے۔ اور اگر اس میں وہ آٹھ ماہ بھی شامل کر دیئے جائیں جن میں مروان، عباسیوں سے لڑتا رہا، تو مدت اکانوے برس، سات ماہ اور تیرہ دن ہوگی۔ اور اگر اس میں سے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی حکومت کے سات برس، دس ماہ اور تین دن کم کر دیئے جائیں تو مدت خلافت تراسی برس، چار ماہ باقی رہ جاتی ہے [1]۔

بقول مسعودی "بنوامیہ نے ایک ہزار ماہ تک حکومت کی" [2]۔ یعنی مسعودی، حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی مدتِ حکومت کو عہد بنوامیہ میں شمار نہیں کرتے۔

ان خلفاء کے بعد ان کے مقرر کردہ عراق کے ولاۃ و حکام، جو پورے مشرقی عالم اسلام کے دوسرے درجہ کے حکمران تھے، اپنے ماتحت امراء کو جنوبی مشرقی علاقوں پر متعین کیا کرتے تھے جن کی حیثیت عراقی حکام کے نائب کی ہوا کرتی تھی۔ جن کا نصب و عزل عراقی حکام کی طرف سے ہوتا تھا۔ مگر بعض اوقات کسی وجہ سے خلیفۂ وقت یہاں کے امیر کو نامزد کر کے عراق کے ولاۃ کو رائے پر موقوف رکھتا تھا اور یوں بھی ہوتا کہ عراق کا گورنر خود خلیفہ سے اس بارے میں مشورہ کر لیتا تھا۔ ان عراقی حکام کی تعداد تقریباً سولہ تھی [3]۔

☆......☆

---

(۱) قاضی اطہر، خلافتِ امویہ، ص: ۱۶۶

(۲) المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۳۹

(۳) قاضی اطہر، خلافتِ امویہ، ص: ۱۶۵

بحث ثانی

تاریخ عہدِ بنوامیہ

تاریخ عہد بنوامیہ

❀ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ (۴۱ھ تا ۶۰ھ)

حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد حضرت علیؓ لوگوں کے مطالبہ پر انتہائی نامساعد حالات میں مسندِ خلافت پر براجمان ہوئے۔ مدینہ ① میں ہر طرف بلوائی تھے۔ ان بلوائیوں کی سازشوں کے نتیجے میں جنگ جمل ② جیسا اندوہناک واقعہ پیش آیا۔ یہ جنگ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے مابین ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت علیؓ نے غلبہ پا کر اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کو باعزت طور پر رخصت کیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد مسلمانوں کے مابین ایک اور افسوسناک جنگ، جنگ صفین ③ ہوئی۔ یہ جنگ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان خونِ عثمانؓ کے قصاص کے مطالبہ پر ہوئی، اس جنگ میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہا۔ مسلمانوں کی آپس کی یہ خونریزی تحکیم کے بعد بند ہوئی۔ معاہدۂ تحکیم کے ردِّعمل میں خوارج ④ کا ظہور ہوا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے عہد میں وقتاً فوقتاً اٹھنے والے فتنۂ خوارج کو پہلے نرمی سے سلجھانے کی کوشش کی، لیکن ناکامی کے بعد اس فتنہ کو سختی سے کچل دیا گیا۔ خارجیوں نے حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا، لیکن صرف حضرت علیؓ کو شہید کرنے میں کامیاب ہوئے ⑤۔

حضرت حسنؓ آپؓ کے جانشین ہوئے، لیکن انہوں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر کے انہیں متفقہ امیر المؤمنین تسلیم کر لیا ⑥۔

جب حضرت معاویہؓ نے خلافت سنبھالی تو اس وقت میدان میں تین قسم کے سیاسی گروہ تھے۔

۱) حامیانِ بنوامیہ

۲) شیعانِ علیؓ

۳) خوارج

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت سے حضرت حسنؓ کی دستبرداری تک مسلسل لڑائیوں کی وجہ سے خلافت کا نظام درہم برہم ہو گیا تھا۔ ملک کے مختلف مقام پر جگہ جگہ شورشیں برپا ہو رہی تھیں، حضرت معاویہؓ کا زیادہ وقت ان بغاوتوں کو ختم کرنے پر لگا، اس لئے ان کے عہد میں مشرقی سرحدوں پر بہت کم فتوحات ہوئیں۔

---

① مدینہ: اس شہر کا قدیم نام یثرب تھا۔ نبوت سے سرفراز ہونے کے دس سال بعد آنحضرت ﷺ نے اس شہر کی طرف ہجرت فرمائی۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۸۲/۵

② جنگ جمل: یہ جنگ ۳۶ھ میں حضرت علیؓ اور اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کے مابین غلط فہمیوں کے نتیجہ میں رونما ہوئی، اس جنگ میں دس ہزار مسلمان شہید ہوئے، چونکہ لڑائی کا سارا زور حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے گرد تھا، اسلئے یہ جنگ 'جنگِ جمل' کہلاتی ہے۔ طبری، تاریخ، ص: ۴۰/۳

③ جنگ صفین: یہ جنگ ۳۷ھ میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین حضرت عثمانؓ کے قتل کے قصاص لینے کے مطالبہ پر شروع ہوئی، اس جنگ میں ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے، مقام صفین کی مناسبت سے ہی یہ لڑائی جنگِ صفین کہلاتی ہے۔ الطبری، تاریخ، ص: ۷۱/۳ ◉ الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۱۵۱

④ دیکھئے صفحہ نمبر ۱۳۳

⑤ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۵۵/۳ ◉ الطبری، تاریخ، ص: ۱۵۵/۳ ◉ الیعقوبی، تاریخ، ص: ۲۱۲/۲

⑥ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۷۱/۳ ◉ الطبری، تاریخ، ص: ۱۶۸/۳

۴۱ھ میں ھرات (۱)، بلخ (۲)، بوشنج (۳) اور باذ غیس (۴) کی بغاوت ہوئی، تو عبد اللہ بن عامر نے قیس بن ہیثم کے ذریعے یہ بغاوت فرو کی (۵)۔ ۴۳ھ میں کابل (۶) کے باشندوں نے بغاوت برپا کی، تو حضرت عبد الرحمٰنؓ بن سمرۃ کو اس مہم پر روانہ کیا گیا، اس مہم کے نتیجے میں بجستان (۷) سے لے کر غزنہ (۸) تک پورا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا (۹)۔ ۶۱ھ کو حضرت معاویہؓ نے عمر بن عبید امہ کو ارمائیل (۱۰) کی مہم پر روانہ کیا، جنھوں نے ایک سخت معرکہ کے بعد اس شہر کو فتح کر لیا (۱۱)۔ ۶۲ھ میں سندھ (۱۲) و مکران (۱۳) کے مقامی لوگوں نے اسلامی فوج پر نہایت شدید اور منظم حملہ کر کے حارث بن مرہ اور اسلامی فوج کا بیشتر حصہ شہید کر دیا، حضرت معاویہؓ نے راشد بن عمرو کو ایک زبردست فوج کے ساتھ روانہ کیا، جس نے مکران اور سندھ کے درمیانی مقامات فتح کر لئے (۱۴)۔ ۶۵ھ کو عبد اللہ بن سوار عبدی نے حضرت معاویہؓ کے حکم سے قیقان پر حملہ کر کے فتح حاصل کی (۱۵)۔ ۶۶ھ کو مہلب بن ابو صفرہ نے قندابیل (۱۶) اور دوسرے علاقوں کو فتح کیا (۱۷)۔

---

(۱) ہرات: فارس کا مشہور اور عظیم شہر ہے، جو اپنے حسن، کثرت باغات اور چشموں کی وجہ سے معروف ہے، حمیری کے بقول یہ شہر حضرت عثمانؓ کے عہد میں احنف بن قیس نے فتح کیا۔ اب یہ شہر افغانستان کی سرزمین میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۹۶/۵ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۵۹۳

(۲) بلخ: خراسان کا ایک معروف شہر ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کر دیا تو لہراسف بادشاہ نے اسے تعمیر کیا بلخ اور ترمذ کے مابین بارہ فرسخ کا فاصلہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۷۹/۱

(۳) بوشنج: ہراۃ، جو فارس کا مشہور شہر ہے، کے نواحی میں ایک سرسبز اور خوبصورت علاقہ ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۵۰۸/۱

(۴) باذغیس: یہ علاقہ ہراۃ اور مروامروذ کے قریب واقع ہے، اس شہر کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ مملکۃ الهیاطلۃ کا دار الخلافہ تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۱۸/۱

(۵) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴۷۷/۳

(۶) کابل: طخارستان کی سرحد پر واقع مشہور شہر ہے جو عہد بنو مروان میں فتح ہوا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۲۶/۴

(۷) بجستان: خراسان کے عظیم شہر، ہراۃ، کے جنوب میں بجستان کا وسیع و عریض علاقہ ہے۔ ہراۃ اور بجستان کے مابین دس ایام کا سفر ہے۔ اب یہ شہر ایران میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۹۰/۳ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۳۰۳

(۸) غزنہ: کابل کے جنوب مغرب میں ایک اہم شہر ہے، جو سلطان محمود غزنوی اور اس کی اولاد کا دار الحکومت رہا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۰۱/۴

(۹) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴۹۵/۳

(۱۰) ارمائیل یا ارمئیل: سندھ کے علاقہ میں مکران اور دیبل دبیل کے مابین ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۵۹/۱

(۱۱) البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۸۸

(۱۲) سندھ: ہند کے شہروں میں سے ایک شہر ہے، کہا جاتا ہے کہ سندھ اور ہند بوقیر بن یقطن بن حام بن نوح کی اولاد میں دو لڑکے تھے، یہ شہر حجاج بن یوسف کے زمانے میں فتح ہوا، اب یہ شہر پاکستان میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۶۷/۳

(۱۳) مکران: بحیرہ عرب کے شمالی ساحل پر تقریباً تین سو میل لمبا ایک علاقہ کا نام ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۷۹/۵

(۱۴) البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۴۳۹

(۱۵) ابن الخیاط، تاریخ، ص: ۲۱۲ ◉ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۶

(۱۶) قندابیل: سندھ میں ایک شہر کا نام ہے، جو الندھہ قصبہ کی ولایت تھی۔ اور قصدار سے پانچ فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۰۲/۴

(۱۷) البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۴۲۱ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۵۲/۱

حضرت معاویہؓ کے عہد میں شمالی افریقہ (۱) میں بھی فتوحات حاصل ہوئیں، افریقہ کی مہم پر حضرت عقبہؓ بن نافع مامور ہوئے، انہوں نے دس ہزار عرب فوج اور بہت سے نومسلم بربریوں کے ساتھ باغیوں کا قلع قمع کیا اور بہت سے علاقے فتح کیے (۲)۔ عبیداللہ بن زیاد اور سعید بن عثمان نے ترکستان (۳)، بخارا (۴)، سمرقند (۵) اور ترمز (۶) کو اموی حکومت کے زیرِ نگین کیا (۷)۔ ۴۹ھ میں ایک لشکر جرار سفیان بن عوف کی ماتحتی میں قسطنطنیہ (۸) روانہ کیا گیا جس میں کبار صحابہ کرامؓ شریک تھے، قسطنطنیہ رومیوں کا بڑا مرکز تھا اس لئے رومیوں نے مسلمانوں سے بڑی زبردست جنگ کی (۹)۔ اگرچہ قسطنطنیہ فتح نہ ہو سکا، تاہم دور تک کے علاقہ میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور بہت سے علاقے فتح کیے گئے (۱۰)۔

حضرت معاویہؓ نے خلافت راشدہ کے عہد کی برق رفتار فتوحات کو وسعت دی، اور مسلم افواج نے تینوں براعظموں تک رسائی حاصل کر لی۔ حضرت معاویہؓ ایک مدبر، شجاع اور کامیاب حاکم تھے، انہوں نے مملکت اسلامیہ کو پے در پے فتنوں کے باوجود دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا، اس سارے عمل کے دوران انہیں کچھ ایسے اقدامات کرنے پڑے، جن پر باقی لوگوں نے ناخوشی کا اظہار کیا اور آج تک انہیں طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

حضرت معاویہؓ کی خلافت کے آخری دنوں میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے انہیں یزید کو ولی عہد بنانے کا مشورہ دیا۔ عراق وشام کے لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی، مگر اہل حجاز (۱۱) کی طرف سے یزید کی بیعت کا مسئلہ خوش اسلوبی سے طے نہ پا سکا (۱۲)۔

---

(۱) افریقہ: مصر کے مغرب میں ایک بہت بڑا ملک ہے۔ افریقس بن ابرہہ (یمن کا بادشاہ جس نے اسے فتح کیا تھا) کے نام پر اس کا نام افریقہ رکھا گیا۔ ۲۷ھ میں اسے مسلمانوں نے فتح کیا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۲۲۸ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۴۷

(۲) البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۳۶

(۳) ترکستان: بلاد ترک کا نام ہے، جس کے مشرق میں چین مغرب میں بحیرۂ خزر، جنوب میں ایران وافغانستان اور شمال میں بحیرۂ آرال ہے۔ بخارا، سمرقند اور تاشقند اس کے مشہور شہر ہیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۲۳

(۴) بخارا: وراء النہر کے بڑے شہروں میں اسکا شمار ہوتا ہے۔ جیحون اور بخارا کے درمیان دو دن کا سفر ہے، اس کے اشتقاق اور وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۳۵۳ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۸۳

(۵) سمرقند: ترکستان کا مشہور شہر ہے، جو بخارا سے اندازاً ڈیڑھ سو میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳/۲۴۶

(۶) ترمز: جیحون کے مشرقی کنارے پر ایک مشہور شہر ہے، جو مشہور محدث امام ابو عیسیٰ ترمذی کا وطن تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۲۶

(۷) البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۴۱۷

(۸) قسطنطنیہ: بازنطینی اور عثمانی سلاطین کا پایۂ تخت، جو مشرقی یورپ میں بحیرۂ مارمورا کے مغربی ساحل پر واقع ہے، اس شہر کو استنبول بھی کہتے ہیں۔ اس شہر کا بانی قسطنطین اوّل تھا، اور اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴/۳۴۷

(۹) الطبری، التاریخ، ص: ۷/۸۶ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۱۸۲

(۱۰) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۳۱۰

(۱۱) حجاز: جزیرہ عرب کا ایک بڑا کوہستانی علاقہ، جو مغرب میں بحر احمر کے جنوب مشرق میں نجد اور شمال میں خلیج عقبہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اب یہ شہر مملکتِ سعودی عرب کا ایک حصہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۲۱۸

(۱۲) الطبری، التاریخ، ص: ۷/۵۷

جمادی الآخرۃ ۶۰ھ میں حضرت معاویہؓ بیمار ہوئے، اور یکم رجب ۶۰ھ کو ۸۵ برس کی عمر میں آپؓ کا انتقال ہوا۔ حضرت ضحاکؓ بن قیس نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی ①۔ آپؓ کی مستقل حکومت کی مدت انیس سال، تین ماہ اور ستائیس دن تھی ②۔

یزید بن معاویہؓ (۶۰ھ تا ۶۴ھ)

رجب ۶۰ھ میں یزید تخت پر متمکن ہوا۔ تو سب سے پہلے اس نے مدینہ اور مکہ کے ارباب حل وعقد (جن میں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ، حضرت حسینؓ بن علیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ جیسے بزرگ صحابہ شامل تھے) سے بیعت لینے کے احکامات جاری کیے۔ اس کشمکش کے نتیجے میں ۶۱ھ میں کربلا کا دلگداز واقعہ پیش آیا ③۔ جس کی وجہ سے بنوامیہ اور علویوں کے درمیان عداوت کی ایک وسیع خلیج حائل ہوگئی۔ کربلا کے واقعہ کے بعد ایک اور اندوہناک واقعۂ حرہ ④ کی صورت میں پیش آیا۔ مدینہ منورہ میں قتل وغارت کی گئی، نتیجۃً ہزارہا صحابہؓ شہید ہوئے ⑤۔

یزید کے خلاف اٹھنے والی شورش دبانے کیلئے واقعۂ حرہ کے چند روز بعد مکہ مکرمہ کا محاصرہ کرلیا گیا، حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد مکہ میں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا ⑥۔

۶۲ھ میں یزید نے حضرت عقبہؓ بن نافع کو افریقہ کا والی مقرر کیا، جنہوں نے افریقہ کے متعدد علاقے فتح کیے، خراسان ⑦ اور سجستان کے بہت سے علاقے بھی فتح ہوئے ⑧۔ ان فتوحات کے بعد مسلمانوں کے خلاف کوئی قوت باقی نہیں رہی، مسلمانوں کی قوت کا سکہ بیٹھ چکا تھا، مگر دفعتۃً کسیلہ بن کرم کی بغاوت نے سارے افریقہ میں انقلاب برپا کردیا، عقبہؓ والی ہراق اور ابوالمہاجرؓ کسیلہ کے مقابلے میں مارے گئے۔ سارے افریقہ میں بغاوت پھیل گئی، اس بغاوت کا ابھی کوئی تدارک نہیں ہوا تھا کہ ربیع الاوّل ۶۴ھ میں یزید کا انتقال ہوگیا ⑨۔ اس کی مدت حکومت تین سال، آٹھ ماہ اور چودہ دن تھی ⑩۔

---

① ابن الاثیر، الکامل، ص:۳/۲۰۰ ② المسعودی، مروج الذھب، ص:۳/۳۳۹

③ واقعہ کربلا: ۶۱ھ میں حضرت حسینؓ بن علیؓ کو میدانِ کربلا میں ظالمانہ شہید کیا گیا، اس واقعہ میں حضرت حسینؓ کی طرف سے بہتر افراد شریک تھے۔ جن میں بیس خاندان بنی ہاشم کے چشم وچراغ تھے، چونکہ یہ سانحہ دریائے فرات کے مغربی کنارے پر واقع مقام کربلا میں پیش آیا، اسلئے اسے کربلا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔
الطبری، تاریخ، ص:۳/۳۰۵ ◉ الدینوری، اخبار الطوال، ص:۳۷۲

④ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے اموی حکام کو صوبے سے باہر نکال دیا اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی بیعت کرلی۔ یزید بن معاویہؓ نے مسلم بن عقبل کی سرکردگی میں شامیوں کی ایک فوج مدینہ روانہ کی۔ اہل مدینہ نے یزید کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا تو ولید بن عقبہ نے شہر پر حملہ کردیا۔ اہل مدینہ نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ لیکن شامی فوج غالب رہی اس واقعہ میں بڑے بڑے اکابرین شہید ہوئے۔ چونکہ شامی فوج مدینہ کی مشرقی جانب حرہ کی طرف سے مدینہ کو گھیر کر حملہ آور ہوئی تھی۔ اس لئے اسے واقعۂ حرہ کہتے ہیں۔ ابن الاثیر، الکامل، ص:۶/۳۹۔

⑤ ابن الاثیر، الکامل، ص:۳/۳۵۵ ⑥ ابن الاثیر، الکامل، ص:۳/۳۶۷

⑦ خراسان: مشرقی ایران کا ایک وسیع علاقہ ہے، جو جنوب میں سیستان، مشرق میں بلخ وہرات، شمال میں تا حد وجیحون اور مغرب میں قزوین تک پھیلا ہوا ہے۔
الحموی، معجم البلدان، ص:۲/۳۵۰

⑧ ابن الاثیر، الکامل، ص:۳/۳۵۰ ⑨ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۲۰۶

⑩ المسعودی، مروج الذھب، ص:۳/۳۳۹

❁ معاویہ بن یزید (معاویہ ثانی) (۶۴ھ تا ۶۴ھ)

یزید کی موت کے بعد اس کا بیٹا معاویہ ثانی جانشین ہوا، اس نے تقریباً چالیس روز کے بعد خلافت سے دست بردار ہو کر اس مسئلہ کو جمہور کے فیصلہ پر چھوڑ دیا۔ اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا "انتخاب خلیفہ کا حق صرف تم لوگوں کو حاصل ہے۔ جس کو مناسب سمجھو اپنا خلیفہ بنا لو"۔ اس کے بعد وہ اتنا رویا کہ اس کے دونوں رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے مزید کہا "ہمارے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ احساس یہ ہے، کہ ان (یزید) کا انجام بد ہے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے خاندان کے لوگوں کو شہید کیا۔ حرم میں خون ریزی کی، کعبہ کی بے حرمتی کی اور اسے خراب کیا۔ میں بار خلافت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مشورہ کر کے کسی دوسرے کو خلیفہ منتخب کر لو"(۱)۔

گویا معاویہ ثانی بن یزید نے لوگوں کو انتخاب امیر کے لئے شوریٰ کے طریقہ پر چلنے کا مشورہ دیا۔ اس کے بعد چند روز کے بعد معاویہ بن یزید گوشہ نشینی میں انتقال کر گیا(۲)۔ بقول مسعودی اس کا مدت خلافت ایک ماہ اور گیارہ دن تھی(۳)۔

❁ مروان بن حکم (۶۴ھ تا ۶۵ھ)

معاویہ بن یزید کے بعد بنو امیہ میں کوئی شخص خلافت کے لئے آگے نہیں بڑھا، چنانچہ حجاز، عراق، مصر اور شام تمام بڑے ملک کے لوگوں نے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی محترم شخصیت کے پیش نظر ان کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد اہل بصرہ(۴) اور اہل کوفہ(۵) نے بھی حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کو خلیفہ مان لیا(۶)۔

حضرت عبیداللہ بن زبیرؓ نے مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کو مدینہ سے نکال دیا تھا۔ مروان شام پہنچا، جہاں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کا اثر تھا، یہ حالات دیکھ کر مروان نے عبداللہؓ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ارادہ کیا، مگر عبیداللہ بن زیاد نے اسے منع کیا، بالآخر بنوامیہ کے حامیوں کی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں مروان اور اس کے بعد خالد بن یزید کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ذی القعدہ ۶۴ھ کو مروان تخت نشین ہوا، چنانچہ حامیان بنوامیہ مرج راہط(۷) کے فیصلہ کن معرکہ میں کامیابی کے بعد شام پر بھی بغیر کسی کشت وخون کے قابض ہو گئے۔ مروان زیادہ دیر زندہ نہیں رہا، رمضان ۶۵ھ میں اس کا انتقال ہو گیا، مگر موت سے قبل اپنے معاہدہ کے خلاف ورزی کرتے ہوئے اس نے

---

(۱) الطبری، التاریخ، ص: ۳/۳۶۲ (۲) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۳۶۷

(۳) المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۴۹

(۴) بصرہ: عراق کا مشہور شہر اور بندرگاہ ۱۴ھ، جسے حضرت عمرؓ بن الخطاب کے دور خلافت میں بنایا گیا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۴۳۰

(۵) کوفہ: فرات کے کنارے عراق کا مشہور شہر ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے عہد میں آباد ہوا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳/۴۹۰

(۶) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۳۷۷ ◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۲۵۸

(۷) مرج راہط: مرج کا لغوی معنی "چراگاہ" اور "سبزہ زار" ہے، یہی لفظ "علاقہ" اور "مقام" کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مشہور مرج یہ ہیں: مصیصہ کے قریب مرج خلیج اور مرج اطراخون؛ خراسان میں مرج خطباء؛ شام میں مرج حسین؛ نواح دمشق میں مرج راہط، مرج صفر اور مرج عذراء ہیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۵/۱۰۱

اپنے دونوں بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو اپنا جانشین مقرر کردیا (١)۔ اس کی مدت خلافت آٹھ ماہ دو دن تھی (٢)۔

❁ عبدالملک بن مروان (٦٥ھ تا ٨٦ھ)

٦٥ھ میں مروان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا۔ تو باہمی اختلافات کی گھنگھور گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ کوفہ میں توابین نے علمِ بغاوت بلند کیا ہوا تھا، اسے ختم کیا گیا۔ تو مختار ثقفی نے بغاوت شروع کردی، اس فتنہ کا بھی قلع قمع کیا گیا۔ بعد ازاں عراق پر قابض ہونے کے بعد عبدالملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے مقابلہ کے لئے حجاز روانہ کیا، جس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کردیا، یوں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کا عہدِ حکومت ٧٣ھ میں ختم ہوگیا (٣)۔

اس طرح عبدالملک پہلا حکمران تھا، جو حضرت معاویہؓ کے بعد ریاست اسلامی کا مکمل طور پر حاکم بنا، عبدالملک منصبِ حکومت پر فائز ہونے سے پہلے بہت عابد و زاہد تھا، اور مدینہ کے عبادت گذاروں میں اس کا شمار ہوتا تھا، فقہ اور کتاب وسنت کا عالم تھا۔ حضرت ابن عمرؓ کا فرمان ہے "میرے بعد مسائل دریافت کرنے کے لئے عبدالملک سے رجوع کرنا" (٤)۔ امام شعبیؒ نے بھی ان کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے (٥)۔

عبدالملک کے عہد میں بے شمار فتوحات ہوئیں۔ مہلب بن ابی صفرہ کو خوارج کا زور توڑنے کے بعد حجاج نے خراسان کا والی مقرر کردیا۔ ٨٠ھ میں وہ نہر بلخ کو پار کرکے کش (٦) میں مقیم ہوگیا۔ شاہ بخارا سے متعدد لڑائیوں کے بعد اہل کش نے فدیہ پر صلح کرلی۔ مہلب کے بعد عبدالملک نے اس کے بیٹے یزید بن مہلب کو خراسان کا حاکم برقرار رکھا، یزید قلعہ باذغیس اور خوارزم (٧) فتح کرتا ہوا عراق لوٹا، تو اسے معزول کرکے مفضل کو خراسان کا والی مقرر کیا گیا، جس نے باذغیس کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد اس کے جانشین قتیبہ بن مسلم نے متعدد علاقے تسخیر کئے۔ مشرقی فتوحات کے علاوہ افریقی میدانوں میں زبیر بن قیس اور اس کے بعد حسان بن نعمان غسانی نے بے شمار فتوحات حاصل کیں، اور افریقہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا (٨)۔ شام کے ساحلی شہروں میں بھی مسلمانوں کی رومیوں سے معرکہ میں مسلمانوں نے فتح حاصل کی (٩)۔

---

(١) الطبری، التاریخ، ص: ٣/٣٢٣
(٢) المسعودی، مروج الذہب، ص: ٣/٢٣٩
(٣) الدینوری، أخبار الطوال، ص: ٢٩٨
(٤) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ٢١٦
(٥) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ٢١٦
(٦) کش: جرجان سے تین فرسخ (تقریباً نو میل) کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کا نام ہے، اسی مناسبت سے اس علاقہ کو کش کہتے ہیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ٣/٢٦٢
(٧) خوارزم: خراسان کے بلاد میں سے ایک بہت بڑا شہر ہے، علمائے اعلام کی کثیر تعداد اس شہر کی طرف منسوب ہے، اب یہ شہر سوویت یونین میں واقع ہے۔
الحموی، معجم البلدان، ص: ٢/٣٩٥ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ٢٢٥
(٨) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ٢١٦
(٩) الطبری، التاریخ، ص: ٣/٦١٦

عبدالملک کا وسط شوال ۸۶ھ میں دمشق میں انتقال ہوا۔ عبدالملک کی کل مدت خلافت اکیس سال تھی اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی حکومت کے خاتمہ کے بعد تیرہ سال اور چار ماہ تھی ①۔ عبدالملک نے محمد بن یزید کاتب کے مشورے پر ولید اور سلیمان کو یکے بعد دیگرے اپنا ولی عہد مقرر کیا ②۔

ولید بن عبدالملک (۸۶ھ تا ۹۶ھ)

۸۶ھ میں ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا، ولید بن عبدالملک بالکل جاہل تھا۔ ابتدائی علم نحو سے بھی بے بہرہ تھا۔ مگر آئین جہان بانی اور اصول حکمرانی سے پورے طور پر واقف تھا ③۔ ولید کا عہد سلطنت بنوامیہ کا زرّیں دور تھا، عبدالملک حکومت کے راستہ کے تمام کانٹے صاف کر چکا تھا، خوارج کا فتنہ دب چکا تھا، شیعہ اہل بیت کے جذبات سرد ہو چکے تھے، اور بنوامیہ کی رقیب طاقتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھیں۔ چنانچہ ولید بن عبدالملک نے اپنی پوری توجہ داخلی انتظامات کی طرف مبذول کر دی۔ ولید نے رفاہ عامہ کے لئے بہت سے کام انجام دیے، ممالک محروسہ میں سڑکیں درست کرائیں، میل نصب کیے، نہریں اور کنوئیں کھدوائے، مسافر خانے تعمیر کرائے، شفا خانے بنوائے، مساجد تعمیر کرائیں، خصوصاً مسجد نبوی اور دارالخلافہ دمشق کی جامع مسجد کی تعمیر میں جس دریا دلی اور فن کاری کا ثبوت دیا وہ اسی کا حصہ ہے ④۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے بعد ولید بن عبدالملک کا زمانہ فتوحات کے سلسلے میں تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ خوش قسمتی سے اسے محمد بن قاسم، قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر اور مسلمہ بن عبدالملک جیسے عظیم الشان فاتحین ہاتھ آ گئے، جنہوں نے اپنے گھوڑوں کے سموں تلے یورپ اور ایشیا کے میدانوں کو روند ڈالا۔ ولید کے دور میں ہندوستان، ترکستان اور اندلس ⑤ کی فتوحات ہوئیں۔ بعض مؤرخین ہندوستان کی فتح کو بھی اسی کے دور میں مانتے ہیں، ولید نو سال اور آٹھ ماہ تخت خلافت پر متمکن رہا۔ بالآخر وسط جمادی الآخرۃ ۹۶ھ میں ۴۶ سال چھ ماہ کی عمر میں وفات پائی ⑥۔

سلیمان بن عبدالملک (۹۶ھ تا ۹۹ھ)

۹۶ھ میں سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ سلیمان اوصاف و خصائل کے لحاظ سے خلفائے بنوامیہ میں ممتاز تھا، دینداری، حق پرستی، کتاب و سنت کا اتباع اور احکام شریعت کا اجراء اس کا مطمع نظر تھا۔ خلافت کے بعد قیدیوں کی رہائی کے احکام جاری کیے۔ رعایا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ ظالم و جابر حکام کو معزول کر دیا، اس کے ان کارناموں کی وجہ سے لوگ اسے "مفتاح الخیر" بھلائی

---

① المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۳۳۹ ② ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۳۳۰
③ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۵
④ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۳۲ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۳/۶۶۹
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۳۳۸ ◉ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۳ ◉ البشاری، أحسن التقاسیم، ص: ۱۵۸
⑤ اندلس: ہسپانیہ (سپین) کا نام ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۲۶۲
⑥ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۳

کی کنجی) کے نام سے یاد کرتے تھے ①۔ عمرؒ بن عبدالعزیز جیسے صالح انسان اس کے وزیر تھے، سلیمان نے اپنے عہد کی ابتدا نماز سے کی ، اور اختتام عمر بن عبدالعزیز کی نامزدگی پر کیا۔ مگر ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس کا دامن محمد بن قاسمؒ موسیٰ بن نصیر اور قتیبہ بن مسلم جیسے فاتحین اسلام کے ساتھ بے انصافیوں کے دھبوں سے بھی داغدار ہے ②۔

سلیمان کا عہد حکومت انتہائی مختصر تھا، اس کے دور میں زیادہ فتوحات حاصل نہ ہوسکیں ، یزید بن مہلب' امیر خراسان نے جرجان ③ اور دیگر بہت سے علاقے فتح کیے ۔ مسلمانوں کو بیش بہا زر و جواہر حاصل ہوئے ④۔ ۹۸ھ کو مسلمہ بن عبد الملک نے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، مگر کامیاب نہ ہوسکا، اس اثنا میں خلیفہ سلیمان کا انتقال ہوگیا۔

سلیمان جب بیمار ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں کو جانشین مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے ایک نہایت ہی معتمد امیر رجاء بن حیوہ نے اسے اس ارادہ سے منع کیا اور مشورہ دیا کہ کسی نیک شخص کو خلیفہ مقرر کیجئے۔ سلیمان نے عمرؒ بن عبدالعزیز کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے ان کی بے حد تعریف کی۔ سلیمان نے خلافت کا فرمان عمرؒ بن عبدالعزیز کے نام لکھ دیا، اور مہر لگا دی ⑤۔

۱۰ صفر ۹۹ھ کو جمعۃ المبارک کے دن سلیمان بن عبد الملک نے ۴۵ سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس کی مدت خلافت دو سال اور آٹھ ماہ تھی ⑥۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ)

سلیمان کے انتقال کے بعد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز ۹۹ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ مختلف صوبہ جات کے امراء کو اپنی خلافت اور مخصوص احکام کے بارے میں مطلع کیا۔ آپؒ نے بادشاہت کے امتیازات کا استیصال کیا اور امراء و ولاۃ کی کمزوریوں اور غلط کاریوں پر سختی سے احتساب کیا ⑦۔ فدک کی صحیح حیثیت بحال کی ⑧۔ غصب کردہ مال و جائداد کی واپسی کروائی' مظالم کا انسداد کیا، بیت المال کی اصلاح کی، غربا اور مساکین کے لئے وظائف مقرر کئے۔ ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی اور رفاہِ عام کے کام میں بہت دلچسپی لی۔ مذہبی تعلیم کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا ⑨۔ الغرض آپؒ کی خلافت کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر تھی اور آپؒ نے خلافت میں خلافت فاروقیؓ کو اپنے لئے نمونہ بنایا۔ اسی لئے بعض محدثین نے آپؒ کو پانچواں خلیفۂ راشد قرار دیا ہے ⑩۔

---

① السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۳   ② ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۳۰۰

③ جرجان: دامغان اور استر آباد کے درمیان طبرستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۱۱۹

④ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۳۰۴   ⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۳۲۷   ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۳۱۲

⑥ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۵   ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۱۱۳   ⑦ ابن الجوزی، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، ص: ۱۱۴

⑧ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی صفایا رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر ۲۹۶۲، ص: ۴۳۳

⑨ ابن الجوزی، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، ص: ۱۰۸   ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۴/۶۳

⑩ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ ، باب فی التفضیل، حدیث نمبر ۴۶۳۱، ص: ۶۵۵   ◉ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۳۲۸

حکومت اور سلطنت کے بارے میں آپؒ کا نقطۂ نظر دیگر خلفاء سے بالکل جداگانہ تھا، آپؒ کی توجہ حکومت کو وسیع کرنے کی بجائے اس کی اصلاح تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کے عہد میں صرف اندلس کے بعض علاقوں کی فتوحات کے علاوہ کوئی قابل ذکر فتوحات نہیں ہوئیں (۱)۔ بلکہ حضرت عمرؒ بن عبد العزیز نے خلیفہ بننے کے بعد مسلمہ بن عبد الملک کو قسطنطنیہ کی مہم سے واپسی کا حکم دے دیا۔ ۹۹ھ میں ترکوں نے آذربائیجان (۲) پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کا قتل عام کیا، تو حاتم بن نعمان باہلی کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا (۳)۔

۱۰۰ھ کو خارجیوں کے فتنہ پرداز گروہ نے عراق میں شورش برپا کی، تو والیٔ کوفہ عبد الحمید کو پہلے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا، لیکن ناکامی کے بعد حضرت عمرؒ بن عبد العزیز نے عبد الحمید کو ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبد الحمید کامیاب نہ ہو سکے، تو مسلمہ بن عبد الملک نے اس فتنہ کا قلع قمع کیا (۳)۔

آپؒ نے رجب ۱۰۱ھ کو ۳۹ یا ۴۰ سال کی عمر میں وفات پائی، آپؒ کے سبب وفات کے بارے میں دو روایات ہیں، ایک یہ کہ آپ کی موت طبعی تھی، اور دوسری یہ کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا (۵)۔ آپ دو سال پانچ ماہ اور پانچ دن مسند خلافت پر متمکن رہے (۶)۔

❁ یزید بن عبد الملک (یزید ثانی) (۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ)

حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد یزید بن عبد الملک تخت نشین ہوا اس نے عمر بن عبد العزیز کی اصلاحات کو قائم رکھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر اس نے وہی پرانا استبدادی نظام جاری کر دیا (۷)۔

۱۰۲ھ میں مسلمہ بن عبد الملک نے یزید بن مہلب کی بغاوت کا خاتمہ کیا (۸)۔ کچھ عرصہ بعد اہل صغد (۹) کی بغاوت کو مسیتب بن بشیر ریاحی نے فرو کیا اور پھر اہل کش، و اہل نسف (۱۰) کو بھی مطیع بنایا (۱۱)۔ ۱۰۴ھ میں جراح بن عبد اللہ کی سرکردگی میں باب الابواب (۱۲)

---

(۱) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۳۱۵

(۲) آذربائیجان: ایران کے شمال اور عراق کے مشرق میں ایک صوبہ ہے، جس کا صدر مقام پہلے تبریز تھا۔ آذربائیجان کے لفظی معنی ہیں "آگ کا گھر"۔ چونکہ آتش پرستی کی ابتدا یہیں سے ہوئی تھی، اسلئے اس کا یہ نام پڑا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۱۲۸

(۳) الطبری، التاریخ، ص: ۴/۶۳

(۳) الطبری، التاریخ، ص: ۴/۶۳ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۳۱۷

(۵) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۵ (۶) المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳/۲۳۹ (۷) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۴۷

(۸) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۴۷ ◉ ابن الاثیر، الکامل ص: ۴/۳۳۹

(۹) صغد: اس وادی اور دریا کا نام ہے، جس سے نواح سمرقند کا وسیع علاقہ سیراب ہوتا ہے، اس میں بخارا بھی شامل ہے۔ بعض صغد سمرقند کو صغد بخارا سے الگ شمار کرتے ہیں۔ یہ علاقہ سرسبزی میں بے نظیر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳/۴۰۹

(۱۰) نسف: جیحون اور سمرقند کے مابین ایک شہر ہے۔ جسے نخشب بھی کہتے ہیں الحموی، معجم، البلدان، ص: ۵/۲۸۵

(۱۱) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۳۵۰

(۱۲) باب الابواب: بحیرہ خزر کے مشرقی ساحل پر ایک اہم شہر ہے، جس میں بندرگاہ بھی تھی۔ اس شہر کے ساتھ ہی ایک اونچا پہاڑ ہے، جس میں متعدد قلعے بنے ہوئے تھے۔ انوشیروان نے خاقان شاہ ترک سے مل کر سرحد پر ایک اونچی اور لمبی دیوار بنا کر صرف چند دروازے چھوڑ دیئے، یہ دروازے عموماً بند رہتے تھے، اس دیوار کا ایک دروازہ اس شہر کے پاس تھا۔ اس لئے وہ باب الابواب (دروازوں میں سے ایک دروازہ) کہلاتا تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۳۰۳

بلنجر ① بلادلان ② فتح ہوئے، ان فتوحات کے علاوہ بعض اور فتوحات بھی حاصل ہوئی۔ اس عہد میں بعض مقامات پر خوارج نے سر اٹھایا لیکن ان کا فتنہ بڑھنے نہ پایا③۔

یزید کا زمانہ بہت مختصر تھا اس میں کوئی اہم واقعات و حادثات پیش نہیں آئے۔ یزید بن عبد الملک شعبان ۱۰۵ھ میں انتقال کر گیا④۔ اس کی حکومت چار سال اور تیرہ دن تھی⑤۔

ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ)

یزید بن عبد الملک کے بعد اس کا بھائی ہشام بن عبد الملک تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ ہشام بن عبد الملک کا شمار بنوامیہ کے ان تین ممتاز خلفاء⑥ میں سے ہوتا ہے جنہوں نے اپنے تدبر و سیاست کا نقش تاریخ کے صفحات پر ثبت کر دیا۔

حافظ ابن کثیر کا قول ہے:

> ''ہشام بن عبد الملک دور نگاہ' کفایت شعار' تیز فہم اور مدبر بادشاہ تھا، سلطنت کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات اس کی نگاہوں سے مخفی نہ رہتے تھے، تحمل اور بردباری اس کی امتیازی خصوصیات تھیں''⑦۔

ہشام اعلیٰ درجہ کا منتظم اور اپنے عمال کی پوری طرح نگرانی رکھتا تھا۔ بقول مدائنی ''بنوامیہ کا کوئی خلیفہ ہشام سے زیادہ عمال حکومت اور دفاتر حکومت کی نگرانی کرنے والا نہ تھا''⑧۔ عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے ہشام ایک سچا مسلمان تھا اور غلط عقائد رکھنے والوں پر کڑی نظر رکھتا تھا، ہشام نے جعد بن درہم کو اس کے عقیدہ ''خلق قران'' اور غیلان بن یونس کو قدریہ خیالات رکھنے کی وجہ سے قتل کروا دیا تھا۔ ہشام نہایت دانش منڈ پاکباز اور بردبار انسان تھا، حسن سیاست اور تدبر کے لحاظ سے بلند مقام رکھتا تھا' علماء وفقہاء سے رابطہ رکھتا تھا، اس کے دربار میں فقہاء و علماء جمع رہتے تھے⑨۔

ہشام کے عہد حکومت میں بڑے بڑے حوادث رونما ہوئے، مگر مشرق و مغرب میں اسلام کا جھنڈا ہمیشہ بلند رہا۔ ترکستان اور آذربائیجان میں ترک اور تاتاریوں کا زور ختم کیا گیا، سندھ میں بغاوت کا سختی سے استحصال کیا گیا۔ اور مسلمانوں کی نوآبادیاں قائم کر

---

① بلنجر: خزر کا ایک ساحلی شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۴۸۹

② بلادلان: بحیرہ خزر کے جنوب مغربی ساحل کے علاقے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۸/۵

③ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴۴/۵ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱۱۴/۴

④ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۴۴۷

⑤ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۲۳۹/۳

⑥ بنوامیہ کے ان تین ممتاز خلفاء میں سے پہلے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ تھے، جنہوں نے اموی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ دوسرا عبدالملک بن مروان تھا، جس نے اس کی گرتی ہوئی عمارت کو سہارا دیا۔ تیسرا یہ (ہشام بن عبدالملک) خود تھا، جس نے اس کی عمارت کو تکمیل تک پہنچا دیا۔

⑦ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۳۵۴/۹ ⑧ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۴۸

⑨ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۶۵/۴

کے انہیں محفوظ کر دیا گیا۔ ایشائے کوچک میں بہت سے قلعے رومیوں سے چھین لئے گئے۔ شمالی افریقہ میں بربریوں نے سر اٹھایا تو انہیں دبا دیا گیا، اندلس میں نظم ونسق کو درست کیا گیا اور وہاں سے کئی بار دوسرے علاقوں پر حملے کئے گئے[1]۔ بقول علامہ سیوطی ''اس کے خلافت کے ساتویں برس قیصریہ روم[2] تلوار سے فتح ہوا اور آٹھویں سال حجرہ[3] بطال مشہور بہادر کے ہاتھ سے فتح ہوا اور بارھویں سال حرسنہ[4] ہاتھ آیا''[5]

٦ ربیع الثانی ۱۲۵ھ کو ہشام بن عبدالملک نے رصافہ[6] میں پچپن برس کی عمر میں انتقال کیا[7]۔ مدت خلافت بیس سال سے کچھ کم تھی[8]۔

❁ ولید بن یزید بن عبدالملک (ولید ثانی) (۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ)

ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں ولید بن یزید بن عبدالملک اپنے والد یزید بن عبدالملک کی وصیت کے مطابق تخت نشین ہوا۔ تاریخ میں ولید بن یزید کے بارے میں اچھے الفاظ میں تذکرہ نہیں ملتا۔ امام سیوطی نے حافظ ذہبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''ولید کی جانب کفر و زندقہ کی نسبت صحیح نہیں، البتہ وہ مے نوشی اور دوسرے منہیات میں ضرور بتلا تھا''[9]۔ ولید بن یزید کو راہ راست پر لانے کی ہشام کی کوششیں بھی کامیاب نہ ہوئیں، اس نے اسے ولی عہدی سے محروم کر کے اپنے بیٹے مسلمہ کو ولی عہد بنانا چاہا لیکن اس تجویز پر عمل کرنے سے پہلے ہی ہشام کا انتقال ہو گیا[10]۔

ولید نے تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلے ہشام کے اہل وعیال کو نظر بند کر کے اس کے مال ومتاع پر قبضہ کر لیا، اور ہشام کے ارکان خاص کی تحقیر وتذلیل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ولید کے اس سنگدلانہ برتاؤ کی وجہ سے عوام وخواص سب اس سے بیزار ہو گئے۔ شاہی خاندان کے ارکان نے اس کے خلاف سازش شروع کر دی اور یزید بن ولید کو خلافت کے لئے منتخب کر دیا۔ مروان بن محمد بن مروان نے سعید بن عبدالملک کو خط کے ذریعہ سمجھایا کہ لوگوں کو اس فتنہ کی آگ میں کودنے سے روکو۔ سعید نے یہ خط عباس بن ولید کے پاس بھیج دیا، عباس نے یزید کو بلا کر اسے نشیب وفراز سے آگاہ کیا اور اسے خانہ جنگی سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ چونکہ یزید کو اپنی

---

① ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴۴/۵
② قیصریہ روم: روم کا علاقہ جو شام، ترکی، بحر روم پر واقع شمالی افریقہ نیز مغربی یورپ کے بعض ممالک تک پھیلا رہا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۹۷/۳
③ حجرہ: شام کا علاقہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۱۰/۲
④ حرسنہ: یہ شہر ملطیہ (جو ترکی میں سمیساط کے شمال اور قیساریہ کے مشرق میں واقع ہے)، کے اطراف میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۹۲/۵
⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۸
⑥ رصافہ: رقہ، (شام میں صفین کے سامنے اور حران کے جنوب میں لب فرات ایک شہر ہے)، میں ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۶/۳
⑦ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۸
⑧ المسعودی، مروج الذھب، ص: ۲۲۹/۳
⑨ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۲
⑩ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴۶۷/۳

کامیابی پر یقین تھا، اس لئے بظاہر اس نے اپنے ارادہ سے باز آنے کا وعدہ کر لیا، مگر خفیہ طور پر وہ اپنے ارادے پر کار بند رہا، اور بالآخر تیاری مکمل کر کے دارالخلافہ دمشق پر قبضہ کر لیا۔ ولید اس وقت اغدف (۱) مقیم تھا، یزید نے عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کو ولید سے مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا، ولید نے ابتدا میں کچھ مقابلہ کیا، مگر بعد میں میدان سے بھاگ کر اپنے محل میں آیا۔ جہاں اسے جمادی الآخرۃ ۱۲۶ھ میں قتل کر دیا گیا (۲)۔ اس کی مدت خلافت ایک سال تین ماہ تھی (۳)۔

ابو خالد یزید بن ولید بن عبدالملک (یزید ثالث) (۱۲۶ھ تا ۱۲۶ھ)

ولید بن یزید کے قتل کے بعد یزید بن ولید بن عبدالملک جمادی الآخر ۱۲۶ھ میں تخت نشین ہوا، چونکہ اس نے لشکر کی تنخواہوں میں سے کمی کی تھی اس لئے وہ "الناقص" کے لقب سے مشہور ہو گیا (۴)۔

عنان حکومت سنبھالتے ہی یزید کو مختلف فتنوں کا سامنا کرنا پڑا، ولید کے رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ مصری بھی جو یمینیوں کے حریف تھے، اس کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ دوسری طرف اہل حمص (۵) نے اس کی خلافت کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ اہل حمص اور اس کی فوجوں کے مابین مقام سلیمانیہ میں لڑائی ہوئی۔ اہل حمص کو شکست ہوئی، بعد میں اہل حمص نے مجبوراً اس کی اطاعت قبول کر لی، کچھ عرصہ کے بعد اہل فلسطین (۶) نے یزید کے خلاف علم بلند کر دیا، بعد ازاں اہل اردن (۷) بھی اہل فلسطین کی بغاوت میں شریک ہو گئے، چنانچہ یزید نے اہل فلسطین کے نمائندوں کو انعام کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور اہل اردن کو زبردستی مطیع بنا لیا (۸)۔

عراق اور خراسان میں دوبارہ سے قبائلی عصبیت کا فتنہ خوابیدہ بیدار ہو چکا تھا، ان اختلافات نے عباسی داعیوں کے لئے خراسان میں مناسب فضا پیدا کر دی تھی، انہی حالات میں یزید بن ولید نے طاعون کے مرض میں ۷ ذوالحجہ کو ۱۲۶ھ میں وفات پائی، اس کی کل مدت حکومت چھ ماہ کے قریب تھی (۹)۔ مسعودی نے اس کی مدت حکومت دو ماہ اور دس دن بتائی ہے (۱۰)۔

---

(۱) اغدف: عمان کے مضافات میں ایک شہر کا نام ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۵۱/۳

(۲) ابن الأثیر، الکامل، ص: ۲۷۹/۳ ◉ المسعودی، التنبیہ والاشراف، ص: ۲۳۳

(۳) المسعودی، مروج الذہب، ص: ۲۳۹/۳ (۴) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۳ ◉ ابن الطقطقاء، الفخری، ص: ۱۲۱

(۵) حمص: دمشق اور حلب کے درمیان مشہور شہر ہے۔ جسے حمص بن المہر بن جان نے بنایا۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے ہاتھوں حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں فتح ہوا، الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۰۲/۲

(۶) فلسطین: پہلے یہ شام کا ایک صوبہ تھا، جس کا صدر مقام بیت المقدس تھا۔ لیکن آجکل یہ ایک الگ ملک ہے، جس کا بیشتر حصہ اسرائیل کے قبضہ میں ہے، جبکہ کچھ حصہ اردن کے پاس ہے۔ اس کے قابل ذکر شہر عسقلان، رملہ، غزہ، قیصریہ، نابلس، اریحا وغیرہ تھے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۷۴/۳

(۷) اردن: سعودی عرب کے شمال میں ایک ریاست ہے، فلسطین کے کچھ حصے بھی اردن میں شامل تھے۔ الحموی، معجم البلدان ص: ۱۴۷/۱؛ ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد اردن کے کچھ حصے مثلاً بیت المقدس، نابلس، الخلیل وغیرہ اسرائیل نے ہتھیا لیے۔

(۸) ابن الأثیر، الکامل، ص: ۲۹۴/۳ ◉ الیعقوبی، تاریخ الیعقوبی، ص: ۴۰۱/۱

(۹) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۱ (۱۰) المسعودی، مروج الذہب، ص: ۲۳۹/۳

ابراہیم بن ولید (۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ)

یزید کے بعد اس کا ولی عہد ابراہیم بن ولید ۱۲۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ ابراہیم کا دور حکومت نہایت مختصر رہا اور پھر اس مختصر زمانے میں بھی اس کی خلافت کو متفقہ طور پر تسلیم نہیں کیا گیا، اس لئے مؤرخین نے اسے مستقل خلیفہ تسلیم نہیں کیا ہے (۱)۔

مدائنی کا بیان ہے کہ ''ابراہیم کا عجیب قصہ ہے بعض اسے خلیفہ کہہ کر سلام کرتے تھے، کیونکہ وہ ولی عہد رہا تھا، اور بعض امیر کہہ کر، کیونکہ وہ ولی عہد نہیں ہوا تھا اور بعض بالکل ہی انکار کرتے تھے......'' (۲)

مروان نے ابراہیم بن ولید کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا اور ایک جمعیت کے ساتھ ابراہیم کے لشکر سے مقابلہ کیا۔ اور اسے شکست فاش دے کر دمشق میں داخل ہوا، ابراہیم بن ولید' مروان کی آمد کی خبر سن کر دمشق سے بھاگ نکلا، بعدازاں مروان نے اسے امان دے کر واپس بلا لیا (۳)۔ بقول علامہ سیوطی ''ابراہیم صرف ستر روز تخت خلافت پر متمکن رہا......'' (۴)

مروان الحمار (مروان ثانی) (۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ)

ابراہیم کے فرار کے بعد صفر ۱۲۷ھ میں مروان بن محمد بن مروان تخت خلافت پر متمکن ہوا' مروان بہادر، مستقل مزاج، جفاکش اور تجربہ کار شخص تھا، اس کا عہد حوادث و اضطراب سے لبریز تھا اور حکومت امویہ کا شیرازہ بکھیر چکا تھا۔ مرکز حکومت شام میں مختلف گروہ بندیاں تھیں، جس سے حکومت کی قوت بالکل کمزور پڑ گئی اور بنوامیہ کی قدیم مخالف گروہوں کے علاوہ ان کی نئی اور خطرناک حریف عباسی تحریک کو طاقت پکڑنے کا موقع ہاتھ آ گیا (۵)۔ یمنی قبائل نے اس کی خلافت تسلیم نہیں کی، اہل غوطہ (۶) کے دمشق پر حملہ کو مروان نے ابوالورد بن کوثر کے ذریعے پسپا کیا، اس کے بعد فلسطین کے باغیوں کو شکست دی گئی (۷)۔

اس کے بعد سلیمان بن ہشام نے مروان کی مخالفت شروع کر دی' دونوں کے درمیان جنگ میں سلیمان کو شکست ہوئی، اسی اثناء میں شیعان بنی ہاشم نے بھی خروج کیا اور اپنے ساتھ یمن اور ربیعہ قبائل کو ملا لیا، ساتھ ہی خوارج بھی اٹھ کھڑے ہوئے، مروان کی ساری قوت اسی میں مشغول تھی۔ غرضیکہ حکومت امویہ کے مختلف صوبوں میں شورشیں برپا تھیں۔ مصر، یمن (۸) اور ربیعہ میں خانہ جنگی جاری تھی کہ ابومسلم خراسانی سیاست میں داخل ہوا، اور حالات کا نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا۔ مرو (۹) پر قبضہ کے ساتھ ہی تمام خراسان اس کے جھنڈے تلے آ گیا۔ بعدازاں اس نے سارے عراق پر کنٹرول حاصل کر لیا (۱۰)۔

---

(۱) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۳ (۲) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۳ (۳) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۹/۵

(۴) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۳ (۵) الیعقوبی، التاریخ، ص: ۳۳۸/۲ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۱۱۹/۵

(۶) غوطہ: شام کا ایک سرسبز وسیع علاقہ جس میں دمشق واقع ہے: الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۱۹/۴

(۷) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۱۱۹/۵ (۸) یمن: عرب کے جنوب مغربی گوشہ میں ایک مشہور ملک ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۴۷/۵

(۹) مرو: خراسان کا مشہور شہر اور قصبہ ہے، اب یہ شہر سوویت یونین میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۱۲/۵ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۵۳۲

(۱۰) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۱۴/۵ ◉ الدینوری، اخبار الطوال، ص: ۳۳۹

◉ الیعقوبی، تاریخ الیعقوبی، ص: ۳۰۸/۲ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۷۰/۳

ربیع الأول ۱۳۲ھ میں ابو العاص عبداللہ بن علی کے ہاتھوں پر بیعت کر کے ان کو خلیفہ بنایا گیا اور انہوں نے بحیثیت خلیفہ کوفہ کی جامع مسجد میں پہلا خطبہ دیا (۱)۔ بیعت خلافت کے بعد ابو العباس سفاح نے عبداللہ بن علی کو ایک لشکر دے کر مروان بن محمد کے استیصال کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ جمادی الآخرۃ ۱۳۲ھ میں فریقین میں جنگ ہوئی، جس میں اموی فوج کو شکست ہوئی، مروان بھاگ کر موصل (۲) آیا پھر مختلف علاقوں سے ہوتا ہوا مصر داخل ہوا۔ عباسی فوج نے مسلسل اس کا تعاقب کیا۔ بالآخر قریہ بوصیر (۳) میں مروان مارا گیا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں پیش آیا (۴)۔

مروان کے قتل سے حکومت بنی امیہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ مدت خلافت پانچ سال دس ماہ تھی (۵)۔

﴿قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك ممن تشاء و تنزع الملك من تشاء
و تعز من تشاء و تذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شئ قدير﴾ (۶)

☆.....☆

(۱) ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۶۳ ◉ الیعقوبی، تاریخ الیعقوبی، ص: ۴۱/۲

(۲) موصل: جزیرہ کا ایک بڑا شہر ہے۔ اسے موصل اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ شہر جزیرہ کو عراق سے ملاتا ہے۔ اس شہر کی ترقی کیلئے مروان بن محمد بنوامیہ کا آخری بادشاہ نے بہت کام کیا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۲۳/۵ ◉ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۵۶۳

(۳) قریہ بوصیر: اس نام کے مصر میں چار گاؤں ہیں، ایک بوصیر قوریدس جو سواد اشمونین میں ہے، دوسرا فسطاط کے مغرب میں، جسے بوصیر السدر کہتے ہیں، تیسرا بوصیر دفدو جو علاقہ فیوم میں ہے، اور چوتھا بوصیر بنا جو علاقہ سمنودیہ میں ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۵۰۹/۱

(۴) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴۳/۵ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۲۳۹/۳ ◉ الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۳۶۳

(۵) المسعودی، مروج الذہب، ص: ۲۳۹/۳

(۵) سورۃ آل عمران: ۲۶/۳

فصل ثانی

عہد بنوامیہ کے ممتاز محدثین
وخلفاء کا تعارف

عہد بنوامیہ کے ممتاز محدثین وخلفاء کا تعارف

اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلام کی ہدایات وتعلیمات تا قیامت محفوظ ومصون رہیں گی۔ اور ان میں کوئی تغیر وتبدل واقع نہیں ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إنا نحن نزلنا الذكرو إنا له لحفظون﴾ ①

بے شک ہم نے ذکر (قرآن کریم) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے الذکر کی حفاظت کا جو ذمہ لیا ہے وہ صرف حفاظت قرآن تک محدود نہیں بلکہ الفاظ قرآن کے ساتھ اس بیان قرآن کو بھی شامل ہے جس کے لئے رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ جیسا کہ خود قرآن کریم نے واضح کیا ہے کہ ''الـذکـر'' میں قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس تبیین وتوضیح کو بھی شامل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی توضیح وتشریح کے لیے فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وأنزلنا إليك الذكر لتبيّن للناس ما نزل إليهم﴾ ②

اور ہم نے تمہاری طرف ذکر (قرآن کریم) کو اتارا تا کہ لوگوں کے لئے جو ان کی طرف نازل کیا گیا اسے آپ ان کے لئے کھول کر بیان کردیں۔

اس آیت کریمہ میں الذکر سے مراد قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی وہ توضیح وتشریح بھی شامل ہے۔ جو آپ ﷺ نے بیاناً وعملاً اختیار فرمائی تھی اور وہ آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں۔ لہٰذا قرآن وحدیث کا علم رکھنے والوں کو اھل ذکر کہیں گے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ ③

اگر تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو تو وہ اہل ذکر سے پوچھ لو۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حفاظت حدیث کا ذمہ اٹھانے کے بعد اس کی اشاعت کا ذمہ دار حضرت صحابہ اور ان کے بعد تابعین وتبع تابعین کو بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر﴾ ④

تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے نکالے گئے ہو، تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

① الحجر: ۹/۱۵

② النحل: ۴۴/۱۶

③ النحل: ۴۳/۱۶

④ آل عمران: ۱۱۰/۳

آنحضرت ﷺ نے بھی بے شمار مواقع پر تبلیغ دین کا حکم دیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔

((ألا ليبلغ الشاهد الغائب)) ①

چاہیے کہ حاضرین مجلس غائب کو پہنچائیں۔

چنانچہ قرون ثلاثہ (صحابہؓ، تابعینؒ وتبع تابعینؒ) جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے خیر و برکت کی شہادت یوں دی ہے:

((خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم)) ②

سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے (یعنی صحابہؓ کا) پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں (یعنی تابعین کا) پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں (یعنی تبع تابعین کا)۔

ان تین طبقوں میں سے پہلا طبقہ صحابہ کرامؓ کا ہے۔جو آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور جن کے اقوال و افعال میں آنحضرت ﷺ کی تعلیم قدسی کی ہی جھلک تھی۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشاعت حدیث اور تبلیغ دین کی جو ذمہ داری ان کو سونپی تھی، اس کی پاسداری کے لیے انہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ لگا دیا۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات کو اپنے سے بعد والوں تک احسن طریقے سے پہنچایا۔

ان کے بعد حضرات تابعینؒ، جنہیں خیر القرون ہونے کا اعزاز حاصل ہے' کی مقدس جماعت نے آنحضرت ﷺ کی تعلیمات اور صحابہ کرامؓ کی علمی اور اخلاقی وراثت کو مسلمانوں میں پھیلایا۔یہ جماعت علم و عمل میں صحابہ کرامؓ کا عکس و پر تو تھی۔حدیث رسول کی حفاظت واشاعت کا اہتمام کیا، اسلامی سلطنت کی حدود کو وسیع تر کیا غرضیکہ انہوں نے ان تمام برکات کا' جن کا عہد صحابہؓ میں آغاز ہو چکا تھا' تکمیل تک پہنچایا اور جو پایۂ کمال تک پہنچ چکی تھی' ان کی حفاظت کی۔اور اس راہ میں بے شمار تکالیف اور مصائب برداشت کر کے اس خزانہ کو محفوظ رکھا۔اور یہ وہی حضرات تھے جنہیں خود رب کائنات نے مہاجرین وانصار کے ساتھ انہیں بھی رضوان الٰہی کی اور جنت خلد کی دولت سے سرفراز کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿والسابقون الأولون من المهاجرين و الأنصار و الذين اتبعوهم بإحسان رضى الله عنهم و رضواعنه و أعدّ لهم جنّت تجرى تحتها الأنهار﴾ ③

اور مہاجرین اور انصار میں سے وہ اولین لوگ جنہوں نے ہجرت کرنے اور ایمان لانے میں دوسروں پر سبقت کی اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی، اللہ ان پر راضی ہوگیا، اور وہ سب اللہ سے راضی ہوگئے۔اور اللہ نے ان کیلئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ليبلغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۵، ص: ۲۳

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشهادات' باب لايشهد على شهادة جور' حدیث نمبر ۲۶۵۲، ص: ۴۲۹

③ التوبۃ: ۹/۱۰۰

ان حضرات کے بعد آنے والی جماعت بھی "خیر القرون" کے لقب سے سرفراز ہے اور یہ جماعت تبع تابعینؒ کی ہے۔ جو تابعینؒ کے حلقۂ درس کے فیض یافتہ تھے۔ درحقیقت یہ سب اسی ایک چراغ کا پرتو ہے جس کے بارے میں قرآن کریم نے دنیا کو روشنی اور تابانی پہنچانے، کفار کے کفر کو مٹانے اور دین اسلام کے غالب ہونے کی پیشن گوئی کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يريدون ليطفئوا نور الله بأفواهم والله متم نوره ولو كره الكفرون 0 هو الذى أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون﴾ [1]

وہ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونک مار کر بجھا دیا جائے، اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنا چاہتا ہے، چاہے کفار کو یہ بات کتنی ہی ناپسند کیوں نہ لگے۔ وہی ذات ہے۔ جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے، تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے، چاہے کفار کو یہ بات ناپسند لگے۔

یہی وجہ ہے کہ نبوت کی تعلیم وتربیت کے اثرات اور اسلام کی آدم سازی اور مردم گری کا اعجاز صرف اسی زمانہ تک ہی محدود نہیں تھا جو سادگی اور فقر وقناعت کا دور تھا اور جس میں تمدن، علم وفن اور سلطنت وسیاست نے وسعت وترقی اختیار نہیں کی تھی بلکہ اس دور (یعنی دور تبع تابعینؒ) میں بھی تبلیغ دین، رشد وہدایت، زہد وتقویٰ، اور عزیمت واستقامت کے وہ محیر العقول نمونے سامنے آئے ہیں جن کی مثال دیگر ملل واقوام میں ملنی مشکل ہے۔ اور یہ اس لئے بھی ضروری اور لازمی تھا کہ زبان نبوت نے اس تیسرے دور کے لئے بھی خیر وبرکت کی شہادت دی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے تقریباً ایک سو سال بعد کوئی زمانہ ایسا نہیں تھا جو آپ ﷺ کے صحابہؓ سے خالی رہا ہو [2]۔ عہد بنوامیہ کے ابتدائی ساٹھ ستر برس میں صحابہ کرامؓ کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ جو مختلف ملکوں اور شہروں میں قیام پذیر تھی۔ اور جنہوں نے احادیث کی نشر واشاعت میں اپنا بھر پور کردار ادا کیا [3]۔

مصادر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس عہد میں تقریباً ۳۹ صحابہ کرامؓ کے پاس احادیث کے تحریری مجموعے اور کتب تھیں [4]۔ اس عہد کے تمام صحابہ کرامؓ کی سوانح عمری بیان کرنا تو ممکن نہیں۔ تاہم ان میں سے چند مشاہیر صحابہؓ کے مختصر حالاتِ زندگی اسی فصل کی بحث اول میں بیان کئے جائیں گے۔

---

① الصف:۶۱/ ۹،۸

② کیونکہ آخری صحابی حضرت عامرؓ بن واثلہ تھے جنہوں نے ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸۲/۵

③ مناظر گیلانی، تاریخ تدوین حدیث، ص:۶۷

④ دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۰

اسی طرح عہد بنوامیہ میں تابعینؒ کی کثیر تعداد موجود تھی ۔ جن کی صحیح تعداد کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام مختلف بلاد و امصار میں پھیل گئے تھے ۔ اور جو شخص بھی ان حضرات صحابہؓ میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا، وہ تابعیؒ ہے ① ۔ ان میں سے ۱۸۱ تابعینؒ کے پاس تحریری مجموعہ ہائے احادیث کی موجودگی کا ذکر مصادر سے ملتا ہے ② ۔ ان میں سے بھی صرف مشاہیر تابعینؒ کے مختصر حالات زندگی اس فصل کی بحث ثانی میں بیان کیے جائیں گے۔

اس عہد میں تابعینؒ کے علاوہ بیشمار تبع تابعینؒ مختلف امصار و مدن میں موجود تھے۔ ان کے علمی کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ علوم دینیہ کی تدوین و ترتیب ہے۔ گو یہ کام عہد صحابہؓ سے لے کر تابعینؒ تک مسلسل جاری رہا۔ لیکن عہد تبع تابعینؒ میں خصوصاً اس کام میں اتنی ترقی ہوئی کہ بعد کی صدیوں میں اس پر بہت کم اضافہ ہو سکا۔ مزید برآں تبع تابعینؒ نے اپنے عہد کے تمام فتنوں کا قلع قمع کیا۔ مختلف ممالک و شہروں میں ان کی کثیر تعداد تھی ③ ۔ ان میں سے چیدہ چیدہ تبع تابعینؒ جنہوں نے علم حدیث میں شاندار خدمات انجام دی ہیں' ان کے مختصر حالاتِ زندگی اس فصل کی بحث ثالث میں بیان کیے جائیں گے۔

جبکہ اس فصل کی آخری بحث رابع میں بنوامیہ کے ان خلفاء' جنہوں نے حدیث نبوی کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا' کی سوانح حیات مختصراً بیان کی جائے گی ④ ۔

☆......☆......

---

① دیکھیے صفحہ نمبر ۱۸۶
② دیکھیے صفحہ نمبر ۲۴۷
③ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۸۶
④ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۱۳

بحث اول

تعارفِ صحابہ کرامؓ

۱۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ (م ۵۲ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام خالد بن زید بن کلیب اور کنیت ابوایوب ہے اور اسی سے مشہور ہیں۔ قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تھے ①۔

ابتدائی حالات: حضرت ابوایوب انصاری نے عقبہ نامی گھاٹی میں جا کر آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی، اور واپس جا کر اپنے اہل وعیال، اعزہ واقرباء اور دوست واحباب کو ایمان لانے کی تلقین کی۔ آپ کو حامل نبوت حضرت محمد ﷺ کی میزبانی کا شرف بھی حاصل ہے ②۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کو یثرب ③ کے اولین داعی اسلام حضرت مصعبؓ بن عمیر کا بھائی قرار دیا ④۔

غزوات: حضرت ابوایوب انصاریؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں دیگر اکابر صحابہؓ کے طرح برابر شریک رہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جہاد میں صرف ہوا، حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جو جنگیں ہوئیں، ان میں سے صفین اور جنگ نہروان ⑤ میں شریک تھے ⑥۔ آپ ۵۲ھ میں یزید بن معاویہؓ کی سپہ سالاری میں غزوہ روم میں بھی شریک ہوئے ⑦۔

علم وفضل: حضرت ابوایوب انصاریؓ کا فضل وکمال اور علم میں پختگی اس قدر مسلّم تھی کہ صحابہ کرامؓ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مسورؓ بن مخرمہ میں اختلاف ہوا، کہ محرم حالت جنابت میں غسل کرتے وقت سر ہاتھ سے مل سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ سر دھو سکتا ہے، مگر حضرت مسورؓ کا خیال تھا کہ سر دھونا جائز نہیں، چنانچہ انہوں نے عبداللہ بن حسین کو حضرت

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۳/۴۸۴ ◉ ابن معین، التاریخ، ص:۳/۱۴۴ ◉ ابن شیبہ، المصنف، ص:۱۳
◉ ابن خیاط، التاریخ، ص:۲۱۱ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص:۸۹ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۴۳
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۳/۱۳۶ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ۱/۱۹۳ ◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص:۲/۱۱۲
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۲۷۴ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۱/۳۱۲ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص:۳/۵۳
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص:۲/۴۱ ◉ الدولابی، الکنی والاسماء، ص:۱/۱۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۳۳۱
◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص:۴/۳۶۷ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص:۳۶۹ ◉ ابن حبان، الثقات، ص:۳/۱۰۲
◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۲۶ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۳/۱۰۹ ◉ الحاکم، الاسامی والکنی، ص:۲۷
◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۱/۳۶۱ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۳۳۸ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱/۱۵۳
◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص:۱/۱۱۸ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۲/۱۷۷ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص:۳/۸۷
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۲/۳۲۷ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص:۱/۳۶ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۲/۴۰۲
◉ الذہبی، العبر، ص:۱/۵۶ ◉ الذہبی، الکاشف، ص:۱/۳۶۳ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص:۱۳/۲۵۱
◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص:۱/۱۳۳ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۸/۵۶ ◉ ابن حجر، الاصابۃ، ص:۲/۸۹
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۱/۲۱۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۹۰ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۱۰۰
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۱۰۰

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۹۰ ② ابن حجر، الاصابہ، ص:۲/۹۰
③ یثرب مدینہ منورہ کا قدیم نام ہے، دیکھئے صفحہ نمبر ۸ ④ ابن حجر، الاصابۃ، ص:۲/۹۰ ◉ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص:۲/۱۱۷
⑤ نہروان: بغداد اور واسط کے درمیان ایک وسیع علاقہ ہے، جہاں حضرت علیؓ اور خوارج کے مابین مشہور جنگ ہوئی، الحموی، معجم البلدان، ص:۵/۳۲۴
⑥ ابن حجر، الاصابۃ، ص:۲/۹۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۹۰ ⑦ ابن حجر، الاصابۃ، ص:۲/۹۰

ابوایوبؓ کی خدمت میں بھیجا، حسن اتفاق سے وہ اس وقت غسل ہی کر رہے تھے۔ عبداللہ نے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اپنا سر باہر نکال کر ملنا شروع کیا، اور فرمایا دیکھو آنحضرت ﷺ اسی طرح غسل کیا کرتے تھے" (۱)۔

ابن اسحاق جو بنی ہاشم کے موٹی تھے ان کی اور بعض دوسرے لوگوں میں یہ بحث تھی کہ نبیذ کس کس برتن میں بنا سکتے ہیں، اور لفظ قرع وجہ نزاع تھا، حضرت ابوایوبؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو انہوں نے آپ کے پاس ایک شخص کو مسئلہ کی تحقیق کرنے کے لئے بھیجا، حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مزفت میں نبیذ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے، اس نے قرع کا لفظ دہرایا مگر حضرت ابوایوبؓ نے پھر یہی جواب دہرایا (۲)۔

عاصم بن سفیان ثقفی جنگ سلاسل (۳) میں شرکت کی غرض سے گھر سے نکلے، مگر راستے میں انہیں خبر ملی کہ جنگ اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ اس سے آپ کافی رنجیدہ ہوئے اور سیدھے حضرت معاویہؓ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت ابوایوبؓ اور حضرت عقبہؓ بن عامر بھی موجود تھے ان کی موجودگی میں عاصم نے حضرت ابوایوبؓ سے مسئلہ دریافت کیا اور ان سے نہیں پوچھا۔ حضرت ابوایوبؓ کو یہ گوارا نہ ہوا، اس لئے انہوں نے مسئلہ کا جواب دے کر حضرت عقبہؓ سے اس کی تصدیق کرالی کہ ان کو کسی قسم کی بدگمانی نہ پیدا ہو (۴)۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کو حصول علم کی بے حد تڑپ تھی۔ صرف ایک حدیث کی خاطر آپ نے مصر کا سفر کیا (۵)۔

اخلاق وعادات: حضرت ابوایوب انصاریؓ میں حب رسول اللہ ﷺ، جوش ایمان اور حق گوئی کا پہلو سب سے زیادہ نمایاں تھا۔ حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ جو کام خلاف سنت دیکھتے تھے بلا جھجک کہہ ڈالتے تھے۔ ایک دفعہ مصر کے گورنر حضرت عقبہؓ بن عامر نے کسی وجہ سے مغرب کی نماز میں تاخیر کر دی حضرت ابوایوبؓ نے کہا کہ عقبہ! یہ کون سا نماز کا وقت ہے؟ حضرت عقبہؓ نے جواب دیا کہ کسی کام کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ حضرت ابوایوبؓ نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں تمہارے اس فعل سے لوگ یہ خیال کریں گے کہ شاید رسول اللہ ﷺ اسی وقت نماز پڑھتے تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے مغرب کی نماز کو جلدی پڑھ لینے کی تاکید فرمائی ہے (۶)۔

عبدالرحمٰن بن خالدؓ نے کسی جنگ میں چار قیدیوں کو ہاتھ پاؤں باندھوا کر قتل کرا دیا۔ حضرت ابوایوبؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی، تو آپ نے فرمایا اس قسم کے وحشیانہ قتل کی آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے (۷)۔

حضرت ابوایوبؓ کی حریت ضمیر کا یہ فطری تقاضا تھا، کہ جو بات اسلام کے خلاف دیکھتے اس پر لوگوں کو متنبہ کرتے (۸)۔

مرویات: آپ کی مرویات کی تعداد ۱۵۰ ہے (۹)۔ اور آپ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ بھی تھا (۱۰)۔

وفات: غزوۂ روم کے سفر جہاد کے موقع پر عام وبا پھیلی، جس سے مجاہدین کی بڑی تعداد اس کی نذر ہو گئی۔ حضرت ابوایوبؓ بھی اس وبا میں بیمار ہوئے اور وفات پا گئے۔ چنانچہ آپؓ کی وصیت کے مطابق آپؓ کو قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے دفن کر دیا گیا (۱۱)۔

---

(۱) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب المحرم یغتسل، حدیث نمبر ۱۸۴۰، ص: ۲۷۰
(۲) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۴۱۴
(۳) جنگ سلاسل حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ایرانیوں سے لڑی گئی تھی، اس جنگ میں حضرت خالدؓ بن ولید لشکر اسلامی کے سپہ سالار تھے۔ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲/۲۹۸
(۴) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۴۲۳
(۵) ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۱۵۳
(۶) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۴۱۷
(۷) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۴۲۲
(۸) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۴۱۸
(۹) الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۰۰
(۱۰) دیکھئے صفحہ نمبر ۴۱۴
(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳/۴۸۵
(۱۲) ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۲/۱۱۸

۲۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ (م ۵۲ ھ)*

نام ونسب: آپ کا نام عبداللہ بن قیس بن سلیم اور کنیت ابوموسیٰ ہے۔ یمن کے رہنے والے تھے، آپؓ کا خاندان قبیلہ اشعر سے تعلق رکھتا تھا، اس نسبت سے آپؓ اشعری مشہور ہوئے (۱)۔

ابتدائی حالات: آپؓ یمن سے سفر کر کے مکہ پہنچے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا (۲)۔

حضرت ابوموسیٰؓ اپنے خاندان اشعری کے رئیس تھے۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد آپ نے اپنے خاندان کو اس کی دعوت دی جو بہت جلد کامیاب ہوئی آپ یمن ہی میں تھے کہ اطلاع ملی آنحضرت ﷺ مکہ سے تشریف لے جا رہے ہیں چنانچہ آپ اپنی قوم کے باون یا ترپن آدمیوں کی معیت میں بحری راستہ سے بارگاہ رسالت کی طرف نکلے لیکن طوفان و باد مخالف نے اس کشتی کو حجاز کی بجائے حبشہ (۳) پہنچا دیا جہاں جعفر بن ابی طالب اور اس کے اصحاب موجود تھے چنانچہ ان لوگوں نے آپ کے ساتھ ہی مدینہ کی طرف ہجرت کی (۴)۔ آپ ﷺ نے آپ کو یمن کا عامل مقرر کیا تھا (۵)۔

حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں بصرہ اور پھر کوفہ کے والی مقرر ہوئے (۶)۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی ۲۹ھ تک آپ نے بصرہ میں عہدہ امارت کے فرائض انجام دیے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو چار سال تک والی برقرار رکھنے کی وصیت فرمائی تھی (۷)۔ ۳۴ھ کو اہل کوفہ کی درخواست پر آپ دوبارہ کوفہ کے والی مقرر ہوئے (۸)۔

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳/۳۳۳،۶/۱۶ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۳/۳۲۶ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۲۱۱

◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۶۸ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵/۲۲

◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۲۷۲ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ۱/۱۸۳ ◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص: ۱/۱۱

◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۹ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۳۶۷ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱/۲۰۱

◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۲۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۵/۱۳۸ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۷/۹۵

◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۱۷۰۵ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۳/۲۲۱ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۳۷

◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱/۲۵۶ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۳۹۷ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۱۳

◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۱/۲۲۵ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۶/۴۰۵ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲/۲۵۵

◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۳ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۵۲ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱/۵۸۶

◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۷/۴۰۷ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۱۲۰ ◉ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۸/۳۳

◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۶۱ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایہ، ص: ۱/۴۴۲ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۴۴۱

◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۶۲ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۲۱۰ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۹۲

(۱) ابن الاثیر، اُسد الغابہ، ص: ۳/۳۷۶ (۲) ابن الاثیر، اُسد الغابہ، ص: ۳/۳۷۶

(۳) حبشہ: ایک معروف علاقہ کا نام تھا، جس کا بادشاہ نجاشی تھا۔ اس علاقہ کا نام حبشہ بن حام کی وجہ سے رکھا گیا تھا، السمعانی، الانساب، ص: ۴/۴۷

(۴) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدليل على أن الخمس لنوائب المسلمين، حدیث نمبر ۳۱۳۶، ص: ۵۲۰

(۵) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب استتابة المرتدين، باب حكم المرتد، حدیث نمبر ۶۹۲۳، ص: ۱۱۹۳

(۶) ابن الاثیر، اُسد الغابہ، ص: ۳/۳۷۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۱ (۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۶۲ (۸) الطبری، التاریخ، ص: ۲۸۲۸

غزوات: حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ فتح مکہ، غزوہ حنین (۱)، غزوہ اوطاس (۲) اور غزوہ تبوک میں شریک تھے (۳)۔ آپؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک تھے (۴)۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں آپؓ نے بہت سی جنگوں میں حصہ لیا (۵)۔ جنگ صفین میں آپؓ حضرت علیؓ بن ابی طالب کی طرف سے حَکم مقرر ہوئے (۶)۔

علم و فضل: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے آنحضرت ﷺ کے آب حیات کو پینے اور سینے اور چہرے پر ملنے کی سعادت حاصل کی (۷)۔

نیز آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا بھی فرمائی (۸)۔ عہدِ رسالت میں آپ کا شمار ان چار صحابہ کرامؓ (۹) سے ہوتا تھا جنہیں فتویٰ دینے کی اجازت تھی۔

حضرت علیؓ فرماتے تھے۔ "ابو موسیؓ سرتاپا علم کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں" (۱۰)۔ اہل علم سے آپ کی علمی گفتگو رہتی تھی۔ تیمم کے مسئلہ میں آپ کا حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے ساتھ بحث و تکرار ہوئی (۱۱)۔

آپؓ قرآن کریم نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ "ان کو لحن داؤدی سے حصہ ملا ہے" (۱۲)۔ آپ کی اسی غیر معمولی قرأت کی بدولت آنحضرت ﷺ نے انہیں حضرت معاذ بن جبل کے ساتھ نومسلم کی تعلیم قرآن کے لئے یمن بھیجا تھا (۱۳)۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ ابو موسیؓ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو وہیں کھڑے ہو گئے اور سن کر آگے بڑھے (۱۴)۔ ازواج مطہراتؓ اپنے حجرات میں پردوں کے پاس آکر کھڑی ہو کر آپ کی تلاوت سنتی (۱۵)۔ حضرت عمرؓ بھی کبھار آپ سے تلاوت کرنے کی فرمائش کرتے (۱۶)۔

---

(۱) ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۳/۳۷۶ (۲) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ أوطاس، حدیث نمبر ۴۳۲۳، ص: ۷۳۱

(۳) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک، حدیث نمبر ۴۴۱۵، ص: ۷۴۸

(۴) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب من أھل فی زمن النبی ﷺ، حدیث نمبر ۱۵۵۹، ص: ۲۵۲

(۵) مثلاً اصبہان، اہواز، سوس، شوستر، جندی، سابور، نہاوند وغیرہ، دیکھئے الطبری، التاریخ، ص: ۲۵۰۶

(۶) الطبری، التاریخ، ص: ۳۳۳۰ ◉ الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۱۴۳

(۷) المسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی موسیٰ، حدیث نمبر ۶۴۰۵، ص: ۱۰۹۹

(۸) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ أوطاس، حدیث نمبر ۴۳۲۳، ص: ۷۳۱

(۹) وہ چار صحابہؓ یہ ہیں: حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۳

(۱۰) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۳

(۱۱) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التیمم، باب التیمم ضربۃ، حدیث ۳۴۷، ص: ۶۱

(۱۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳/۳۴۴ (۱۳) ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۳۹۷

(۱۴) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ص: ۳/۴۶۶ (۱۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳/۳۴۵

(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۶۳

آپؓ کا طریقہ تعلیم بہت عمدہ تھا۔ غلطی کی صورت میں نہایت نرمی سے سمجھاتے تھے ①۔

فضل وکمال کے باوجود آپؓ اپنی غلطی اور دوسروں کے کمال اعتراف میں بخل سے کام نہیں لیتے تھے ②۔

ہر وقت حدیث رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کے لئے کوشاں رہتے تھے حضرت عمرؓ کو مسئلہ استئذان کے بارے میں حدیث سنائی ③۔

مرویات: آپ کی مرویات کی تعداد تین سو ساٹھ ہے۔ ان میں پچاس متفق علیہ، چار صحیح بخاری اور پچیس صحیح مسلم میں ہیں ④۔ آپؓ کے پاس مجموعہ حدیث تھا ⑤۔

اساتذہ وتلامذہ: آپؓ نے اکثر روایات رسول اللہ ﷺ سے براہ راست سنی، اور آپ ﷺ کے بعد کبار صحابہ کرامؓ سے روایات نقل کیں۔ آپؓ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے ⑥۔

وفات: حضرت ابو موسیٰؓ باختلاف روایت ۴۲ھ، ۵۲ھ، یا ۴۴ھ میں بیمار ہوئے اور ذوالحجہ میں بمقام مکہ مکرمہ وفات پائی۔ مؤخر الذکر روایت راجح ہے ⑦۔

......☆......☆......

---

① المسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب التشہد فی الصلاۃ، حدیث نمبر ۹۰۴، ۱۷۱:۱

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الفرائض، باب میراث ابنۃ ابن مع ابنۃ، حدیث نمبر ۶۷۳۶، ص: ۱۱۶۳۔

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاستئذان، باب التسلیم والإستئذان ثلاثا، حدیث نمبر ۶۲۴۵، ص: ۱۰۸۷۔

④ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۲۱۰

⑤ دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۰

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۳/۵

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳/۱

۳۔ أم المؤمنین حضرت عائشہؓ (م ۵۷ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام عائشہؓ بنت ابو بکر، کنیت اُم عبداللہ اور لقب صدیقہ ہے ①۔

ابتدائی حالات: حضرت عائشہؓ بعثت کے چار برس بعد پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد محترم حضرت ابو بکرؓ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لائے تھے ②،اس لئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا،ان کو مسلمان پایا'' ③۔

ہجرت سے دو سال قبل حضرت عائشہؓ کا نکاح آنحضرت ﷺ سے ہوا،اس وقت ان کی عمر چھ برس کی تھی،مدینہ میں غزوہ بدر سے واپسی پر ۲ھ میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی ④۔

غزوات: غزوۂ احد میں آپؓ شریک تھیں، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ''میں نے عائشہؓ اور ام سلیمؓ کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں'' ⑤۔غزوہ مصطلق میں حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں ⑥۔

حضرت عمرؓ آپؓ کی بہت عزت اور توقیر کرتے تھے،حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ''ابن خطابؓ نے آنحضرت ﷺ کے بعد مجھ پر بڑے

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے:

◉ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۳/۴/۳۷ ◉ ابن معین، التاریخ، ص:۲/۳/۷ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص:۲۲۵

◉ ابن خیاط، الطبقات، ص:۱۸۹۸ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص:۸۰ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ۲:/۹۸

◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص:۴/۲۰۳ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۱۳۳ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۳/۲۶۸

◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص:۱/۶۵۶ ◉ الیعقوبی، التاریخ، ص:۲/۵۳ ◉ ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ص:۷/۱۲۱

◉ المسعودی، مروج الذہب، ص:۳/۱۱۰ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱۳/۱۹۳ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۲/۴۳

◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۷،۳۴،۱۱۸ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص:۲/۶۰۹

◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص:۲/۶ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۳/۳۵۰ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص:۳/۱۶

◉ المزی، تحفۃ الأشراف، ص:۱۱/۳۲۸ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص:۳/۱۶۸۹ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۲/۲۹۳

◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۷ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۲/۱۳۵ ◉ الذہبی، الکاشف، ص:۳/۴۳۰

◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص:۱/۱۲۹ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص:۱۶/۵۹۶ ◉ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص:۸/۸۸

◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص:۳۶ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص:۸/۱۳۹ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۲/۶۰۶

◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۴۳۳ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص:۴۹۳ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۱۱۱

◉ الکحالہ، أعلام النساء، ص:۳/۹

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۷ ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۳/۱۷۱

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۳/۱۷۲ ④ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۲/۳۵۱ ◉ القسطلانی، المواہب اللدنیہ، ص:۱/۳۲۰

◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الأنصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشۃ وقدومہا، حدیث نمبر ۳۸۹۴، ص:۶۵۵

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب ﴿إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا﴾ حدیث نمبر ۴۰۶۴

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب ﴿لولا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنت بأنفسهم خيرا﴾ حدیث نمبر ۴۷۵۰، ص:۸۲۹

بڑے احسان کیے"①۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کا وظیفہ بارہ ہزار درہم مقرر کیا②۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین جنگ جمل ہوئی③۔ حضرت عائشہؓ کو اس کا ہمیشہ افسوس رہا۔ وفات کے وقت حضرت عائشہؓ نے وصیت کی تھی کہ مجھے روضۂ نبوی میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ دفن نہیں کرنا، بلکہ بقیع میں ازواج مطہرات کے ساتھ دفن کرنا، کیونکہ میں نے آنحضرت ﷺ کے بعد ایک جرم کیا ہے④۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ جب یہ آیت کریمہ پڑھتی:

﴿وقرن في بيوتكن﴾ ⑤ (اور تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو)۔

تو اس قدر روتی تھیں کہ آنچل تر ہو جاتا تھا⑥۔

علم وفضل: حضرت عائشہؓ کی علمی حیثیت مسلم تھی، کبار صحابہؓ مشکل اور پیچیدہ مسائل آپ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ الأشعریؓ فرماتے ہیں:

"ما أشكل علينا أصحاب رسول الله ﷺ حديث قط فسألنا عائشة إلا وجدنا عندها منه علماً" ⑦

ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آتی جس کو ہم نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات نہ ہو۔

امام زہری فرماتے ہیں:

"كانت عائشةؓ أعلم الناس يسئلها الأكابر من أصحاب رسول الله ﷺ" ⑧

حضرت عائشہؓ تمام لوگوں سے زیادہ عالمہ تھیں اکابر صحابہ کرامؓ ان سے پوچھا کرتے تھے۔

عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے:

"ما رأيت أحداً أعلم بالقرآن ولا بفريضة ولا بحلال ولا بفقه ولا بشعر ولا بطب ولا بحديث العرب ولا نسب من عائشة" ⑨

میں نے قرآن، فرائض، حلال وحرام، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

مرویات: حضرت عائشہؓ مکثرین صحابہؓ میں سے ہیں۔ آپ سے ۲۲۱۰ احادیث مروی ہیں، جن میں ۱۷۴ احادیث متفق علیہ ہیں، جبکہ صحیح بخاری میں ۵۴ اور صحیح مسلم میں ۶۸ احادیث ہیں⑩۔

وفات: آپ نے رمضان ۵۸ھ کو وفات پائی، اور بقیع الغرقد میں مدفون ہوئیں⑪۔

---

① الحاکم، المستدرک، كتاب معرفة الصحابه، ذكر الصحابيات من أزواج رسول الله ﷺ، ص:۴/۸

② الحاکم، المستدرک، كتاب معرفة الصحابه، ذكر الصحابيات من أزواج رسول الله ﷺ، ص:۴/۸

③ الطبری، التاریخ، ص:۳۱۸۶

④ الحاکم، المستدرک، كتاب معرفة الصحابه، ذكر الصحابيات من أزواج رسول الله ﷺ، ص:۴/۶

⑤ الأحزاب: ۳۳/۳۳ ⑥ السیوطی، الدر المنثور، ص:۶/۶۰۰

⑦ الترمذی، جامع الترمذی، كتاب المناقب، باب من فضل عائشةؓ، حدیث نمبر ۳۸۸۳، ص:۸۷۶ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۴۳۵

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۴۳۵ ◉ الحاکم، المستدرک، كتاب معرفة الصحابه، ذكر الصحابيات من أزواج رسول الله ﷺ، ص:۴/۶

⑩ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۴۹۳ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۲/۳۵۱ ⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۹

۴۔ حضرت ابوھریرۃؓ (م ۵۸ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام عبدالرحمن بن صخر الدوسی الیمانی ہے ①۔ عہد جاہلیت میں آپ کا نام عبدالشمس تھا، اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا، آپ نام سے زیادہ اپنی کنیت (ابو ہریرۃ) سے مشہور ہیں۔ آپ سے کنیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"کنت أرعى غنم أهلى فكانت لى هرّة صغيرة فكنت أضعها بالليل فى الشجرة فإذا كان النهار ذهبت بها معى فلعبت بها فكنونى بأبى هريرة" ②

میں اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا میرے پاس ایک چھوٹی سی بلی تھی جسے میں رات کو درخت پر رکھتا اور دن کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا میں اس بلی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اس وجہ سے (میرے والد نے) میری کنیت ابو ہریرہ رکھی ہے۔

امام حاکم نے بھی اسی مفہوم میں ایک روایت نقل کی ہے ③۔

اسی مناسبت سے رسول اللہ ﷺ آپ کو ابو ہرا اور لوگ ابو ہریرۃ کی کنیت سے پکارتے تھے آپ فرماتے ہیں۔

"لا تكنونى أبا هريرة فإن النبى ﷺ كنانى أبا هر والذكر خير من الأنثى" ④

مجھے ابو ہریرۃ کنیت سے مت پکارو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے میری کنیت ابو ہر رکھی ہے اور مذکر، مونث سے بہتر ہے۔

ابتدائی حالات: آپ نے یمن میں طفیل بن عمرو کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ۷ھ کو مدینہ سے یمن کی طرف ہجرت کی۔ فتح خیبر کے

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۲/ ۳۶۲ ◉ ابن معین، التاریخ، ص:۲/ ۷۲۸ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۲۲۷
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۱۳ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص: ۸۵،۸۱ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۵۱۳
◉ ابوزرعہ، التاریخ، :۲/ ۱۰۲۳ ◉ المسلم الکنی والاسماء، ص:۲/ ۸۸۹ ◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص:۳/ ۱۸۸
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۲۷۷ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۱/ ۴۸۶ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص:۱/ ۳۶
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص:۲/ ۱۵۳ ◉ الدولابی، الکنی والاسماء، ص:۱/ ۶۱ ◉ الطبری، التاریخ، ص:۱۰/ ۳۳۲
◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص:۷/ ۹۵ ◉ الازدی، فتوح الشام، ص: ۱۹ ◉ المسعودی، مروج الذھب، ص: ۱۲۱۳
◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۵ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۳/ ۱۲ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۳/ ۱۲۳۷
◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۳۸۱ ◉ ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص:۱/ ۶۸۵ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۲/ ۲۷۰
◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص:۹/ ۲۹۲ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص:۲۲/ ۹۰ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۲/ ۳۳۳
◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۸/ ۹۹ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۷۱ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص:۷/ ۱۹۹

① حضرت ابوھریرۃؓ اور آپ کے والد کے نام میں اختلاف ہے، اس بارے میں مختلف اقوال دیکھنے کے لئے ملاحظہ کریں:
ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲/ ۳۶۲ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص:۷/ ۱۹۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/ ۲۶۲

② الترمذی، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب أبی هريرة، حدیث نمبر ۳۸۴۳، ص: ۸۶۸

③ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابه، ذكر ابی هريرةؓ، ص:۳/ ۵۰۶

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/ ۲۶۳ ◉ الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۲/ ۵۸۷

آخری ایام میں آپ مدینہ پہنچے اور سباع بن عرفطہ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر نائب مقرر کیا تھا ان کے پیچھے صبح کی نماز ادا کی ①۔

آپؓ اسلام لانے کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے اور مرتے دم تک ساتھ نہیں چھوڑا۔ آپؓ ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں جاتے۔ دوسرے صحابہ کرامؓ آپ سے احادیث کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے ②۔

غزوات: حضرت ابو ہریرۃؓ متعدد غزوات میں شریک ہوئے ہیں، آپؓ کا بیان ہے: ''میں جن جن جنگوں میں شریک رہا غزوہ خیبر کے علاوہ ان سب میں مجھے مال غنیمت ملا کیونکہ اس (غزوہ خیبر) کا مال حدیبیہ والوں کے لئے مخصوص تھا''③

آپؓ عہد صدیقی میں حدیث کی نشر و اشاعت میں مشغول رہے اور کوئی دوسری ذمہ داری قبول نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو اپنے عہد میں بحرین ④ کا عامل مقرر کیا⑤۔ حضرت عثمانؓ کے محاصرہ ہونے پر آپؓ لوگوں کو ان کی اعانت اور مدد پر آمادہ کرتے تھے ⑥۔

علم و فضل: آپؓ بڑے زاہد و عابد، قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ نبی ﷺ سے بے پناہ محبت تھی اور ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ جہاں بھی تشریف لے جاتے آپؓ ان کے ساتھ ہوتے اس طرح آپؓ نے علم کثیر حاصل کیا۔ آپؓ اہل صفہ کے سربراہ تھے، فقر و فاقہ کے باعث پیٹ ساتھ لگ گیا تھا، مگر کبھی اف تک نہ کی ⑦۔

آپ چار سال تک نبی ﷺ کے ساتھ رہے اور آپ ﷺ سے بہت سے ارشادات سن کر حفظ کر لئے علاوہ ازیں آپ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابیؓ بن کعب سے بھی علم حاصل کیا اور آپ سے ابو مسلم، سعید بن المسیب، بشیر بن نہیک، حفص بن عاصم، حمید بن عبد الرحمٰن، ابن شہاب الزہری اور دوسری بے شمار لوگوں نے احادیث روایت کی ہے ⑧۔

حافظ ابن حجر نے امام بخاریؒ کا قول نقل کیا ہے :

''ابو ہریرۃؓ سے آٹھ سو یا اس سے بھی زائد صحابہؓ و تابعین اور دوسرے اہل علم نے احادیث روایت کی ہیں''⑨۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرۃ کے مقام و مرتبہ کے پیش نظر انہیں حضرت العلاء الحضرمیؓ کے ساتھ بحرین کی طرف بھیجا جہاں آپ نے مؤذن اور امامت کے فرائض انجام دیئے ⑩۔

حضرت ابو ہریرۃؓ کو احادیث کی حرص اور انہیں یاد کرنے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں:

((یا رسول اللہ ﷺ من أسعد الناس بشفاعتك يوم القيامة قال رسول

---

① الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۲/۵۸۹ ② ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص:۶/۳۳۸

③ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص:۶/۳۳۹

④ بحرین: بصرہ اور عمان کے مابین مشہور علاقہ ہے عہد رسالت میں فتح ہوا۔ ۸ھ کو آنحضرت ﷺ نے علاء بن حضرمی کو اس کا امیر مقرر کیا۔ البکری، معجم ما استعجم، ص:۱/۲۱۱

⑤ ابن حجر، الاصابہ، ص:۷/۲۰۶ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۱/۱۶۲

⑦ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۸/۱۰۸ ◉ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص:۱/۳۸۰

⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۲

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۲۶۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۳

⑩ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۸/۱۱۴

الله ﷺ لقد ظننت يا ابا هريرة ألا يسألني عن هذا الحديث أحد أول منك لما رأيت من حرصك على الحديث......)) ①

اے اللہ کے رسول ﷺ قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت کا کون خوش بخت شخص زیادہ حقدار ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابو ہریرۃ! میرا گمان یہی تھا کہ اس حدیث کے بارے میں تجھ سے پہلے کوئی سوال نہیں کرے گا کیونکہ میں نے حدیث پر تمہارے حرص کو دیکھ لیا ہے۔

آپؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

((ألا تسألني من هذه الغنائم التي يسألني أصحابك قلت أسألك أن تعلمني مما علمك الله فنزع نمرة كانت على ظهري فبسطها بيني و بينه حتى كأني أنظر إلىٰ القمل يدب عليها فحدثني حتى استوعبت حديثه قال اجمعها فصرها إليك فأصبحت لا أسقط حرفا مما حدثني)) ②

ابو ہریرہؓ! تم ان اموالِ غنیمت کے لیے مجھ سے سوال نہیں کرتے جس کے بارے میں تمہارے اصحاب مجھ سے سوال کرتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میری آپ ﷺ سے درخواست یہ ہے کہ آپ ﷺ مجھے اس علم کی تعلیم دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سکھایا ہے تو آپ ﷺ نے میری پیٹھ پر سے چادر اتار کر میرے اور اپنے درمیان زمین پر بچھا دی اور میں اس پر ایک کیڑا سا رینگتا ہوا دیکھنے لگا پھر آپ ﷺ نے مجھ سے ایک بات ارشاد فرمائی جب میں پوری طرح سن چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا اب اس چادر کو اکٹھا کر کے اپنے اوپر اوڑھ لو چنانچہ اس کے بعد مجھے آپ کی حدیث کا ایک حرف بھی نہیں بھولا۔

غرضیکہ آپؓ عہدِ نبوی میں احادیث کی تلاش میں بے تاب رہتے۔ خود کو گویا احادیث یاد کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں:

((إنكم لتقولون أكثر ابو هريرة عن النبي ﷺ والله الموعد و تقولون ما للمهاجرين لا يحدثون عن رسول الله ﷺ هذه الأحاديث و أن اصحابي من المهاجرين كانت تشغلهم أرضهم والقيام عليها وإني كنت امرأ مسكينا ألزم رسول الله ﷺ على ملْ بطني)) ③

تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے زیادہ احادیث بیان کرتا ہے اور اللہ سے ملتا ہے اور کہتے ہو کہ مہاجرین کو کیا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ لوگ تو احادیث نہیں بیان کرتے' حقیقت یہ ہے کہ میرے مہاجر ساتھیوں کو زمین اور اس کا انتظام مشغول رکھتا تھا اور میں ایک مسکین آدمی تھا' رسول اکرم ﷺ سے پیٹ بھرنے پر ساتھ لگا رہتا۔

---

① ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۳۲۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۳۶۳

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۳ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲/۵۹۴ ◉ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۱/۳۸۱

③ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۳۲۴

ایک دوسری روایت میں ہے:

((و كنت أكثر مجالسة رسول الله ﷺ أحضر إذا غابوا و أحفظ إذا نسوا)) ①

اور میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں اکثر ہوتا تھا میں حاضر ہوتا جب وہ غائب ہوتے۔ اور میں یاد کرتا جب وہ بھول جاتے تھے۔

نیز آپ فرمایا کرتے تھے:

((لو لا آيتان في كتاب الله ماحدثتكم)) ② (اگر قرآن کی دو آیات نہ ہوتی تو میں تمہیں کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا)۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينت والهدى من بعد مابيناه للناس في الكتاب أولئك يلعنهم الله و يلعنهم اللعنون﴾ ③ (بے شک جو لوگ ہماری نازل کردہ آیات اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد ہم اسے لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کر چکے ان پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں)

یہ شہادت نہ صرف حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف سے ہے بلکہ ان کے دور کے لوگوں کو بھی یہ معلوم تھا کہ آپ احادیث نبوی کے امین اور محافظ ہیں، چنانچہ اشعث بن سلیم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

"سمعت أبا أيوب الأنصاريؓ يحدث عن أبي هريرةؓ فقيل له أنت صاحب رسول الله ﷺ و تحدث عن أبي هريرةؓ فقال إن أباهريرةؓ قد سمع مالم نسمع و إني أن أحدث عنه أحب إلي من أن أحدث عن رسول الله ﷺ يعني مالم أسمعه منه" ④

میں نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے جواب دیا کہ ابو ہریرہؓ نے وہ کچھ سنا ہے جو ہم نے نہیں سنا اور مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں ان سے روایت کروں بہ نسبت اس کے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کروں یعنی جو میں نے آپ ﷺ سے نہیں سنا۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت زیدؓ بن ثابت سے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت زیدؓ نے فرمایا:

"و عليك أبا هريرة فإني بينما أنا وابو هريرة وفلان في المسجد ذات يوم ندعو الله تعالىٰ و نذكره إذ خرج علينا النبي ﷺ حتى جلس إلينا فسكتنا فقال عودوا إلى الذي كنتم فيه قال زيد فدعوت أنا و صاحبي قبل ابي هريرة و جعل رسول الله ﷺ يؤمن على دعائنا...... ⑤

① ابن حنبل، المسند، ص:۲/۳۷۴ ◉ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص:۲/۳۷۸ ◉ ابن حجر، فتح الباری، ص:۱/۲۲۳
② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث نمبر ۱۱۸، ص:۳۵
③ البقرۃ:۲/۱۵۹
④ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۸/۱۰۳ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۲/۶۰۶
⑤ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۲/۶۰۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۲۶۶ ◉ ابن حجر، فتح الباری، ص:۱/۲۲۶

تو حضرت زیدؓ نے اس کو کہا کہ تمہیں ابو ہریرہؓ سے بھی پوچھنا چاہیے کیونکہ ایک دن میں ابو ہریرہؓ اور فلاں شخص مسجد (نبوی) میں بیٹھے اللہ سے دعا کر رہے تھے اور ذکرالٰہی میں مشغول تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ہم خاموش ہو گئے آپ ﷺ نے فرمایا: جس کام میں تم مشغول تھے اس کو جاری رکھو،زیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے اور اس شخص نے ابو ہریرہؓ سے پہلے دعائیں کیں اور حضور ﷺ ہماری دعاؤں پر آمین فرما رہے تھے۔

معاویہ بن ابی عیاش الانصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں عبداللہؓ بن زبیرؓ کے پاس بیٹھا تھا تو محمد بن ایاس پاس آئے اور ایک شخص کے بارے میں پوچھنے لگے کہ اس نے دخول سے قبل اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدی ہیں۔تو حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے اسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے پاس بھیجا اور یہ دونوں حضرات حضرت عائشہؓ کے پاس تھے چنانچہ محمد بن ایاس'ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ کے پاس آ کر مسئلہ دریافت کیا۔ابن عباس'ابو ہریرہؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے گے۔ابو ہریرہؓ انہیں فتویٰ دیجئے آپ کے پاس مشکل مسئلہ آیا ہے......" (۱)

ایک دوسرے تابعی محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزمؒ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک مجلس کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" انـه قـعـد فى مجلس فيه ابو هريرةؓ و فيه مشيخة من أصحاب رسول الله ﷺ بـضـعـة عشر رجلاً فجعل أبو هريرةؓ يحدثهم عن النبى ﷺ بالحديث فـلا يـعـرفـه بعضهم ثم يتراجعون فيه فيعرفه بعضهم ثم يحدثهم بالحديث فـلا يـعـرفـه بـعـضـهم ثم يعرفه حتى فعل ذلك مراراً قال فعرفت يومئذ أنه أحفظ الناس عن رسول الله ﷺ". (۲)

وہ ایک مجلس میں بیٹھے جس میں ابو ہریرہؓ بھی تھے اور اس میں حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے دس سے کچھ زیادہ لوگ بھی تھے۔ابو ہریرہؓ انہیں حضور ﷺ کی احادیث بیان کرنے لگے۔ان میں سے کچھ لوگ انہیں نہیں جانتے تھے۔پھر وہ دہراتے اور معلوم کر لیتے پھر وہ حدیث بیان کرتے اور کچھ لوگ نہ پہچانتے پھر وہ سمجھاتے حتیٰ کی انہوں نے کئی مرتبہ ایسا کیا۔اس دن میں نے جان لیا کہ ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کی احادیث میں سب سے زیادہ حافظ ہیں۔

غرضیکہ حضرت ابو ہریرہؓ بالاتفاق صحابہ کرامؓ کی جماعت میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔آپؓ کے پاس احادیث تحریری صورت میں لکھی ہوئی تھیں (۳)۔

مرویات: آپ کی مجموعی مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے،ان میں سے ۳۲۵ متفق علیہ ہیں،جبکہ ۷۹ صحیح بخاری اور ۹۳ صحیح مسلم میں ہیں (۴)۔

تلامذۃ: احادیث کے عظیم الشان ذخیرہ کی وجہ سے آپ کے تلامذہ اور رواۃ کی تعداد بہت زیادہ تھی (۵)۔

وفات: آپ ۵۸ھ میں مدینہ میں بیمار ہوئے اور اٹھہتر برس کی عمر میں وفات پائی (۶)۔

---

(۱) الذہبی،سیر أعلام النبلاء،ص:۲/ ۶۰۰
(۲) الذہبی،سیر أعلام النبلاء،ص:۲/ ۶۱۷ ، ابن حجر،فتح الباری،ص:۱/ ۲۲۵
(۳) دیکھیے صفحہ نمبر ۲۱۸
(۴) الخزرجی،خلاصہ تذہیب،ص:۴۶۳
(۵) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۱۲/ ۲۶۳
(۶) الذہبی،تذکرۃ الحفاظ،ص:۱/ ۳۴

۵۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص (م ۶۵ھ)*

نام ونسب: آپ کا نام عبداللہ والد کا نام عمروؓ بن العاص اور کنیت ابو محمد، ابو عبدالرحمٰنؓ ہے۔ شجرہ نسب عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید القرشی ہے①۔

ابتدائی حالات: حضرت عبداللہؓ اپنے والد حضرت عمروؓ بن العاص سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے②۔ آپ فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل اپنے والد کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔ آپ اپنے والد سے صرف گیارہ برس چھوٹے تھے③۔

غزوات: آپ عہد نبوت کے بعض غزوات میں شریک ہوئے۔ جہاد و فوج کشی کے موقع پر عموماً سواری اور بار برداری کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی④۔

یرموک کی عظیم الشان جنگ میں آپ نہایت جانبازی کے ساتھ سرگرم رہے، حضرت عمروؓ بن العاص نے اس جنگ میں اپنا علم قیادت ان کے ہاتھ میں دے دیا تھا⑤۔ آپ اپنے والد کو فتنہ (جنگ صفین) میں دخل دینے پر ملامت کرتے تھے، لیکن نافرمانی کے ڈر سے ان کی حکم عدولی کو گناہ سمجھتے تھے، آپ اپنے والد کے کہنے پر صفین میں حاضر ہوئے مگر تلوار کو میان سے باہر نہیں نکالا۔ اس خانہ جنگی میں

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۳۷۳ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۳۲۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۱۵۹
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۶ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص: ۲۹۳ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵/۵
◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۲۷۰ ◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص: ۲/۳۰۵، ۳/۲۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۲۸۶
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۱۵۱ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱/۱۶۸ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱۰/۷۶
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۵/۱۶ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۲/۲۱۷ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۱۶۷۷
◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۳/۲۱۰ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۵۵ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۷۸
◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱/۲۸۳، ۲۹۲ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۱۶۳ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۵۰
◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱/۳۹۹ ◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۲۰۵ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۱/۲۷۰
◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۲۸۱ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۶/۲۷۸ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۷۱۹
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۳۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۳۰۹ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص ۱/۵۰
◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳/۷۹ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۷۲ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۲/۱۰۱
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۷/۳۸۰ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۱۳۱ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۲۶۳
◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۷۵ ◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۵/۲۲۳ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۴۳۹
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۴۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۳۷ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱/۱۷۱
◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۷۶ ◉ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۳/۲۶۵ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۷۳

① ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۳/۳۵۶ ② ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۳/۳۵۶
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۲ ④ شاہ معین الدین، سیر الصحابہ، ص: ۲/۲۶۰
⑤ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳/۳۵۶

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کا دامن قتل وخونریزی سے بالکل پاک رہا لیکن پھر بھی وہ اس شرکت پر سخت نادم وپشیمان ہوئے، آپ نہایت افسوس سے کہا کرتے تھے: ''میں اور صفین میں اور مسلمانوں کی خونریزی' کاش! میں اس سے بیس سال قبل دنیا سے چلا گیا ہوتا'' ①۔

علم وفضل: حضرت عبداللہؓ عہد رسالت سے ہی نماز وروزہ کے بے حد دلدادہ تھے، قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرتے تھے اور طلبِ علم میں بڑے مستعد تھے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے بہت زیادہ علم لکھ کر محفوظ کرلیا تھا ②، اور اسے ایک مجموعہ' جس کا نام انہوں نے "صادقہ" رکھا تھا' میں جمع کیا تھا ③، آپ کو اہل کتاب کا ایک وسیع کتب خانہ ہاتھ لگا جس کا انہوں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا اور نادر معلومات فراہم کیں ④۔

مرویات کی تعداد: آپ کی مرویات کی تعداد سات سو ہے۔ ان میں سے سات متفق علیہ ہیں؛ آٹھ صحیح بخاری اور بیس صحیح مسلم میں ہیں ⑤۔

حلقۂ درس: حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کا حلقہ تدریس نہایت وسیع تھا۔ دور دراز ممالک سے سفر کرکے شائقین علم ان کی خدمت میں حاضر ہوکر کسب فیض حاصل کرتے۔ ایک نخعی شیخ کا بیان ہے کہ ''ایک مرتبہ میں ایلیاء کی مسجد میں با جماعت نماز ادا کررہا تھا کہ ایک شخص میرے ساتھ آکر کھڑا ہوا نماز کے بعد لوگ ہر طرف سے ان کے پاس جمع ہوگئے۔ میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص ہیں'' ⑥۔

آپ کے حلقہ درس میں نسبتاً اہل بصرہ کا ہجوم رہتا تھا اس لئے انہوں نے آپ سے بہت زیادہ علم حاصل کیا ⑦۔

وراثت: آپ کو اپنے والد حضرت عمروؓ بن العاص سے وراثت میں بہت بڑی دولت اور بہت سے خدم وحشم ملے تھے، طائف ⑧ میں وہط نامی ایک جاگیر تھی جس کا تخمینہ دس لاکھ درہم تھا ⑨۔

وفات: ۶۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا اس وقت شہر فسطاط کا محاصرہ جاری تھا اور مروان بن الحکم اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی افواج کے مابین جنگ کی وجہ سے آپ کا جنازہ قبرستان نہ جاسکا اور انہیں اپنے گھر میں ہی سپرد خاک کیا گیا ⑩۔

......☆......☆......

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱ ‏ ⑥ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۵۷/۳

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱ ‏ ④ تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۳۲۵

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱ ‏ ⑤ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۲۰۸

③ ابن حنبل، المسند، ص: ۱۹۴/۳ ‏ ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱

⑧ مکہ کے جنوب مشرق میں ایک سرسبز وشاداب شہر ہے۔ الوزیر، معجم ما استعجم من اسماء البلاد، ص: ۱۵۵/۲

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱ ‏ ⑩ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱

۶۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (م ۶۸ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام عبداللہؓ بن عباسؓ اور کنیت ابوالعباس ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے: عبداللہؓ بن عباسؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف القرشی الہاشمی۔ آنحضرت ﷺ کے چچازاد بیٹے اور اُم المؤمنین حضرت میمونہؓ کے خواہرزادہ تھے (۱)۔

ولادت: حضرت عبداللہؓ ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب (۲) میں پیدا ہوئے۔ حضرت عباسؓ ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے تو آپ ﷺ نے ان کے منہ میں لعاب مبارک ڈال کر ان کے لئے دعا فرمائی (۳)۔

ابتدائی حالات: ابن سعد کی روایت ہے کہ اُم المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے بعد عورتوں میں ان کی والدہ حضرت اُم الفضل لبابہ الکبریٰؓ کا ایمان سب پر مقدم ہے (۴)۔ اس بنا پر حضرت عبداللہؓ نے یوم ولادت ہی سے توحید کی آغوش میں پرورش پائی اور آپ اپنی ماں کے ساتھ کمزور اور ضعفاء مسلمانوں میں تھے جو اپنی مجبوریوں کے باعث مکہ میں رہ گئے تھے۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۲/۳۶۵ ◉ ابن معین، التاریخ ص:۲/۳۱۵ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص:۵۵۹
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص:۳، ۱۲۶ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص:۶۵۷ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۶۹
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۵/۳ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص:۲۶۳ ◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص:۳/۲۰۶
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۱۲۱ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ ص:۳/۶۳۱ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص:۱/۵۷
◉ الطبری، التاریخ ص:۱۰/۳۰۹ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۵/۱۱۶ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص:۳۳
◉ ابن حبان، الثقات، ص:۳/۲۰۷ ◉ ابن حبان، المشاہیر ص:۹ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱۳/۲۰۳
◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۱/۳۱۴ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۱۸ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱/۱۷۳
◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص:۴۸ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ۱۵/۲۳۹
◉ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص:۳/۶۲ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص:۶۹۸ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۳/۳۰
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۴۰ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص:۱/۵۱ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص۳/۳۳۱
◉ الذہبی، العبر، ص:۱/۷۶ ◉ الذہبی الکاشف، ص:۲/۹۰ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص:۱۷/۲۳۱
◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص:۱/۱۴۳ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۸/۲۹۵ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص:۷۶
◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص:۵/۱۹۰ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص:۱/۴۲۵ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۱/۴۲۵
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۲۷۶ ◉ ابن تغری، النجوم الزہرۃ، ص:۱/۸۲ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص۱۰
◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۲/۱۷ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۷۵

(۱) کیونکہ آپ کی والدہ حضرت اُم الفضل البابہ حضرت میمونہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔
البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قول إن فی خلق السمٰوٰت والأرض حدیث نمبر ۴۵۶۹، ص:۹/۷۷۶ ◉ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص:۷/۲۷۴

(۲) یہ وہ گھاٹی ہے جہاں مشرکین نے تمام خاندان ہاشم کو محصور کر دیا تھا۔

(۳) ابن الاثیر، أسد الغابۃ ص:۳/۲۹۶

(۴) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۸/۲۷۷

امام بخاری "ترجمة الباب" میں ذکر کرتے ہیں:

"كان ابن عباسؓ مع أمه المستضعفين و لم يكن مع أبيه على دين قومه......" ①

ابن عباسؓ اپنی والدہ کے ساتھ ضعفائے اسلام میں تھے وہ اپنے والد کے ساتھ اپنی قوم کے مذہب پر نہیں تھے۔

آپ کے والد حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ۸ھ میں فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے ②۔

علم وفضل: آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کے لئے دعا فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا:

((أللهم فقهه فى الدين ③ وعلمه التاويل)) ④ (اے اللہ ان کو دین میں سمجھ اور (قرآن کی) تفسیر کا علم عطاء فرما)

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی

((أللهم علمه الحكمة)) ⑤ (اے اللہ انہیں حکمت کا علم دے)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((أللهم علمه الكتاب)) ⑥ (اے اللہ انہیں کتاب (قرآن کریم) کا علم دے)۔

یہ آپ ﷺ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ آپ اقوال وافعال نبوی کے سب سے بڑے حافظ اور عالم تھے۔ کبار صحابہ کرامؓ ان کی فطری ذہانت کی بدولت مشکل اور پیچیدہ مسائل ان سے حل کراتے تھے ⑦۔ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے ان کے جوہر قابل پا کر خاص طور سے اپنے دامن تربیت میں لے لیا اور اکابر صحابہؓ کی علمی مجالس میں شریک کیا یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوا۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت عمرؓ مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔ اس پر بعض لوگوں ⑧ نے شکایت کی ہے کہ آپ اس نوعمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں حالانکہ ہمارے لڑکے بھی ہیں جو ان کے ہمسر ہیں (انہیں کیوں نہیں موقع دیا جاتا ہے) حضرت عمرؓ نے جواب دیا یہ وہ شخص ہے جس کی قابلیت تمہیں بھی معلوم ہے" ⑨۔

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب إذا الصبي فمات هل يصلى عليه، ص:۲۱۶

② ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص:۳/۱۹۳

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، حدیث نمبر۱۴۳، ص:۳۰

④ ابن حنبل، المسند، ص:۱/۲۲۸ ⊛ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص:۳/۵۳۳

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل أصحاب النبی ا، باب ذکر ابن عباسؓ، حدیث نمبر۳۷۵۶، ص:۶۳۱

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب قول النبی ا أللهم علمه الكتاب، حدیث نمبر۷۵، ص:۱۸

⑦ ابن حجر، الإصابۃ، ص:۳/۹۲

⑧ یہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف تھے جس طرح صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے۔ کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حدیث نمبر۳۶۲۷، ص:۶۰۹

⑨ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله فسبح بحمد ربك واستغفره حدیث نمبر۴۹۷۰، ص:۸۹۱

محدث ابن عبدالبر تحریر کرتے ہیں:

"كان عمرؓ يحب ابن عباسؓ ويقربه" ① (حضرت عمرؓ، ابن عباسؓ کو پسند کرتے اور انہیں قریب رکھتے تھے)۔

بعض اوقات حضرت عمرؓ کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا حضرت ابن عباسؓ اس کا جواب دینا چاہتے لیکن کم سنی کی وجہ سے جھجکتے حضرت عمرؓ آپ کی ہمت بندھاتے اور فرماتے:

"يا ابن أخي قل ولا تحقر نفسك" ②

اے بھانجے کہو تم اپنے نفس کو حقیر نہ بناؤ۔

خلیفہ ثالث کے عہد میں والی مصر حضرت عبداللہؓ بن ابی سرح کے زیر نگرانی ۲۷ھ میں افریقہ پر فوج کشی ہوئی۔ اس مہم میں حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بھی شریک تھے، ان کا شاہ افریقہ جرجیر سے مکالمہ ہوا وہ آپ کی ذہانت سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا:

"ما ينبغي إلا أن تكون حبر الأمة" ③

آپ عرب کے عالم معتبر ہیں۔

الغرض فضل و کمال کے اعتبار سے حضرت ابن عباسؓ اپنے عہد کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری وغیرہ میں کوئی ایسا علم نہیں تھا جس میں آپ کو ید طولی حاصل نہ ہو۔ بالخصوص قرآن حکیم کی تفسیر و تاویل میں جو مہارت تامہ اور آیات کے شان نزول، ناسخ و منسوخ کے علم میں جو وسعت انہیں حاصل تھی وہ کم ہی کسی کے حصہ میں آئی۔

شقیق کا بیان ہے:

''ایک مرتبہ حج کے ایام میں ابن عباسؓ نے خطبہ دیا اور اس میں سورۃ نور کی تفسیر بیان کی میں کیا بتاؤں وہ تفسیر کیا تھی اس سے قبل نہ میرے کانوں نے سنی، نہ آنکھوں نے دیکھی تھی۔ اگر اس تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی'' ④۔

حدیث اور دوسری کتب میں حضرت ابن عباسؓ کا تفسیر میں ید طولی کی بے شمار امثلہ ہیں ⑤۔

مشہور امام ابوبکر محمد بن موسیٰ نے آپ کے فتاویٰ بیس جلدوں میں جمع کیے ہیں ⑥۔

---

① ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص:۳۷۴/۱ ② الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص:۵۳۳/۳

③ ابن حجر، الاصابۃ، ص:۹۰/۴ ④ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص:۵۳۷/۳

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ ﴿أيود أحدكم أن تكون له جنة﴾ حدیث نمبر ۴۵۳۸، ص:۷۷۱

◉ نیز باب قولہ ﴿فسبح بحمد ربك واستغفره﴾ حدیث نمبر ۴۹۷۰، ص:۸۹۱؛ نیز باب حدیث نمبر ۴۹۶۶، ص:۸۹۰

◉ نیز باب قولہ ﴿إلا المودة في القربى﴾ حدیث نمبر ۴۸۱۸، ص:۸۵۱

◉ نیز باب قولہ ﴿لا تقولوا لمن ألقى إليكم السلم﴾ حدیث نمبر ۴۵۹۱، ص:۷۸۳

◉ ابن حنبل، المسند، ص:۲۲۹/۱، ۲۹۸ ◉ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص:۵۳۹/۳

⑥ ابن القیم، أعلام الموقعین، ص:۲۱/۱

کبار صحابہ کرامؓ جو عمر اور مرتبہ میں ان سے کہیں زیادہ تھے' کو ان کے مقابلہ میں قصور علم کا اعتراف کرنا پڑتا①۔ بعض اوقات جب صحابہ کرامؓ میں آنحضرت ﷺ کے کسی قول وفعل کے بارہ میں اختلاف ہوتا تو وہ ابن عباسؓ کی طرف نہ صرف رجوع فرماتے بلکہ آخر میں آپ کے فیصلہ کو قبول فرماتے تھے②۔

طاؤس کہتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے پانچ سو اصحابؓ کو دیکھا ہے جب وہ کسی مسئلہ میں ابن عباسؓ سے مباحثہ کرتے اور دونوں میں اختلاف رائے ہوتا تو بالآخر حضرت ابن عباسؓ ہی کی رائے پر فیصلہ ہوتا''③۔

ایک مرتبہ ابوسلیم نے طاؤس سے کہا:

''تم کبار صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر اس نوجوان (ابن عباسؓ) سے کیوں چمٹے رہتے ہو انہوں نے کہا میں نے آنحضرت ﷺ کے ستر اصحابؓ کو دیکھا ہے جب وہ کسی مسئلہ میں گفتگو کرتے تو آخر میں ان کو ابن عباسؓ کے قول کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا تھا④۔

حضرت ابن عباسؓ مذہبی علوم کے علاوہ ان تمام علوم میں کافی دسترس اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے جو اس زمانہ میں لازمی سمجھے جاتے تھے۔ مثلاً شعر وشاعری، خطابت، حساب وفرائض وغیرہ۔ ابن رشیق نے آپ کے چند اشعار بطور نمونہ ذکر کیے ہیں⑤۔ آپ کی خطابت کے بارے میں شقیق کا قول گذر چکا ہے⑥۔

عبید اللہ بن عبد اللہ کا بیان ہے:

''حساب اور فرائض میں ابن عباسؓ ممتاز درجہ رکھتے تھے''⑦۔

معاصرین کا اعتراف: ابوبکر کہتے ہیں ''ابن عباسؓ بصرہ میں امیر بن کر آئے تو اس وقت وہاں قد وقامت، جمال وکمال، علم وادب اور فن خطابت میں ان کا ہمسر کوئی عربی موجود نہیں تھا''⑧۔

امام مجاہد فرماتے ہیں:

''میں نے ابن عباسؓ کے فتاویٰ سے بہتر کسی شخص کا فتویٰ نہیں دیکھا اس شخص کے علاوہ' جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہے''⑨۔

---

① اس کی امثلہ دیکھئے ابن حنبل، المسند، ص: ۱/۲۲۶ ◉ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب المناسك، باب المحرم یغتسل، حدیث نمبر ۱۸۴۰، ص: ۲۷۰

② ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب المناسك، باب وقت الإحرام، حدیث نمبر ۱۷۷۰، ص: ۲۶۰

③ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۱/۳۸۴

④ ابن الأثیر، أسد الغابة، ص: ۳/۲۹۷

⑤ ابن رشیق، کتاب العمدة، ص: ۵

⑥ دیکھئے صفحہ نمبر ۴۰

⑦ ابن الأثیر، أسد الغابة، ص: ۳/۲۹۶

⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۷

⑨ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۱/۳۷۴

عبیداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں:

''میں نے ابن عباسؓ سے زیادہ سنت کا عالم، ان سے زیادہ صائب الرائے، ان سے بڑا دقیق النظر کسی کو نہیں دیکھا''①۔

قاسم بن محمد کا بیان ہے:

''ہم نے ابن عباسؓ کی مجلس میں کبھی کوئی باطل تذکرہ نہیں سنا اور ان سے زیادہ کسی کا فتویٰ سنت نبوی کے مشابہ نہیں دیکھا''②۔

حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کے انتقال کے موقع پر فرمایا:

''آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن عباسؓ کو ان کا قائمقام بنائے گا''③۔

محمد بن ابیؓ بن کعب کہتے ہیں:

''حضرت ابن عباسؓ ایک دن میرے والد (ابیؓ بن کعب) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو میرے والد نے کہا ایک روز یہ شخص امت کا حبر (بڑا عالم) ہوگا''④۔

چنانچہ حضرت ابیؓ بن کعب کی یہ پیش گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی اور حضرت ابن عباسؓ اپنے کثرت علم کی وجہ سے "حبر الأمة" (امت کا بڑا عالم) کہلانے لگے⑤۔

مرویات کی تعداد: حضرت ابن عباسؓ کا شمار ان صحابہ کرامؓ میں ہے جو علمِ حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۲۶۶۰ ہے۔ ان میں سے ۷۵ روایات متفق علیہ ہیں، ۱۸ روایات صحیح بخاری میں پائی جاتی ہیں۔ جبکہ ۴۹ روایات صحیح مسلم ہیں⑥۔

ان کی روایات کی کثرت اور معلومات کی وسعت خود ان کی ذاتی کاوش و جستجو کا نتیجہ ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ، چودہ برس سے زائد نہیں تھی اس لئے اس عمر میں علم کا اتنا سرمایہ حاصل کرنا ممکن نہیں، گو بہت سی روایات آپ نے براہ راست خود نبی ﷺ سے لی ہیں تاہم اس میں ان کے ذوق علم اور تلاش و جستجو کا بڑا دخل ہے۔

ابوسلمہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ جس شخص کے بارے میں مجھے علم ہوتا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے تو میں اس کے گھر پر جا کر حاصل کرتا حالانکہ اگر میں چاہتا تو اسے اپنے یہاں بلوا سکتا تھا⑦۔

---

① ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۳۷۴/۱
② ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۳۷۴/۱
③ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۹۲/۴
④ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۹۲/۴
⑤ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص: ۵۳۵/۳
⑥ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۲۵۰/۱۰
⑦ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۱/۱

حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو رافعؓ (جو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے) کے پاس کاتب لے کر آتے اور پوچھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں دن کیا کچھ کہا، ابو رافعؓ بیان کرتے اور کاتب قلمبند کرتے جاتے (۱)۔ آپؓ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا (۲)۔

تلامذہ: حضرت ابن عباسؓ کی اس فیض رسانی اور علم و عمل کی بدولت ان کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے (۳)۔

وفات: ایک روایت کے مطابق ۴۰ھ میں آپؓ نے بصرہ کے عہد امارت سے مستعفی ہو کر مکہ مکرمہ میں عزلت نشینی اختیار کر لی (۴)۔ پھر وہاں سے طائف منتقل ہو گئے اور ۶۸ھ میں پیمانہ حیات لبریز ہو گیا اور ایک ہفتہ علالت میں رہنے کے بعد وفات پا گئے۔ محمد بن حنیفہ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی (۵)۔

......☆......☆......

---

(۱) ابن حجر، الاصابہ، ص: ۹۲/۴ (۲) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۳۱

(۳) ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص: ۵/۲۷۸

(۴) اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ قاضی بصرہ ابوالاسود الدولی نے حضرت علیؓ سے ان کی بیت المال میں تصرف بے جا کرنے کی شکایت کی۔ حضرت علیؓ نے اس کے جواب میں ان سے بیت المال کا تمام حساب طلب کیا آپ کو یہ ناگوار گزرا۔ چنانچہ انہوں نے دل برداشتہ ہو کر بصرہ کی امارت چھوڑ دی، الطبری، التاریخ، ص: ۳۴۵۴۔

(۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۱/۱

۷۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ (م ۷۳ھ)*

نام ونسب: آپ کا نام عبداللہؓ والد کا نام عمرؓ بن خطاب اور کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ سلسلہ نسب عبداللہؓ بن عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن قرط ہے ①۔

ولادت: غزوہ احد ۳ھ کے وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی ②۔ اس حساب سے آپ کی ولادت کا تخمینی زمانہ بعثت نبوی کا دوسرا سال ہے ③۔

ابتدائی حالات: حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے اسلام کے دامن میں نشوونما پائی کیونکہ ان کا اپنا بیان ہے کہ "جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو لوگ ان کے گھر کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے عمرؓ بے دین ہوگیا ہے اور میں اس وقت بچہ تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ④

شاہ معین الدین رقمطراز ہیں:

"جس طرح کسی خاندان کے بڑے بزرگ جب کوئی سا بھی مذہب تبدیل کرتے ہیں تو گھر کے کمسن بچے بھی

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۳۷۳/۲ ◉ ابن معین، التاریخ، ص:۳۳۱/۲ ◉ ابن ابی شیبہ، المصنف، ص:۱۵۷۰۷/۱۳
◉ ابن خیاط، التاریخ، ص:۵۶۰ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص:۲۳، ۹۰ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص:۲۳
◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۱۵۴/۱ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۲/۵ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص:۲۶۹
◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص:۹۲۲/۲ ◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص:۱۶۱/۳ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۷۳۳
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۶۳۵/۳ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص:۲۶۰/۱ ◉ الواسطی، تاریخ الواسط، ص:۷۷، ۱۳۶
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص:۵۳/۲ ◉ الدولابی، الکنیٰ والأسماء، ص:۸۰/۱ ◉ الطبری، التاریخ، ص:۳۱۲/۱۰
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱۰۷/۵ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص:۱۲۷/۷ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص:۱۷۰۷، ۱۷۰۹
◉ ابن حبان، الثقات، ص:۲۰۹/۳ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۲۹۲/۱ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۱۵۲
◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۷۱/۱ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص:۱۹ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص:۲۳۸/۱
◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص:۱۶۵/۱۱ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص:۶/۳ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۲۳۸/۱
◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص:۲۸/۳ ◉ المزی، تحفۃ الأشراف، ص:۳۱۸/۵ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص:۳۵۶/۱۰
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۱۷۷/۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۳۷/۱ ◉ الذہبی، دول الإسلام، ص:۵۴/۱
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۲۰۳/۳ ◉ الذہبی، العبر، ص:۲۷/۱ ◉ الذہبی، الکاشف، ص:۱۰۰/۲
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص:۳۶۲/۱۷ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص:۱۵۴/۱ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۴/۹
◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص:۲۰۱/۱ ◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص:۲۱۵/۵ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص:۴۳/۱
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۴۳۵/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۲۸/۵ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۲۰۵
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱۵/۱

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۱۷۷/۳
② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشہادات، باب بلوغ الصبیان و شہادتہم، حدیث نمبر ۲۶۶۴، ص:۴۳۳
③ ۶ نبوی میں جب حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اسلام قبول کیا تو حضرت ابن عمرؓ کی عمر تقریباً پانچ سال تھی۔
④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الأنصار، باب اسلام عمرؓ بن الخطاب، حدیث نمبر ۳۸۶۵، ص:۶۴۹

غیر ارادی طور پر اپنا وہی مذہب اختیار کر لیتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے والد حضرت عمرؓ بن خطاب کے ساتھ ہی مشرف بہ اسلام ہوئے"(۱)۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت عمرؓ سے پہلے اسلام لائے تھے، درست نہیں ہے (۲)۔

غزوات: غزوہ بدر میں صغر سنی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے انہیں شرکت کی اجازت نہیں دی (۳)۔ اس کے ایک سال بعد جب دوسرا معرکہ احد ۳ھ میں پیش آیا، تو اس میں بھی آپؓ نے اپنا نام پیش کیا مگر چونکہ چودہ برس کے تھے لیکن اس مرتبہ بھی آپ کو اجازت نہ ملی (۴)۔ ۵ھ کو غزوۂ خندق میں چونکہ آپ کی عمر پندرہ برس پوری ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ ﷺ نے انہیں اس غزوہ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی تھی (۵)۔

۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ہمرکاب ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا (۶)۔ ۷ھ میں غزوہ خیبر میں شریک ہوئے اور اس سفر میں آنحضرت ﷺ نے حلال وحرام کے جو بعض خاص احکام بیان کیے تھے آپ ان کے راوی ہیں (۷)۔ اس کے بعد تمام غزوات، فتح مکہ (۸)، غزوہ حنین (۹)، غزوۃ طائف (۱۰)، حجۃ الوداع (۱۱) اور غزوہ تبوک میں شریک رہے (۱۲)۔

عہد فاروقی میں بھی آپ نہاوند کی جنگ میں شریک ہوئے۔ تاہم اس دور میں انتظامی امور میں آپ نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ عہد عثمانی میں آپ کو عہدہ قضاء پیش کیا گیا لیکن آپ نے معذرت کر دی (۱۳)۔ ۲۷ھ میں افریقہ کی مہم میں شریک ہوئے (۱۴)۔ ۳۵ھ میں خراسان اور طبرستان (۱۵) کی جنگوں میں حضرت سعیدؓ بن العاص کے ساتھ رہے (۱۶)۔

---

(۱) معین الدین، سیر الصحابہ، ص: ۲/ ۳۳۷
(۲) درحقیقت ان کو بیعت رضوان کے واقعہ کے ساتھ التباس ہوا ہے کیونکہ بیعت رضوان میں انہوں نے اپنے والد سے قبل رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور پھر حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی جنہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، حدیث نمبر ۳۱۸۶، ص: ۷۱۰
(۳) کیونکہ اس وقت ان کی عمر تیرا برس تھی۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴/ ۱۴۲
(۴) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق، حدیث نمبر ۳۰۹۷، ص: ۶۹۳
(۵) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق، حدیث نمبر ۳۰۹۷، ص: ۶۹۳
(۶) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوه حديبية، حدیث نمبر ۳۱۸۶، ص: ۷۱۰
(۷) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوه خيبر، حدیث نمبر ۳۲۱۵، ص: ۷۱۶
(۸) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب فتح مكه، باب دخول النبی ا من أعلى مكة، حدیث نمبر ۳۲۸۹، ص: ۷۲۶
(۹) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب باب قول الله تعالىٰ ﴿و يوم حنين إذ أعجبتكم﴾، حدیث نمبر ۳۳۲۰، ص: ۷۳۰
(۱۰) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف، حدیث نمبر ۳۳۲۵، ص: ۷۳۲
(۱۱) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب حجة الوداع، حدیث نمبر ۳۳۹۸، ص: ۷۴۶
(۱۲) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب نزول النبی ا الحجر، حدیث نمبر ۳۴۱۹، ص: ۷۵۲
(۱۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴/ ۱۸ (۱۴) البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۳۳
(۱۵) طبرستان: ؟طبر اور تبر کا لفظ فارسی زبان میں کلہاڑے کو کہتے ہیں اور استان درخت کو کہتے ہیں اس شہر کے ارد گرد کثرت درخت ہونے کی بنا پر اس کا یہ نام پڑا ہے۔ الوزیر، معجم ما استعجم من اسماء البلاد، ص: ۲/ ۱۵۵ (۱۶) ابن الأثیر، أسد الغابة، ص: ۳/ ۳۳۸

آپ فتنہ وفساد سے بالکل کنارہ کش رہے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں کی دھمکی کے باوجود امارت کو قبول نہیں کیا(۱)۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں کس کی خلافت تسلیم کی تھی؟ حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی کیونکہ حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں مسلمانوں کا اختلاف تھا(۲)۔ لیکن امام حاکم نے غسان بن عبدالحمید کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مشروط بیعت کی تھی کہ وہ خانہ جنگی میں شریک نہیں ہوں گے (۳)۔ مؤخر الذکر رائے زیادہ صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتی ہے (۴)۔ حضرت علیؓ کے بعد آپ نے حضرت معاویہؓ کی خلافت تسلیم کر لی اور اس عہد کی بعض جنگوں میں شریک بھی ہوئے (۵)۔ اس کے بعد آپ نے یزید بن معاویہؓ کی بیعت کر لی(۶)۔ مروان کی وفات کے بعد جب عبدالملک بن مروان خلیفہ بنے تو آپ نے تحریری بیعت نامہ بھیج کر ان کی بیعت کر لی(۷)۔

علم وفضل: حضرت ابن عمرؓ کی زندگی زہد وتقویٰ کا نمونہ تھی۔ خود زبانِ رسالت نے ان کو "رجل صالح" کی سند عطا کی(۸)۔

ایک بار خشیت الٰہی سے اتنے روئے کہ داڑھی اور گریبان آنسوؤں سے تر ہو گئے(۹)۔ آپ کی زندگی حیاتِ نبوی کا عکس اور پرتو تھی۔ لوگ کہا کرتے تھے: ''ابن عمرؓ کو پابندی سنت کا والہانہ جنون ہے''(۱۰)۔

آپ صرف عبادات ہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے اتفاقی اور بشری عادات کی بھی پوری طرح اتباع کرتے تھے(۱۱)۔ حضرت ابن عمرؓ کو آنحضرت ﷺ کی صحبت اور حضرت عمرؓ کی تعلیم وتربیت اور ذاتی شغف نے مختلف علوم قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کا بحرِ بیکراں بنا دیا۔

علم تفسیر:

☆ آپ علم تفسیر میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی مجلس میں قرآن کریم کی اس مثال ﴿ألم تر كيف ضرب الله مثلاً كلمة طيبة.........﴾(۱۲) (کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ پاک نے کلمہ کی مثال کیسے بیان کی

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۱/۴ (۲) ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱۸/۵

(۳) الذہبی، تلخیص المستدرک، ص: ۵۵۸/۳

(۴) کیونکہ اگرچہ حضرت علیؓ کی خلافت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق نہیں ہوا تھا تاہم مہاجرین وانصار کی اکثریت آپ کے ساتھ تھی البتہ یہ درست ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے جمل وصفین میں کسی کا ساتھ نہیں دیا اور نہ ہی ان کے ہاتھ سے کسی مسلمان کا خون ہوا اس لئے حضرت علیؓ کا ساتھ نہ دینے پر آخری دم تک متاسف رہے۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۳۸۱/۱

(۵) ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۳۹/۳ (۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۸۳/۴

(۷) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأحکام، باب کیف یبایع الإمام الناس، حدیث نمبر ۷۲۰۳، ص: ۱۲۳۱

(۸) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل أصحاب النبی ا باب مناقب عبداللہ بن عمرؓ، حدیث نمبر ۳۷۴۰، ص: ۶۲۹

(۹) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۶۸/۴ (۱۰) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عمرؓ، ص: ۵۶۱/۳

(۱۱) ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۳۸/۳ ⊛ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۱۰۹/۴ ⊛ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب فی نزول بذی طوی، حدیث نمبر ۱۷۶۹، ص: ۲۸۵

(۱۲) ابراہیم: ۲۴/۱۴

ہے.........) کے بارے میں پوچھا آپ کو اس کے بارے میں علم ہو گیا لیکن اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں آپ خاموش رہے①۔

☆ آپ کو قرآن کریم کا مفہوم و منشاء سمجھنے میں کمال درجے کا ملکہ حاصل تھا②۔ فتنہ کے زمانہ (حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد) میں دو آدمی آپ کے پاس آئے۔ اور کہا سب لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔ آپ حضرت عمرؓ کے بیٹے اور نبی ﷺ کے صحابی ہیں، آپؓ میدان میں کیوں نہیں آتے؟ تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے بھائی کا خون حرام کیا ہے اس لئے میں نہیں نکلتا۔ دونوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وقاتلوهم حتى لا تكون فتنه ....﴾③ (ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے.........)۔ تو آپؓ نے جواب دیا ہم لڑے یہاں تک کہ فتنہ باقی نہیں رہا اور دین اللہ کے لئے ہو گیا اور تم لوگ اس لئے لڑنا چاہتے ہو کہ فتنہ پیدا ہو اور دین غیر اللہ کے لئے ہو جائے④۔

ایک دوسری روایت میں آپؓ نے فرمایا یہ "اس وقت کا حکم ہے جب مسلمان تعداد میں کم تھے اور آدمی اپنے دین میں فتنہ سے دوچار ہوتا تھا (وہ اپنے دین کا اعلان نہیں کر سکتا تھا) اور جب ایسا کرتا تو کفار اسے قتل کر ڈالتے یا ستاتے تھے۔ اب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے اب اس فتنہ کا ڈر نہیں ہے"⑤۔

علم حدیث:

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کا شمار اساطین حفاظ حدیث میں ہے۔ آپ سے نقل کردہ روایات کی تعداد ۱۶۳۰ ہے ان میں سے ۱۷۰ متفق علیہ اور ۸۱ صحیح بخاری اور ۳۱ صحیح مسلم میں ہیں⑥۔ حدیث نبوی حاصل کرنے کی اس قدر جستجو اور شوق تھا کہ اگر کسی وجہ سے غیر حاضری کی وجہ سے آپ ﷺ کے اقوال و افعال کے بارے میں علم نہ ہوتا تو دوسرے صحابہ کرامؓ سے ان کے بارے میں پوچھ لیتے تھے جو آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے⑦۔ جب کسی حدیث کے بارے میں تردد ہوتا یا اس کے بارے میں علم نہ ہوتا تو فوراً آنحضرت ﷺ⑧ یا حدیث کے راوی کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرتے⑨۔

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب سورة ابراهيم عليه السلام، حدیث نمبر ۴۶۹۸، ص: ۸۱۰

② دیکھئے البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزكاة، باب ما أدى زكاته فليس بكنز، حدیث نمبر ۱۴۰۴، ص: ۲۲۶

◉ المالک، الموطا، کتاب الزكاة، باب ما جاء في الكنز، حدیث نمبر ۲۱، ص: ۱۶۷

③ البقرہ: ۲/۱۹۳

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ ﴿وقتلوهم حتى لا تكون فتنة﴾ حدیث نمبر ۴۵۱۳، ص: ۷۶۷

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ ﴿وقتلوهم حتى لا تكون فتنة﴾ حدیث نمبر ۴۵۱۴، ص: ۷۶۷

⑥ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۱۷۵

⑦ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۴/۱۰۹

⑧ المسلم، الصحیح، کتاب صلوٰة المسافرين و قصرها، باب، ص: ۲۷۹

⑨ المسلم، الصحیح، کتاب المساقاة، باب الربا، حدیث نمبر ۴۰۵۵، ص: ۶۹۱

اکابر علماء پیچیدہ اور مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ سعیدؒ بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے لعان کے متعلق مجھ سے سوال کیا جس کے بارے میں مجھے علم نہ تھا۔ چنانچہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے دریافت کیا(۱)۔

آپ لوگوں کے گھر جا کر حدیث سنایا کرتے تھے(۲)۔ لیکن حدیث کی اس قدر اشاعت کے باوجود آپ حدیث بیان کرنے میں بے حد محتاط واقع ہوئے تھے۔ محمد بن علی بیان کرتے ہیں:

> ''صحابہؓ کی جماعت میں ابن عمرؓ سے زیادہ حدیث بیان کرنے میں کوئی محتاط نہیں تھا وہ حدیث میں کمی و بیشی سے بہت ڈرتے تھے''(۳)۔

سعید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ: ''حدیث میں ابن عمرؓ سے زیادہ محتاط شخص میں نے نہیں دیکھا''(۴)۔ آپ حدیث کے الفاظ میں ذرا بھر تغیر پسند نہیں کرتے تھے(۵)۔

فقہ:

حضرت ابن عمرؓ کو تفقہ فی الدین میں درجہ کمال حاصل تھا آپ کی ساری عمر علم و افتاء میں گذاری آپ مدینہ کے مشہور مفتی تھے(۶)۔ فقہ مالکی کا تمام دارومدار آپ کے فتویٰ پر ہے(۷)۔ اس لئے امام مالک فرماتے تھے ''ابن عمرؓ ائمہ دین میں سے تھے''(۸)۔ امام ابن حزم کا قول ہے ''اگر حضرت ابن عمرؓ کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے''(۹)۔

فتاویٰ: حضرت ابن عمرؓ کو فقہ میں کمال درجہ حاصل ہونے کے باوجود فتاویٰ میں بہت محتاط تھے۔

حافظ ابن عبد البر بیان کرتے ہیں:

> ''ابن عمرؓ اپنے فتاویٰ اور اعمال میں نہایت محتاط تھے اور خوب سوچ سمجھ کر کہتے اور کرتے''(۱۰)۔

آپ کو اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہوتا تو نہایت بے باکی کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کر دیتے(۱۱)۔

حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے:

> ''مجھ کو ابن عمرؓ پر تعجب آتا ہے کہ جس چیز میں ان کو ذرا بھی شک ہوتا ہے خاموش رہتے ہیں اور مستفتی کو واپس کر دیتے ہیں''(۱۲)۔

آپ کو اگر فتویٰ دینے کے بعد غلطی معلوم ہوتی تو پہلے فتویٰ سے رجوع کر لیتے تھے(۱۳)۔

---

(۱) المسلم، الصحیح، کتاب اللعان، حدیث نمبر ۳۷۴۷، ص: ۶۳۹
(۲) ابن حنبل، المسند، ص: ۱۵۴/۲
(۳) الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۹/۱
(۴) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر عبداللہ بن عمر، ص: ۵۶۰/۳
(۵) ابن حنبل، المسند، ص: ۳۲/۲
(۶) ابن القیم، اعلام الموقعین، ص: ۲۹/۱
(۷) الدھلوی، مقدمہ مسوی، ص: ۱۲
(۸) ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص: ۳۳۱/۵
(۹) ابن القیم، اعلام الموقعین، ص: ۳۱/۱
(۱۰) ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۳۸۰/۱
(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۶۸/۴
(۱۲) الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۹/۱
(۱۳) المالک، الموطا، کتاب الصید، باب ماجاء فی صید البحر، حدیث نمبر ۹، ص: ۴۰/۲

امثلہ:

۱۔ آپؓ سے پوچھا گیا کہ اگر حاملہ عورت پر روزہ گراں ہو یا اس سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو وہ روزہ رکھے یا افطار کرے۔ آپؓ نے فرمایا کہ افطار کرلے اور روزہ کے عوض روزانہ ایک مد (۱) گیہوں مسکین کو دیدے (۲)۔

۲۔ آپؓ کے نزدیک سونے کے وہ زیورات' جو عورت کے استعمال میں ہوں' ان میں زکوۃ نہیں ہے۔ چنانچہ آپؓ اپنی لڑکیوں کو سونے کے زیورات پہناتے اور ان کی زکوۃ نہیں دیتے تھے (۳)۔

۳۔ آپؓ کی رائے تھی کہ اگر شکاری کتے نے شکار کا کوئی حصہ خود نہیں کھایا ہے۔ تو خواہ وہ شکار مردہ ملے یا زندہ، دونوں صورتوں میں کھایا جاسکتا ہے (۴)۔

☆ قیاس و اجتھاد: آپؓ قیاس اور اجتہاد سے بھی کام لیتے تھے (۵)۔ امام ابن شہاب زہریؒ نے اپنے شاگرد امام مالکؒ کو ہدایت کی تھی کہ ابن عمرؓ کے مقابلہ میں کسی کی رائے کو ترجیح نہ دینا۔ وہ آنحضرت ﷺ کے بعد ساٹھ برس زندہ رہے، اس لئے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی کوئی بات ان سے پوشیدہ نہیں تھی (۶)۔

امام زین العابدین فرماتے ہیں: "ابن عمرؓ بڑے صائب الرائے تھے" (۷)۔

بعض ائمہ کا قول ہے: "جس نے ابن عمرؓ کے قول کو اختیار کیا۔ اس نے پھر تلاش و تفحص کے لئے کچھ نہیں چھوڑا" (۸)۔

وفات: ۷۳ھ میں تراسی (۸۳) برس کی عمر میں وفات پائی۔ حج کے زمانہ میں ایک شخص کے نیزہ کی نوک' جو زہر میں بجھی ہوئی تھی' آپؓ کے پاؤں میں چبھ گئی اور زخم جسم میں سرایت کرگیا۔ یہی زخم آپؓ کی موت کا سبب بنا۔ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں تھا' بلکہ حجاج کے اشارہ سے آپ کو زخمی کیا گیا۔ حجاج نے ایسا کیوں کیا؟ مصادر میں اس کے بارے میں مختلف واقعات کا تذکرہ ملتا ہے (۹)۔

......☆......☆......

(۱) مد: عہد نبوی میں رائج ماپ کے مختلف پیمانوں میں سے ایک ہے۔ مد کی تعیین و تقدیر میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک مد (حجازی) کا اعشاری وزن 524.880 گرام ہوتا ہے۔ ابن الأثیر، النهایه فی غریب الحدیث، ص:۳/۳۰۸

(۲) المالک، المؤطا، کتاب الصیام، باب فدیة من أفطر فی رمضان من علة، حدیث نمبر۵۲، ص:۱/۲۰۳

(۳) المالک، المؤطا، کتاب الزکاة، باب مالا زکاة فیه من الحلی والتبر والعنبر، حدیث نمبر۱۰، ص:۱/۱۹۳

(۴) المالک، المؤطا، کتاب الصید، باب ماجاء فی صید المعلمات، حدیث نمبر۵، ص:۲/۳۹

حضرت ابن عمرؓ کے دیگر فتاویٰ دیکھئے، المالک، المؤطا، کتاب الطلاق، باب ما یبین من التملیك، حدیث نمبر۱۰، ص:۲/۷۹

◉ کتاب البیوع، باب بیع الذهب بالفضة تبراً وعیناً، حدیث نمبر۳۱، ص:۱۳۲

(۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۹

(۶) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۹/۷

(۷) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابه، ذکر عبداللّٰه بن عمرؓ، ص:۳/۵۶۰

(۸) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۹

(۹) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابه، ذکر عبداللّٰه بن عمرؓ، ص:۳/۵۵۶ ◉ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۵/۳۳۰

◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۴/۱۸۷ ◉ ابن الأثیر، أسد الغابة، ص:۳/۳۳۹

۸۔ حضرت ابو سعید خدریؓ (م ۷۴ھ) *

نام ونسب: آپؓ کا نام سعد بن مالک اور کنیت ابوسعد ہے۔ خدرہ خاندان سے تعلق ہونے کی وجہ سے خدری کہلائے۔ آپ انصار کے مشہور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے (۱)۔

ابتدائی حالات: آپؓ ہجرت سے ایک سال قبل پیدا ہوئے۔ مدینہ میں جب تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری ہوا، آپ کے والد اور والدہ دونوں نے اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا۔ اس لئے ابوسعیدؓ نے مسلمان ماں باپ کے دامن میں تربیت پائی (۲)۔ آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر میں بھرپور حصہ لیا (۳)۔

غزوات: غزوہ احد میں آپؓ کی عمر تیرہ برس تھی، اس لئے آنحضرت ﷺ نے کمسن خیال کر کے انہیں واپس کر دیا (۴)۔ اس کے بعد غزوۂ بنی المصطلق میں شریک ہوئے (۵)۔ ان غزوات کے علاوہ حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک اور اوطاس وغیرہ میں بھی آپؓ کی شرکت کا پتہ چلتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ کو عہد رسالت کے بارہ غزوات میں شرکت کرنے کا شرف حاصل ہے (۶)۔

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے:

ابن معین، التاریخ، ص: ۱۹۳/۲ ◉ ابن شیبہ، المصنف، ص: ۱۳ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۱۷۱

◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۹۶ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص: ۲۹۱، ۴۲۹ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۰۳/۱

◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۴۴/۴ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۱۶۶/۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۲۶۸

◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۵۴۸/۳ ◉ الدولابی، الکنی والاسماء، ص: ۳۴/۱ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۵۰۵/۳

◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۹۳/۴ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۹۳/۷ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۱۵۰/۳، ۱۵۱

◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۵۱/۴ ◉ الحاکم، الاسامی والکنی، ص: ۲۱۶ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۶۹/۱، ۳۷۱

◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۳۶۲ ◉ الخطیب، التاریخ، ص: ۱۸۰/۱ ◉ السمعانی، الانساب، : ۵۸/۵

◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱۵۸/۱

◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۱۱۰/۶ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲۳۷/۲ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۰۳/۷

◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۲۰/۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۴/۱ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۵۳/۱

◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۶۸/۳ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۸۳/۱ ◉ الذہبی الکاشف، ص: ۳۳۰/۱

◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۴۸/۱۵ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱۵۵/۱ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۳/۹

◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲۸۹/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۷۹/۳ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱۹۲/۱

◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۱۵ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۸۱/۱

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۱/۱ (۲) المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۰۳/۷

(۳) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۳

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۷۹/۳

(۵) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ بنی المصطلق، حدیث نمبر ۴۱۳۸، ص: ۷۰۱

(۶) ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۸۵/۳ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۴۷۹/۳

ایک سریہ میں آپؓ امیر تھے، قبیلہ کے سردار جس کو بچھو نے کاٹا تھا، وہ آپ کی جھاڑ سے اچھا ہو گیا۔ اور اس نے بطور اجرت تیس بکریاں آپؓ کی نذر کیں ①۔ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جنگ نہروان میں شریک ہوئے ②۔ آپ نے حضرت حسینؓ کو دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح کوفہ جانے سے روکا تھا③۔ ۶۳ھ میں آپ نے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی بیعت کی اور واقعہ حرہ کے وقت آپ پہاڑ کے ایک کھوہ میں چلے گئے تھے ④۔

علم و فضل: حضرت ابو سعید خدریؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے ⑤۔ آپؓ ایک عرصہ تک منصب قضاء پر فائز رہے ⑥۔ آپؓ کے حلقہ درس میں بے شمار لوگ حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے ⑦۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے ایک شخص سے، جس نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے یہ حدیث سنی تھی، حدیث سماعت کی۔ حضرت ابن عمرؓ اس شخص کو آپؓ کے پاس لے کر گئے اور پوچھا کہ کیا اس شخص نے فلاں حدیث آپؓ سے سنی ہے اور وہ حدیث آپ نے آنحضرت ﷺ سے سنی تھی تو آپؓ نے فرمایا: ''ہاں میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا''⑧۔ آپؓ حدیث کے بیان میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے ⑨۔ اوقات تدریس کے علاوہ بھی حدیث کی تعلیم دینے میں کوشاں رہتے تھے ⑩۔

مرویات: آپؓ کو کثرت سے احادیث یاد تھیں، آپؓ کی مرویات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے ⑪۔

وفات: ۷۴ھ میں آپ نے ۸۶ برس کی عمر میں وفات پائی ⑫۔

☆......☆

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الإجارہ، باب ما یعطی فی الرقیۃ، حدیث نمبر ۲۲۷۶، ص: ۳۶۳
② ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۵۶
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۴
④ ابن حجر، الإصابۃ، ص: ۳/۸۵
⑤ ابن حجر، الإصابۃ، ص: ۳/۸۵
⑥ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۴
⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۳۵
⑧ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۴، ۹۱
⑨ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۲۹
⑩ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۹۰
⑪ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۳۵
⑫ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۷۹

۹۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ (م ۷۸ ھ)*

نام ونسب: آپ کا نام جابر بن عبداللہ اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ قبیلہ خزرج سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے: جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ قبل از ہجرت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ہمراہ ایمان لائے (۲)۔ آپ کے والد عبداللہؓ بن عمرو جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ مشرکین نے ان کا مثلہ کر دیا تھا (۳)۔ آپ پر بہت قرض تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے تقسیم کے مال سے ادا کیا (۴)۔ آپ نے غزوہ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کی دعوت کا انتظام کیا (۵)۔

غزوات: حضرت جابرؓ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ انیس غزوات میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کی (۶)۔ امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ "حضرت جابرؓ غزوہ بدر کے دن لوگوں کو پانی پلاتے تھے" (۷)۔ آپ نے غزوۂ ذات الرقاع (۸)، غزوہ خندق (۹)، غزوہ بنی المصطلق (۱۰)، غزوہ انمار (۱۱)، غزوہ حدیبیہ (۱۲) اور اس کے بعد کے غزوات حنین، تبوک اور حجۃ الوداع میں شرکت فرمائی (۱۳)۔ جنگ

• سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے۔

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵۷۴/۳ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۷۵/۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۷۳، ۳۶۵
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۰۲ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص: ۳۰۲ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۹۳
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۰۷/۲ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۹۳ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ۱۸۹/۱
◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۱۱۲/۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۶۲ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳۷۶/۳
◉ البلاذری، أنساب الاشراف، ص: ۱/ ۲۳۶، ۳/ ۳۲۸ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۲۰۳/۱۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴۹۲/۲
◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۱۹۵۲، ۲۰۳۰ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۳۵۹ ◉ ابونعیم، معرفۃ الصحابہ، ص: ۳۳۸/۱
◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۷۲/۱ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۱۶۵/۲ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ق ۱ ج ۱/ ۱۴۲
◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۲۹۱/۳ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱۰۶/۱ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۸۹/۳
◉ الذہبی، العبر، ص: ۸۹/۱ ◉ الذہبی الکاشف، ص: ۲۸۷/۱ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱۵۸/۱
◉ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ، ص: ۲۲/۹ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۵۱ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱۲۲/۱
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۲/۲ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۵۰ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۸۱/۱

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۷/۱ ◉ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۲۲۲/۱ (۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۷/۱

(۳) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب، حدیث نمبر ۱۲۹۳، ص: ۲۰۷ (۴) ابن حنبل، المسند، ۳/ ۲۹۷، ۳۰۳
◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا، حدیث نمبر ۴۰۵۳، ص: ۶۸۶

(۵) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق، حدیث نمبر ۴۱۰۱، ص: ۶۹۵ (۶) ابن حنبل، المسند، ص: ۳۲۹/۳

(۷) ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲۲۲/۱ (۸) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة ذات الرقاع، حدیث نمبر ۴۱۲۵، ص: ۶۹۹

(۹) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق، حدیث نمبر ۴۱۰۱، ص: ۶۹۵

(۱۰) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة بنی المصطلق، حدیث نمبر ۴۱۳۹، ص: ۷۰۱

(۱۱) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة انمار، حدیث نمبر ۴۱۴۰، ص: ۷۰۱

(۱۲) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوه حدیبیه، حدیث نمبر ۴۱۴۷، ص: ۷۰۵ (۱۳) ابن حنبل، المسند، ص: ۳/ ۳۳۹، ۳۱، ۲۹۲

صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے شریک تھے ①۔

علم و فضل: آپ کا بیان ہے جس رات آنحضرت ﷺ نے مجھ سے اونٹ خریدا، اس رات میرے لئے پچیس مرتبہ آپ ﷺ نے دعائے مغفرت فرمائی②۔ آپ نے بہت سی احادیث آنحضرت ﷺ سے براہ راست سنی تھیں۔ بعد ازاں صحابہ کرامؓ سے بھی سماع کیا③۔

آپ نے صرف ایک حدیث کی سماعت کی خاطر مدینہ سے شام کا سفر کیا④۔ اس طرح امیر مصر مسلمہ بن مخلد سے حدیث کی اجازت لینے کے لئے مصر کا سفر کیا⑤۔ لوگ آپ سے مختلف مسائل دریافت کیا کرتے تھے ⑥۔

مرویات: آپ کی مرویات کی تعداد ۱۵۶۰ ہے⑦۔

وفات: حضرت جابرؓ نے ۷۴ھ میں ۹۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔ انتقال کے وقت آپ نے وصیت کی تھی کہ حجاج جنازہ نہ پڑھائے۔ اس لئے حضرت عثمانؓ کے بیٹے ابانؒ نے نماز پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کا قول بیان کیا ہے کہ حجاج نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی⑧۔

☆......☆

---

① ابن الأثیر، أسد الغابۃ، ص:۱/۳۴۸

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب شراء الدواب، حدیث نمبر۲۰۹۷، ص: ۳۳۷

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۴۲

④ ابن حجر، فتح الباری، ص:۱/۱۵۹

⑤ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۵۷

⑥ ابن حنبل، المسند، ص:۳/۳۲۹

⑦ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۵۹

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۴۳

۱۰۔ حضرت انسؓ بن مالک (م ۹۳ ھ)*

نام ونسب: آپ کا نام انسؓ بن مالک، کنیت ابوحمزہ اور لقب خادمِ رسول ﷺ تھا، آپ قبیلہ نجار سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ انسؓ بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام۔ والدہ کا نام ام سلیم سہلہؓ بنت ملحان انصاریہ ہے، جو رشتہ میں آنحضرت ﷺ کی خالہ تھیں ①۔

ابتدائی حالات: حضرت انسؓ ہجرت نبوی سے دس برس قبل یثرب میں پیدا ہوئے ②۔ حضرت انسؓ کی عمر آٹھ یا نو برس کی تھی کہ مدینہ میں اسلام کی صدا بلند ہوئی۔ آپ کا قبیلہ بنونجار آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے قبل اسلام قبول کر چکا تھا، آپ کی والدہ نے بھی عقبہ ثانیہ سے پیشتر دینِ اسلام اختیار کرلیا تھا۔ آپ کے والد مالک بن نضر بیوی کے اسلام لانے پر برہم ہوکر شام چلے گئے۔ چنانچہ آپ کی والدہ نے ابوطلحہؓ سے اس شرط پر نکاح کرلیا کہ وہ بھی اسلام قبول کریں۔ چنانچہ وہ عقبہ ثانیہ میں آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام لے آئے ③۔

آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ کے والد ابوطلحہؓ آپ کو آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ انسؓ کو اپنی غلامی میں لے لیجئے جسے آپ ﷺ نے منظور فرمالیا چنانچہ حضرت انسؓ بن مالک نے آنحضرت ﷺ کی دس برس تک خدمت کی ④۔

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے۔

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۷ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۴۳ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۰۶
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۹۱، ۶ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص: ۳۰۱ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۰۳
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲/۲۷ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۲/۸۱۹ ◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۱/۴۳۶
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۷۲ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۵۰۶ ◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱/۶۱۹
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۲۷۲ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱۰/۱۸۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۲۸۶
◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۷/۱۰۰ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۱۷۵۶ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۳/۴
◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۳/۴۱ ◉ الحاکم، الاسامی والکنی، ص: ۱۳۹
◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۳۵۱ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱/۳۵، ۳۶
◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۱۲۷ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۱/۸۰ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۳/۳۵۳
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۳۳۹ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۶۳ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۳۹۵
◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۱۰۷ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱/۲۵۶ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۹/۴۱۱
◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۱۸۲ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۹۵ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۲/۲۹
◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۱۷۲ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۸۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۷۶
◉ ابن تغری، النجوم الزاہرہ، ص: ۲/۲۲۳ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۳۵ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۰۰

① ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۷ ② الذہبی، تاریخ اسلام، ص: ۳/۳۳۹
③ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۳۹۵
④ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۹

غزوات: غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں حضرت انسؓ کی عمر بارہ تیرہ برس کی تھی، اس کم سنی کی عمر میں بھی آپؓ مجاہدین اسلام کے پہلو میں شریک رہے، اس کے بعد بیعت رضوان، غزوہ خیبر، فتح مکہ، غزوۂ حنین، طائف، اور حجۃ الوداع وغیرہ میں شریک ہوئے①۔ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں آپ بحرین کے عامل رہے②۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ہونے والی تمام جنگوں میں برابر شریک رہے، معرکہ تستر میں آپ پیدل فوج کے افسر اعلیٰ تھے③۔ حضرت عثمانؓ کے عہد حکومت کے آخری دور میں (زمانہ فتنہ) میں آپ نصرت دین اور تائید اسلام کے لئے مسلسل کوشاں رہے، بعد ازاں حضرت علیؓ کے زمانے میں ہونے والی جنگوں میں بالکل الگ رہے④۔

علم و فضل: آنحضرت ﷺ نے آپ کے لئے دعا فرمائی تھی:

((اللهم اكثر ماله وولده و بارك له فيه))⑤

(اے اللہ اس کے مال واولاد میں زیادتی فرما انہیں اس میں برکت دے)۔

آپ ﷺ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ حضرت انسؓ کثیر مال واولاد کے مالک ہوئے۔ ان کی اولاد سو سے تجاوز کر گئی تھی⑥۔

آپ نے حدیث کی نشر و اشاعت میں نمایاں خدمت سر انجام دیں۔ بصرہ کی جامعہ میں آپ کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا، دور دراز سے طلباء حاضر ہو کر کسب فیض حاصل کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ تھی⑦۔

مرویات کی تعداد: آپ کا شمار مکثرین صحابہؓ میں سے ہوتا ہے۔ آپ سے (۱۲۶۴) روایات مروی ہیں۔ جن میں ۲۸ روایات متفق علیہ میں، ۸۰ روایات صحیح بخاری میں اور ۷۰ روایات صحیح مسلم میں ہیں⑧۔

وفات: آپ نے ۹۳ھ کو وفات پائی⑨۔

......☆......☆......

---

① ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۱/۳۷۷

② ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۱/۳۷۸

③ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۱/۳۷۸

④ ابن حجر، الاصابہ، ص:۱/۷۱

⑤ المسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضل انسؓ بن مالك، حدیث نمبر ۶۳۷۵، ص:۱۰۹۱

⑥ المسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضل انسؓ بن مالك، حدیث نمبر ۶۳۷۶، ص:۱۰۹۲

⑦ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۱/۳۷۶

⑧ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۴۰ ◉ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۴۵

⑨ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۵۰

بحث ثانی

تعارفِ تابعین کرام

ا۔ ابو العالیہ الریاحیؒ (م ۹۳ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام رُفیع بن مہران ہے۔ اور کنیت ابو العالیہ ہے اور اسی سے مشہور ہیں۔ بنو تمیم کے قبیلہ بنو ریاح کی ایک عورت کے غلام تھے اس نسبت سے ریاحی کہلاتے ہیں①۔

ابتدائی حالات: آپ نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ لیکن عہد نبوی میں شرف اسلام سے محروم رہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے دو برس بعد آپ نے اسلام قبول کیا②۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول اسلام کے بعد عرصہ تک غلامی میں رہے پھر ان کی مالکہ نے انہیں آزاد کر دیا③۔

آپ نے ممتاز صحابہ کرامؓ سے قرآن کریم پڑھا اور علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے بے شمار تلامذہ نے کسب فیض کیا④۔

علم وفضل: ابو القاسم طبری کا بیان ہے۔ ''ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے''⑤۔ قرآن کریم کے بہت بڑے عالم تھے حضرت ابوبکر بن داؤد کا بیان ہے ''صحابہؓ کے بعد ابو العالیہ ریاحی سے بڑھ کر کوئی عالم قرآن کوئی نہیں تھا''⑥۔ ابن العماد الحنبلی نے انہیں ''مفسر قرآن''⑦ اور ابن سعد نے انہیں ''کثیر الحدیث'' لکھا ہے⑧۔ آپ نے کبار صحابہ کرامؓ سے حدیث کا علم حاصل کیا⑨۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۱۲ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۱۶۶ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۰۲
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳/۳۲۶ ◉ البخاری، کتاب الکنی، ص: ۸۹ ◉ المسلم، الکنی والاسماء، ص: ۱/۶۳۱
◉ ابو زرعۃ، التاریخ، ص: ۱/۴۰۲ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۵۳ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۲۳۷
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۵۱۰ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۴/۲۳۹ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۹۵
◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲/۲۱۷ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۵۲۸ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۲۵۱
◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۱۳/۱۹۲ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ۳/۳۱۹ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۶۱
◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۶۳ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴/۲۰۷ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۱۰۸
◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱/۳۳۲ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۵۴ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۴/۱۳۸
◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۹۹ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۲۸۴ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۲۵۲
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۸۴ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۷/۲۱۷ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۲۳
◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب ص: ۱۱۹ ◉ الداؤدی، طبقات المفسرین، ص: ۱/۱۷۲ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۸۹

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ص: ۱/۶۱
② النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۶۱
③ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۱۲
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۸۴ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۶۱
⑤ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۲۵۱
⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۵۴
⑦ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۸۹
⑧ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۱۷
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۸۴ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۵۴

آپ اخذ حدیث میں بہت محتاط واقع ہوئے تھے ①۔ آپ کے پاس فقہی ابواب پر مرتب ایک مجموعۂ احادیث تھا②۔

آپ کو شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا، ابوعلی قالی نے آپ کے اشعار نقل کیے ہیں③۔

علمی کمالات کی بدولت صحابہ کرامؓ آپ کی عزت کیا کرتے تھے حضرت ابن عباسؓ انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے تھے④۔

اخلاق و عادات: آپ علم کے ساتھ ساتھ انتہا درجہ کے عبادت گذار تھے، کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے⑤۔ اور بڑے فیاض اور سخی تھے۔ ابن سعد نے نقل کیا ہے:

"فأوصى ابو العالية بماله كله"⑥

ابو العالیہ نے اپنا کل مال (اللہ کی راہ میں) وقف کرنے کی وصیت فرمائی۔

آپ رہبانیت سے اتنا اجتناب کرتے کہ راہبانہ لباس تک پسند نہ کرتے تھے۔ طبعاً نہایت سادہ مزاج اور بے تکلف تھے⑦۔

خانہ جنگی سے انتہا درجے کا احتراز کیا۔ آپؒ کے زمانہ میں صفین وغیرہ بڑی بڑی جنگیں ہوئیں مگر آپ نے دلیری و شجاعت کے باوجود کسی میں حصہ نہیں لیا⑧۔

وفات: آپ نے ۹۳ھ میں وفات پائی⑨۔

① ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۱۳
② تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۵
③ القالی، الامالی، ص: ۲/۱۵۹
④ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۵۳ ● ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۱۴
⑤ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۱۳
⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۷/۱۱۲
⑦ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۷/۱۱۵
⑧ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۷/۱۱۵
⑨ الذھبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۱/۵۳ ● ابن العماد، شذرات الذھب، ص: ۱/۱۰۲

۲۔ سعید بن المسیّب (م ۹۳ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام سعید بن مسیب اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کے والد مسیب بن حزن قریش کے قبیلہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتے تھے[۱]۔

ابتدائی حالات: آپ حضرت عمرؓ کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے دو سال بعد پیدا ہوئے[۲]۔ خلافت راشدہ کے آخری دور میں آپ چونکہ بالکل کم سن تھے اس لئے اس عہد میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا حضرت معاویہؓ کے عہد میں آپ تحصیل علم کے بعد مسند علم وافتاء پر بیٹھ چکے تھے[۳]۔

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی خلافت سے اختلاف کیا۔ اور عبدالملک بن مروان کے عہد میں ولید اور سلیمان کی ولی عہد کی بیعت سے انکار کیا۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو بے شمار مصائب کا سامنا کرنا پڑا[۴]۔

آپ نے کبار صحابہ کرامؓ سے کسب علم کیا اور آپ سے کثیر جماعت نے علم حاصل کیا[۵]۔

علم وفضل: آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے آپ فقہائے مدینہ میں سے تھے[۶]۔ امام نوویؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے "سعید بن مسیب مدینہ کے ایک مفتی ہیں"[۷]۔

ان کی امامت وجلالت، علمی فضیلت اور جملہ اعمال خیر میں ان کے معاصرین پر ان کی برتری پر تمام علماء کا اتفاق ہے[۸]۔

آپؓ کے بے شمار فضائل ہیں[۹]۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

◉ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۱۳۷۹/۲ ◉ ابن معین، التاریخ، ص:۲۰۷/۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص:۳۰۶
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص:۲۴۴ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۵۱۰/۳ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۴۳۷
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۴۶۸/۱ ◉ الدولابی، الکنی والأسماء، ص:۹۶/۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۵۹/۴
◉ ابن حبان مشاہیر علماء الامصار، ص:۶۳ ◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص:۱۶۱/۲ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص:۲۴
◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص:۷۹/۲ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۲۱۹/۲ ◉ المزی، تحفۃ الأشراف، ص:۲۰۵/۱۳
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۱۸۸/۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۵۴/۱ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص:۶۵/۱
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۲۱۷/۴ ◉ الذہبی، العبر، ص:۱۱۰/۱ ◉ الذہبی، الکاشف، ص:۲۹۶/۱
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص:۲۶۲/۱۵ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۱۰۶/۹ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص:۸۸
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۳۰۵/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸۴/۴ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص:۲۲۸/۱
◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص:۱۷ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص:۱۴۳ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱۰۲/۱

۱. الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۵۴/۱
۲. الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۴۷/۱
۳. ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۳۷۹/۲
۴. ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۹۰/۵
۵. الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۴۷/۱
۶. الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۵۴/۱
۷. ابن القیم، اعلام الموقعین، ص:۲۵/۱
۸. النووی، تہذیب الأسماء، ص:۲۲۰/۱
۹. الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۵۴/۱ ◉ النووی، تہذیب الأسماء ص:۲۲۰/۱ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۳۸۱/۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸۴/۴

ابن العماد لکھتے ہیں کہ ''ان کی ذات میں حدیث، تفسیر، فقہ، زہد و ورع اور عبادت، جملہ علمی اور عملی کمالات جمع تھے (۱)۔

آپ قرآن کی تفسیر و تأویل میں کمال شدت اور احتیاط سے کام لیتے تھے (۲)۔ آپ کو شیخین کے فیصلوں سے پوری واقفیت تھی (۳)۔ حدیث رسول ﷺ کا انہیں خاص ذوق تھا۔ اس کے لیے آپ کئی کئی دن و رات سفر کرتے تھے (۴)۔ حضرت ابو ہریرہؓ چونکہ ان کے خسر تھے اس لئے ان کی مرویات کا بڑا حصہ انہی کی احادیث پر مشتمل ہے (۵)۔ محدثین اور ارباب فن کے نزدیک ان کی مرویات کا پایا اتنا بلند تھا کہ امام احمدؒ بن حنبل ان کی مرسلات کو بھی صحاح کا درجہ دیتے تھے (۶)۔ یحییٰؒ بن معین ان کی مرسلات کو حسن بصری کی مرسلات پر فوقیت دیتے تھے (۷)۔ علیؒ بن مدینی کہتے تھے ''کسی مسئلہ میں سعیدؒ بن مسیب کا صرف یہ کہہ دینا کہ اس بارے میں سنت موجود ہے، کافی ہے'' (۸)۔ آپؒ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا (۹)۔

اخلاق و عادات: آپؒ طبعاً بڑے عزم اور صلح پسند تھے (۱۰)۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں ''سعیدؒ بن مسیب بڑے حق گو تھے'' (۱۱)۔ بڑے زاہد اور عبادت گذار تھے، ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ ''ابن مسیبؒ فقہ، دینداری، زہد و ورع، عبادت و ریاضت جملہ فضائل میں سادات تابعین میں سے تھے (۱۲)۔ آپؒ کثرت سے حج اور روزے رکھتے تھے (۱۳)۔

آپؒ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے تھے۔ محرمات الٰہی کا بے حد احترام کرتے تھے۔ انبیاء و رسل کے نام پر اپنے لڑکوں کے نام رکھنا پسند نہیں کرتے تھے (۱۴)۔

وفات: آپ نے ۹۱ھ یا ۹۳ھ میں وفات پائی (۱۵)۔

☆......☆

---

(۱) ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۰۳
(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۳۸۱
(۳) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۵۵ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۸۶
(۴) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۳۸۱
(۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۳۸۰
(۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۷
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۸۶
(۸) النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۲۲۰
(۹) تفصیل کیلئے دیکھیے صفحہ نمبر: ۲۵۶
(۱۰) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۳۸۱
(۱۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۵۵
(۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۸۷
(۱۳) ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۱۳۰
(۱۴) ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۱۳۰
(۱۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۵۶

۳۔ عامر بن شراحیل شعبی (م ۱۰۳ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام عامر بن شرحبیل اور کنیت ابوعمر ہے۔قبیلہ شعبی سے نسبت کی وجہ سے شعبی کہلاتے تھے،لیکن شہرت کی وجہ سے اس نسبت نے لقب کی حیثیت اختیار کر لی۔نسب نامہ یہ ہے۔ بنی حسان بن عمرو بن قیس بن معاویۃ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن غوث بن قطن بن عریب ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۱۹ھ میں حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی ②۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو اس وقت صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی جماعت موجود تھی آپ کو پانچ سو صحابہؓ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔اور ان میں سے اڑتالیس سے کسب فیض کیا ③۔

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی خدمت میں آٹھ دس ماہ تک مستقل قیام کیا اور ان سے فیض یاب ہوئے ④۔اس کے علاوہ تابعین کی بڑی جماعت سے سماع حدیث کیا ⑤۔عہد بنوامیہ میں آپ مختلف عہدوں پر مامور رہے۔حجاج نے آپ کو ان کے قبیلہ کا امام بنایا۔سرکاری وفود میں آپ کو عبدالملک کے پاس بھیجتا تھا۔آپ کے فہم وتدبر کی وجہ سے عبدالملک بعض اہم خدمات آپ کے سپرد کرتا اور سفیر بنا کر مختلف مقامات پر بھیجتا ⑥۔لیکن اموی حکومت کے ساتھ ان کے روابط زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکے۔ابن اشعث کے ہنگامہ کے زمانہ میں امام شعبی نے اس کا ساتھ دیا ⑦۔آپ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد حکومت میں کوفہ کے منصب قضاء پر فائز رہے ⑧۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۴۶ ◉ ابن معین، التاریخ، ص:۲/۲۸۵ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص:۱۳۹، ۳۳۰

◉ ابن خیاط، الطبقات، ص:۱۵۶ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۱۱۵، ۱۲۰ ◉ البخاری، الکبیر، ص:۶/۴۵۰

◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص:۲۴۳ ◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص:۳/۲۰۳ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۱۵۳، ۳۹۵

◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۱/۴۳۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۶/۳۲۲ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص:۳/۳۱۲

◉ ابن عدی، الکامل، ص:۵/۴۴ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۴/۳۱۰ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:۴۳۳

◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۲۲۷ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص:۸۱ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص:۱/۳۷۷

◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص:۳۸ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص:۳/۷۵ ◉ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص:۳/۶

◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص:۱۳/۳۳۲ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص:۹/۳۳۹ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۷۹

◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۳/۱۳۰ ◉ الذہبی، العبر، ص:۱/۱۲۷ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص:۴/۲۹۴

◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص:۱۶/۵۸۷ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص:۱/۲۱۵ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۹/۲۳۰

◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص:۱۰۵ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص:۱/۳۵۰ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۱/۳۸۷

◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۶۵ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص:۱/۲۳۹ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص:۳۲

◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص:۱۸۳ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۱۲۶

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۷۹

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۴۸

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۶۷

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۴۸

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۶۹

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۴۹ ◉ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص:۳/۶

⑦ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۹/۲۳۷

⑧ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۹/۲۳۷

علم و فضل: آپؒ اپنے زمانہ کے امام تھے۔ قرآن کریم کے ممتاز قاری تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، مغازی، ریاضی اور ادب و شاعری میں یکساں دسترس حاصل تھی (۱)۔

امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں:

''کامل عالم تین ہیں، ابن عباسؓ اپنے زمانہ میں، شعبیؒ اپنے زمانہ میں اور سفیان ثوریؒ اپنے زمانہ میں (۲)۔

امام مکحولؒ کا بیان ہے:

''میں نے شعبیؒ سے زیادہ سنت ماضیہ کا عالم نہیں دیکھا'' (۳)

عاصم احول کہتے ہیں۔

''میں نے امام شعبیؒ سے بڑھ کر اہل کوفہ، اہل بصرہ اور اہل حجاز کی حدیث جاننے والا کوئی نہیں دیکھا'' (۴)

ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں:

''شعبیؒ تو فن حدیث میں ماہر ہیں اور ابراہیمؒ قیاس سے کام لیتے ہیں'' (۵)

امام ابراہیم نخعیؒ آپ کے تفقہ کے قائل تھے جو مسئلہ ان کو معلوم نہ ہوتا۔ ان سے پوچھ لیتے تھے (۶)۔

آپ کا فقہی ملکہ اس قدر مسلّم تھا کہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہی مسند افتاء پر بیٹھ گئے تھے (۷)۔

غرض کہ آپ کے عہد کے تمام بڑے بڑے ائمہ میں آپ کی علمی منزلت مسلّم تھی۔

اخلاق و عادات: علمی کمال کے ساتھ ساتھ سراپا خشیت الٰہی سے متصف تھے۔ طبعاً نہایت نرم خو اور حلیم تھے (۸)۔ حد درجہ کے ظریف، خوش طبع تھے۔ مگر نڈر اور بے باک واقع ہوئے تھے (۹)۔

وفات: ۱۰۳ھ میں ستر برس سے کچھ زائد عمر میں آپ کا انتقال ہوا (۱۰)۔

......☆......☆......

---

(۱) ابن حجر' تہذیب التہذیب' ص: ۵/۶۷
(۲) الذھبی' تذکرۃ الحفاظ' ص: ۱/۸۲
(۳) ابن سعد' الطبقات الکبریٰ' ص: ۶/۲۵۶
(۴) الذھبی' تذکرۃ الحفاظ' ص: ۱/۸۱
(۵) الذھبی' تذکرۃ الحفاظ' ص: ۱/۸۲
(۶) ابن سعد' الطبقات الکبریٰ' ص: ۶/۲۵۰
(۷) ابن سعد' الطبقات الکبریٰ' ص: ۶/۲۵۰
(۸) ابن حجر' تہذیب التہذیب' ص: ۵/۶۷ ◉ ابن خلکان' وفیات الاعیان' ص: ۳/۷
(۹) ابن حجر' تہذیب التہذیب' ص: ۵/۶۷
(۱۰) ابن سعد' الطبقات الکبریٰ' ص: ۶/۲۵۶

۴۔ سالم بن عبد اللہؒ (م ۱۰۶ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام سالمؒ بن عبداللہ اور کنیت ابوعمرو ہے۔ قریش کے مشہور قبیلہ بنوعدی سے تعلق رکھتے تھے ①۔

ابتدائی حالات: حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں یزدگرد شاہنشاہ ایران کی جو لونڈیاں گرفتار ہوئی تھیں ان میں سے ایک حضرت عبداللہؓ کو دی گئی تھی۔ سالم اسی کے بطن سے تھے ②۔ آپ نے اکابر صحابہ کرامؓ سے علم حدیث حاصل کیا۔ بے شمار محدثین آپ کے تلامذہ تھے ③۔

علم وفضل: آپ مدینہ منورہ کے نامور فقیہ تھے۔ حافظ ذہبی کا بیان ہے۔ ''سالم فقیہ، حجت اور ان کی ذات میں علم اور عمل اور زہد و شرف جیسے صفات عالیہ مجتمع تھے'' ④۔ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ اور جملہ فنون میں یکساں ادراک تھا لیکن شدت احتیاط کی وجہ سے قرآن کی تفسیر بیان نہیں کرتے تھے ⑤۔

ابن سعد کا بیان ہے۔ "کان ثقة کثیر الحدیث عالیا من الرجال" ⑥

''سالم فقیہ، کثیر الحدیث اور عالی مرتبہ لوگوں میں تھے''

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۹۵/۵ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۱۸۷/۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۳۸
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۳۶ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۱۵ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱۱۵/۴
◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۱۷۳ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۳۶/۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۸۶
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳۵۳/۱ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۸۴/۴ ◉ ابن حبان، المشاہیر، ص: ۶۵
◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱۹۳/۲ ◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۱۵۲ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۳۲
◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۱۶۳/۲ ◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۵۲/۶ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲۰۷/۱
◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۱۹۹/۱۳ ◉ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۲۹۰/۲ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۵/۷
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۸۸/۱ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۷۵/۱ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴۵۷/۴
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ۱۱۵/۴ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱۳۰/۱ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۷۱/۱
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۸۳/۵ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۲۷۷/۱ ◉ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۲۳۱/۹
◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۱۰۸ ◉ ابن الجوزی، غایۃ النہایہ، ص: ۳۰۱/۱ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲۸۰/۱
◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲۵۶/۱ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۳۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۶/۳
◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۳۱

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷۷/۱
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۸/۳
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۸/۳
④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ص: ۸۸/۱
⑤ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۲۰۰/۵
⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۲۰۰/۵

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"لم يكن أحد فی زمان سالم بن عبدالله أشبه من مضى من الصالحين فی الزهد والفضل والعيش منه" ①

سالم بن عبداللہ کے زمانے میں گذشتہ صالحین سے آپ سے زیادہ زہد، فضل اور سادہ زندگی گزارنے والا کوئی نہیں ہے۔

امام عبداللہؒ بن مبارک نے آپ کو فقہائے مدینہ میں شمار کیا ہے۔

آپؒ نے حدیث کا مجموعہ بھی تیار کیا تھا②۔

اخلاق و عادات: میمون بن مہران کہتے ہیں۔" سالمؒ اخلاق و عادات اور سادہ زندگی بسر کرنے میں اپنے والد حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ اپنا سودا سلف خود خریدتے تھے اور منڈی میں تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ آپ امراء کی دولت سے بے نیاز تھے، کہ ان کی درخواست پر بھی کبھی خواہش کا اظہار نہیں کرتے تھے ③۔

آپؒ کا لباس اور غذا انتہائی سادہ تھی ④۔

وفات: آپؒ نے ذی الحجہ ۱۰۶ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ہشام بن عبدالملک نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی⑤۔

☆......☆

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۴۳۷

② النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/ ۲۰۸

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۷۷

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/ ۲۰۰ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/ ۲۰۷

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۷۷ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/ ۱۴۸

۵۔ حسن بصریؒ (م ۱۱۰ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام حسن بن یسار اور کنیت ابو سعید ہے ①۔

ابتدائی حالات: آپ کے والد یسار حضرت زیدؓ بن ثابت کے غلام تھے۔ آپ کی والدہ خیرہ حضرت اُم سلمہؓ کی کنیز تھیں۔ آپ نے مدینہ منورہ میں ۲۱ھ میں پرورش پائی۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں قرآن کریم حفظ کیا اور انہیں متعدد دفعہ خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ بے تکلف ازواج مطہرات کے گھروں میں آتے جاتے تھے، بڑے ہوئے تو مسجد نبوی میں کبار صحابہ کرامؓ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے علم حاصل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ②۔

علم وفضل: ابن سعدؒ بیان کرتے ہیں۔ ''حسن بصری جامع کمالات تھے عالم، بلند مرتبت، رفیع المنزلت تھے، مامون، عابد و زاہد تھے'' ③۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں'' آپ بلند پایہ عالم، حافظ حدیث اور علم کا سمندر ہیں...... '' ④

ابو بکر الہذلی کا بیان ہے''جب تک آپ ایک سورۃ کی تفسیر و تاویل اور شان نزول وغیرہ سے پوری واقفیت حاصل نہ کر لیتے، اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے'' ⑤۔ ایوبؒ کا قول ہے''میری آنکھوں نے حسنؒ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا ہے ⑥۔

---

* سوانح حیات کیلئے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۵۶/۷ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۱۰۸/۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۳۰
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۱۰ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۱۶
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۸۹/۲ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۱۱۳ ◉ ابو زرعۃ، التاریخ، ص: ۱۵۱/۱
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۴۰ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳۲/۲ ◉ الدولابی، الکنی والأسماء، ص: ۱۸۷/۱
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴۰/۳ ◉ ابن عدی الکامل، ص: ۴۴/۵ ◉ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۰۲
◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱۳۱/۲ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۶۸ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۲۳۳/۳
◉ المزی، تحفۃ الأشراف، ص: ۱۶۱/۱۳ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۶۹/۲ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۲۹۷/۴
◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۸/۴ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۷۱/۱ ◉ الذہبی، دول الإسلام، ص: ۷۷/۱
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۵۶۳/۴ ◉ الذہبی الکاشف، ص: ۱۶۰/۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۲۷/۱
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۳۰۶/۱۲ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۲۲۹/۱ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۱۰۹
◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۲۳۵/۱ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱۶۵/۱ ◉ ابن حجر تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۳/۲
◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲۶۷/۱ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۲۸ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۷۷
◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۲۱۳/۳ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۳۶/۱

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۲/۱ ② ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۵۶/۷
③ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۵۷/۷ ④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۲/۱
⑤ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۳۶/۱ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۵/۲

حدیث کا علم انہوں نے براہ راست کبار صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا تھا۔ اکثر شائقین علم خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے، آپ جہاں جاتے تھے مرجع خلائق بن جاتے۔ آپؒ کی اکثر مرویات روایات بالمعنی ہوتی ہیں (۱)۔ آپ کے پاس احادیث کا مجموعہ بھی تھا (۲)۔

اخلاق و عادات: روحانی اور اخلاقی کمالات کے اعتبار سے حسن بصری زہد و ورع کا مجسم پیکر اور فضائل اخلاق کی عمدہ تصویر تھے۔ ابو بردہ فرماتے ہیں "میں نے کسی غیر صحابی کو حسن سے زیادہ اصحاب رسول ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا۔ خشیت الٰہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہر آن لرزاں رہتے تھے۔ بچپن سے ان کے دل میں جہاد فی سبیل اللہ کا ولولہ موجزن تھا۔ آپ ظلم کی تلوار کے مقابلہ میں توبہ کی ڈھال استعمال کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ شور وفتن اور انقلاب زمانہ سے کنارہ کشی اختیار کرتے تھے (۳)۔

وفات: آپ نے اٹھاسی سال کی عمر میں ۱۱۰ھ کو وفات پائی (۴)۔

---

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۶۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۶۵

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۴۷۵

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۶۳ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۳۸

(۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۶۲

٦۔ محمد بن سیرین (م ۱۱۰ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام محمد بن سیرین اور کنیت ابو بکر ہے (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ ۳۳ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے دو سال قبل پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سیرین جرجرایا (۲) کے رہنے والے تھے۔ حضرت عمرؓ فاروق کے عہد خلافت میں عین التمر (۳) کے معرکہ میں گرفتار ہوئے اور حضرت انسؓ بن مالک کی غلامی میں آگئے جنہوں نے ان سے بیس یا چالیس ہزار درہم لے کر انہیں آزاد کر دیا (۴)۔

آپ نے چونکہ حضرت انسؓ بن مالک کے دامن علم میں تربیت پائی تھی اور ایک مدت تک ان کے ساتھ رہے تھے۔ اس لئے آپ ان کے علم وعمل کے وارث بنے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارے صحابہ کرامؓ سے کسب فیض کیا (۵)۔

ہشام بن حسان کا قول ہے:

"أدرك الحسن البصري من أصحاب رسول الله ﷺ مائة و عشرين و أدرك ابن سيرين ثلاثين منهم" (٦)

---

* سوانح حیات کے لئے دیکھئے:

◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹۳/۷ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۵۲۰/۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۳۰

◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۱۰ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۱٦ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۹۰/۱

◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۴۰۵ ◉ ابو زرعۃ، التاریخ، ص: ۱۵۵/۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۰۹

◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۵۳/۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۸۰/۷ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۲۱۳/۳

◉ ابن حبان، المشاہیر، ص: ۸۸ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۵۵/۵ ◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲٦۳/۲

◉ خطیب بغدادی التاریخ، ص: ۳۳۱/۵ ◉ الخطیب، السابق واللاحق، ص: ۱۳۱ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ٦۹

◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۱۳۱۰/۱۵ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۲۳۱/۳ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۸۲/۱

◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۸۱/۳ ◉ المزی، تحفۃ الأشراف، ص: ۳۵۵/۱۳ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۳۳۵/۱٦

◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ۱۹۲/۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۷۷/۱ ◉ الذہبی، دول الإسلام، ص: ۷۷/۱

◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ٦۰٦/۳ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱۳۵/۱ ◉ الذہبی الکاشف، ص: ۳٦/۳

◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۳٦/۳

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ص: ٦۷/۱

(۲) جرجرایا: واسط اور بغداد کے درمیان نہروان کا ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۲۳/۵

(۳) عین التمر: عراق میں انبار کے قریب ایک شہر ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۷٦/۳

(۴) ابن خلکان: وفیات الأعیان، ص: ۴۵۳/۳ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۸۳/۱

(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۵/۹ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹۳/۷

(٦) النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۸۳/۱

حسن بصری نے ایک سو بیس صحابہ کرامؓ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا جن میں ابن سیرین نے تیس صحابہ کرامؓ سے شرف لقاء حاصل کیا۔

علم وفضل: آپ کے عہد کے بڑے بڑے علماء اور محدثین انہیں ان کے زمانہ کے ممتاز فاضل قرار دیتے تھے۔

ابن عون فرماتے ہیں "تمام دنیا میں تین اشخاص کا مثل نہیں ہے۔ عراق میں ابن سیرین' حجاز میں قاسم بن محمد اور شام میں رجاء بن حیوہ اور پھر ابن سیرین ان تینوں میں فائق تھے"(1)۔

ابن حبانؒ کا بیان ہے۔ "محمد بن سیرین بصرہ کے سب سے بڑے متورع' فقیہ' فاضل' حافظ' متقن اور معتبر خواب تھے"(2)۔

امام نوویؒ فرماتے "آپ تفسیر' حدیث' فقہ اور تعبیر رؤیا وغیرہ فنون کے امام تھے"(3)۔

آپ کے پاس حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات پر مشتمل ایک کتاب تھی(4)۔ آپ روایت حدیث میں اتنے محتاط واقع ہوئے تھے کہ احادیث کو لفظاً روایت کرتے تھے تنہا معنی بیان کرنا کافی نہ سمجھتے تھے(5)۔

اخلاق و عادات: آپ طبعاً نہایت خندہ جبین اور خوش مزاج تھے لیکن دل خشیت الٰہی سے لبریز تھا۔ انتہائی عبادت گذار تھے۔ ابن العماد الحنبلیؒ کا بیان ہے "ابن سیرین کو علم اور عبادت' دونوں میں انتہائی کمال تھا"(6)۔

آپ مشتبہات سے اس قدر بچتے تھے۔ کہ اس کے لیے بڑے سے بڑا نقصان برداشت کر لیتے تھے(7)۔

وفات: آپ ۱۱۰ھ میں مرض الموت میں مبتلاء ہوئے۔ اور شوال میں وفات پا گئے(8)۔

☆ ☆

---

(1) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۲۱۶

(2) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۲۱۶

(3) ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۳/۳۵

(4) تفصیل کے لئے دیکھیے صفحہ نمبر ۲۷۶

(5) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۹۴

(6) ابن العماد، شذرات الذھب، ص: ۱/۱۳۹

(7) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۹۸ ® النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۸۴

(8) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۷۷

۷۔ مکحول بن ابو مسلم (م ۱۱۳ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام مکحول بن ابومسلم اور کنیت ابوعبداللہ تھی ①۔ آپ کے نسب اور وطن کے بارے میں مصادر میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق آپ کابل کے رہنے والے تھے ②۔ حافظ ابن حجر نے کئی ایک روایات بیان کی ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ عجمی النسل تھے۔ اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مصری یا ہذلی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، یعنی عرب تھے ③۔

امام نوویؒ نے ان روایات کے مابین تطبیق دی ہے کہ آپ عجمی النسل اور کابلی الموطن تھے ④۔ علامہ ذہبی نے بھی ان کا مسکن کابل بتایا ہے ⑤۔

ابتدائی حالات: ابتدا میں آپ حضرت سعیدؓ بن العاص کے غلام تھے ⑥۔ علامہ ذہبی نے ابن زریر کا بیان نقل کیا ہے۔ ''مکحول کہا کرتے تھے۔ کہ میں پہلے پہل سعید بن العاص کا غلام تھا۔ پھر اس نے مصر میں مجھے ہذیل کی ایک عورت کے لئے ہبہ کر دیا'' ⑦۔

لیکن ابن سعد نے نقل کیا ہے۔ ''امام مکحول فرماتے تھے کہ میں عمروؓ بن سعید کا غلام تھا پھر انہوں نے مجھے ایک ہذلی کو دے دیا'' ⑧۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۵۳ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۵۸۳ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۳۵
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۳۱۰ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۳۶ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۸/۲۱
◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص: ۱/۲۳۵ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۵۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۸/۴۰۷
◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۱۳ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۵/۱۷۷ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۵۳
◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۱۳ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۵/۲۸۰ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۵/۳
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۷ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۵/۱۵۵ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۱۴۰
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۱۴۶ ◉ الذہبی، میزان اعتدال، ص: ۵/۱۵۵ ◉ الیافی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۲۳۳
◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/۳۰۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۸۹ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱/۲۷۴
◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۳۸۶

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۷ ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۵۴
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۱۹ ④ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۱۳
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۸
⑥ کیونکہ عمروؓ کے والد حضرت سعیدؓ بن العاص نے عہد عثمانی میں کابل کے بعض سرحدی علاقوں کو فتح کیا تھا ممکن ہے کہ آپ انہی معرکوں میں حضرت سعید کے غلام ہوں۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۳۲
⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۸ ◉ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۱۸
⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۵۳۔ ان دونوں اقوال کے مابین تطبیق یوں دی جا سکتی ہے کہ آپ پہلے حضرت سعیدؓ بن العاص کے غلام تھے پھر بطور وراثت ان کے بیٹے عمروؓ کو ملے ہوں گے۔

آپ کو تحصیل علم کا فطری شوق تھا چنانچہ غلامی ہی کے زمانہ سے آپ تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ پھر آزادی کے بعد آپ نے دنیائے اسلام کے تمام علمی مراکز کا سفر کرتے ہوئے تحصیل علم کیا۔ آپ کا بیان ہے کہ جب میں آزاد ہوا، اس وقت مصر کا تمام علم میں نے سمیٹ لیا اور اس وقت تک میں نے وہاں سے قدم باہر نہیں نکالا جب تک اپنے خیال کے مطابق وہاں کا سارا علم نہ سیکھ لیا پھر عراق اور اس کے بعد مدینہ منورہ آیا تو اپنے خیال کے مطابق ان مقامات کا سارا علم حاصل کر لیا، پھر شام آیا تو یہاں کا چپہ چپہ چھان مارا①۔ آپ نے صحابہ کرامؓ کی خاصی تعداد سے علم حاصل کیا۔ آپ کے بے شمار تلامذہ تھے②۔ آپ کے پاس تحریری صورت میں احادیث موجود تھیں③۔

علم و فضل: آپ کو حدیث اور فقہ دونوں میں درجہ امامت حاصل تھا④۔ امام زہری کا بیان ہے "عالم تین ہی ہیں ان میں سے ایک مکحول ہیں"⑤۔ ابن یونس کہتے ہیں "مکحول فقیہ اور عالم تھے اور ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے"۔ ابن عمار اور ابو حاتم کا متفقہ بیان ہے۔ "مکحول اہل شام کے امام تھے"⑥۔

اخلاق و عادات: آپ علمی کمالات کے ساتھ ساتھ اخلاقی فضائل سے بھی مزین تھے۔ انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد آپ کا نمایاں وصف تھا⑦۔ آپ فتویٰ دینے میں بڑے محتاط تھے اگر اپنی رائے سے کسی مسئلہ کا جواب دیتے تھے تو صاف کہہ دیتے تھے یہ میری رائے ہے جو صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی⑧۔

وفات: ابو مسہر اور ایک جماعت کے مطابق آپ ۱۱۳ھ میں فوت ہوئے۔ اور ابو نعیم اور دحیم نے آپ کا سال رحلت ۱۱۲ھ بتایا ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ اور اقوال بھی ملتے ہیں⑨۔

☆......☆

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۸

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۹۵ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۱۱۳

③ تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷۸

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۵۱

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۸

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۹۵ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۱۱۳

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۵۴

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۹۱

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۹۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۸ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷/۴۵۴

۸۔ ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام محمد بن مسلم اور کنیت ابوبکر ہے اور نسب نامہ یہ ہے: محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ الزہری القرشی۔ قریش کے مشہور قبیلہ بنو زہرہ کی طرف نسبت کی وجہ سے "زھـری" کے لقب سے معروف ہیں اور اپنے دادا شہاب بن حارث کی وجہ سے "ابن شھاب" لقب سے مشہور ہوئے (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ کے جدِ امجد عبداللہ بن شہاب آغاز اسلام سے ہی آنحضرت ﷺ کے سخت دشمن تھے اور جنگ بدر و جنگ احد میں مشرکین کے ساتھ تھے (۲)۔ آپ ۵۱ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے آپ کی ذہانت، ذکاوت اور قوت حافظہ بے مثال تھا۔ ایک مرتبہ جو بات سن لی، وہ ہمیشہ کے لئے لوحِ قلب پر نقش ہو جاتی تھی۔

امام ذہبیؒ نے نقل کیا ہے:

"امام زہریؒ کی یادداشت کا کمال یہ ہے کہ آپ نے اسی دن کی قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا" (۳)

آپ نے طلب علم میں بہت زیادہ کوششیں کیں۔ آپ کا اپنا بیان ہے۔ "میں نے سعید بن مسیب کے حلقہ درس میں مسلسل آٹھ برس حاضری دی ہے" (۴)۔

ابوزناد کہتے ہیں:

"ہم زہری کے ساتھ مختلف علماء کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہوا کرتے تھے ان کے پاس تختیاں اور کاغذ ہوتے اس لئے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے" (۵)۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۲/ ۳۸۸ ◎ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/ ۵۳۸ ◎ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۶۱
◎ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۳۳ ◎ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱/ ۲۲۰ ◎ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۷۲
◎ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/ ۶۲۰ ◎ ابن عدی، الکامل، ص: ۷/ ۲۸۹ ◎ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۳/ ۳۶۰
◎ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۶۳ ◎ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۲/ ۷۷ ◎ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/ ۹۰
◎ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳/ ۳۲ ◎ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۰۸ ◎ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۵/ ۱۳۶
◎ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۵/ ۳۲۶ ◎ الذہبی، العبر، ص: ۱/ ۱۵۸ ◎ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۵/ ۲۴
◎ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۹/ ۳۳۳ ◎ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۲/ ۲۶۲ ◎ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲/ ۲۰۷
◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/ ۴۴۵ ◎ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲۹۳ ◎ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۳۵۹
◎ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/ ۱۶۲

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/ ۴۴۵ ◎ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۰۸ ◎ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۵/ ۱۳۶
(۲) ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳/ ۳۲
(۳) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۱۰
(۴) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۵/ ۳۳۲
(۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۱۰۹

آپ نے کبار صحابہ ؓ یعنی حضرت عبد اللہ ؓ بن عمرؓ، حضرت سہلؓ بن سعد، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت محمودؓ بن ربیع، اور سعیدؒ بن مسیب، ابوامامہؒ بن سھل اور اس طبقہ کے دوسرے کبار تابعین سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور آپ سے عقیل، یونس، زبیدی، صالح بن کیسان، معمرؒ، اوزاعیؒ، لیث، مالک اور دوسرے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ نے حصول علم کے لئے مختلف شہروں کا سفر کیا، پہلے شام گئے۔ پھر مصر کا سفر کیا۔ آپ نے مکہ مکرمہ کا بھی کئی مرتبہ سفر کیا (۲)۔

علم وفضل: آپ کا ذوق ہمہ گیر تھا۔ اس وجہ سے انہیں جملہ علوم وفنون میں یکساں دسترس حاصل تھی۔ آپ جس فن پر بھی گفتگو فرماتے معلوم ہوتا تھا، کہ یہی ان کا خاص فن ہے۔ امام لیث بن سعد کا بیان ہے:

> ''میں نے زہریؒ سے زیادہ جامع شخصیت نہیں دیکھی، جب وہ ترغیب وترہیب پر گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ اسی کے بڑے عالم ہیں جب عرب اور انساب عرب پر روشنی ڈالتے تو معلوم ہوتا کہ یہی ان کا خاص فن ہے'' (۳)

امام معمرؒ کا قول ہے۔

> ''جن جن فنون میں ان کو ادراک تھا ان میں وہ اپنا مثل نہیں رکھتے تھے'' (۴)

غرضیکہ امام زہری کا علمی مرتبہ اس عہد کے تمام علماء اور ارباب کمال میں مسلم تھا۔

ایوب سختیانی کہتے تھے:

> ''میں نے زہری سے بڑا عالم نہیں دیکھا صخر بن جویریہ نے پوچھا حسن بصری کو بھی نہیں، انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں نے زہری سے بڑا کسی کو نہیں دیکھا'' (۵)۔

نیز امام مکحول فرماتے ہیں:

> "ما رأيت أحداً أعلم بسنة ماضية من الزهري" (۶)
>
> میں نے گذشتہ سنت کے بارے میں زہری سے زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔

قرآن وحدیث اور فقہ میں آپ کو کمال درجے کی دسترس حاصل تھی۔ خصوصاً حدیث میں انہیں خاص ذوق تھا۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۴۶ ⊙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰۸ ⊙ عارث، الامام الزہری وأثرہ، ص:۹۸

(۲) الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۱/۵۵۱

(۳) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰۹

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۴۹

(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۴۹

(۶) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۲/۳۸۹ ⊙ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص:۱۱/۷۵ ⊙ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۹/۳۴۶

ابن مدینی کا بیان ہے:

''حجاز میں ثقات کا سارا علم زہری اور عمرو بن دینار کے درمیان تقسیم تھا''①۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

''زہری سے دو ہزار دو سو احادیث مروی ہیں ان میں سے نصف مسند ہیں''②۔

عمرو بن دینار فرماتے ہیں:

"ما رأيت أحداً أنص للحديث من الزهری"③

میں نے زہری سے زیادہ حدیث میں کسی کو انص نہیں دیکھا۔

آپ نے سنن رسول ﷺ کے ساتھ سنن صحابہؓ خصوصاً مدینہ کے جملہ سنن کو قلم بند کر لیا تھا۔

صالح بن کیسانؒ بیان کرتے ہیں:

"اجتمعت أنا والزهری ونحن نطلب العلم فقلنا نكتب السنن فكتبت ماجاء عن النبی قال نكتب ماجاء عن أصحابه فإنه سنة قلت أنا لا ليس بسنة فلا نكتبه قال فكتب ولم أكتب فأنجح وضيعت"④

میں تحصیل علم میں زہری کے ساتھ تھا۔ ہم نے کہا ہم سنن لکھیں گے۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی سنن لکھ لی۔ تو زہری نے کہا، ہم سنن صحابہ کو بھی لکھیں گے کیونکہ یہ بھی سنت ہے۔ میں نے کہا میں تو نہیں لکھوں گا کیونکہ یہ سنت نہیں ہے۔ زہری نے انہیں لکھ لیا، وہ کامیاب رہے اور میں نے موقع ضائع کر دیا۔

اسی لئے امام شافعیؒ نے کہا تھا:

"لولا الزهری ذهبت السنن من المدينة" ⑤

اگر زہری نہ ہوتے تو مدینہ کے سنن ضائع ہو جاتے۔

امام زہریؒ فقہ میں بھی بہت بلند پایہ رکھتے تھے مدینہ کے سات فقہاء کا علم ان کے سینہ میں محفوظ تھا⑥۔

جعفرؒ بن ربیعہ کا بیان ہے:

''میں نے عراک بن مالک سے پوچھا کہ مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ انہوں نے کہا سعید بن مسیبؒ عروہؒ اور عبداللہ بن عبداللہ۔ یہ نام گنوانے کے بعد کہا، میرے نزدیک زہری ان سب سے بڑے عالم تھے۔ اسلئے کہ انہوں نے ان سب کا علم اپنے عمل میں شامل کر لیا تھا''⑦۔

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۱۱
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۷
③ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۵/۳۳۴
④ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۹۱
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۳۴
④ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۵/۱۳۷
⑤ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۹۱
⑥ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۴/۳۲
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۸

اس فقہی کمال کی بدولت امام زہری مدینہ کی مجلس افتاء کے مسند نشین تھے۔آپ کے فتاویٰ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔محمد بن نوح نے فقہی ترتیب سے ان فتاویٰ کو تین ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے①۔

اخلاق عادات: آپ بڑے فیاض اور سیر چشم تھے۔جب انہیں کوئی رقم ہاتھ آجاتی، تو اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالتے تھے۔

امام عمرو بن دینار فرماتے ہیں:

''میں نے درہم و دینار کو زہری کی نگاہ سے زیادہ کسی کی نگاہ میں بے وقعت نہیں دیکھا۔ وہ اس کو مینگنی سے زیادہ نہ سمجھتے تھے''②۔

امام لیثؒ کا بیان ہے:

''آپ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے''③۔

آپ حد درجہ کے عبادت گذار تھے، منکدر بن محمد کہتے ہیں:

"رأیت بین عینی الزهری أثرا لسجود"④

میں نے زہری کے ماتھے پر سجدے کے نشان دیکھے ہیں۔

امام مالکؒ کہا کرتے تھے۔

"وکان تقیا ما له فی الناس نظیر"⑤

آپ متقی تھے، لوگوں میں آپ کا مثل کوئی نہیں تھا۔

وفات: آپ کی وفات کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔پہلی روایت کے مطابق آپ نے ۱۲۴ھ کو وفات پائی۔اور یہی روایت صحیح ہے⑥۔اس کے علاوہ ۱۲۳ھ اور ۱۲۵ھ کی روایات بھی ہیں⑦۔

......☆......☆......

① ابن القیم، اعلام الموقعین، ص:۱/۳۱
② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰۹
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰۹
④ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۵/۱۳۶
⑤ الخزرجی، خلاصہ تذھیب، ص:۲/۳۵۹
⑥ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص:۹/۳۳۷ ⊛ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۱/۲۲۱
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۵۰

۹۔ محمد بن اسحاق (م ۱۵۲ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام محمد بن اسحاق اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔نسب نامہ محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار ہے،آپ کے دادا یسار،قیس بن مخرمہ بن مطلب کے موالی تھے اوراسی نسبت ولاء کی وجہ سے "مطلبی" کہلاتے تھے ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۸۰ھ کے بعد پیدا ہوئے،آپ کو حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھنے کا شرف حاصل ہے آپ نے اپنے والد اسحاق اور چچا موسیٰ کے علاوہ فاطمہ بنت منذر، قاسم،عطاء،اعرج، زہری اور دوسرے بہت لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے جریر بن حازم،حماد بن زید،ابراہیم بن سعد اور متعدد اہل علم نے روایت کی ہے ②۔

علم وفضل: محدثین کے درمیان یہ طے شدہ امر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مغازی اور جنگی کارناموں میں ابن اسحاقؒ کی طرف ہی رجوع کیا جاتا ہے ③۔آپ نے "المغازی" کے نام سے سیرت کی ایک کتاب تالیف کی ہے ④۔

امام ذہبی نقل کرتے ہیں:

"ابن اسحاق علم کا خزانہ اور مغازی اور سیر کے علم میں ماہر ہیں آپ حدیث کو زیادہ ضبط کرنے والے نہیں تھے اس لیے ان کی حدیث صحت کے درجہ سے گرگئی ہے ورنہ فی نفسہ آپ صدوق اور پسندیدہ ہیں" ⑤

امام شعبہ کہتے ہیں:

"ابن اسحاق أمیر المؤمنین فی الحدیث" ⑥ (ابن اسحاق حدیث میں امیر المؤمنین ہیں)

امام زہری کا قول ہے:

"لا یزال بالمدینة علم جم ما کان فیهم محمد بن اسحاق" ⑦

مدینہ میں بہت زیادہ علم رہے گا جب تک ان میں محمد بن اسحاق موجود ہیں۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے۔

ابن سعد،الطبقات الکبری،ص: ۳۲۱/۷ ◉ ابن معین،التاریخ،ص: ۵۰۳/۲ ◉ ابن الخیاط،التاریخ،ص: ۴۲۶
◉ ابوزرعہ،التاریخ،ص: ۴۷۸/۱ ◉ ابن قتیبہ،المعارف،ص: ۴۹۱ ◉ الفسوی،المعرفۃ والتاریخ،ص: ۲۷/۳
◉ ابن حبان،المشاہیر،ص: ۱۳۹ ◉ الخطیب،تاریخ بغداد،ص: ۲۳۰/۱ ◉ ابن خلکان،وفیات الأعیان،ص: ۱۰۳/۴
◉ الذہبی،تاریخ الاسلام،۲۷۵/۶ ◉ الذہبی،تذکرۃ الحفاظ،۱۷۲/۱ ◉ الذہبی،سیر أعلام النبلاء،ص: ۳۳/۷
◉ الذہبی،العبر،ص: ۲۱۶/۱ ◉ الذہبی،میزان الاعتدال،ص: ۴۶۸/۳ ◉ الصفدی،الوافی بالوفیات،ص: ۱۸۸/۲
◉ ابن حجر،تقریب التہذیب،ص: ۱۴۴/۲ ◉ ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص: ۳۸/۹ ◉ السیوطی،طبقات الحفاظ،ص: ۷۵
◉ ابن عماد،شذرات الذہب،ص: ۲۳۰/۱

① الذہبی،تذکرۃ الحفاظ،ص: ۱۷۲/۱ ② الذہبی،تاریخ الاسلام،ص: ۲۷۵/۶ ◉ الخطیب،تاریخ بغداد،ص: ۲۱۷/۱ ◉ ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص: ۳۸/۹
③ الذہبی،تذکرۃ الحفاظ،ص: ۱۷۳/۱ ④ ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص: ۴۰/۹
⑤ الذہبی،تذکرۃ الحفاظ،ص: ۱۷۳/۱ ⑥ الذہبی،تاریخ الاسلام،ص: ۲۷۵/۶ ⑦ الذہبی،تاریخ الاسلام،ص: ۲۷۵/۶

یزید بن ہارون فرماتے ہیں:

"لو كا ن لى سلطان لأمّرت ابن اسحاق على المحدثين " ①

اگر میں بادشاہ ہوتا تو ابن اسحاق کو تمام محدثین پر امیر مقرر کر دیتا۔

اس مقام و مرتبہ کے باوجود بعض علماء نے آپ پر تنقید کی ہے۔ یحییٰ بن معین سے مروی ہے:

"ثقة لكن ليس بحجة" ② (ابن اسحاق ثقہ ہیں لیکن قابل حجت نہیں)

ابن مہدی کہتے ہیں:

"كان يحيىٰ بن سعيد الانصارى و مالك يجرحان محمد بن اسحاق" ③

یحییٰ بن سعید انصاری اور مالک محمد بن اسحاق پر جرح کرتے تھے۔

امام مالک فرماتے ہیں:

"يا أهل العراق لا يغت عليكم بعد محمد بن اسحاق أحد" ④

اے اہل عراق! محمد بن اسحاق کے بعد کوئی تم پر بے ہودگوئی نہ کرے۔

یحییٰ بن سعید قطانؒ فرماتے ہیں:

"تركت ابن اسحاق عمداً فلم أكتب عنه " ⑤

میں نے عمداً ابن اسحاق سے لکھنا چھوڑ دیا، اب میں ان سے نہیں لکھتا ہوں۔

بعض کا خیال ہے کہ ابن اسحاق عقیدۂ قدر کی طرف مائل تھے۔ امام ذہبی ان آراء پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قلت الذى استقر عليه الأمر أن ابن اسحاق صالح الحديث وأنه فى المغازى أقوى منه فى الأحكام ...." ⑥

میرا خیال ہے کہ اس امر پر اتفاق ہوا ہے کہ ابن اسحاق حدیث میں قابل اعتبار تھے اور احکام کی بہ نسبت مغازی میں زیادہ قوی تھے۔

وفات: ایک جماعت کے قول کے مطابق ۱۵۱ھ میں فوت ہوئے، بعض نے ۱۵۲ھ بھی بتائی ہے ⑦۔

☆......☆

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۳
② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۵
③ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۵
④ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۶
⑤ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۶
⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۵
⑦ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۶ ⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۷۳

بحث ثالث

تعارفِ تبع تابعین کرام

ا۔ ابن جریج (م ۱۵۰ ھ)*

نام ونسب: آپ کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج اور کنیت ابوالولید اور ابو خالد ہے۔ آپ رومی الأصل ہیں ①۔

ابتدائی حالات: بعثت نبوی سے بہت پہلے مکہ مکرمہ میں متعدد رومی غلام خاندان تھے غالبًا ان ہی میں ابن جریج کا خاندان بھی تھا۔ آپ مکہ میں ہی ۸۰ھ کے بعد پیدا ہوئے۔ اس وقت صحابہ کرامؓ کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ مگر انہیں ان کی صحبت اختیار کرنے کا شرف حاصل نہ ہو سکا ②۔ ابتدا میں آپ کو شعر وادب سے دلچسپی تھی اس لئے انہوں نے اپنی جوانی کا پورا وقت اسی میں گذار دیا بعد ازاں حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد عطاء بن ابی رباح کے حلقہ حدیث میں ستر برس تک کسب فیض حاصل کیا ③۔

اتنی مدت تک ان کی خدمت میں رہنے کے بعد بھی ان کی جذبہ طلب علم کو تسکین نہیں ہوئی اور سات برس تک مکہ کے ممتاز شیخ عمرو بن دینار سے علم حاصل کیا پھر مکہ سے نکل کر مدینہ، بصرہ، بغداد، یمن، شام، اور مصر کی خاک چھانی اور وہاں کے تمام ممتاز شیوخ سے استفادہ کیا ④۔

علم وفضل: آپ کے شیخ عطاء بن ابی رباح ان کو اہل حجاز کا سردار کہتے تھے ⑤۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ''آپ علم کا خزانہ تھے'' ⑥۔ علم تفسیر میں اگرچہ آپ ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد عطاء بن ابی رباح سے ایک وافر حصہ سے مستفید ہوئے تھے مگر مفسرین نے ان کی تفسیر پر زیادہ اعتماد نہیں کیا۔

امام سیوطی رقمطراز ہیں:

"ان ابن جريج لم يقصد الصحة وإنما روى مانكر فى كل أية من الصحيح والسقيم" ⑦

ابن جریج نے تفسیر میں زیادہ صحت کا اہتمام نہیں کیا وہ ہر آیت کی تفسیر میں صحیح اور کمزور روایات نقل کر دیتے ہیں۔

---

* سوانح حیات کیلئے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۴۰/۸ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۳۷۱/۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۴۲۵
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۸۳ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۹۸/۲ ◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص: ۲۵۲/۱
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۵۶/۵ ◉ ابن حبان، المشاہیر، ص: ۱۴۵ ◉ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۵۹۳/۵
◉ الذہبی، العبر، ص: ۲۱۳/۱ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۱۶۳/۳ ◉ ابن حجر تہذیب التہذیب، ص: ۴۰۲/۶
◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۵۰۸/۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۰۰/۱۰ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۹/۱
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۲۵/۶ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۶/۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۶۵۹/۲
◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۴۶۹/۱ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۵۲۰/۱ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۲۴۴

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۹/۱ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۹/۱ ③ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۲۸/۱
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۴۰۳/۶ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۴۰۳/۶ ⑥ الذہبی تذکرۃ الحفاظ ص: ۱۶۹/۱
⑦ السیوطی، الاتقان، ص: ۱۸۵/۲

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن جریج کا علم تفسیر کا ماخذ زیادہ تر اسرائیلی روایات پر تھا اس لئے امام ابن جریر الطبری نے نصاریٰ کے بارے میں جو روایات درج کی ہیں ان میں سے بیشتر ابن جریج کے ذریعہ سے مروی ہیں ①۔

علم حدیث میں بھی انہیں مہارت تامہ حاصل تھی۔ ابن المدینی کہتے ہیں ''حدیث کی روایات کا انحصار چھ اشخاص پر ہے۔ پھر ان اشخاص کا علم ان لوگوں کے مابین سمٹ گیا جنہوں نے علم حدیث کی تدوین کی اور ان میں سے ابن جریج بھی ہیں'' ②۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ''......ابن جریج اور سعید بن ابی عروبہ نے علمِ حدیث پر سب سے پہلے کتب لکھیں'' ③۔

آپ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ تھا ④۔

بعض معاصرین ائمہ نے ان پر جرح بھی کی ہے اور ان کی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام یحییٰ بن سعید سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ابن جریج کی روایات کیسی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ضعیف اس نے پھر پوچھا کہ اگر وہ "أخبرني" کے لفظ سے روایت کریں؟ تو انہوں نے جواب دیا یہ کوئی چیز نہیں ہے ان کی روایات بہر حال ضعیف ہیں۔ امام ابو زرعہ اور امام مالک نے بھی ان کی روایات کی تضعیف کی ہے ⑤۔

ان اقوال میں کسی حد تک مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ تاہم امام یحییٰ بن معین اور امام ذہلی کی آراء زیادہ معتدل اور محتاط ہیں۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ''ابن جریج نے جو روایات اپنی تحریر کی مدد سے بیان کی ہیں وہ قابل اعتماد ہیں'' ⑥۔ امام ذہلی فرماتے ہیں ''ابن جریج کی زبانی روایات وہی معتبر ہیں جن میں "حدثني" یا "سمعت" کے الفاظ ہوں ⑦۔ علامہ ذہبی ان کے بارے میں بیان کرتے ہیں ابن جریج پختہ کار عالم ہیں لیکن تدلیس ⑧ کے عادی ہیں ⑨۔

اخلاق و عادات: آپ علم کے ساتھ حد درجہ کے عبادت گذار اور کثرت سے روزے رکھتے۔ ہر ماہ صرف تین ایام کا روزہ چھوڑتے تھے۔ طبیعت بہت رقیق اور اثر پذیر تھی' عبدالرزاق کا بیان ہے ''ابن جریج بالوں میں سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے اور بیش قیمت عمدہ خوشبو استعمال کیا کرتے تھے اور حد درجے کے سخی واقع ہوئے تھے'' ⑩۔

وفات: آپ نے ساری زندگی جوارِ حرم میں گذار دی مگر آخری عمر میں بصرہ چلے گئے تھے۔ آپ نے ذوالحجہ ۱۵۰ھ میں وفات پائی ⑪۔

---

① السیوطی، الاتقان، ص:۲/۱۸۵
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۴۰۴
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۶۹
④ دیکھئے صفحہ نمبر ۳۴۲
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۴۰۴
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۴۰۴
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۴۰۶
⑧ اصول حدیث کی اصطلاح میں سند کے عیب کو مخفی رکھنا اور ظاہری شکل کو حسین بنا دینا تدلیس کہلاتا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں: تدلیس الاسناد اور تدلیس الشیوخ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۷۳
⑨ الذہبی، ذکر اسماء من تکلم فیه و هو ثقة، ص:۵/۱۲۵
⑩ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۱ • ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص:۲/۲۳
⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۱

۲۔ معمر بن راشد (م ۱۵۳ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام معمر بن راشد اور کنیت ابو عروۃ ہے۔ عرب کے مشہور قبیلہ بنو ازد کی طرف نسبت ولاء کے باعث ازدی کہلاتے ہیں (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ ۹۵ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے اور بصرہ کے ایک شخص عبد السلام بن عبد القدوس کے غلام تھے۔ جسے قبیلہ ازد کی حدان نامی شاخ سے نسبت ولاء حاصل تھی (۲)۔

بعد ازاں آپ یمن میں مستقل رہائش پذیر ہو گئے۔ اور وہاں ہمام بن منبہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اس کے علاوہ بیشمار علماء سے مستفید ہوئے (۳)۔

علم و فضل: ابن جریج اپنے تلامذہ سے فرمایا کرتے تھے۔

"عليكم بمعمر فإنه لم يبق في زمانه أعلم منه" (۴)

معمر کی مجلس کو پکڑو اس لئے کہ وہ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم تھے۔

امام احمد رقمطراز ہیں:

"ليس تضم معمراً إلىٰ أحد إلا وجدته فوقه" (۵)

تم جس کے ساتھ بھی معمر کا موازنہ کر کے دیکھو معمر کو اس سے فوقیت ہی حاصل ہو گی۔

امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں:

"معمر أثبت الناس في الزهري" (۶)

زہری سے جتنے بھی علم حدیث حاصل کرنے والے ہیں معمر ان سب سے زیادہ پختہ ہیں۔

---

* سوانح حیات کیلئے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۵/۵۴۶ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۴۲۶ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۵۵۷
◉ ابن الخیاط، الطبقات، ص: ۲۸۸ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ۲/۱۱۵ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۹۲
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۵۰۶ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳/۱۵۷ ◉ ابو زرعۃ، التاریخ، ص: ۱/۱۵۷
◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۵/۵۹۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۸/۲۵۵ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۱۰۷
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۹۰ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۷/۵ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۹۳
◉ الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۲۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۱۵۴ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲/۲۳۳
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۶۶ ◉ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۸۲ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۳۸۴
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۲۳۵

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۰ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۲۳۵ (۲) ابن الاثیر، اللباب فی الانساب، ص: ۱/۴۷
(۳) الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۲۱ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۳۰۳ (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۴۵
(۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۰ (۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۱۸۸

امام عجلی کا قول ہے:

"بصری سکن الیمن ثقة رجل صالح"①

بصرہ کے رہنے والے نے یمن میں سکونت اختیار کر لی تھی ثقہ اور نیک انسان تھے۔

امام نسائی کہتے ہیں:

"هو ثقة مأمون"② (وہ ثقہ اور مامون ہیں)

آپ نے حضرت قتادۃ سے سماع حدیث صرف چودہ برس کی عمر میں کیا، آپ کا بیان ہے۔

"سمعت من قتادة ولى اربع عشرة سنة فما سمعته إذ ذاك كأنه مكتوب فی صدری"③

میں نے قتادۃ سے چودہ برس کی عمر میں سماع حاصل کیا تھا اور میں نے ان سے اس وقت جو کچھ سنا تھا وہ گویا میرے قلب پر نقش ہو گیا تھا۔

آپ کو علم حدیث اور اس سے متعلقہ علوم وفنون میں خاصا کمال تھا ہزاروں احادیث آپ کو یاد تھیں۔ آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث بھی تھا④۔ آپ ملک یمن میں حدیث لکھنے والے پہلے مصنف ہیں⑤۔ اور بے شمار تلامذہ نے آپ سے کسب فیض حاصل کیا⑥۔

امام عبدالرزاق بن ہمام کا بیان ہے:

"كتبت عن معمر عشرة آلاف حديث"⑦

میں نے معمر سے دس ہزار احادیث لکھی ہیں۔

وفات: آپ نے ۱۵۳ھ کو اٹھاون برس کی عمر میں وفات پائی⑧۔

☆......☆

---

① الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۳۸۳ ② الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۳۸۳
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۱۵۴
④ دیکھیے صفحہ نمبر ۳۳۲ ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۱
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۴۵ ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۱
⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۴۵

۳۔ سعید بن ابی عروبہ (م ۱۵۵ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام سعید بن ابی عروبہ اور کنیت ابونضر ہے۔ بنوعدی کا مولیٰ ہونے کی وجہ سے عدوی کہلاتے ہیں (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ حضرت انسؓ بن مالک کی حیات میں پیدا ہوئے بصرہ کے رہنے والے چوٹی کے عالم اور بلند پایہ حافظ حدیث تھے۔ آپ نے حسن بصری، ابن سیرین، ابونضرہ عبدی، قتادہ اور دوسرے بہت سے لوگوں سے علم حاصل کیا اور آپ سے بشر بن مفضل، بن علیہ، غندر، یحییٰ بن سعید وغیرہ بہت سے لوگ مستفید ہوئے (۲)۔

علم وفضل: علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے:

"أن سعيد بن عروبة كان أول من صنف العلم بالبصرة" (۳)

سعید بن عروبہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں علم کو تصنیف کیا۔

ایک دوسری روایت میں الفاظ ہیں:

"هو أول من صنف الأبواب بالبصرة" (۴)

سعید بن عروبہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں ابواب پر حدیث کی کتاب تصنیف کی۔

ابوعوانہ کہتے ہیں:

"ما كان عندنا في ذلك الزمان أحد أحفظ من سعيد بن ابی عروبة" (۵)

ہمارے پاس اس زمانہ میں سعید بن ابی عروبہ سے کوئی بڑا حافظ (حدیث) نہیں ہے۔

ابن معین کا قول ہے:

"أثبتهم في قتادة سعيد والد ستوائي و شعبة" (۶)

سعید (بن ابی عروبہ) دستوائی اور شعبہ، قتادہ سے علم حدیث روایت کرنے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ پختہ ہیں۔

---

* سوانح حیات کیلئے مزید دیکھئے:

◉ ابن معین، التاریخ ص: ۲/۲۰۳ ◉ البخاری، تاریخ الکبیر، ص: ۲/۵۰۳ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۱/۳۰۴
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳/۶۱ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۵۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۶۵
◉ الصالحی، طبقات علماء الحدیث، ص: ۱/۲۷۶ ◉ المزی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۴۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۱۵۱
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۳۰۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۶۳

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۷ (۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۷
(۳) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۳۰۴ (۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۷
(۵) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۳۰۴ (۶) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۳۰۴

نیز آپ کا قول ہے۔

"سعيد ثقة" ① (سعید ثقہ ہیں)

ابوزرعہ فرماتے ہیں:

"ثقة مأمون" ② (سعید بن عروبہ) ثقہ اور غلطی سے پاک ہیں۔

امام ذہبی نے بیان کیا ہے:

"بعض کے نزدیک وفات سے دس سال پہلے ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا" ③

اس لیے امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

"هو ثقة قبل أن يختلط وكان أعلم الناس بحديث قتادة" ④

وہ (سعید بن ابی عروبہ) حافظہ کے اختلاط سے قبل ثقہ تھے اور قتادہ کی مرویات کے سب سے بڑے عالم تھے

آپ کے پاس تحریری طور پر ایک مجموعۂ حدیث تھا⑤۔

وفات: آپ نے ۱۵۶ھ میں وفات پائی⑥۔

☆......☆......

---

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۴۰۳

② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۴۰۳

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۸

④ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص:۱/۱۷۷

⑤ دیکھیے صفحہ نمبر ۳۳۹

⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۴۰۳ ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۸

۴. عبد الرحمن بن عمرو الأوزاعی (م ۱۵۸ ھ)*

نام ونسب: آپ کی کنیت ابوعمر اور نام عبدالرحمٰن بن عمرو بن یحمد الاوزاعی ہے آپ دمشق میں رہنے والے بلند پایہ حافظ حدیث تھے۔ بعلبک (۱) میں ۸۸ھ کو پیدا ہوئے اور انتہائی تنگدستی میں بحالت یتیمی اپنی والدہ کی گود میں بقاع نامی بستی میں پرورش پائی (۲)۔

اوزاعی کی وجہ نسبت کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

ابوزرعۃ الدمشقی کا قول ہے "آپ کا نام عبدالعزیز تھا جسے آپ نے بدل دیا اور اپنا نام عبدالرحمٰن رکھ لیا آپ اصل میں سندھ کے قیدی تھے۔آپ نے أوزاع (نامی بستی) میں قیام کیا اور یہی نام آپ پر غالب ہوگیا" (۳)۔

امام بخاری کی بھی یہی رائے ہے (۴)۔ جبکہ ابن سعد کا کہنا ہے "اوزاعی ھمدان کا ایک گروہ (قبیلہ) ہے چونکہ آپ کا تعلق اس گروہ سے تھا لہٰذا اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو اوزاعی کہتے ہیں" (۵)۔ یاقوت الحموی نے آپ کا قبیلہ ذوالکلاع بتایا ہے (۶)۔

ابتدائی حالات: بچپن میں ہی والد محترم کا سایہ اٹھ گیا تھا۔آپ کی والدہ معاشی پریشانیوں کی وجہ سے ان کو شہر بہ شہر لئے پھرتی تھیں۔ اس لئے ان کی نشوونما کسی ایک جگہ نہیں ہوئی (۷)۔ مصادر میں آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اور بچپن کے حالات وکوائف کے بارے میں

---

* سوانح حیات کیلئے مزید دیکھئے:

- ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۴۸۸/۷
- ابن معین، تاریخ، ص: ۳۵۳/۲
- ابن خیاط، التاریخ، ص: ۴۲۸
- البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳۲۶/۵
- ابوزرعۃ، تاریخ ابی زرعۃ، ص: ۱۲۵/۲
- ابن قتیبۃ، المعارف، ص: ۴۹۶
- الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳۹۰/۲
- الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۶۶/۵
- ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۸۰
- ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۰۳
- ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۱۳۵/۶
- الحمیدی، جذوۃ المقتبس، ص: ۲۳۳
- السمعانی، الأنساب، ص: ۵۳/۲
- الضبی، بغیۃ الملتمس، ص: ۲۹۳
- ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۱۰۶/۳
- الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۵۵/۶
- الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۸/۱
- الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۰۷/۷
- الذہبی، العبر، ص: ۲۲۶/۱
- الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۸۰/۲
- الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۲۴۳/۵
- الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۳۳۳/۱
- ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۲۳/۱۰
- ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۵۵/۶
- الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۲۳۲
- ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۴۱/۱
- القنوجی، التاج المکلل، ص: ۹۳

(۱) بعلبک: شام کا ایک مشہور شہر ہے۔ جہاں حضرت الیاسؑ مبعوث ہوئے تھے، معبد بعل اسی شہر میں تھا، حضرت سلیمانؑ نے یہ شہر بلقیس کو مہر میں دے دیا تھا، آج کل فلسطین میں ریاست اسرائیل کا ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۵۳/۱

(۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۸/۱ ◉ ابن کثیر، البدایہ، ص: ۱۲۳/۱۰ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۱۰/۷

(۳) ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص: ۲۳۹/۶ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۱۰۶/۳

(۴) البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۲۶/۱ (۵) ابن سعد، الطبقات الکبرٰی، ص: ۴۸۸/۷

(۶) الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۸۰/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۹/۶

(۷) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۲۶/۱

کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ آپ نے تابعین کی ایک کثیر تعداد سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ جن میں عطاء بن ابی رباح، قاسم بن مخیمرۃ، شداد بن عمار، زھری وغیرہ شامل ہیں، آپ سے شعبہ، عبداللہ بن مبارک، ولید بن مسلم، یحیٰ بن سعید وغیرہ نے کسب فیض حاصل کیا[1]۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''أدرك خلقا من التابعين''[2] (تابعین کی ایک کثیر تعداد کی انہوں نے صحبت اٹھائی ہے)۔

علم و فضل: آپ اہل شام کے مرجع اور مفتی اعظم تھے۔ بہت عرصہ تک اہلِ شام میں آپ کی پیروی جاری رہی۔ اہل شام کے ساتھ اہل اندلس میں بھی حکم بن ہشام کے دور تک آپ کے فتاویٰ کی اتباع ہوتی رہی[3]۔

ائمہ اربعہ کی طرح آپ بھی اس وقت کے امام متبوع رہے عبدالرحمٰن بن مھدی اسی لئے کہا کرتے تھے کہ ''آپ امام فی السنة ہیں''[4]۔ آپ کے پاس حدیث کی کچھ کتب تھیں[5]۔

اسماعیل بن ابی عیاش کا قول ہے:

"سمعتهم يقولون سنة اربعين و مائة۔ الأوزاعي اليوم عالم الأمة"[6]

۱۴۰ھ میں نے علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام اوزاعی آج پوری امت کے عالم ہیں۔

امام خریبی کا قول ہے:

"كان الأوزاعي أفضل أهل زمانه"[7] (امام اوزاعی اپنے اہلِ زمانہ سے افضل ہیں)

امام حاکم فرماتے ہیں:

"الأوزاعي إمام عصره عموما و إمام أهل الشام خصوصاً"[8]

امام اوزاعی اہل زمانہ کے عموماً اور اہل شام کے خصوصاً امام ہیں۔

امام مالک فرماتے ہیں:

''امام اوزاعی ان ائمہ میں سے ہیں جن کی اقتدا کی جاسکتی ہے''[9]

اخلاق و عادات: آپ سیرت و کردار میں صحابہ کرامؓ و تابعین کا نمونہ تھے، زہد و قناعت، سخاوت، حق گوئی و بے باک، وعظ و پند اور امت کیلئے خیر خواہی یہ سب ان کے نمایاں اوصاف تھے۔ آپ نے امراء و خلفاء کے سامنے جرات و حق گوئی کا متعدد بار ثبوت دیا ہے[10]۔

---

[1] الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۸
[2] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ص:۱/۱۲۶
[3] ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص:۶/۲۳۲
[4] التبریزی، الإکمال فی اسماء الرجال ص:۶۲۸
[5] دیکھئے صفحہ نمبر ۳۵۳
[6] الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ص:۱/۱۷۹
[7] الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ص:۱/۱۷۹
[8] الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ص:۱/۱۸۰
[9] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ص:۱/۱۲۵
[10] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ص:۱/۱۳۶

حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

''کان الأوزاعی رحمه الله کثیر العبادة حسن الصلاة ورعا ناسکا طویل الصمت'' ①۔

اوزاعی رحمہ اللہ کثرت عبادت' نماز کی خوبی' پرہیزگاری اور طویل خاموشی میں ممتاز تھے۔

ابو مسہر کا قول ہے:

'کان اوزاعی یحیی اللیل صلاة قرآنا و بکاء' ②

اوزاعی رونے اور قرآن کی تلاوت اور نماز میں رات ختم کر دیا کرتے تھے۔

نماز میں اس قدر روتے تھے کہ مصلیٰ تر ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت آپ کی بیوی سے ملنے آئی اس نے دیکھا کہ مصلیٰ کا ایک حصہ تر ہے، پوچھا کہ کیا مصلیٰ پر کسی بچے نے پیشاب کر دیا ہے؟ تو آپ کی بیوی نے جواب دیا۔

'هذا من أثر دموع الشیخ من بکائه فی سجوده هکذا یصبح کل یوم' ③

یہ شیخ کے آنسوؤں سے تر ہو گیا ہے، آپ روزانہ سجود میں اسی طرح رویا کرتے ہیں۔

وفات: آخری عمر میں آپ بیروت کی سرحدی چھاونی میں چلے آئے اور وہاں ہی ۱۵۷ھ کو انتقال فرما گئے ④۔

☆☆

① ابن کثیر، البدایة والنهایة، ص:۱/۱۲۶

② الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص:۱/۱۷۹

③ ابن کثیر، البدایة والنهایة، ص:۱/۱۲۶

④ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص:۱/۱۸۳

۵۔ ربیع بن صبیح (م ۱٦٠ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام ربیع بن صبیح اور کنیت ابوبکر وابوحفص ہے۔قبیلہ بنوسعد میں زید کے آزاد کردہ غلام تھے اسلئے ان کی طرف نسبت کی وجہ سے سعدی کہلاتے ہیں (۱)۔

ابتدائی حالات: ربیع بصرہ کے رہنے والے تھے۔جس وقت انہوں نے ہوش سنبھالا۔اس وقت بصرہ اسلامی شان وشوکت اور علوم وفنون کا مرکز تھا اس دور میں امام حسن بصری علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے ربیع نے امام حسن بصری سے علم حاصل کیا۔ان کے علاوہ ابن سیرین، عطاء بن ابی رباح، ثابت بنانی اور دوسرے کبار شیوخ سے بھی مستفید ہوئے۔اور آپ سے وکیع، ابن مہدی، ابوداؤد طیالسی، علی بن جعد وغیرہ نے روایت کی ہے (۲)۔

علم وفضل: ائمہ اور اہل فن ربیع کے بارے میں رطب اللسان ہیں۔امام شعبہ فرماتے ہیں:

"ربیع سید من سادات المسلمین" (۳) (ربیع مسلمانوں کے پیشواؤں میں سے ایک ہیں)۔

امام ابوزرعہ کا قول ہے۔

"شیخ صالح صدوق" (۴) ((ربیع) سچے اور نیک بزرگ تھے)۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

"لابأس به رجل صالح" (۵) (ان سے روایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، نیک آدمی ہیں)۔

امام ابن معین فرماتے ہیں۔

"لیس به بأس" (٦) (ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۲۷۷
- ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۳۰
- البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳/ ۲۷۸
- الطبری، تاریخ، ص: ۸/ ۱۲۸
- الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۴٦۳
- ابن عدی، الکامل، ص: ۲٦۷
- ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ٦/ ۳۰۴
- المزی، تہذیب الکمال، ص: ۴۰۸
- ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴۷
- الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: 115
- الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۴۸۷
- ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/ ۲۴۷

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴۷

(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴٦ ؛ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: 115

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴٦

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴٦

(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴٦ ؛ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: 115

(٦) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴۸

امام ابن عدی کا بیان ہے :

"له احاديث صالحة مستقيمة ولم أر له حديثا منكراً و أرجو أنه لابأس به ولا برواياته"①

ان (ربیع) کی احادیث درست ہیں اور مجھے ان کی کسی منکر حدیث کا علم نہیں میرا خیال ہے کہ ان سے روایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا شہادتوں کے باوصف بعض ناقدین نے ان کے بارے میں جرح کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

"هو عندنا صالح و ليس بالقوى"② (وہ ہمارے نزدیک نیک آدمی ہیں، مگر قوی نہیں تھے)۔

ابن حبان رقمطراز ہیں:

"إن الحديث لم يكن من صناعته و كان يهم فيما يروى كثيراً حتى وقع فى حديثه المناكير من حيث لا يشعر، لا يعجبنى الإحتجاج به إذا انفرد"③

بلاشبہ حدیث ان کا فن نہیں تھا اور انہیں روایت حدیث میں وہم بہت زیادہ ہوتا تھا حتی کہ غیر شعوری طور پر ان کی حدیث منکر ہو جاتی تھی مجھے ان کے منفرد ہونے کی صورت میں ان کی روایت سے استدلال کرنا پسند نہیں تھا۔

امام حاکم فرماتے ہیں۔

"ليس بالمتين عندهم"④ (وہ (ربیع) محققین کے نزدیک قوی نہیں تھے)۔

ان اقوال کے مابین تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے۔ کہ مؤخر الذکر اقوال جو ان کی روایات کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں۔ دراصل یہ تمام ضعف ان کے آخری عمر کے بعض مخصوص حالات کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ آپ نے آخری زندگی مجاہدانہ سرگرمیوں اور غایت درجہ زہد وتقوی میں گذاری۔ اور بغیر تحقیق کیے محض حسن ظن کی بناء پر ہر طرح کے رواۃ سے روایات قبول کرنی شروع کردی تھیں۔ جس وجہ سے آپ محدثین کی طرف سے مورد طعن ٹھہرائے گئے۔

اسلامی علوم وفنون کو جن ائمہ نے صفحہ قرطاس ہر جگہ دی ان میں ربیع بن صبیح کو شرف اولیت حاصل ہے۔

حاجی خلیفہ رقمطراز ہیں:

"هو أول من صنف فى الإسلام"⑤ (وہ (ربیع) اسلام میں پہلے مصنف ہیں)۔

تاہم حقیقت امر یہ ہے کہ دوسری صدی ہجری کے وسط میں جب علوم اسلامیہ کی تدوین کا کام شروع ہوا تو ہر جگہ کے علمائے کرام نے حدیث کو کتابی شکل میں مرتب کیا⑥۔ اور اس طرح سرزمین بصرہ میں یہ شرف ربیع بن صبیح کو حاصل ہوا⑦۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴۸ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴۸

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴۸ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۴۸

⑤ ان کے دوسرے بیان کے مطابق ابن جریج کی کتاب اسلام میں سب سے پہلی تصنیف ہے۔ جبکہ ایک اور قول کے مطابق امام مالک کی الموطا کو اس شرف کا حامل قرار دیا گیا ہے۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص: ۱/ ۴۲۳

⑥ دیکھیے صفحہ نمبر ۳۵۹

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/ ۲۴۸ ◉ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص: ۱/ ۴۲۳

علامہ ذھبی نے رامہرمزی کے حوالہ سے بیان کیا ہے:

"أول من صنف و بوّب بالبصرة الربيع بن صبيح ثم سعيد بن ابى عروبة و عاصم بن على"①

بصرہ میں ربیع بن صبیح نے سب سے پہلے تصنیف وتالیف کا کام کیا اس کے بعد سعید بن ابی عروبہ اور پھر عاصم بن علی ہیں۔

اخلاق وعادات: آپ کثرتِ عبادت، زہد وتقویٰ میں بھی منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ ابن حبان رقمطراز ہیں:

"كان من عباد أهل البصرة وزهادهم يشبه بيته بالليل ببيت النحل من كثرة التهجد"②

وہ (ربیع) بصرہ میں سب سے زیادہ عبادت گذار اور صاحب ورع تھے، کثرت تہجد کی بدولت رات کو ان کے گھر کو شہد کی مکھی کے ساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے۔

آپ شجاعت اور اسلامی حمیت میں بھی مفقود النظیر تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں:

"كان ربيع بن صبيح رجلا غزاء"③ (ربیع بن صبیح بہت بڑے غازی تھے)

امام شعبہ کا بیان ہے:

"لقد بلغ الربيع بن صبيح مالم يبلغ لأحنف بن قيس يعنى فى الإرتفاع"④

ربیع بن صبیح کا مرتبہ احنف بن قیس سے بلند تر تھا⑤۔

علامہ بلاذری کا بیان ہے:

"جمع مالا من أهل البصرة فحصن به عبادان ورابط فيها"⑥

ربیع نے اہل بصرہ سے چندہ وصول کر کے عبادان کی قلعہ بندی اور اس کی مرابطت کی خدمت انجام دی۔

وفات: آپ کو خلیفہ مہدی کے عہد میں ہندوستان کی طرف بھیجا گیا۔ آپ ایک جنگی بیڑہ کے افسر اعلیٰ تھے۔ چنانچہ فتح حاصل کرنے کے بعد ۱۶۰ھ کو جزائر بحر الہند میں "حمام تر" نامی بیماری کی وجہ سے فوت ہوئے⑦۔

---

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۴۱ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۴۸

③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۴۶۵ ④ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۴۲

⑤ حضرت احنف بن قیس اپنے زمانے میں بہادری اور جوانمردی کیلئے ضرب المثل تھے انھوں نے اپنی شجاعت کے بہت سے نمایاں واقعات ثبت کیے تھے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۹۳

⑥ البلاذری، فتوح البلدان، ص:۳۶۳

⑦ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص:۹/۱۳۲ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۳۰۹

٦۔ شعبہ بن حجاج (م ١٦٥ھ) *

نام ونسب: آپ کی کنیت ابو بسطام اور نام شعبة بن الحجاج بن الورد العتکی ہے، بنوازد کے ساتھ نسبتِ ولاء کی وجہ سے ازدی کہلاتے تھے (١)۔

ابتدائی حالات: آپ ۸۲ھ کو 'واسط' (٢) میں پیدا ہوئے پھر بصرہ میں اقامت گزین ہو گئے۔ آپ کی علمی زندگی شعر وادب سے شروع ہوئی، پھر بعد میں حکم بن عتیبہ کی مجلس سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ آپ کو امام شعبی سے علم حدیث کے استفادہ نہ حاصل کرنے کا بہت افسوس تھا (٣)، آپ نے کوفہ کے تین سو شیوخ حدیث سے روایت کی ہے۔ ان میں حسن بصری، انس بن سیرین، عمرو بن دینار، یحیی بن ابی کثیر وغیرہ شامل ہیں۔ اور ان سے ان کے اساتذہ اعمش، ایوب سختیانی، اور ابو اسحاق کے علاوہ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، غندر، آدم وغیرہ نے روایت کی ہے (٤)۔

آپ نے تحملِ حدیث کے لئے بہت زیادہ مشقت برداشت کی حجاج بن اَرطاۃ سے پوچھا گیا:

"من أتعب الناس في الحديث قال ذاك البائس شعبة" (٥)

حدیث کے لئے سب سے زیادہ کس نے مشقت برداشت کی، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بیچارہ شعبہ ہیں۔

ابن عیینہ کا قول ہے:

''میں نے شعبہ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے جو حدیث طلب کرے گا وہ مفلس ہی رہے گا، ایک مرتبہ تنگی کی وجہ سے مجھے اپنی والدہ کا تھال سات دینار میں فروخت کرنا پڑا تھا (٦)۔

---

* سوانح حیات کیلئے مزید دیکھئے:

- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۸۰/۷ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۰۱ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۵۳۵
- ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۴۴/۴ ◉ ابوزرعہ، تاریخ ابی زرعہ، ص: ۱۵۸/۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۵۰۱
- ◉ الواسطی، تاریخ واسط، ص: ۱۲۰ ◉ الطبری، المنتخب، ص: ۶۵۶ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۶۹/۴
- ◉ ابن حبان: مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۷۷ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱۴۴/۷ ◉ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۵/۹
- ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۲۱۸/۱ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۲۶۳/۳ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲۴۴/۱
- ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳۸۸/۲ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۱۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۹۳
- ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۰۲/۷ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۲۳۳/۱ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۵۵/۱۶
- ◉ ابن حجر، التقریب، ص: ۳۵۱/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۸/۴ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۴۵/۱

(١) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۹۳/۱ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲۴۴/۱

(٢) واسط نام کے کئی ایک شہر ہیں، لیکن یہاں واسط سے مراد وہ شہر ہے جو بصرہ اور کوفہ کے بیچ درمیان واقع ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۴۷/۵

(٣) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۷/۹

(٤) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۸/۴ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۹۳/۱ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۰۳/۷

(٥) ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۸۱

(٦) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۹۵/۱

حدیث کی تحقیق کے لئے آپ نے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ کے بے شمار سفر کیے (۱)۔

علم وفضل: حدیث میں آپ کی امامت وجلالت تو ضرب المثل تھی، حدیث کی ہر کتاب میں آپ کی مرویات پائی جاتی ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں: ''علی ابن المدینی کے واسطہ سے ان کی دو ہزار احادیث ہم تک پہنچی ہیں'' (۲)

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ''میں نے ان سے سات ہزار احادیث سنی ہیں......'' (۳)

ابوقتیبہ کہتے ہیں:

ایک دفعہ میں کوفہ آیا۔ تو امام سفیان ثوری مجھ سے پوچھنے لگے۔ ہمارے استاد امام شعبہ کا کیا حال ہے؟ (۴)

حماد بن زید جب حدیث بیان کرتے تو فرماتے:

"حدثنا الضخم عن الضخام شعبة الخير ابو بسطام" (۵)

ہمیں جلیل القدر امام ابو بسطام شعبہ نے جلیل القدر ائمہ سے حدیث بیان کی ہے۔

ابو زید انصاری کے پاس امام شعبہ کا ذکر ہوا۔ تو بولے! تمام علماء امام شعبہ ہی کی ایک شاخ ہیں (۶)۔

امام شافعی کا قول ہے:

"لولا شعبة لما عرف الحديث بالعراق" (۷)

اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں کوئی (صحیح) حدیث کو نہ پہچان سکتا۔

علم وفضل کے باوصف حدیث کی روایت میں بڑی احتیاط کرتے تھے، جب تک آپ کسی حدیث کا سماع کئی مرتبہ نہ کر لیتے، اس کی روایت نہیں کرتے تھے (۸)۔ آپ کے پاس علم تفسیر کے علاوہ حدیث کا مجموعہ بھی تھا (۹)۔

اخلاق وعادات: آپ سیرت وکردار اور زہد وتقوی میں بھی ممتاز تھے، نماز نہایت ہی خضوع کے ساتھ ادا کرتے، کثرت سے روزے رکھتے اور بڑے سخی واقع ہوئے تھے۔ حتی کہ آپ ابو الفقراء و أمهم کی نسبت سے مشہور ہوئے، نہایت سادہ زندگی بسر کی، انہی اوصاف وکمالات اور اخلاقی خوبیوں کی بدولت امام یحییٰ بن معین آپ کو امام المتقین کہتے تھے (۱۰)۔

وفات: آپ نے ۱۶۰ھ میں ۷۷ برس کی عمر میں بصرہ میں وفات پائی (۱۱)۔

---

(۱) الخطیب، الرحلة فی طلب الحدیث، ص: ۱۵۳
(۲) النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۲۳۶
(۳) الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۱۹۵
(۴) الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۱۹۳
(۵) الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۱۹۳
(۶) الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۱۹۶
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۳۴۴
(۸) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۲۵۵
(۹) دیکھئے صفحہ نمبر ۳۶۱
(۱۰) الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۱۹۶
(۱۱) الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۱۹۷

۷۔ سفیان بن سعید الثوری (م ۱۶۱ ھ) *

نام ونسب: آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری ہے۔ آپ ہمدان کے ثور نہیں، بلکہ مضر کے قبیلہ ثور کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ثوری کہلاتے ہیں (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ کوفہ میں ۹۷ھ کو پیدا ہوئے۔ اس وقت کوفہ علوم دینیہ کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔ مصادر میں آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ البتہ آپ کے والد سعید بن مسروق خود صاحب علم وفضل تھے۔ حدیث کی روایت میں خاص طور پر مشہور تھے ان کے تلامذہ کی جو فہرست رجال کی کتب میں ملتی ہے اس میں آپ کا نام بھی ملتا ہے (۲)۔

بعض واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی معاشی حالت اچھی نہیں تھی جو آپ کے حصول علم کی راہ میں ایک رکاوٹ تھی مگر آپ کی والدہ آپ کو حصول علم کی ترغیب دیتی آپ فرماتی ہیں۔

"یا بنی أطلب العلم و أنا أکفیك بمغزلی" (۳)

اے بیٹے! علم کو حاصل کرو میں چرخہ کات کر تمھارے اخراجات پورے کروں گی۔

آپ نے کوفہ کے تمام ممتاز شیوخ حدیث وفقہ سے استفادہ کیا۔ خصوصاً امام اعمش اور ابواسحٰق سبیعی سر فہرست تھے۔ بعد ازاں آپ نے بصرہ اور حجاز کے مختلف مقامات کے شیوخ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا۔ آپ نے اپنے والد سعید بن مسروق، زبید بن حارث، حبیب بن ابی ثابت، اسود بن قیس وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید القطان، ابن وھب، وکیع اور دوسرے بہت سے لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا ہے (۴)۔

* سوانح حیات کے لیے دیکھیے:

ابن سعد، الطبقات الکبرٰی، ص: ۳۷۱/۶ ◉ ابن معین، التاریخ، ۲/ ۲۱۱ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۱۹
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۶۸ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۸۳ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۹۲/۴
◉ العجلی تاریخ الثقات، ص: ۱۹۰ ◉ ابوزرعہ، تاریخ ابی زرعۃ، ص: ۲۹۸/۱ ◉ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۱۵۰/۱
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۹۷ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۷۱۳/۱ ◉ البلاذری، انساب الأشراف، ص: ۱۶۲/۱
◉ الدولابی، الکنی والأسماء، ص: ۵۶/۲ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۵۸/۸ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۵۵
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۲۲/۴ ◉ ابن شاہین، تاریخ أسماء الثقات، ص: ۱۵۴ ◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۳۵۶/۶
◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۵۱/۹ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۷۳ ◉ السمعانی، الأنساب، ص: ۱۳۶/۳
◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۱۴۷/۳ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲۲۲/۱ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۲۳
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۲۹/۷ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۲۳۵/۱
◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۶۹/۲ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۲۷۸/۱۵ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۳۳۵/۱
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۱/۴ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۳۹/۲ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۱۴۵
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۵۰/۱

(۱) النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲۲۲/۱ (۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۳/۴
(۳) ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۱۱۶/۳ (۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱

حافظ ابن حجر مختلف شیوخ کا نام لے کر لکھتے ہیں۔

"و خلق من أهل الكوفة و جماعة من أهل البصرة و طوائف من أهل الحجاز۔" ①

اہل کوفہ کی ایک بڑی تعداد سے استفادہ کیا اور بصرہ کی ایک جماعت سے فیض اٹھایا اور حجاز کے مختلف حلقہ ہائے درس سے بہرہ مند ہوئے۔

علم و فضل: سفیان ثوری کو ائمہ حدیث میں ایک اہم مقام حاصل تھا اور آپ حدیث میں ید طولی رکھتے تھے۔ محدثین کی ایک جماعت نے آپ کو "امیر المؤمنین فی الحدیث" کا خطاب دیا ہے ②۔

امام اوزاعی کا قول ہے:

"لم يبق منهم يجتمع عليه العامة بالرضى والصحة إلا الثورى" ③

اب ثوری ہی ایسی شخصیت ہیں جس پر تمام محدثین صحت اور مرضی سے جمع ہیں۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے:

"ایک مرتبہ امام شعبہ نے ابو اسحاق سے حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہا امام سفیان نے اس روایت میں آپ کی مخالفت کی ہے تو امام شعبہ نے کہا اس روایت کو چھوڑ دو کیونکہ امام سفیان مجھ سے زیادہ حافظ ہیں" ④۔

زائدۃ کہتے ہیں:

"ہم اعمش کے پاس آئے تو وہ ہمیں بہت زیادہ احادیث بیان کرتے پھر ہم امام سفیان ثوری کے پاس جاتے تو انہیں یہ احادیث سناتے تو امام سفیان کہتے یہ اعمش کی حدیث نہیں ہے ہم کہتے انہوں نے ابھی ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے تو کہتے اگر چاہو تو ان سے جا کر کہہ دو تو ہم اعمش کے پاس آتے اور انھیں اس کی خبر دیتے تو اعمش کہتے امام سفیان نے سچ کہا ہے یہ ہماری حدیث نہیں ہے" ⑤۔

عبدالرحمٰن بن مہدی، جو خود حدیث کے امام ہیں، کہتے ہیں:

"ما رأيت صاحب الحديث أحفظ من سفيان الثورى" ⑥

میں نے سفیان ثوری سے زیادہ احادیث یاد رکھنے والا نہیں دیکھا۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۱۲

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۰۳ ◉ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۹۳ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۶۳

③ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۲۲۳

④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۷۰

⑤ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۷۱

⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۱۶۸ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۲۲۲

حسن بن عیاش کہتے ہیں:

"ہم سفیان کے ہاں جاتے تو انھیں وہ احادیث سناتے جن کو ہم نے کسی محدث سے سنا ہوتا اور محدث کا نام بھی بتاتے تو امام سفیان کہتے کہ یہ حدیث ان کی احادیث میں سے ہے، اور یہ حدیث ان کی احادیث میں سے نہیں ہے" (۱)۔

آپ کا شمار ان چھ ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے، جو تبع تابعین میں صاحب مذہب شمار کئے جاتے ہیں۔ امام نووی رقمطراز ہیں:

"هو أحد اصحاب المذاهب الستة المتبوعة" (۲)

ان کا شمار ان چھ صاحب مذہب ائمہ میں ہوتا ہے جو متبوع خلائق ہیں۔

امام اوزاعی کی طرح آپ کا مسلک بھی کئی صدی تک زندہ رہا۔ ابن عماد نے ابن رجب کا یہ قول نقل کیا ہے:

"وجد فی اخر القرن السابع سفيانيون" (۳)

چوتھی صدی کے آخر تک سفیان ثوری کے متبعین موجود تھے۔

آپ کو تیس ہزار مرویات زبانی یاد تھیں (۴)۔ آپ کے پاس احادیث کا مجموعہ تھا (۵)۔

اخلاق و عادات: امام سفیان ثوری کی ذات علم و عمل دونوں کا مجموعہ تھی۔ دنیا سے بے رغبتی کا یہ حال تھا عمر بھر گھر پر ایک درہم صرف نہیں کیا (۶)۔ یحییٰ بن یمان کا بیان ہے:

'أقبلت الدنيا عليه فصرف وجهه عنها' (۷) (دنیا ان کی طرف بڑھی مگر انھوں نے اس سے رخ پھیر لیا)۔

آپ کے زہد و رع کی بنا پر لوگ کہا کرتے تھے:

"لو لا السفيان لمات الورع" (۸) (اگر سفیان نہ ہوتے تو زہد و ورع کا خاتمہ ہو جاتا)۔

امرا و سلاطین سے ہمیشہ بے تعلق رہے، عہد منصور اور مہدی میں بے شمار مصائب سے دوچار ہوئے۔ مگر حق کا دامن نہیں چھوڑا (۹)۔

وفات: مہدی خلیفہ کی ناراضگی کے بعد آپ مصر چلے گئے تھے جہاں آپ مشہور محدث عبدالرحمٰن بن مہدی کے پاس رہے اور بالآخر ۱۶۱ھ کو وفات پا گئے (۱۰)۔

☆ ☆

(۱) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۰/۲
(۲) النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲۲۳/۱
(۳) ابن العماد، شذرات الذھب، ص: ۲۵۰/۱
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۴/۴
(۵) دیکھئے صفحہ نمبر ۳۶۷
(۶) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۶۴/۹
(۷) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۵۶/۹
(۸) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۶۰/۹
(۹) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۶۰/۹ ◉ ابن العماد، شذرات الذھب، ص: ۲۵۰/۱
(۱۰) ابن ابی شیبۃ المصنف، کتاب التاریخ، ص: ۷۰/۱۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۶/۱

۸۔ حماد بن سلمه (م ۱۶۷ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام حماد بن سلمہ اور کنیت ابو سلمہ ہے۔ بنوتمیم کے غلام تھے۔ ربیعہ کے ساتھ نسبت ولاء پر ربعی کہلاتے تھے[۱]۔

ابتدائی حالات: آپ کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں مصادر سے کسی قسم کا تذکرہ نہیں ملتا۔ تاہم اس وقت بصرہ دینی علوم کا ایک بڑا مرکز تھا اس لئے اغلب گمان یہی ہے کہ آپ نے یہاں سے تمام علوم حاصل کیے ہوں گے ابن العماد کا بیان ہے۔ ''حماد فصیح بولنے والے اور عربی کے امام تھے''[۲]۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ'' آپ نے تابعین کی ایک کثیر جماعت سے استفادہ کیا ہے۔ اور ان سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے''[۳]۔

---

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۲۸۲/۷ ◎ ابن معین، التاریخ، ص: ۱۳۰/۲ ◎ ابن معین، معرفۃ الرجال، ص: ۵۳/۱

◎ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۴۳۹ ◎ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۲۳ ◎ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۸۱

◎ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۲/۳ ◎ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۱۳۱ ◎ المسلم، الکنی والاسماء، ص: ۳۸۱/۱

◎ ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۲۵۳/۱ ◎ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص: ۵۲/۱ ◎ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۵۰۳

◎ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱۷/۳ ◎ الواسطی، التاریخ، ص: ۵۱ ◎ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۳۹۱/۲

◎ الدولابی، الکنی والاسماء، ص: ۱۹۱/۱ ◎ الطبری، التاریخ، ص: ۱۰/۱ ◎ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۳۹۶/۲

◎ ابن حبان الثقات، ص: ۲۱۶/۶ ◎ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۵۷ ◎ الحاکم، الاسامی والکنی، ص: ۱۳۶/۱

◎ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲۴۹/۶ ◎ الخطیب، السابق واللاحق، ص: ۱۷۵ ◎ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱۰۳/۱

◎ السمعانی، الانساب، ص: ۱۰۲/۵ ◎ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۳۶۱/۳ ◎ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۲۵۳/۷

◎ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۲۰۲/۱ ◎ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱۱۲/۱ ◎ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴۴۴/۷

◎ الذہبی، العبر، ص: ۲۴۸/۱ ◎ الذہبی، الکاشف، ص: ۱۸۸/۱ ◎ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۹۰/۱

◎ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۳۵/۱۳ ◎ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۳۵۳/۱ ◎ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۱۳۶

◎ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۲۵۸/۱ ◎ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱۹۷/۱ ◎ ابن حجر تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳

◎ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۵۶/۲ ◎ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۸۷ ◎ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۹۳

◎ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۶۲/۱

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۲/۱ ◎ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۲۷۳/۳

② ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۶۲/۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/۳

علم و فضل: حفظ و ثقاہت میں آپ اپنے معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔ مگر آخری عمر میں سوء حفظ کی شکایت ہوگئی تھی ①۔

ابن مہدی بیان کرتے ہیں "لوگوں کا خیال ہے کہ حماد بن سلمہ کی کتب میں الحاق کیا گیا ہے" ②۔ ان دو وجوہات کی بناء پر بعض محدثین کی نظر میں ان کی روایات مشتبہ ہو گی تھیں۔ تاہم ائمہ حدیث نے حماد بن سلمہ کے فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے۔ ابن عدی، امام عجلی، امام نسائی وغیرہ نے آپ کی توثیق کی ہے ③۔

علاوہ ذہبی کا بیان ہے کہ "حماد بن سلمہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں سعید بن عروبہ کے ساتھ علم حدیث میں متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔ نیز آپ عربی میں کامل، فقہ میں ماہر، عمل میں متبع، سنت اور خطابت میں فصیح البیان تھے" ④۔

آپ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ بھی تھا ⑤۔

اخلاق و عادات: علم و فضل کے ساتھ ساتھ زہد و ورع اور عبادت میں بھی بے مثال تھے۔ سنت پر سختی سے کار بند رہتے اور اہل بدعت کے اثرات کو ختم کرنے میں انتہائی کوشاں تھے آپ دنیا سے استفادہ اور امراء کی سے صحبت گریز کرتے تھے ⑥۔

محدث ابن جوزی نے آپ کے زہد و خشیت الٰہی کا ایک واقعہ نقل کیا ہے ⑦۔

وفات: آپ نے ۱۶۷ھ میں بصرہ میں بحالت نماز انتقال کیا ⑧۔

☆......☆......

---

① اس لئے محدثین نے آپ کی روایات پر جرح کی ہے۔ امام بخاری نے ان سے روایت تو نہیں کی مگر ان سے استشہاد کیا ہے۔ جبکہ امام مسلم نے احتجاد کیا اور سوء حفظ سے پہلے کی جو ان کی روایات ثابت البنانی کے واسطے سے ہیں ان کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۴/۳

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۴/۳

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵/۳

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱

⑤ دیکھئے صفحہ نمبر ۳۷۷

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵/۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱

⑦ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص، ۳/۳۷۳

⑧ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۶۲/۱ ◉ ابن حجر تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۳

۹۔ مالک بن انس (م ۱۷۹ ھ)*

نام ونسب: آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام مالک بن انس ہے۔آپ کا نسب ذی اصبح تک پہنچ جاتا ہے، جو یمن میں قبیلہ کا نام ہے (۱)۔جبکہ حافظ ابن حجر اور امام نووی نے لکھا ہے کہ آپ کا نسب نامہ خثیل پر پہنچتا ہے۔خثیل عمرو بن الحارث کے فرزند تھے، اور حارث کا قبیلہ ذواصبح تھا۔اسی لحاظ سے آپ کو اصبحی کہتے ہیں، اور لقب دار الھجرۃ ہے (۲)۔

ابتدائی حالات: آپ ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور علمائے مدینہ سے کسب فیض حاصل کیا۔دس برس سے کچھ زائد عمر میں علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا۔عرصۂ دراز تک عبدالرحمٰن بن ہرمز سے استفادہ کرتے رہے۔آپ نے نافع ،زہری ،عامر بن عبداللہ، ابن المنکدر اور عبداللہ بن دینار سے علم حدیث حاصل کیا۔جبکہ آپ سے عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید القطان ،ابن وہب وغیرہ نے روایت کی ہے (۳)۔نوجوانی میں ہی آپ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

> ابھی آپ کی عمر اکیس برس تھی کہ آپ فتوٰی دینے کے اہل تھے اور فتوٰی کے لئے بیٹھے اور ابوجعفر المنصور کی خلافت کے آخری ایام اور بعد میں دور دراز سے طلباء آپ کے پاس علم حاصل کرنے آتے تھے اور خلیفہ مامون الرشید کے عہد میں آپ کے پاس طلباء کا بہت زیادہ اژدہام ہوگیا تھا (۴)۔

• مزید سوانح حیات کے لیے دیکھئے:

• ابن سعد الطبقات الکبرٰی،ص: ۱۹۲/۷ ◉ ابن خیاط، تاریخ،ص: ۳۱۹، ۳۵۱ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۷۵
◉ البخاری، التاریخ الصغیر،ص: ۱۹۷ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر،ص: ۳۱۰/۷ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۴۱۷
◉ ابن قتیبہ، المعارف،ص: ۴۹۸ ◉ البلاذری، أنساب الأشراف،ص: ۲۷/۳ ◉ الدولابی، الکنی والأسماء،ص: ۶۱/۲
◉ الطبری، تاریخ الطبری،ص: ۱۳۳/۸ ◉ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل،ص: ۲۰۴/۸ ◉ المسعودی، مروج الذھب،ص: ۲۵۹۹
◉ ابن حبان، الثقات،ص: ۴۵۹/۷ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار،ص: ۱۴۰ ◉ ابن عبدالبر، الانتقاء،ص: ۶۳/۹
◉ ابن شاہین، التاریخ،ص: ۳۰۱ ◉ الکلاباذی، رجال صحیح البخاری،ص: ۶۹۳/۲ ◉ ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم،ص: ۲۲۰/۲
◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء،ص: ۳۱۶/۶ ◉ ابن حزم، جمہرۃ أنساب العرب،ص: ۴۳۵ ◉ الطوسی، الفہرست،ص: ۱۶۸
◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ،ص: ۱۷۷/۲ ◉ النووی، تہذیب الأسماء،ص: ۷۵/۲ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان،ص: ۳/۳
◉ المزی، تہذیب الکمال،ص: ۳۸۱/۱۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ،ص: ۲۰۷/۱ ◉ الذہبی، دول الاسلام،ص: ۱۱۶/۱
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء،ص: ۴۳/۸ ◉ الذہبی، العبر،ص: ۲۷۲/۱ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان،ص: ۳۷۳/۱
◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ،ص: ۱۸۸/۱۰ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ،ص: ۳۵/۲ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب،ص: ۲۲۳/۲
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب،ص: ۵/۱۰ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ،ص: ۹۶/۲ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب،ص: ۳۶۶
◉ ابن العماد، شذرات الذھب،ص: ۱۲/۲

(۱) شاہ عبدالعزیز، بستان المحدثین،ص: ۱۲
(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب،ص: ۵/۱۰
(۳) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ،ص: ۲۰۷/۱
(۴) الذہبی، سیر أعلام النبلاء،ص: ۴۹/۸

امام شعبہ فرماتے تھے:

"دخلت المدينة ونافع حي ومالك حلقة"①

نافع کی زندگی میں مدینہ آیا تو امام مالک کا حلقہ تدریس بہت وسیع ہو چکا تھا۔

بعض مصادر میں امام شعبہ کا قول یوں نقل کیا گیا ہے:

"دخلت المدينة بعد موت نافع بسنة فإذا المالك حلقة ②

نافع کی وفات کے بعد میں مدینہ آیا تو امام مالک کا حلقہ تدریس بہت بڑا تھا۔

علم وفضل: آپ مدینہ منورہ کے بلند پایہ حافظ حدیث اور امت مسلمہ کے نامور فقیہ تھے۔

امام عبدالرزاق آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارکہ:

"يوشك أن يضرب الناس أكباد الإبل يطلبون العلم لا يجدون عالماً أعلم من عالم أهل المدينة"③

عنقریب لوگ دور دراز ممالک سے سفر کر کے آئیں گے لیکن انھیں مدینہ کے عالم سے بڑا عالم کوئی نہیں ملے گا۔

کے بارے میں فرماتے ہیں اس کا مصداق امام مالک ہیں ④۔

اس طرح کا ایک قول ابن عیینہ سے منقول ہے ⑤۔

ابن عیینہ کا قول ہے:

"ما كان أشد انتقاد مالك للرجال وأعلمه بشأنهم"⑥

مالک رجال کے بارے میں سخت نقد کرنے والے اور ان کے معاملے سے خوب باخبر تھے۔

یحییٰ بن سعید کا قول ہے:

"كان مالك بن أنس إماماً فى الحديث"⑦

مالک بن انس حدیث کے امام تھے۔

---

① الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/ ۴۹

② ابن حبان، المجروحین، ص: ۱/ ۴۴ ◉ الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/ ۶۶، ۸۷، ۱۱۴۔

③ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/ ۲۲۹ ◉ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم باب ماجاء فی عالم المدينة، حدیث نمبر ۲۶۸۰، ص: ۶۰۸
◉ الحاکم، المستدرک، کتاب العلمؒ ص: ۱/ ۹۰

④ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۰۸ ◉ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۵/ ۳۰۶، ۹/ ۳۷۷ ◉ ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/ ۸۴

⑤ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم باب ماجاء فی عالم المدينة، حدیث نمبر ۲۶۸۰، ص: ۶۰۸۔

⑥ ابن ابی حاتم، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۳

⑦ ابن عدی، الکامل، ص: ۲/ ۱۰۲

امام شافعی کا قول ہے:

"إذا جاء الحديث عن مالك فشدّ به يدك"①

جب کوئی حدیث امام مالک سے مروی ہو تو اسے مضبوطی سے پکڑ لو (یعنی حدیث صحیح اور قابل عمل ہے)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

"كل من روى عنه مالك فهو ثقة"②

امام نے مالک جس سے بھی روایت کی ہے وہ ثقہ ہے۔

بشر بن عمر نے امام مالک سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا:

"هل رأيته في كتبي قلت لا قال لو كان ثقة لرأيته في كتبي "③

کیا تم نے اسے میری کتب میں دیکھا ہے، میں نے جواب دیا نہیں تو اپ نے فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتا تو تم اسے میری کتب میں لازمی دیکھ لیتے۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے:

"مالك أمير المؤمنين في الحديث "④ (مالک حدیث کے امیر المؤمنین تھے)

آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث بھی تھا⑤۔

اخلاق و عادات: آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے اور حد درجہ شرمیلے اور حیادار تھے، آپ آنحضرت ﷺ سے والہانہ شیفتگی رکھتے تھے۔ زندگی بھر مدینہ منورہ میں کسی جانور پر اس لیے سواری نہیں کی کہ اس زمین میں آنحضرت ﷺ مدفون ہیں۔ آپ کثرت سے عبادت کرتے اور روزے رکھتے تھے۔ امراء و سلاطین کی طرف سے بے شمار آزمائشیں آئیں مگر حق کا دامن نہ چھوڑا⑥۔

وفات: آپ نے ۱۷۹ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور بقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئے⑦۔

......☆......☆......

① ابن ابی حاتم، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۳ ◉ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۱۳۹
② ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۲/۷۷۹
③ مسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بیان الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۸۵، ص:۱۸ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح، ص:۲۳
④ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱۶۸
⑤ دیکھیے صفحہ نمبر ۳۹۲
⑥ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۶/۳۲۲
⑦ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲/۷۵

۱۰۔ عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) *

نام ونسب: آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن اور نام عبداللہ بن المبارک بن واضح ہے۔ بنو حنظلہ کے ساتھ نسبت ولاء کی بناء پر حنظلی کہلاتے تھے (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ امام ذہبی کے بیان کے مطابق آپ ۱۱۸ھ میں مرو میں پیدا ہوئے (۲)۔

علم حاصل کرنے کیلئے آپ نے مختلف بلادو امصار کے سفر کئے۔ علامہ ذہبی کا قول ہے:

"ارتحل إلى الحرمين والشام ومصر والعراق والجزيرة وخراسان" (۳)

آپ نے حرمین (مکہ ومدینہ) شام، مصر، عراق، جزیرہ اور خراسان کے سفر کیے۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

"رحل الیٰ الیمن و مصر والشام والبصرة والكوفة وكان من رواة العلم......" (۴)

آپ نے یمن، مصر، شام بصرہ اور کوفہ کیطرف سفر کئے اور آپ علم حدیث کے راوی تھے۔

---

* سوانح حیات کیلئے مزید دیکھئے

◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۷۲/۷ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۳۲۸/۲ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۳۲۳
◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۹۸ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۱۲/۵ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۲۷۵
◉ ابوزرعۃ، تاریخ ابی زرعۃ، ص: ۱۶۲/۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۵۱۱ ◉ الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۳۱۳/۱۰
◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۶۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۷۹/۵ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۲۲۱/۲، ۲۸۵/۵
◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۲۵۰/۱ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۷/۷ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۹۴
◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۷۹/۵ ◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۱۶۲/۸ ◉ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۱۵۲/۱۰
◉ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳۷ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۱۳۳/۴ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳۲/۳
◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲۸۵/۱ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۳۶۶/۱۰ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۴/۱
◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱۳/۱ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۳۶/۸ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۲۸۰/۱
◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۴۱۹/۱۷ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۳۷۸/۱ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۹۱/۱۰
◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲۷/۲ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۲۱۱ ◉ الشعرانی، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵۰
◉ عمر عبدالسلام، موسوعۃ علماء المسلمین، ص: ۲۰۷/۳

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۵/۱

(۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۵/۱ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۲۱۱

(۳) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۷۸/۸

(۴) النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲۸۶/۱ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۷۸

ابن ابی حاتم کا قول ہے:

"طاف ابن المبارك ربع الدنيا بالرحلة فى طلب الحديث لم يدع اليمن ولا مصر ولا الشام ولا الجزيرة ولا البصرة ولا الكوفة" ①

عبداللہ بن المبارک نے طلب حدیث کیلئے ایک چوتھائی دنیا میں گھوم پھر کر سفر کیا آپ نے یمن، مصر، شام، جزیرۃ، بصرہ اور کوفہ کیطرف سفر کیا اور ان میں سے کسی علاقہ کو دیکھے بغیر نہیں چھوڑا۔

چنانچہ آپ نے بیشمار اساتذہ سے کسب فیض حاصل کیا، جبکہ سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، حماد بن سلمہ، مسعر بن کدام، شعبہ بن حجاج وغیرہ آپ کے تلامذہ تھے۔

علم وفضل: آپ کو ائمہ حدیث میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے:

"ائمة أربعة مالك والثورى و حماد بن زيد وابن المبارك" ②

ائمہ حدیث چار ہیں۔ امام مالک، سفیان ثوری، حماد بن زید اور عبداللہ بن مبارک۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

"لم يكن فى زمان ابن المبارك أطلب للعلم منه" ③

عبداللہ بن مبارک کے زمانہ میں ان سے زیادہ علم طلب کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

شعیب بن حرب کا بیان ہے:

"ما لقى ابن المبارك مثل نفسه" ④ (ابن المبارک نے اپنے جیسے کسی آدمی سے ملاقات نہیں کی)

امام شعبہ فرماتے ہیں:

"ما قدم علينا مثل ابن المبارك" ⑤ (ہمارے پاس ابن مبارک جیسا کوئی آدمی نہیں آیا)

ابو اسحاق الفزاری کا قول ہے:

"ابن المبارك امام المسلمين" ⑥ (ابن المبارک اہل اسلام کے امام ہیں)

---

① ابن ابی حاتم، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۶۴
② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۵
③ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۵
④ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۵
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۵
⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۷۵

اسماعیل بن عیاش فرماتے ہیں۔

"ما علیٰ وجه الارض مثل ابن المبارك" (١)

روئے زمین پر ابن المبارک جیسا کوئی شخص نہیں ہے۔

ابواسامۃ کا قول ہے:

"هو أمير المؤمنين فی الحديث" (٢) (وہ (عبداللہ بن مبارک) امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں)

علم حدیث میں آپ کو خاص شغف تھا۔ اور اسی لگاؤ نے آپ کو حدیث کا امام بنا دیا تھا۔ ابن معین کے بقول آپ کی روایات کی تعداد بیس ہزار ہے (٣)۔

علم حدیث کے علاوہ آپ کو مختلف علوم میں دسترس حاصل تھی۔ امام نووی فرماتے ہیں:

'جمع العلم والفقه و الأدب و النحو واللغة الزهد و الشعر والفصاحة' (٤)

آپ علم فقہ، ادب ونحو، لغت' زہد اور شاعری، عربی ادب اور فصاحت کے جامع تھے۔

آپ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ تاریخ دمشق (٥)، تاریخ نیشا پور (٦)، حلیۃ الأولیاء (٧) اور تاریخ بغداد میں بالتفصیل مذکور ہیں (٨)۔

اخلاق و عادات: تمام اہل تذکرہ فرماتے ہیں کہ ابن المبارک زھد وورع عبادت اور قیام لیل میں اپنی مثال آپ تھے (٩)۔ آپ بے حد مہمان نواز اور سخی واقع ہوئے تھے۔ اس قدر علم وفضل، زھد وتقویٰ اور فیاضی اور سیر چشمی کے باوجود طبیعت میں تواضع وانکساری تھی۔ آپ کی زندگی دعوت وتبلیغ اور اقامت دین کی جدوجہد اور اصلاح احوال اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ آپ امراء وسلاطین سے ملنا پسند نہیں کرتے تھے اور اپنے تمام احباب واقرباء کو بھی ان کی ملاقات سے روکتے تھے۔ انہی محاسن اور اوصاف کی بناء پر آپ مرجع خلائق بن گئے تھے (١٠)۔

وفات: آپ نے رمضان المبارک ۱۸۱ھ کو ہیت (١١) میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی (١٢)۔

......☆......☆......

---

(١) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:١/٢٧٦
(٢) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:١/٢٧٦
(٣) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:١/٢٧٦
(٤) النووی، تہذیب الأسماء ص:١/٢٨٥
(٥) ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص:٣٧
(٦) الحاکم، تاریخ نیشاپور، ص:١٢٨
(٧) ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص:٨/١٦٢
(٨) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص:١٠/١٥٢
(٩) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:٥/٣٨٦
(١٠) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:١١/١٦ ® ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص:/١١٧
(١١) انبار، جو بغداد کے مغرب اور کربلا کے شمال میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں لب فرات ایک قصبہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص:١/٢٥٧
(١٢) النووی، تہذیب الأسماء ص:١/٢٨٦

۱۱۔ هشيم بن بشير الواسطی (م۱۸۳ھ)

نام ونسب: آپ کا نام ہشیم بن بشیر اور ابو معاویہ کنیت تھی، بنو سلیم کے غلام تھے اسلئے سلمی کہلاتے ہیں①۔

ابتدائی حالات: آپ ۱۰۶ھ کو بمقام واسط پیدا ہوئے بعد ازاں بغداد منتقل ہو گئے تھے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ آپ بخارا الاصل تھے②۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے علماء سے حاصل کی۔ اس کے بعد تشنگی علم نے انہیں دور دراز ممالک کے کبار علماء تک پہنچا دیا۔ ان کے والد بشیر بن ابی حازم انہیں طلب علم سے روکتے تھے، اور چاہتے تھے کہ ہشیم بھی ان کے کاروبار میں ہاتھ بٹائے۔ ایک مرتبہ ہشیم بیمار ہو گئے۔ قاضی واسط ابو شیبہ آپ کی عیادت کرنے کیلئے تشریف لائے، جب آپ کے والد کو اس غیر متوقع اعزاز کی خبر ملی تو وہ فرط مسرت سے بے قابو ہو گئے اور کہنے لگے:

"ابلغ من أمرك أن جاء القاضي إلىٰ منزلي لا أمنعك بعد هذا اليوم من طلب الحديث"③

تمہاری وجہ سے قاضی میرے گھر تشریف لائے، آج کے بعد بھی تمہیں طلب حدیث سے منع نہیں کروں گا۔

علم وفضل: ابن قطان فرماتے ہیں۔ "میں نے سفیان ثوری اور شعبہ کے بعد ہشیم سے زیادہ حافظہ رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔"④

ابن مہدی کا قول ہے: "ھشیم کا مرتبہ حفظ حدیث میں امام ثوری سے بھی زیادہ ہے⑤۔"

ابن مبارک فرماتے ہیں: "زمانہ نے سب کے حافظ کو بدل دیا ماسوائے ہشیم کے"⑥

ابراہیم حربی کا قول ہے: "كان حفاظ الحديث أربعة كان هشيم شيخهم"⑦

حفاظ حدیث چار تھے جن میں ہشیم سب کے استاد تھے۔

---

* سوانح حیات کیلئے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳۱۳/۷ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۶۳۰ ◉ ابن معین، معرفۃ الرجال، ص: ۱۳۱/۱
◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۴۵۶ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۳۳۶ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۲۰۰
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۴۲/۸ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۴۵۹ ◉
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱۱۷۳/۱ ◉ الدولابی، الکنی والاسماء، ص: ۱۱۷/۲ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱/۸۷، ۳/۳۱۶
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۱۵/۹ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۸۷/۷ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۷۷
◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۵۹۵/۷ ◉ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۱۸۳ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸۵/۱۴
◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۵۵۶/۲ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۳۸/۲
◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۲۸۷/۱۹ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۴۸/۱ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱۱۷/۱
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۵۵/۸ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۲۸۶/۱ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱۸۹/۳
◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۰۶/۳ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۳۹۳/۱ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۳۲۰/۲
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۹/۱۱ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۴۱۴ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۳۰۳/۱
◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۳۸/۲

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۹/۱۱
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۹/۱۱
③ حافظ ابن کثیر نے آپ کا نام ہاشم بن بشیر بن ابی ہاشم بن ابی حازم ذکر کیا ہے۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۹۸/۱۰
④ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۳۹۳/۱
⑤ الذہبی، العبر، ص: ۲۸۶/۱
⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۴۹/۱
⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹۲/۱۴

آپ کی عدالت وثقاہت کے باوصف بعض حضرات نے آپ پر تدلیس کا الزام لگایا ہے۔

امام ذھبی فرماتے ہیں۔

"لا نزاع أنه كان من الحفاظ الثقات إلا أنه كثير التدليس فقد روى عن جماعة لم يسمع منهم"①

بلا شبہ ہشیم کا شمار ثقہ اور قابل اعتماد حفاظ حدیث میں ہوتا ہے، مگر وہ تدلیس کرنے کے بہت عادی تھے، ایک ایسی جماعت سے روایت کرتے ہیں، جن سے ان کا سماع ثابت نہیں۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ ہشیم جو حدیث لفظ "أخبـــرنـــا" سے روایت کریں صرف وہی قابل حجت ہوگی، اس کے علاوہ نہیں"②۔امام ذھبی ان کے تدلیس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔"ہشیم کے نزدیک عن سے تدلیساً روایت جائز تھی③۔

ہشیم نے واسط میں حدیث کی تدوین وتالیف شروع کی، ان کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا④۔

خطیب بغدادی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ ﷺ نے پوچھا تم لوگ کس سے حدیث کا سماع کرتے ہیں۔ تو اس شخص نے جواب دیا کہ ہمیں ہشیم پڑھاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"نعم اسمعوا من هشيم فنعم الرجل من هشيم"⑤

ٹھیک ہے، ہشیم سے سماع کرو، کیونکہ وہ اچھا آدمی ہے۔

ایک دوسری روایت میں معروف الکرخی بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھے ایک رات خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ ہشیم سے فرمارہے تھے:

"يا هشيم جزاك الله تعالىٰ من أمتي خيراً"⑥

اے ہشیم! تمہیں اللہ تعالیٰ میری امت کی طرف سے جزائے خیر دے۔

اخلاق وعادات: ابوحاتم سے ہشیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "ان کی امانت، صداقت اور صلاحیت کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے⑦۔آپ عبادت گذار اور کثرت سے ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے⑧۔

وفات: آپ نے ۷۹ برس کی عمر میں شعبان ۱۸۳ھ کو وفات پائی⑨۔

......☆......☆......

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۳۹
② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۳۱۳
③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۲۵۸
④ دیکھیے صفحہ نمبر ۳۹۶
⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۴/۹۳
⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۴/۹۳
⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۳۹
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۶۲ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۴/۸۹
⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۳۹

۱۲۔ جریر بن عبدالحمید (م ۱۸۸ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام جریر بن عبدالحمید اور کنیت ابوعبداللہ ہے، نسب نامہ یہ ہے: جریر بن عبدالحمید بن جریر بن قرط بن ھلال الضبی۔ کوفہ کی طرف نسبت کی وجہ سے کوفی کہلاتے تھے①۔

ابتدائی حالات: آپ کوفہ میں ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے منصور بن معتمر، حصین بن عبدالرحمٰن، سلیمان بن حرب، سہیل، اعمش اور متعدد دوسرے اہل علم سے سماع کیا اور آپ سے علی بن مدینی، اسحاق، یوسف بن موسیٰ، احمد بن حنبل اور دوسر بہت سے لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا②۔ آپ آخری عمر میں بغداد چلے آئے اور وہاں لوگوں کو حدیث پڑھائی③۔

امام یحییٰ بن معین کا قول ہے:

"طلب جرير الحديث خمس سنين فقط"④

جریر نے علم حدیث حاصل کرنے میں صرف پانچ برس صرف کئے۔

علم وفضل: علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ جریر بن عبدالحمید کی ثقاہت، حفظ اور وسعت معلومات کی وجہ سے محدثین ان کی طرف سفر کرتے تھے⑤۔

ابن سعد کہتے ہیں:

"و كان جرير ثقة كثير العلم تر حلّ إليه"⑥ (جریر ثقہ اور کثیر علم والے تھے، ان کی طرف سفر کیا جاتا تھا)

---

* سوانح حیات کیلئے مزید دیکھئے:
◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۳۸۱ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۸۱ و ۸۲
◉ ابن معین، معرفۃ الرجال، ص: ۱/۱۱۹ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۷۰ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲/۲۱۴
◉ العجلی، الثقات، ص: ۹۶ ◉ ابو زرعۃ، التاریخ، ص: ۱/۳۸۳ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱/۲۸۶
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲/۳۳۱ ◉ الدولابی، الکنی والاسماء، ص: ۲/۵۴ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۵۰۵
◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۲۰۹۴ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۶/۱۹۰ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱/۷۳
◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۳/۳۵۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۵۰ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۹/۹
◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱/۱۲۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۳۹۴-۳۹۶ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۱/۷۷
◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱/۴۲۰ ◉ الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱/۱۹۰ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱/۱۲۷
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۷۵ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲/۱۲۷ ◉ ابن عماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۳۱۹
◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۵۳

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۷۶
② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص ۱/۲۷۱
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص ۱/۲۵۰
④ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۹/۹
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص ۱/۲۷۲
⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۳۸۱

امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

"جرير ثقة يحتج به"[1] (جریر ثقہ اور قابل حجت ہیں)

امام یحییٰ بن معین کا بیان ہے:

"جرير أعلم بمنصور من شريك"[2] (جریر شریک کی نسبت منصور (کی احادیث) کو زیادہ جاننے والے ہیں)

ابراہیم بن ہاشم بیان کرتے ہیں:

"كتبت عنه ألفا و خمس مائة حديث"[3] (میں نے ان (جریر بن عبدالحمید) سے پندرہ سو احادیث لکھی ہیں)

علامہ ذہبی نے زنیج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جریر کے پاس کوفہ کے محدثین سے مروی دس ہزار احادیث تھیں[4]۔

اخلاق و عادات: آپ بے حد قانع اور صابر واقع ہوئے تھے اور مساوات کے بڑے علمبردار تھے۔

امام سفیان ثوری نے ابن سلامہ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"عجبا لهذا الرازي عرضت عليه أن أجري عليه مائة درهم في الشهر صدقة فقال أ يأخذ المسلمون كلهم مثل هذا قلت لا قال لا حاجة لي فيه"[5]

اس رازی (جریر بن عبدالحمید) پر تعجب ہے میں نے ایک سو درہم بطور صدقہ جاری کرنے کی رائے ان پر پیش کی تو کہنے لگے کیا تمام مسلمان اتنی رقم حاصل کرتے ہیں میں نے کہا نہیں کہنے لگے مجھے ان کی ضرورت نہیں۔

ایک دوسری روایت میں امام یحییٰ بن معین نے جریر بن عبدالحمید کا قول نقل کیا ہے آپ کہتے ہیں:

"عرضت علي بالكوفة الفا درهم يعطوني مع القراء فأبيت ثم جئت اليوم أطلب ماعند هم"[6]

کوفہ میں مجھے دو ہزار درہم دیگر قراء کی طرح مجھے بھی دینا چاہتے تھے لیکن میں نے انکار کر دیا پھر خود ہی ان سے لینے پر مجبور ہوا۔

آپ انتہائی عبادت گزار واقع ہوئے تھے۔ امام ابن مدینی بیان کرتے ہیں:

"كان جرير صاحب ليل ......"[7] (جریر شب بیدار تھے)

آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا[8]۔

وفات: آپ ری میں ۱۸۸ھ میں فوت ہوئے[9]۔

......☆......☆......

---

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۸

② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۸

③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۳۹۵

④ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۵

⑤ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۵

⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۵ ⊙ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۵۸

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۷۵

⑧ دیکھیے صفحہ نمبر ۳۰۱

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲/۲۷

۱۳۔ سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ ھ) *

نام ونسب: آپ کی کنیت ابو محمد اور نام سفیان بن عیینہ ہے۔ آپ بنی عبداللہ بن رویبہ کے موالی تھے ①۔ جبکہ علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ آپ ضحاک بن مزاحم کے بھائی محمد بن مزاحم العلائی کے موالی تھے ②۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے:

"قیل إنه مولى محمد بن مزاحم العلائی و اختار البخاری الأول" ③

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ محمد بن مزاحم العلائی کے موالی تھے اور امام بخاری نے پہلا قول کو اختیار کیا ہے۔

ابتدائی حالات: آپ کوفہ میں ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں علم کے حصول میں مصروف ہو گئے تھے۔ پھر اپنے والد کی صحبت میں بائیس سال کی عمر میں مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔ آپ نے عمرو بن دینار، ابن شہاب زہری، زیاد بن علاقہ، ابو اسحاق، اسود بن قیس اور دوسرے بہت سے لوگوں سے علمِ حدیث حاصل کیا اور آپ سے اعمش، ابن جریج، شعبہ، عبداللہ بن المبارک، عبدالرحمٰن بن مہدی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور دوسرے بے شمار لوگ مستفید ہوئے ④۔

امام ذہبیؒ کا قول ہے:

"طلب الحديث وهو حدث بل غلام ولقي الكبار و حمل عنهم علماً جماً وأتقن وجوّد وجمع وصنف و عمر دهراً وازدحم الطلبة عليه ......" ⑤

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ص: ۴۹۷/۵ ⊙ ابن معین، التاریخ، ص: ۲۱۶/۲ ⊙ ابن خیاط، تاریخ، ص: ۳۲۸، ۳۶۸
⊙ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۸۳ ⊙ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۲۱۳ ⊙ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۹۴/۳
⊙ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۵۰۶ ⊙ ابو زرعہ، تاریخ ابی زرعہ، ص: ۱۳۵/۱ ⊙ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱۸۵/۱
⊙ الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۱۰/۱ ⊙ البلاذری، أنساب الأشراف، ص: ۱۸۶ ⊙ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳۲
⊙ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۲۵/۴ ⊙ ابن حبان، الثقات، ص: ۴۰۳/۶ ⊙ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۴۹
⊙ ابن شاہین، تاریخ اسماء الثقات، ص: ۱۵۴ ⊙ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۲۷۰/۷ ⊙ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۷۴/۹
⊙ النووی، تہذیب الأسماء واللغات، ص: ۲۲۴/۱ ⊙ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳۹۱/۲ ⊙ المزی، تہذیب الکمال، ۳۶۸/۷
⊙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۲/۱ ⊙ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱۲۵/۱ ⊙ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴۰۰/۸
⊙ الذہبی، العبر، ص: ۳۰۸/۱ ⊙ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۷۰/۲ ⊙ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۴۵۹/۱
⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۷/۴ ⊙ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۲۵ ⊙ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۳۵۴/۱
⊙ الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ، ص: ۳۱۔ ⊙ القنوجی، التاج المکلل، ص: ۳۱

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۷۴/۹ ⊙ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴۹۷/۵
② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۲/۲ ③ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۹۴/۴
④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱ ⊙ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۸۳/۹
⑤ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴۵۴/۸

(سفیان بن عیینہ) بچپن میں ہی طلب حدیث میں مشغول ہو گئے اور کبار علماء سے ملاقات کر کے ان سے وافر مقدار میں علم حاصل ہے۔ اور علم میں خوب پختہ اور بہتر ہوئے، بہت سی احادیث جمع کر کے انہیں تصنیف کیا، لمبی عمر پائی اور طلباء کا آپ کے پاس جمگھٹا لگا رہتا تھا۔

علم و فضل: آپ امام، حجت، حافظِ حدیث، وسیع العلم اور جلیل القدر محدث تھے۔ خطیب بغدادی کا بیان ہے:

"كان له فى العلم قدر كبير و محل خطير أدرك نيفا و ثمانين من التابعين"[1]

ان (سفیان بن عیینہ) کا علم میں بہت بڑا حصہ اور عظیم الشان مقام تھا۔ آپ کو اسی سے کچھ زائد تابعین کا شرف لقاء حاصل ہوا تھا

یحییٰ بن آدم کا قول ہے:

"ما رأيت أحداً يختبر الحديث إلا و يخطئ الا سفيان بن عيينة"[2]

سفیان بن عیینہ کے سوا میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اختبار حدیث کے موقع پر غلطی نہ کرتا ہو۔

امام شافعی کا قول ہے:

"لو لا مالك و سفيان لذهب علم الحجاز"[3]

اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علمِ حدیث ختم ہو جاتا۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے:

"كان ابن عيينة من أعلم الناس بحديث أهل الحجاز"[4]

ابن عیینہ اہل حجاز کی احادیث کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے۔

امام ترمذی بیان کرتے ہیں:

"سمعت البخاري يقول سفيان بن عيينة أحفظ من حماد بن زيد"[5]

میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ ابن عیینہؒ حماد بن زید سے بڑے حافظِ حدیث ہیں۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

"ما رأيت أعلم بالسنن منه"[6]

میں نے ان (سفیان بن عیینہ) سے زیادہ حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔

آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا[7]۔

---

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۷۳/۹
② الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۶۳/۸
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۳/۱
④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۳/۱
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۳/۱
⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۳/۱ ⑧ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳۳
⑦ دیکھیے صفحہ نمبر ۴۰۵

اعتراض: بعض ائمہ نے سفیان بن عیینہ پر تدلیس کرنے کا اعتراض کیا ہے۔ مثلاً علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

وکـا ابـن عيينـه من المتثبتين فى الرجال فلا يروى إلا عن الثقات إلا أنه ابتلى بالتدليس لغيره ①

ابن عیینہ رجال کے بارے میں متثبت (مزید ثبوت طلب کرتے) تھے۔ اسلئے آپ صرف ثقہ رواۃ سے روایت نقل کرتے تھے۔ مگر آپ دوسروں کی طرح تدلیس میں مبتلا ہوگئے۔

جواب: علامہ ذہبی کے بیان کے مطابق ابن عیینہ رجال حدیث کے بارے میں بہت سخت واقع ہوئے تھے کہ وہ رجال سے مزید ثبوت کرتے اور یہ کہ آپ صرف ثقات سے روایت کرتے تھے۔ یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ آپ صرف ثقہ رواۃ سے نقل کرتے تھے۔ ثقہ راوی سے تدلیس کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس کی روایت قابل قبول ہوگی۔ امام ابن عیینہ کی تدلیس بھی اسی نوعیت کی ہے۔

مزید برآں حافظ ابن عبدالبر نے ائمہ حدیث کا اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ ابن عیینہ کی تدلیس کو قبول کیا جائیگا②۔

ابن حبان نے بیان کیا ہے:

"............ فإنه كان يدلس ولا يدلس الا عن ثقة متقن" ③

.... سفیان بن عیینہ ثقہ سے تدلیس کرتے تھے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ ابن عیینہ صرف ثقہ راوی سے تدلیس کرتے ہیں④۔

ان اقوال کی روشنی میں ابن عیینہ پر تدلیس کا مطلقاً اعتراض کرنا درست نہیں ہے۔

اخلاق و عادات: علم و فضل کے ساتھ آپ سیرت و کردار میں بھی نمایاں تھے آپ کی زندگی، نہایت سادہ تھی، صوم وصلوٰۃ سے ان کو بہت زیادہ شغف تھا، آپ کو ستر مرتبہ حج کرنے کی سعادت میسر ہوئی تھی، آپ نے کبھی ایوان حکومت کا رخ نہیں کیا اور نہ ہی ان سے کوئی تحفہ وصول کیا⑤۔

وفات: آپ نے ۱۹۸ھ میں مکہ مکرمہ میں انتقال کیا۔ اور آپ کو حجون قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا⑥۔

☆......☆

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۱۷۰

② ابن العجمی، التبیین لأسماء المدلسین، ص: ۳۴۷

③ ابن حبان، صحیح ابن حبان، ص: ۱/۸۱

④ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص: ۲۲۷

⑤ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۲/۱۳۱

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۶۳

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۶۳

۱۴۔ یحییٰ بن سعید القطان (م ۱۹۸ ھ) *

نام ونسب: آپ کی کنیت ابوسعید ہے اور نام یحییٰ بن سعید بن فروخ ہے۔ بنو تمیم سے نسبت ولاء کی وجہ سے تمیمی کہلائے ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۱۲۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ہشام بن عروۃ، عطاء بن سائب، حسین المعلم، حمید طویل اعمش اوران کے طبقہ سے حدیث کا سماع کیا۔ اور آپ سے عبدالرحمٰن بن مہدی، عفان، مسدد، احمد وغیرہ نے روایت کی ہے ②۔

علم وفضل: آپ بصرہ کے رہنے والے چوٹی کے عالم اور سید الحفاظ تھے۔ تمام محدثین کرامؒ آپ کے علم وفضل کے بارے میں رطب اللسان ہیں: ابن حبان کا قول ہے:

"کان من سادات أهل زمانه حفظا وورعا وفهما وفضلا ودينا وعلما وهو الذی مهد لأهل العراق رسم الحديث وأمعن فی البحث عن الثقات وترك الضعفاء و منه تعلم أحمد و يحيىٰ و علی و سائر علمائنا" ③

یحییٰ بن سعید اپنے وقت کے حافظ، متقن، صاحب بصیرت وصاحب فضل، صاحب دین وصاحب علم کے سردار تھے۔ آپ ہی نے پہلے پہل اہلِ عراق کیلئے حدیث لکھی، اور ثقہ رواۃ کے بارے میں گہری بحث وتمحیص کی اور ضعیف رواۃ سے حدیث نہیں لی اور آپ ہی سے امام احمد (بن حنبل) امام یحییٰ (بن معین) اور امام علی (بن المدینی) اور ہمارے تمام علماء کرام نے علم حاصل کیا۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا:

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۹۳/۷ ◉ ابن معین التاریخ، ص: ۶۳۵/۲ ◉ ابن معین، معرفۃ الرجال، ص: ۵۰۳/۱
◉ ابن خیاط، تاریخ، ص: ۳۶۸، ۳۵۰ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۲۵ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۷۶/۸
◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۲۱۳ ◉ العجلی، الثقات، ص: ۳۷۲/۲ (رقم ۱۸۰۷) ◉ ابوزرعۃ، التاریخ، ص: ۱۳۵/۱
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۵۰/۹ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۳۲ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۶۱۱/۷
◉ ابن حبان البستی، ص: مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۹۱ ◉ ابن شاہین، تاریخ أسماء الثقات، ص: ۳۵۲ ◉ الحاکم، الاسامی والکنی، ص: ۲۲۳/۱
◉ ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم، ص: ۳۳۸/۲ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۸۰/۸ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۳۵/۳۱
◉ الخطیب، السابق واللاحق، ص: ۳۷۰ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۵۶۱/۲ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۳۶۵/۳
◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۵۴/۲ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۹۱/۲۰ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱۲۵/۱
◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۲۹۸/۱ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۷۵/۹ ◉ الذہبی، العبر، ص: ۳۲۷/۱
◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۲۲۵/۳ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۸۰/۳ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۳۶۰/۱
◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۹۴/۱ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۱۵۱ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۳۴۸/۲
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۶/۱۱ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۴۲۳ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۳۵۵/۱
◉ السہمی، تاریخ جرجان، ص: ۶۱۰، ۴۷

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۹۸/۱ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۹۸/۱ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۷/۱۱

"لا ترى بعينيك مثل يحيىٰ القطان" ①

تم اپنی آنکھوں سے (یحییٰ بن سعید القطان) جیسا کوئی شخص نہیں دیکھو گے۔

بندار کا قول ہے:

"هو إمام أهل زمانه" ② (آپ اپنے اہل زمانہ کے امام ہیں)

امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے:

"ما رأيت أحداً أقل خطأ من يحيىٰ بن سعيد" ③

میں نے یحییٰ سے کم غلطی کرنے والا کوئی محدث نہیں دیکھا۔

ابن سعد نے آپ کی توصیف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"كان ثقة حجة رفيعا مأموناً" ④ (آپ ثقہ، حجت، مامون اور اونچے مرتبہ کے حامل تھے)

امام نسائی فرماتے ہیں:

"أمناء الله على حديث رسول الله ﷺ مالك و شعبة و يحيىٰ القطان" ⑤

امام مالک، شعبہ، اور یحییٰ (بن سعید بن القطان) حدیث رسول کے امین ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے۔

"يحيىٰ القطان أثبت الناس و ما كتبت عن أحد مثله" ⑥

یحییٰ القطان تمام لوگوں سے زیادہ پختہ ہیں میں نے آپ جیسے کسی پختہ شخص سے حدیث نہیں لکھی۔

اخلاق و عادات: آپ اپنے اخلاق و کردار اور پرہیز گاری میں اسلام کی زندہ تصویر تھے، آپ کی ہر ادا سے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار ہوتا ہے۔آپ باجماعت نماز ادا کرنے کے حد درجہ پابند تھے، کثرت سے تلاوت قرآن کریم کرتے تھے۔ آپ متانت و سنجیدگی اور سادگی و قناعت پسندی کے پیکر تھے ⑦۔

وفات: آپ نے صفر ۱۹۸ھ میں اٹھتر برس کی عمر میں وفات پائی ⑧۔

......☆......☆......

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۹۸ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۹۸ ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۹۸

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۹۹ ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۰۰ ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۲۸

⑦ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۳/۳۷۷ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۱۳۰،۱۳،۱۷۰

⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۲۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۲۰۰ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۵۳

بحث رابع

تعارفِ خلفائے بنوامیہ

تعارفِ خلفاء بنو امیہ

۱. معاویۃؓ بن ابی سفیانؓ (م ۶۰ ھ) *

نام ونسب: آپ کا نام معاویہؓ بن ابی سفیانؓ اور کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ آپ کا شجرہ پانچویں پشت پر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ کا خاندان بنو امیہ زمانہ جاہلیت ہی سے قریش میں معزز و ممتاز تھا آپ کے والد ابو سفیانؓ قریش کے قومی نظام میں معزز علمبرداری کے عہدے پر فائز تھے۔ ابو سفیان آغاز بعثت سے فتح مکہ تک اسلام کے سخت دشمن رہے اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو ایذا رسانی اور اسلام کے خلاف سازشیں کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے (۲)۔ حضرت امیر معاویہؓ عام القضیہ کے سال اسلام قبول کر چکے تھے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رکھا اور بالآخر اپنے والد ابو سفیان کے ساتھ فتح مکہ کے دن اسلام کو ظاہر کیا (۳)۔

آپ کو عہد رسالت میں کوئی نمایاں کارنامہ دکھانے کا موقع نہ مل سکا۔ مگر عہد صدیقی میں آپ شام کی فتوحات میں شریک رہے (۳)۔ عہد فاروقی میں بھی آپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کے بھائی یزید کی جگہ انہیں دمشق کا گورنر مقرر کیا (۵)۔ اور پھر حضرت عثمانؓ نے آپ کو پورے شام کا والی بنا دیا۔ شام کی ولایت کے زمانہ میں آپ نے رومیوں کے مقابلہ میں زبردست فتوحات حاصل کیں (۶)۔

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے۔

ابن خیاط، التاریخ، ص: ۵۸۵ ◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۰، ۱۳۹ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص: ۲۱، ۷

◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۴۷ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳۲۶/۷ ◉ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۱۰۰۴/۲

◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص: ۲۱۹/۲ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۴۴ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳۰۵/۱

◉ البلاذری، الانساب، : ۲۹۰/۱ ◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲۳۱/۲ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۳۲۳/۵

◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۷۷/۸ ◉ ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ص: ۱۵۲/۷ ◉ الازدی، فتوح الشام، ص: ۲۸۳

◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۱۸۸/۳ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۵۰ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۵/۳

◉ المرتضی، امالی، ص: ۵/۱ ۲۷ ◉ ابن حزم، جمہرۃ الانساب العرب، ص: ۱۱۲ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۰۷/۱

◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۴۸۹/۲ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۰۲/۲ ◉ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۲۶/۲

◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۳۳۳/۸ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۲۰۰/۱۸ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۱۳۸/۳

◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱۳۱/۱ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۱۲/۸ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۷۳

◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۲۲۷/۷ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۳۰۳/۲ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲۵۹/۲

◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۷/۱۰ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۳۲۶ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۵/۱

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۲۸/۷ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۱۲/۸

(۲) ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۲۲۱/۵ (۳) ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۲۲۱/۵

(۳) البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۲۶ ◉ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۲۲۱/۵

(۵) البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۲۶ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۱۳/۸

(۶) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۱۳/۸

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین ہوئی①۔ اور حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے جو بعدازاں آپ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے②۔

علم و فضل: آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے لئے دعاء کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((أللهم علم معاوية الكتاب و الحساب وقه العذاب))③

اے اللہ معاویہ کو کتاب اللہ اور حساب کا علم عطا فرما اور انہیں عذاب سے محفوظ رکھ۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ ارشاد فرمایا

((أللهم اجعله هاديا مهديا واهد به))④

اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور ہدایت یافتہ بنا۔ اور ان کے ذریعہ (لوگوں کو) ہدایت دے۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللهم علم معاوية الكتاب و مكن له في البلاد و قه العذاب)) ⑤

اے اللہ معاویہ کو کتاب (قرآن) کا علم دے دے اور شہروں میں اسے مضبوط کر دے اور عذاب سے بچالے۔

ایک دفعہ آپ آنحضرت ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے معاویہ تمہارا کون سا حصہ میرے ساتھ لگ رہا ہے تو حضرت معاویہؓ نے جواب دیا میرا پیٹ اور میرا سینہ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللهم املأ هما علما و حلماً))⑥

اے اللہ ان دونوں (پیٹ اور سینہ) کو علم اور بردباری سے بھر دے۔

حبر الأمت حضرت ابن عباسؓ آپ کو فقہاء میں شمار کرتے تھے۔ ابن ملیکہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ أمیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ انہوں نے وتر ایک رکعت پڑھی ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ وہ فقیہ ہیں⑦۔ اس تفقہ کی بناء پر آپ صحابہ کرامؓ کی اس جماعت 'جو صاحب علم و افتاء تھی' کے ایک رکن تھے۔ البتہ آپ کے فتاویٰ کی تعداد زیادہ نہیں ہے⑧۔

---

① الدینوری، أخبار الطوال، ص:۱۵۶

② ابن الأثیر، اسد الغابہ، ص:۵/۲۰۲

③ ابن حنبل، المسند، ص:۴/۱۲۷

④ الترمذی، جامع الترمذی، كتاب المناقب، باب مناقب معاويةؓ بن ابی سفيانؓ، حدیث نمبر۳۸۴۲، ص:۸۶۹

⑤ الآجری، کتاب الشریعہ، باب ذكر دعاء النبی المعاوية، حدیث نمبر۱۹۱۹، ص:۹۱۱ ◉ الہیثمی، مجمع الزوائد، باب ما جاء معاوية بن ابی سفيان، ص:۹/۳۵۶

⑥ الآجری، کتاب الشریعہ، باب ذكر دعاء النبی المعاوية، حدیث نمبر۱۹۲۰، ص:۹۱۳

⑦ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، حدیث نمبر۳۷۶۵، ص:۶۳۳

⑧ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۱/۱۳۳

دینی علوم کے علاوہ حضرت معاویہؓ عرب کے مروجہ علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ کتابت سے پوری طرح آگاہ تھے اور اس وصف کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے آپ کو اپنا خاص کاتب مقرر کیا①۔

آپ کو شعر و شاعری میں بھی خاصا ذوق و شوق تھا۔ آپ کا بیان ہے کہ "انسان پر اولاد کی تادیب فرض ہے اور ادب کا بلند مرتبہ شعر ہے اس لئے تم لوگ شعر کو اپنا سب سے بڑا مطمع نظر بناؤ اور اسی کی عادت ڈالو"②۔

آپ آتش بیانی اور خطابت میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔

علامہ ابن الطقطقی حضرت معاویہؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"کان حکیما فصیحا بلیغاً"③ (معاویہؓ حکیم اور فصیح و بلیغ تھے)۔

جاحظ نے آپ کی فصیح و بلیغ تقریر کا ایک نمونہ نقل کیا ہے④۔

ان علوم کے علاوہ حضرت معاویہؓ کے صحیفہ کمال میں سب سے زیادہ نمایاں ان کی فطری تدبیر و سیاست ہے۔ تمام مؤرخین نے انہیں اپنے زمانہ کا سب سے بڑا مدبر، سیاستدان اور بیدار مغز حکمران تسلیم کرتے تھے۔

ابن الطقطقی لکھتے ہیں:

"معاویہؓ دنیا کے سمجھنے والے، فہیم، علیم اور طاقتور حکمران تھے جو سیاست اور تدبیر میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے"⑤۔

حضرت عمرؓ جیسے حکمران حضرت معاویہؓ کو کسرائے عرب کہتے تھے⑥۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے۔

"میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو حضرت معاویہؓ سے بڑھ کر سردار نہیں پایا۔ کسی نے پوچھا! حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰ۔ آپ نے جواب دیا، بخدا یہ لوگ حضرت معاویہؓ سے بہتر تھے۔ لیکن حضرت معاویہؓ میں سرداری ان سے زیادہ تھی"⑦۔

مصادر سے آپ کی تدبیر و حکمت اور سیاست کے بے شمار نمونے ملتے ہیں⑧۔

اخلاق و عادات: حضرت معاویہؓ کو جاہ و جلال اور قوت و اقتدار حاصل ہونے کے باوجود آپ بے حد متحمل مزاج تھے۔

---

① ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۳۳/۸
② ابن رشیق، کتاب العمدۃ، ص: ۱۰
③ ابن الطقطقی، الفخری فی الآداب السلطانیہ، ص: ۹۵
④ الجاحظ، البیان والتبیین، ص: ۱۷۳/۲
⑤ ابن الطقطقی، الفخری، ص: ۹۵
⑥ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۲۲۲/۵
⑦ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۲۶۲/۱
⑧ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۱۲/۸

ابن طقطقی کا بیان ہے:

''معاویہؓ حلم کے موقع پر حلم سے اور سختی کے موقع پر سختی سے کام لیتے تھے لیکن ان میں حلم کا پہلو غالب تھا''①۔

قبیصہ بن جابر کا بیان ہے:

''...... میں حضرت معاویہؓ کی صحبت میں رہا ہوں۔ میں نے ان سے زیادہ کسی کو بردبار اور عقل مند عالم نہیں پایا......''②

آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ''غصہ پی جانے سے زیادہ میرے لئے کوئی شے لذیذ نہیں''③۔آپ قیامت کے مواخذہ کا تذکرہ سن کر لرزا براندم ہو جاتے تھے۔ اور بے حد روتے دکھائی دیتے۔ یوں لگتا تھا کہ آپ ہلاک ہو جائیں گے④۔آپ حق کو قبول کرنے میں دیر نہیں کرتے تھے۔ ابو مریم ازدی کی شکایت کرنے پر آپ نے لوگوں کی حاجت روائی کے لئے ایک شخص مقرر کر دیا⑤۔

آپ حد درجہ کے فیاض اور سخی تھے، آپ کا ابرِ کرم بلا امتیاز' اپنے اور مخالف' سب پر یکساں برستا تھا۔ کبار صحابہ کرامؓ کے وظائف مقرر کرتے تھے۔ اور صحابہ کی اولاد تک سے فیاضانہ سلوک برتتے تھے⑥۔

وفات: آپ نے ۷۸ سال کی عمر میں رجب ۶۰ھ میں انتقال فرمایا⑦۔

......☆......☆......

---

① ابن الطقطقی، الفخری، ص: ۱۹۳

② السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۹۳

③ الطبری، تاریخ، ص: ۷/۱۳۳

④ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء فی الریاء والسمعة، حدیث نمبر ۲۳۸۲، ص: ۵۳۳

⑤ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الخراج، باب فیما یلزم الامام من أمر الرعیة، حدیث نمبر ۲۹۴۸، ص: ۴۲۹

⑥ ابن الطقطقی، الفخری، ص: ۹۵ ◉ ابن الاثیر، أسد الغابة، ص: ۴/۷۲ ◉ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۸/۱۳۷

⑦ ابن الاثیر، أسد الغابة، ص: ۵/۲۲۲

۲. عبد اللہؓ بن زبیرؓ (م ۷۳ ھ)

نام ونسب: آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابو بکر ہے اور نسب نامہ عبداللہ بن زبیرؓ بن عوام بن خویلد بن اُسد بن عبد العزیٰ بن قصی کلاب بن مرّہ القرشی الاسدی ہے①۔

ابتدائی حالات: آپ مدینہ منورہ میں ۱ھ میں پیدا ہوئے②۔ تاریخ اسلام میں آپ کی ولادت کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے کیونکہ ہجرت مدینہ کے بعد عرصہ تک مسلمانوں کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اور یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ مسلمانوں کی انقطاع نسل کے لئے انہوں نے جادو کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ کی ولادت سے ان کی اوہام باطلہ کی تردید ہوگئی۔ اور مسلمان آپ کی ولادت سے بہت خوش ہوئے آپ کی والدہ حضرت اُسماءؓ بنت ابی بکرؓ آپ کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے گود میں لے کر خیر و برکت کی دعا کی اور کھجور چبا کر اس نو مولود کے منہ میں ڈالی۔ اس طرح سب سے پہلی چیز جو آپ کے پیٹ میں گئی، وہ آنحضرت ﷺ کا لعاب دہن تھا③۔

آپ نے آٹھ برس کی عمر میں بیعت نبوی کا شرف حاصل کیا④۔ عہد رسالت اور عہد صدیقی میں آپ کم سن تھے اس لئے ان دونوں زمانوں کا کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ملتا البتہ حضرت عمرؓ کے آخری دور میں آپ اپنے والد کے ساتھ جنگ یرموک میں شریک ہوئے⑤۔

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے۔

ابن معین، التاریخ، ص: ۳۰۶/۲ ◉ ابن ابی شیبہ، المصنف، ص: ۱۵۸۰۰/۱۳ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۵۵۸
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۸۹،۱۳ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۷۸،۱۱ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۶۶/۵
◉ العجلی، التاریخ، ص: ۲۵۶ ◉ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۱۰۰۳/۲ ◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص: ۲۱۹/۲
◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۶۳۵۳/۳ ◉ البلاذری، الانساب، ص: ۶۵۹/۱ ◉ الواسطی، التاریخ، ص: ۸۱،۵۱
◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲۵۱/۲ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۳۰۸/۱۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۵۶/۵
◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۱۲۵/۷ ◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۱۹۳۳ ◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۲۹/۱
◉ ابن حزم، جمہرۃ الانساب العرب، ص: ۸۷ ◉ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۷۱/۳ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۱۱۲/۴
◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۳۸/۱۰ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۶۳/۳ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۷۷/۲
◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱۳۸/۱ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۳۳۲/۸ ◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۱۳۱/۵
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۳۱۵/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۳/۵ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۹۷
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۳۲/۱

① المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۳۸/۱۰ ② ابن حجر، الاصابہ، ص: ۷۱/۳
③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العقیقۃ، باب تسمیۃ المولود، حدیث نمبر ۵۴۶۹، ص: ۹۷۳
④ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر عبداللہؓ بن زبیرؓ، ص: ۵۴۸/۳ ⑤ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۷۱/۳

حضرت عثمانؓ کے عہد میں جنگ طرابلس میں شریک ہوئے اور اس میں فتح حاصل کی (۱)۔ اور اس کے بعد ۳۰ھ میں طبرستان کی فوج کشی میں نمایاں حصہ لیا (۲)۔

۳۵ھ میں جب شورش پسندوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تو آپ کی حفاظت کے لئے جو سرفروش نکلے تھے ان میں آپ بھی تھے (۳)۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ مظلوم حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کے لئے سرگرم ہوئے اس گروہ کی قیادت حضرت عائشہ نے کی تھی (۴)۔ جنگ جمل میں آپ کو تلوروں اور نیزوں کی چالیس سے زیادہ زخم آئے (۵)۔

آپ نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن یزید کی ولی عہد بنانے پر آپ نے پر زور مخالفت کی اور ۶۰ھ میں خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ ۶۲ھ میں دوبارہ بیعت کی دعوت دی۔ تو دولت اسلامیہ کے بیشتر حصوں میں آپ کی بیعت ہوگئی۔ آپ ۷۳ھ تک مسلسل بنوامیہ سے مقابلہ کرتے رہے۔ بالآخر شامیوں نے آپ کو شہید کر دیا (۶)۔

علم و فضل: حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اپنے خاندان اور رشتہ داریوں کے لحاظ سے متعدد شرف کے حامل تھے۔ آپ کے والد حضرت زبیرؓ بن عوام آنحضرت ﷺ کے حواری اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کے نانا تھے جو پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھی تھے۔ آپ کی والدہ حضرت اسماءؓ کو بارگاہ نبوت سے ذات النطاق کا لقب ملا تھا۔ آپ کی خالہ حضرت عائشہؓ اور آپ کی پھوپھی حضرت خدیجہؓ تھیں، جو آنحضرت ﷺ کی بیوی تھیں اور آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کی دادی تھی (۷)۔ آپؓ قرآن کریم کے بہت بڑے قاری تھے (۸)۔

صغر سن کی وجہ سے اگرچہ آپ کو آنحضرت ﷺ سے کسب فیض کرنے کا موقع بہت کم ملا۔ اس کے باوجود آپ سے تنتیس روایات منقول ہیں جن میں دو روایات متفق علیہ ہیں۔ اور چھ بخاری اور چھ صحیح مسلم میں ہیں (۹)۔

آپ خطبہ کے ذریعہ لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کی تعلیم دیتے تھے (۱۰)۔ آپ کو جو مسائل معلوم نہ ہوتے ان کے بارے میں اپنے معاصرین سے بلا تکلف پوچھ لیتے تھے (۱۱)۔ آپ متعدد زبانوں سے واقفیت رکھتے تھے (۱۲)۔ اور آپ کا شمار اپنے عہد کے ممتاز خطباء میں ہوتا تھا (۱۳)۔

---

(۱) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۶۸
(۲) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۸۴
(۳) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۸۴
(۴) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۲۳
(۵) ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۳/۷۱
(۶) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳/۳۸۶
(۷) ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۳/۷۱
(۸) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿ثانی اثنین اذ هما فی الغار﴾ حدیث نمبر ۳۶۶۵، ص: ۸۰۰
(۹) الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۹۷
(۱۰) المسلم، الصحیح، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث نمبر ۱۳۳۵، ص: ۲۳۱
(۱۱) ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۱/۱۳۸
(۱۲) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر عبداللہؓ بن زبیرؓ، ص: ۳/۵۴۹
(۱۳) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۲۳

اخلاق وعادات: آپ انتہائی عبادات گذار تھے، نماز کو بڑے آرام سے خشوع وخضوع سے ادا کرتے تھے (۱)۔

حضرت ابن عباس کہتے تھے:

"اگر تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو ابن زبیر کی نماز کی نقل کرو" (۲)۔

آپ کو روزوں اور حج بیت اللہ سے بھی یہی شغف تھا مسلسل روزہ رکھتے تھے اور آپ نے آٹھ حج کئے تھے (۳)۔

غرضیکہ کوئی ایسی عبادت نہیں تھی جس میں آپ نے بے مثال نمونہ نہ چھوڑا ہو (۴)۔

آپ کے زہد وورع کے مجسم پیکر تھے جس کا اعتراف حضرت ابن عمرؓ نے بھی کیا ہے (۵)۔

آپ حد درجہ سخی اور فیاض تھے۔ ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہؓ کی دل کھول کر مدد کرتے تھے (۶)۔

عدل ومساوات آپ کی زندگی کا ایک خاصہ تھا (۷)۔ شجاعت اور شہادت آپ کا نمایاں وصف تھا۔ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ داستان شجاعت سے عبارت ہے (۸)۔

وفات: عبدالملک کے عہد ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف نے آپ کو قتل کیا (۹)۔

☆......☆

---

(۱) ابن حجر، الاصابہ، ص: ۷۰/۳ ◉ ابن الاثیر، اسد الغابہ، ص: ۲۳۶/۳

(۲) ابن حنبل، المسند، ص: ۲۸۹/۱

(۳) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہؓ بن زبیرؓ ص: ۵۴۸/۹ ◉ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۳۶۴/۱

(۴) علی المتقی، کنز العمال، فضائل ابن زبیرؓ

(۵) الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہؓ بن زبیرؓ ص: ۵۲۲/۳

(۶) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب الهجرة، حدیث نمبر ۶۰۷۳، ص: ۱۰۶۰

(۷) ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۳

(۸) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۹۳/۳

(۹) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۹۳/۳

۳. عبدالملک بن مروان (م ۸٦ھ)*

نام ونسب: آپ کا نام عبدالملک بن مروان اور کنیت ابوالولید ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف القرشی الاُموی (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ ۲٦ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور یہیں آپ کی نشوونما ہوئی، جس کی وجہ سے آپ کو فقہائے مدینہ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا پورا موقعہ ملا' آپ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے زمانۂ خلافت میں اپنے والد مروان بن حکم کی زندگی میں ان کے ولی عہد مقرر ہوئے، مصر اور شام میں سات برس تک حکومت کی جبکہ باقی علاقے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے زیر تصرف تھے۔ ۷۳ھ میں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد بلاشرکت غیرے تمام علاقوں پر حکومت کی (۲)۔

امام سیوطی نے علامہ ذہبی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عبدالملک مروان نے حضرت عثمانؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعیدؓ، حضرت اُم سلمہؓ، حضرت بریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت معاویہؓ سے احادیث سنی ہیں اور ان سے عروہ، خالد بن معدان، رجاء بن حیوہ، زہری، یونس بن میسرہ، ربیعہ بن یزید وغیرہ نے سماع کیا ہے (۳)۔

علم وفضل: آپ کا شمار فقہائے مدینہ سے ہوتا تھا، ابوالزناد کہتے ہیں ''اس زمانہ میں فقہاء مدینہ چار شخص شمار ہوتے تھے' سعید بن میتب، عروۃ بن زبیرؓ، قبیصہ بن ذویب اور عبدالملک بن مروان (۴)۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا:

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے۔

ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۲۲۳/۵ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۳۷۵/۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۲۹۲
◉ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۳۰ ◉ ابن حبیب، المحبر، ص: ۲۳ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۹۱
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵_۴۲۹ ◉ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۳۱۲ ◉ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۱۹۱/۱
◉ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، ص: ۲۰۷/۳ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۵۵ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۵٦۳/۱
◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۲۲/۱ ◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲٦۵/۲ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص: ۱۲۸/۷
◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۱۹۷/۳ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۱۱۹/۵ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۵۱۷/۳
◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۸۹ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۸۸/۱۰ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ٦۳
◉ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۲۵۲/۱۰ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۳۰۹/۱ ◉ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۲۹/۲
◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۹۳/۱۲ ◉ الذہبی، تاریخ اسلام، ص: ۲۷٦/۳ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۳٦/۳
◉ الذہبی، العبر، ص: ۱۰۲/۱ ◉ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۴۰۲/۱ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱۷۸/۱
◉ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، ص: ٦٦/۹ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۹۵ ◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۵۱۲/۵
◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۳۲۲/٦ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۲/٦ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲۱۲/۱
◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۲۳٦ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۹۷/۱ ◉ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۰

(۱) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۷٦/۳
(۲) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۷٦/۳
(۳) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۰
(۴) ابن الاثیر، الکامل، ص: ۱۹۹/٦

"إنكم معشر أشياخ قريش يوشك أن تنقرضوا فمن نسأل بعدكم فقال إن لمروان ابنا فقيها فسلوه" ①

آپ حضرات قریش تو بوڑھے ہو گئے ہیں ہم آپ کے بعد کن سے مسائل دریافت کریں؟ آپ نے فرمایا کہ مروان کا بیٹا (عبدالملک) فقیہ ہے اس سے دریافت کرنا۔

امام نافع کا بیان ہے:

"لقد رأيت المدينة و ما بها شاب أشدّ تشميراً ولا أفقه ولا أنسك ولا أقرأ لكتاب الله من عبدالملك بن مروان" ②

میں نے مدینہ میں عبدالملک بن مروان سے زیادہ کوئی جوان چست و چالاک، عابد اور فقیہ اور کتاب اللہ کو زیادہ پڑھنے والا نہیں دیکھا۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

"ما جالست أحداً إلا وجدت لي عليه الفضل إلا عبدالملك بن مروان فإني ما ذاكرته حديثا إلا زاد ني فيه ولا شعراً إلا زاد ني فيه" ③

میں جس شخص کے ساتھ بیٹھا ہوں وہی میرے علم وفضل کا قائل ہو گیا مگر عبدالملک بن مروان (کے علم وفضل کا میں خود قائل ہو گیا) کیونکہ میں جب اس کے سامنے کوئی حدیث بیان کی تو اس میں انہوں نے ضرور کچھ زیادہ بتلایا اور جب کبھی میں نے ان کے سامنے کوئی شعر پڑھا تو انہوں نے میرے سامنے کئی کئی اشعار پڑھ دیئے)

اخلاق و عادات: عبدالملک بن مروان خلافت سے قبل بہت عبادت گذار تھا کثرت عبادت کی وجہ سے لوگ آپ کو "حمامة المسجد" (مسجد کی کبوتری) کہا کرتے تھے۔

ابن سعد آپ کا تذکرہ یوں بیان کرتا ہے:

"وكان عابداً ناسكاً قبل الخلافة ......" ④

آپ خلافت سے قبل (مدینہ میں) عابد وزاہد تھے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان عبدالملک بن مروان اور دو نوجوان مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے اور عصر تک برابر پڑھتے رہتے تھے۔ سعید بن مسیب سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر ہم ان تینوں کی طرح نماز

---

① السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۵۱

② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۳/۲۷۶ ◉ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۵۱

③ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۳/۲۷۷ ◉ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۵۱

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۲۳۳

پڑھیں تو کوئی مضائقہ ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ عبادت زیادہ نماز پڑھنے اور کثرت سے روزہ رکھنے کا نام نہیں بلکہ عبادت ذات الٰہی کے متعلق غور وفکر کرنے اور گناہوں سے بچنے کا نام ہے (۱)۔

آپ امور خلافت کے سلسلہ میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ اصمعی فرماتے ہیں کہ کسی نے عبدالملک کو کہا:

"يا أمير المؤمنين عجل عليك الشيب فقال و كيف لا و أنا أعرض عقلي على الناس في كل جمعة" (۲)

اے امیر المؤمنین آپ پر بڑھاپا بہت جلد آ گیا ہے۔ عبدالملک نے جواب دیا کہ کس طرح نہ آتا میں ہر جمعہ اپنی تمام عقل لوگوں پر خرچ کرتا ہوں۔

آپ کے عادات واخلاق کے بارے میں ابن عائشہ بیان کرتے ہیں "عبدالملک کے پاس جب کوئی شخص کسی شہر یا گاؤں سے آتا تو عبدالملک اس سے کہتا دیکھو مجھے چار باتوں سے معاف کرنا ان کے علاوہ جو کچھ کہہ سکتے ہو کہہ ڈالو ایک تو میرے سامنے جھوٹ نہ بولنا کیونکہ میرے ہاں جھوٹ کی کوئی قدر نہیں، دوسرا یہ کہ جو کچھ میں پوچھوں محض اسی کا جواب دینا کیونکہ میری توجہ اسی پر لگی ہوئی ہو گی، تیسرا یہ کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا کیونکہ اپنا حال میں خود ہی جانتا ہوں چوتھا یہ کہ مجھے میری رعیت پر برانگیختہ نہ کرنا کیونکہ انہیں میری عنایات کی زیادہ ضرورت ہے" (۳)۔

آپ حد درجہ کے بہادر تھے ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبدالملک کو دیکھا کہ اسے ایک رات میں چار مشکلیں پیش آئیں مگر اس کے چہرہ پر ذرا شکن نہیں پڑی (۴)۔

آپ کو شعر وشاعری سے بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ آپ شعراء سے اشعار سنتے تھے (۵)۔

وفات: آپ نے شوال ۸۶ھ میں اکسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی (۶)۔

......☆......☆......

---

(۱) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۲۷۷

(۲) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱

(۳) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۲۷۷ ◉ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۹/۷۰

(۴) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱

(۵) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۲۷۷ ◉ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱

(۶) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۹/۷۳

۴۔ عمرؒ بن عبد العزیز (م ۱۰۱ ھ) *

نام نسب: آپ کا نام عمر بن عبد العزیز اور کنیت ابوحفص ہے۔ نسب نامہ یہ ہے، عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم بن العاص بن امیہ بن عبد شمس اموی (۱)۔

ابتدائی حالات: آپ قریش کے مشہور خاندان بنوامیہ کے ایک نامور اور ممتاز فرد تھے یزید بن معاویہؓ کے عہد حکومت ۶۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد عبد العزیز کے عہد گورنری میں مصر پرورش پائی (۲)۔ ابتدائی تعلیم مصر میں ہی حاصل کی۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے مدینہ کا رخ کیا اور مشہور محدث صالح بن کیسان کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی (۳)۔ ولید بن عبد الملک کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ کے گورنر مقرر ہوئے اس زمانہ میں آپ نے مسجد نبوی کو عظیم الشان، زیب و زینت کے ساتھ از سر نو تعمیر کروایا (۴)۔ مسجد نبوی کے علاوہ آپ نے اطراف مدینہ میں بہت سی مساجد تعمیر کروائیں (۵)۔ حجاج کی شکایت پر آپ کو معزول کیا گیا (۶)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ولید کے حکم سے مصعب بن عبد اللہ بن زبیرؓ کو سزا دی جس کے صدمے سے ان کی موت واقع ہوئی۔ اسی کی ندامت سے آپ مستعفی ہو گئے (۷)۔

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے۔

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۳۰/۵ ◉ ابن معین، التاریخ، ص: ۴۳۲/۲ ◉ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۲۰
◉ ابن حبیب، المحبر، ۲۷ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ۱۱۷ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱۷۴/۶
◉ ابن عبد الحکم، السیرۃ عمر بن عبد العزیز ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۶۲ ◉ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۵۶۸/۱
◉ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱۲۶/۱۔۵۶۱ ◉ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۳۰۱/۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۲۲/۶
◉ المسعودی، مروج الذہب، ص: ۱۹۲/۳ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۷۸ ◉ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲۵۳/۵
◉ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۱۰۵ ◉ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۶۴ ◉ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ص: ۱۱۳/۲
◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۷/۲ ◉ المزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۳۱۹/۱۳ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۱۵/۱۳
◉ الذہبی تذکرۃ الحفاظ، ۱۱۸/۱ ◉ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۶۹/۱ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۱۴/۵
◉ الذہبی، العبر، ص: ۱۲۰/۱ ◉ الذہبی، الکاشف، ص: ۲۷۵/۲ ◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۲۰۸/۱
◉ الکتبی، فوات الوفیات، ص: ۱۷۷/۲ ◉ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۹۲/۹ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص: ۱۰۳
◉ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۳۳۱/۶ ◉ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۵۹۳/۱ ◉ ابن الحجر، تقریب التہذیب، ص: ۵۹/۲
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۷۵/۷ ◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲۴۶/۱ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۲۸۳
◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۱۹/۱

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۵/۱ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۷/۲
(۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۹/۱
(۳) ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۹
(۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۹/۱
(۵) ابن حجر، فتح الباری، ص: ۴۷۲/۱
(۶) الطبری، التاریخ، ص: ۱۲۵۴/۲
(۷) ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۹

۹۹ھ میں سلیمان بن عبد الملک کے بعد مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے آپ نے حکومت کو ایک مرتبہ خلافت راشدہ کے رنگ میں رنگ دیا اور بے شمار اصلاحات نافذ کیں (۱)۔

انہی خصوصیات کی وجہ سے محدثین آپ کو پانچواں خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہیں (۲)۔

علم و فضل: آپ کا شمار کبار ائمہ میں سے ہوتا ہے۔ حافظ ذہبی رقمطراز ہیں:

"كان فقيها مجتهداً عارفا بالسنن وكبير الشأن ثبتاً حجة حافظا قانتا لله......" (۳)

آپ فقیہ، مجتہد، عالم سنن، بڑے مرتبہ والے، پختہ، قابل اعتبار، حافظ حدیث اور اللہ کے فرماں بردار تھے۔

امام نووی فرماتے ہیں:

''آپ کی جلالت، فضیلت، کثرت علم، زہد و ورع، عدل، مسلمانوں کے لئے مشفق، حسن سیرت، اللہ کی راہ میں انتھک کوشش کرنے والے، سنت اور آثار کے متبع اور خلفاء راشدین کی اقتداء میں سب متفق ہیں'' (۴)۔

میمون بن مہران کا بیان ہے:

''امیر المومنین عمر بن عبد العزیز کی مجلس میں علماء کی وہی حیثیت ہوتی تھی جو استاد کے حلقہ درس میں تلامذہ کی ہوتی ہے (۵)۔

ابو جعفر باقر کہتے ہیں:

''عمر بن عبد العزیز بنو امیہ کے نجیب انسان ہیں، قیامت کے دن تنہا ایک امت کے قائمقام اٹھائے جائیں گے (۶)۔

ایوب سختیانی فرماتے ہیں:

''میں جن لوگوں سے بھی ملا ہوں ان میں سے کسی کو عمر بن عبد العزیز سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والا نہیں دیکھا'' (۶)۔

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳۳۱/۵ ◉ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۱۰۸
◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/ ۱۷ ◉ البلاذری، فتوح البلدان، ص: /۱۳۰

(۲) ابو داؤد، سنن ابو داؤد، كتاب السنة، باب في التفضيل، حدیث نمبر ۴۶۳۱، ص: ۶۵۳

(۳) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۵۵/۵

(۴) النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/ ۱۷

(۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۹/۱

(۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۹/۱

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ احادیث کی تدوین اور اس کا تحفظ ہے[۱]۔

آپ کو مناظرہ میں خداداد بصیرت حاصل تھی۔ آپ کے دلائل کے سامنے بے بس ہو کر کئی لوگوں نے اپنے غلط عقائد کو رد کر دیا۔ اس بارے میں غیلان دمشقی کا قصہ بہت معروف ہے[۲]۔

اخلاق و عادات: آپ فطرتاً صالح اور سعید تھے۔ خلافت سے پہلے آپ کی زندگی عیش تنعم اور شان وشکوہ کی تھی۔ لیکن خلافت کے بعد زندگی یکسر بدل گئی۔ آپ کا دل خشیت الٰہی سے لبریز رہتا اور خلافت کی ذمہ داریوں کے احساس سے لرزہ براندام رہتے تھے[۳]۔ دیانت کا وصف سب سے زیادہ نمایاں تھا، ذاتی کاموں کے لئے بیت المال کی شمع تک نہیں جلاتے تھے[۴]۔ آپ تواضع و مساوات کے پیکر تھے[۵]۔

وفات: آپ کے سبب وفات کے بارے میں دو روایات ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کی موت طبعی تھی، دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کو زہر دلوایا گیا۔ جس سے آپ کی موت واقع ہوئی۔ آپ نے ۱۰۱ھ میں انتقال فرمایا[۶]۔

☆☆

---

① النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۱۸

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، حدیث نمبر ۳۴، ص: ۲۲ مزید تفصیل کے لئے دیکھیے صفحہ نمبر؟

③ ابن حنبل، کتاب السنۃ، ص: ۲/۴۲۹

④ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۱۶۶ ● النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲/۲۳ ● ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۵/۳۷۵

⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۷

⑥ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۱۹۰

⑦ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۷

۵۔ ھشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ھ)*

نام ونسب: آپ کا نام ہشام بن عبدالملک اور کنیت ابو الولید ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے: ہشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ الأموی الدمشقی ۔ والد نے آپ کا نام منصور رکھا کیونکہ اسی سال اس نے مصب بن زبیر کو قتل کیا تھا ماں نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام ہشام تجویز کیا اور اسی نام سے مشہور ہوا ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۷۱ھ کے بعد پیدا ہوئے اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کے بعد ۱۰۵ھ میں خلافت پر متمکن ہوئے آپ نے تقریباً بیس سال حکومت کی ②۔

علم وفضل: ہشام بن عبدالملک کا شمار بنوامیہ کے ان تین ممتاز خلفاء میں سے ہوتا ہے جنہوں نے اپنے تدبر وسیاست کا نقش تاریخ کے صفحات پر ثبت کردیا ③۔

ہشام کی انتظامی قابلیت کے دشمن بھی قائل ہیں عبداللہ بن علی عباسی کا قول ہے "میں نے بنوامیہ کے تمام خلفاء کے دفاتر کی جانچ پڑتال کی مگر ہشام کے دفاتر راعی اور رعایا کے حق میں سب سے بہتر پائے" ④۔

مدائنی کا قول ہے:

"بنوامیہ کا کوئی خلیفہ ہشام سے زیادہ عمال حکومت اور دفاتر حکومت کی نگرانی کرنے والا نہ تھا ⑤۔

خلیفہ ہشام عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے بھی ایک سچا مسلمان تھا۔ ایک دفعہ نماز جمعہ میں اپنے کسی بیٹے کو غیر حاضر پایا تو اس کی باز پرس کی اور ایک سال کے لئے سواری استعمال کرنے کی ممانعت کردی ⑥۔ نیز جب جعد بن درہم نے عقیدۂ خلق قرآن کا اظہار کیا

---

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے۔
ابن خیاط، التاریخ، ص:۳۵۶ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۱۳۳ ◉ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۲/۱۳۷
◉ المزی، تہذیب الکمال، ص:۱۹/۲۶۲
◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص:۳۴۷ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص:۵/۹۵ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص:۵/۳۵۱
◉ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص:۱/۲۶۱ ◉ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص:۹/۳۵۱ ◉ ابن قنفذ، الوفیات، ص:۳/۲۳۸
◉ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص:۱/۲۹۶ ◉ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۱۶۳

① النووی، تہذیب الاسماء، ص:۲/۱۳۸
② النووی، تہذیب الاسماء، ص:۲/۱۳۸
③ ان تین خلفاء میں سے پہلے حضرت معاویہؓ تھے جنہوں نے اموی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ دوسرا عبدالملک تھا جس نے اس کی گرتی ہوئی دیواروں کو دوبارہ تھام لیا۔ تیسرا خود ہشام تھا جس نے اس کی عمارت کو تکمیل تک پہنچا دیا۔
④ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ص:۹/۳۵۳
⑤ ابن الاثیر، الکامل، ص:۵/۹۶
⑥ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص:۹/۳۵۲

تو اسے عید الأضحیٰ کے دن قتل کروا دیا۔ اس طرح غیلان بن یونس کو اس کے قدریہ خیالات کی بنا پر قتل کر دیا گیا[1]۔

اخلاق و عادات: حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ ہشام بن عبدالملک دور بین، کفایت شعار، تیز فہم اور باتدبیر بادشاہ تھا۔ سلطنت کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات بھی اس کی نگاہوں سے مخفی نہ تھے، بردباری اور تحمل اس کی امتیازی خصوصیات تھیں[2]۔ عیش و عشرت سے لگاؤ نہ تھا، ولی عہد کے زمانہ میں جو سوتی قبا پہنا کرتے تھے عہد خلافت میں بھی وہی قبا استعمال کرتے تھے۔

اخلاق و عادات کے لحاظ سے بھی آپ بہت سادہ مزاج تھے۔ شاہانہ غرور و تکبر اس کے پاس بھی نہ پھٹکتی تھی۔ اپنی غلطی کو وہ بے تامل تسلیم کر لیتا تھا[3]۔

امام سیوطی نے آپ کی نرم دلی اور حسن سلوک کے کئی ایک واقعات بیان کیے ہیں[4]۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی سے ہشام کو ہم کلام ہوتے ہوئے سنا ہشام اس شخص سے کہہ رہا تھا۔

"یا هذا ليس لك أن تسمع خليفتك"[5]

یا فلاں! تجھے یہ لائق نہیں ہے کہ اپنے خلیفہ کو ایسی باتیں سنائے۔

وفات: ربیع الثانی ۱۲۵ھ کو ہشام بن عبدالملک نے رصافہ میں وفات پائی، انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً پچپن برس تھی[6]۔

......☆......☆......

---

1. ابن الاثیر، الکامل، ص: ۹۶/۵
2. ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۳۵۵/۹
3. ابن الاثیر، الکامل، ص: ۹۶/۵
4. السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۷۲
5. السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۷۳
6. ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۳۵۶/۹

فصل ثالث

عہد بنو امیہ میں علم حدیث کی ترویج واشاعت میں معاون ومعارض عوامل کا جائزہ

عہد بنوامیہ میں علم حدیث کی ترویج واشاعت میں معاون ومعارض عوامل کا جائزہ

عہد بنوامیہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے بہت سے عوامل واسباب کی نشاندہی ہوتی ہے جن کی وجہ سے علم حدیث کی ترویج و اشاعت متاثر ہوئی، ان میں سے کچھ عوامل ایسے تھے جنہوں نے اس کی ترقی اور نشر واشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ عہد بنوامیہ دراصل اسلامی تاریخ کا ایک زرّیں اور قابل ذکر دور تھا، جو حضرات صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی مقدس ہستیوں سے منور تھا۔ یہ حضرات آنحضرت ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے تربیت یافتہ تھے، ان کے افعال واقوال میں حضور ﷺ کی تعلیم قدسی کی ہی جھلک تھی، ان کے اعمال نبی کریم ﷺ کی پیروی کے ترجمان تھے، انہیں حدیث سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی، انہیں ایک طرف فرامین رسول ﷺ کو دوسروں تک پہنچانے کا اہم دینی فریضہ سونپا گیا تھا اور دوسری طرف انہیں یہ خوف بھی لاحق تھا کہ کہیں کوئی غلط بات اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے، چنانچہ انہوں نے طلب حدیث کیلئے دور دراز علاقوں کا سفر کیا اور لوگوں کو حدیثِ رسول سے روشناس کرایا اور اس کی تعلیم اور اشاعت میں مصروف ہوگئے، انہی قدرتی وخارجی عوامل کے سبب علم حدیث کی خوب نشر واشاعت ہوئی۔

اس دور میں جہاں علمِ حدیث کی ترویج واشاعت میں چند ایک عوامل واسباب مددومعاون رہے، وہاں کچھ ایسے عوامل ایسے بھی تھے جن سے علم حدیث کی ترویج واشاعت میں خلل واقع ہوا اور علم حدیث کی ترقی متاثر ہوئی۔ ان بہت سے کارفرما عوامل میں سب سے بنیادی سبب امت مسلمہ کی فرقہ بندی اور باہم نزاع وافتراق تھا۔ اہل اسلام میں اختلاف وافتراق کا ظہور اجتہادی امور سے ہوا جن کی بناء پر کوئی شخص کفر و بدعت کی حد تک نہیں پہنچ سکتا تھا[1]۔ اور نہ ہی ان اختلافات سے مسلمانوں کے شیرازہ بکھر جانے اور ان میں فتنہ وفساد پھوٹ پڑنے کا خطرہ تھا۔ عہد رسالت سے لے کر حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت تک تمام مسلمانوں میں کامل یگانگت اور اتفاق و اتحاد پایا جاتا تھا تاہم حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین جو اختلاف رونما ہوا وہ دراصل منافقین کا کیا دھرا تھا پھر حضرت عثمانؓ کے آخری عہد میں آنحضرت ﷺ کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

((و إن أمتی ستفترق علی ثنتین و سبعین فرقة کلها فی النار إلا واحدة و هی الجماعة)) [2]

بے شک میری امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی ایک کے علاوہ تمام فرقے جہنمی ہیں اور وہ جماعت ہے۔

---

(1) مثلاً آنحضرت ﷺ نے قبل از وفات فرمایا تھا: "میرے پاس قلم دوات لاؤ تاکہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں جس کی بنا پر تم گمراہ نہیں ہوگے چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ ﷺ درد سے بے قرار ہیں اس لئے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہیں ہمیں کتاب اللہ ہی کافی ہے۔ اس طرح آپ ﷺ کی تدفین کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا آپس میں اختلاف ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ اور آنحضرت ﷺ کے جانشین کے بارے میں بھی سقیفہ بنی ساعدہ میں صحابہ کرامؓ کے مابین نزاع پیدا ہوگیا تھا۔

(2) ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب افتراق الامم، حدیث نمبر ۳۹۹۳، ص:۵۸۷۳

امت کا شیرازہ بکھر گیا ان میں فکری انتشار کا آغاز ہوا اور وہ کئی فرقوں میں بٹ گئی یہ فرقے باہم نفرت کرتے اور ایک دوسرے سے عداوت رکھتے تھے۔ مسلمانوں کا ایک گروہ حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرنے لگا پھر خلافت کے بارے میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ باہم نبرد آزما ہوئے فریقین کے اعوان و انصار ان کا ساتھ دینے کے لئے مصر رہے اور پھر بالآخر ۳۷ھ کو واقعۂ تحکیم کے بعد حضرت علیؓ کی جماعت میں انتشار اور پھوٹ پیدا ہوگئی اور امت مختلف فرقوں (خوارج، شیعہ، مرجئہ، حامیان بنو امیہ) میں تقسیم ہوگئی۔

رفتہ رفتہ اختلاف و انتشار کی یہ خلیج بڑھتی چلی گئی حتیٰ کہ متاخرین صحابہ کرامؓ کے عہد میں فرقہ قدریہ کا ظہور ہوا۔ معبد الجہنی پہلا شخص تھا جس نے اس فرقہ کی بنیاد رکھی اس وقت حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ بن مالک و دیگر صحابہ کرامؓ زندہ تھے جنہوں نے اس عقیدہ کی تردید کی، پھر عہد صحابہؓ کے بعد حسن بصریؒ کے عہد میں بصرہ میں انکار تقدیر کے بارے میں واصل بن عطاء کا فتنہ ظہور پذیر ہوا۔ اس نے حسن بصری سے مناظرہ کیا اور ان کی مجلس سے علیحدہ ہوگیا جس سے معتزلہ فرقہ معرض وجود میں آیا۔ ان فرقوں کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی مسلمانوں میں انتشار و خلفشار رونما ہوا جس نے ان کی دینی و سیاسی وحدت کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ ہر فرقے نے اسلام کو اپنے عقائد و افکار کی عینک سے دیکھنا شروع کیا اور اس کی تشریح و تفسیر اس انداز سے کرنے لگا جو ان کے مخصوص نظریات کے موافق ہوتا اس طرح یہ فرقے اسی راہ پر گامزن رہے اور امت مسلمہ کے درمیان اختلاف و انتشار پروان چڑھا اور اس طرح علم حدیث کی ترویج و اشاعت کی راہ میں لاتلافی نقصان ہوا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے عوامل تھے جن سے علم حدیث کی اشاعت میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ اکثر سلاطین نے علم حدیث کی نشر و اشاعت کی طرف کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں کی باہمی تنازعات اور سیاسی چپقلش کی وجہ سے ان کا عہد عدم استحکام کا شکار رہا اور پھر اس دور میں مختلف حوادث کے ظہور نے جلتی پر تیل کا کام کیا جبکہ خلفائے راشدین کے عہد میں دینی علوم کی نشر و اشاعت کا مقدس فریضہ سرکاری سرپرستی میں ادا کیا جاتا تھا' عوام و خواص کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی وہ زیادہ سے زیادہ دینی علوم پر عبور و دسترس حاصل کریں قرآن اور حدیث رسول اللہ ﷺ کا علم اس دور کا سب سے بڑا مقصد تھا لیکن عہد بنو امیہ میں دینی علوم کی نشر و اشاعت اس کی سرپرستی وغیرہ ضمنی اور ثانوی حیثیت اختیار کر گیا تھا ماسوائے چند ایک خلفاء نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ علاوہ ازیں ممانعت کتابتِ حدیث علم حدیث کی نشر و اشاعت میں مخل امر واقع ہوا۔

☆......☆......☆

بحث اول

علم حدیث کی ترویج واشاعت میں معاون عوامل واسباب

علم حدیث کی ترویج واشاعت میں معاون عوامل واسباب

علم حدیث کی نشر واشاعت میں بہت سے عوامل کارفرما تھے جن میں سے درج ذیل عوامل نے بنیادی کردار ادا کیا:

صحابہ کرامؓ کی موجودگی

بنوامیہ کا دور اس حوالے سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے ابتدائی ساٹھ ستر برس میں صحابہ کرامؓ کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ جو مرکزی علاقوں اور شہروں میں پھیلے ہوئے تھے۔ آخری صحابی حضرت عامرؓ بن واثلہ جن کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ آخری صحابی تھے جن پر صحابہؓ کا دور ختم ہوگیا۔ حافظ ابن حجر نے جریر بن حازم کا بیان نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں:

"كنت بمكة سنة عشر و مائة فرأيت جنازة فسألت عنها فقيل ابوالطفيل" ①

میں ۱۱۰ھ میں مکہ میں تھا میں نے ایک جنازہ دیکھا جس کے بارے میں نے پوچھا تو (مجھے) بتایا گیا کہ ابوالطفیلؓ کا جنازہ ہے۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانی نے چونتیس صحابہ کرامؓ کے نام گنوائے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد اسی سے سو سال تک مختلف شہروں اور علاقوں میں زندہ رہے②۔

صحابہ کرامؓ اشاعت حدیث کیلئے مختلف مفتوحہ ممالک میں پھیل گئے اور لوگوں کو حدیث کی تعلیم دینے میں مصروف ہوگئے۔

حضرت ابوادریس خولانیؒ کا بیان ہے کہ "میں حمص کی مسجد میں گیا تو وہاں ایک مجلس میں بیٹھ گیا جس میں بتیس صحابہ کرامؓ تشریف فرما تھے"③۔

علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ "حضرت ابوالدرداءؓ دمشق میں سکونت پذیر تھے اور جب درس حدیث دینے کیلئے مسجد جاتے تو ان کے ساتھ شائقین علم کا اس قدر ہجوم ہوتا جیسے کسی بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے"④۔

امام سیوطی بیان کرتے ہیں:

"كان لجابرؓ بن عبدالله حلقه فى المسجد النبوى يؤ خذعنه العلم" ⑤

جابرؓ بن عبداللہ کا حلقہ درس مسجد نبوی میں تھا اور لوگ ان سے علم حاصل کرتے تھے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ جب حدیث بیان کرتے تو آپ کے سامنے (کثرت ہجوم کی وجہ سے) لوگوں کی ایک دیوار کھڑی ہو جاتی تھی⑥۔

ایک اور صحابی کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ حدیث بیان کرتے تو ان کے گرد لوگوں کا اس قدر ہجوم ہو جاتا تھا کہ ان کو مکان کی چھت پر چڑھ کر حدیث بیان کرنا پڑتی تھی⑦۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۰/۷
② مناظر گیلانی، تدوین حدیث، ص: ۶۷
③ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۲۸/۵
④ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۲۶/۱
⑤ السیوطی، حسن المحاضرۃ، ص: ۷۸/۱
⑥ المسلم، الصحیح، كتاب الصلوة، باب القراءة فى الظهر و العصر، حدیث نمبر ۱۰۲۱، ص: ۱۹۱
⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۵۸/۵

نصر بن عاصم لیثی فرماتے ہیں کہ "میں کوفہ کی مسجد میں گیا تو ایک حلقہ نظر آیا جو نہایت خاموشی سے ایک شخص کی طرف کان لگائے ہوئے تھے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت حذیفہؓ بن یمان ہیں" (۱)۔

مختلف شہروں اور علاقوں میں صحابہ کرامؓ کی موجودگی نے حدیث کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

تربیتِ رسول

صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے ان کے افعال و اقوال میں حضور ﷺ کی تعلیم قدسی کی ہی جھلک تھی اور انہی کی بدولت دین اسلام کا تسلسل قائم ہوا۔

محدثین کرام نے کتب حدیث میں مرفوع احادیث کے ساتھ صحابہؓ کے اقوال و اعمال پر مشتمل ایک بڑا ذخیرہ بھی روایت کیا ہے۔ صالح بن کیسان (۱۴۰ھ) بیان کرتے ہیں۔

"اجتمعت أنا وابن شهاب ونحن نطلب العلم فاجتمعنا على أن نكتب السنن فكتبنا كل شيئ سمعناه عن النبى ﷺ ثم كتبنا أيضا ما جاء عن أصحابه فقلت لا ليس بسنة و قال بلى هو سنة فكتب و لم أكتب فنجح و ضيعت" (۲)

میں اور ابن شہاب اکٹھے علم حاصل کرتے تھے ہم نے باہمی اتفاق کیا کہ احادیث لکھیں گے چنانچہ ہم نے ہر چیز جو نبی ﷺ کے بارے میں سنی تھی لکھ ڈالی پھر ابن شہاب نے کہا جو آپ ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں منقول ہے ہم اسے بھی لکھ لیں گے میں نے کہا نہیں یہ (اقوال صحابہؓ) سنت نہیں، ابن شہاب نے کہا کیوں نہیں وہ بھی سنت ہیں سو انہوں نے انہیں لکھ لیا اور میں نے نہیں لکھا، وہ کامیاب رہے اور میں نے ضائع کر دیا۔

صحابہ کرامؓ کے انہی اقوال و افعال کے پیش نظر حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

"لا يزال الناس صالحين متماسكين ما أتاهم العلم من أصحاب محمد ﷺ ومن أكابرهم فإذا أتاهم من أصاغرهم هلكوا" (۳)

جب تک علم اصحاب رسول اللہ ﷺ اور ان کے بڑوں سے آتا رہے گا لوگ نیک اور عمل پیرا رہیں گے اور جب لوگوں کو علم ان کے اصاغر سے ملنے لگے گا، وہ ہلاک ہوں گے۔

حضرت ابن مسعودؓ کے اس قول میں اصاغر کی اضافت عام لوگوں کی طرف ہے، اصحاب محمد ﷺ کی طرف نہیں۔ اور عبداللہ بن مبارک کے قول کے مطابق اصاغر سے اہل بدعت مراد ہیں۔ (۴)

ایک اور موقع پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا:

"اتبعوا أثارنا ولا تبتدعوا فقد كفيتم" (۵)

تم ہمارے نقش قدم پر چلتے رہو نئی باتیں نہ نکالنا کیونکہ ہماری پیروی تمہارے لیے کافی ہے۔

---

(۱) ابن حنبل، المسند، ص: ۳۸۶/۵ (۲) عبدالرزاق، المصنف، باب نقض الاسلام، حدیث نمبر ۲۰۴۴۶، ص: ۲۵۸/۱۱ ◉ البغوی، شرح السنۃ، ص: ۲۹۶/۱

(۳) عبدالرزاق، المصنف، باب نقض الاسلام، حدیث نمبر ۲۰۴۴۶، ص: ۲۴۶/۱۱ (۴) الشاطبی، الاعتصام، ص: ۵۴/۱

(۵) الشاطبی، الاعتصام، ص: ۵۴/۱

امام اوزاعی، بقیہ بن ولید کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یا بقیة العلم ما جاء عن أصحاب محمد ﷺ وما لم یجئ عن أصحاب محمد ﷺ فلیس بعلم" ①

اے بقیہ علم وہی ہے جو اصحاب محمد ﷺ کی طرف سے منقول ہو کر آئے اور جو اصحاب محمد ﷺ سے منقول نہ ہو وہ علم نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ پر حالت احرام میں رنگ دار چادر دیکھی۔ تو فرمایا اے طلحہؓ یہ رنگ دار کپڑا کیوں (پہنا) ہے تو طلحہؓ نے جواب دیا اس رنگ میں خوشبو نہیں ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"إنکم أیها الرهط أئمة یقتدی بکم الناس ...." ②

بے شک تم اے گروہ (صحابہ) ائمہ ہو لوگ تمہاری پیروی کریں گے۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو ایک خاص قسم کے موزے پہنے دیکھے تو آپ نے فرمایا:

"عزمت علیك أن لا نزعتهما فإنی أخاف أن ینظر الناس إلیك فیقتدون بك" ③

میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم انہیں اتار دو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ تمہیں اسطرح دیکھیں گے تو وہ تمہاری پیروی کرنے لگیں گے۔

حضرت حذیفہؓ بن یمان نے مدائن ④ میں یہودی عورت سے نکاح کر لیا جب حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے ان کی طرف خط لکھا:

"أعزم علیك أن لا تضع کتابی حتی تخلی سبیلها فإنی أخاف أن یقتدیك المسلمون فیختاروا نساء أهل الذمة لجمالهن" ⑤

میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میرا یہ خط رکھنے سے پہلے تم اس عورت کو فارغ (طلاق) کر دو مجھے ڈر ہے کہ مسلمان تمہاری پیروی کرتے ہوئے اہل ذمہ کی عورتوں سے ان کے حسن و جمال کی وجہ سے پسند کرنے لگیں گے۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص جب گھر میں نماز پڑھتے تو لمبی نماز پڑھتے رکوع و سجود طویل کرتے اور جب مسجد میں نماز پڑھتے تو جلدی کرتے تھے آپ کے بیٹے حضرت مصعب نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:

"یا بنی إنا أئمة یقتدی بنا" ⑥

اے میرے بیٹے بے شک ہم ائمہ ہیں، (امت میں) ہماری پیروی کی جاتی رہے گی۔

---

① الکاندھلوی، مقدمہ أوجز المسالک، ص:٦

② المالک، المؤطا، کتاب الحج، باب لبس الثیاب المصبغة فی الإحرام، حدیث نمبر ١٠، ص: ٢١٧

③ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ٣١٥/١ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص: ٣٦١/٢

④ مدائن: عراق میں سات شہروں کا مجموعہ جو بغداد کے جنوب میں دریائے دجلہ پر واقع تھا، الحموی، معجم البلدان، ص: ٣١٥/٣

⑤ الشیبانی، کتاب الآثار، ص: ١٥٦

⑥ عبدالرزاق، المصنف، باب تخفیف الامام، حدیث نمبر ٣٧٢٩، ص: ٣٦٧/٢ ◉ الہیثمی، مجمع الزوائد، باب الاقتداء بالسلف، ص: ١٨٢/١

حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو جب حضرت عمارؓ بن یاسر کے ساتھ کوفہ بھیجا تو آپ نے اہل کوفہ کو ان کی اقتداء کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"فاقتدوا بهما واسمعوا وقد آثرتكم بعبدالله بن مسعود على نفسي" ①

تم ان دونوں کی اتباع کرو اور ان کی بات کو سنو بے شک میں نے عبداللہؓ بن مسعود کو (تمہارے پاس بھیج کر) تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام میں صحابہ کرامؓ کی مقتداء حیثیت ہمیشہ سے مسلّم رہی اس لئے انہیں محتاط رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا چنانچہ صحابہؓ کے اعمال و اقوال کی اتباع، تابعین و تبع تابعین میں جاری رہی۔ اس طرح جملہ احادیث کی نشر و اشاعت میں صحابہؓ کے افعال و اقوال نے اہم کردار ادا کیا۔

رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت و عقیدت

صحابہ کرامؓ کی نبی ﷺ سے بے پناہ محبت و عقیدت بھی حدیث کی ترویج و اشاعت میں ایک بڑا مؤثر عامل رہا ہے۔

قرآن کریم نے حضور ﷺ کے بارے میں تعلیم دیتے ہوئے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه و توقروه﴾ ②

تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان لاؤ اور اس (رسول ﷺ) کی تعظیم و توقیر کرو۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ اسی تعلیم کی بدولت رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز تک پست رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی اس ادا کو پسند کرتے ہوئے ان کی مدح و توصیف کرتے ہوئے انہیں متقین کا سرٹیفکیٹ عنایت کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إن الذين يغضون أصواتهم عند رسول الله أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى﴾ ③

بے شک جو لوگ اپنی آوازیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی اس عامل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"..........قرآن اور آنحضرت ﷺ کی پیغمبرانہ دعوت جو شاعرانہ زبان میں بلکہ فی الحقیقت مولانا حالی مرحوم کی اس بلیغ تعبیر کی صحیح تصویر تھی:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
ایک آواز میں سوتی بستی جگا دی — نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی ④

اس نے صحابہ کرامؓ کی ذہنی قوتوں اور عملی توانائیوں میں نئی زندگی کی روح بھر کر ان میں ایسی ہلچل پیدا کر دی تھی کہ بقول گاڈ فرے ہگنس (God Fray Hungs)

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۴
② الفتح: ۴۸/۹
③ الحجرات: ۴۹/۳
④ حالی، مسدس حالی، ص: ۱۳۲

''عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد ﷺ کے پیغام نے وہ نشہ آپ ﷺ کے پیروؤں میں پیدا کر دیا تھا جس کو عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے سود ہے۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ عیسائی ہی نہیں بلکہ دنیا کو چاہئے کہ یہ یاد رکھے کہ اس نشہ کی نظیر نہ اس سے پہلے دیکھی گئی اور نہ اس کے بعد دیکھی جا سکتی ہے۔'' ①

حضرت عروہؓ بن مسعود ثقفی صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کی طرف سے ایلچی بنا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اس نے واپس جا کر قریش کو صحابہ کرامؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت و عقیدت کو اس طرح بیان کیا:

"ای قوم والله لقد وفدت علی الملوك وفدت علی قیصر و کسریٰ والنجاشی والله مارأیت ملکا قط یعظمه أصحابه ما یعظم أصحاب محمد محمداً والله إن تنخم نخامة إلا وقعت فی کف رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده وإذا أمرهم ابتدروا أمره وإذا توضأ کادوا یقتلون علی وضوءه وإذا تکلم خفضوا أصواتهم عنده وما یحدقون إلیه النظر تعظیما له" ②

اے قوم! بخدا میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں خدا کی قسم وہ کھنکار بھی تھوکتے تھے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ شخص اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا اور جب کوئی حکم دیتے تھے تو اس کی بجا آوری کے لئے سب دوڑ پڑتے تھے اور جب وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس کے وضو کے پانی کیلئے لوگ لڑ پڑیں گے اور جب کوئی بات بولتے تھے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے تھے اور فرطِ تعظیم کے سبب انہیں بھر پور نظر سے نہ دیکھتے تھے۔

ظاہر ہے کہ جن کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ اس نوعیت کا ہو کہ وضو کے پانی اور لعاب وغیرہ کو نیچے نہ گرنے دیں، تو وہ بھلا آپ ﷺ کے اوامر و نواہی جو شریعت کا حصہ ہیں، کس طرح ان میں کوتاہی برت سکتے تھے، اور جب کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اسلام کے محافظ اور مبلغ قرار دیے گئے تھے۔

ابلاغ حدیث کی ذمہ داری کا احساس

آنحضرت ﷺ کو تعلیم امت کی بہت فکر تھی آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"إن الناس لکم تبع وإن رجالا یاتونکم من أقطار الأرض یتفقهون فی الدین وإذا أتوکم فاستوصوا بهم خیراً" ③

---

① مناظر گیلانی، تدوین حدیث، ص: ۱۹

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب البصاق والمخاط و نحوه فی الثوب، ص: ۴۳ ◉ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۳۱۴

③ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الإستیصاء بمن یطلب العلم، حدیث نمبر ۲۶۵۰، ص: ۶۰۱

لوگ تمہارے پیچھے لگنے والے ہوں گے اور وہ تمہارے پاس دنیا کے اطراف سے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے آئیں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں اچھی باتیں بتلانا۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ صرف رسول اللہ ﷺ کے اقوال واعمال کی صرف اتباع ہی ضروری نہیں تھی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان پر یہ فریضہ بھی عائد تھا کہ وہ اس دین کو دوسروں تک پہنچائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر﴾ ①

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے نکالے گئے ہو تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

نیز قول باری تعالیٰ ہے:

﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير و يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر﴾ ②

تم میں سے ایک گروہ جو نیکی اور بھلائی کی طرف لوگوں کو بلائے اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے۔

انہی آیات کریمہ کی روشنی میں نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تبلیغ اسلام کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

((وليبلغ الشاهد الغائب)) ③ (حاضر غائب کو پہنچادے۔)

نیز: ((ألا ليبلغ الشاهد الغائب)) ④ (آگاہ رہو حاضر غائب کو پہنچادے۔)

مختلف اطراف سے وقتاً فوقتاً آنے والے وفود کو تعلیم دینے کے بعد آپ ﷺ انہیں حکم فرماتے:

((احفظوهن و أخبروا بهن من وراء كم ....)) ⑤

ان باتوں کو یاد رکھو اور جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں انہیں اس کی خبر دو۔

آپ ﷺ نے اس شخص کا انجام بھی بتادیا جو تبلیغ دین کے فریضہ کو ترک کرڈالتا ہے اور کتمان علم کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((من سئل عن علم علمه ثم كتمه ألجم يوم القيامة بلجام من نار)) ⑥

جس سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اسے جانتا ہو پھر وہ اسے چھپائے اسے قیامت کے دن آگ کی لگام میں جکڑا جائے گا۔

صحابہ کرامؓ نے تبلیغ دین کا پورا پورا حق ادا کردیا اور انہی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ بعض صحابہ سکرات الموت میں بھی حدیث بیان کرنے کا التزام کرتے۔ ان کا یہ مصمم ارادہ حضرت ابوذر غفاریؓ (۳۲ھ) کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

---

① آل عمران: ۳/۱۱۰ ② آل عمران: ۳/۱۰۴

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ليبلغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۴، ص: ۲۳

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ليبلغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۵، ص: ۲۳

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب أداء الخمس من الإيمان، حدیث نمبر ۵۳، ص: ۱۳

⑥ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء في كتمان العلم، حدیث نمبر ۲۶۴۹، ص: ۶۰۱

"لو وضعتم الصمصامة على هذه وأشار إلى قفاه ثم ظننت أني أنفذ كلمة سمعتها من النبیﷺ قبل أن تجيزوا عليّ لأنفذتها" ①

اگر تم تلوار اس پر اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا رکھ دو پھر مجھے معلوم ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بات سنی تھی اور اسے میں بیان کر سکوں گا تو میں اسے ضرور بیان کروں گا پیشتر اس کے کہ تم اسے (تلوار) مجھ پر چلا دو۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

"إن الناس يقولون أكثر ابو هريرة ولولا أيتان في كتاب الله ما حدثت حديثا ثم يتلو ② ﴿إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينت والهدى ....﴾ ③

بے شک لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ بہت زیادہ احادیث بیان کرتا ہے اور اگر کتاب اللہ کی دو آیات نہ ہوتی تو میں کبھی حدیث بیان نہ کرتا پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "بے شک جو لوگ ہماری نازل کردہ آیات اور ہدایت کو چھپاتے ہیں......"۔

نبی ﷺ کی طرف سے صحابہ کرامؓ کو یہ توثیق بھی حاصل ہوگئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو دوسروں تک منتقل کریں گے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((تسمعون ويسمع منكم ويسمع من الذين يسمعون منكم)) ④

تم مجھ سے سن رہے ہو، تم سے بھی سنا جائے گا اور جن لوگوں نے تم سے سنا ان سے بھی لوگ سنیں گے۔

✿ وعید کا خوف

موضوع روایات پر آنحضرت ﷺ کی وعید صحابہ کرامؓ کے سامنے تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا تكذبوا عليّ فإنه من كذب عليّ فليلج النار)) ⑤

مجھ پر جھوٹ مت کہو کیونکہ جس شخص نے مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ آگ میں داخل ہوگا۔

اسی وعید کے خوف کے پیش نظر صحابہ کرامؓ بہت کم احادیث بیان کیا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے:

"إنه ليمنعني أن أحدثكم حديثا كثيرا أن النبیﷺ قال من تعمد عليّ كذبا فليتبوأ مقعده من النار" ⑥

---

① البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب العلم قبل القول و العمل، حدیث نمبر ۱۰، ص: ۱۶
② البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث نمبر ۱۱۸، ص: ۲۵
③ البقرۃ: ۲/۱۵۹
④ ابوداؤد، السنن، كتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث نمبر ۳۶۵۹، ص: ۵۲۵
⑤ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب اثم من كذب على النبی ﷺ، حدیث نمبر ۱۰۶، ص: ۲۳
⑥ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب اثم من كذب على النبی ﷺ، حدیث نمبر ۱۰۷، ص: ۲۳

مجھے نبی ﷺ کے فرمان "جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے" نے تمہیں زیادہ احادیث بیان کرنے سے روک رکھا ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اپنے والد حضرت زبیرؓ بن عوام سے بیان کرتے ہیں:

"إنی لا أسمعك تحدث عن رسول الله ﷺ كما يحدث فلان فلان قال أما إنی لم أفارقه ولكن سمعته يقول من كذب علی فليتبوأ مقعده من النار" ①

میں نے فلاں فلاں کی طرح آپ کو رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا تو حضرت زبیر نے جواب دیا میں تو رسول اللہ ﷺ سے کبھی جدا نہیں ہوا لیکن میں نے آپ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔

بعض صحابہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ حدیث بیان کرتے وقت ان پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

ابوعمرو شیبانی کہتے ہیں:

"میں سال بھر حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی مجلس میں حاضر ہوتا رہا۔ اکثر آپ قال رسول اللہ ﷺ کہہ کر حدیث بیان نہیں کرتے تھے اگر کبھی قال رسول اللہ ﷺ کہہ کر حدیث بیان کرنے لگتے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا پھر کہتے اس طرح فرمایا، یا اس کی مثل فرمایا، یا اس کے قریب قریب فرمایا ...." ②

ایک دوسری روایت میں راوی کا بیان ہے کہ حدیث بیان کرنے کے بعد آپ کی کیفیت اس طرح ہو جاتی کہ:

"ارتعد وارتعدت ثيابه تنفخ أوداجه اغرورت عيناه" ③

آپ کانپنے لگتے اور ان کے کپڑوں میں تھرتھری پیدا ہو جاتی، گردن کی رگیں پھول جاتی، آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں۔

اور بعض صحابہؓ تو حدیث بیان کرنے سے قبل حدیث ((من كذب علی متعمداً............)) پڑھ لیتے۔ مسند امام احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں یہ منقول ہے:

"يبتدأ بحديثه بأن يقول قال رسول الله ﷺ الصادق المصدوق ابو القاسم ﷺ من كذب علی متعمدا فليتبوأ مقعده من النار" ④

اپنی حدیث کی ابتدا کرتے ہوئے فرماتے رسول اللہ ﷺ صادق ومصدوق ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے۔

صحابہ کرامؓ کو ایک طرف یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں غلط بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے اور دوسری طرف دین کو پہنچانے کا جذبہ کارفرما تھا۔ چنانچہ صحابہؓ کا یہی حزم واحتیاط حدیث کی ترویج واشاعت میں ایک مؤثر عامل رہا۔

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب اثم من كذب علی النبی ﷺ، حدیث نمبر ۱۰۷، ص: ۲۳

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۰

③ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۴/۲۰۸

④ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۴۱۳ ⑤ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۴/۲۰۳

تابعین وتبع تابعین کی موجودگی

آغوش صحابہؓ میں تعلیم پانے والے عظیم المرتبت تابعین کرام اور تبع تابعین جو تابعین کے حلقہ درس کے فیض یافتہ تھے ان حضرات نے صحابہؓ کی علمی اور اخلاقی برکتوں کو سارے عالم میں پھیلایا جن کی مشترک اور اہم کارنامہ حفاظت حدیث اور اشاعت حدیث ہے۔ اور عہد بنوامیہ ان مقدس ہستیوں سے عبارت ہے۔ ان کی موجودگی علم حدیث کی ترویج واشاعت میں ایک موثر عامل رہا ہے۔ ①

مختلف بلادوامصار کا سفر

حضرات صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین نے طلب حدیث اور صحت حدیث کیلئے دور دراز ممالک کا سفر کیا اور اس راہ میں سعی و جہد کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ انہوں نے مشرق ومغرب کو چھان مارا اور جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا۔ تو اس کے نتیجہ میں حوادث ومسائل میں بھی اضافہ ہوا تو یہ حضرات اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے حدیث کے طلب گاروں میں علمی رحلت کا بڑا چرچا ہوا، جس کی وجہ سے انہوں نے کثرت سے سفر کیے ②۔

حدیث کی ترویج واشاعت کے ذرائع

صحابہ کرامؓ، تابعین اور ان کے بعد کے ادوار میں حدیث کی ترویج واشاعت میں جو ذرائع استعمال کیے گئے ہیں جن میں سے حفظ حدیث، مذاکرہ حدیث، کتابت حدیث اور تعامل حدیث قابل ذکر ہیں جن کی وجہ سے علم حدیث کی حفاظت اور اس کی اشاعت میں نمایاں اثر پڑا ہے جو ایک بنیادی عامل ہے۔ ③

اسلامی فتوحات کی وسعت

عہد رسالت کے بعد صحابہ کرامؓ کی مساعی جمیلہ کی بدولت اسلامی حکومت کے دائرہ میں وسعت آئی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وعد الله الذين أمنوا منكم و عملوا الصالحات ليستخلفنهم فى الأرض كما استخلف الذين من قبلهم﴾ ④

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اعمال صالحہ کیے ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں زمین کا خلیفہ بنائے گا جس طرح ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے۔

چنانچہ ۱۷ھ میں عراق اور شام مکمل طور پر فتح کر لیے گئے ⑤۔ ۲۰ھ میں سرزمین مصر کو زیرِ نگیں کیا گیا اور ۱۲ھ میں فارس

---

① مزید تفصیل کیلئے دیکھیے صفحہ نمبر ۵۸
② دیکھیے صفحہ نمبر ۱۸۶
③ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۷۰
④ النور: ۲۴/۵۵
⑤ تفصیل کے لئے دیکھیے، البلاذری، فتوح الشام، ص: ۱۳۱ ◎ الطبری، التاریخ، ص: ۲۱۵۸

کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا①۔

غرضیکہ جس طرح عہد خلفاء راشدین کے عہد میں بے شمار فتوحات ہوئی ہیں۔ اسی طرح عہد بنوامیہ میں بھی بہت ساری فتوحات ہوئیں۔

ان فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے رہنے والے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اسلامی تعلیمات و احکام کو سیکھنے کا مطالبہ کرنے لگے تو سلاطین و حکام نے دینی احکام و مسائل کی تعلیم دینے کیلئے صحابہؓ و تابعین کو ان شہروں میں بھیجا۔ اور کچھ صحابہؓ و تابعین نے اپنی مرضی سے ان شہروں کو پسند کر کے ان میں سکونت پذیر ہو گئے جہاں انہوں نے لوگوں کو حدیث کی تعلیم دی۔

❁ علم حدیث کے مراکز

صحابہ کرامؓ و تابعین کے مختلف بلاد و انصار میں چلے جانے سے وہاں کتاب و سنت کی تعلیم کے مدارس کھل گئے جہاں دور و دراز علاقوں کے طلبہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے چشمہ علم سے اپنی پیاس بجھاتے اس دور میں مساجد تعلیم گاہ اور دارالحدیث کی حیثیت رکھتی تھیں، صحابہؓ و تابعین مختلف مساجد میں بیٹھ جاتے اور ان کے تلامذہ ان کے گرد حلقہ باندھ کر ان سے استفادہ کرتے اور اسے اپنے سینوں میں جاگزیں کر لیتے تھے۔

عہد بنوامیہ میں مختلف بلاد و امصار میں جو علم حدیث کے مراکز تھے وہ درج ذیل تھے:

❁ **دارالحدیث مدینہ منورہ:** مدینہ منورہ آنحضرت ﷺ کا دارالہجرہ تھا جہاں اکثر شرعی احکام نازل ہوئے اس وجہ سے آپ ﷺ نے اکثر احادیث ارشاد فرمائی تھیں۔ عہد رسالت کے بعد مدینہ منورہ ملت اسلامیہ کا مرکز اور کبار صحابہ کرامؓ کی اقامت گاہ تھا۔ اس اعتبار سے مدینہ کو صحابہؓ کے اولین وطن ہونے کا شرف حاصل تھا جس کو وہ دوسرے مقامات پر فضیلت دیتے تھے اور کسی خاص سیاسی، معاشی یا تعلیمی ضرورت کے پیش نظر وہ مدینہ سے باہر نہیں جاتے تھے②۔

مدینہ میں متعدد صحابہؓ و تابعین ایسے تھے جنہوں نے حدیث و فقہ میں بڑی شہرت حاصل کی جن میں خلفاء اربعہ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت وغیرہ شامل تھے۔ تابعین میں سعید مسیب، عروہ بن زبیر، ابن شھاب الزہری، عبید اللہ بن عتبہ، سالم بن عبداللہ، محمد بن المنکدر، قاسم بن محمد، نافع مولی ابن عمر اور دیگر حفاظ حدیث جو حدیث اور فتویٰ کے مرجع تھے③۔ اور تبع تابعین میں سے عبداللہ بن عمرو بن ابی ذہب، محمد بن عجلان، جعفر الصادق، امام مالک، نافع بن ابی نعیم، سلیمان بن بلال، اسماعیل بن جعفر وغیرہ④۔

---

① تفصیل کے لئے دیکھئے، البلاذری، فتوح الشام، ص: ۲۲۰ ◉ المقریزی، الخطط، ص: ۱/۲۶۳

② ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۵/۳۲۸

③ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۶/۲۸۴ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱/۲۱۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۰

④ الذہبی، الأمصار ذوات الآثار، ص: ۱۴

دارالحدیث مکہ مکرمہ: جب آنحضرت ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو قرآن کریم کی تعلیم اور حلال وحرام کے مسائل سکھانے کیلئے حضرت معاذؓ بن جبل کو وہاں قیام کرنے کا حکم دیا جن سے حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے بعد ازاں حضرت ابن عباسؓ بصرہ سے مکہ واپس آئے تو وہ بھی یہاں کے رئیس قرار پائے۔ ان کے علاوہ بہت سے صحابہ کرامؓ یہاں قیام پذیر تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہؓ بن سائب مخزومی، حضرت عتابؓ بن اسید، حضرت خالد بن اسید، حضرت حکمؓ بن ابی العاص، حضرت عثمانؓ بن طلحہ وغیرہ①۔

مکہ کے دارالحدیث میں حضرت ابن عباسؓ کے زیراثر جن تابعین نے استفادہ کیا ان میں سے مجاہد بن جبیر، عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ، عطاء بن ابی رباح، وغیرہ اور تبع تابعین میں سے عبداللہ بن ابی نجیح، ابن کثیر المقری، حنظلہ بن ابی سفیان، عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج، ابن عیینہ وغیرہ②۔

دارالحدیث کوفہ: حضرت عمرؓ کے عہد حکومت میں جب عراق فتح ہوا تو کوفہ اسلامی افواج کا بہت بڑا مرکز تھا اس وقت تین سو صحابہ کرامؓ جن میں ستر بدری صحابہ بھی شامل تھے کا مسکن کوفہ تھا۔ ان میں سے حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت خبابؓ بن ارت، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت حذیفہؓ بن یمان، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ وغیرہ③۔

کوفہ کے دارالحدیث کی قیادت وسیادت کا سہرا حضرت ابن مسعودؓ کے سر ہے کیونکہ آپ کوفہ میں کثیر العلم تھے اوران کا زمانہ قیام بھی دوسرے صحابہ کرامؓ کی نسبت زیادہ تھا اوران صحابہ کرامؓ سے فیض حاصل کرنے والے بے شمار تابعین تھے جن میں سے حضرت ابن مسعودؓ کے ساٹھ تلامذہ بھی شامل تھے۔ ان حضرات میں سے مسروق بن اجدع ہمدانی، عبیدہ بن عمرو سلمانی، اسود بن یزید نخعی، کمیل بن زید نخعی، عامر بن شراحیل الشعبی، سعید بن جبیر الاسدی، ابراھیم نخعی، ابواسحاق السبیعی، عبدالملک بن عمیر وغیرہ اور تبع تابعین میں سے منصور بن المعتمر، سلیمان بن مہران وغیرہ قابل ذکر ہیں④۔

دارالحدیث بصرہ: جب حضرت عمرؓ کے عہد میں عراق فتح ہوا تو اس وقت بصرہ بھی اسلامی افواج کا ایک بہت بڑا مرکز تھا جہاں پر بے شمار صحابہ کرامؓ سکونت گزیں تھے حضرت انسؓ بن مالک بصرہ کے سرخیل تھے ان کے علاوہ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ، حضرت ابن عباسؓ جو حضرت علیؓ بن ابی طالب کی جانب سے بصرہ کے والی تھے، حضرت عتبہؓ بن غزوان، حضرت عمرانؓ بن حصین، حضرت ابو برزۃ الاسلمیؓ، حضرت معقلؓ بن یسار، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن سمرہؓ، حضرت ابوزید الانصاریؓ، حضرت عبداللہؓ بن شخیر، حضرت ابوبکرہؓ وغیرہ شامل ہیں⑤۔

---

① الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۹۲ ② الذہبی، الأمصار، ذوات الآثار، ص:۱۸
③ الحاکم، علوم الحدیث، ص:۹۱ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۱
④ ابن القیم، أعلام الموقعین، ص:۲۰ ◉ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۲۴۳ ◉ الذہبی، الأمصار، ص:۳۹
⑤ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۹۲ ◉ الذہبی، الأمصار، ص:۴۳

بصرہ کے دارالحدیث سے فارغ التحصیل ہونے والے بے شمار تابعین تھے جن میں سے حسن بصری جو پانچ سو کے قریب صحابہ کرامؓ سے مل چکے تھے، محمد بن سیرین، ایوب السختیانی، بہز بن حکیم القشیری، یونس بن عبید، خالد بن سہران، عبداللہ بن عون، عاصم بن سلیمان الاحول، قتادہ بن دعامۃ السدوسی، ہشام بن حسان، ابو الشعثاء جابر بن زید، ابو بردۃ ابی موسیٰ، مطرف بن عبداللہ ودیگر تابعین کرام تھے۔ اور تبع تابعین میں سے ابن عون، حماد بن سلمہ اور حماد بن زید قابل ذکر ہیں ①۔

دارالحدیث شام: ۱۷ھ کو جب شام فتح ہوا تو وہاں کے باشندے کثرت سے حلقۂ بگوش اسلام ہو گئے چنانچہ خلفائے راشدین نے بڑے بڑے صحابہ کرامؓ کو تبلیغ ودعوت کیلئے شام بھیجا ان میں سے حضرت معاذؓ بن جبل تھے جن کو آنحضرت ﷺ نے پہلے یمن بھیجا اور جب مکہ فتح ہوا تو لوگوں کو حلال وحرام کی تعلیم دینے کیلئے وہاں مقرر کیا۔

ملک شام میں بے شمار صحابہ کرامؓ موجود تھے، ولید بن مسلم بیان کرتے ہیں۔

"دخلت الشام عشرة آلاف عين رأت رسول الله ﷺ ②"

شام میں رسول اللہ ﷺ کے دس ہزار صحابہ کرامؓ داخل ہوئے۔

یزید بن ابی سفیانؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف لکھا کہ اہل شام کی تعلیم کیلئے علماء شام بھیجے جائیں ③۔

چنانچہ آپ نے حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت عبادۃؓ بن الصامت، حضرت ابوالدرداءؓ کو شام بھیجا جو شام کے مختلف شہروں میں قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت عبادۃؓ حمص میں، حضرت ابوالدرداءؓ دمشق میں، اور حضرت معاذؓ ارض فلسطین میں قیام پذیر ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن غنم کو بھی شام بھیج دیا ④۔

عہد بنوامیہ میں بلاد شام میں خصوصاً دمشق میں علم حدیث کی خوب نشر واشاعت ہونے لگی جہاں فقہاء، محدثین، اور قراء حضرات کی خاصی تعداد تھی ⑤۔

صحابہ کرامؓ کے علاوہ کبار تابعین بھی تھے جنہوں نے سرزمین شام میں دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دیئے، ان میں سالم بن عبداللہ المحاربی، ابو ادریس الخولانی، ابوسلیمان الدارانی، قبیصہ بن ذویب، مکحول بن ابی مسلم، رجاء بن حیوہ اور عمیر بن ھانی الدارانی، اور تبع تابعین میں سے عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی وغیرہ تھے ⑥۔

---

① الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۲۴۷ ◉ الذہبی، الامصار، ص: ۴۳

② البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱/۱۶۹

③ محمد کرد، غوطۃ دمشق، : ۱۳۱

④ محمد کرد، غوطۃ دمشق، ص: ۱۳۱

⑤ السخاوی، الاعلان بالتوبیخ، ص: ۱۳۸ ◉ محمد کرد، غوطۃ دمشق، ص: ۱۳۳

⑥ محمد کرد، غوطۃ دمشق، ص: ۱۳۳ ◉ الخولانی، تاریخ داریا، ص: ۲۹ ◉ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۲۴۲

دارالحدیث مصر: حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت عمروؓ بن العاص ارضِ مصر داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی بہت زیادہ تعداد تھی جن میں حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت عبادۃؓ بن الصامت، حضرت مسلمۃؓ بن مخلدہ، حضرت مقدادؓ بن اسود تھے جو اسلامی لشکر کے امیر تھے جنھیں حضرت عمرؓ نے حضرت عمروؓ بن العاص کی مدد کیلئے بھیجا تھا①۔

حضرت امیر معاویہؓ نے جب حضرت عمروؓ بن العاص کو شام کا والی مقرر کیا تو ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بھی ہمراہ گئے۔ ان کے علاوہ بکثرت صحابہ کرامؓ نے مصر میں سکونت اختیار کر لی اور لوگوں کو دینی احکام کی تعلیم دینے میں کوشاں رہے ان میں سے حضرت عقبہؓ بن عامر الجہنی، حضرت عبداللہؓ بن حذافہ، حضرت خارجہؓ بن حذافہ، حضرت عبداللہؓ بن سعد، حضرت محمیہؓ بن جزء، حضرت عبداللہؓ بن حارث، حضرت ابو بصرہ غفاریؓ، حضرت ابو سعد الخیر، حضرت معاذ بن الجہنی، حضرت معاویہؓ بن حدیج، حضرت زیاد بن الحارث الصدائی وغیرہ شامل تھے②۔

ان صحابہ کرامؓ سے فیض حاصل کرنے والے بہت سے تابعین بھی تھے جن میں یزید بن ابی حبیب، عمر بن الحارث، خیر بن نعیم الحضرمی، عبداللہ بن سلیمان الطویل، عبدالرحمٰن بن شریح الغافقی، حیوہ بن شریح التجیبی وغیرہ تھے③۔

دارالحدیث مغرب: حضرت عثمانؓ نے ۲۵ھ کو مصر کے امیر، عبداللہ بن سعد کو افریقہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا اور ان کی مدد کیلئے مدینہ منورہ سے ایک لشکر بھیجا جس میں صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص، حضرت عبداللہؓ بن جعفر، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت ابن زبیرؓ بھی تھے④۔

۳۴ھ کو معاویہ بن حدیج مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کو لے کر مغرب کو فتح کرنے کیلئے نکلے۔ بالآخر عقبہ بن نافع کی سرکردگی میں اسلامی لشکر نے مغرب کو فتح کر لیا⑤۔

فتح کے بعد بہت سارے صحابہ کرامؓ جن میں حضرت مسعودؓ بن الاسود البلوی، حضرت مسورؓ بن مخرمۃ، حضرت مقدادؓ بن اسود، حضرت بلالؓ بن حارث، حضرت جبلہؓ بن عمرو، حضرت سلمہؓ بن الاکوع وغیرہ نے یہاں سکونت اختیار کر لی⑥۔

---

① الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۳ ◉ حسن ابراہیم، تاریخ الاسلام، ص: ۱/۳۳۶

② الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۳ ◉ ابن عبدالحکم، فتوح مصر، ص: ۲۲۸

③ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۲۳۱

④ ابوالعباس، الإستقصا لأخبار دول المغرب الأقصیٰ، ص: ۱/۶۷

⑤ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۳۶ ◉ ابن عبدالحکم، فتوح مصر وأخبارہا، ص: ۱۹۳

⑥ ابوالعباس، الإستقصاء، ص: ۱/۷۵ ◉ ابن عبدالحکم، فتوح مصر وأخبارہا، ص: ۳۱۹ ◉ التمیمی، طبقات علماء أفریقة، ص: ۱۶

تابعین کی ایک جماعت بھی افریقہ میں داخل ہوئی جن میں سائب بن عامر، معبد بن عباسؓ، عبدالرحمٰن بن الاسود، عاصم بن عمر بن الخطاب، عبدالملک بن مروان، عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب، سلیمان بن یسار، عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ قابل ذکر ہیں ①۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی اہل افریقہ کی تعلیم کیلئے دس تابعین افریقہ بھیجے تھے جن میں سے حبان بن ابی جبلہ، اسماعیل بن عبیداللہ الاعور، اسماعیل بن عبید، عبدالرحمٰن بن رافع، سعید بن مسعود التجیبی وغیرہ تھے جنھوں نے اسلام کی دعوت وتبلیغ میں نمایاں کردار ادا کیا②۔

دارالحدیث یمن: عہدرسالت میں آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کو یمن کی طرف بھیجا تھا③ جنھوں نے وہاں جاکر دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع کیا جس سے بے شمار تابعین کرامؒ اور تبع تابعین نے فیض حاصل کیا ان میں سے وھب بن منبہ، اور ان کا بھائی ہمام بن منبہ، طاؤس بن کیسان، اور ان کا بیٹا عبداللہ بن طاؤس، معمر بن راشد، عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ تھے④۔

دارالحدیث خراسان: صحابہ کرامؓ میں سے حضرت بریدہؓ بن حصیب الاسلمی، حضرت حکمؓ بن عمرو الغفاری، حضرت ابوبرزہؓ الاسلمی یہاں سکونت پذیر تھے، تابعینؒ میں سے عبداللہ بن بریدۃ، یحییٰ بن یعمر، اور تبع تابعین میں سے حسین بن واقد، ابوحمزۃ السکری، عبداللہ بن مبارک، فضل بن موسیٰ وغیرہ یہاں موجود تھے۔ بعد میں ان علاقوں سے بے شمار محدثین کرام پیدا ہوئے، جنھوں نے علم حدیث کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا⑤۔

① التمیمی، طبقات علماء أفریقة، ص:۱۹

② التمیمی، طبقات علماء أفریقة، ص:۱۶

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ امته، حدیث نمبر۷۳۷۲، صفحہ نمبر۱۳۶۸

④ الذہبی، الأمصار، ص:۴۷ ◉ السخاوی، الإعلان بالتوبیخ، ص:۱۳۰

⑤ الذہبی، الأمصار ذوات الأمصار، ص:۸۳ ◉ الحاکم، معرفة علوم الحدیث، ص:۱۹۳

بحث ثانی

علم حدیث کی ترویج واشاعت میں
مخل ہونے والے عوامل واسباب

علم حدیث کی ترویج واشاعت میں مخل ہونے والے عوامل واسباب

علم حدیث کی ترویج واشاعت میں مخل ہونے والے درج ذیل عوامل ہیں:

ا۔ مختلف فرقوں کا ظہور

امت مسلمہ کی فرقہ بندی اوراس کے باہم نزاع وافتراق کی وجہ سے علم حدیث کی ترقی متاثر ہوئی، جس کا ظہور واقعۂ تحکیم کے بعد شروع ہوا۔ اس فرقہ بندی کے ابتدائی مرحلہ میں امت مسلمہ چار گروہوں میں تقسیم ہوئی اور یہ عہد بنوامیہ کا آغاز تھا۔ یہ فرقے باہم نبردآزما ہوئے، کسی نے میدان حرب میں بزور شمشیر فتنہ بپا کیا، تو کسی نے فکری انتشار پیدا کرکے امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیا، کسی نے دین اسلام کے نام سے اس میں اپنے خیالات ونظریات کو داخل کرکے اس کی اساس پر کاری ضرب لگانےکی کوشش کی تو کسی نے اسلام کے صحیح تصور کو مسخ کرکے پیش کرنے کی جسارت کی۔ یہ سازگار فضاء دیکھ کر اعداء اسلام نے بھی اسلام کی دل کھول کر بیخ کنی کرنے کی کوششیں کیں، اور اسلام اور مسلم ہونے کا لبادہ اوڑھے ہوئے ان گمراہ کن فرقوں کی حمایت سے اپنے مذموم مقاصد میں کسی حد تک کامیابی بھی حاصل کی۔ امت کی اس گروہ بندی میں خوارج، شیعہ، مرجۂ، جہمیہ، جبریہ اور معتزلہ قابل ذکر ہیں۔ اسی لئے ان فرقوں کے ظہور، عقائد ونظریات، ان کی شاخوں والقاب اوران کی سرگرمیوں کو بالاختصار بیان کیا جارہا ہے۔

ا۔ فرقہ خوارج*

لغوی واصطلاحی تعریف

لفظ خوارج خارجی کی جمع ہے۔ صاحب المنجد اس کی تعریف کرتے ہیں:

"الخارجی من خالف السلطان والجماعة و من اعتقد بمذهب الخوارج"۔[1]

خارجی وہ شخص ہے جو حکمران اور جماعت کی مخالفت کرے اور خوارج کے مذہب کا عقیدہ رکھے۔

اس فرقہ کے بارے میں مزید تفصیل کے لئے دیکھیں۔

* الجوزجانی، احوال الرجال، ص: ۳۲
◉ الملطی، التنبیه و الرد علی أهواء و البدع
◉ السفراييني، التبصير فی امور الدين
◉ الرازی، فرق المسلمين والمشركين
◉ ؟، الخوارج تاريخهم و آراؤهم الاعتقادية
◉ دكتور عمار الطالبي، آراء الخوارج
◉ دكتورنايف، الخوارج فی العصر الأموى نشأتهم
◉ علی يحيى معمر، الإباضية بين الفرق السلامية
◉ ايجي، الموقف
◉ علی يحيى معمر، الإباضية فی موكب التاريخ
◉ الحارثي، العقود الفضة
◉ الورجلاني، الدليل لأهل العقول
◉ النفوسي، متن النونية
◉ أباضي، كتاب الأديان
◉ السالمي، تلقين الصبيان ما يجب علی الإنسان
◉ السالمي، مدارج الكمال نظم مختصر الخصال
◉ احمد بن نضر، كتاب الدعائم
◉ دكتور صابر، الإباضية عقيدة و منهبا ◉ غالب عواجي، فرق معاصرة

[1] لوئیس، المنجد، ص: ۱۷۲

☆ ابن منظور نے خوارج کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"والخوارج والحرورية والخارجية طائفة منهم الزمهم هذا الإسم لخروجهم عن الناس والخوارج قوم من أهل الأهواء لهم مقالة على حدةٍ" ①

خوارج' حروریہ' خارجیہ ایک گروہ کا نام ہے جنہیں یہ نام اس لئے دیا گیا کیونکہ انہوں نے لوگوں کے نظریات وعقائد سے بغاوت کی اور خوارج اہل بدعت میں سے ہیں جن کے اپنے علیحدہ نظریات ہیں۔

☆ القاموس المحیط میں ہے:

"الخوارج من أهل الأهواء لهم مقالة على حدة سموا به لخروجهم على الناس" ②

خوارج اہل بدعت میں سے ہیں جن کے اپنے علیحدہ نظریات ہیں' عام مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے کی بناء پر ان کا یہ نام پڑا

☆ علامہ شہرستانی خوارج کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"كل من خارج على الإمام الحق الذى اتفقت الجماعة عليه يسمى خارجيا سواء كان الخروج فى أيام الصحابة على الائمة الراشدين أ وكان بعد هم على التابعين بإحسان والأئمة فى كل زمان" ③

ہر وہ شخص جو امام برحق کے خلاف بغاوت کرے، جس امام کو مسلمانوں کی جماعت نے متفقہ طور پر منتخب کیا ایسے شخص کو خارجی کہا جائے گا، خواہ یہ بغاوت عہد صحابہؓ میں ائمہ راشدین کے خلاف ہو یا ان کے بعد تابعین اور ہر دور کے ائمہ کے خلاف ہو۔

☆ امام نووی خوارج کے بارے میں کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خوارج میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ پر فتنہ برپا کیا اور انہیں شہید کیا اور پھر یہ بھی ممکن ہے ان پر خوارج کا اطلاق حضرت علیؓ سے خروج کرنے کے بعد کیا گیا اور ان دونوں کا آپس میں میل جول ہو گیا ہو جس وجہ سے مسلمان حدیث مارقہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین اور حضرت علیؓ سے خروج کرنے اور انہیں کافر قرار دینے والے حروریہ کے مابین ارتباط کرتے ہیں'' ④

خوارج کا ظہور

اکثر مفسرین ومحدثین اور اصحاب اخبار وسیر کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی خوارج کے ظہور کی خبر دی تھی، اس بارے میں ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

امام بغوی فرمان باری تعالیٰ ﴿و منهم من يلمزك فى الصدقات ﴾ ⑤ کے شان نزول کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ آیت

---

① ابن منظور، لسان العرب، ص:۲/۲۵۱
② فیروز آبادی، القاموس المحیط، ص:۱/۱۸۵
③ الشہرستانی، الملل والنحل، ص:۱/۱۱۴
④ النووی، شرح صحیح مسلم، ص:۷/۱۶۴
⑤ التوبہ:۹/۵۸

کریمہ ذوالخویصرۃ (۱) کے بارے میں اتری۔ اس کے بعد امام بغوی نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے (۲)۔

یہی روایت امام مسلم نے ذکر کی ہے لیکن انہوں نے خارجی کا نام ذوالخویصرۃ بتایا ہے (۳)۔

ابن ہشام (۴) اور المبرد (۵) نے بھی اس واقعہ کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

امام ابن جوزی اس خارجی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وهو أول خارجي خارج في الإسلام" (۶) (وہ پہلا خارجی ہے جس نے اسلام میں خروج کیا)

جنگ صفین کے دوران خوارج نے حضرت علیؓ کو تحکیم پر مجبور کیا، جب حضرت علیؓ نے ان کی بات مان لی تو انہی لوگوں نے بڑی شدّت سے آپؓ کی مخالفت شروع کردی، خوارج کو حضرت علیؓ پر تین اعتراضات تھے:

۱۔ صلح کرتے وقت انہوں نے اپنے نام سے امیر المؤمنین کا لفظ کیوں کٹوایا؟

۲۔ تحکیم کو کیوں پسند کیا؟

۳۔ حضرت عائشہؓ کے ساتھیوں کو جنگ جمل کی فتح کے بعد غلام کیوں نہیں بنایا؟ (۷)

چنانچہ خوارج کا باقاعدہ ظہور واقعۂ تحکیم کے بعد ہوا۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو سدھارنے کی کافی کوشش کی، مگر بے سود۔

---

(۱) اس کا نام حرقوص بن زہیر السعدی تھا جو قبیلہ تمیم سے تھا اور خوارج کا بانی تھا۔ حافظ ابن حجر نے بھی اس کا یہی نام بیان کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں اس نے باغی لوگوں کا پورا ساتھ دیا اور خوارج کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگ نہروان میں مارا گیا۔ المبرد، الکامل، ص: ۱۵۵/۳ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۵۳۵/۲

(۲) حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ عبداللہ بن ذی الخویصرۃ آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ انصاف کیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمہارا برا ہو اگر میں انصاف نہیں کرتا، تو پھر کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا! یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے میں اس کا سر قلم کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اس کے ساتھی ایسے لوگ ہوں گے تم میں سے بعض اپنی نماز کو ان کی نماز اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر سمجھیں گے۔ انہوں نے خارجی کا نام ذوالخویصرۃ بتایا ہے۔ البغوی، معالم التنزیل، ص: ۱۰۷/۲

◉ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب استتابة المرتدين، باب من ترك قتال الخوارج، حدیث نمبر ۶۹۳۳، ص: ۱۱۹۳

(۳) المسلم، الصحیح، كتاب الزكوة، باب ذكر الخوارج و صفاتهم، حدیث نمبر ۲۴۵۶، ص: ۴۳۱

(۴) ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۴۹۶/۲ (۵) المبرد، الکامل، ص: ۱۰۴/۳

(۶) ابن الجوزی، تلبیس ابلیس، ص: ۹۰

(۷) حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کی اجازت سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی، خوارج کی طرف سے عائد کردہ پہلے اعتراض کی بابت حضرت ابن عباسؓ معاہدہ حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح کرانے کے لئے اپنے نام کے ساتھ سے رسول کا لفظ کٹوا دیا تھا۔ دوسرے اعتراض کے رد کیلئے حضرت ابن عباسؓ نے درج ذیل آیات قرآنی پیش کیں: ﴿اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ کرو جو تم میں سے عمداً ایسا کرے گا تو اس کا فدیہ اس قسم کا جانور دینا ہے تم میں دو صاحب عدل اس کا فیصلہ کریں گے﴾ سورۃ المائدۃ: ۹۵/۵ اور ﴿اور اگر تمہیں (میاں بیوی) میں تفرقہ کا اندیشہ ہو تو خاوند اور بیوی کے اہل میں سے ایک ایک منصف مقرر کرو﴾ سورۃ النساء: ۳۵/۴۔ تیسرے اعتراض کی بابت فرمایا کہ کیا تم اپنی ماں کو قیدی بنانا چاہتے ہو؟ اگر ایسا کرتے ہو تو تم مسلمان نہیں ہو۔ اگر کہتے ہو کہ وہ تمہاری ماں نہیں ہے، تو پھر بھی تم مسلمان نہیں ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کے ان دلائل سے دو ہزار آدمی خوارج سے الگ ہو کر حضرت علیؓ کی طرف لوٹ گئے۔
ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱۲۷/۲

بالآخر نہروان کی جنگ میں شکست کے بعد ان کا زور کافی حد تک ٹوٹ گیا۔ تاہم وہ فتنہ وفساد میں مسلسل مصروف رہے حتیٰ کہ حضرت علیؓ کی شہادت انہی کے ہاتھوں ہوئی (1)۔

عہد بنو امیہ میں خوارج کی تعداد اگرچہ زیادہ نہیں تھی مگر وہ اپنے عقائد پر سختی سے کاربند تھے، حضرت معاویہؓ اپنی مدبرانہ سیاست کے ذریعے مختلف گروہوں کے ساتھ رواداری، نرمی اور محبت سے پیش آتے رہے، تاہم آپ کی مصالحانہ پالیسی خوارج کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوسکی اور یہ مسلسل ملک میں بدامنی پھیلاتے رہے (2)۔ عربہ، یمن، بصرہ اور کوفہ میں بپا کی ہوئی خوارج کی فتنہ انگیزیاں اور شورشیں بالآخر قطری کے قتل سے ختم ہوگئیں، جس کی وجہ سے ولید بن عبد الملک اور سلیمان بن عبد الملک کے دور میں خوارج نے سر نہیں اٹھایا (3)۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں خوارج نے عراق میں دوبارہ شورش برپا کردی حضرت عمر بن عبد العزیز نے والی کوفہ کو خوارج سے نرمی سے سمجھانے کا حکم دیا لیکن خوارج فساد پر اڑے رہے، مجبوراً ان سے جنگ کرکے ان کا قلع قمع کردیا گیا (4)۔

یزید بن عبد الملک کے عہد میں مسلمہ بن عبد الملک نے خوارج کو شکست فاش دی جس سے کافی عرصہ تک ان کے فتنہ سرد رہا (5)

بنو امیہ کے آخری دور میں خوارج کا فتنہ دب چکا تھا۔ خوارج جہاں شورش برپا کرنے کی کوشش کرتے اسے دبا دیا جاتا۔ بعدازاں خلافت بنو عباس کے مختلف ادوار میں خوارج ظہور پذیر ہوتے رہے اور خلفاء کے لیے مشکلات کا باعث بنتے رہے (6)۔

خوارج کے القاب

☆ **الحرورية:** یہ خوارج کا سب سے قدیم لقب ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب انہوں نے حضرت علیؓ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا اور حروراء (7) نامی بستی میں جمع ہوگئے (8)۔

جبکہ المبرد کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے انہیں اس نام سے پکارا تھا۔ آپ کا قول ہے:

"أنتم الحرورية لاجتماعكم بحروراء" (9) (تم حروریہ ہو کیونکہ تم حروریہ (بستی) میں جمع ہوگئے تھے)

لیکن اس نام سے ان کے عقائد کے بارے میں کسی قسم کی نشاندہی نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کا یہ نام اس سے قبل جانا پہچانا جاتا

---

(1) الدینوری، الاخبار الطوال، ص: ۲۲۰ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۱۳۹/۳

(2) بروکلمان، تاریخ الشعوب الاسلامیہ، ص: ۱۲۳

(3) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۹ ◉ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۳۹ ◉ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۵۳۶/۴

(4) ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۳۹ ◉ ابن عبد الحکم، سیرۃ عمر، ص: ۱۳۹

(5) ابن خلدون، تاریخ، ص: ۳۴۸/۳ ◉ الطبری، تاریخ، ص: ۱۳۷۶/۹

(6) ابن الحکم، سیرۃ عمر، ص: ۳۷ ◉ ابن قتیبہ، الامامۃ والسیاسۃ، ص: ۱۱۸/۲

(7) حروراء: کوفہ کے قریب ایک بستی ہے جہاں واقعہ تحکیم کے بعد تمام خوارج جمع ہوگئے تھے اور پھر اسی مقام کی نسبت سے حروریہ کہلانے لگے۔

(8) الیعقوبی، تاریخ، ص: ۱۹۱/۲ ◉ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۶۷

(9) المبرد، الکامل، ص: ۱۱۲/۳

تھا۔ اسی لئے حضرت ابوسعید خدریؓ سے حروریہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: "لا أدري من الحرورية" (1) (میں نہیں جانتا حروریہ کون ہیں)۔ لیکن اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی زبان پر حروریہ کے الفاظ نقل ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "أحرورية أنت......" (2) (کیا تم حروریہ ہو......؟)

جبکہ ابوالحسین الملطی (3) اور ابوالعباس المقریزی نے حروریہ کو خوارج کا ایک فرقہ شمار کیا ہے (4)۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ حروریہ خوارج کا فرقہ نہیں، بلکہ ان کا ایک نام تھا (5)۔

☆ **المحكّمة:** خوارج کا یہ نام ان کے شعار کی مناسبت سے رکھا گیا تھا کیونکہ واقعہ تحکیم کے وقت انہوں نے کہا تھا: "لا حكم إلا لله" (6) (حکم صرف اللہ کے لیے روا ہے)۔ ان کے ہاں اس (لقب) کے دلائل درج ذیل تھے:

﴿إن الحكم إلا لله......﴾ (7) (حکم صرف اللہ کے لئے ہے)

﴿و من لم يحكم بما أنزل الله﴾ (8) (اور جو اللہ تعالیٰ نے نازل کردہ (قرآن) کے مطابق فیصلہ نہ کرے......)

☆ **المارقة:** یہ نام خوارج کے لیے انتہائی ناپسند اور مبغوض تھا، جبکہ علمائے اسلام خوارج کو اسی نام سے پکارتے ہیں (9)۔ اس کی دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((سيخرج قوم في آخر الزمان ...... يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية)) (10)

آخری زمانے میں ایسی قوم آئے گی جو دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

☆ **الشراة:** ابتداء ہی سے خوارج نے اپنا نام شراۃ رکھا، یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں فروخت کر ڈالا۔ یہ نام خوارج کے ہاں پسندیدہ اور محبوب تھا (11)۔ بنوامیہ کے عہد میں خارجی شعراء کی زبان پر یہ نام عام تھا (12)۔

ان کے ہاں اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

﴿ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله......﴾ (13)

اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ رضا کے لیے اپنے نفس کو بیچ ڈالتے ہیں۔

☆ **الخوارج:** یہ خوارج کا مشہور نام ہے۔ یہ نام انہیں دوسرے فرقوں سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ لقب صفین کے واقعہ سے بھی پہلے

---

(1) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب استتابة المرتدين، باب قتل الخوارج، حدیث نمبر ۶۹۳۱، ص: ۱۱۹۳

(2) المسلم، الصحیح، کتاب الحیض، باب وجوب قضاء الصوم على الحائض، حدیث نمبر ۷۶۳، ص: ۱۳۹

(3) الملطی، التنبيه والرد على أهل الأهواء، ص: ۵۳ (4) المقریزی، الخطط، ص: ۱۷۲

(5) ابن الجوزی، تلبیس ابلیس، ص: ۱۹

(6) ابن درید، الاشتقاق، ص: ۱۳۸ ◉ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۱۶ ◉ ابن الاثیر، الکامل: ۳/۳۳۵

(7) سورۃ الانعام: ۶/۵۷ (8) سورۃ المائدۃ: ۵/۴۴ (9) الاشعری، مقالات، ص: ۱/۲۰۷

(10) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب استتابة المرتدين، باب قتل الخوارج، حدیث نمبر ۶۹۳۰، ص: ۱۱۹۳

(11) الاشعری، مقالات، ص: ۱/۲۰۶ البغدادی، الفرق، ص: ۶۶ (12) المبرد، الکامل، ص: ۳/۸۹۱ (13) البقرۃ: ۲/۲۰۷

کا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ذی الخویصرۃ کے اعتراض پر ارشاد فرمایا تھا: ((یخرج قوم من أمتی)) (1) (میری امت سے ایک قوم خروج کرے گی)

حافظ ابن کثیر نے حضرت عثمانؓ پر خروج کرنے اور ان کو شہید کرنے والوں کو خوارج کے نام سے موسوم کیا ہے (2)۔

اس لحاظ سے خارجی ہر اس شخص کو کہیں گے، جو امام حق 'جس پر امت کا اتفاق ہو چکا ہو' سے بغاوت کرے۔ چاہے خروج عہد صحابہؓ میں خلفاء راشدین پر ہو یا ان کے بعد تابعین بلکہ ہر زمانہ کے ائمہ پر خروج اس میں شامل ہوگا۔ علامہ شہرستانی نے خارجی کی یہی تعریف بیان کی ہے (3)۔

لیکن بقول احمد امین مصری (4) خوارج اس نام کی وجہ تسمیہ وہ نہیں قرار دیتے جو فریق مخالف انہیں قرار دیتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک خارجی سے مراد اللہ کی راہ میں نکلنے والا ہے۔ ان کے ہاں اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہے:

﴿ومن یخرج من بیته مهاجراً اِلیٰ الله و رسوله......﴾ (5)

اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے اپنے گھر سے نکلے.........

اس کے علاوہ بھی خوارج کے کچھ اور القاب ہیں، مگر وہ زیادہ مشہور نہیں ہیں۔ مثلاً النواصب (6)، راسبیہ (7)، الحراریۃ (8) وغیرہ۔

خوارج کے افکار و عقائد

خوارج میں بعد کے ادوار میں گروہ بندی اور اختلاف رائے کے باوجود ان کے اساسی مسائل میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ ذیل میں علمائے اسلام اور خوارج کے عقائد کے مابین تقابل پیش کیا جاتا ہے۔

1) ایمان و توحید: علمائے اسلام کے نزدیک اسلام اور ایمان میں فرق ہے (9)۔ جبکہ خوارج کے نزدیک اسلام اور ایمان کے مابین کوئی فرق نہیں، دونوں ایک چیز ہیں (10) توحید میں خوارج معتزلہ (11) کی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں اور پھر ان کی مختلف تاویل کرتے ہیں (12)۔

---

(1) المسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علیٰ قتل الخوارج، حدیث نمبر ۲۴۶۷، ص: ۳۳۳

(2) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۸۳/۷

(3) الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۱۴/۱

(4) احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۵۷

(5) سورۃ النساء: ۱۰۰/۴

(6) کیونکہ خوارج نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی محبت میں غلو کرتے ہوئے حضرت علیؓ سے دشمنی کر ڈالی۔ المقریزی، الخطط، ص: ۱۷۳/۲ ◉ الاشعری، مقالات، ص: ۱۶۷/۱

(7) جب خوارج نے ابن وہب راسبی کو اپنا امیر تسلیم کر لیا تو انہوں نے اپنا نام راسبیہ رکھ لیا۔ المقدسی، البدء والتاریخ، ص: ۱۳۶/۵

(8) الاشعری، مقالات ص: ۲۰۶/۱

(9) ابن تیمیہ، الایمان، ص: ۱۵۳ ◉ الاشعری، الابانۃ، ص: ۷ ◉ الغزالی، فیصل التفرقۃ، ص: ۵۶

(10) ابن تیمیہ، الایمان، ص: ۲۰۹ ◉ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۵۹

(11) دیکھیے صفحہ نمبر ۱۶۰

(12) الاشعری، الابانۃ، ص: ۳۶ ◉ الاشعری، مقالات، ص: ۲۰۳/۱

۲۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب: خوارج گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دیتے ہیں خواہ یہ گناہ جان بوجھ کر سرزد ہو یا اجتہادی غلطی (۱)۔

۳۔ خلق قرآن: اہل سنت کے نزدیک قرآن کریم کلام اللہ اور غیر مخلوق ہے (۲)۔ خوارج معتزلہ کی طرح خلق قرآن کا نظریہ رکھتے ہیں (۳)۔

۴۔ قیاس و تاویل: خوارج ظواہر قرآنی سے استدلال کرتے ہیں قیاس اور تاویل کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے (۴)۔

۵۔ نظریہ امامت: ابتداً خوارج کے نزدیک لوگوں کے لئے کسی امام کو مقرر کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن بعدازاں امام کا مقرر کرنا واجب قرار پایا (۵)۔

خوارج کے فرقے

واقعہ تحکیم کے بعد خوارج ماسوائے چند فروعی امور کے آپس میں متفق الخیال تھے (۶)۔ لیکن حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے ملاقات کے بعد خوارج میں عقیدہ و رائے کا اختلاف رونما ہو گیا اور یہ چار فرقوں میں تقسیم ہو گئے (۷)۔

۱۔ **ازارقة:** یہ نافع بن ازرق کے پیروکار تھے، یہ فرقہ تمام فرقوں سے زیادہ سخت اور تعداد میں زیادہ تھا۔ اس فرقہ کے سرکردہ رہنماؤں میں نافع بن ازرق، نافع بن عبداللہ اور قطری بن فجاءہ قابل ذکر ہیں، قطری کے بعد اس فرقہ کا جلد خاتمہ ہو گیا (۸)

۲۔ **نجدات:** یہ لوگ نجدہ بن عامر الحنفی کے پیروکار تھے، نجدہ نے نافع بن ازرق کے ہمراہ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے ملاقات کی، اور پھر اختلاف رائے کی بناء پر یمامہ کی طرف چلا گیا، وہاں چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک نئی جماعت بنائی۔ اس جماعت کا پہلا سردار ابو طالوت الخارجی تھا، ۶۶ھ میں نجدہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی۔ اس فرقہ نے بڑا عروج حاصل کیا (۹)۔

۳۔ **صفریہ:** جس قدر اس فرقہ کے بانی کے بارے میں اختلاف واقع ہوا ہے کسی اور فرقہ کے بارے میں نہیں ہوا۔ المبرد کے بقول اس کے بانی کا نام ابن صفار ہے (۱۰)۔ اشعری اور ایجی کے نزدیک اس کا بانی زیاد بن اصفر ہے (۱۱)۔ جبکہ مقریزی نے

---

(۱) الأشعري، مقالات، ص: ۲۰۴

(۲) الباقلانی، الإنصاف، ص: ۶۲ (۳) الأشعري، مقالات، ص: ۲۰۳

(۴) البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۶۳ ⊙ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۱۶

(۵) ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغۃ، ص: ۱/۳۰۷

(۶) المبرد، الکامل، ص: ۳/۱۰۳۱ ⊙ الناشی الأکبر، مسائل الإمامۃ، ص: ۶۹

(۷) المبرد، الکامل، ص: ۴/۱۶۷

(۸) المبرد، الکامل، ص: ۳/۱۵۱ ⊙ الأشعري، مقالات، ص: ۱/۱۷۳ ⊙ الشریشی، مقامات، ص: ۹۳

(۹) الأشعري، مقالات، ص: ۱/۱۷۶ ⊙ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۷۹

(۱۰) المبرد، الکامل، ص: ۳/۱۰۲۰

(۱۱) الأشعري، مقالات، ص: ۱/۱۸۲ ⊙ الإیجی، شرح المواقف، ص: ۳/۲۹۱ ⊙ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۳۷

نعمان بن صفر کو اس کا بانی قرار دیا ہے ①۔اس بارے میں کچھ اور بھی اقوال منقول ہیں ②۔

۴۔ اباضیہ: یہ لوگ عبداللہ بن اباض کے پیرو تھے جو ابتداً نافع بن ازرق کے ساتھ تھا، لیکن بعد میں اختلاف رائے کی بناء پر علیحدہ ہو گئے تھے ③۔ یہ فرقہ دوسرے خارجی فرقوں کے مقابلہ میں اعتدال پسند اور اپنے مخالفین کے ساتھ نسبتاً رواداری اور انصاف کرنے پر آمادہ تھا۔اسی وجہ سے وہ اب تک مختلف مقامات میں موجود ہیں ④۔

ان کے علاوہ بھی خوارج کے اور فرقے ہیں ⑤۔

۲۔فرقہ شیعہ *

شیعہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف

☆ لفظ شیعہ کے بارے میں مشہور زبان دان علامہ زبیدی رقمطراز ہیں:

"كل قوم اجتمعوا على أمر فهم شيعة و كل من عاون إنسانا و تحزب له فهو شيعة له و أصله من المشايعة و هى المطاوعة و المتابعة" ⑥

ہر وہ گروہ جو کسی ایک چیز پر متفق ہو جائے اسے شیعہ کہا جائے گا جو بھی کسی دوسرے شخص کی مدد کرے یا اس کے گروہ میں شامل ہو جائے اسے "شيعة له" سے موسوم کریں گے۔شیعہ مشایعۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی اطاعت گزاری اور اتباع کرنے کے ہیں۔

---

① المقریزی، الخطط، ص:۱۷۸ ② الملطی، التنبیہ والرد، ص:۵۳

③ الطبری، التاریخ، ص:۷/۵۱۹

④ الطبری، التاریخ، ص:۷/۵۱۹ ◉ الشہرستانی، الملل والنحل، ص:۱/۱۳۴

⑤ ابن قتیبۃ، المعارف، ص:۶۲۲ ◉ الملطی، التنبیہ والرد، ص:۱۸ ◉ الشہرستانی، الملل والنحل، :۱/۱۳۵

* اس فرقہ کے بارے میں مفصل دیکھئے:

◉الكليني' كتاب الكافی ◉الطبرسی' فصل الخطاب فی اثبات تحريف كتاب رب الأرباب
◉الخمينی' تحرير الوسيلة ◉الطوسی' كتاب الغيبة ◉الخمينی' ولاية الفقيه
◉الشيرازی' الشعائر الحسينية ◉النوبختی' فرق الشيعة ◉شاه عبدالعزيز، التحفة الإثنى عشرية
◉السالوس' الفقه الجعفری و اصوله ◉المقدسی' الرد على الرافضة ◉العاملی' المراجعات
◉الزعبی' الرد على المراجعات ◉الغريب' و جاء دور المجوس ◉الغريب' أمل والمخيمات الفلسطينية
◉القنديل، أبرهة الجديد ◉الأفغانی' سراب فی ايران ◉الموسوی' الثورة البائسة
◉النجرامی' الشيعة فی الميزان ◉محمد مال الله' الشيعة و تحريف القرآن ◉الموسوی' الشيعة و التصحيح
◉سليمان حمد العودة' عبدالله بن سبأ و أثره فی إحداث الفتنة فی صدر الاسلام ◉الهاشمی' عبدالله بن سبا حقيقة لاخيال
◉دكتور حمدی' السبئيون منهجا و غاية ◉غالب عواجی' فرق معاصرة
◉احسان الهی' الشيعة والسنة' الشيعة و أهل البيت' الشيعة والقرآن' الشيعة والتشيع

⑥ الزبیدی، تاج العروس، ص:۵/۴۰۵

☆ ابن منظور افریقی لکھتا ہے:

"و أصل الشيعة الفرقة من الناس...... و قد غلب هذا الإسم على من يتوالى علياً. رضوان الله عليهم أجمعين حتى صار لهم إسما خاصا" (۱)

لفظ شیعہ اصل میں لوگوں کے ایک گروہ کو کہا جاتا ہے لیکن اب زیادہ تر ان کے بارے میں بولا جانے لگا ہے جو حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کے پیروکار ہیں حتیٰ کہ نام ان کے لئے مخصوص ہو گیا ہے۔

☆ صاحب قاموس لفظ "شیعہ" کی بحث میں لکھتا ہے:

"شيعة الرجل (بالكسر) اتباعه و انصاره" (۲)

شیعہ (کسرہ کے ساتھ) کسی شخص کے پیروکار اور مددگار کو کہتے ہیں۔

☆ علامہ راغب اصفہانی لفظ "شیعہ" کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیعہ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے ارد گرد پھیلے رہتے ہیں شیعہ کی جمع شیــــع اور اشیاع آتی ہے، قرآن مجید میں ہے۔

﴿و إن من شيعته لإبراهيم......﴾ (۳)

اور انہی (حضرت نوح علیہ السلام) کے پیروؤں میں ابراہیم علیہ السلام تھے (۴)۔

☆ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

"إعلم أن الشيعة لغة هم الصحب و الإتباع" (۵)

جان لیجئے لغت کے اعتبار سے شیعہ رفقاء اور پیروکاروں کو کہتے ہیں۔

☆ مولانا وحید الزمان خان لفظ شیعہ کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اصل میں شیعہ "گــروہ" کو کہتے ہیں...... جو شخص کسی کی مدد کرے اور اس کی جماعت میں شریک ہو جائے وہ اس کا شیعہ کہلائے گا'' (۶)۔

غرض کہ لفظ "شیـعـہ" لغت میں گروہ، پیروکار، محب، مددگار کے معنی میں ہے۔ اور قرآن کریم میں متعدد جگہ پر انہی معانی میں استعمال ہوا ہے (۷)۔

☆ علامہ شہرستانی شیعہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الشيعة هم الذين شايعوا عليا عليه السلام على الخصوص و قالوا بإمامته نصا و وصية، إما جليا أو خفيا واعتقدوا أن الإمامة لا تخرج من أولاده ......" (۸)

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ص: ۸/ ۱۸۸
(۲) الفیروز آبادی، القاموس المحیط، ص: ۳/ ۴۷
(۳) سورۃ الصفت: ۳۷/ ۸۳
(۴) راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ص: ۱/ ۵۶۳
(۵) ابن خلدون، مقدمہ، ص: ۱۹۳
(۶) وحید الزمان، لغات الحدیث، ۳:۰/ ۱۶۴
(۷) دیکھئے، فواد عبدالباقی، المعجم المفہرس، ص: ۵۰۶
(۸) الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/ ۱۴۴

شیعہ وہ لوگ ہیں جو خاص طور پر حضرت علیؓ کے پیروکار ہیں' اور وہ حضرت علیؓ کی امامت کو نص اور وصیت کے ساتھ واضح یا پوشیدہ ثابت کرتے ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ امامت ان کی اولاد سے نہیں نکل سکتی ہے۔

☆ ابن اثیر لکھتے ہیں:

"الشيعة قد غلب هذا الإسم على كل من يزعم أنه تتولى عليا و أهل بيته حتى صارلهم إسماخاصاً (۱)

شیعہ کا نام زیادہ تر ہر اس شخص پر بولا جانے لگا جو حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کے پیروکار ہیں یہاں تک کہ یہ نام ان کے لئے مخصوص ہوگیا ہے۔

☆ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

"ويطلق فى عرف الفقهاء والمتكلمين من الخلف والسلف على اتباع علي و بنيه رضى الله عنه " (۲)

اگلے اور پچھلے فقہاء اور اہل کلام کی اصطلاح میں اس لفظ (شیعہ) کا اطلاق حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے پیروکاروں پر ہوتا ہے۔

ائمہ شیعہ اور مصنفین شیعہ کی نظر میں لفظ شیعہ کا مفہوم:

۱۔ مشہور شیعہ امام نوبختی (۳) شیعہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''شیعہ حضرت علیؓ بن ابی طالب کی جماعت کے لوگوں کو کہتے ہیں ۔ عہد رسالت میں اسے شیعہ علیؓ کہا جاتا تھا بعدازاں صرف شیعہ کہا جانے لگا یہ حضرت علیؓ کی امامت کے قائل ہیں ......'' (۴)

۲۔ محسن امین نے اپنی کتاب میں شیعہ کا مفہوم بیان کیا ہے۔

''شیعہ اس گروہ کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کے خاندان کو بہت عزیز رکھتا ہے اور ان کی پیروی کرتا ہے'' (۵)۔

۳۔ مصنف مغنیہ کے نزدیک شیعہ کا مفہوم:

''شیعہ وہ ہیں جو حضرت علیؓ سے ان کے پیروکاروں سے' ان سے محبت کرنے والوں اور ان کے ماننے والوں سے محبت کریں'' (۶)

۴۔ شیعہ مصنف محمد حسین آل کاشف الغطاء رقمطراز ہے:

''یہ لفظ (شیعہ) حضرت علیؓ اور اولادِ علیؓ کے متبعین پر اور ان کے ماننے والوں پر اس کثرت سے بولا جانے لگا کہ ان کا نام بن گیا'' (۷)

---

(۱) ابن الاثیر، النہایہ فی غریب الحدیث، ص:۲/۵۱۹ (۲) ابن خلدون، مقدمہ، ص:۱۹۶

(۳) آپ کا نام ابو محمد حسن بن موسیٰ نوبختی ہے۔ تیسری صدی ہجری میں پیدا ہوئے ہیں ان کا شمار شیعہ کے بڑے اور معتمد علماء میں سے ہوتا ہے۔

(۴) نوبختی، فرق الشیعہ، ص:۳۹ (۵) محسن امین، أعیان الشیعہ، ص:۱/۱۱

(۶) مغنیہ، الشیعہ فی المیزان، ص:۱۷ (۷) محمد حسین، أصل الشيعة و أصولها، ص:۳

۵۔ ایک اور شیعہ عالم سید امیر محمد کاظمی شیعہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"شیعہ اپنے اصلی اور لغوی معنی کے اعتبار سے کسی شخص کے متبعین اور معاونین کو کہا جاتا ہے لیکن زیادہ تر یہ لفظ حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کے پیروکار حضرات پر بولا جاتا ہے"۔[1]

شیعہ کا ظہور

شیعہ مذہب فرقہ ہائے اسلامی میں سے قدیم ترین فرقہ ہے۔ اس کا ظہور و شیوع خلافت عثانی کے آخری دور میں ہوا۔ مصریوں کی ایک جماعت نے جب حضرت عثمانؓ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ان کی اطاعت سے منکر ہو گئے، اس گروہ کے دیگر افراد جو اطراف و اکناف خصوصاً کوفہ، بصرہ اور عراق میں پھیلے ہوئے تھے' مدینہ جمع ہو گئے اور اس فتنہ انگیز پروگرام' جو انہوں نے سالوں سے بنا رکھا تھا' پر علی الاعلان عمل کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ کی خلافت قائم ہوئی، اس گروہ کا سرغنہ عبداللہ بن سبا[2] تھا جو اصلاً یہودی تھا اسے یہودیوں کی پرانی عداوت نکالنے کا موقع مل گیا۔ یہ بڑا ذہین طبع اور سازشی دماغ رکھتا تھا، چونکہ یہودی مذہب پر قائم رہ کر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا تھا اس لئے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اس نے امت مسلمہ میں افتراق و انتشار کے بیج بوئے' شہادت عثمانؓ کے بعد جب شورش ماند پڑی تو اس نے اجتماعی ہنگامہ سے ہٹ کر افراد پر توجہ دینی شروع کی اور ہر فتنہ پرداز کی استعداد کے مطابق اس کے دل میں گمراہی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ سب سے پہلے اس نے خاندان نبوی کے ساتھ خلوص و محبت کا حربہ اختیار کیا جس سے اس کا لوگوں میں اعتماد بڑھا اس کے بعد اس نے یہ کہنا شروع کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علیؓ سب سے افضل ہیں اور پیغمبر علیہ السلام کے وصی تھے، لیکن صحابہؓ نے مکر اور اقتدار کی خاطر اس وصیت کو ضائع کر دیا اس کی اس وسوسہ اندازی سے حضرت علیؓ کی فوج میں ان چیزوں کا تذکرہ اور خلفاء پر طعن و دشنام کا سلسلہ شروع ہو گیا مناظرہ بازی اور جھگڑوں کا بازار گرم ہو گیا حضرت علیؓ نے برسر منبر اپنے خطبوں میں اس جماعت سے اپنی نفرت و بیزاری کا اظہار فرمایا اور بعض سرگرم لوگوں کو دھمکایا اور سزا کا خوف دلایا۔ جب ابن سبا نے دیکھا کہ مسلمانوں میں فتنہ و فساد کا بیج بار آور ہو گیا ہے تو اگلے قدم پر اپنے مخصوص تلامذہ کو نہایت رازداری کے ساتھ بتایا کہ حضرت علیؓ میں کچھ خواص الوہیت ہیں جو لباس بشریت میں جلوہ گر ہیں، چنانچہ یہ نازیبا کلام بھی راز نہ رہا اور حضرت علیؓ کے سمع مبارک تک بھی پہنچا آپ نے فرمایا اگر تم نے ان خرافات سے توبہ نہ کی تو میں تم سب کو آگ میں جلا ڈالوں گا۔ سب نے اس عقیدہ سے

---

[1] سید امیر محمد، الشیعۃ فی عقائد ھم و أحکامھم، ص:۱۶

[2] عبداللہ بن سبا: ابن سبا یمن کے شہر صنعاء کا رہنے والا ایک یہودی تھا جو حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مسلمان ہوا پھر اس نے اسلامی مملکت کے مختلف شہروں میں گھوم کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ حجاز سے اس نے ابتدا کی پھر بصرہ کوفہ، شام گیا کوئی بھی اس کی بات ماننے کو تیار نہ ہوا اہل شام نے اسے ملک سے نکال دیا وہاں سے وہ مصر پہنچا۔ یہاں اس نے لوگوں سے کہا مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس آئیں گے اور وہ بھی جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ محمد ﷺ لوٹ آئیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إن الذی فرض علیك القران لرادك إلی معاد﴾ (سورہ القصص:۸۵) جس اللہ نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا ہے وہ آپ ﷺ کو دوبارہ پہلی جگہ معاد پر پہنچا دے گا۔ اس نے کہا محمد ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے واپسی کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور یوں اس نے لوگوں میں رجعت (واپسی) کے عقیدے کو فروغ دیا اور بات آگے بڑھاتے ہوئے ان سے کہا کہ ایک ہزار نبی آئے ہر نبی کا ایک خلیفہ تھا اور حضرت علیؓ حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ ہیں نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت علیؓ خاتم الاوصیاء، جس نے بھی رسول ﷺ کے اس خلیفہ پر ظلم کیا اور امت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہو حضرت عثمانؓ نے اسے ناحق لیا تھا اس لئے ان کے والیوں کی مخالفت کرو اور ان کا امر و نہی کا حکم ماننے سے انکار کر دو۔ دیکھئے: الطبری، تاریخ الطبری، ص:۳/۳۴۰: (حوادث سنہ ۳۵ھ)۔
ابن بدران، تہذیب تاریخ ابن عساکر، ص:۷/۴۳۱ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۳/۲۸۹ ◉ الطوسی، رجال الطوسی، ص:۵۱ ◉ الملطی، التنبیہ فی الدین، ص:۱۰۸

توبہ کی اور ابن سبا مدائن ① کی طرف جلا وطن کر دیا گیا جہاں وہ غلط وگمراہ عقائد کی تعلیم واشاعت سے باز نہ آیا بالآخر اس ملعون کے پھیلائے ہوئے غلط عقائد لوگوں میں خوب مشہور ہوئے اس وسوسہ کو قبول کرنے اور نہ کرنے کی بناء پر پیروکار چار فرقوں میں تقسیم ہو گئے ②۔

ان فرقوں میں سے تبرائی فرقہ دوسرے تمام فرقوں سے قوت اور تعداد میں بڑھ گیا کیونکہ پے در پے ایسے واقعات رونما ہوتے چلے گئے جو ان کے عقیدہ کے ممد ثابت ہوئے ③۔ غرض کہ انہی لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر کے مسلمانوں میں خانہ جنگی کا دروازہ کھولا پھر حضرت علیؓ کے عہد میں آپ کے ساتھ ہو کر اختلافات کی آگ بھڑکائی اہل بیت اور غیر اہل بیت کا سوال پیدا کر کے مسلمانوں کے اتحاد و یک جہتی کا خاتمہ کیا اور جمل اور صفین جیسے واقعات پیش آئے اور حضرت معاویہؓ کے ساتھ مقابلہ کے وقت آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور پھر حضرت علیؓ کی مخالفت کے باوجود آپ کو تحکیم جیسی پُر فریب تجویز قبول کرنے پر مجبور کیا پھر خود ہی اس کے خلاف محاذ قائم کر کے خوارج کے نام سے الگ ہو گئے۔ اور حضرت علیؓ کے خلاف محاذ جنگ قائم کر لیا غرض کہ کسی موقع پر انہوں نے حضرت علیؓ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا اور نہ ہی آپ کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیا حتیٰ کہ آپ کو خارجیوں نے شہید کر دیا ④۔

عبدالملک کے دور میں توابین ⑤ اور پھر مختار ثقفی ⑥ نے انتقامِ حسین سے خروج کیا⑦۔ اور بنو امیہ کے بقیہ دور میں بھی وقتاً فوقتاً یہ لوگ فتنہ برپا کرتے رہے۔

---

① مدائن: یہ شہر عرب کے شمال مشرقی گوشہ میں واقع ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۲۳/۳

② پہلا فرقہ ان مخلص جانثاروں کا ہے جنہوں نے صحابہ کرامؓ، ازواج مطہرات کی حق شناسی اور ظاہر وباطن کی پاسداری کا پورا حق ادا کیا اور وہ حضرت علیؓ کے ساتھ قدم بقدم رہے ان کو شیعان اُولی یا شیعان مخلصین کہتے ہیں۔ یہ حضرات گندے اور گمراہ عقائد سے محفوظ رہے۔ حضرت علیؓ نے اپنے خطبوں میں ان لوگوں کی مدح فرمائی اور ان کے رویہ کو سراہا۔
دوسرا فرقہ تفضیلی شیعوں کا تھا جو حضرت علیؓ کو تمام صحابہ کرامؓ سے افضل قرار دیتے تھے یہ ابن سبا کے ادنیٰ شاگردوں میں سے تھے حضرت علیؓ نے انہیں برا بھلا کہا اور فرمایا اگر میں نے یہ سنا کہ کوئی شخص مجھے شیخین پر فضیلت دیتا ہے تو میں اسے افتراء کی شرعی حد اسّی کوڑے ماروں گا۔ تیسرا فرقہ تبرائی شیعوں کا تھا یہ لوگ عقیدۃً صحابہ کرامؓ کو ظالم، غاصب بلکہ کافر و منافق جانتے اور کہتے تھے۔ حضرت علیؓ کا حضرت عائشہ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کے ساتھ تنازعہ ان لوگوں کے مذہب کے لئے مؤید اور ان کے خیال کے لئے محرک بن گیا حضرت علیؓ عام خطبوں میں ان لوگوں سے اپنی کھلی بیزاری کا اظہار فرماتے تھے۔
چوتھا فرقہ غالی شیعوں کا تھا جو حضرت علیؓ کی الوہیت کا قائل تھا یہ لوگ ابن سبا کے خاص الخاص شاگردوں اور رازداروں کا گروہ تھا۔ مؤخر الذکر تین فرقے بیک وقت وجود میں آئے اور ان تینوں کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ شاہ عبدالعزیز، تحفہ اثناء عشریہ، ص: ۲۸

③ تفصیل کے لئے دیکھئے، شاہ عبدالعزیز، تحفہ اثناء عشریہ، ص: ۲۸

④ الطبری، التاریخ، ص: ۲۳۵۸/۱

⑤ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کو اپنی بدعہدی پر سخت ندامت ہوئی، انہوں نے طے کیا کہ اس گناہ کا کفارہ یہی ہو سکتا ہے کہ قاتلین حسینؓ کو قتل کر دیا جائے یا اس کوشش میں اپنی جانوں کو قربان کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے سلمان بن صرد کی رہنمائی میں اس تحریک کو منظم کیا، ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۳۵/۳

⑥ اس کا نام کیسان تھا، روافضہ کا ایک فرقہ اسی کے نام سے منسوب تھا۔ یہ شخص جھوٹا اور دھوکا باز تھا، اس نے بہت سے من گھڑت عقائد بنا رکھے تھے۔ مصعب نے لشکر نے اسے ۶۷ھ میں قتل کیا۔ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۷۴/۱

⑦ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۳۶

۳۔ فرقہ مرجئہ *

مرجئہ کی لغوی واصطلاحی تعریف

☆ مرجئہ ارجاء سے اسم فاعل (مشتق) ہے جو دو معنی پر دلالت کرتا ہے۔

۱۔ بمعنی تاخیر: جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قالوا أرجه و أخاه﴾ ① (موسیٰ اور اس کے بھائی کو مہلت دو) اور فرمان باری تعالیٰ ﴿و آخرون مرجون لأمر الله﴾ ② (اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جنہیں اللہ کا فیصلہ آنے تک مؤخر کر دیا گیا ہے)۔

اس معنی کی رو سے اس فرقہ پر مرجئہ کا اطلاق درست ہے کیونکہ وہ عمل کو نیت اور قصد سے مؤخر سمجھتے ہیں ③۔

۲۔ بمعنی امید دلانا: جیسے فرمان باری تعالیٰ ﴿قالوا یا صالح قد کنت فینا مرجوّا قبل هذا﴾ ④

(انہوں نے کہا اے صالح اس سے پہلے ہم لوگ تم سے اچھی امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھے)

اس معنی کے لحاظ سے ظاہر ہے کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ ایمان کی موجودگی میں معصیت ضرر رساں نہیں جیسے کفر کے ہوتے ہوئے اطاعت اور نیکی کا کوئی فائدہ نہیں ⑤۔

بعض کے نزدیک ارجاء کا مطلب یہ ہے کہ مرتکب کبائر پر دنیا میں حکم نہ لگایا جائے اس کے جنتی اور جہنمی ہونے کے فیصلہ کو آخرت پر چھوڑ دیا جائے اس صورت میں مرجئہ اور وعیدیہ دو مقابل فرقے ہوں گے ⑥۔

اس بارے میں ایک چوتھا قول بھی ہے کہ ارجاء سے مراد یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے مرتبہ یا خلافت کو چوتھے درجہ تک مؤخر رکھا جائے اس طرح مرجئہ اور شیعہ دونوں ایک دوسرے کے متقابل فرقے قرار پائیں گے ⑦۔

مرجئہ کا ظہور

جب امت مسلمہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکی تھی ایک طرف شیعہ تھے جنہوں نے حب اہل بیت میں بے حد مبالغہ آمیزی سے کام لے کر صحابہ کرامؓ پر یورش کر دی دوسری جانب خوارج نے جمہور مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ادھر بنو امیہ مسلمانوں کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرنے کی کوشش کر رہے تھے ان حالات میں صحابہؓ کی ایک جماعت ⑧ نے کسی فریق کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور

---

* اس فرقہ کے بارے میں دیکھیے: ابن تیمیہ، مجمع الفتاویٰ، جلد نمبر ۷ ◉ ابن تیمیہ، کتاب الایمان ◉ الأشعری، مقالات الاسلامیین ◉ ابن حزم، الفصل فی الملل والأهواء ◉ البغدادی، الفرق بین الفرق ◉ سفر حوالی، ظاهرة الإرجاء فی الفكر الإسلامی ◉ هادی طالبی، طوائف المرجئہ ◉ ابن ابی العز، شرح العقیدۃ الطحاویہ

① الأعراف: ۷/۱۱۱ ② التوبۃ: ۹/۱۰۶

③ غالب عواجی، فرق معاصرۃ، ص: ۲/۷۳۶ ④ ہود: ۱۱/۶۲

⑤ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۳۷ ◉ غالب عواجی، فرق معاصرۃ، ص: ۲/۷۳۶

⑥ محمد محی الدین، حاشیہ مقالات الاسلامیین، ص: ۱/۲۱۳ ⑦ محمد محی الدین، حاشیہ مقالات الاسلامیین، ص: ۱/۲۱۳

⑧ ان صحابہ میں سے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت ابو بکرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عمرانؓ بن حصین وغیرہ تھے۔

ان مختلف گروہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا نہ وہ کسی سیاسی جھمیلے میں پڑے نہ ہی بنوامیہ کو مورد طعن بنایا انہوں نے آنحضرت ﷺ کے فرمان پر عمل کیا کہ جس میں آپ ﷺ نے فتنوں سے دور رہنے کا حکم دیا تھا①۔

ابتدا میں بعض اعتبار سے یہی حضرات مرجئہ مراد لیے جاتے تھے جو سلامتی کو پسند کرتے تھے اور سیاسی و دینی امور خصوصاً اخروی احکام مثلاً ایمان' کفر' جنت' جہنم اور صحابہؓ کے مابین ہونے والے حوادث کے بارے میں بحث و مباحثہ اور اختلافات سے دور بھاگتے تھے لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب خوارج اور شیعہ کا ظہور ہوا تو مرجئہ فرقہ تدریجی اعتبار سے ترقی کرنے لگا②۔

بعد ازاں جب مرتکب کبائر کے مسئلہ میں شدید جدل و مناظرہ کا آغاز ہوا خوارج نے اس کی تکفیر کا دعویٰ کیا تو مرجئہ نے مرتکب کبیرہ شخص پر حکم نہیں لگایا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اس طرح کے دوسرے مسائل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تو ان کے جانشینوں کو لوگوں نے مرجئہ کا لقب دیا۔

اس فرقہ کے نظریات کی وجہ سے حقائق ایمان و نیکی و پاکبازی کا کوئی احترام باقی نہیں رہتا اسی وجہ سے اخلاق باختہ اور مفسد لوگ اس مذہب کو اپنانے لگے اور اسے اپنی شہوت رانی کا آلہ کار بنایا ایسے مفسدہ پرداز لوگوں کی کوئی انتہا نہ رہی انہوں نے اس مذہب کو اپنی معصیت کاری کا ذریعہ قرار دے لیا اور اس اپنے اغراض فاسدہ اور عزائم خبیثہ پر پردہ ڈالنے لگے ③۔

سب سے پہلے ارجاء کا ذکر کرنے کے بارے میں علماء کی رائے ہے کہ حسن بن محمد بن حنفیہ وہ پہلا شخص تھا جس نے مدینہ میں حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کے بارے میں ارجاء کا ذکر کیا جب لوگوں نے ان کے بارے میں بات چیت کی تو آپ خاموش رہے پھر آپ نے کہا:

"قد سمعت مقالتكم و لم أرشيئا أمثل من أن يرجأ على و عثمان و طلحة والزبير فلا يتولوا و لا يتبرأ منهم" ④

میں نے تمہاری بات سن لی ہے میرے نزدیک اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کے معاملہ کو مؤخر کر دوں، نہ انہیں ولی بناؤ اور نہ ان سے برأت کا اظہار کرو۔

لیکن بعد ازاں آپ نے اپنے اس قول پر افسوس کیا اور تمنا کرتے شاید کہ اس قول سے پہلے مجھے موت آجاتی اور آپ کے والد محمد بن حنفیہ نے آپ کی اس قول کی بناء پر سرزنش کی چنانچہ آپ کا یہ مقولہ لوگوں کے مابین منتشر ہوا جسے چند لوگوں نے تسلیم کر لیا⑤۔

---

① آپ ﷺ نے فرمایا "بہت بڑے فتنوں کا دور دورہ ہوگا ان میں بیٹھ رہنے والا چلنے والے سے اور چلنے والا بھاگنے والے سے بہتر ہوگا......" المسلم، الصحیح، کتاب الفتن، باب نزول الفتن، حدیث نمبر ۷۲۵۰، ص: ۱۲۳۹

② غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۷۵۲/۲ ؛ یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ ان لوگوں کا مشہور فرقہ مرجئہ، جس کا ظہور بعد ازاں ہوا اور جس کے خاص عقائد تھے، سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

③ ابوزہرہ، حیات ابی حنیفہ، ص: ۲۳۲

④ سفر الحوالی، ظاهرة الإرجاء، ص: ۲۳۳

⑤ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۷۵۴/۲

بعض حضرات کے نزدیک غلو کے طور پر سب سے پہلے ارجاء کا ذکر ذر بن عبداللہ الہمدانی (1) نے کیا اس وقت کے علماء سنت نے اس کی مذمت بھی بیان کی ہے (2)۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے حماد بن ابی سلیمان (3) کو ارجاء کا سب سے پہلا قائل قرار دیا ہے (4)۔ اس بارے میں مزید اقوال بھی ہیں (5)۔

مرجئہ کے فرقے

علامہ اشعری نے فرقہ مرجئہ کے بارہ فرقے شمار کئے ہیں (6)۔ جبکہ امام بغدادی نے انہیں پانچ فرقوں میں تقسیم کیا ہے (7)۔

امام شہرستانی نے فرقہ مرجئہ کی درج ذیل چار اصناف بیان کی ہیں۔

۱۔ مرجئة الخوارج ۲۔ مرجئة القدرية

۳۔ مرجئة الجبرية ۴۔ مرجئه خالصه

مؤخر الذکر قسم کو آگے چھ فرقوں میں تقسیم کیا ہے (8)۔

مرجئہ کے افکار وعقائد

مرجئہ کے درج ذیل افکار وعقائد ہیں:

☆ ایمان کی موجودگی میں معصیت ضرر رساں نہیں ایمان اور عمل ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے زبان سے کفر کا اعلان کرنے بتوں کی پرستش، یہودیت، نصرانیت کا عقیدہ رکھنے اور صلیب کی پوجا کرنے سے بھی ایمان جوں کا توں رہتا ہے۔ بعض مرجئہ یہ کہتے تھے کہ اگر کوئی یوں کہے کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ نے خنزیر کھانا حرام کر دیا ہے لیکن مجھے اتنا معلوم نہیں کہ خنزیر یہ بکری ہے یا کچھ اور تو وہ مؤمن ہی رہے گا (9)۔

☆ علاوہ ازیں مرجئہ کفر اور معاصی کی تحدید، کفار اور گنہگار مسلمان کا ہمیشہ جہنم میں رہنا، اہل کبار کی توبہ کی قبولیت وغیرہ کے بارے میں باہم مختلف الخیال ہیں (10)۔

---

(1) ذر بن عبداللہ بن زرارہ مرہبی ہمدانی کوفی اہل کوفہ کے عبادت گذار اور قصہ گو تھے۔ حجاج بن یوسف نے اسے ۸۰ھ میں قتل کیا۔ ابن حجر تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۱۸

(2) غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۲/۷۵۵

(3) کوفہ کے مشہور فقیہ اور سخی تھے جن کی مرجئہ کی طرف نسبت کی جاتی تھی، خلق قرآن کے قائل نہیں تھے، آپ ۱۲۰ھ کو فوت ہوئے، ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۶

ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۵۷

(4) ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ص: ۷/۲۹۷، ۳۱۱

(5) دیکھئے غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۲/۷۵۵

(6) تفصیل کے لئے دیکھئے الاشعری، مقالات الاسلامیین، ص: ۱/۲۱۳

(7) وہ پانچ فرقے یہ ہیں: یونسیہ، غسانیہ، ثبانیہ، ثومنیہ، مریسیة، الفرق، دیکھئے البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۲۳

(8) یونسية، عبيدية، غسانية، ثبانية، تومنيه، صالحة، الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۳۷

(9) الأشعری، مقالات الاسلامیین، ص: ۱/۲۲۳

(10) الأشعری، مقالات الاسلامیین، ص: ۱/۲۲۳

۴۔ فرقہ جہمیہ *

جہمیہ کا ظہور

فرقہ جہمیہ کا نقطۂ آغاز معلوم کرنا بہت مشکل ہے لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد بنوامیہ کے اوائل میں اس فرقہ کی بنیاد پڑ چکی تھی اور آخری دور میں اس نے باقاعدہ ایک مذہب کی صورت اختیار کر لی۔ شیخ ابوزہرۃ نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے (۱)۔ اس بارے میں انہوں نے کتاب ''المنیۃ والأمل'' سے دو حضرات (حضرت ابن عباسؓ اور حسن بصری) کے خطوط سے استدلال کیا ہے، جن میں انہوں نے اہل شام اور اہل بصرہ کے جبریہ کو نظریہ جبر سے منع کیا تھا (۲)۔

شیخ ابوزہرۃ نے اس فرقہ کے اولین بانی کے بارے میں چند ایک اقوال نقل کیے ہیں۔

۱۔ بعض حضرات کے نزدیک اس فرقہ کے اولین بانی بعض یہود تھے انہوں نے یہ مذہب مسلمانوں کو سکھایا جن سے ان کی نشرواشاعت ہوئی۔

۲۔ کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ اس نظریہ کا موجد جعد بن درہم (۳) تھا جس نے شام کے ایک یہودی سے یہ عقیدہ اخذ کیا اور اہل بصرہ میں اسے پھیلایا پھر اس سے جہم بن صفوان (۴) نے سیکھا۔

۳۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جعد نے یہ نظریہ بیان بن سمعان سے اور اس نے طالوت بن اعصم (۵) یہودی سے اخذ کیا (۶)۔

شیخ ابوزہرہ مذکورہ بالا اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ یہودی ذہن کی پیداوار ہے اور آنحضرت ﷺ کے عہد میں اس کا آغاز ہو چکا تھا کیونکہ طالوت نامی یہودی آپ ﷺ کا ہم زمانہ تھا اور عہد صحابہؓ تک بقید حیات رہا، لیکن بایں ہمہ ہم قطعی طور سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس عقیدہ کی تخم کاری یہود کے ذریعہ عمل میں آئی کیونکہ قبل ازیں یہ نظریات اہل فارس میں موجود تھے لہذا انہی مباحث میں سے ایک ہوگا جو زرتشی اور مانوی وغیرہ فرقوں میں عام طور سے رائج تھے......'' (۷)۔

---

* اس فرقہ کو جبریہ بھی کہتے ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے:

- ابن تیمیہ، بیان تلبیس الجہمیۃ
- ابن تیمیہ، فتاوی شیخ الاسلام
- ابن تیمیہ، درء تعارض العقل والنقل
- ابن القیم، مختصر الصواعق المرسل
- ابن القیم، اجتماع الجیوش الاسلامیۃ
- ابوزہرۃ، تاریخ المذاہب الاسلامیہ
- شیخ عبدالرحمن، فتح المجید
- شیخ سلیمان بن عبداللہ، تیسیر العزیز الحمید
- جمال الدین القاسمی، تاریخ الجہمیۃ والمعتزلۃ
- الدارمی، الرد علی الجہمیۃ
- ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی جز ۷
- ابن تیمیہ، الایمان
- ابن ابی العز، شرح العقیدۃ الطحاویہ

(۱) ابوزہرہ، حیاۃ ابی حنیفہ، ص: ۲۳۶ (۲) مہدی احمد، المنیۃ والأمل، ص: ۴۷

(۳) جعد بن درہم: اصل میں خراسان سے تھا اور دمشق میں سکونت اختیار کی اس نے خلق قرآن اور دوسری بدعات بیان بن سمعان سے لیں۔ خالد بن عبداللہ القسری نے اسے ۱۲۴ھ میں عید الاضحیٰ کے موقع پر قتل کروا دیا۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۳۵۲/۹

(۴) جہم بن صفوان: اس کی کنیت ابومحرز تھی، موالی بنی راسب سے تھا۔ خراسان میں ظاہر ہوا اور اس مذہب کی دعوت دینے لگا۔ بعد ازاں حارث بن سریج سے جا ملا، بالآخر سلم بن احوز نے عہد بنوامیہ کے آخری زمانہ میں اسے قتل کیا، اس کے اتباع نہاوند میں موجود تھے۔ الاشعری، مقالات الاسلامیین، ص: ۳۳۸/۱

(۵) بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ طالوت، لبید بن اعصم یہودی جس نے آنحضرت ﷺ پر جادو کیا تھا کا بھانجہ تھا۔ مجموعۃ الرسائل الکبریٰ، ص: ۳۲۵/۱

(۶) ابن تیمیہ، الفتوی الحمویۃ الکبریٰ، ص: ۲۳ (۷) ابوزہرۃ، حیاۃ امام ابی حنیفہ، ص: ۲۳۷

جہمیہ کے درجات

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے جہمیہ کو تین درجات میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے درجہ میں وہ غالی قسم کے جہمیہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی نفی کرتے ہیں۔ دوسرا درجہ میں وہ لوگ ہیں جو اسمائے باری تعالیٰ کا تو اقرار کرتے ہیں لیکن صفات کی نفی کرتے ہیں۔ جبکہ تیسرا درجہ میں ان لوگوں کا شمار ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کا اقرار کرتے ہیں لیکن وہ ان میں خبریہ اور غیر خبریہ کا فرق کرتے ہیں اور غیر خبریہ اسماء وصفات کی تأویل کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ صرف ان خبریہ صفات کو مانتے ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہوتا ہے اور جن کا تذکرہ احادیث میں ہوتا ہے' ان کو تسلیم نہیں کرتے ہیں......''(۱)

جہمیہ کے افکار وعقائد

۱۔ اس مذہب کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ انسان سے افعال کی نفی کر کے انہیں ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا جائے کیونکہ انسان میں استطاعت نہیں پائی جاتی وہ تو اپنے افعال میں مجبور محض ہے نہ اس میں قدرت پائی جاتی ہے نہ ارادہ اور نہ ہی اختیار۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کا انکار۔

۳۔ آخرت کے بہت سے امور مثلاً پل صراط' میزان' رؤیت باری تعالیٰ عذاب قبر وغیرہ کا انکار۔

۴۔ ایمان صرف معرفت کا اور کفر صرف جہل کا نام ہے۔

۵۔ جنت اور دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گی۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کا علم اور کلام دونوں حادث یعنی مخلوق ہیں(۲)۔

۵۔فرقہ معتزلہ *

معتزلہ کی وجہ تسمیہ اور اس کا ظہور

دراصل اس فرقہ کا لیڈر واصل بن عطاء(۳) تھا جس نے مرتکب کبیرہ کے مسئلہ پر اختلاف کیا اور حسن بصری کے حلقہ درس

---

(۱) ابن تیمیہ، التسعینیۃ، ص: ۷۲ (۲) الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۷۳ ◉ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۱۹۳ ◉ غالب عواجی، فرق معاصرۃ، ص: ۲/۸۰۰

* اس فرقہ کے بارے میں تفصیل کے لئے دیکھئے:

جمال الدین قاسمی، تاریخ الجهمية والمعتزلة ◉ ابو لبابه حسين / عبدالمجيد النجار ◉ المعتزلة بين الفكر والعمل
◉ يوسف كمال، العصريون معتزلة اليوم ◉ الشيخ فالح، التحفة المهدية شرح الرسالة القدميرية
◉ ابن تيميه، درء تعارض العقل والنقل ◉ ابو الحسن الأشعرى، مقالات الإسلاميين ◉ البغدادى، الفرق بين الفرق
◉ ابن حزم، الفصل فى الملل والأهواء ◉ ابو الحسن الأشعرى الإبانة ◉ ابن منده، كتاب الإيمان
◉ ابو زهرة، تاريخ المذاهب الإسلاميه ◉ قاضي عبدالجبار، شرح الأصول الخمسة
◉ محمد طاهر النيفر، أهم الفرق الإسلاميه ◉ الملطى، التنبيه والرد ◉ ابن تيميه، منهاج السنة،
◉ الأسفرايينى، التبصير فى أمور الدين ◉ على حسين، المعتزلة وأصولهم الخمسة وموقف اهل السنة منها

(۳) واصل بن عطاء جو غزال (سوت کاتنے والا) کے لقب سے مشہور تھا۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ وہ بہت بڑا ادیب اور کلامی مجادلات کا موجد تھا۔ اس کی بے شمار تصانیف ہیں۔ ۱۳۱ھ کو فوت ہوا۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۲/۱۷۱ ◉ المرتضی، امالی، ص: ۱/۱۱۳

سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اس بناء پر اس کے پیروکار کو معتزلہ کہا جانے لگا①۔ اکثر و بیشتر علماء② نے یہی وجہ تسمیہ بیان کی ہے البتہ شیخ ابوزہرہ نے بعض مستشرقین کی اس بارے میں رائے نقل کی ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ فرقہ "معتزلہ" اس لئے کہلایا، کہ یہ لوگ بڑے متقی، پارسا اور دنیاوی لذات سے کنارہ کش رہتے تھے چنانچہ لفظ "معتزلہ" اس امر کا آئینہ دار ہے کہ جن لوگوں کو یہ نام دیا گیا وہ عابد وزاہد قسم کے لوگ تھے......"③

مستشرقین کی یہ رائے بالکل بے وزن ہے جس کے وہ منفرد قائل ہیں، علمائے سابقین نے اس بارے میں اپنی ایسی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا ہے۔ دراصل مستشرقین معتزلہ کی مدح میں اس لئے رطب اللسان رہے ہیں کہ معتزلہ ہی نے سب سے پہلے اسلامی عقائد میں شک وشبہ پیدا کرنے کا راستہ ہموار کیا ہے۔ اور یہ بات دشمنان اسلام کو مطلوب ہے۔ اس بارے میں علامہ ابن ابی العز الحنفی لکھتے ہیں:

"علماء اليهود يقرؤن كتب شيوخ المعتزلة و يستحسنون طريقتهم" ④

علمائے یہود شیوخ معتزلہ کی کتب پڑھتے ہیں اور ان کے مسلک کو مستحسن قرار دیتے ہیں۔

معتزلہ کے ظہور کے بارے میں محققین مختلف روایات نقل کرتے ہیں اس بارے میں درج ذیل اقوال زیادہ مشہور ہیں:

۱۔ علماء کا ایک بڑا گروہ اس فرقہ کے ظہور کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ رأس المعتزلہ واصل بن عطاء تھے یہ حسن بصری کے حلقہ درس میں حاضر ہوا کرتے تھے اس زمانہ میں یہ سوال زور وشور سے اٹھا اور اس نے اذہان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مسلمان ہے یا نہیں؟ ایک شخص حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ دور حاضر میں کچھ لوگ (خوارج) یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کبائر کا مرتکب کافر ہے...... اس ضمن میں آپ کا فیصلہ کیا ہے؟ حسن بصری سوچنے لگے، قبل اس کے کہ وہ ان کو جواب دیتے، واصل بولا "میرا خیال ہے کہ کبائر کا مرتکب نہ تو پورا مؤمن ہے اور نہ کافر، پھر ایک ستون کے پاس کھڑے ہو کر حسن بصری کے تلامذہ کے سامنے اپنے عقیدہ کی وضاحت کرنے لگا یہ سن کر حسن بصری نے کہا "إعتزل عنا" (ہم سے الگ ہو جاؤ)، بنابریں ان کو معتزلہ کہا جانے لگا⑤۔

۲۔ ایک دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ جب حضرت حسنؓ، امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے تو اصحاب علیؓ کی ایک جماعت سیاست سے بالکل کنارہ کش ہوگئی اور اس کی سرگرمیاں صرف عقائد تک محدود ہو کر رہ گئیں۔ اس بارے میں ابوالحسن الطرائفی رقمطراز ہیں:

"انہوں نے اپنا نام معتزلہ رکھا اس لئے کہ جب حضرت حسنؓ بن علیؓ نے حضرت معاویہؓ کی بیعت کی اور خلافت

---

① ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۲/۱۷۰ ⊙ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۸۸

② الشہر ستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۱۳۸ ⊙ شیخ جمال الدین، تاریخ الجہمیہ، ص: ۵۶

③ ابوزہرہ، حیات ابی حنیفۃ، ص: ۲۲۸

④ ابن ابی العز الحنفی، شرح عقیدہ الطحاویہ، ص: ۳۵۲

⑤ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۴/۵

انہیں تفویض کر دی تو ان لوگوں نے حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں سے کنارہ کشی کر لی بلکہ سب سے الگ ہو گئے یہ لوگ اصحاب علیؓ تھے اب ان کی سرگرمیوں کا مرکز گھر رہ گیا یا مسجد، یہ لوگ کہا کرتے تھے ہمیں صرف علم اور عبادت سے سروکار ہے"[1]

۳۔ اس بارے میں ایک تیسرا قول بھی ہے جس کی تائید شیخ محمد طاہر النیفر نے کی ہے' ان کا کہنا ہے کہ اعتزال کا یہ عمل حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ہوا جس وقت حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین اختلافات بپا ہو چکے تھے تو صحابہؓ کی ایک جماعت نے ان سے علیحدگی اختیار کی انہوں نے کسی کا ساتھ نہیں دیا[2]۔

درج بالا اقوال میں سے اول الذکر قول کو اہل علم نے راجح قرار دیا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر کتب ادیان وفرق میں یہی قول مذکور ہے۔

معتزلہ کے القاب وفرق

معتزلہ کے کچھ نام ایسے تھے جو ان کے نزدیک پسندیدہ نہیں تھے مثلاً جهمية، قدريه، ثنويه و مجوسيه، و عيديه، معطله وغیرہ اور بعض نام ان کے نزدیک محبوب تھے مثلاً معتزله ، اهل العدل والتوحيد، اهل حق، فرقه ناجيه، منزهون الله وغیرہ[3]۔

علامہ شہرستانی نے معتزلہ کے درج ذیل بارہ فرقے بیان کئے ہیں۔

واصله، هذيليه، نظاميه، حابطيه، بشريه، معمريه، مرواريه، ثماميه، هشاميه، جاحظيه، خاطيه، جبائيه[4]

علامہ بغدادی نے مزید دس فرقوں کا اضافہ کیا ہے[5]۔

معتزلہ کے افکار ونظریات

معتزلہ نے اپنے عقائد اور نظریات کو پانچ امور میں محدود کیا ہے۔ جنہیں وہ اصول خمسہ کا نام دیتے ہیں وہ اصول خمسہ یہ ہیں:

۱) توحید
۲) عدل
۳) واعدو وعید
۴) کفر واسلام کے مابین منزل کا اقرار

---

① الطرابحی، أصل الأهواء والبدع، ص: ۲۲

② شیخ محمد طاہر، أھم الفرق الاسلامیہ، ص: ۳۳ ⊙ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۲/۸۲۲

③ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۲/۸۲۳

④ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱/۴۰

⑤ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۱۱۲

۵) امر بالمعروف ونہی عن المنکر

ابوالحسین خیاط معتزلہ کے اصول خمسہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کوئی شخص جب تک ذیل کے اصول خمسہ کا معتقد نہ ہو معتزلہ کہلانے کا حق دار نہیں ہوسکتا، یعنی توحید، عدل، وعدو وعید، کفر واسلام کی درمیانی منزل کا اقرار، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔جس شخص میں یہ اصول خمسہ پوری طرح موجود ہوں گے وہ معتزلی کہلانے کا مستحق ہوگا کیونکہ مسلک اعتزال کے یہ اصول جامع ہیں جو شخص ان سے انحراف کرے گا وہ معتزلی نہیں سمجھا جائے گا اور نہ معتزلہ پر اس کے قول وفعل کی ذمہ داری عائد ہوگی''①۔

۱۔ توحید: معتزلہ کے ہاں اصول توحید ان کے عقائد کا خلاصہ اور نچوڑ ہے ابوالحسن اشعری توحید کے بارے میں معتزلہ کا مذہب بیان کرتے ہیں۔

"اجمعت المعتزلة علىٰ أن الله واحد ليس كمثله شيئ و هوالسميع البصير و ليس بجسم ولا شبح ولا جثة و لا صورة ولا لحم ولا دم ولا شخص ولا جوهر ولا عرض ......ولا شريك له فى ملكه ولا وزير له فى سلطانه ......②

معتزلہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کی کوئی شبیہ ونظیر نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے وہ نہ جسم رکھتا ہے اور نہ شکل' نہ اس کا جثہ ہے نہ صورت' خون بھی نہیں گوشت بھی نہیں' نہ جوہر ہے نہ عرض......اس کی بادشاہی اور اس کی سلطنت میں نہ کوئی شریک ہے نہ کوئی وزیر

معتزلہ اس قاعدہ کی بناء پر قیامت کے دن رویت باری تعالیٰ کو محال سمجھتے تھے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی جسمانیت اور جہت لازم آتی ہے اور یہ کہ صفات ذات سے غیر نہیں ہیں ورنہ تعدد قدماء لازم آئے گا③۔

۲۔ عدل: مشہور مؤرخ مسعودی عدل کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد کو نہیں چاہتا نہ بندوں کے افعال کو پیدا کرتا ہے لوگ اللہ تعالیٰ کے امر کو بجالاتے ہیں اس کے منہیات سے رک جاتے ہیں تو یہ اس قدرت کے باعث جو اللہ نے انہی ودیعت کررکھی ہے اللہ تعالیٰ وہی حکم دیتا ہے جس کا ارادہ کرتا ہے اور اس بات سے منع کرتا ہے جسے وہ برا سمجھتا ہے......④

شیخ ابوزہرہ معتزلہ کے اصول عدل کے بارے میں لکھتے ہیں:

''قانون عدل سے معتزلہ دراصل جہمیہ کے اس نظریہ کی تردید کرنا چاہتے تھے کہ بندہ اپنے فعل میں مختار نہیں لہذا اس کو ذمہ قرار دینا ظلم ہے کیونکہ اس کا کوئی مطلب نہیں کہ ایک شخص کو کسی بات کا حکم دیا جائے اور پھر آمر ہی اس کی مخالفت پر مجبور کرے اور نہ کسی فعل سے روکنے کا کچھ مطلب ہے جب کہ منع کنندہ خود اس کو اس فعل کے

---

① ابوالحسین، الإنتصار والرد، ص:۱۲۶
② الأشعري، مقالات، ص:۱/۲۳۵
③ الأشعري، مقالات، ص:۱/۲۳۸
④ المسعودي، مروج الذهب، ص:۳/۱۹۰

ارتکاب کیلئے جبر کرے"①۔

۲۔ وعد و وعید: قاضی عبدالجبار معتزلی اس اصول کی وضاحت یوں کرتا ہے:

"......و أما علوم الوعد والوعيد فهو أنه يعلم أن الله وعد المطيعين بالثواب و توعد العصاة بالعقاب و أنه يفعل ما وعد به و توعد عليه لامحالة ولا يجوز عليه الخلف والكذب......"②

وعد اور وعید کے علم کا مطلب یہ ہے کہ یہ جان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت گذار بندوں کو ثواب اور اپنے نافرمان بندوں کو سزا دینے کا وعدہ کیا ہے لہذا اللہ وعد اور وعید لامحالہ کر گذرے گا جس سے پیچھے رہنا اور کذب بیانی سے کام لینا جائز نہیں۔

اس اصول کی بنا پر ان کے نزدیک کبیرہ گناہ کے مرتکب کی بغیر توبہ مغفرت نہیں ہوگی اور قیامت کے دن اہل کبائر کی شفاعت بھی نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی وعید پر عمل نہیں ہو سکے گا اور وعید کا نا قابل عمل ٹھہرنا کذب بیانی تصور ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے③۔

۴۔ اسلام اور کفر میں درمیانہ درجہ: معتزلہ کے اس نظریہ کی توجیہ کرتے ہوئے علامہ شہرستانی لکھتے ہیں:

"ووجه تقريره أنه قال أن الإيمان عبارة عن خصال خير إذا اجتمعت سمى المرء مؤمنا وهو اسم مدح والفاسق لم يستجمع خصال الخير ولا استحق اسم المدح فلا يسمى مؤمنا و ليس هو بكافر مطلق أيضا لأن الشهادةو سائر أعمال الخير موجودة فيه لا وجه لإنكارها ......④

اس کی تقریر کی توجیہ یہ ہے کہ اس کے بقول ایمان عبارت ہے خصال خیر سے جب کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ مؤمن ہے اور مؤمن ایک توصیفی نام ہے چونکہ فاسق میں خصال خیر بھی جمع نہیں ہوتے لہذا وہ توصیفی نام کا مستحق نہیں پس اسے مؤمن بھی نہیں کہا جائے گا مگر اسے علی الاطلاق کافر بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ کلمہ شہادت کا قائل ہے اور دوسرے اعمال خیر بھی اس میں موجود ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا......

۵۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر: معتزلہ کے نزدیک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مؤمنوں پر واجب ہے صورتحال کے مطابق تقریر و تحریر سے یا سیف و سنان سے اس فریضہ کو انجام دینا چاہیے تا کہ دعوت اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت عام ہو سکے⑤۔

اگرچہ اہل سنت کے نزدیک بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے لیکن ان کے اور معتزلہ کے نزدیک تغییر منکر کا طریقہ مختلف ہے وہ یہ کہ برائی کو اچھے طریقہ سے دور کرنے کی کوشش کی جائے پھر زبان سے پھر ہاتھ سے پھر تلوار سے اور یہ

① ابوزہرہ، حیات الامام ابی حنیفہ، ص:۲۶۱
② قاضی عبدالجبار، شرح الاصول الخمسۃ، ص:۱۳۵
③ ابن ابی العز، شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص:۳۵۶
④ الشہرستانی، الملل والنحل، ص:۱/۴۲
⑤ قاضی عبدالجبار، شرح الاصول الخمسۃ، ص:۱۴۱

آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ مزید برآں جابر سلطان کے خلاف بغاوت واجب ہے۔ اپنے مخالفین چاہے وہ کفار ہوں یا اصحاب کبائر مسلمان ان کے خلاف اسلحہ اٹھانا جائز ہے (۱)۔

معتزلہ اور اموی حکومت

شیخ ابوزہرہ عہد بنوامیہ میں معتزلہ کے بارے میں تبصرہ یوں کرتے ہیں۔

''معتزلہ کا ظہور عہد بنوامیہ میں ہوا امویوں کی طرف سے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا اس لئے کہ معتزلہ نے بھی نہ شر انگیزی سے کام لیا نہ حرب و پیکار کا اعلان کیا بلکہ یہ ایک فکری گروہ تھا اس کی تمام سرگرمیاں نظر وفکر تک محدود تھیں...... سیاست سے نہایت واجبی سا تعلق تھا ان کی دلیل وحجت کی دنیا نطق و بیان تک محدود تھیں، تیغ وسنان کو اس سے کوئی واسطہ نہ تھا ان کے اسلحہ دلائل تھے نہ کہ شمشیر برآں......'' (۲)

مسعودی کے بیان کے مطابق ''یزید بن عبدالملک معتزلی عقائد رکھتا تھا اور معتزلہ کے اصول پنجگانہ کو تسلیم کرتا تھا'' (۳)

۲۔ مختلف حوادث کا ظہور

عہد بنوامیہ میں داخلی اور خارجی کئی ایک حوادث رونما ہوئے جن سے حدیث کی ترویج واشاعت متاثر ہوئی۔ چنانچہ درج ذیل واقعات وحوادث نے اس سلسلہ میں کلیدی کردار انجام دیا۔

(ا) داخلی حوادث

☆ واقعہ کربلا: تاریخ اسلام میں جنگ جمل پہلا افسوسناک حادثہ فاجعہ پیش آیا جس میں مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھائی اس سے قبل ان کی شمشیریں فرق باطل کیلئے برق سوزاں تھیں اس جنگ سے مسلمانوں کی قوت کا شیرازہ بکھر گیا اس کے بعد جنگ صفین واقع ہوئی جس سے اسلامی سلطنت دوحصوں میں تقسیم ہوگئی اور مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے، اس کے بعد قبائلی اور جاہلی تعصبات نے دلوں میں پھر جگہ پکڑ لی جس کا نتیجہ سانحہ کربلا کی شکل میں رونما ہوا یہ المناک حادثہ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کو یزید بن معاویہؓ کے عہد حکومت میں پیش آیا (۴)۔

☆ واقعہ حرّہ: واقعہ کربلا کی وجہ سے تمام عالم اسلام میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ حجاز میں اس کا زبردست ردعمل ہوا، اہل مدینہ نے اموی حکام کو صوبہ سے نکال دیا اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی بیعت کرلی۔ یزید بن معاویہؓ نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں شامی فوج مدینہ روانہ کی جس میں عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد تھی اہل مدینہ نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شامی فوج غالب رہی۔ مدینہ منورہ تین دن تک مسلسل شامیوں کے ہاتھوں لٹتا رہا یہ واقعہ بھی یزید کے دور

---

(۱) غالب عواجی، فرق معاصرۃ، ص: ۸۵۰/۲

(۲) ابوزہرہ، حیات امام ابی حنیفہ، ص: ۲۶۲

(۳) المسعودی، مروج الذہب، ص: ۳۶۲/۳

(۴) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۶۳/۸

حکومت یعنی ۶۲ھ میں پیش آیا①۔

☆ معرکہ مرج راہط: محرم ۶۵ھ میں مروان بن حکم اور عبداللہ بن زبیرؓ کے داعی ضحاک بن قیس کی فوجوں کے درمیان بیس دن تک ہولناک لڑائی ہوئی جس میں ضحاک کو شکست ہوئی اور شام پر مروان کا قبضہ ہوگیا②۔

☆ محاصرہ مکہ: جمادی الأول ۷۲ھ میں عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو مکہ کے محاصرہ کے لئے بھیجا چنانچہ اس نے مکہ کا محاصرہ کیا اور شہر پر خوفناک سنگ باری کی' رسد کے تمام راستے مسدود کر دیئے اور بالآخر حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کو شہید کر دیا③۔

مذکورہ بالا حوادث کے علاوہ دوسرے خلفاء کے عہد میں اور بھی بہت سے حوادث رونما ہوئے۔ خصوصاً بنوامیہ کے آخری فرمانروا مروان بن محمد بن مروان کے عہد میں حکومت بنوامیہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا اور جگہ جگہ بغاوتیں اور شورشیں رونما ہو رہی تھیں④۔

(ب) خارجی حوادث:

عہد بنوامیہ کے ابتدائی عہد (۴۱ھ تا ۸۶ھ) میں خلفشار کی وجہ سے زیادہ تر فتوحات حاصل نہ ہوسکیں حضرت معاویہؓ، یزید بن معاویہؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ، عبدالملک بن مروان کا عہد داخلی حوادث سے پُر تھا۔ ان ادوار میں باہمی اختلافات کی گھنگھور گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں لیکن ولید بن عبدالملک کے عہد میں بالخصوص اور بعد کے ادوار میں بالعموم مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار فتوحات ہوئیں، ولید کے زمانہ کی فتوحات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد کے بعد تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اس دور میں قتیبہ بن مسلم' محمد بن قاسم اور موسیٰ بن نصیر جیسے جلیل القدر فاتحین عظام کے زیر نگرانی مجاہدین کرام کے گھوڑوں کی ٹاپوں نے چین سے اسپین تک کے علاقہ کو روند ڈالا ولید کے عہد میں ہندوستان' ترکستان اور اندلس میں بے شمار فتوحات ہوئیں⑤۔

چنانچہ خلفاء' امرا بنوامیہ داخلی سورشوں کو فرو کرنے اور دوسری غیر مسلم اقوام سے معرکہ آرائیوں میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرتے رہے' انہی مصروفیات کی وجہ سے وہ حدیث کی نشرواشاعت کا کماحقہ حق ادا نہ کر سکے۔ ماسوائے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے جنہوں نے خلافت پر سرفراز ہوتے ہی اس طرف توجہ دی۔

۳۔ سیاسی عدم استحکام اور خلفاء کی عدم دلچسپی

مذکورہ بالا عوامل سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ عہد بنوامیہ سیاسی طور پر عدم استحکام کا شکار رہا۔ مذہبی فرقوں کے فکری نظریات کی جنگ اور بعض کی عملی طور سے حکومت وقت سے برسرِ پیکار رہنا' خلفاء کا داخلی و خارجی سازشوں کا تدارک کرنے میں مشغول ہونا' اور اکثر خلفاء کی اس میدان میں عدم دلچسپی یہ وہ مظاہر وعوامل تھے جس کی وجہ سے یہ دور غیر مستحکم رہا اور نتیجۃً حدیث کی نشرواشاعت نہ ہوسکی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حدیث کی نشرواشاعت اور ترویج' حکومتی سطح پر تدوین کے حوالے سے ہے وگرنہ عملی صورت میں اس کی نشرو

---

① ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۲۰۳
② ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴/۷۵
③ ابن الأثیر، الکامل، ص: ۴/۷۵
④ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۰/۴۴
⑤ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۸/۱۵

اشاعت ہو رہی تھی' لوگ اس پر پوری طرح سے عمل پیرا تھے' خلفاء اپنے خطبات اور تقاریر میں اس کی خوب تشہیر کرتے تھے' نیز اس عہد کے قضاۃ اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے، مساجد و مدارس میں اس کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی ①۔

۴۔ کتابت حدیث کی ممانعت:

آنحضرت ﷺ نے ابتدا میں کتابت حدیث کی ممانعت کر دی تھی ②۔ بعد ازاں نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرما دی تھی ③ بلکہ ضرورت کے مطابق انہیں لکھوایا بھی تھا ④۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور آپ ﷺ کے بعد احادیث مبارکہ کا بے شمار ذخیرہ لکھا جا چکا تھا ⑤۔ ان متعارض احادیث کے مابین توافق پیدا کرنے کے لئے علماء نے اس کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں۔

ا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث موقوف ⑥ ہے۔ اس سے استدلال درست نہیں امام بخاری اور دوسرے محدثین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے ⑦۔

---

① ابن عدی، الکامل، ص: ۲۲۳/۳

② حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((لا تكتبوا عني و من كتب عني غير القرآن فليمحه---)) مجھ سے مت لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہے، اسے مٹا دے۔ المسلم، الصحیح، كتاب الزهد، باب التثبت في الحديث، حدیث نمبر ۷۵۰۹، ص: ۱۲۹۷، نیز حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے ((كنا قعودا نكتب ما نسمع من النبي ﷺ فخرج علينا فقال ما هذا تكتبون فقال ما نسمع منك فقال أكتاب مع كتاب الله امحضوا كتاب الله و أخلصوه فقال فجمعنا ما كتبنا في صعيد واحد ثم أحرقناه)) جو کچھ بھی ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا اسے بیٹھ کر لکھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا لکھ رہے ہو؛ ہم نے کہا وہی جو کچھ آپ سے سنتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا کتاب اللہ کے ساتھ ایک اور کتاب بھی لکھی جا رہی ہے۔ اللہ کی کتاب کو علیحدہ کر واسے خالص رکھو پس ہم نے جو کچھ لکھا تھا اسے ایک جگہ جمع کیا اور جلا دیا)، الہیثمی، مجمع الزوائد، ص: ۱۵۲/۱۔ اسی مفہوم میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں: ((جهدنا بالنبي ﷺ أن يأذن لنا في الكتاب فأبى و في رواية استأذنا النبي ﷺ في الكتابة فلم يأذن لنا)) ہم نے نبی ﷺ سے بڑی کوشش کی کہ وہ ہمیں لکھنے کی اجازت دیں مگر انہوں نے انکار کر دیا اور دوسری روایت میں ہے ہم نے نبی ﷺ سے لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اجازت نہ دی۔ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴/۵
◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۳۲

③ آپ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن العاص کو حدیث لکھنے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ((أكتب فوالذي نفسي بيده ما خرج منه إلا حق)) لکھو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (میری زبان سے) حق ہی نکلتا ہے۔ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص في كتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۴، ص: ۱۳۶/۱
حضرت رافع بن خدیج نے آپ ﷺ سے لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا ((أكتبوا و لا حرج)) لکھو لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۷۲ ◉ الامیر الحسنی، توضیح الافکار، ص: ۳۵۳/۲۔

④ آپ ﷺ سے مروی ہے ((أنه كتب كتاب الصدقات والديات والفرائض و السنن لعمرو بن حزم وغيره)) کہ آپ ﷺ حضرت عمرو بن حزم وغیرہ کے لئے کتب الصدقات، دیات، فرائض و سنن لکھوا کر انہیں دی۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۸۵/۱

⑤ دیکھئے صفحہ نمبر ۱۹۹

⑥ موقوف: اصول حدیث کی اصطلاح میں ایسے قول، فعل یا تقریر کو جس کی نسبت صحابی کی طرف کی گئی ہو موقوف کیا جاتا ہے۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۴۶
◉ محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ص: ۱۲۹

⑦ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۱۸/۱ ◉ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ص: ۱۳۸ ◉ الامیر الحسنی، توضیح الافکار، ص: ۳۵۳/۲
◉ السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۸۷ ◉ محمد محفوظ، منہج ذوی النظر، ص: ۱۳۲

۲۔ آپ ﷺ نے کتابت حدیث سے اس لئے منع کیا تھا کہ حفظ حدیث پر زور دینا مقصود تھا کتابت حدیث اور ترک حفظ آنحضرت ﷺ کو ناپسند تھا۔ یہ رائے ابن حبان کی ہے ①۔

۳۔ رسم الخط کے جاننے اور نہ جاننے پر اجازت وممانعت (کتابت حدیث) کا دارومدار تھا۔ یعنی جو صحابہ کرامؓ رسم الخط سے پوری طرح آگاہ تھے جس طرح حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے لکھنے کی اجازت دے دی تھی لیکن جو اس علم سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتے تھے اور ان کی تحریر کردہ باتوں میں شبہ اور غلطی کا احتمال تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں کتابت حدیث کی ممانعت فرمادی تھی۔ یہ رائے علامہ جزائری نے ابن قتیبہ سے نقل کی ہے ②۔

۴۔ قرن اول میں کتابت حدیث کی ممانعت اس لئے تھی کہ کہیں کتاب اللہ سے کسی دوسری چیز کی مشابہت نہ ہو یا قرآن کے سوا کسی اور شئی میں انہماک پیدا نہ ہو، اس سے مقصود قرآن اور غیر قرآن کے مابین فرق کرنا تھا لیکن جب صحابہ کرامؓ پر قرآن و حدیث کا فرق واضح ہو گیا تو آپ ﷺ نے ان کو کتابت حدیث کی اجازت دے دی۔ یہ رائے علامہ رامہرمزی، خطیب بغدادی اور ابن حجر کی ہے ③۔ سید ابوبکر غزنوی نے اس رائے کو ترجیح دی ہے ④۔

۵۔ ابتدا میں کتابت حدیث سے منع کیا گیا تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا یہ رائے ابن قتیبہ کی ہے، شیخ احمد محمد شاکر نے اسی کو ترجیح دی ہے ⑤۔

۶۔ ممانعت عام تھی اور لکھنے کی اجازت مخصوص تھی، یعنی آپ ﷺ نے عوام کو منع کیا اور چند مخصوص لوگوں کو اجازت دے دی تھی یہ رائے ڈاکٹر صبحی صالح کی ہے ⑥۔

۷۔ کتابت حدیث کی ممانعت ان لوگوں کے لئے تھی جو حفظ پر اعتماد کر سکتے تھے۔ اور اجازت ان کے لئے جو حفظ پر اعتماد نہیں کر سکتے تھے۔ ابن قتیبہ نے اس رائے کو ترجیح دی ہے ⑦۔

۸۔ بعض حضرات نے اسباب کتابت کی قلت کو کتابت حدیث کی ممانعت کا سبب بتایا ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی نے یہ رائے نقل کی ہے: ⑧

> مذکورہ بالا آراء میں سے ماسوا چند ایک کے بارے میں کہی جاسکتی ہیں البتہ پہلی رائے اس لئے درست نہیں ٹھہرتی کہ یہ حدیث متصل سند کے ساتھ امام مسلم نے روایت کی ہے لہٰذا اس روایت کو موقوف قرار دینا درست نہیں۔ ⑨

---

① السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۸۷ ② الجزائری، توجیہ النظر، ص: ۹

③ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۸٦ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۵۸ ◉ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱/ ۱۲۸

④ ابوبکر غزنوی، کتابت حدیث عہد نبوی، ص: ۲۲

⑤ ابن قتیبہ، تاویل مختلف الحدیث، ص: ۳٦۵ ◉ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ص: ۱۱۲

⑥ صبحی صالح، علوم الحدیث، ص: ۲۳ ⑦ ابن قتیبہ، مختلف تاویل الحدیث، ص: ۳٦۵

⑧ المودودی، منصب رسالت، ص: ۳۳۰ ⑨ المسلم، الصحیح، کتاب الزھد، باب التثبت فی الحدیث، حدیث نمبر ۷۵۱۰، ص: ۱۲۹۷

اس طرح مؤخر الذکر رائے بھی محل نظر ہے۔ڈاکٹر صبحی صالح نے بدلائل اس رائے کو غلط قرار دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ عہد رسالت میں کتابت حدیث کی کمی کا سبب وسائل کتابت کا فقدان نہیں تھا اور یہ کہ اس دور میں لکھنے پڑھنے والے لوگوں کی کمی نہیں تھی اگرچہ ابتدا میں عربوں کے ہاں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد کم تھی لیکن آنحضرت ﷺ نے اس قلت کو دور کرنے کا انتظام کر دیا تھا آپ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کو یہ ذمہ داری دی تھی کہ وہ مدینہ کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں آزاد کر دیا جائے گا اس طرح مدینہ میں کاتبین کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی تھی علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی مساجد کو مدارس میں تبدیل کر دیا ایک اندازے کے مطابق عہد رسالت میں مدینہ کی نو مساجد کو مدرسہ کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی اور پھر آنحضرت ﷺ نے تعلیمی ارشاد میں پندرہ سو اشخاص کے نام لکھے ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا درست نہیں کہ اسباب کتابت کی قلت تھی جس کے باعث آپ ﷺ نے کتابت حدیث سے منع فرمایا تھا①۔

غرضیکہ آخری رائے یہی قرار پائی کہ کتابت حدیث ایک جائز امر ہے اس لئے عہد رسالت کے بعد حضرات صحابہؓ و تابعین اور تبع تابعین نے احادیث کے مختلف ہائے مجموعہ تیار کیے②۔

اس کے باوصف بعض صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت ابوبکرؓ③، حضرت عمرؓ④، حضرت عبداللہؓ بن مسعود⑤، حضرت علیؓ⑥، حضرت زیدؓ بن ثابت⑦، حضرت ابو ہریرۃؓ⑧، حضرت ابن عباسؓ⑨، حضرت ابو سعید خدریؓ⑩، حضرت ابن عمرؓ⑪، اور حضرت ابو موسیٰ الأشعریؓ⑫ وغیرہ سے کتابت حدیث کی ممانعت یا ان کے ذخیرہ احادیث کو جلانا مروی ہے۔اس طرح تابعین میں سے عبیدہ بن عمرو السلمانی، ابراہیم بن یزید تیمی، جابر بن زید، ابرہیم نخعی، عامر بن شراحیل شعبی وغیرہ سے کتابت حدیث کی ممانعت ثابت ہے⑬۔

ان روایات کے پیش نظر بعض حضرات نے حدیث کی کتابت کو صحیح قرار نہیں دیا لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت حدیث کی ترویج میں کسی حد تک مخل رہی۔

......☆......☆......☆......

---

① صبحی صالح، علوم الحدیث، ص ۱۸ ◉ صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن، ص: ۶

② تفصیل کے لئے ص نمبر: ۱۹۹ ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۱

④ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۷/۱ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۰۶/۳

⑤ الدارمی، سنن الدارمی، باب من لم یر کتابة الحدیث، حدیث نمبر ۴۶۹، ص: ۱۳۳/۱

⑥ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۶/۱ ⑦ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۶۵/۱

⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹۹/۳ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۹/۱

⑨ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۸/۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۴۲

⑩ دیکھیے صفحہ نمبر ۵۲ ⑪ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۹/۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۴۴

⑫ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۰/۱

⑬ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۰/۱ ◉ الدارمی، سنن الدارمی، باب من لم یر کتابة الحدیث، حدیث نمبر ۴۶۲، ۴۶۵، ۴۸۲، ص: ۱۳۲/۱

باب ثانی

عہد بنو امیہ میں علمِ حدیث کی
ترویج و اشاعت اور تدوین

فصل اول

عہد بنوامیہ میں علمِ حدیث کی ترویج واشاعت کے لیے محدثین وخلفاء کی خدمات

بحث اول

حدیث کی ترویج و
اشاعت کے ذرائع

حدیث کی ترویج واشاعت کے ذرائع

رب کائنات نے انسانوں کی رشد وہدایت کے لئے انبیاء ورسل کی بعثت کا جوسلسلہ شروع کیا تھا وہ آنحضرت ﷺ پرختم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو اپنا آخری دین (اسلام) اور آخری کتاب (قرآن کریم) دے کر تمام عالم کیلئے حادی بنا کر مبعوث فرمایا اس کتاب کی حیثیت کامل مکمل دستور حیات کی ہے۔ جس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور اس کی تفسیر وتشریح کیلئے آنحضرت ﷺ کو قرآن کا مفسر اور شارح قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿و أنزلنا إليك الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم﴾ ①

اور ہم نے تیری طرف ذکر (قرآن کریم) اتارا تا کہ آپ لوگوں کو کھول کھول کے بیان کر دے جو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے تئیس سالہ عہد کا ایک ایک لمحہ اس فریضہ کی انجام دہی میں صرف ہوا اور آپ ﷺ اپنے اقوال و افعال اور اخلاق و کردار کے ذریعہ قرآن کریم کی تفسیر فرماتے رہے۔ اس لئے قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے جملہ اقوال وافعال اور اخلاق وکردار کو پیش نظر رکھا جائے جو احادیث کے نام سے موسوم ہیں جن کے بغیر قرآن کریم کا سمجھنا مشکل ہے بلکہ قرآن کریم کا ایک معتدبہ حصہ ایسا ہے جو احادیث کے بغیر سمجھنا ممکن ہی نہیں۔

احادیث رسول کی اس ضرورت و اہمیت اور عظمت و رفعت کے پیش نظر آغاز اسلام سے ہی صحابہ کرامؓ نے انہیں پوری محنت اور اخلاص وعقیدت کے ساتھ سمجھنے اور عملی زندگی میں اپنانے کے ساتھ ساتھ ان کی نشر واشاعت کے لئے کلیدی اور لائق حوالہ خدمات سرانجام دی ہیں۔

شمع رسالت کے ان پروانوں نے آنحضرت ﷺ کی نجی زندگی سے لے کر بین الاقوامی سیاسی معاملات تک کو محفوظ کیا اور اس راہ میں ایسی خدمات سرانجام دیں جن کی دنیا کے دیگر مذاہب میں کوئی نظیر نہیں ملتی ہے۔

اس بارے میں علامہ ابن حزم رقمطراز ہیں:

”اقوام عالم میں سے کسی کو اسلام سے پہلے یہ توفیق میسر نہیں ہوئی کہ اپنے پیغمبر کے اقوال صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے یہ شرف صرف ملت اسلامیہ کو حاصل ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کے ایک ایک کلمہ کو صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کیا آج روئے زمین پر کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جو اپنے پیشوا کے ایک کلمہ کی سند بھی صحیح طریقہ پر پیش کر سکے اس کے برعکس اسلام نے اپنے رسول کی سیرت کا ایک ایک گوشہ پوری صحت واتصال کے ساتھ محفوظ کیا ہے“ ②

چنانچہ صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعین و تبع تابعین نے حفاظت حدیث اور اس کی ترویج و اشاعت کے لئے اپنی زندگیاں

---

① النحل:۱۶/۴۴

② ابن حزم، جوامع السیر ۃ، ص:۷

صرف کر ڈالیں اور اس کیلئے درج ذیل ذرائع کو استعمال کیا ہے۔

ا۔ حفظ حدیث ۲۔ مذاکرہ حدیث

۳۔ کتابتِ حدیث ۴۔ تعامل

ا۔ حفظ حدیث

حدیث کی ترویج و اشاعت اور اس کی حفاظت کا یہ ایک بنیادی اور ابتدائی ذریعہ تھا۔ اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ عطاء کیا تھا۔ جس کی بدولت وہ اشعار، خطبات اور ضرب الأمثال وغیرہ ہزاروں کی تعداد میں زبانی یاد کر لیتے تھے، انہیں صرف اپنے ہی نہیں، بلکہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامہ ازبر تھے①۔ بعض اوقات کسی بات کو صرف ایک بار سن کر یا دیکھ کر پوری طرح یاد کر لیتے تھے۔

حضرت جعفرؓ بن عمرو الضمری بیان کرتے ہیں:

میں ایک مرتبہ عبید اللہؓ بن عدی بن خیار کے ساتھ حضرت وحشیؓ سے ملنے گیا۔ حضرت عبید اللہ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں تو حضرت وحشیؓ نے کہا میں آپ کو پہچانتا تو نہیں البتہ مجھے اتنا یاد ہے کہ آج سے سالہا سال پہلے میں ایک دن عدی بن خیار نامی ایک شخص کے پاس گیا تھا۔ اس دن عدی کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا، میں اس بچہ کو چادر میں لپیٹ کر اس کی مرضعہ (رضاعی ماں) کے پاس لے گیا، بچہ کا سارا جسم ڈھکا ہوا تھا۔ صرف پاؤں میں نے دیکھے تھے تمہارے پاؤں اس بچہ کے پاؤں کے ساتھ بہت مشابہ ہیں②۔

اس ملکہ کی بدولت اہل عرب اس وقت کے متداول فنون کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔ ذوالرمہ (م ۱۷۷ھ) جو آخری مخضرم شاعر ہے، کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس بات کو چھپاتا رہا کہ وہ فن کتابت سے آشنا ہے۔ اس خیال سے کہ کہیں لوگ اسے ناپسند نہ کرنے لگیں③۔

چنانچہ کتابت کی طرف عدم رجحان اور حافظہ پر اعتماد کی بدولت اہل عرب حفظ پر زور دیتے تھے۔ اسی وجہ سے جب آنحضرت ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا اس وقت لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا اور بہت کم ایسے لوگ تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں۔ ابن سعد نے صرف نو آدمیوں کا ذکر کیا ہے جو اس وقت لکھنا پڑھنا جانتے تھے④۔ جبکہ علامہ بلاذری نے سترہ آدمیوں کا ذکر کیا ہے⑤۔ عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ میں احادیث یاد کرنے کا رواج عام تھا اکثر صحابہ کرامؓ احادیث سن کر یاد کر لیتے تھے۔ اور جنہیں احادیث یاد نہ رہتیں۔ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے حافظ کی کمزوری کی شکایت کرتے تو آپ ﷺ ان کیلئے دعا فرماتے تھے اس بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ صحیح بخاری میں منقول ہے⑥۔

---

① الآلوسی، بلوغ الأدب، ص: ۳/۳۸
② مناظر گیلانی، تاریخ تدوین حدیث، ص: ۴۸
③ الاصفہانی، الأغانی، ص: ۱۶/۱۳۱
④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۲۲
⑤ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۴۵۶
⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث نمبر ۱۱۹، ص: ۲۵

آنحضرت ﷺ بھی حفظ اور سمجھانے کی غرض سے ایک بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے①۔ آپ ﷺ وفد عبدالقیس کو تعلیم دینے کے بعد الوداع کرنے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"احفظوه و أخبروه من وراء کم"②

اسے یاد کرلو، اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی خبر دو۔

مزید برآں آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"و لیبلغ الشاهد الغائب"③

اور جو لوگ حاضر ہیں وہ (یہ باتیں) ان لوگوں تک پہنچائیں جو حاضر نہیں ہیں۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے آپس میں باریاں مقرر کر لی تھیں④۔

عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کا حدیث حفظ کرنے کی بہت سی روایات منقول ہیں۔

۱۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

"کنا قعوداً مع النبی ﷺ فعسی أن تکون ستین رجلا فیحدثنا الحدیث ثم یرید الحاجة فنراجعه بیننا فنقوم کأنما زرع فی قلوبنا"⑤

ہم نبی ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوتے اس مجلس میں بیٹھنے والوں کی تعداد تقریباً ساٹھ ہوتی تو آپ ﷺ حدیث بیان کرتے اور پھر مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم آپس میں ان احادیث کا دور کرتے اور جب ہم اٹھتے تو گویا کہ وہ احادیث ہمارے دلوں پر نقش ہو گئی ہیں۔

۲۔ ابن بریدہ بیان کرتے ہیں:

"معاویہؓ حمص کے بیت الخلاء سے نکلے اور اپنے غلام کو کہا میرے کپڑے دو کپڑے پہن کر حمص کی مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی نماز کے بعد دیکھا کہ چند لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں حضرت معاویہؓ نے ان سے پوچھا تم کس لیئے یہاں بیٹھے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے نماز فرض ادا کر لی ہے۔ پھر ایک واعظ نے ہمیں وعظ کیا اس کے بعد ہم سنت رسول کو یاد کر رہے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ ایک دن میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے۔ تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، نبی ﷺ نے ان سے پوچھا، تمہیں کس چیز نے یہاں

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من أعاد الحدیث ثلاثا لیفهم عنه، حدیث نمبر ۹۴، ص: ۲۲
② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب تحریض النبی ﷺ وفد عبدالقیس، حدیث نمبر ۸۷، ص: ۲۰
③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۴، ص: ۲۳
④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، حدیث نمبر ۲۰، ص: ۲۱
⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۶/۸

بٹھایا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم فرض نماز ادا کرنے کے بعد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو یاد کررہے ہیں"①۔

۳۔ حضرت براءؓ بن عازب نے آنحضرت ﷺ سے دعا یاد کر کے آپ ﷺ کو سنائی تو آپ ﷺ نے ان کی اصلاح کی②۔

۴۔ حضرت ابو شریح عدویؓ نے آنحضرت ﷺ کا خطبہ زبانی یاد کیا اور عمروؓ بن سعید کو سنایا③۔ حضرات صحابہ کرامؓ احادیث محفوظ کرنے کے لئے حافظہ پر ہی اعتماد کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے صحابہ کرامؓ کو نہ صرف زبانی نقل و روایت کی کھلی اجازت تھی، بلکہ آپ ﷺ نے زبانی روایت کرنے کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی ہے۔

بہت ساری روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قیامت تک آنے والے لوگوں کے حق میں دعا فرمائی ہے۔ جو آپ ﷺ کی احادیث کو زبانی یاد کر کے دوسروں تک ان کو پہنچائے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"نضر الله امرءآ سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلّغه"④

اللہ اس بندے کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی اور اسے یاد رکھی اور دوسروں تک اس کو پہنچا دیا۔

نیز آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

"نضر الله امرء سمع مقالتي فوعاها و حفظها و بلّغها"⑤

اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری بات سنی اور اسے یاد رکھا اور اسے دوسروں تک پہنچایا۔

اس دعا کے اولین مخاطب حضرات صحابہؓ تھے۔ جنہوں نے آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ کو یاد رکھتے ہوئے ان کی حفاظت فرمائی اور امت تک اس سرمایہ کو پوری صحت و اتقان کے ساتھ پہنچایا۔

صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کو قید تحریر میں لانے کی نسبت اسے زبانی حفظ کرنے کو ترجیح دی۔

صحابہ کرامؓ کے بعد حضرات تابعین میں حفظ کی بے حد اہمیت رہی۔ ان کے ہاں حفظ کی قوت اور اس کی کمزوری خصوصی دلچسپی کا باعث رہا ہے۔ اسی وجہ سے ان کے ہاں یہ جملہ ان کی زبان پر رہا: "العلم فی الصدور لا فی الکتب"⑥ (فی الحقیقت علم وہی ہے جو انسان کے سینہ میں محفوظ ہو نہ کہ کتب میں مرقوم ہو)۔

---

① الحاکم، المستدرک، کتاب العلم، باب إن الله......الخ، ص:۱/۹۴
② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب فضل من مات علی الوضوء، حدیث نمبر ۲۴۷، ص:۴۵
③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاھد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۴، ۲۳
④ ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث نمبر ۳۶۵۹، ص:۵۲۵
⑤ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی الحدیث علی تبلیغ السماع، حدیث نمبر ۲۶۵۸، ص:۶۰۳
⑥ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص:۱/۶۸

نیز امام اوزاعی فرماتے ہیں:

كان هذا العلم شيئاً شريفا إذا كان من أفواه الرجال يتلاقونه و يذاكرون فلما صار في الكتب ذهب نوره وصار الىٰ غير أهله۔[1]

اس علم (حدیث) کی بڑی قدر ومنزلت تھی جب اسے براہ راست اساتذہ سے حاصل کیا جاتا تھا پھر (پختگی کیلئے) اس کا اعادہ کیا جاتا تھا۔ جب سے علم قید تحریر میں آنے لگا اس کی رونق ماند پڑ گئی اور ایسے لوگ بھی اسے حاصل کرنے لگے جو اس کے اہل نہیں تھے۔

کتب رجال میں اُن رواۃ حدیث کا تذکرہ ملتا ہے جو اپنے عمدہ حافظہ کی وجہ سے مشہور ومعروف تھے ان میں سے عامر بن شراحیل (۱۰۹ھ)، امام زہری (۱۲۴ھ)، اعمش (م ۱۴۸ھ)، سعید بن ابی عروبہ (۱۵۶ھ)، عبداللہ بن مبارک (۱۹۷ھ)، عبدالرحمٰن بن مہدی (۱۹۸ھ) قابل ذکر ہیں[2]۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ان حضرات کو اپنے دعوىٰ کی صحت کے لئے امتحان کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے مثلاً سعید بن مسیب (م ۹۴ھ) نے قتادہ کا امتحان لیا[3]۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ھ) نے امام زہری کے حافظہ کا امتحان لیا[4]۔

غرضیکہ حدیث کی ترویج واشاعت اور اس کی حفاظت کے لئے صحابہؓ وتابعینؒ اور ان کے بعد کے ادوار میں حفظ پر اعتماد کیا جاتا رہا کتابت اگرچہ علم کی حفاظت کا ایسا ذریعہ ہے جس نے انسانوں کو بہت سی کمزوریوں خصوصاً ضعف حافظہ کا علاج کر دیا ہے۔ لیکن کتابت کے ارتقاء تک حفظ ہی مؤثر ذریعہ تھا۔

۲۔ مذاکرۂ حدیث

حفظ اگرچہ انسان کا انفرادی وصف ہے جس کا تعلق انسان کی صلاحیت سے ہے تاہم اس کا استحکام اجتماعی عمل سے ہی ممکن ہے۔ یہی اجتماعی عمل مذاکرہ ہے کیونکہ بار بار دہرانے سے نہ صرف حفظ کرنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ اس سے حافظہ کی کمزوری کا سد باب بھی کیا جاسکتا ہے۔

---

① ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۶۸

② الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۱/۱۳۳ ● ابوزرعہ، التاریخ، ص:۱/۳۱۰ ● الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۵۲۶

③ الاصفہانی، حلیۃ الاولیاء، ص:۲/۳۳۳

④ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص:۱/۶۳۰

احادیث کو دہرانے کی اس مشق کی اہمیت کا اندازہ ابو عبداللہ جعفر بن محمد کے اس قول سے ہوتا ہے:

"القلوب ترب والعلم غرسها و المذاکرة ماء ها فإذا انقطع عن الترب ماء ها جف غرسها"①

دل مٹی کی مانند ہیں علم اس کی کھیتی اور مذاکرہ اس کا پانی ہے۔ زمین کو اگر پانی نہ ملے تو اس پر سبزہ وروئیدگی ختم ہو جاتی ہے۔

اور مذاکرہ حدیث کا یہ عمل عہد رسالت میں بھی موجود تھا۔

حضرت انسؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں

"کنا نکون عندالنبی ﷺ فنسمع منه الحدیث فإذا قمنا تذاکرناه فیما بیننا حتی نحفظه"②

ہم نبی ﷺ کے پاس ہوتے تو آپ ﷺ سے حدیث سنتے جب اٹھتے تو ایک دوسرے سے دہراتے یہاں تک کہ وہ ہمیں یاد ہو جاتی تھیں۔

نیز ابونضر کا قول ہے "اصحاب رسول ﷺ جب بھی جمع ہوتے احادیث کا اعادہ کرتے تھے"③۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

"إنی لأجزئ اللیل ثلاثة اجزاء فثلث أنام و ثلث أقوم و ثلث أتذکر أحادیث رسول الله ﷺ"④

میں رات کے تین حصے کرتا ہوں ایک میں سوتا ہوں اور ایک میں نماز پڑھتا ہوں اور ایک میں احادیث رسول ﷺ یاد کرتا ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ اور حضرت عمرؓ بن خطاب کے بارے میں منقول ہے کہ ان کو آپس میں مذاکرہ کرتے ہوئے صبح ہو گئی⑤۔

حضرت علیؓ اپنے تلامذہ سے کہا کرتے تھے:

"تذاکروا هذا الحدیث و تزاوروا فإنکم إن لم تفعلوا یدرس"⑥

حدیث کو دہرایا کرو اور ایک دوسرے سے ملتے رہو اگر ایسا نہ کرو گے تو علم ضائع ہو جائے گا۔

---

① الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۲/۲۷۸ ② الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۱/۲۳۶

③ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۱/۲۳۶ ④ الخطیب، الفقیه والمتفقه، ص:۲/۱۲۸

⑤ الخطیب، الفقیه والمتفقه، ص:۲/۱۲۸

⑥ الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاکرة العلم، حدیث نمبر ۶۲۶، ص:۱۵۸ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۱۰۱

حضرت ابو سعید خدریؓ اپنے تلامذہ سے کہا کرتے تھے:

"تذاكروا الحديث فإن الحديث يهيج الحديث" ①

حدیث کا مذاکرہ کیا کرو کیونکہ مذاکرہ حدیث کو جوش مارنے کا سبب بنتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے:

"ردوا الحديث واستذكروه......" ②

حدیث کو دہراؤ اور اس کا مذاکرہ کیا کرو۔

نیز آپ کا قول ہے:

"إذا سمعتم منا حديثاً فتذاكروه بينكم" ③

جب تم ہم سے حدیث سنو تو آپس میں مذاکرہ کر لیا کرو۔

حضرات تابعین بھی اپنے تلامذہ کو مذاکرہ کی تلقین کیا کرتے تھے۔ علقمہ (م۶۲ھ)، ابو العالیہ (م۹۰ھ)، اور عروہ بن زبیرؒ (م۹۳ھ) اپنے تلامذہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"تذاكروا الحديث فان ذكره حياته" ④

حدیث کو دہرایا کرو کیونکہ اس میں اس کی بقا ہے۔

امام زہری فرماتے ہیں:

" آفة العلم النسيان و ترك المذاكرة" ⑤

علم کی مصیبت بھول جانا اور ترک مذاکرہ ہے۔

حضرات تابعین و تبع تابعین نہ صرف اپنے تلامذہ کو مذاکرہ کا مشورہ دیتے تھے بلکہ خود بھی آپس میں مذاکرہ کرتے تھے۔

عطاء بن ابی رباح (م۱۱۶ھ) فرماتے ہیں:

"كنا نأتي جابرؓ بن عبدالله فإذا خرجنا من عنده تذاكرنا فكان ابو الزبير أحفظنا لحديثه" ⑥

---

① الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاكرة العلم، حدیث نمبر ۵۹۷، ص: ۱/۱۵۵

② الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاكرة العلم، حدیث نمبر ۶۰۱، ص: ۱/۱۵۵

③ الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاكرة العلم، حدیث نمبر ۶۰۷، ص: ۱/۱۵۶

④ الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاكرة العلم، حدیث نمبر ۶۰۲، ۶۰۳، ص: ۱/۱۵۶ ◉ الذہبی، رجال ابن اسحاق، ص: ۳۵

⑤ الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاكرة العلم، حدیث نمبر ۶۲۱، ص: ۱۵۸ ◉ البیہقی، المدخل، ص: ۲۹۳

⑥ الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاكرة العلم، حدیث نمبر ۶۱۵، ص: ۱۵۷

ہم جابرؓ بن عبداللہ سے احادیث سن کر آتے تو مل کر یاد کرتے اور ابو الزبیر (محمد بن مسلمہ) ہم سب سے زیادہ احادیث کو یاد رکھنے والے تھے۔

اسماعیل بن رجاء فرماتے ہیں:

"كنا نجمع الصبيان فنحدثهم" ①

ہم بچوں کو جمع کر کے احادیث کا اعادہ کرتے تھے۔

سلیمان بن مہران کا بیان ہے:

"كان اسماعيل بن رجاء يجمع صبيان الكتاب يحدثهم يتحفظ بذاك" ②

اسماعیل بن رجاء مکتب کے بچوں کو جمع کر کے حفظ کیلئے انہیں حدیث سناتے۔

ابونضرہ کہتے ہیں:

"كنا عند عمرانؓ بن حصين نتذاكر العلم" ③

ہم عمرانؓ بن حصین کے پاس علم کا مذاکرہ کرتے تھے۔

اسماعیل بن ابی خالد بیان کرتے ہیں "شعبی، ابوالضحیٰ، ابراہیم اور ہمارے اصحاب مسجد میں جمع ہو کر حدیث کا اعادہ کرتے تھے" ④۔

امام زہری کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ جب وہ اپنے استاد عروہ بن زبیرؓ اور دیگر شیوخ سے احادیث سن کر آتے تو اپنی باندی کو جگاتے اور اس کے سامنے احادیث کا اعادہ کرتے باندی کہتی رہ جاتی کہ میرا اس سے کیا تعلق (عدم دلچسپی کا اظہار کرتی) لیکن امام زہری جب تک اس مجلس میں سنی ہوئی تمام احادیث دہرانہ لیتے خاموش نہیں ہوتے تھے ⑤۔

لیث بن سعد (م۱۷۵ھ) بیان کرتے ہیں:

"تذاكر ابن شهاب ليلة بعد العشاء حديثاً وهو جالس متوضأ قال فما زال ذلك مجلسه حتى أصبح" ⑥

ایک رات عشاء کے بعد ابن شہاب باوضو مجلس میں بیٹھے رہے اور صبح تک حدیث کے مذاکرہ میں مشغول رہے۔

---

① ابوخیثمہ، کتاب العلم، ص:۱۳۶
② الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۶۰۵، ص:۱۵۶
③ البیہقی، السنن الکبریٰ، ص:۲/۱۹۳
④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۳۳
⑤ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص:۲/۳۶۸
⑥ الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۶۲۶، حدیث نمبر ۱۵۷

عبداللہ بن شداد نے ابن ابی لیلیٰ کے ساتھ احادیث کا مذاکرہ کیا تو عبداللہ کو کچھ ایسی احادیث بھی یاد آ گئیں جو انہیں بھولی ہوئی تھیں اور وہ خوش ہو کر بولے:

"یرحمك الله كم من حديث أحييته في صدري كان قد مات" (۱)

اللہ تمہیں (ابن ابی لیلیٰ) خوش رکھے تم نے کئی ایسی احادیث مجھے یاد دلا دی ہیں جو مجھے بھولی ہوئی تھیں۔

امام علی بن مدینی کا قول ہے:

''چھ اشخاص یعنی ابن معین، ابن مہدی، وکیع بن جراح، ابن عیینہ، ابو داؤد، عبدالرزاق کو یہ مجالس مذاکرہ اس قدر عزیز تھیں کہ جب وہ اس میں مشغول ہو جاتے تو دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے'' (۲)

نیز ان کا قول ہے:

''وکیع بن جراح اور عبدالرحمٰن بن مہدی مسجد حرام میں مذاکرہ حدیث میں ایسے مشغول ہوئے کہ فجر کی اذان ہو گئی'' (۳)۔

حدیث نبوی کے یہ دلدادہ جب تک احادیث اچھی طرح ازبر نہ کر لیتے، کسی سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ معاذ بن معاذ (م۱۹۲ھ) کہتے ہیں۔ کہ ہم ابن عون کے گھر آئے تو شعبہ باہر آئے ہم نے ان سے گفتگو کرنی چاہی تو انہوں نے یہ کہہ کر بات کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ ابن عون سے سنی ہوئی احادیث کو یاد کرنے میں مشغول ہیں (۴)۔

مذاکرہ حدیث کی اسی اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرامؓ و تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے مذاکرہ حدیث پر زور دیا ہے اور ایسی مجالس کے انعقاد کی طرف توجہ دلائی ہے جن میں احادیث کا اعادہ و مذاکرہ کیا جائے۔ کیونکہ اس عمل سے حافظہ قوی ہوتا ہے اور علم میں رسوخ پیدا ہوتا ہے۔

مذاکرہ حدیث کی یہ مجالس ان کے ہاں حافظہ میں پختگی کے ساتھ ساتھ حدیث کی نشر و اشاعت اور اس کی حفاظت میں قابل اعتماد ذریعہ بن گئیں۔

---

(۱) الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاکرة العلم، حدیث نمبر ۶۱۰، ص: ۱۵۷

(۲) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۲/۲۷۴

(۳) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۲/۲۷۴

(۴) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۲/۲۷۴

۳۔ کتابتِ حدیث

عرب قبل از اسلام کتابت جانتے تھے اور اہم تاریخی واقعات کو پتھروں، ہڈیوں، کھجور کی شاخوں، چمڑے کے ٹکڑوں، باریک چھلکوں وغیرہ پر لکھا کرتے تھے۔ دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابت کے آثار تیسری صدی عیسوی سے ملتے ہیں۔ اور یہ آثار جزیرہ عرب کے شمالی اطراف میں پائے جاتے ہیں ①۔

کتابت کے حوالہ سے مولانا محمد محترم فہیم عثمانی رقمطراز ہیں:

"......عرب باشندوں کی اکثریت یقیناً لکھنے پڑھنے کے فن سے آشنا نہ تھی لیکن ہر شہر میں ایسے لوگ ضرور پائے جاتے تھے جو اس فن سے پوری طرح آشنا تھے لکھنے پڑھنے کا کام انجام دیتے تھے اور اس طرح مجموعی طور پر عرب میں ایک اچھی خاصی تعداد لکھنا پڑھنا جاننے والوں کی موجود تھی نہ صرف مرد بلکہ بعض عورتیں بھی ایام جاہلیت میں ایسی پائی جاتی تھیں جو نوشت وخواند سے بخوبی واقف تھیں۔ شرفاء ہی نہیں بلکہ غلاموں میں بھی اس فن سے آشنا افراد موجود تھے عیسائیوں کے گرجے عرب میں جہاں کہیں تھے ہر ایک میں مختلف مذہبی کتابوں کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے" ②۔

عرب کے ممتاز شعراء نے اپنے منتخب قصائد لکھ کر بیت اللہ کے اندر آویزاں کیے تھے ③۔

حضرت خدیجہؓ کے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے اور انجیل کا عبرانی زبان میں ترجمہ کیا کرتے تھے ④۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت کچھ لوگ پہلے ہی لکھنا جانتے تھے۔ تاہم آپ ﷺ نے قرأتِ قرآن اور فنِ کتابت کو عام کرنے کے لئے اصحاب صفہ کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبادہؓ بن صامت ⑤ کو ان کو قرآن پڑھانے اور لکھنا پڑھنا سکھانے کے لئے مامور فرمایا ⑥۔

---

① ناصر الدین، مصادر الشعر، ص: ۴۳ ◉ محمد محترم، حفاظت وحجیت حدیث، ص: ۱۳۹

② محمد، حفاظت وحجیت حدیث، ص: ۱۳۷

③ الزیات، تاریخ الادب العربی، ص: ۴۱

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، حدیث نمبر ۳، ص: ۱

⑤ آپ انصاری صحابی ہیں، قبیلہ خزرج کے خاندان سالم سے ہیں، آپ کی کنیت ابو الولید ہے۔ پہلا وفد جو مدینہ سے مکہ آیا اس میں آپ شامل تھے اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ غزوہ بدر، بیعت رضوان اور خلافت صدیقی وفاروقی کی بعض جنگوں میں شریک رہے۔ عہد فاروقی میں فلسطین کے قاضی بھی رہے۔ آپ کا شمار فضلائے صحابہ میں سے ہوتا ہے۔ شام میں ۳۴ھ کو وفات پائی۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۱۲۷

⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۵/ ۳۱۵

اس طرح آپ ﷺ نے عبداللہ بن سعید بن العاص کو، جو فن کتابت کے ماہر سمجھے جاتے تھے، حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا سکھائیں (۱)۔

آپ ﷺ نے شفاء بنت عبداللہ (۲) کو حکم دیا کہ وہ اُم المؤمنین حضرت صفیہؓ کو لکھنا سکھائیں (۳)۔ اور جنگ بدر کے ان قیدیوں کے بارے میں، جو فدیہ دے کر رہائی حاصل نہ کر سکے تھے، آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جو قیدی دس مسلمان بچوں کو فن کتابت سکھا دے گا اس کو رہائی دے دی جائے گی (۴)۔

ان دلائل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کتابت کو عام کرنے کے لئے کس قدر اہتمام کیا۔ آپ ﷺ کا کتابت کو فروغ دینے کا سبب یہ تھا کہ خود قرآن کریم نے لکھنے پڑھنے کی اہمیت ذکر کی ہے۔ چنانچہ پہلی وحی میں لکھنے پڑھنے کی ترغیب دی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إقراء باسم ربك الذى خلق ......﴾ (۵)

اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا ہے......

اور مالی لین دین کو ضبط تحریر میں لانے کا حکم دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يا أيها الذين أمنوا إذا تداينتم بدين إلىٰ أجل مسمّى فاكتبوه......﴾ (۶)

اے ایمان والو: جب تم کسی مدت معینہ کے لئے ایک دوسرے کو قرض دو تو اسے لکھ لیا کرو......۔

انہی قرآنی احکام اور آنحضرت ﷺ کے فن کتابت کے لئے خصوصی اہتمام کی بدولت صحابہ کرامؓ میں کتابت سے لگاؤ اور شغف پیدا ہو گیا۔

مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی آنحضرت ﷺ سے پڑھنے لکھنے کی درخواست کی جسے آپ ﷺ نے قبول فرمالیا اور ان کے لیے ایک دن مخصوص کر دیا (۷)۔ کتابت کی اس قدر اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرامؓ حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ کتابت حدیث کا بھی پورا پورا اہتمام کرتے تھے۔

---

(۱) ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص: ۱۷۵/۳

(۲) آپ صحابیہ ہیں، قریش کے خاندان عدی سے تعلق تھا، ہجرت سے قبل مسلمان ہوئیں تو آنحضرت ﷺ بہت زیادہ عقیدت تھی جب رسول اللہ ﷺ آپ کے گھر تشریف لے جاتے تو آپ آنحضرت ﷺ کیلئے علیحدہ بچھونا بچھاتی، آپ جھاڑ پھونک اور لکھنا پڑھنے میں بہت ماہر تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں ان کے ساتھ خاص رعایتیں کیں، وفات کا سن معلوم نہیں۔ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۱۳۰/۸ ◉ ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص: ۴۸۶/۵

(۳) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب ما جاء في الرقى، حدیث نمبر ۳۸۸۷، ص: ۵۵۲

(۴) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲/۲ ◉ السہیلی، روض الانف، ص: ۹۲/۲

(۵) العلق: ۱/۹۶ (۶) البقرہ: ۲۸۲/۲

(۷) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوما، حدیث نمبر ۱۰۱، ص: ۲۳

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں:

"كنا قعودا نكتب ما نسمع من النبی ﷺ" ①

ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھتے تھے جو کچھ آپ ﷺ سے سنتے لکھتے جاتے

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ نقل کرتے ہیں:

"بينما نحن حول رسول الله ﷺ نكتب" ②

جب ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے لکھ رہے تھے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ ان لوگوں میں شامل ہیں جن کو کتابتِ حدیث کی خصوصی اجازت آنحضرت ﷺ نے مرحمت فرمائی تھی۔ آپ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

((يا رسول الله ﷺ إنی أريد أن أروی من حديثك فأردت أن أستعين بكتاب يدی مع قلبی إن رأيت ذلك فقال رسول الله ﷺ إن كان حديثی ثم استعن بيدك مع قلبك)) ③

یارسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی احادیث روایت کروں میرا ارادہ ہے کہ دل کے ساتھ ساتھ اپنے ہاتھ سے مدد لوں اگر آپ یہ پسند فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گر میری حدیث ہو تو پھر اپنے دل کے ساتھ اپنے ہاتھ سے بھی مدد لو (یعنی لکھ لیا کرو۔

اس اجازت کے بعد حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کتابتِ حدیث میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ سے سنتے اسے قلمبند کر لیتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"كنت أكتب كل شيئ أسمعه من رسول الله ﷺ أريد حفظه" ④

میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا یاد کرنے کے لئے اسے لکھ لیتا تھا۔

کتابت حدیث کی اجازت صرف حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کے ساتھ خاص نہیں تھی۔ بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کو دربار رسالت سے اس کی اجازت ملی تھی۔

---

① ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۱۶۵

② ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۱۶۵

③ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۵، ص:۱۳۶

④ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۴، ص:۱۳۶

حضرت رافعؓ بن خدیج① بیان کرتے ہیں:

"قلنا يا رسول الله ﷺ إنا نسمع منك أشياء أفنكتبها قال أكتبوا و لا حرج"②

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ آپ سے بہت سی باتیں سنتے ہیں کیا انہیں لکھ لیا کریں آپؐ نے فرمایا لکھ لیا کرو کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک انصاری نے آنحضرت ﷺ سے اپنے حافظہ کی شکایت کی اور آپ کی احادیث لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((استعن بيمينك و أومأ بيده الخط)) ③

اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو (یعنی لکھا کرو) آپ ﷺ ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا:

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، تو ایک یمنی شخص ابوشاہ نے درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ مجھے لکھ دیجئے تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا: ((أكتبوا لأبي شاه)) ④ (یہ خطبہ) ابوشاہ کیلئے قلمبند کردو)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قيدوا العلم بالكتاب)) ⑤

علم (حدیث) کو لکھ کر محفوظ کرلو۔

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((قيدوا العلم ، قلت وما تقييده قال كتابته)) ⑥

علم کو قید کرلو میں نے پوچھا اس کا قید کرنا کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے لکھنا ہے۔

ایک اور روایت میں جس کے راوی حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ ہیں بیان کیا جاتا ہے:

''رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت حاضر تھی، اور میں بھی ان میں تھا، اور میں سب سے چھوٹا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔ جب مجلس برخاست ہوئی

---

① انصاری صحابی ہیں قبیلہ اوس سے تعلق تھا ابوعبداللہ کنیت تھی ہجرت کے وقت اسلام قبول کیا اس وقت آپ صغیر السن تھے۔ غزوہ بدر میں چودہ برس کے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ نے آپ کو شرکت کی اجازت نہیں دی چنانچہ اگلے سال انہیں اجازت دی۔ آپ غزوہ خندق اور اکثر معرکوں میں شریک رہے جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ۸۶ برس کی عمر میں ۷۴ھ کو وفات پائی۔ ابن الاثیر، أسد الغابة، ص:۲/۳۵۳

② الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۶۹

③ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی الرخصة فيه، حدیث نمبر ۲۶۶۶، ص:۶۰۵

④ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الرخصة فيه، حدیث نمبر ۲۶۶۷، ص:۶۰۵

⑤ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۶۸ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۸۶

⑥ الحاکم، المستدرک، ص:۱/۱۰۶ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۸۸

تو میں نے صحابہؓ سے کہا کہ آپ نے حضور ﷺ کے ارشاد کو سنا۔ پھر آپ لوگ حدیث بیان کرنے کی جرأت کیسے کرتے ہیں صحابہ کرامؓ نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ اے بھتیجے! ہم نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا ہے۔ وہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے"(۱)۔

ابن سعد کا بیان ہے:

"نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع نے بھی آپ ﷺ سے احادیث لکھنے کی اجازت مانگی تھی اور آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی تھی"(۲)۔

بارگاہ نبوی سے کتابت حدیث کی خصوصی اجازت حاصل کرنے والوں میں ان متذکرہ بالا صحابہ کرامؓ کے علاوہ حضرت انسؓ بن مالکؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ، حضرت سعدؓ بن عبادہؓ، حضرت سمرہؓ بن جندب اور حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہ تمام وہ صحابہؓ ہیں جنہوں نے عہد رسالت میں اپنے اپنے مستقل صحیفے تیار کر لئے تھے(۳)۔

ان شواہد سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کتابت کو عام کرنے کے لئے کس قدر اہتمام فرمایا اور حضرت صحابہؓ نے حفظ اور مذاکرہ کے ساتھ ساتھ کتابت کے ذریعہ آپ ﷺ کی احادیث کو محفوظ کر لیا تھا۔

عہد رسالت کے بعد عہد صحابہؓ میں بھی کتابت حدیث کی ترغیب دی گئی ہے۔

حضرت عمرؓ بن خطاب فرمایا کرتے تھے:

"قیدوا العلم بالکتابة" (۴) (علم کو لکھ کر محفوظ کر لیا کرو)

حضرت علیؓ طلب علم اور کتابت علم کے لیے لوگوں کو آمادہ کرتے تھے، آپ نے فرمایا:

"من یشتری منی علماً بدرهم" (۵) (کون ہے جو مجھ سے ایک درہم کے عوض علم خرید لے۔)

مطلب یہ کہ ایک درہم کا کاغذ خرید کر اس میں روایات لکھ لے۔ ایک دوسری روایت میں آپ سے منقول ہے:

"من یشتری صحیفة بدرهم یکتب فیها العلم" (۶)

ایک درہم کا صحیفہ کون خرید لے گا جس میں علم لکھا ہوا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے اپنے بھتیجے عروة بن زبیرؓ سے کہا:

"بیٹے! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مجھ سے حدیث لکھتے ہو۔ پھر دوبارہ اسی حدیث کو لکھتے ہو۔ عروہؓ نے جواب دیا

---

(۱) الہیثمی، مجمع الزوائد، ص: ۸۲/۲
(۲) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳۳۱/۳
(۳) دیکھیے صفحہ نمبر ۱۹۹
(۴) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۸۸ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۲/۱
(۵) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۹۰
(۶) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۵۱/۱

میں آپ سے حدیث سنتا ہوں پھر دوبارہ اسی حدیث کو دوسری سند سے سنتا ہوں، تو لکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تم کو دونوں روایات کے مفہوم میں فرق محسوس ہوتا ہے؟ عروہؓ نے جواب دیا: نہیں! حضرت عائشہؓ نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں"۔①

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں فرائض صدقہ لکھ کر دیئے تھے اور یہ فرائض صدقہ آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے تھے②۔

حضرت انسؓ اپنے بیٹوں سے کہا کرتے تھے:

"یا بنی قیدوا العلم بالکتاب" ③ (اے بیٹو! علم (حدیث) کو قلم بند کر لیا کرو۔)

نیز حضرت انسؓ اپنے شاگردوں کو احادیث قلمبند کرواتے تھے لیکن جب ان کی تعداد بڑھ جاتی تو آپ اپنی کتب کا مجموعہ لا کر ان کے سامنے رکھ دیتے اور کہتے:

"هذه أحاديث سمعتها و كتبتها عن رسول الله وعرضتها عليه" ④

یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھی تھیں اور آپ کے سامنے پیش کی تھیں۔

حضرت حسنؓ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

"تعلموا تعلموا فإنكم صغار قوم اليوم تكونون كبارهم غدا فمن لم يحفظ منكم فليكتب" ⑤

تم پڑھو اور خوب پڑھو۔ آج تم قوم کے چھوٹے لوگوں میں سے ہو۔ کل قوم کے بڑوں میں شمار ہو گے، تم میں جو زبانی یاد نہیں کر سکتا۔ اسے چاہیئے کہ اپنے پاس لکھ لیا کرے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے:

"قیدوا هذا العلم بالکتاب" ⑥ (علم کو قلم بند کر لیا کرو)

صحابہ کرامؓ کی کتابت حدیث کی ترغیب دینے کی وجہ سے ان کے تلامذہ (یعنی تابعین) اور پھر ان کے تلامذہ (یعنی تبع تابعین) نے حدیث کے بہت سے مجموعے لکھ کر محفوظ کر لئے تھے۔

احادیث کی حفاظت کا یہ تیسرا اہم ذریعہ تھا۔

---

① الخطیب، الکفایۃ، ص:۸۸ ② ابن حنبل، المسند، ص:۱/۲۳۷
③ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر۴۹۱، ص:۱/۱۳۷ ® الخطیب، تقیید العلم، ص:۹۶
④ الخطیب، الکفایۃ، ص:۹۵
⑤ الخطیب، الکفایۃ، ص:۹۵ ® الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر۵۱۱، ص:۱/۱۴۰
⑥ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم: حدیث نمبر۴۹۸، ص:۱/۱۳۸

۴۔ تعامل

تعامل سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے لے کر اب تک ہر دور میں کسی کام کو ایسے بڑے گروہ نے کیا ہو۔ جن کا عادتاً کسی جھوٹے یا غلط کام پر اکٹھا ہونا محال ہو۔ جیسے وضو میں مسواک کی مثال یہ سنت ہے اور اسے سنت سمجھنا فرض ہے۔ کیونکہ یہ تواترِ عملی سے ثابت ہے (۱)۔

تواترِ عملی (یعنی تعامل) کے بارے میں مولانا عبدالغفار حسن رقمطراز ہیں:

''ایسے عملی مسائل پر مشتمل احادیث جوامت میں شروع سے اب تک بغیر کسی اختلاف کے ایک دور سے دوسرے دور میں منتقل ہوتی رہی ہیں مثلاً اذان اور اقامت کے کلمات، صبح کی دو رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں اور عصر کی چار رکعتیں، رکوع وسجود کی تعداد اور اس قسم کے بیسیوں وہ امور ہیں جو حدیث کی مستند کتابوں میں درج ہیں اور ان کی تائید میں پوری امت کا تعامل بغیر کسی شائبہ اختلاف کے موجود ہے۔ سنت وحدیث کا یہ وہ سرمایہ ہے جس کا یقینی پہلو قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی طرح محکم اور مضبوط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کے کاتبوں اور حافظوں کی تعداد اگر ہر دور میں لاکھوں رہی ہوگی تو نمازیوں کی اور روزہ رکھنے والوں کی گنتی کروڑوں سے کم نہ ہوگی تواتر اور راویوں کی ان گنت تعداد کے لحاظ سے حدیث کا یہ سرمایہ قرآن ہی کی طرح یقینی ہے اس کا انکار خود قرآن کے انکار کے ہم معنی ہے'' (۲)۔

حفاظت حدیث اور اس کی ترویج میں چوتھا طریقہ جو صحابہ کرامؓ نے اختیار کیا وہ تعامل تھا۔ حضرات صحابہؓ نے احادیث کو صرف زبانی یا تحریری طور پر محفوظ کرنے کو کافی نہ سمجھا۔ بلکہ انہوں نے ان پر مکمل عمل کر کے اسے یاد رکھا۔ صحابہ کرامؓ بعض اوقات اپنے تلامذہ تابعین کو کوئی کام کر کے دکھاتے اور فرماتے: ھکذا رأیت رسول اللہ ﷺ یفعل .....'' (۳) (میں رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے)۔

صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے عبادات یعنی نماز و روزہ، زکوۃ وحج وغیرہ اور معاملات یعنی اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، کھانے پینے، سونے جاگنے، پہننے اور طرز گفتگو اور خلق کی پوری پوری نقل کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ ذریعہ نہایت ہی قابل اعتماد ہے۔ کیونکہ معلومات میں بھولنے اور لکھنے میں غلطی کا اندیشہ ہوتا ہے، مگر معمولات میں نہیں ہوتا۔ غرض کہ صحابہ کرامؓ کا طرز حیات بھی اشاعت حدیث کا ایک اہم ذریعہ تھا۔ جو احادیث شریعت کی عملی مشق تھی، جس کے ذریعے آنے والی نسلوں میں سنت نبوی منتقل ہوئی، اور آج امت ان ہی اصولوں پر کاربند ہے جن پر آنحضرت ﷺ عمل پیرا تھے۔

---

(۱) شبیر احمد، مقدمہ فتح الملہم، ص:۱۲ (۲) عبدالغفار حسن، حدیث نبی کا مفہوم، ص:۱۱

(۳) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الطهارة، باب صفة وضوء النبی ﷺ حدیث نمبر ۱۱۵، ص: ۲۷

نیز کتاب الصلوٰة، باب إذا كانوا ثلاثة كيف يقومون حدیث نمبر ۱۱۳، ص: ۱۰۰۰

بحث ثانی

طلب حدیث کے لیے محدثین
کا مختلف بلاد وامصار کا سفر

طلب حدیث کے لیے محدثین کا مختلف بلاد و امصار کا سفر

رحلات علمیہ: قبل از اسلام

قبل از اسلام مختلف اغراض و مقاصد کیلئے دور دراز ممالک، علاقوں اور شہروں کا سفر کیا جاتا تھا۔ مثلاً طلب علم، علوم وفنون کا حصول، دین حنیف کی تلاش اور کفر وشرک اور بتوں کی عبادت سے راہ فرار اختیار کرنے کی غرض سے (۱)۔

اسی طرح زید بن عمرو بن نفیل کا واقعہ ہے جو دین حنیف کی تلاش میں شام کی طرف نکلے (۲)۔

رحلات علمیہ: عہد رسالت میں

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں صحابہ کرام مختلف اغراض مثلاً دین و دنیا کے بارے میں شرعی احکام اور تعلیم حاصل کرنے، آپ کی وصیت، خطبہ یا حدیث کو یاد اور محفوظ کرنے اور بعض حوادث اور مشاکل وغیرہ کا حل کروانے کیلئے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے اور شرف لقاء حاصل کرتے تھے۔ اور بعض اوقات قبائل اور وفود متذکرہ اغراض کیلئے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تھے (۳)۔

---

(۱) امام بخاریؒ نے قول باری تعالی ﴿هل أتبعك على أن تعلمنى﴾ الکہف:۱۸/۶۶ (حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ) کیا میں آپ کے ساتھ چلوں، تاکہ آپ مجھے تعلیم دیں) کی تفسیر میں "باب ما ذكر فى ذهاب موسى (عليه السلام) فى البحر إلى الخضر عليهما السلام" ذکر کیا ہے۔ جس کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سفر علم بیان کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس سفر کا سبب یہ تھا کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے وعظ ونصیحت کر رہے تھے۔ تو ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ اس دور کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو انہوں نے کہا میں، تو اللہ تعالی نے بذریعہ وحی انہیں خبر دی کہ دونوں سمندروں (بحر فارس اور بحر روم) کے ملنے کی جگہ پر میرا ایک بندہ رہتا ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی کے اس بندے خضر علیہ السلام سے ملنے کا اشتیاق ہوا (چنانچہ اس سفر میں ان دونوں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کے بعد جو کچھ ہوا قرآن کریم نے ان باتوں کو سورۃ الکہف، آیت نمبر ۶۰ تا ۸۲ میں تفصیلاً بیان کیا ہے)۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما ذكر فى ذهاب موسىٰ فى البحر، حدیث نمبر ۷۴، ص:۱۷

(۲) وہاں ان کی ملاقات ایک یہودی سے ہوئی اور اس سے ان کے دین کے بارے میں پوچھا اور کہا شاید میں تمہارا دین اپنا لوں تو اس یہودی نے کہا تم اس وقت ہمارے دین میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم اللہ کا غضب اپنے حصہ کے مطابق حاصل نہ کر سکو تو زید کہنے لگے میں اللہ کے غضب سے بچنے کے لئے ہی بھاگا ہوں تو اس یہودی نے جواب دیا میرے علم کے مطابق یہ دین حنیف ہی ہو سکتا ہے۔ زید نے کہا دین حنیف کیا ہے؟ اس نے کہا دین ابراہیم ہے جو یہودی اور عیسائی نہیں تھے اور وہ صرف اللہ تعالی کی عبادت کرتے تھے۔ زید وہاں سے نکلے اور ایک عیسائی عالم سے جا ملے، اس نے بھی اسی طرح کہا۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الأنصار، باب حديث زيد بن عمرو، حدیث نمبر ۳۸۲۷، ص:۶۳۲

(۳) حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں: ((نهينا أن نسأل رسول الله ﷺ عن شيئ فكان يعجبنا أن يجئ الرجل من أهل البادية العاقل فيسأله و نحن نسمع))۔ ہمیں کسی چیز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے سے روکا گیا تھا ہم یہ پسند کرتے تھے کہ دیہات سے کوئی عقلمند شخص آئے۔ اور وہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کرے اور ہم سنیں۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً دور دراز علاقوں سے لوگ آتے اور سوال کرتے۔ المسلم، الصحیح، كتاب الإيمان، باب بيان الصلوٰت، حدیث نمبر ۱۰۲، ص:۲۷

صحیح مسلم میں ہے: ((إن رجلا من الأعراب أتى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله أنشدك الله إلا قضيت لى بكتاب الله فقال الخصم الآخر وهو أفقه منه نعم فاقض بيننا بكتاب الله و ائذن لى فقال رسول الله ﷺ قل))

بقیہ اگلے صفحہ پر ......

(ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میرا کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں دوسرے شخص نے جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا کہا جی ہاں ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں اور مجھے بات کرنے کی اجازت بھی دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بات کرو)...... المسلم، الصحیح، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنیٰ، حدیث نمبر ۴۴۳۵، ص: ۷۵۳

اسی طرح ایک اور اعرابی رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر کہتا ہے:

((یا رسول الله إن امراتی ولدت غلاما أسود)) اے اللہ کے رسول! میری عورت نے سیاہ لڑکا جنا ہے۔ المسلم، الصحیح، کتاب اللعان، حدیث نمبر ۳۷۶۸، ص: ۶۵۲

ایک اور شخص جس کا نام ضمام بن ثعلبہ تھا کے بارے میں حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

((بینما نحن جلوس مع النبی ﷺ فی المسجد دخل رجل علی جمل فأناخه فی المسجد ثم عقله ثم قال لهم أیكم محمد و النبی ﷺ متكئ بین ظهرانیهم فقلنا هذا الرجل الأبیض المتكئ فقال له الرجل ابن عبد المطلب فقال له النبی ﷺ قد أجبتك فقال الرجل للنبی ﷺ إنی سائلك فمشدّد علیك فی المسألة فلا تجد علیّ فی نفسك فقال سل عما بدا لك ......))

ہم نبی ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے ایک شخص اونٹ پر سوار ہوئے داخل ہوا اس نے اونٹ کو مسجد میں بٹھایا اور اسے باندھ دیا پھر صحابہؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا تم میں سے محمد (ﷺ) کون ہیں؟ نبی ﷺ سامنے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے، ہم نے کہا یہ سفید آدمی جو ٹیک لگائے ہوئے ہیں چنانچہ اس شخص نے کہا عبدالمطلب کے بیٹے؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے کہا میں نے تمہیں جواب دے دیا ہے، اس شخص نے نبی ﷺ سے کہا میں آپ سے شدت سے سوال کرنے لگا ہوں اس لئے برا نہ منائیے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا تم سوال کرو...... البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب القراءة والعرض علی المحدث، حدیث نمبر ۶۳، ص: ۱۵

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "الجامع الصحیح" میں "باب الرحلة فی المسألة النازلة و تعلیم أهله" کے نام سے باب قائم کیا ہے، اس کے تحت آپ عقبہ بن الحارث کی حدیث لائے ہیں۔

((أنه تزوج ابنة لأبی إهاب بن عزیز فأتته امرأة فقالت إنی قد أرضعت عقبة والتی تزوّج بها فقال لها عقبة ما أعلم أنك أرضعتنی و لا أخبرتنی فركب إلی رسول الله ﷺ بالمدینة فسأله فقال رسول الله ﷺ كیف وقد قیل ففارقها عقبة ونكحت زوجا غیره.))

انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی۔ ایک عورت نے آ کر کہا کہ میں نے اسے اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے۔ عقبہ نے اسے کہا کہ مجھے علم نہیں کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے، اور نہ ہی تم نے مجھے خبر دی ہے۔ چنانچہ عقبہ سفر کر کے مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے اس کے بارے میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا اب تم دونوں کیسے اکٹھے رہ سکتے ہو، حالانکہ تمہارے بارے میں یہ کہا گیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کروا دی، اور اس عورت نے دوسرے مرد سے شادی کر لی۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب الرحلة فی المسألة النازلة، حدیث نمبر ۸۸، ص: ۲۰، امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں "تناوب فی العلم" کے عنوان سے باب قائم کیا ہے اور حضرت عمرؓ بن الخطاب کی حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ((كنت أنا و جار لی من الأنصار فی بنی امیة بن زید وهی من عوالی المدینة و كنا نتناوب النزول علی رسول الله ﷺ ینزل یوماً و أنزل یوما فإذا نزلت جئته بخبر ذلك الیوم من الوحی وغیره وإذا نزل فعل مثل ذلك ...))

میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں امیہ بن زید والوں کی بستی میں رہتے تھے جو مدینہ کے عوالی کی بستیوں میں سے ہے، ہم دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں باری باری حاضر ہوتے تھے ایک دن وہ حاضر ہوتے ایک دن میں حاضری دیتا جس دن میں حاضر ہوتا اس دن کے حالات اور خبریں وحی وغیرہ کی ان کو سناتا اور جب وہ حاضر ہوتے تو وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم باب التناوب فی العلم، حدیث نمبر ۸۹، ص: ۲۰-۲۱

اسی طرح اہل نجد میں سے ایک شخص نے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اسلام کے بارے میں سوال کیے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الإیمان، باب الزكاة من الاسلام، حدیث نمبر ۴۶، ص: ۱۱

انفرادی اشخاص کے علاوہ وفد کی صورت میں بھی بہت سے لوگ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور دینی احکام و مسائل دریافت کیے۔ ان وفود میں وفد عبدالقیس تھا جو آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگے:

((یا رسول الله ﷺ إنا لا نستطیع أن نأتیك إلا فی شهر الحرام و بیننا و بینك هذا الحی من كفار مضر فمرنا بأمر فصل نخبر به من وراء نا وندخل به الجنة......))

رحلات علمیہ: عہد بنوامیہ میں

عہد رسالت کے بعد اسلامی فتوحات کی وجہ سے صحابہ کرامؓ مختلف علاقوں اور شہروں میں پھیل چکے تھے۔ اور اس طرح حدیث رسول کا علم بھی وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

چنانچہ اس دور میں اگر کسی صحابی نے کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ سے براہ راست نہیں سنی۔ تو وہ دور دراز کا سفر کر کے دوسرے صحابی کے پاس پہنچتا۔ اور حدیث کی سماعت کر لیتے تھے۔ یا پھر اگر کتاب اللہ یا کسی حدیث میں کوئی مشکل در پیش ہوتی۔ تو تب بھی وہ اس کے حل کے لئے سفر کی مشقتیں برداشت کرتے تھے۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں:

"لو أعيتني آية من كتاب الله فلم أجد أحداً يفتحها عليّ إلا رجل ببرك الغماد لرحلت إليه" ①

اگر کتاب اللہ کی کسی آیت کو سمجھنا میرے لئے مشکل ہوتا اور مجھے اس کے حل نکالنے کیلئے اگر کوئی شخص برک الغماد میں ملتا۔ تو میں یقیناً اس کی طرف وہاں جاتا۔

اور جب سے فتنہ کا آغاز ہوا۔ اور اس کے نتیجہ میں امت میں گروہ بندی کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو فرقِ باطلہ نے نہ صرف احادیث وضع کیں۔ بلکہ انہیں بکثرت بیان کرنے لگے۔ چنانچہ علمائے امت نے صحیح اور من گھڑت احادیث کے مابین امتیاز کرنے کیلئے دور دراز علاقوں کا سفر کیا حتیٰ کہ انہوں نے ایک ایک حرف کی درستگی کیلئے سفر کی صعوبات برداشت کیں اور صرف حدیث سننے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کی توثیق کرنے کیلئے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور صحابہ کرامؓ سے براہ راست احادیث سنیں۔

ابو العالیہ کا قول ہے:

"كنا نسمع الرواية عن أصحاب رسول الله ﷺ بالبصرة فلم نرض حتى ركبنا إلى المدينة فسمعناها من أفواههم" ②

گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ....

(اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے پاس صرف شہر حرام میں ہی آسکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار کا قبیلہ مضر ہے ہمیں مکمل حکم کے بارے میں بتائیں تا کہ ہم اپنے پیچھے رہنے والے لوگوں کو اس کی خبر دیں اور اس وجہ سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں)۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب أداء الخمس من الایمان، حدیث نمبر ۵۳، ص: ۱۲

حضرت سلمان فارسیؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی ہے۔ جو مجوسیت کو چھوڑ کر دین حق کی طلب میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے مختلف رہبان (Priests) سے پوچھتے ہوئے بالآخر رسول اللہ ﷺ کے پاس جا پہنچے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ابن حنبل، المسند، ص: ۴۴۱/۵ ◉ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ص: ۲۱۴/۱

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ملنے اور مسائل اخذ کرنے کیلئے سفر کیے لیکن انہیں شرف لقاء نہ ہو سکا۔ اور آپ ﷺ تک پہنچ ہی نہیں سکے تھے۔ کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔ ان لوگوں میں زید بن وہب الجہنی ہیں۔ ان کا بیان ہے: "خرجت وأنا أريد رسول الله ﷺ فبلغتني و فاته في الطريق" میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی غرض سے نکلا لیکن مجھے راستہ میں ان کی وفات کی خبر پہنچی۔ ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ص: ۵۴۴/۲

اسی طرح ابو عبداللہ الصنابحی رسول اللہ ا کی ملاقات کی غرض سے نکلے جب مدینہ پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ا وفات پا چکے ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۵/۳

① الخطیب، الرحلۃ فی طلب حدیث، ص: ۱۹۵

② الخطیب، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص: ۴۰۳

ہم بصرہ میں ایک روایت رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ سے سنتے تھے مگر ہم صرف اسی پر راضی نہیں ہوتے تھے۔ جب تک کہ سوار ہو کر مدینہ پہنچ کر خود ان صحابہؓ سے زبانی اس روایت کو سن نہ لیتے۔

اس دور کے حوالے سے حضرات صحابہؓ، تابعین، اور تبع تابعین کے علمی سفر کی بے شمار روایات مصادر سے ملتی ہیں۔

☆ حضرت جابرؓ بن عبداللہ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے، انہیں معلوم ہوا کہ شام میں عبداللہؓ بن اُنیس کے پاس رسول اللہ ﷺ سے مروی ایک حدیث ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت ایک اونٹ خریدا اور اس پر کجاوا کس کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک ماہ کی طویل مسافت کے بعد آپ شام پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں:

((بلغنی حديث عن رجل من أصحاب النبی ﷺ فابتعت بعيرا فشددت عليه رحلی ثم سرت إليه شهراً حتی قدمت الشام فإذا عبداللهؓ بن أنيس الأنصاری فأتيت منزله و أرسلت إليه أن جابراً علی الباب فرجع إلیّ الرسول فقال جابرؓ بن عبدالله فقلت نعم فخرج إلیّ فاعتنقته و اعتنقنی قال قلت حديث بلغنی عنك سمعته من رسول الله ﷺ فی المظالم لم أسمعه أنا منه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ……)) (۱)

نبی ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک شخص کے واسطے سے مجھے ایک حدیث پہنچی، چنانچہ میں نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر اپنا کجاوہ کس کر ایک ماہ تک سفر کرتا رہا یہاں تک کہ شام پہنچا اور عبداللہؓ بن انیس کے گھر آیا اور ایک شخص کو ان کی طرف بھیجا کہ جابرؓ دروازے پر کھڑا ہے۔ چنانچہ وہ قاصد واپس آ کر پوچھتا ہے کہ آپ جابرؓ بن عبداللہ ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ پھر عبداللہؓ بن انیس باہر نکلے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے۔ پھر میں نے پوچھا کہ مجھے آپ کے واسطے سے ایک حدیث پہنچی ہے۔ جسے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مظالم (انسانی حقوق) کے بارے میں سنی تھی۔ اور میں اسے نہیں سن سکا۔ عبداللہؓ بن انیس نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے …………

☆ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو ایک حدیث میں کچھ شک پیدا ہوا، اس شک کو دور کرنے کی غرض سے آپ نے مدینہ سے مصر تک کا سفر کیا اور حضرت عقبہؓ بن عامر کے پاس تشریف لا کر فرماتے ہیں:

((حديث سمعته من رسول الله ﷺ فی ستر المسلم لم يبق أحد سمعه غيری و غيرك قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من ستر مؤمنا علیٰ خزية ستر الله عليه يوم القيامة ……)) (۲)

(۱) البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب الخروج فی طلب العلم، تعلیقاً ص: ۱۸ ◉ ابن حنبل، المسند، ۳/ ۵۵۱
◉ البخاری، الأدب المفرد، ص: ۱۵۸۱ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم و فضلہ، ص: ۱۲۳

(۲) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم و فضلہ، ص ۱۲۳ ◉ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۵۶ ◉ الحمیدی، المسند، حدیث نمبر: ۳۸۴، ص: ۱/ ۱۸۹ ◉ الخطیب، الأسماء المبہمۃ، ص: ۴۴۴

مسلمانوں کی عیب پوشی کے متعلق میں نے ایک حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی اب اس حدیث کے سننے والوں میں میرے اور تمہارے سوا کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ حضرت عقبہؓ بن عامر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا۔ جو شخص کسی مؤمن کی رسوائی پر چشم پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب سے چشم پوشی کرے گا۔

چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ حدیث سنتے ہی اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے آپ نے (مصر میں) اپنا کجاوہ بھی نہ کھولا تھا۔

☆ ایک دوسری روایت میں ہے۔ کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ ایک حدیث کی سماعت کے لئے مصر گئے ①۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حدیث کے ایک حرف کی تصحیح کیلئے سفر کیا②۔

سنن الدارمی میں ایک صحابیؓ کے بارے میں مروی ہے۔ کہ وہ ایک حدیث کی سماعت کیلئے فضالہ بن عبداللہ کے پاس مصر گئے۔ تو انہوں نے خوش آمدید کہا۔ اس صحابی نے کہا، کہ میں تمہاری ملاقات کیلئے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ میں نے اور آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی۔ مجھے امید ہے کہ اس بارے میں تمہیں علم ہوگا③۔

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں ''اگر مجھے کسی صحابیؓ کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اسے نبی اکرم ﷺ کی کوئی حدیث یاد ہے۔ اب اگر میں چاہتا تو انہیں پیغام بھجوا کر بلا لیتا اور وہ مجھے آ کر حدیث سناتا۔ مگر میں خود ان کی طرف جاتا۔ اور اسکے دروازے پر سو جاتا۔ حتیٰ کہ وہ گھر سے باہر آ کر مجھے حدیث سناتے''④۔

✿ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے سفر

☆ سعید بن مسیب فرماتے ہیں:

"إن كنت لأسير الليالي والأيام فى طلب الحديث الواحد" ⑤

میں ایک حدیث کی تلاش میں کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں مسلسل چلتا رہا تھا۔

ایک دوسری روایت میں آپ کا قول یوں منقول ہے:

"إن كنت لأسير ثلاثا فى الحديث الواحد" ⑥

میں ایک حدیث کی خاطر تین دن تک سفر کرتا تھا۔

---

① الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۱/۱۸ ◉ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۵۷
◉ لیکن راجح یہ ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے شام کی طرف سفر کیا، جس طرح سابقہ روایت میں مذکور ہے۔
② الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۵۷
③ الدارمی، سنن الدارمی، باب الرحلۃ، حدیث نمبر ۵۷۱، ص: ۱/۱۳۸ ◉ الخطیب، الرحلۃ فی طلب العلم، ص: ۱۵۲۵۷
④ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۲
⑤ الخطیب، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ۴۰۲ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۳
⑥ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ۲۸

☆ علی بن صالح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے ہیں امام شعبی نے ہمیں ایک حدیث [1] سنائی پھر مجھے کہا:

"خذها بغير شيئ فلقد كان الرجل يرحل فى أدنى منها إلىٰ المدينة" [2]

"اس حدیث کو مفت لے لو، کبھی زمانہ تھا جب ایک شخص صرف ایک حدیث کی خاطر مدینہ کی طرف کوچ کیا کرتا تھا۔"

☆ حسن بصریؒ نے ایک مسئلہ کو جاننے کیلئے بصرہ سے کوفہ تک کا سفر کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

"رحلت إلىٰ كعبؓ بن عجرة من البصرة إلىٰ الكوفة فقلت ما كان فداؤك حين إصابك الأذى قال شاة" [3]

میں نے کعبؓ بن عجرۃ کی ملاقات کیلئے بصرہ سے کوفہ تک کا سفر کیا۔ میں نے (عجرۃ) سے پوچھا بیماری کے موقع پر تم نے کس چیز کا فدیہ دیا تو انہوں نے کہا ایک بکری۔

☆ ابو قلابہ کا قول ہے:

"أقمت فى المدينة ثلاثا ما لى بها حاجة إلا قدم قدوم رجل بلغنى عنه حديث فبلغنى أنه يقدم فأقمت حتى قدم فحدثنى به" [4]

میں نے مدینہ منورہ میں تین دن تک اس لئے قیام کیا کہ مجھے ایک شخص یہاں آنے کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث روایت کرتا ہے۔ چنانچہ وہ شخص آیا، آپ نے اس سے حدیث کے بارے میں پوچھا۔

☆ امام مکحول کا قول ہے:

"أعتقت بمصر فلم أدع بها علما إلا حويته فيما أرى ثم أتيت العراق فلم أدع بها علماً إلا حويت عليه فيما أرى ثم أتيت المدينة فكذلك ثم أتيت الشام فغربلتها" [5]

مجھے مصر میں غلامی سے نجات ملی، اپنے خیال کے مطابق میں نے جلد ہی وہاں کا سارا علم سیکھ لیا۔ پھر عراق اور اس کے بعد مدینہ منورہ آیا تو اپنے خیال کے مطابق ان دونوں جگہوں کا پورا پورا علم بھی حاصل کر لیا پھر میں شام آیا تو یہاں کا چپہ چپہ چھان مارا۔

☆ عبیداللہ بن عدی بن خیار بیان کرتے ہیں۔

"بلغنى حديث عن علىؓ خفت إن مات ألا أجده عند غيره فرحلت حتى قدمت العراق فسألته عن الحديث فحدثنى" [6]

مجھے ایک حدیث حضرت علیؓ کے واسطے سے پہنچی چنانچہ اس خوف سے کہ آپ کی وفات کے بعد میں اس حدیث کو کسی دوسرے شخص کے

---

[1] حدیث یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "جس شخص کی ملکیت کوئی لونڈی ہو اور وہ اچھی طرح سے اسے تعلیم و تربیت دے کر آزاد کر دے اور پھر اس سے نکاح کر لے تو اسے دو اجر ملیں گے اور جو غلام اپنے آقا اور اپنے رب دونوں کے حقوق سے عہدہ براں ہوں اسے دو اجر ملیں گے"۔

[2] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب تعليم الرجل أمة و أهله، حدیث نمبر ۹۷، ص:۲۲

⊛ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص:۱۱۳

[3] الخطیب، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص:۴۰۳

[4] الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۶۸

[5] الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰۸

[6] الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص:۱۳۱

پاس نہ پاسکوں، میں نے سفر کیا حتیٰ کہ میں عراق آیا اور آپ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے مجھے حدیث بیان کی۔

☆ ابوعثمان فرماتے ہیں:

"بلغنی عن ابی هريرةؓ حديث .... فحججت ذلك العام و لم أكن أريد الحج إلا للقائه فی هذا الحديث فأتيت أبا هريرةؓ فقلت يا أبا هريرةؓ بلغنی عنك حديث فحججت العام و لم أكن أريد الحج إلا لألقاك.............." ①

مجھے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث پہنچی چنانچہ میں نے اس سال حج کیا۔ حالانکہ میرا ارادہ حج کرنے کا نہیں تھا، صرف ان سے ملاقات کرنا تھی، تاکہ میں اس حدیث کے بارے میں پوچھ سکوں، چنانچہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس آیا میں نے کہا مجھے آپ سے مروی ایک حدیث ملی ہے۔ اس لئے میں نے اس سال حج کیا، حالانکہ ماسوائے آپ کی ملاقات کے میرا حج کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔

☆ عبداللہ بن الدیلمی ارض فلسطین میں تھے۔ انہیں علم ہوا کہ حضرت عمروؓ بن العاص کے پاس ایک حدیث ہے چنانچہ اس حدیث کے بارے میں پوچھنے کے لئے انہوں نے فلسطین سے طائف تک سفر کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

"بلغنی حديث عن عبدالله بن عمروؓ بن العاص فركبت إليه إلىٰ الطائف أسأله عنه" ②

مجھے حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص سے مروی ایک حدیث پہنچی چنانچہ اس بارے میں ان سے پوچھنے کیلئے میں ان کے پاس طائف کا سفر کیا۔

☆ سعید بن جبیر کا قول ہے:

"آية اختلف فيها أهل الكوفة فرحلت فيها إلىٰ ابن عباسؓ فسألته عنها فقال نزلت هذه الأية ﴿ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم﴾③ فی آخر ما نزل ما نسخها شیئ" ④

اہل کوفہ نے آیت کریمہ ﴿ومن يقتل مؤمنا......﴾ کے بارے میں اختلاف کیا۔ چنانچہ میں رخت سفر باندھ کر حضرت ابن عباسؓ کے پاس پہنچا۔ اور اس آیت کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ آیت ﴿ومن يقتل مؤمنا.......﴾ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے۔ اس آیت کو کسی دوسری آیت نے منسوخ نہیں کیا ہے۔

☆ ابومعشر کوفی کو علم ہوا کہ ابان بن ابی عیاش کے پاس ایک حدیث ہے۔ چنانچہ وہ حدیث کی سماعت حاصل کرنے کوفہ سے بصرہ آئے اور ابان بن ابی عیاش سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

"خرجت من الكوفة إليك إلىٰ البصرة فی حديث بلغنی عنك قال فحدثته به" ⑤

---

① الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص:۱۳۲ ② الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص:۱۳۵

③ النساء:۴/۹۳

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب، حدیث نمبر ۴۵۹۰، ص:۷۸۴

⊛ المسلم، الصحیح، کتاب التفسر، باب فی تفسیر آیات متفرقۃ، حدیث نمبر ۷۵۴۱، ص:۱۳۰۷ ⊛ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص:۱۳۹

⑤ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص:۱۳۸

مجھے خبر پہنچی ہے کہ تمہارے پاس ایک حدیث ہے۔ اس حدیث کو لینے کے لئے میں کوفہ سے تمہارے پاس بصرہ آیا ہوں، ابان کہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کو یہ حدیث بیان کردی۔

☆ بسر بن عبداللہ الحضرمی فرماتے ہیں:

"إن كنت لأركب إلىٰ المصر من الأمصار فى الحديث الواحد لأسمعه" (۱)

میں صرف ایک حدیث کی سماعت کیلئے دور دراز کے شہروں کا سفر کرتا۔ اور جا کر وہ حدیث سنتا۔

☆ عامر بن شراحیل شعبی نے مکہ مکرمہ کی طرف صرف تین احادیث کی خاطر اس امید سے سفر کیا۔ کہ وہاں پر کسی صحابی سے ملاقات ہو جائیگی اور ان سے ان (احادیث) کے بارے میں سوال کر سکوں گا (۲)۔

نیز آپ کا قول ہے:

"لو أن رجلا سافر من أقصى الشام إلىٰ أقصى اليمن ليسمع كلمة حكمة ما رأيت أن سفره ضاع" (۳)

اگر کسی شخص نے شام کے اطراف سے یمن کے کنارے تک صرف ایک حکمت (حدیث) کا کلمہ سننے کے لئے سفر کیا میرا نہیں خیال کہ اس کا سفر ضائع ہو گیا۔

☆ یہ بھی مروی ہے کہ مسروق نے ایک حرف (کی اصلاح) کے لئے سفر کیا (۴)۔

مسروق بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے۔ اس لئے امام شعبی کا بیان ہے۔

"ما علمت أن أحداً من الناس كان أطلب لعلم فى أفق من الأفاق من مسروق" (۵)

میں مسروق سے زیادہ دنیا بھر میں گھوم پھر کر علم حاصل کرنے والا کسی کو نہیں جانتا ہوں۔

☆ کثیر بن قیس کا بیان ہے۔

"كنت جالساً عند ابى الدرداءؓ فى مسجد دمشق فأتاه رجل فقال يا أبا الدرداءؓ أتيتك من المدينة مدينة رسول الله ﷺ لحديث بلغنى أنك تحدث به عن النبى ﷺ ...." (۶)

میں حضرت ابودرداءؓ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا تو آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے ابودرداءؓ! میں مدینہ رسول ﷺ سے ایک حدیث کی غرض سے آیا ہوں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ اس حدیث کو نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

☆ شعبہ بن حجاج بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق سے ایک حدیث سنی۔ جسے وہ عبداللہ بن عطاء سے روایت کرتے ہیں۔ اور

---

(۱) الدارمی، سنن الدارمی، باب الرحلۃ، حدیث نمبر ۵۶۳، ص: ۱/۱۳۹ ◉ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۶۳
خطیب نے 'بسر' کی بجائے 'بشر' کا نام لیا ہے۔ جو بسر سے صحیح ہے۔ اصل میں 'بسر' ہی نام ہے۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۴۳۸
◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۳

(۲) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۱/۱۱۳ (۳) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۱۱۴

(۴) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۱۱۳ (۵) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۱۱۳ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴۹

(۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ۱/۱۲ ◉ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، كتاب السنة، باب فضل العلماء، حدیث نمبر ۲۲۳، ص: ۳۳

وہ عقبہؓ بن عامر سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ "جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، جنت کے جس دروازے سے چاہے، وہ داخل ہو جائے"۔ شعبہ نے ابو اسحاق سے دریافت کیا کہ آپ نے عبداللہ بن عطاء سے سنا ہے جو کہ عقبہؓ بن عامر سے حدیث بیان کرتے ہیں تو ابو اسحاق نے جواب دیا میں نے عبداللہ بن عطاء سے سنا ہے۔ شعبہ نے کہا کیا عبداللہ نے عقبہؓ بن عامر سے سنا ہے؟ ابو اسحاق نے کہا خاموش رہیے۔ شعبہ نے کہا میں خاموش نہیں رہوں گا۔ اس وقت مسعر بن کدام مجلس میں موجود تھے۔ شعبہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے اے شعبہ! عبداللہ بن عطاء مکہ میں زندہ ہیں۔ چنانچہ شعبہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور عبداللہ بن عطاء سے ملاقات کر کے پوچھا کہ اسے وضوء کے بارے میں حدیث کس نے روایت کی ہے؟ عبداللہ بن عطاء نے کہا عقبہ بن عامر نے۔ شعبہ نے عبداللہ بن عطاء سے قسم اٹھوائی کہ کیا تم نے ان سے سنا ہے؟ عبداللہ بن عطاء نے جواب دیا جی نہیں، مجھے سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے۔ شعبہؒ سعد بن ابراہیم سے ملاقات کرنے کیلئے مدینہ چلے گئے اور وہاں جا کر ان سے پوچھا تو سعد نے جواب دیا یہ حدیث تمہارے علاقے سے نکلی ہے۔ مجھے یہ حدیث زیاد بن مخراق نے بیان کی ہے۔ شعبہ بصرہ کی طرف چل پڑے اور وہاں زیاد بن مخراق سے ملاقات کی جس کے چہرے کا رنگ بدل چکا تھا اور کپڑے بوسیدہ اور بال گھنے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا مجھے شھر بن حوشب نے ابو ریحانہ سے بیان کیا ہے۔ شعبہ نے کہا، یہ حدیث پہلے چڑھی اور نیچے اتری، انہوں نے اسے گرا کر رکھ دیا ہے۔ اسکی کوئی اصل نہیں ہے (۱)۔

☆ ھشیم بن بشیر کا قول ہے۔

"كنت أكون بأحد المصرين فيبلغني أن بالمصر الآخر حديثا فأرحل فيه حتى أسمعه وأرجع" (۲)

میں دو شہروں (کوفہ و بصرہ) میں سے کسی ایک میں ہوتا ہوں۔ اور مجھے یہ خبر پہنچتی ہے کہ دوسرے شہر میں (کسی شخص کے پاس) حدیث ہے چنانچہ میں اس شہر کی طرف سفر کرتا ہوں اور وہ حدیث سن کر واپس لوٹ آتا ہوں۔

☆ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ابن المبارک ایک حدیث کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے مرو کا سفر کیا۔ ان کا قول ہے:

"ما وضعت رحلي من مرو إلا لهذا الحديث" (۳)

میں نے مرو (شہر کا نام) سے اس حدیث کیلئے سفر شروع کیا تھا۔

☆ مزید برآں ابن شہاب زہری نے شام کی طرف سفر کیا اور وہاں عطاء بن یزید، ابن محیریز، ابن حیوۃ وغیرہ سے ملاقات کی (۴)۔

☆ یحییٰ بن ابی کثیر نے صحابہؓ کی اولاد سے ملنے کے لئے مدینہ کا سفر کیا۔ اور محمد بن سیرین نے عبیدۃ، علقمہ اور ابن ابی لیلیٰ سے ملاقات کے لئے کوفہ کا سفر کیا۔ اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر کی ملاقات کرنے کے لئے یمامہ کا سفر کیا اسی طرح سفیان الثوری نے یمن کا سفر کیا (۵)۔

---

(۱) ابن حبان، معرفۃ المجروحین من المحدثین، ص: ۱/۷۹ ● الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۶۴

(۲) الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۵۵

(۳) الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۵۵

(۴) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۱

(۵) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۱

بحث ثالث

علم حدیث کی ترویج واشاعت میں خلفائے بنوامیہ کا کردار

علم حدیث کی ترویج واشاعت میں خلفاء بنوامیہ کا کردار

عہد بنوامیہ کے نوے سالہ (۴۱ھ تا ۱۳۲ھ) دور خلافت میں صحابہؓ وتابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے علم حدیث میں شاندار خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے مختلف ذرائع سے حدیث کی ترویج واشاعت کی' احادیث نبویہ کو زبانی اور لکھ کر محفوظ کیا، اس کے لئے علمی مجالس منعقد کیں اور مختلف بلاد وامصار کا سفر کیا اس راہ میں مالی وبدنی ہر قسم کی قربانی دی، تاہم اس حوالے سے خلفاء بنوامیہ کا کردار کسی خاص منظم وباقاعدہ طریقہ سے نہیں ہے۔ البتہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز اس عہد کے پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے علم حدیث کی سرکاری سطح پر تدوین کروائی اور پھر ان کے بعد علم حدیث کی نشر واشاعت میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا گیا اور بہت سارے ذخیرۂ احادیث تحریری صورت میں مدون ہو گئے تھے ①۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد سے قبل بھی خلفاء بنوامیہ نے اپنے اپنے عہد میں علم حدیث کی اشاعت اور ترویج کیلئے کیا کوششیں کیں؟ ان کا ایک طائرانہ جائزہ لینا یہاں مقصود ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس سارے عہد میں علم حدیث کی نشر واشاعت کے لئے انفرادی طور پر کام ہوتا رہا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ خلفاء دیگر حکومتی اقدامات واصلاحات کی طرح دینی علوم وفنون کی سرپرستی فرماتے تھے' حلقۂ درس وتدریس منعقد ہوتے رہے جس میں دور دراز سے علم کی پیاس بجھانے کے لئے طلاب علم شریک ہوتے تھے' لیکن یہاں صرف ان امور وخدمات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ جو علم حدیث کے لئے ممد ومعاون تھے امر واقعہ ہے کہ خلفاء بنوامیہ نے علم حدیث کی ترویج واشاعت میں بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں، مصادر سے ان خلفاء کی اس بارے میں چند ایک مثالیں ملتی ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ اس عہد کے اولین بانی تھے۔ آپ کو کاتب وحی ہونے کا شرف حاصل تھا جس سے ان کی علم دوستی اور اس سے لگاؤ کا پہلو واضح ہوتا ہے۔

امام سیوطی نے نقل کیا ہے "معاویہؓ نے آنحضرت ﷺ سے ایک سو تریسٹھ احادیث روایت کی ہیں" ②

آپ وقتاً فوقتاً اپنے امراء کے نام احادیث کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کرنے کا حکم جاری کرتے تھے اور بعض اوقات مختلف صحابہ کرامؓ سے خاص مسائل واحکام کے بارے میں احادیث لکھ کر ارسال کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی طرف لکھا۔

"أن اكتب إلي بشيئ سمعته من النبي ﷺ فكتب إليه......" ③

نبی ﷺ کی جو احادیث آپ نے سنی ہیں ان میں سے کچھ مجھے لکھ بھیجو چنانچہ انہوں (مغیرہؓ) نے آپ کی طرف احادیث لکھیں۔

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے آزاد کردہ غلام ورآد جو آپ کے کاتب بھی تھے بیان کرتے ہیں کہ جب میں حضرت معاویہؓ کی ملاقات کے لئے ان کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت معاویہؓ یہ حکم جاری کر رہے تھے کہ جو مرویات مغیرہؓ بن شعبہ نے ارسال کی ہیں ان کی پیروی کی جائے ④۔

① تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۰ ② السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۹۳

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزكاة، باب قول الله عزو جل ﴿لا يسئلون الناس إلحافا﴾ حدیث نمبر ۱۴۷۷، ص: ۲۳۰

④ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث: ۱۵

امام شعبہ کا بیان ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ان میں سے بعض (احادیث) مجھے لکھ بھیجو چنانچہ حضرت عائشہؓ نے آپ کو احادیث لکھ بھیجیں (۱)۔

اس طرح حضرت معاویہؓ کے کہنے پر حضرت عائشہؓ نے مناقب عثمانؓ پر احادیث لکھ کر ارسال کیں (۲)۔

مروان نے حضرت اسیدؓ بن حضیر جو یمامہ کے گورنر تھے ان کی طرف خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ حضرت معاویہؓ نے حکم بھیجا ہے کہ جس شخص کی کوئی چیز چوری ہوگئی ہو اور جب وہ چوری پکڑی لی جائے تو اس کی قیمت کا وہ حقدار ہوگا...... (۳)

خلیفہ وقت حضرت امیر معاویہؓ کے حکومتی سطح پر احادیث کے مطابق فیصلے کروانے اور اس پر عمل کرنے کے احکامات اور بعض مسائل کے بارے میں احادیث طلب کرنے کے اقدامات نے علم حدیث کی نشر و اشاعت میں کلیدی کردار ادا کیا ہے مزید برآں حضرت معاویہؓ کی نگرانی میں حضرات صحابہؓ و تابعینؒ کی مساعی جمیلہ سے علم حدیث کے احیاء و بقاء کا بہت بڑا کام مکمل ہوا ہے۔

اس عہد میں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ دوسرے صحابی تھے، جنہوں نے سیاسی امور میں دلچسپی لی جن کا عمر کا بیشتر وقت اسی میں صرف ہوا۔ البتہ عبدالملک بن مروان کے دور میں جب سیاسی استقرار ہوا تو انہوں نے عربی کو بطور دفتری زبان قرار دیا اور عربی رسم الخط کی اصلاح کی، عربی زبان کی اس خدمت کی وجہ سے مقامی لوگوں نے عربی زبان سیکھی جس کا اثر یہ ہوا کہ شمالی افریقہ کے لوگوں کی بھی زبان عربی ہوگئی' فارسی زبان کی ترقی وقتی طور پر رک گئی اور یوں عجمی، عربی دان بن گئے۔ دوسرے اسلامی علوم کے ساتھ علم حدیث کی بھی خوب نشر و اشاعت ہوئی (۴)۔ علاوہ ازیں عبدالملک کا شمار فقہاء مدینہ میں سے ہوتا تھا (۵)۔ حضرت ابن عمرؓ نے لوگوں کو آپ سے مسائل دریافت کرنے کا حکم دیا تھا (۶)۔ نیز کبار تابعین آپ کے علم و فضل کے معترف تھے (۷)۔ انہی خصائص و امتیازات کی بدولت قرآن و حدیث کی تعلیم اور ان علوم کے فروغ کے لئے انہوں نے ذاتی توجہ و انہماک کا مظاہرہ کیا چنانچہ آپ کے اس کے عہد میں مسجد حرام علم کے شائقین کیلئے مرجع خلائق بنی ہوئی تھی اور ان حلقات علمیہ کے شیوخ میں بڑے بڑے نامور محدث تدریس حدیث میں مشغول رہے (۸)۔

ولید بن عبدالملک اور سلیمان بن عبدالملک نے پیشرو حکمرانوں کی طرح علوم کی سرپرستی جاری رکھی۔ عربی گرائمر کی ترویج و ترقی کے لئے بھی سرگرمی سے کام کیا۔ ولید بن عبدالملک اہل علم کا مربی اور قدر دان تھا۔ اس نے علماء و فقہاء کے وظائف مقرر کئے' مختلف مساجد تعمیر کروائیں' رفاہ عامہ کے بے شمار کام کیے۔ انہی اصلاحات اور کارناموں کی وجہ سے علماء و فقہاء نے اس سازگار ماحول میں علم حدیث کی خوب خدمت کی۔ عہد سلیمان کی انہی خیرات و برکات کی بدولت لوگ اسے "مفتاح الخیر" (بھلائی کی کنجی) کے نام سے یاد کرتے تھے (۹)۔

---

(۱) الحمیدی، مسند الحمیدی، ص:۱/۱۳۹
(۲) ابن حنبل، المسند، ص:۶/۸۷
(۳) ابن حنبل، المسند، ص:۶/۳۳۶
(۴) ابن الاثیر، الکامل، ص:۶/۱۹۹
(۵) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۵۱
(۶) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۳/۲۷۶
(۷) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۰
(۸) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۵۱
(۹) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۷۳

لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرات صحابہؓ وتابعین اور تبع تابعین نے علم حدیث کی نشر واشاعت کے لئے جس قدر خدمات سرانجام دی ہیں اس میں کسی نہ کسی طرح خلفاء بنوامیہ کا عمل دخل تھا جنہوں نے حالات وضرورت کے پیش نظر اس طرف بھر پور توجہ دی ہے چونکہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد میں حالات وواقعات کی سنگینی کی بدولت تدوین حدیث کی ضرورت ایک ناگزیر امر بن چکا تھا جس کی وجہ سے اس کی تدوین کا عمل شروع ہو گیا تھا۔ وگرنہ اس سے قبل بھی علم حدیث کی ترویج بوجوہ ہوتی رہی تھی۔

......☆......☆......☆......

فصل ثانی

صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف

بحث اول

صحابہ کرامؓ کے
مجموعہ ہائے حدیث

صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے مجموعہ ہائے احادیث

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حدیث لکھنے کی نہ صرف اجازت دی، بلکہ آپ ﷺ انہیں اس کی ترغیب دیا کرتے تھے (۱)۔ انہی ہدایات کی وجہ سے بعض صحابہ کرامؓ نہایت اہتمام سے احادیث لکھا کرتے تھے، اور متعدد صحابہؓ نے تو آپ ﷺ کی زندگی ہی میں صحائف تیار کر لئے تھے (۲)۔

عہد رسالت کے بعد بالخصوص عہد بنو امیہ میں صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین نے آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کو قید کتابت میں لا کر مختلف مجموعہ ہائے حدیث تیار کر لئے تھے۔

ادوات حدیث:

صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین نے جو مجموعہ ہائے احادیث تحریری طور پر تیار کیے تھے، مصادر میں ان کے بارے میں مختلف الفاظ کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے چند اہم ادواتِ حدیث درج ذیل ہیں:

کتاب، صحیفہ، نسخہ، دفتر، قرطاس، طومار، جزء، کراسۃ، رسالۃ، لوح، مجلّہ، صک، رق، رقعہ

(1) کتاب (Book)

اصطلاحی مفہوم میں لفظ "کتاب" درج ذیل معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

(i) رسالہ یا خط: قرآن کریم میں لفظ کتاب، خط کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت سلیمانؑ اور ملکہ سبأ (۳) کے واقعہ میں حضرت سلیمانؑ نے کہا:

﴿إذهب بكتابي هذا فألقه ....﴾ (۴)

میرا یہ خط لے کر جاؤ اور ان کے سامنے ڈال دو۔

ملکہ سبأ نے خط پڑھنے کے بعد کہا:

﴿يأيها الملؤا إني ألقي إلي كتب كريم﴾ (۵)

اے سرداران قوم! میری طرف ایک اہم خط آیا ہے (۶)۔

---

(۱) کتابت حدیث کے بارے میں دیکھئے صفحہ نمبر ۱۸۰ (۲) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۰۹

(۳) سبأ: صنعاء کے مشرق میں یمن کا ایک شہر جو اب "مارب" کہلاتا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۱۰۷

(۴) النمل: ۲۷/۲۸ (۵) النمل: ۲۷/۲۹

(۶) خط کی درج ذیل دو اقسام ہیں۔

۱) شخصی خط: عہد رسالت میں شخصی خطوط کی بے شمار امثلہ ہیں۔ مثلاً

۱۔ وہ خط جو آپ ﷺ نے سہیل بن عمرو کی طرف بھیجا (الازرقی، أخبار مکہ، ص: ۲/۴۰)۔

۲۔ آپ ﷺ کا ابی بصیر کی طرف خط جس میں آپ ﷺ نے انہیں مدینہ منورہ میں واپس آنے کی اجازت دی تھی (الازرقی، أخبار مکہ، ص: ۲/۴۰)

(ii) کتابچہ (Booklet): لفظ کتاب کا دوسرا اطلاق کتابچہ پر ہوتا ہے۔ مثلاً

ا۔ ۱۰ھ میں جب یمن کا علاقہ نجران فتح ہوا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو اس کا گورنر بنا کر بھیجا اور انہیں حضرت ابی بن کعب سے ایک کتاب (کتابچہ) لکھوا کر دی (۱)۔

(iii) کتاب (Book): لفظ کتاب کا تیسرا اطلاق کتاب پر ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں لفظ کتاب کا متعدد مقامات پر ذکر آیا ہے۔ اکثر و بیشتر اپنے اصلی معنی میں استعمال ہوا ہے (۲)۔ صحابہؓ و تابعین کے ذخیرۂ احادیث میں بھی لفظ کتاب اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے (۳)۔

بقیہ حاشیہ..... ۳۔ حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا وہ خط جس میں انہوں نے قریش کو نبی ﷺ کے مکہ پر حملہ کرنے کی اطلاع دی تھی (البخاری، الجامع الصحیح، كتاب المغازی، باب غزوة الفتح، حدیث نمبر ۴۲۷۴، ص: ۷۲۳)۔

۴۔ بجیر بن زہیر کا اپنے بھائی کعب بن زہیر کو خط جو میں انہوں نے اطلاع دی کہ محمد ﷺ تمہیں تمہاری ہجو گوئی کی بناء پر قتل کریں گے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/ ۲۵۷)

۵۔ قبیلہ غسانہ کے رئیس کا حضرت کعبؓ بن مالک کی طرف خط (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/ ۲۵۸)

ب) تبلیغی و تعلیمی خط: آنحضرت ﷺ نے مدنی دور میں وقتاً فوقتاً تبلیغی و تعلیمی خطوط لکھوا کر مختلف قبائل اور سربراہانِ مملکت کے نام ارسال کیے۔ مثلاً صلح حدیبیہ کے بعد ۷ھ میں آپ ﷺ نے دنیا کے چھ مشہور حکمرانوں کے نام تبلیغی خطوط لکھے اور ان پر اپنی مہر بطور دستخط ثبت فرمائی (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/ ۲۵۹)۔

ا۔ جن میں سے قیصر و کسریٰ کے نام خطوط تھے (البخاری، الجامع الصحیح، كتاب العلم، باب ما يذكر في المناولة، حدیث نمبر ۶۴، ص: ۱۵، ۱۶)۔

۲۔ نجاشی شاہ حبشہ کے نام آپ ﷺ نے دو خط لکھے تھے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/ ۲۵۹)۔

۳۔ اسی طرح مقوقس حاکم اسکندریہ حارث بن شمر غسانی، ہوذہ بن علی الحنفی کے نام خطوط ارسال کیے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/ ۲۵۹)۔

مصادر میں ان تمام خطوط کے تذکرے میں لفظ "کتاب" استعمال ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ کتاب رسالہ یا خط کے معنی میں مستعمل ہے۔

(۱) الدار قطنی، سنن الدار قطنی، ص: ۳/ ۲۰۹

۲۔ حضرت انسؓ بن مالک کے پاس حضرت ابوبکر الصدیق کی املاء کردہ کتاب تھی جو احکام صدقہ پر مشتمل تھی (النسائی، سنن نسائی، كتاب الزكوة، باب زكوة الغنم، حدیث نمبر ۲۴۵۷، ص: ۳۳۹ ◉ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، كتاب الزكوة، باب في زكوة السائمة، حدیث نمبر ۱۵۶۷، ص: ۲۳۰)۔

۳۔ ثمامہ بن عبداللہ بن انس کے پاس ایک کتاب تھی جو انہوں نے اپنے دادا انس بن مالک سے نقل کی تھی جسے حضرت انسؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حاصل کی تھی (البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الزكوة، باب العرض في الزكوة، حدیث نمبر ۱۴۴۸، ص: ۲۳۳)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حضرت علیؓ بن ابی طالب کی کتاب تھی (المسلم، مقدمة الصحيح، حدیث نمبر ۲۲، ص: ۱۰)

ان امثلہ میں کتاب، کتابچہ کے معنی میں ہے۔ کیونکہ ان میں چند امثلہ مخصوص مسائل مثلاً زکوۃ، جزیہ، جہاد وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ دوسرے قوانین و احکام ان میں درج نہیں تھے لہٰذا لامحالہ یہاں کتاب اپنے اصل معنی میں نہیں ہے۔

(۲) فواد عبدالباقی، المعجم المفہرس، ص: ۵۱۷

(۳) ا۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس بہت سی کتب تھیں (الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۸۴ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/ ۲۳۸ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/ ۲۱۶ ◉ ابن القیم، زاد المعاد، ص: ۳/ ۶۱)

۲۔ بشیر بن نہیک نے حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات ایک کتاب میں لکھی تھیں (الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص في كتابة العلم، حدیث نمبر ۴۹۳، ص: ۱/ ۱۳۸ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۲۲۳ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم)۔

۳۔ عبیدة بن قیس (م ۷۲ھ) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/ ۹۳ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۴۵، ۱۶۱)، ابو قلابہ (م ۱۰۴ھ) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/ ۱۳۵ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۱) شعبہ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ) کے ضخیم مخطوطات جنہیں بعد میں کتابی شکل دے دی گئی تھی (الخطیب، تقیید العلم، ص: ۶۳)

ظاہر بات ہے کہ ان امثلہ میں لفظ کتاب رسالہ یا پمفلٹ کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اپنے اصلی معنی میں ہے یعنی کتاب۔

(2) صحیفہ (Manuscript)

صحیفہ کی جمع صحائف اور صحف ہے۔ ہر وہ چیز جس پر کچھ لکھا گیا ہو، صحیفہ کہلاتا ہے اس مناسبت سے ورق کی ایک جانب یعنی صفحہ کو بھی صحیفہ کہتے ہیں ①۔ یہ لفظ قرآن کریم میں کئی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے ②۔ عہد رسالت میں صحیفه المتلمس ③ کا تذکرہ ملتا ہے ④۔

---

① ابن تیمیہ، الشعر والشعراء، ص: ۱/۱۵۲ ◉ ناصر الدین الاسد، مصادر الشعر الجاہلی، ص: ۷۰، ۱۱۳

② مثلاً ☆ نامۂ اعمال: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں نامۂ اعمال کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿و إذا الصحف نشرت﴾ (سورۃ التکویر: ۸۱/۱۰) (اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں گے)
☆ خط، مکتوب، کتاب: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں خط، مکتوب یا کتاب کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بل یرید کل امرئ منهم أن یؤتی صحفا منشرة﴾ (سورۃ المدثر: ۷۴/۵۲) (بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلی کتب دی جائیں)
☆ ورق: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں ورق کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔
فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فی صحف مکرمة﴾ (سورۃ عبس: ۸۰/۱۳) (یہ قرآن کریم) قابل ادب (با عزت) اوراق میں لکھا ہوا ہے)
☆ قرآن: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں خود قرآن کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔
قول باری تعالیٰ ہے: ﴿رسول من الله یتلوا صحفا مطهرة﴾ (سورۃ البینۃ: ۹۸/۲) (اللہ کے رسول (محمد ﷺ جو پاک کلام (قرآن کریم) پڑھتے ہیں)
☆ سابقہ کتب سماویہ: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں گذشتہ انبیائے کرام کے مقدس صحائف اور کتب کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اور دو مرتبہ الصحف الاولیٰ کے نام سے سابقہ کتب سماویہ کے۔
قول باری تعالیٰ ہے: ﴿أولم تأتهم بینة ما فی الصحف الاولیٰ﴾ (سورۃ طٰہٰ: ۲۰/۱۳۳) (کیا آپ ﷺ کی (نبوت سے متعلق) دلائل جو گزشتہ آسمانی کتب میں پائے جاتے ہیں انہیں نہیں پہنچے ہیں)
نیز فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إن هذا لفی الصحف الأولیٰ﴾ (سورۃ الاعلیٰ: ۸۷/۱۸) (بیشک یہ بات گزشتہ صحائف میں موجود تھی)
اور دو مرتبہ صحف موسیٰؑ و ابراہیمؑ کے نام سے آیا ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أم لم ینبأ بما صحف موسیٰ وإبراهیم الذی وفیٰ﴾ (سورۃ النجم: ۵۳/۳۶) (کیا اسے اس بات کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰؑ کے صحف میں ہے اور اس ابراہیمؑ کے صحیفہ میں ہے جس نے (اپنے رب کے ساتھ) وفا کی)
قول باری تعالیٰ ہے: ﴿صحف إبراهیم وموسیٰ﴾ (سورۃ الاعلیٰ: ۸۷/۱۹) (یعنی ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحائف میں)

③ صحیفة المتلمس: عربی ادب میں ایک تلمیح یا ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہوا ہے۔ متلمس ایک شاعر کا نام تھا، اس نے عمرو بن ہند بادشاہ کی ہجو کی، بادشاہ نے ایک خط اپنے عامل کے نام لکھ کر لفافے میں بند کر کے اس کو دیا، اور اسے فلاں عامل کے پاس لے جانے کو کہا، کہ وہ اسے انعام دے گا، جبکہ بادشاہ نے اس خط میں اسے قتل کر ڈالنے کا حکم تحریر کیا تھا۔ متلمس کو راستے میں شک گذرا، اس نے خط کو کھول کر دیکھا، اس نے تحریر پڑھنے کے بعد اس خط کو پھاڑ دیا، تب سے یہ مثل عرب میں مشہور ہے۔
◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۶۳۹

④ حضرت سہلؓ ابن الحنظلیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے جس چیز کا انہوں نے سوال کیا تھا انہیں دے دیا اور حضرت معاویہؓ کو حکم دیا کہ جس چیز کا ان دونوں نے سوال کیا ہے ان کے لئے لکھ دیں۔ اقرع نے اسے لے کر اپنی پگڑی میں باندھ لیا مگر عیینہ نے آپ ﷺ سے کہا: "یا محمد أترانی حاملا إلیٰ قومی کتابا لا أدری ما فیه کصحیفة المتلمس......"
(ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب ما یعطی من الصدقه، حدیث نمبر ۱۶۲۹، ص: ۲۴۲) (اے محمد ﷺ! میں اپنی قوم کی طرف جو خط لے کر جا رہا ہوں مجھے نہیں معلوم اس میں کیا ہے؟ کہیں یہ متلمس کے صحیفہ کی طرح تو نہیں ہے......)

مزید برآں مصادر میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کے صحیفہ ①، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے الصحیفہ الصادقہ ②، حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے صحیفہ ③ اور صحیفہ عمرو بن حزم کا تذکرہ ملتا ہے ④۔ نیز صحابہؓ و تابعین کے عہد میں بھی بے شمار صحائف کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثلاً ہمام بن منبہ کا الصحیفة الصحیحة ⑤، حسن بصری کا صحیفہ ⑥۔

* صحیفہ کے اطلاقات

سیاق و سباق کے اعتبار سے لفظ 'صحیفہ' درج ذیل مختلف معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

۱۔ ورق یا رسالہ ⑦

۲۔ چند اوراق ⑧

۳۔ نوٹ بک، ڈائری، مسودہ ⑨

---

① اس صحیفہ کا تذکرہ صحیح بخاری میں نو مقامات پر ملتا ہے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب کتابة العلم، حدیث نمبر ۱۱۱، ص: ۲۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۳۳۷

② ابن الاثیر، اسد الغابة، ص: ۳/۲۳۳ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۲ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶۷ ◉ الذھبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۳۹

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۵۳ ◉ الذھبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۱۱۶

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۶۷ ◉ ابن حجر، تلخیص الحبیر، ص: ۴/۱۷ ◉ النسائی، سنن النسائی، کتاب الزکوٰة، باب زکوٰة الغنم، حدیث نمبر ۲۴۵۷، ص: ۳۳۹

⑤ البخاری، الکنیٰ والاسماء، ص: ۳۳ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۳۱ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۷/۲۰۲۔

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۱۶ ◉ الدارمی، السنن، ص: ۱/۱۳۱ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۳

⑦ ۱۔ قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب سے جو بائیکاٹ کیا تھا، اس بائیکاٹ کی دستاویز کو انہوں نے ایک صحیفہ میں لکھا تھا (ابن ہشام، السیرة، ص: ۲۳۰ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۱۳۸ ◉ ابن القیم، زاد المعاد، ص: ۲/۴۶ ◉ المبارکفوری، الرحیق المختوم، ص: ۱۵۸)۔

۲۔ ابن سعد نے ایک صحیفہ کا ذکر کیا ہے، جس میں صرف ایک حدیث (حدیث یہ تھی: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من "سن سنة حسنة فله أجرها----" ابن ماجہ، السنن، کتاب السنة، باب من سن سنة، حدیث نمبر ۲۰۳، ص: ۳۱) تھی (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۱۷)۔

۳۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا ہے جس نے لکڑی میں سوراخ کر کے اس میں ہزار درہم اور ایک صحیفہ رکھ کر اپنے مدین (قرض خواہ) کی طرف ارسال کیے (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الکفالة، باب الکفالة فی القرض، حدیث نمبر ۲۲۹۰، ص: ۳۶۵)

⑧ ۱۔ قریش مکہ اور رسول اللہ ﷺ کے مابین حدیبیہ کے مقام پر جو صلح ہوئی تھی اس کی دفعات ایک صحیفہ میں لکھی گئی تھی (ابن ہشام، السیرة، ص: ۱/۳۳۲، ۳۹۷ ◉ الواقدی، المغازی، ص: ۳۸۸)

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ آنے کے بعد یہود کے ساتھ جو معاہدہ (میثاق مدینہ) کیا تھا، اس کی دفعات ایک صحیفہ میں لکھی گئی تھیں (ابن ہشام، السیرة، ص: ۱/۵۰۳)

۳۔ آپ ﷺ نے جب حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت علاء الحضرمیؓ کو جب ہجر کے مجوسیوں کے پاس بھیجا تو انہیں ایک صحیفہ دیا جس میں زکوٰة و عشر کے احکام تھے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۶۳)۔ اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل اور مالکؓ بن مرارة کو جب اہل یمن کی طرف بھیجا انہیں ایک صحیفہ میں زکوٰة اور دوسرے احکام سے متعلق ہدایات لکھ کر دی تھیں (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۶۴)۔

ان تمام امثلہ میں "صحیفہ" "چند اوراق" کے معنی میں ہے۔

⑨ ۱۔ سعید بن جبیر کے بارے میں مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس آتے، اور ان کے سامنے اپنے صحیفہ (یعنی نوٹ بک) میں لکھتے، جب وہ ختم ہو جاتا تو اپنے جوتے اور ہتھیلی پر لکھ لیتے، پھر گھر جا کر اس کی نقل کر لیتے (الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۵۰۱، ص: ۱/۱۳۹ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۱۷۹)

۲۔ ابن شہاب زہری کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ مختلف علماء کے حلقہ درس حدیث میں شریک ہوتے تو ان کے پاس تختیاں اور نوٹ بک ہوتی تھی جو کچھ آپ سنتے تھے اسے لکھ لیتے تھے (الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۱۰۹)

۳۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حجرؓ بن عدی نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ روشندان سے صحیفہ لاؤ چنانچہ غلام نے انہیں صحیفہ لا کر دیا جس سے انہوں نے ایک حدیث جو حضرت علیؓ سے مروی تھی پڑھ کر سنائی (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۱۵۴)

۴۔ وسیع وعریض مخطوطات، کتاب ①

۵۔ قرآن کریم ②

(3) نسخہ (Prescription)

محدثین کے نزدیک "نسخہ" کی اصطلاح کتاب پر بولی جاتی ہے۔ خواہ کتاب چھوٹی ہو یا بڑی۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

"إن علماء الحديث كان لديهم نسخ شهيرة كل منها تحتوي على أحاديث" ③

علماء حدیث کے پاس مشہور نسخے تھے ان سے ہر ایک نسخہ میں بہت سی احادیث تھیں۔

مثلاً خصیف بن عبدالرحمٰن الجزری (م ۱۳۷ھ) ④، سہیل بن ابی صالح (م ۱۳۸ھ) ⑤، ابان بن تغلب الکوفی (م ۱۴۱ھ) ⑥، ابراھیم بن ابی یحییٰ الأسلمی (م ۱۸۴ھ) ⑦ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے پاس بہت سے نسخے تھے۔

ان روایات میں نسخ سے مراد کتب یا صحیفہ ہے جو کوئی محدث اپنی یادداشت کے لئے تحریر کرتا تھا۔ محدثین کا اصل اعتماد انہی نسخوں اور صحیفوں پر ہوتا تھا۔

---

① صحیفہ سے مراد وہ وسیع وعریض مخطوطات بھی ہیں جن میں قرآن وحدیث یا کوئی دوسرا مواد لکھا جاتا تھا۔

۱۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کے اسلام لانے کے واقعہ میں مذکور ہے کہ جب آپ اپنی بہن فاطمہؓ اور بہنوئی کے گھر داخل ہوئے تو وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے اور یہ قرآن کریم ایک صحیفہ میں لکھا ہوا تھا (ابن الجوزی، تاریخ عمرؓ، ص:۶)۔

۲۔ صحیفہ عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک ہزار احادیث تھیں (ابن الأثیر، أسد الغابة، ص: ۳/۲۳۳)۔ صحیفہ ہمام بن منبہ میں ڈیڑھ سو کے قریب احادیث تھیں (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۱۶)۔

۳۔ حضرت ابوسعیدؓ خدری جو کتابت کے قائل نہیں تھے، انہوں نے ایک بار اپنے تلامذہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "لا نكتبكم شيئاً أتجعلونه مصاحف تقرأونها..." (الخطیب، تقیید العلم، ص:۳۶ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۶۳) ہم تمہیں کوئی چیز نہیں لکھوائیں گے، کیا تم پڑھنے کے لئے مصاحف بنانا چاہتے ہو؟...... آپ کے اس قول میں مصاحف، "کتاب" کے معنی میں ہے۔

۴۔ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم میں ایک باب مقرر کیا ہے: "باب كراهية كتابة العلم وتقييده في الصحف" (ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۶۳) (علم کو لکھنے اور اسے کتاب میں تحریر کرنے کی کراہت کے بارے میں باب)۔ یہاں صحف سے مراد کتاب ہے۔

② ۱۔ حضرت زیدؓ بن ثابت کے بارے میں مروی ہے آپ فرماتے ہیں۔ "نسخت الصحف في المصاحف......" (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد، باب قول الله عزوجل ﴿من المؤمنين رجال صدقوا ما عهدوا الله عليه......﴾، حدیث نمبر ۲۸۰۷، ص:۴۶۵) (میں نے صحف (قرآن) کو مصاحف میں نقل کیا)

۲۔ حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد عمرؓ کے پاس صحف (قرآن کریم) تھا (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث نمبر ۴۹۸۶، ص:۸۹۳)۔

۳۔ حضرت عثمانؓ نے أم المؤمنین حفصہؓ کو حکم دیا کہ جو تمہارے پاس صحف ہیں وہ مجھے ارسال کرو چنانچہ حضرت حفصہؓ نے اسے حضرت عثمان کی طرف بھیجا (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث نمبر ۴۹۸۷، ص:۸۹۳)۔

③ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۱ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۳۳

⑤ الذھبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۲۴۳ ⑥ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۳۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۹۳

⑦ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۷۸ ◉ الذھبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۹

مصادر سے مختلف اقسام کے درج ذیل نسخ کا تذکرہ ملتا ہے①۔

لیکن ان نسخوں کے حجم (volume) کے بارے میں مصادر میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے۔

بعض اوقات "نسخه"، صحیفہ کے معنی میں یعنی اس کے مترادف کے طور پر بھی استعمال ہوا ہے②۔

(4) دفتر (Register)

لفظ دفتر فارسی کلمہ ہے جو عربی میں استعمال ہوا ہے۔ جبکہ الصولی نے بیان کیا ہے کہ دفتر عربی زبان سے مشتق ہوا ہے③۔

جبکہ ابن درید کہتے ہیں:

"لا يعرف لكلمة مصدراً لإشتقاقها" ④ (مشتق کی بناء پر اس کلمہ کا مصدر معروف نہیں)

مصادر سے لفظ "دفتر" کے مختلف اطلاقات ملتے ہیں⑤۔

---

① ا۔ نسخہ: مثلاً نسخہ عقبہ بن ابی الحسناء (الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۸۵)، نسخہ ابراہیم بن ہدبہ (الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۹) نسخہ مطرف بن عبدالرحمٰن (الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۶۸)

۲۔ نسخہ کبیرۃ: مثلاً نسخہ سمرۃؓ بن جندب (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۱۵ ◉ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۴/۱۹۸) نسخہ علی بن یزید (ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۷/۳۹۶) نسخہ عبدالحمید بن ابی اویس (الذھبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۲۸۷)۔

۳۔ نسخہ موضوعہ: مثلاً نسخہ بشر بن حسین الاصفہانی (الذھبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۳۱۶) نسخہ عبید بن قاسم (الذھبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۲۱ ◉ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۷/۳۷) نسخہ محمد بن عبدالرحمٰن البیلمانی (ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۹/۲۹۴)۔

۴۔ نسخہ صالحہ: مثلاً نسخہ ابن وہب (ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۱/۲۰۹)۔

۵۔ نسخہ مشہورہ: مثلاً نسخہ ہمام بن منبہ (الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۹۵)۔

۶۔ نسخہ طویلہ: مثلاً نسخہ معروف بن حسان (الذھبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۱۴۳)۔

۷۔ نسخہ مستقیمہ: مثلاً نسخہ عبداللہ بن خراش (ابن حبان، الثقات، ص:۶۲۳)۔

② مثلاً ا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے مجموعہ حدیث کو نسخہ (ابوعبید، الاموال، ص:۳۹۳ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۱، ۳۸۹) اور صحیفہ دونوں سے موصوف کیا گیا ہے (ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۹۰ ◉ الذھبی، تاریخ الاسلام، ص:۵/۱۱)۔

۲۔ صحیفہ ہمام بن منبہ (ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۱/۳۱۶) کو نسخہ ہمام کے نام سے بھی موصوف کیا گیا ہے (الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۹۵)۔

۳۔ ابن وہب کے مجموعہ حدیث کو صحیفہ اور نسخہ دونوں سے موصوف کیا گیا ہے (ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۹/۲۲۵، ۳۱۵۔۱۱/۲۳۳)۔

اس سے معلوم ہوا کہ نسخہ، کتاب اور صحیفہ دونوں معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

③ الصولی، أدب الکتاب، ص:۱۰۸ ④ ابن درید، جمہرۃ اللغۃ، ص:۳۷

⑤ "دفتر" کے مختلف اطلاقات درج ذیل ہیں۔

ا۔ رجسٹر، قدیم دستاویزات

ا۔ امام زہریؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے حکم سے احادیث کی تدوین کی اور انہیں دفاتر میں لکھ کر مختلف صوبوں کی طرف بھیجا (ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۶)۔

۲۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ امام زہری کچھ لوگوں کے ہمراہ حجاج بن یوسف کے ساتھ حج کے ارادے سے جا رہے تھے، راستہ میں حجاج نے اپنے ساتھیوں سے کہا "تم سب چاند کی طرف دیکھو کیونکہ میری نگاہ کمزور ہے" چنانچہ اس دوران نوفل بن مساحق نے کہا کہ کیا تمہیں اس (نگاہ کی کمزوری) کی وجہ معلوم ہے؟ پھر کہنے لگا اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومتی دفاتر کی قرأت نے حجاج کی نگاہ ضعیف کر دی ہے (الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۴۰)۔ کیونکہ حجاج ٹیکس کے دفاتر بڑی توجہ سے خود پڑھا کرتا تھا (البلاذری، فتوح البلدان، ص:۲۹۸ ◉ الجہشیاری، الوزراء، ص:۳۸ ◉ ابن عبدربہ، العقد الفرید، ص:۴/۲۵۵)۔

(5) قرطاس (Seperate Sheet)

قرطاس کا معنی ورق یا ایک قسم کا پودہ جس کی چھال کو قدماء مصر کتابت کے لئے استعمال کرتے تھے ①۔

قرآن کریم میں قرطاس کا لفظ مفرد (قرطاس) اور جمع (قراطیس) دونوں استعمال ہوئے ہیں ②۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۴.....

۳۔ ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ کیسان نے علم حدیث چار طرق سے لکھا ہے کہ وہ اپنی عقل میں غیر معقول علم یاد کرتا ہے۔ پھر وہ علم جسے اس نے حافظہ میں محفوظ نہیں کیا، اسے الواح (تختیوں) میں لکھتا ہے، پھر تختیوں سے دفتر میں منتقل کرتا ہے پھر دفتر سے علم پڑھتا ہے (السمعانی، أدب الاملاء، ص:۹۲)۔

۲۔ کتاب

ا۔ مکحول الشامی نے عبیداللہ بن عبید کو ایک دفتر (کتاب) دی، جو احادیث احکام پر مشتمل تھی اور انہوں نے اس دفتر سے روایت کرنے کی اجازت بھی دے دی تھی (الخطیب، الکفایہ ص:۳۵۸)۔ اسی طرح ہشام بن عروۃ نے یحیٰی بن زبیر کو احادیث نقل کرنے کے لئے ایک دفتر (کتاب) دی تھی۔ (الخطیب، الکفایہ ص:۳۶۰)

۲۔ عمرو بن العلاء (۱۵۴ھ) کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس اتنی مقدار میں دفاتر (کتب) تھی جو ان کے کمرے کی چھت تک پہنچی تھی (الجاحظ، کتاب الحیوان، ص:۱/۶۰ ◉ الحموی، معجم الأدباء، ص:۴/۲۱۷)۔

۳۔ ابن المقفع (۱۴۲ھ) نے "کلیله و دمنه" کے أصول میں لفظ دفتر اور کتاب دونوں ذکر کیے ہیں (ابن الندیم، الفہرست، ص:۱۱۸ ◉ المسعودی، مروج الذھب، ص:۸/۲۹۱ ◉ الجاحظ، رسائل الجاحظ، ص:۱۴۴)۔ علاوہ ازیں شعراء نے بھی دفتر سے کتاب مراد لیا ہے۔

ابوالحسن القاری الفقیہ کہتے ہیں:

أنست إلى التفرد طول عمری   فمالی فی البریة من أنیس

جعلت محادثتی و ندیم نفسی   وأنسی دفتری بدل الجلیس (الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۴۴)

(میں عرصۂ دراز تک تنہائی کی طرف مانوس رہا، مخلوق میں میرا کوئی دوست نہیں تھا۔ میں اپنے نفس کو اپنا دوست بنا کر اس سے ہم کلام ہوا، چنانچہ دوست کی جگہ میں اپنی کتاب سے مانوس ہوا)

۳۔ رسالہ، کتابچہ

ا۔ حاجی خلیفہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب "السیر الکبیر" کو ساٹھ دفاتر میں لکھ کر خلیفہ منصور کو پیش کی گئی (حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص:۲/۱۰۱۴)۔

۲۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق امام زہری کے دفاتر کو لاد کر کے ولید ثانی کے مکتبہ میں لایا گیا (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲/۱۳۶)۔

۳۔ عبدالحکم بن عمرو کے مکتبہ میں ہر قسم کے موضوع سے متعلق دفاتر تھے (الاصفہانی، الأغانی، ص:۴/۵۲)۔ اسی طرح معاویہؓ کے مکتبہ میں قبل از اسلام کی تاریخ اور شعر کا ایک دفتر تھا (المسعودی، مروج الذھب، ص:۳/۳۰)۔

① ناصر الدین أسد، مصادر الشعر الجاہلی، ص:۹۱

② ا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ولو نزلنا علیك كتباً فی قرطاس فلمسوه بأیدیهم —﴾ (سورۃ الأنعام:۶/۷) (اور اگر ہم آپ پر کاغذ پر لکھی ہوئی کوئی کتاب نازل کرتے جسے وہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھوتے)

۲۔ اور قول باری تعالیٰ: ﴿قل من أنزل الكتب الذی جاء به موسیٰ نوراً وهدی للناس تجعلونه قراطیس تبدونها وتخفون كثیراً —﴾ (سورۃ الأنعام:۶/۹۱) (آپ کہہ دیجئے کہ وہ کتاب کس نے اتاری تھی؟ جسے موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت کا ذریعہ تھی، تم نے اس کے کچھ اوراق بنا رکھے ہیں جنہیں ظاہر کرتے ہو اور اس کا زیادہ حصہ چھپاتے ہو)

صدرِ اسلام میں قرآن اور حدیث قرطاس (کاغذ) پر لکھے جاتے تھے (۱)۔

"قرطاس" کتاب کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے (۲)۔

(6) طومار (Register)

قرطاس اور رجسٹر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت شمغون الأنصاریؓ کے بارے میں منقول ہے۔

"وهو أول من طوى الطومار وكتب فيه مدرجا مقلوبا" (۳)

آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بڑے بڑے رجسٹر مکمل کیے اور اس میں مدرج اور مقلوب احادیث لکھیں۔

(7) جزیا اجزاء (Volumes)

ادب حدیث میں لفظ "جزء" حصہ، قسم، گروہ وغیرہ کے لئے استعمال ہوا ہے (۴)۔

نبی کریم ﷺ نے بھی لفظ جزء کو حصہ، قسم کے معنی میں استعمال کیا ہے (۵)۔

چنانچہ لفظ جزء یا اجزاء سے احادیث کا مجموعہ مراد ہے (۶)۔

محدثین نے لفظ جزء کے مذکورہ معنی کا اعتبار کرتے ہوئے انہوں نے اپنی کتب کو اس (جزء، اجزاء) سے موسوم کیا (۷)۔

---

(۱) ابن ابی داؤد سجستانیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قرآن کریم کو قراطیس میں جمع کیا تھا (السجستانی، المصاحف، ص: ۹)۔
حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ قراطیس پر لکھی ہوئی احادیث پائیں، اور ان سے غزوہ قسطنطنیہ سے متعلق احادیث ہیں (ابن عبدالحکم، فتوح مصر، ص: ۲۵٦ ⊙ ابن حنبل، المسند، حدیث نمبر ٦٦۴۵، ص: ۱۰/۱۷۲)

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خالدؓ بن ولید نے اہل سوریا کے لئے معافی نامہ کا وثیقہ قراطیس پر لکھا تھا (البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۲۸)

(۲) مثلاً مقولہ ہے: "بئس مستودع العلم القراطيس" (السجستانی، المصاحف، ص: ۹ ⊙ البلاذری، انساب الأشراف، ص: ۱/۲۲) (کتب کی طرف منتقل علم کرنا بہت بُرا ہے)

(۳) ابن حجر، الإصابة، ص: ۲/۱۵٦

(۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ قول باری تعالیٰ ﴿الذين جعلوا القرآن عضين﴾ (سورۃ الحجر: ۱۵/۹۱) (جنہوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کردیا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "هم أهل الكتاب جزؤه أجزاء فآمنوا ببعضه وكفروا ببعضه" (ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب من يعطى من الصدقة، حدیث نمبر ۱٦۳۰، ص: ۲۳۲) (ان سے مراد اہل کتاب ہیں جنہوں نے اپنی کتاب کو کئی حصوں اور اجزاء میں تقسیم کردیا بعض اجزاء کے ساتھ وہ ایمان لے آئے اور بعض کا انکار کردیا)۔

(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((قرأت جزءا من القرآن)) (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ عزوجل ﴿الذين جعلوا القران عضين......﴾، حدیث نمبر ۴۷۰۵، ص: ۸۱۲) (میں نے قرآن کا ایک جزء (حصہ) پڑھا ہے)۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ((فجزأها ثمانية أجزاء......)) (ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب شهر رمضان، باب تحزيب القرآن، حدیث نمبر ۱۳۹۲، ص: ۲۰۸) (اللہ تعالیٰ نے صدقات کے مصارف کو آٹھ اجزاء میں تقسیم کیا ہے)

(٦) مثلاً ابن جریج کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ سے دس سے کچھ زائد اجزاء کی (مقدار میں) ان سے روایت کرنے کی اجازت لی تھی (الرازی، علل الحدیث، ص: ۱/۳۳)۔

(۷) مثلاً علامہ الواقدی کی کتاب "المغازی" کا مخطوطہ جو ایک سو چھیانوے اوراق پر مشتمل تھا، اور کئی اجزاء پر تقسیم کیا گیا تھا وہ جزء کے نام سے مشہور و معروف ہے (الواقدی، مقدمۃ المغازی، ص: ۵)

اسی طرح امام دارقطنی کا اصلی مخطوطہ جس کا نام علل الحدیث ہے وہ جزء کے نام سے معروف ہے (الخطیب، الكفاية، ص: ۳۵۳)

مصادر سے جزء یا اجزاء کے حجم کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے البتہ کتاب کا حصہ، رجسٹر یا کاپی یا ایک عریض (چوڑا) ورق پر اس کا اطلاق ہوا ہے ①۔

بعدازاں جزء سے مختلف معانی مراد لئے گئے ②۔

(8) کراسة (Diary/Notebook)

کراسة کی جمع کراسات اور کراریس آتی ہے۔ جو درج ذیل میں استعمال ہوتا ہے:

۱۔ کتاب کا جزء ③

۲۔ پمفلٹ ④

۳۔ کاپی، یادداشت ⑤

(9) رسالۃ (Letter)

لفظ رسالہ کوئی خاص موضوع، خط اور کتاب کے معنی میں مستعمل ہے۔ زید بن جندب کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس ایک رسالہ تھا جس میں صرف فرائض (میراث) کے بارے میں احادیث تھیں ⑥۔

حضرت سمرہؓ بن جندب نے احادیث کا ایک رسالہ اپنے بیٹوں کے لئے تالیف کیا تھا۔

---

① اس معنی کا اطلاق اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ سفیان بن سعید ثوری کے بارے میں منقول ہے کہ "انہوں نے ایک ہزار اجزاء کو پھاڑ کر ہوا میں اڑا دیا" (الحموی، معجم الادباء، ص: ۵/۳۸۹)۔

② ۱۔ جزء سے مراد وہ کتابچہ ہے جس میں کسی ایک راوی کی احادیث جمع کر دی گئی ہوں جیسے جزء حدیث ابی بکرؓ و جزء حدیث عمرؓ۔

۲۔ یا کسی خاص حدیث کی اسانید پر بحث کی گئی ہو جیسے حافظ ابن رجب کی اختیار الأولیٰ فی حدیث اختصام الملاء الأعلیٰ۔

۳۔ یا کسی خاص موضوع سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہوں جیسے امام بخاری کی جزء خلف الإمام اور جزء رفع الیدین فی الصلاۃ۔

۴۔ یا احادیث سے متعلق فوائد جمع کیے گئے ہوں جیسے الوحدنیات الثنیات (الأعظمی، معجم، ص: ۱۴ ® سہیل حسن، معجم، ص: ۶۰)

③ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج نے ابان بن ابی عیاش (م ۱۳۸ ھ) کے کراسۃ (کتاب) حدیث کو آپ کے پاس لائے اور ان سے حدیث روایت کرنے کی اجازت چاہی جس کی آپ نے انہیں اجازت دے دی (الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۴۰)۔

④ خلیفہ بن موسیٰ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں غالب بن عبیداللہ کے پاس آیا انہوں نے مجھے املاء کروائی "حدثنی مکحول"، کہ اچانک انہیں قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ باہر چلے گئے، چنانچہ میں نے کراسۃ میں دیکھا، اس میں حدثنی ابان عن أنس، و أبان عن فلان چنانچہ میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور ان سے حدیث لکھنی چھوڑ دی (المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۳۱، ص: ۱۳)۔

⑤ ضحاک بن مزاحم سے مروی ہے: "لا تتخذوا الأحادیث کراریس ککراریس المصحف (الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۹، ۴۷) (قرآن کریم کی طرح احادیث کے لئے کاپیاں نہ بناؤ)۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ ہمزہ کا کراسۃ احادیث میں بہت سی احادیث تھیں جسے عبداللہ بن جعفر نے ان سے نقل کیا (ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص: ۵/۱۷۴)۔

ان امثلہ میں لفظ کراسۃ اپنے معانی میں دلالت کرتا ہے۔

⑥ البیہقی، سنن البیہقی، ص: ۶/۲۳۸۔

ابن سیرین فرماتے ہیں:

"فی رسالة سمرة إلى بنيه علم كثير" [1]

سمرہؓ کا اپنے بیٹوں کی طرف جو رسالہ بھیجا تھا اس میں علم کثیر پایا جاتا ہے۔

اور یہ رسالہ ان کے بیٹے سلمان کے پاس تھا [2]۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ خاصا بڑا تھا کیونکہ حافظ ابن حجر نے متعدد مقامات سے اسے نسخه کبیرة کہا ہے [3]۔

(10) لوح، الواح (Slides)

قرآن کریم میں لفظ لوح مفرد اور جمع دونوں استعمال ہوئے ہیں مفرد کا استعمال صرف لوح محفوظ کے لئے ہے [4]۔ اور جمع کا استعمال تختیوں کیلئے ہوا ہے [5]۔

حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ تختیوں پر لکھا کرتے تھے [6]۔

امام زہری کے بارے میں علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ وہ دروس میں تختیاں اور کاغذ لے کر حاضر ہوتے تھے [7]۔

(11) رقعہ (Letter)

رقعہ، ورق اور پیوند (کپڑے کا ٹکڑا) وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس اسود بن شیبان کی احادیث ایک رقعہ پر لکھی ہوئی تھیں [8]۔

عثمان بن صالح [9] اور محمد بن یحییٰ الذہلوی کا مجموعہ احادیث اسی رقعہ پر تحریر تھیں [10]۔

---

① ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص: ۲۳۶/۴ ◉ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۱۰۶۳

② ابوداؤد، سنن ابی داؤد، كتاب الصلوٰة، باب اتخاذ المساجد، حدیث نمبر ۴۵۶، ص: ۷۷

③ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص: ۲۹۶/۲، ۱۹۸/۴، ۲۳۶/۴

④ البروج: ۲۲/۸۵

⑤ ﴿وكتبنا له فی الألواح﴾ (الأعراف: ۱۴۵/۷) (اور ہم نے ان (موسیٰ علیہ السلام) کے لئے تختیوں میں لکھ دیا)۔

﴿ و ألقى الألواح ﴾ (الأعراف: ۱۵۰/۷) (اور انہوں (موسیٰ علیہ السلام) نے تختیوں کو پھینک دیا)۔

﴿ولما سكت عن موسىٰ الغضب أخذ الألواح﴾ (الأعراف: ۱۵۴/۷) (اور جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ دور ہوا تو تختیوں کو اٹھالیا)۔

﴿و حملنه على ذات ألواح ودسر﴾ (القمر: ۱۳/۵۴) (اور ہم نے انہیں (نوح علیہ السلام) کو تختوں اور کیلوں سے بنی ایک کشتی پر سوار کیا)۔

پہلی تین آیات کریمہ میں الواح تختیوں کے معنی میں استعمال ہوا جو گزشتہ زمانہ میں لکھائی کے کام آتی تھیں۔ جبکہ موخر الذکر "الواح" سے مراد وہ تختے ہیں جو کشتی بنانے کے کام آتے تھے۔ عہد رسالت اور بعد کے ادوار میں بھی الواح لکھنے کے لئے استعمال ہوتی تھیں۔

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۲۳/۲

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۷/۱

⑧ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۱۲/۳

⑨ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۶۸

⑩ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۶۸

(12) مجلہ (Magazine)

مجلہ، رسالہ اور مگزین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا مجموعہ احادیث ''مجلات'' کے نام سے معروف تھا①۔

(13) صک (Document)

صک، وثیقہ، دستاویز، چارٹر وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا مجموعہ احادیث "صکوک" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے②۔

صحابہؓ اور تابعین اور تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث کے بارے میں مذکورہ بالا ادوات کتابت کا تذکرہ مصادر سے ملتا ہے۔

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ نے اپنے مقالہ میں تقریباً ۵۲ صحابہ کرامؓ اور ۹۹ تابعین، ۲۵۲ صغار تابعین اور تبع تابعین کا ذکر کیا ہے، جن کے پاس نوشتہ حدیث موجود تھا یا ان کے تلامذہ نے ان سے احادیث لکھیں③۔

راقم الحروف نے اس مقالہ سے استفادہ کرتے ہوئے صحابہؓ، تابعین و تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث کا مکمل تعارف کروایا ہے۔ لیکن ان کی ترتیب وطریقہ کار میں درج ذیل تبدیلیاں زیر عمل لائی گئی ہیں۔

۱۔ صرف ان صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف کروایا ہے جو عہد بنو امیہ میں موجود تھے۔

۲۔ تابعین کو تبع تابعین سے علیحدہ ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین تینوں کے مجموعہ حدیث کو علیحدہ علیحدہ مباحث میں سے تحریر کیا گیا ہے۔

۴۔ اعلام کی تربیت سن وفات کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ اور ایک جیسی سن وفات ہونے کی صورت میں حروف تہجی کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

۵۔ تابعین اور تبع تابعین کا ذکر کرتے ہوئے ان کے اساتذہ وتلامذہ کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔

۶۔ کچھ مزید اعلام کو ذکر کیا ہے۔

۷۔ اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔

۸۔ بعض مقامات پر مصطفیٰ اعظمی اور دوسرے علماء کا کلام نقل کیا ہے۔

۹۔ مقالہ سے استفادہ کرتے ہوئے اصل مصادر کیطرف رسائی حاصل کی گئی ہے۔

---

① الخطیب، الکفایہ، ص:۹۵

② الخطیب، الکفایہ، ص:۹۶

③ کیمبرج یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کیلئے پیش کردہ مقالہ Studies in Early Hadith Literature

صحابہ کرامؓ کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف

۱. حضرت اسماءؓ بنت عمیس الخثعمیة (م ۴۱ ھ)

کبار صحابہ کرامؓ نے حضرت اسماءؓ بنت عمیس الخثعمیة سے احادیث روایت کی ہیں[۱]۔ ان کے لکھے ہوئے مجموعہ حدیث کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے اس میں بڑی تعداد میں نبی کریم ﷺ کی احادیث جمع کی تھیں[۲]

۲۔ حضرت ابو موسیٰ الأشعریؓ (م ۴۴ ھ)

حضرت ابو موسیٰ الأشعریؓ حدیث کی کتابت کو جائز نہیں قرار دیتے تھے[۳]۔ بلکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے ابو بردہ کی کتاب کو مٹا ڈالا تھا[۴]۔ ڈاکٹر امتیاز اس بارے میں لکھتے ہیں:

"ممکن ہے کہ کتابتِ حدیث کی کراہت اس وجہ سے ہو کہ شاید خود لکھنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں[۵] "

لیکن حضرت ابو موسیٰ الأشعریؓ کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے آخری عمر میں کتابت سیکھ لی تھی[۶]۔ نیز یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی طرف کچھ احادیث لکھ کر ارسال کی تھیں[۷]۔

۳۔ حضرت زیدؓ بن ثابت (م ۴۵ ھ)

حضرت زیدؓ بن ثابت کا شمار فقہاء صحابہ کرامؓ میں سے ہوتا ہے[۸]۔ آپ کاتبِ وحی اور میراث و تشریعی مسائل وغیرہ کے مسلّمہ عالِم تھے[۹]۔ آپ پڑھنا لکھنا جانتے تھے آپ نے احادیث لکھیں اور آنحضرت ﷺ کو یہود کی کتب پڑھ کر سنایا کرتے تھے[۱۰]۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ حدیث کی کتابت کی اجازت نہیں دیتے تھے[۱۱]۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹۸/۱۲

② الیعقوبی، التاریخ، ص: ۱۱۴/۲

③ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۳۹

④ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۴۰ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم ص: ۶۶/۱
◉ الدارمی، سنن الدارمی، باب من لم یر کتابة الحدیث، حدیث نمبر ۴۷۳، ص: ۱۳۳/۱
◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۳/۴ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۸۱

⑤ امتیاز احمد، دلائل التوثیق، ص: ۵۱۹

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۳/۴

⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۹۶/۴، ۴۱۴ ◉ البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الطہارۃ، باب الارتیاد للبول، ص: ۹۳/۱

⑧ الشیبانی، کتاب الآثار، ص: ۲۱۲ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۰

⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۵/۲ ◉ الدہلوی، ازالۃ الخفاء، ص: ۱۵/۱۔

⑩ ابن الاثیر، جامع الاصول، حدیث نمبر ۵۸۶۳، ص: ۳۰/۸

⑪ الشیبانی، کتاب الآثار، ص: ۲۱۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۵۵۸/۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۹/۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۵

اس قول کی بنیاد درج ذیل روایات پر ہے۔

۱۔ حضرت زیدؓ بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں اس مجلس میں حاضر تھا جس میں نبی کریم ﷺ نے حدیث لکھنے سے منع فرمایا تھا (۱)۔

۲۔ حضرت زیدؓ بن ثابت نے مروان بن حکم سے مطالبہ کیا تھا کہ ان احادیث کو مٹا دیا جائے جنہیں ان کی اجازت کے بغیر لکھا گیا تھا (۲)۔

اول الذکر روایت صحیح نہیں بلکہ منقطع ہے، اسلئے کہ اس کے راوی عبدالمطلب بن حنطب کی حضرت زیدؓ بن ثابت سے ملاقات ثابت نہیں (۳)۔ دوسری روایت کے بارے میں امام شعبیؒ فرماتے ہیں: ”حضرت زیدؓ بن ثابت نے جو روایات مروان کو سنائی تھیں وہ احادیث نہیں تھیں بلکہ ان کی ذاتی رائے تھی کیونکہ حضرت زیدؓ بن ثابت نے مروان کو کہا تھا: "أغدراً یا مروان إنما أقول برأیي" (۴) (اے مروان! یہ کیا دھوکہ ہے، میں نے تو اپنی رائے کا اظہار کیا تھا)۔ مزید برآں حضرت زیدؓ بن ثابت کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کی روایات لکھی جا رہی ہیں اس لئے آپ نے احادیث کو اپنی آراء کے ساتھ پیش کیا کیونکہ آپ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کی معرفت بھی رکھتے تھے (۵)۔ اس لئے جب مروان بن حکم کے کاتب نے آپ کی باتیں لکھ لیں تو یہ فطری امر تھا کہ آپ ان سے خلاصی چاہتے جس طرح شعبی کی دوسری روایت میں آپ اس امر کا اظہار کر رہے ہیں۔ "لعلّ کل شیئ حدثتکم به لیس کما حدثتکم" (۶) (ممکن ہے کہ میں نے تمہیں جو احادیث بیان کی ہیں، وہ اس طرح نہ ہوں جس طرح میں نے نقل کی ہیں)۔

لہٰذا یہ بات درست نہیں کہ حضرت زیدؓ بن ثابت کتابتِ حدیث کے قائل نہیں تھے بلکہ آپ نے احادیث لکھیں (۷)، اور فرائض میں ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی (۸)۔ آپ کی یہ کتاب 'الفرائض' المعجم الکبیر (۹) اور السنن الکبریٰ میں موجود ہے (۱۰)۔ آپ اپنے تلامذہ کو حدیث لکھنے کی اجازت دیا کرتے تھے۔ آپ کے ایک شاگرد ”کثیر بن افلح“ اس امر کی شہادت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”کنا نکتب عند زیدؓ بن ثابت“ (۱۱) (ہم زیدؓ بن ثابت کے سامنے لکھا کرتے تھے)۔ ابو قلابہ (۱۲) کثیر بن الصلت (۱۳) اور کثیر بن افلح کے پاس آپ سے مروی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۱۴)۔

---

(۱) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۳۵

(۲) واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن حکم نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو بلایا اور کچھ لوگوں کو آپ کی باتیں لکھنے کے لئے پردے کے پیچھے بٹھا دیا چنانچہ مروان حضرت زیدؓ بن ثابت سے سوال کرنے لگا اور آپ جواب دیتے رہے اور وہ لوگ لکھتے رہے۔ اچانک حضرت زیدؓ بن ثابت کو اس کا علم ہو گیا اور آپ نے مروان کو مخاطب ہو کر کہا: ”آپ نے میری باتیں میری اجازت کے بغیر کیوں لکھی ہیں ابھی مٹا دیا جائے۔ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲/۳۱۳
◉ الدارمی، سنن دارمی، باب من لم یر کتابة الحدیث، حدیث نمبر ۴۸۰، باب نمبر ۴۲، ص: ۱/۱۰۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۱۷۹

(۳) العینی، عمدۃ القاری، ص: ۱/۲/۵۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۱۷۹

(۴) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲/۳۱۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲/۱۱۷

(۵) الشیبانی، کتاب الآثار، ص ۲۱۲ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۰

(۶) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۸

(۷) الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص: ۴/۹۳

(۸) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲/۳۱۲ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/۱۳۸ ◉ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۵/۳۲۸

(۹) الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۳/۶۱ (۱۰) البیہقی، السنن الکبری، ص: ۶/۲۶۷ (۱۱) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۲

(۱۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۰۸ (۱۳) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۶ (۱۴) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۲

۴۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ (م ۴۶ھ)

حضرت محمدؓ بن مسلمہ صحابی رسول ﷺ ہیں①۔ آپ نے عہدِ ابوبکرؓ② اور عہدِ عمرؓ③ میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی احادیث کی صحت کی شہادت دی۔ آپ کے پاس احادیث نبویہ پر مشتمل ایک صحیفہ تھا جو کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی تلوار کی نیام سے ملا تھا④۔

۵۔ حضرت حسنؓ بن علیؓ (م ۵۰ھ)

حضرت حسنؓ بن علیؓ ان لوگوں کو جو احادیث حفظ نہیں کر سکتے تھے، لکھنے کا مشورہ دیتے تھے۔ محمد بن ابان کہتے ہیں: حسنؓ بن علیؓ نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو کہا: ''تم علم حاصل کرو! آج تم قوم کے نونہال ہو کل اس کے بزرگ بنو گے، تم میں سے جو حفظ نہیں کر سکتا، وہ لکھ لیا کرے''⑤۔ آپ کے پاس اپنے والد حضرت علیؓ کے فتاویٰ ایک صحیفہ میں لکھے ہوئے موجود تھے⑥۔

ڈاکٹر اعظمی کہتے ہیں:

''ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اس صحیفہ میں احادیث تھیں یا صرف حضرت علیؓ کے فتاویٰ تھے''⑦۔

عبدالرحمٰنؒ بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسنؓ سے ''خیار بیع'' کے بارے میں حضرت علیؓ کا قول پوچھا تو انہوں نے ایک بڑا صندوق منگوایا، اس سے ایک زرد رنگ کا صحیفہ نکالا، جس میں ''خیار بیع'' کے بارے میں حضرت علیؓ کا قول درج تھا⑧۔

۶۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ (م ۵۰ھ)

ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی جو احادیث آپ نے سنی ہیں، وہ مجھے لکھ بھیجو، چنانچہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے اپنے کاتب ورّاد کو کچھ احادیث املا کروا کر حضرت معاویہؓ کی طرف ارسال کر دیں''⑨۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی یہ تمام مرویات مسند احمد میں موجود ہیں⑩۔

---

① ابن الأثیر، أسد الغابة، ص: ۳۳۱/۴

② جب حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے متوفی کے ترکہ میں ماں کے حصہ کے بارے میں حدیث بیان کی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس حدیث پر ایک گواہ طلب کیا چنانچہ محمدؓ بن مسلمہ نے اس کی شہادت دی۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۱

③ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے جنین کے قتل کی دیت کے بارے میں حدیث بیان کی تو حضرت عمرؓ نے اس کی شہادت طلب کی محمدؓ بن مسلمہ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی بیان کردہ حدیث پر گواہی دی۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الدیات' باب جنین المرأة' حدیث نمبر ۶۹۰۶، ص: ۱۱۹۰ ◉ المسلم، الصحیح، کتاب القسامة' باب دیۃ الجنین' حدیث نمبر ۴۳۹۷، ص: ۷۳۶
◉ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الدیات' باب دیۃ الجنین' حدیث نمبر ۴۵۷۰، ص ۱۳۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸/۱

④ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۶ ⑤ الخطیب، الکفایة، ص: ۲۲۹ ◉ ابن حنبل، العلل، ص: ۳۱۷/۲

⑥ ابن حنبل، العلل، ص: ۳۳۶/۱ ⑦ الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۱۰۷

⑧ ابن حنبل، العلل، ص: ۳۳۶/۱ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۰۵/۲

⑨ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ' حدیث نمبر ۸۴۴، ص: ۱۳۷

⑩ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۴۴/۴

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ایک بڑے حافظ حدیث تھے، ان کی شہرت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت معاویہؓ نے انہیں اپنے مجموعہ (احادیث) سے احادیث نقل کر کے ارسال کرنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے آزاد کردہ غلام ورّاد جو کہ آپ کے کاتب بھی تھے، بیان کرتے ہیں "جب مَیں حضرت معاویہؓ کی ملاقات کے لئے ان کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت معاویہؓ یہ حکم جاری کر رہے تھے کہ جو مرویات حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے ارسال کی ہیں ان کی پیروی کی جائے"①۔

۷۔ حضرت حجرؓ بن عدی (م ۵۱ھ)

حضرت حجرؓ بن عدی اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی احادیث مبارکہ کو بڑے اہتمام سے روایت کیا کرتے تھے۔ آپ حضرت علیؓ بن ابی طالب کے متبعین میں سے تھے②۔ اور آپ نے حضرت علیؓ سے بہت سی احادیث مبارکہ جمع کی تھیں، یہ تمام احادیث آپ نے ایک صحیفہ میں محفوظ کر لی تھیں③۔

۸۔ حضرت عمروؓ بن حزم الأنصاری (م ۵۱ھ)

۱۰ھ میں جب یمن کا علاقہ نجران④ فتح ہوا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمروؓ بن حزم کو اس کا عامل مقرر کیا اور ایک رسالہ حضرت ابیؓ بن کعب سے لکھوا کر انہیں دیا۔ جس میں طہارت' نماز' زکوۃ' عشر' حج' عمرہ' جہاد' غنیمت، جزیہ کے احکام' نسلی تفاخر کی ممانعت' دیت' تعلیم قرآن اور طرز حکمرانی کے بارے میں ہدایات درج تھیں⑤۔ اس رسالہ کے مندرجات مختلف کتب حدیث اور کتب سیرت میں موجود ہیں⑥۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس کتاب کا مکمل متن نقل کیا ہے⑦۔ اس رسالہ کو کتاب کہنا زیادہ مناسب ہے، اس بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ رقمطراز ہیں:

"عمروؓ بن حزم نے اس قیمتی دستاویز کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ ۲۱ دیگر فرامین نبوی بھی فراہم کیے جو نبی

---

① الحاکم، معرفة علوم الحديث، ص: ۱۵
② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۲/۶
③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۲/۶
④ نجران: جزیرہ عرب میں یمن سے متصل شمال میں ایک علاقہ ہے۔ یہ علاقہ ۱۰ھ میں فتح ہوا۔ یہ شہر نجران بن زیدان کی طرف منسوب تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص ۲۱۲/۳
⑤ الخطیب، جامع بیان العلم، ص: ۸۵/۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۷۲
◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱۷۲۸/۱ ◉ الخطیب، التاریخ، ص: ۲۲۸/۸
◉ المقریزی، امتاع الاسماع، ص: ۵۰۱/۱ ◉ ابوعبید، کتاب الاموال ص: ۳۵۸
◉ الشافعی، الام، ص: ۱۰۳/۶ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۲۴/۳
⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۱۲۳/۲
◉ النسائی، سنن النسائی، كتاب القسامة والقود والديات، ذكر حديث عمرو بن حزم فی العقول، ص: ۶۶۹
◉ المالک، الموطا، کتاب العقول، باب ذکر العقول ص: ۴۸۶/۲ ◉ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۵۹۴/۲
⑦ محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیہ، ص: ۱۰۵

عادیا، بنی عریض کے یہودیوں، تمیم داری، قبائل جہینہ و جزام وطئی وثقیف وغیرہ کے نام سے موسومہ تھے اور ان سب کی ایک کتاب تالیف کی جو عہد نبوی کے سیاسی دستاویزوں یا سرکاری پروانوں کا اولین مجموعہ خیال کیا جاسکتا ہے"①۔

عطاءؒ بن ابی رباح کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے یہ کتاب پڑھی تھی②۔

حضرت عمروؓ بن حزم نے رسول اللہ ﷺ کے خطوط بھی جمع کئے تھے۔ خطوط کے اس مجموعہ کو آپ کے بیٹے (محمد بن عمروؓ) نے بھی آپ سے روایت کیا ہے۔ یہی خطوط ابن طولون کی کتاب "**اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین**" کے ساتھ بھی شائع ہو چکے ہیں③۔

۹۔ أم المؤمنین حضرت میمونہؓ بنت الحارث الهلالیه (م ۵۱ ھ)

اُم المؤمنین حضرت میمونہؓ بنت الحارث الہلالیہ کے شاگرد اور آزاد کردہ غلام عطاء بن یسار اور سلیمان بن یسار نے آپؓ سے احادیث لکھی ہیں۔ عمر بن اسحاق بن یسار کہتے ہیں۔ کہ میں نے عطاء بن یسار اور سلیمان بن یسار کی کتاب میں پڑھا ہے۔ عطاءؒ بن یسار کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت میمونہؓ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا "کیا ہر نماز کے لئے موزوں پر مسح کرنا چاہیے اور انہیں اتارنا نہیں چاہیے؟ تو رسول اللہ ﷺ اثبات میں جواب دیا"④۔

۱۰۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ (م ۵۲ ھ)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے اپنے بھتیجے کو کچھ احادیث لکھ کر بھیجی تھیں۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک راوی (یحیٰ بن جابر الطائی) بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے بھتیجے نے میری طرف خط لکھا کہ ابو ایوب انصاریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث سنی ہیں"⑤۔ ایوب بن خالد بن ایوب نے اپنے دادا حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے ایک سو بارہ احادیث روایت کی ہیں⑥۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی فرماتے ہیں:

"غالب گمان یہ ہے کہ یہ ایک "صحیفہ" تھا لیکن صحیفہ قلمبند کرنے والے کا نام ہمیں معلوم نہیں"⑦

---

① محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص:۵۳
② الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۱/۵۸
③ ابن طولون، اعلام السائلین، ص:۴۸
④ ابن حنبل، المسند، ص:۶/۳۳۳
⑤ ابن حنبل، المسند، ص:۵/۴۱۳
⑥ ابن حنبل، المسند، ص:۵/۴۲۳
⑦ الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص:۱/۹۲

اس بارے میں ڈاکٹر امتیاز رقمطراز ہیں:

"یمکن أیضا أن تکون من عمله و ربما وصلت إلیٰ حفیده بعد موته"①

ممکن ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے یہ صحیفہ خود تیار کرلیا ہو جو ان کی وفات کے بعد ان کے پوتے (ایوب بن خالد) کے پاس پہنچ گیا ہو۔

۱۱۔ حضرت نفیعؓ بن الحارث ابو بکرة (م ۵۳ ھ)

حضرت نفیعؓ بن الحارث ابوبکرۃ آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے ایک سو بتیس احادیث نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہیں②۔ صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن، جو کہ بجستان کے گورنر تھے، کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کی ہیں③۔

۱۲۔ حضرت جریرؓ بن عبدالله البجلی (م ۵۴ ھ)

حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک سو سے زائد احادیث نبی کریم ﷺ سے سنی ہیں جن میں اکثر و بیشتر صحاح ستہ اور المسانید وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہیں اور ان سے صحابہؓ و تابعین نے روایات اخذ کی ہیں④۔

مسند احمد کی روایت ہے کہ آپ نے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کی⑤۔ روایت اس طرح ہے کہ ابو اسحاقؒ بیان کرتے ہیں کہ جریرؓ بن عبداللہ آرمینیا⑥ کی طرف بھیجے گئے لشکر میں تھے۔ وہاں انہیں سخت بے سرو سامانی اور بھوک نے آن لیا۔ تو حضرت جریرؓ نے حضرت معاویہؓ کی طرف خط لکھا:

((إنی سمعت رسول الله ﷺ یقول: من لم یرحم الناس لا یرحمه الله عزوجل قال فأرسل إلیه))⑦

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔ کہتے ہیں انہوں (حضرت معاویہؓ) نے انہیں (ضروریات زندگی) ارسال کیں۔

---

① امتیاز، دلائل التوثیق المبکر، ص: ۵۲۳

② النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۱۹۸

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، بابٌ هل یقضی القاضی أو یفتی وهو غضبان، حدیث نمبر ۷۱۵۸، ص: ۱۲۳۱
◉ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب القضاء، باب القاضی یقضی و هو غضبان، حدیث نمبر ۳۵۸۹، ص: ۵۱۵

④ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/ ۲۲۷۔

⑤ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/ ۳۶۱

⑥ آرمینیا روم کے خوبصورت اور حسین شہروں میں سے ہے۔ جس کی خوبصورتی 'آب وہوا ضرب المثل ہے۔ اسے آرمینیا اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ہا رمینیۃ بن لنطا بن اومر بن یافث بن نوح علیہ السلام سب سے پہلے آئے اور یہاں سکونت اختیار کی، الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/ ۱۹۱ ◉ الیعقوبی، البلدان، ص: ۲۰۸

⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/ ۳۶۱

۱۳۔ حضرت کعبؓ بن عمرو (م ۵۵ ھ) کا صحیفہ حدیث

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالیسر کعبؓ بن عمرو کے پاس بہت سے اوراق کے خطی نسخے تھے جنہیں انہوں نے پیپر کلپ کے ساتھ محفوظ کیا ہوا تھا لیکن ان خطی نسخوں کے موضوعات کیا تھے اس بارے میں مصادر میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا①۔ تا ہم اس امر میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ آپ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے اور حدیث میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اور علماء حدیث آپ کے پاس حدیث کا علم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے②۔ ایک روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ عبیدہ بن الولید اور ان کے والد ولید بن عبیدہ جیسے محدثین نے آپ سے استفادہ کیا تھا③۔

۱۴۔ حضرت شدّادؓ بن اوس الأنصاری (م ۵۸ھ)

حضرت شدادؓ بن اوس الانصاری نے بعض حضرات کو احادیث لکھوائی تھیں۔ عبدالاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت شدادؓ بن اوس نے کوئی بات کی تو ہم ہنس پڑے...... ہم نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ جونہی آپ کوئی بات کہتے ہیں' ہم ہنسے بغیر نہیں رہتے۔ حضرت شدادؓ نے کہا میں تمہیں ایک حدیث زادِ راہ کے طور پر بیان کرتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ ہمیں سفر و حضر میں اس حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ہمیں یہ حدیث لکھوائی اور ہم نے اسے لکھ لیا۔ "اللھم انی أسئلك ......" ④ (اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ....)۔

۱۵۔ حضرت شمغون الأزدیؓ ابو ریحانہ (م ۵۸ ھ)

حضرت شمغون الأزدیؓ ابو ریحانہ کا شمار مجوزین کتابت حدیث میں سے ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ کہ ان کے پاس حدیث کا ایک صحیفہ تھا"⑤۔ آپ اہل دمشق کے بڑے علماء میں سے تھے۔ آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے بڑے بڑے رجسٹر لکھے اور اس میں مدرج اور مقلوب احادیث لکھی۔ بنی سعد کے مولیٰ "عروۃ الاعمی" کہتے ہیں۔ کہ ابو ریحانہ (حضرت شمغونؓ) جب سمندر پر سوار ہوتے تھے تو آپ کے پاس بڑے بڑے صحیفے ہوتے تھے⑥۔

---

① ابن القیسرانی، کتاب الجمع، ص: ۴۳۰

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/ ۵۷ ● الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۹۵

③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/ ۱۶ ● ابن حجر، الإصابۃ، ص: ۴/ ۲۲۱

④ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲/ ۳۳۱

⑤ ابن حجر، الإصابۃ، ص: ۲/ ۱۵۶

⑥ ابن حجر، الإصابۃ، ص: ۲/ ۱۵۳

۱۶۔ اُم المئومنین حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ (م ۵۸ ھ)

اُم المئومنین حضرت عائشہؓ بڑی عالمہ و فاضلہ تھیں۔ کبار صحابہ کرامؓ ان سے فرائض، فقہ وغیرہ کے پیچیدہ مسائل پوچھا کرتے تھے (۱)۔ آپ لکھنا پڑھنا، علمِ قرأت اور کتابت جانتی تھیں (۲)۔ مصادر سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے کوئی مجموعہ حدیث تحریر کیا تھا یا نہیں؟ تاہم اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ آپؓ وقتاً فوقتاً لوگوں کی فرمائش پر انہیں احادیث لکھ کر بھیجتی تھیں (۳)۔ البتہ حضرت عائشہؓ کے تلامذہ خصوصاً عروۃ بن زبیرؒ (۴)، عمرۃ بنت عبدالرحمٰن (۵)، قاسم بن محمد (۶) وغیرہ نے آپ کی تمام احادیث عہدِ صحابہ ہی میں لکھ لی تھیں۔ انہی تلامذہ کے بارے میں سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ "حضرت عائشہؓ کی روایات کا علم سب سے زیادہ انہی ہی کو تھا" (۷)۔

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ "میں نے حضرت عائشہؓ کی مجلس اختیار کی، میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو آیات کا شانِ نزول جاننے والا نہیں دیکھا، فرائض، سنت اور شعر کا آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں پایا۔ ایامِ عرب اور انساب کا آپ سے بڑا راوی نہیں دیکھا، قضاء اور طب کا بھی آپ سے بڑھ کر کوئی ماہر نہیں ملا (۸)"۔

آپ کے علم کے بارے میں امام ذہبیؒ نے کیا عمدہ بات کہی ہے۔

"لا أعلم فی أمة محمد ﷺ بل ولا فی النساء مطلقاً امرأة أعلم منها......" (۹)

"میں نے امتِ محمد ﷺ میں، بلکہ تمام جہانوں کی عورتوں میں آپؓ سے بڑھ کر علم والی عورت نہیں دیکھی......"

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

زیاد بن ابی سفیانؓ نے امورِ حج کے بارے میں کچھ سوالات کو لکھ کر آپ کو بھیجے جن کا جواب آپ نے لکھ کر بھیجا تھا (۱۰)۔

عروۃ بن زبیرؒ: ہشام بن عروۃ اپنے والد عروۃ بن زبیرؒ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ مجھے "حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اے بیٹے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو میری احادیث لکھتے ہو، پھر واپس جا کر دوبارہ لکھتے ہو۔ میں نے آپ سے کہا جب میں آپ سے کوئی چیز سنتا ہوں تو پھر کسی اور کے سامنے بیان کر کے دوبارہ سن لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تمہیں معانی میں کوئی اختلاف نظر آتا ہے؟ تو میں نے کہا! نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا پھر لکھنے میں کوئی حرج نہیں" (۱۱)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/۴۳۵

(۲) المالک، المؤطا، کتاب صلاۃ الجماعۃ، باب الصلاۃ الوسطیٰ، حدیث نمبر ۲۵، ص: ۸۸ (۲) ابن حنبل المسند، ص: ۲/۸۷

(۳) المسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب استحباب بعث الهدی الی الحرم، حدیث نمبر ۳۲۰۵، ص: ۵۵۵ (۳) ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۸۷
(۳) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۹

(۴) آپ حضرت عائشہؓ کے حقیقی بھانجے تھے، انہوں نے اپنی خالہ کی مرویات کو ان کی زندگی میں ہی لکھ کر محفوظ کر لیا تھا، نیز آپ نے غزوہ بدر کا مفصل تذکرہ لکھ کر عبدالملک بن مروان کو ارسال کیا، الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۰۵

(۵) حضرت عائشہؓ نے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۶

(۶) آپ حضرت عائشہؓ کے بھتیجے تھے جو بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی تھی، ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۱۸۲، ۸/۳۴

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۱۸۲، ۸/۳۳۳ (۸) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۱۰۱ (۹) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۱۰۱

(۱۰) المسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب استحباب بعث الهدی الی الحرم لمن لا یرید الذهاب بنفسه، حدیث نمبر ۳۲۰۵، ص: ۵۵۵

(۱۱) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۰۵

معاویہؓ بن ابی سفیانؓ: امام شعبہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اس میں سے کچھ لکھ کر بھیجیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں احادیث لکھ کر بھیجیں ①۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ کے کہنے پر حضرت عائشہؓ نے مناقب عثمانؓ پر احادیث لکھ کر ارسال کیں ②۔

۱۷۔ حضرت ابوھریرۃؓ (م ۵۸ ھ)

حضرت ابو ہریرہؓ بہت بڑے امام، مجتہد اور حافظ حدیث تھے۔ انہیں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہے ③۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے احادیث مدون کرنے کے بارے میں مصادر سے دو قسم کی روایات ملتی ہیں۔

ا۔ وہ روایات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حدیث کو مدون نہیں کیا۔

۱) صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قول مذکور ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"ما من أصحاب النبی ﷺ أحد أكثر حديثاً عنه منی إلّا ما كان من عبداللهؓ بن عمروؓ فإنه كان يكتب و لا أكتب". ④

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے آپ ﷺ کی احادیث مجھ سے زیادہ کسی کے پاس نہیں ماسوائے عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے، اس لئے کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ ⑤

---

① الحمیدی، مسند الحمیدی ص:۱/۱۲۹ ② ابن حنبل، المسند، ص:۶/۸۷

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۲۶۵

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب کتابة العلم، حدیث نمبر ۱۱۳، ص:۲۳ ◉ الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۳، ص:۱/۱۰۳
◉ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی رخصة کتابة العلم، حدیث نمبر ۲۶۶۸، ص:۶۰۵

⑤ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کا ذخیرہ احادیث حضرت ابو ہریرہؓ کے ذخیرہ احادیث سے کس طرح زیادہ تھا، جبکہ حضرت ابو ہریرہؓ کے مقابلے میں حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کی روایات بہت کم ہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی کل مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے جبکہ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کی مرویات کی تعداد صرف ۷۰۰ ہے۔
مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "کہ کسی کے پاس زائد علم یا ضخیم کتاب کے ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس کو اپنے علوم دوسروں تک پہنچانے کے مواقع بھی اتنے ہی زیادہ ملے ہوں؟ ایسے علماء ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں کہ علوم کے بحر ذخار ہونے کے باوجود ان کو اپنے علوم دوسروں تک پہنچانے کے اتنے مواقع فراہم نہیں ہوتے، جتنے ان سے کم علم رکھنے والوں کو میسر آجاتے ہیں۔
ایک عالم اگر کسی مرکزی مقام پر ہو اور اس کا مشغلہ ہی شب و روز تدریس و تبلیغ کا ہو تو شاگردوں کے ذریعہ اس کے علوم کا پورا ذخیرہ دوسروں تک پھیلتا اور منتقل ہوتا رہا ہے۔ لیکن دوسرا عالم اگرچہ اس سے زیادہ علوم رکھتا ہو لیکن وہ کسی مرکزی مقام پر نہ ہو یا اسے دوسرے مشاغل بھی رہتے ہوں تو اس سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی اور اس کے علاوہ اتنی کثرت سے دوسروں تک نہیں پہنچ پاتے۔
یہاں بالکل یہی صورت پیش آئی کہ حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ منورہ میں تھے جو اس وقت علوم نبوت کا سب سے بڑا سرچشمہ تھا، طالبان علم سب سے پہلے اسی کا رخ کرتے تھے، اور حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ حال تھا کہ مدینہ میں ان کا کوئی خاندان تھا، نہ رشتہ داریاں، نہ گھریلو ذمہ داریاں۔ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد شب و روز تدریس و تبلیغ میں روایت حدیث ہی کو اپنا مشغلہ بنا لیا تھا، چنانچہ جن حضرات نے ان سے حدیثیں روایت کیں ان کی تعداد آٹھ سو بیان کی گئی ہے۔ لہٰذا ان کی روایت کردہ حدیثیں اطراف عالم میں پھیلتی چلی گئیں، برخلاف حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کے کہ ان کا قیام مصر و شام وغیرہ میں اپنے والد ماجد حضرت عمروؓ بن العاص کے ساتھ رہا جو مصر کے گورنر ہونے کے باعث نظم حکومت اور جہاد وغیرہ میں مشغول رہتے تھے، اپنے والد ماجد کے ساتھ ان کو جنگ صفین میں بھی شریک ہونا پڑا تھا۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں ان کو اپنی مکتوب احادیث پھیلانے کے ایسے مواقع فراہم نہ ہو سکے جو حضرت ابو ہریرہؓ کو حاصل تھے، اس لیے ان کی تحریر کردہ حدیثیں ہم تک پوری نہیں پہنچ سکیں"۔ مفتی محمد رفیع، کتابت حدیث، ص:۴۷

① ابو خیثمہ، کتاب العلم، ص:۱۱/۱ ② الخطیب، تقیید العلم، ص:۳۲

ب) ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

"لم ندوّن الأحاديث و لم نملها". ①

ہم نہ تو احادیث لکھا کرتے تھے اور نہ ہی اس کی املا کرایا کرتے تھے۔

ج) ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: "لا نكتم و لا نكتب" ②(نہ ہم چھپاتے ہیں اور نہ ہی ہم (احادیث) لکھتے ہیں)۔

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ احادیث نہیں لکھا کرتے تھے۔

۲۔ دوسری روایات وہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے احادیث لکھی تھیں۔

ا) حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ "ابو ہریرہؓ کے ایک شاگرد حسن بن عمرو کا قول ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ کے سامنے ایک حدیث بیان کی تو انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا تو میں نے عرض کیا یہ حدیث تو میں نے آپ ہی سے سنی ہے تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا: "إن كنت سمعته مني فهو مكتوب عندي" (اگر تم نے یہ حدیث مجھ سے سنی ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی)۔ حسن بن عمرو کہتے ہیں اس کے بعد ابو ہریرہؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے اور ہمیں رسول اللہ ﷺ کی بہت سی کتب دکھائیں چنانچہ وہ حدیث انہیں مل گئی تو کہنے لگے: "قد أخبرتك إني إن كنت حدثتك به فهو مكتوب عندي" ③ (میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اگر یہ حدیث میں نے بیان کی ہے تو میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہوگی)، ابن عبدالبر نے اس روایت پر اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت پہلی روایت کے خلاف ہے کہ عبداللہؓ بن عمرو لکھا کرتے تھے اور ابو ہریرہؓ نہیں لکھا کرتے تھے۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک سند کے لحاظ سے نہ لکھنے والی حدیث زیادہ بہتر ہے ④۔

ڈاکٹر الأعظمی رقمطراز ہیں:

"ہمارے نزدیک ان دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ حیات رسول ﷺ میں ہی احادیث لکھا کرتے تھے اور اس وقت ابو ہریرہؓ نہیں لکھتے تھے۔ لیکن بعد میں ابو ہریرہؓ نے احادیث لکھ کر محفوظ کر لی ہوں گی۔ کیونکہ شاید انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ حافظہ کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تطبیق ممکن ہے" ⑤

ب) ایک دوسری روایت میں خود حضرت ابو ہریرہؓ کے مطابق ان کے پاس پانچ اجولہ ⑥ کے قریب لکھی ہوئی احادیث تھیں ⑦

---

① ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱/۱۸۳

② ابن حجر، فتح الباری، ص/۱۸۳

③ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۸۴

⑤ الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۹۷

⑥ اس کا معنی کوشش بسیار کے نہیں مل سکا۔

⑦ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۱/۳۸۱

ج) حافظ ابن حجر نے ابن وہب کا قول بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے مجھے اپنی لکھی ہوئی کتب دکھائیں ①۔

د) حضرت ابو ہریرہؓ کے ایک دوسرے شاگرد جن کا نام بشیر بن نہیک ہے انہوں نے بھی آپ کی مرویات لکھی تھیں۔

ان کا بیان ہے:

"كنت أكتب ما أسمع من أبي هريرة فلما أردت أن أفارقه أتيته بكتابه فقرأت عليه وقلت له هذا ما سمعت منك قال نعم." ②

میں جو احادیث ابو ہریرہؓ سے سنتا تھا اسے لکھ لیتا تھا جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو میں ان کے پاس ان کی کتاب لایا اور انہیں پڑھ کر سنائی اور ان سے پوچھا یہ سب وہی احادیث ہیں جو میں نے آپ سے سنیں ہیں تو انہوں نے فرمایا جی ہاں۔

ڈاکٹر الاعظمی فرماتے ہیں "اس روایت کی سند پر بھی بعض حضرات نے اعتراض کیا ہے۔ لیکن بشیر بن نہیک نے واقعی حضرت ابو ہریرہؓ سے احادیث لکھی ہیں اور اپنے لئے ایک مجموعہ تیار کیا، پھر انہیں آگے بیان کرنے کے لئے ابو ہریرہؓ سے اجازت بھی لی۔ یہ بات کئی طرق سے ثابت ہے" ③۔

و) ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ابو ہریرہؓ کی مرویات کا ایک مکمل نسخہ عمر بن عبدالعزیز کے والد عبدالعزیز بن مروان گورنر مصر کے پاس بھی تھا کیونکہ انہوں نے ایک مرتبہ کثیر بن مرہ کو لکھا۔

"أن يكتب إليه بما سمع من أصحاب رسول الله ﷺ من أحاديثهم إلا حديث أبي هريرة فإنه عند نا." ④

تم نے رسول ﷺ کے صحابہؓ سے جو احادیث سنی ہیں وہ میرے پاس لکھ کر بھیج دو ماسوائے ابو ہریرہؓ کی حدیث کے۔ کہ وہ ہمارے پاس موجود ہیں۔

ہ) اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کے ایک مشہور شاگرد ہمام بن منبہ ہیں جنہوں نے آپ سے تقریباً ڈیڑھ سو احادیث لکھی ہیں جس کا نام انہوں نے "الصحيفة الصحيحة" رکھا ⑤۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس احادیث کی بہت سی کتب محفوظ تھیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابوں میں ان کے تمام مرویات لکھ لی گئی تھیں۔ مزید برآں یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی زندگی میں ہی ان کے تلامذہ نے ان کی احادیث کے نسخے تیار کر لئے تھے۔

---

② الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی كتابة العلم، نمبر ۴۳، ص: ۱/۱۰۵ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲۲۳

③ الاعظمی، دراسات، ص: ۹۷ ④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۴۸

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۶۳

① محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص: ۶۸

احادیث کی تدوین کے سلسلے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی مذکورہ بالا متضاد روایات کے بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ رقمطراز ہیں:

''حضرت ابو ہریرہؓ نہ صرف پڑھے لکھے تھے بلکہ انہیں علمی ذوق شروع ہی سے رہا۔ حیرت نہ ہو کہ یمن کے متمدن اور ترقی یافتہ علاقے سے آرہے تھے' جہاں سبا و معین کا تمدن شہر روما کے قیام سے ہزاروں برس پہلے اوج عروج کو پہنچ چکا تھا اور جس کی روایتیں یہودی اور عیسائی حکومتوں کے زمانے میں بھی مسلسل چلی آتی رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نئے نئے مسلمان ہوتے ہی قرآن' حدیث' عام مشاہدات بارگاہ نبوی ہر چیز کو لکھنے لگے تو خلط مبحث کر جانے کے خوف سے رسول اکرم ﷺ نے ان کو شروع میں قرآن کے سوا دوسری چیزیں لکھنے سے منع کر دیا۔ جس پر انہوں نے اپنے ذخیرہ (جو غالباً اونٹ' بکری کی شانے کی ہڈیوں وغیرہ پر مشتمل تھا) جلا ڈالا لیکن بعد میں جب قرآن کو اچھی طرح حفظ کر لیا تو یہ ممانعت باقی نہ رہی''①۔

ان روایات کے مابین ایک دوسری تطبیق بھی دی جا سکتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی زندگی کو دو ادوار میں تقسیم کر دی جائے:

ابتدائی زندگی: ابتدا میں حضرت ابو ہریرہؓ کا حافظہ بہت زیادہ قوی تھا اور جب آپ کو اپنے حافظے کے بارے میں کمزوری محسوس ہوئی تو آپ نے نبی اکرم ﷺ سے اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی②۔ اس دعا کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: "فأصبحت لاأسقط حرفا مما حدثني "③ (پھر میری یہ کیفیت ہوگئی کہ آپ ﷺ نے جو کچھ بیان کیا مجھ سے اس سے ایک حرف ضائع نہ ہوا)۔

چنانچہ اس دور میں حضرت ابو ہریرہؓ تمام حدیث کو اپنے حافظے میں محفوظ کر لیتے اور لکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے اس پختہ حافظے کی وجہ سے مروان بن حکم نے آپ کا امتحان لیا تھا④۔

یہ بھی ممکن ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت عمرؓ کے خوف سے احادیث نہ لکھی ہوں کیونکہ حضرت عمرؓ نے احادیث لکھنے پر سزا مقرر کر رکھی تھی⑤۔ پھر جب حضرت عمرؓ کا زمانہ ختم ہو گیا تو آپ نے باقاعدہ حدیث پر توجہ دی اور علم کی مجالس قائم کیں⑥۔

---

② ابن حجر، تہذیب التہذیب ص۱۱/۲۶۶ ◉ ابن حجر، فتح الباری، ص:۱/۲۲۶ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص:۲/۴۳۲
◉ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص:۱/۳۷۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۳

③ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص:۱/۳۸۱ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص:۲/۴۳۲ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۳

④ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے گورنر مروان بن حکم نے ان کا امتحان اس طرح لیا کہ ایک دن انہیں بلایا ادھر ادھر کی باتوں کے بعد احادیث پوچھنی شروع کیں، پردے کے پیچھے ایک کاتب بٹھا دیا تھا، جو حضرت ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ احادیث خفیہ طور پر لکھتا جاتا تھا۔ کاتب کا بیان ہے کہ ''مروان پوچھتا جاتا تھا اور میں لکھا جاتا تھا، اس طرح بہت سی احادیث ہو گئیں۔ پھر مروان نے سال بھر خاموش رہنے کے بعد انہیں دوبارہ بلایا اور مجھے پردے کے پیچھے بٹھا دیا، وہ پوچھتا گیا اور میں پچھلے سال کی تحریر کو دیکھتا گیا، انہوں نے نہ ایک حرف زیادہ کیا نہ ایک حرف کم"۔ البخاری، کتاب الکنی، ص:۳۳
◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۴۱ ◉ ابن حجر، الإصابہ، ص:۷/۲۰۲

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۶۶

⑥ ابن حنبل، المسند، ص:۲/۴۷۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۱ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۲/۴۳۳

① ابن عبد البر، الاستیعاب، ص:۳/۲۰۹ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۲/۴۳۳

آخری دور: زندگی کے آخری ایام میں جب حضرت ابو ہریرہؓ کا حافظہ کچھ کمزور پڑ گیا تو آپ نے احادیث لکھنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ آپ نے اپنی تمام روایات خود لکھ کر یا دوسروں سے لکھوا کر محفوظ کر لیں۔ یہاں یہ بات مد نظر رہنی چاہیے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا شمار ان صحابہ کرامؓ میں سے ہوتا ہے جو حدیث کی کتابت کو جائز قرار دیتے تھے اسی لیے آپ کے تلامذہ نے نہ صرف احادیث کے ذخیرے کو جمع کیا بلکہ جمع کرنے کے بعد نظر ثانی کے لیے حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے پیش کر کے آپ سے اس کی موافقت حاصل کر لیتے تھے①۔ یہی وجہ ہے مدینہ منورہ میں حدیث کے بڑے بڑے حلقے قائم ہوتے جن میں بے شمار علم کے مشتاق حاضر ہو کر علم کی پیاس بجھاتے اور یہ وہی تلامذہ تھے جنہوں نے بعد میں حضرت ابو ہریرہؓ کے علمی حلقے سے استفادہ کر کے احادیث کے ذخائر کو مدون کیا②۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

ابو صالح السمان: آپ کے پاس ابو ہریرہؓ کی طرف سے ایک نسخہ تھا۔ ابن جوزی کہتے ہیں: بخاری نے سہیل بن صالح کی روایت ترک کر دی ہے' کیونکہ یہ اپنے باپ سے ''سماع صحیفہ'' کے بارے میں مشکوک ہے۔ امام مسلمؒ نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ یہ کبھی اپنے بھائی "عن أخيه عن أبيه" سے روایت کرتے ہیں اور کبھی عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں اور کبھی "عن الأعمش عن أبيه" سے روایت کرتے ہیں۔ اگر ان کی ''سماع صحیفہ'' کے بارے میں حقیقت ہوتی تو وہ سب کا سب اپنے باپ سے ہی روایت کرتے۔ مگر وہ کئی اشخاص سے روایت کرتے ہیں③۔

ابن حجر فرماتے ہیں: ''وہ حضرات جن کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور بخاری ان کی روایات بیان کرنے میں منفرد ہیں' ان کی احادیث کثرت سے تخریج نہیں ہوئیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کے پاس کوئی بڑا نسخہ تھا' جس کو وہ تمام کا تمام یا اکثر بیان کرتے۔ مگر وہ عكرمة عن ابن عباسؓ کے سلسلہ سے بیان ہوا ہے بخلاف امام مسلم کے۔ کہ انہوں نے ان کے نسخے کا اکثر و بیشتر حصہ روایت کیا ہے۔ جیسے ''ابو زبير عن جابر'' کا نسخہ اور "سهيل عن أبيه" کا نسخہ④۔ ان تمام روایات سے اس بات پر استدلال ہوتا ہے کہ ابو صالح کے پاس ابو ہریرہؓ سے سنا ہوا ایک صحیفہ موجود تھا۔

اعمش نے ابو صالح سے ایک ہزار احادیث روایت کی ہیں۔ جن کو انہوں نے ابو ہریرہؓ سے سنا تھا⑤۔ اعمش کہتے ہیں کہ ابراہیم (م ۹۶ھ) حدیث کے زرگر تھے۔ میں ان کے پاس حدیث لے کر آتا تو جو احادیث ابو صالح عن ابی ھریرۃؓ کے طریق سے مروی ہوتیں' وہ انہیں لکھ لیتے⑥۔

بشیر بن نہیک: بشیر کہتے ہیں میں نے ابو ہریرہؓ سے ایک کتاب لکھی تھی جب میں ان سے الوداع ہونے لگا میں نے کہا: اے ابو ہریرہؓ! میں نے آپ سے کتاب لکھی ہے کیا میں آپ سے روایت کروں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں مجھ سے روایت کرو⑦۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۸
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۸
③ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۱/۳۳
④ ابن حجر، ھدی الساری، ص: ۱/۲۳
⑤ ابن الجعد، المسند، ص: ۸۰
⑥ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱/۱۳۰
⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲۲۳ ◉ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، ص: ۱/۱۳۶ ◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۲۷۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۱ ◉ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲/۳۳۳

سعید المقبری: ابن عجلان کہتے ہیں کہ سعید مقبری ابو ہریرہؓ سے براہ راست روایت کرتے تھے اور اپنے باپ کے واسطے سے بھی ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے تھے اور کبھی "عن رجل عن أبی هريرة" سے بھی روایت کرتے تھے' چونکہ اس آدمی کا نام ان کے ذہن میں خلط ملط ہو گیا تھا' اس لئے وہ براہ راست ابو ہریرہؓ سے بیان کر دیتے تھے ①۔ ابن حبان نے اس قصے پر یہ کہہ کر تعلیق لگائی ہے کہ یہ کوئی سقم نہیں جس سے کوئی راوی کمزور ہو جائے۔ کیونکہ تمام صحیفہ فی نفسہٖ صحیح ہے ②۔

عبدالعزیز بن مروان: عبدالعزیز نے کثیر بن مرۃ الحضرمی کو خط لکھا کہ تم نے اصحاب رسول ﷺ سے جو احادیث سنی ہیں' وہ لکھ کر بھیجو۔ مگر ابو ہریرہؓ کی احادیث مت بھیجنا کیونکہ وہ میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہیں ③۔

عبداللہ بن ھرمز: انہوں نے ابو ہریرہؓ کی بعض روایات تمیم جیشانی کی طرف لکھ کر بھیجیں ④۔

عبیداللہ بن موھب القرشی: عبیداللہ کے بیٹے یحییٰ اپنے باپ کے واسطے سے ابو ہریرہؓ کا ایک نسخہ بیان کرتے تھے۔ نسخے کا اکثر حصہ ٹھیک نہیں تھا۔ انہوں نے اپنا صحیفہ یحییٰ القطان کو دیا تھا مگر وہ اس سے روایت نہیں کرتے تھے ⑤۔

عقبۃ بن ابی الحسناء: امام ذہبی نے ان کے حالات زندگی میں لکھا ہے:

"حدثنا فرقد بن الحجاج سمعت عقبة بن ابی الحسناء سمعت أبا هريرة يقول...... قلت وهذه نسخة حسنة وقعت لی و غالب أحاديثها محفوظة......" ⑥

"ہمیں فرقد بن حجاج نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے عقبۃ بن ابی الحسناء سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا...... پھر میں نے کہا یہ حسنہ کا نسخہ جو مجھے ملا ہے۔ اور اس کی اکثر احادیث محفوظ ہیں"۔

محمد بن سیرین: علی بن المدینی کہتے ہیں کہ میرے پاس محمد بن سیرین کے خاندان کا ایک آدمی آیا' اس کے پاس محمد بن سیرین کا وہ نسخہ تھا جو انہوں نے ابو ہریرہؓ سے لکھا تھا۔ اس نسخہ کی ابتداء میں یہ درج تھا:

"هذا ما حدثنا أبو هريرة' قال أبو القاسم كذا وقال أبوا القاسم كذا"

یہ وہ حدیث ہے جو ہمیں حضرت ابو ہریرۃ نے بیان کی ہے ابو القاسم نے یوں فرمایا اور ابو القاسم نے یوں فرمایا۔

یہ نسخہ ایک پرانے ورق پر تھا جو یحییٰ بن سیرین کے پاس تھا۔ کیونکہ وہ اپنے پاس کوئی کتاب رکھنا پسند نہیں کرتے تھے اور حدیث کے بالکل نیچے یہ لکھتے تھے۔ "هذا حديث أبی هريرة" اور دونوں فقروں کے درمیان فاصلہ رکھتے تھے' پھر کہتے: کہ ابو ہریرہؓ نے اس طرح کہا۔ علی بن المدینی کہتے ہیں: "ہر دسویں حدیث کے بعد اس کے اردگرد نقطے تھے" ⑦۔

مروان بن حکم: مروان کا کاتب ابو الزعیزعہ کہتا ہے کہ مروان نے ابو ہریرہؓ کو بلایا اور ان سے احادیث پوچھنے لگا اور مجھے ایک

---

① الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴۳۱/۲ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۶۷، ۵۷۴/۱۰

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴۴۸/۷ ④ ابن حنبل، المسند، ص: ۵۳۱/۲

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۳/۱۱ ⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۰۴/۲

⑦ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۴/۲ ⑧ السمعانی، أدب الاملاء، ص: ۱۷۳

پردے کے پیچھے بٹھا دیا۔ میں بھی ابو ہریرہؓ کی احادیث لکھتا رہا۔ جب ایک سال گذر گیا تو اس نے ابو ہریرہؓ کو پھر بلایا اور مجھے پردے کے پیچھے بٹھا کر ان احادیث کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ ابو ہریرہؓ نے ان احادیث پر نہ زیادتی کی اور نہ کمی کی' نہ کسی کو آگے کیا اور نہ پیچھے کیا(۱)۔

ہمام بن منبہ: آپ کے پاس حضرت ابو ہریرہؓ کا ایک صحیفہ تھا۔ حافظ ابن حجر نے الیوتی کی احمد سے روایت نقل کی ہے۔ کہ ہمام غزوات میں حصہ لیا کرتے تھے اور اپنے بھائی وھب سے کتب خریدا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اور تقریباً ایک سو چالیس احادیث سنی، جو ایک اسناد رکھتی ہیں۔ معمر نے ان کا زمانہ پایا، جب کہ یہ بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی بھوئیں ان کی آنکھوں پر گر گئی تھیں، ہمام نے ان کو یہ احادیث پڑھ کر سنانا شروع کیں لیکن جب تھک گئے، تو معمر نے رسالہ ہاتھ میں لے لیا اور باقی خود پڑھ کر سنایا......''(۲)۔ اس صحیفہ کی تمام احادیث مسند احمدؒ الجامع الصحیح، صحیح مسلمؒ اور جامع الترمذی میں پائی جاتی ہیں(۳)۔

۱۸۔ حضرت سمرۃؓ بن جندب (م ۵۹ ھ)

حضرت سمرۃؓ بن جندب نے حدیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا جس کا نام "نسخہ(۴)" رکھا۔ یہ مجموعہ "صحیفہ"(۵)، "رسالہ(۶)"' اور کتاب کے نام سے بھی معروف و مشہور ہے(۷)۔

حدیث کا یہ مجموعہ ان کے بیٹے سلمان بن سمرۃ' کو وراثت میں ملا اس کی ایک نقل حسن بصری کے پاس بھی تھی جس سے یہ دونوں حضرات احادیث روایت کیا کرتے تھے(۸)۔ ابن سیرین نے اس کتاب کی تعریف کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں

"فی رسالة سمرة إلیٰ بنيه علم كثير"(۹)

''سمرۃؓ نے اپنے بیٹوں کیلئے جو رسالہ لکھا اس میں بہت علم پایا جاتا ہے''۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے'' کہ سلیمان نے اپنے باپ کے حوالے سے ایک بڑا رسالہ (نسخہ کبیرہ) روایت کیا ہے''(۱۰)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے ایک لکھا ہوا نسخہ حاصل کیا ہے(۱۱)۔

---

(۳) محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ۹۱   (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۹۸

(۵) گولڈ زیہر، دراسات اسلامیہ ص: ۲/۲۳   (۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۳۶

(۷) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۱۵

(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۹۸ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص ۷/۱۱۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲/۲۶۸

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۳۶ ◉ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۲/۹۷ ◉ ابن المدینی، العلل، ص: ۴۵۹

(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۹۸، ۲/۲۶۹   (۱۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴/۲۳۶

(۱) ابن حجر، تہذیب تہذیب، ص: ۲/۲۶۹   (۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۱۵ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۶۹

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

حسن بصریؒ: حسن بصریؒ نے آپ سے ایک بڑا نسخہ روایت کیا ہے (۱)۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حسن بصریؒ نے سمرہؓ سے سنا ہے یا نہیں۔ لیکن اس بات میں اختلاف نہیں کہ حسن بصریؒ حضرت سمرہؓ سے ایک کتاب یا صحیفہ روایت کرتے ہیں۔ ان کے صحیفہ کا ذکر کئی بار آیا ہے۔

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں:

"فی أحادیث سمرة التی یرویها الحسن عنه سمعنا أنها من کتاب" (۲)

حضرت سمرہؓ کی وہ احادیث جو حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں ہم نے سنا ہے وہ ایک کتاب سے ہیں۔

ابن عون کہتے ہیں "میں نے حسنؒ کے پاس حضرت سمرہؓ کی کتاب دیکھی اور میں نے اس کو آپ کے سامنے پڑھا بھی ہے (۳)۔ امام نسائی کہتے ہیں حسن بصریؒ، حضرت سمرہؓ کی کتاب سے روایت کرتے ہیں نیز حسنؒ نے حضرت سمرہؓ سے صرف عقیقہ کی روایت سنی ہے (۴)۔ طبرانی کی "معجم الکبیر" میں اس کتاب کا ایک حصہ محفوظ ہے (۵)۔

سلمان بن سمرۃ: آپ کی طرف حضرت سمرہؓ نے ایک رسالہ لکھا۔ سنن ابی داؤد اور دوسری کتب حدیث میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ حبیب روایت کرتے ہیں:

"عن سلمان بن سمرة عن ابیه سمرة انه کتب إلی ابنه أما بعد فإن رسول اللهﷺ کان یأمرنا" (۶)

سلمان بن سمرۃ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی طرف لکھا۔ اما بعد! بے شک رسول اللہﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے......

یہ بھی مروی ہے کہ کہ مروان بن جعفر بن سعد بن سمرۃ کے پاس سمرہؓ کی احادیث تحریری صورت میں موجود تھیں (۷)۔

۱۹۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص (م ۶۳ ھ)

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص بہت بڑے امام 'حبر'، عابد اور زاہد صحابی رسول تھے (۸)۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس صحابہ کرامؓ بیٹھے تھے، میں سب سے کم عمر تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من

(۲) ابن حنبل، العلل، ص: ۱/۱۳۷ (۳) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۲۲

(۴) النسائی، سنن النسائی، کتاب العقیقه، باب عن الغلام شاتان، حدیث نمبر ۴۲۲۶، ص: ۵۸۹

(۵) الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۳/۲۰۸ (۶) ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب اتخاذ المساجد فی الدور، حدیث نمبر ۴۵۶، ص: ۷۷

(۷) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۱۵ (۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۶۷

(۸) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۵۳

(۱) یہ حدیث متواتر لفظی کے قبیل سے ہے۔ جسے ستر سے زائد صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبیﷺ،

النار "① (جس آدمی نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا' وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے)۔ جب صحابہؓ باہر نکلے تو میں نے کہا: اس حدیث کے سننے کے بعد بھی تم لوگ احادیث بیان کرتے ہو۔ یہ سن کر صحابہ کرامؓ ہنس پڑے اور کہنے لگے: اے بھتیجے! جو کچھ ہم نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، وہ سب ایک کتاب میں محفوظ ہے ②۔

ڈاکٹر الأعظمی فرماتے ہیں:

''آپ کی کتابت بھی بہت اچھی تھی۔ گویا کہ آپ کو اس واقعہ کی وجہ سے حدیث لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور آپ نے احادیثِ رسول ﷺ لکھنا شروع کر دیں ③۔

آپ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں: ''میں نبی کریم ﷺ سے جو چیز بھی سنتا اسے لکھ لیتا تھا تاکہ وہ محفوظ ہو جائے۔ قریش نے مجھے منع کیا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی غصہ میں ہوتے ہیں اور کبھی خوش ہوتے ہیں۔ تم ان کی ہر چیز کیوں لکھتے ہو؟ چنانچہ میں نے کتابتِ حدیث چھوڑ دی اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا''۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"أکتب فوالذی نفسی بیده ماخرج منه إلا حق"...... ④

''تم لکھو، اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میرے منہ سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا''۔

حضرت ابو ہریرہؓ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اصحاب رسول ﷺ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہیں تھیں۔ البتہ عبداللہؓ بن عمروؓ کے پاس تھیں۔ کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا'' ⑤

عبداللہؓ بن عمرو نے جس صحیفہ میں یہ احادیث قلمبند کی تھیں' اس کا نام ''الصحیفه الصادقة'' تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

"الصادقة صحیفة کتبتها من رسول الله ﷺ و قال هی صادقة" ⑥

صادقہ ایک صحیفہ ہے جسے میں نے نبی ﷺ سے سن کر لکھا ہے۔ اور اس کا نام ''صادقہ'' ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

هذه الصادقة فیها ما سمعته من رسول الله ﷺ و لیس بینی و بینه أحد ⑦

''یہ صادقہ ہے میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی نہیں تھا۔

حدیث نمبر۱۱۰،ص:۲۳

② الہیثمی، مجمع الزوائد، ص:۱/۱۵۱ ③ الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص:۱۲۲

④ ابن حنبل، المسند، ص:۲/۱۲ ◉ الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر۴۸۳، ص:۱/۱۳۶

⑤ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص۳/۵۸ ◉ الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر۴۸۳، ص:۱/۱۳۶

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص۲/۱۲۵ ◉ الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابه العلم، حدیث نمبر۴۹۶، ص:۱/۱۳۸
◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص۳/۸۵ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۳ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۱۵۶

⑦ ابن حنبل، المسند، ص۹/۲۳۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص۳/۱۲۵، ۴/۹، ۷/۱۸۹ ◉ ابن الأثیر، أسد الغابة، ص:۳/۲۳۳

⑧ الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر۴۹۶، ص:۱/۱۳۸ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۸۶

آپ کو یہ صحیفہ بہت عزیز تھا' آپ فرماتے ہیں:

ما يرغبني في الحياة إلّا خصلتان الصادقة والوهظ فأماالصادقة فصيحفة كتبتها من رسول الله ﷺ و أما الوهظ فأرض تصدق بها عمروؓ بن العاصؓ كان يقوم عليها۔ ①

دو چیزوں کی وجہ سے مجھے زندگی عزیز ہے۔ ایک تو صحیفہ صادقہ جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے لکھا ہے اور دوسری الوحط نامی زمین جو مجھے عمروؓ بن العاص نے عطاء کی ہے۔

معمر نے ہمام سے اور انہوں نے ابو ہریرہؓ سے یہ بیان کیا ہے کہ عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص نے اپنے پاس جمع کردہ ذخیرہ حدیث کا نام ''الصحیفة الصادقة'' رکھا ہے۔ کہتے ہیں اس میں ایک ہزار احادیث تھیں ②۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرو کا بیان ہے:

''حفظت عن النبي ﷺ ألف مثل'' ③ (میں نے نبی ﷺ سے ایک ہزار مثل یاد کی ہیں)۔ ممکن ہے کہ مثل سے مراد آپ کی حدیث ہی ہو۔ جس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ یہ صحیفہ ایک ہزار احادیث پر مشتمل تھا۔

تاہم ڈاکٹر محمد حمید اللہ مذکورہ بالا قول کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''یہاں غالباً سادہ ضرب المثلین مراد نہیں ہیں اس حوالے میں کتاب یا صحیفہ صادقہ کا بھی صراحت سے ذکر نہیں ہے'' ④۔

یہ صحیفہ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا ⑤۔ امام مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت عبداللہؓ بن عمرو کے پاس آیا۔ میں نے ان کے بستر کے نیچے سے ایک صحیفہ اٹھانا چاہا۔ لیکن انہوں نے مجھے اٹھانے سے منع کر دیا۔ میں نے پوچھا' آپ مجھے کس چیز سے منع کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا:

"هذه الصادقة ماسمعت من رسول الله ﷺ ليس بيني وبينه أحد إذا سلمت لي هذه وكتاب الله والوهظ فلا أبالي على ماكانت عليه الدنيا" ⑥

یہ (صحیفہ) ''صادقہ'' ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان اور کوئی نہیں تھا۔ جب تک یہ (صحیفہ) اور اللہ کی کتاب اور ''الوحط'' کی زمین میرے پاس محفوظ ہے، مجھے دنیا کی کسی چیز کی پرواہ نہیں،

عبداللہؓ بن عمروؓ فرماتے ہیں: کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس ہر چیز لکھا کرتے تھے''۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔ عبداللہؓ بن عمروؓ سے سعد بن عفیر نے روایت کی ہے ⑦۔

---

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲/۸ ③ ابن الأثیر، أسد الغابة، ص:۳/۲۳۳

④ محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص:۵۰ ⑤ الخطیب، تقیید العلم، ص:۸۳ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۳/۵۸

⑥ ابن الأثیر، أسد الغابة، ص:۳/۲۳۳ ◉ الخطیب، جامع بیان العلم، ص:۱/۸۶ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۶۷

أسد الغابة میں "الوهظ" ظاء معجمہ کے ساتھ ہے اور جامع بیان العلم، میں "الوهظ" طاء مہملہ کے ساتھ ہے۔ نیز اس روایت میں یہ تفصیل بھی ہے کہ "وهط،، ایک زمین تھی جو حضرت عمروؓ بن العاص نے فی سبیل اللہ وقف کر دی تھی۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ اس کا انتظام کرتے تھے۔ جبکہ امام الذہبی نے ''الوحط،، کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ دس لاکھ درہم کا طائف میں ایک باغ تھا جو ان کے والد حضرت عمروؓ بن العاص ان کیلئے چھوڑ گئے تھے۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۹

◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۸۳ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۳/۵۸

⑦ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص:۳/۳۸

① ابن حنبل، المسند، ص:۲/۱۹۶ ② الدارقطنی، سنن دار القطنی، ص:۴/۶۵

ابوراشد حبرانی کہتے ہیں: میں عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے پاس آیا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ ہمیں حدیثِ رسول اللہ ﷺ بیان کریں۔ تو انہوں نے ہمارے سامنے ایک "صحیح" رکھ دیا اور کہا، کہ یہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے لکھوایا ہے، میں نے اس میں دیکھا، تو اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، کہ اے اللہ کے رسول! مجھے صبح اور شام کے لئے کوئی وظیفہ سکھائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یا أبا بکرؓ قل أللھم فاطر السموات......)) ① (اے ابوبکرؓ! کہو اے اللہ آسمانوں کو پیدا کرنے والا......)

تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کے فتاویٰ بھی جمع کیے تھے ②۔ عمرو بن شعیب کہتے ہیں کہ ہم نے عبداللہؓ بن عمروؓ کی کتاب میں حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ پایا: " إذا عبث المعتوہ بامرأتہ أمر ولیہ أن یطلق "③ (جب کوئی بیوقوف آدمی اپنی بیوی سے فضول لڑائی جھگڑے کرے، تو اس کا ولی اس کو طلاق دینے کا حکم دے)۔

درج ذیل روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے پاس احادیث نبویہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع تھا۔

ا) ابوقبیل کہتے ہیں: ہم عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ قسطنطنیہ اور روم میں سے پہلے کون سا شہر فتح ہوگا؟ آپ نے ایک صندوق منگوایا۔ جس پر حلقے پڑے ہوئے تھے۔ اس میں سے کتاب نکالی اور اس سے پڑھ کر کہا، کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا تھا کہ قسطنطنیہ اور روم میں سے پہلے کون سا شہر فتح ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "ہرقل کا شہر پہلے فتح ہوگا"④

ب) بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ "أدعیہ ماثورہ" بھی لکھا کرتے تھے اور انہیں بچوں کی گردن میں تعویذ بنا کر لٹکایا کرتے تھے ⑤۔

ج) عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ "ہم عبداللہؓ بن عمروؓ" کے پاس بیٹھے تھے کہنے لگے کیا میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں، جو رسول اللہ ﷺ سکھایا کرتے تھے؟ پھر انہوں نے ہمارے سامنے ایک کاغذ نکالا۔ اس میں لکھا تھا: "اللھم فاطر السموات......"⑥ (اے اللہ آسمانوں کو پیدا کرنے والے......)

د) آپ سریانی زبان بھی جانتے تھے۔ شریک بن خلیفہ کہتے ہیں:

"رأیت عبداللہ بن عمرو یقرأبالسریانیة" ⑦

"میں نے عبداللہؓ بن عمروؓ کو سریانی زبان میں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے"۔

ہ) آپ کو اہل کتاب کی بہت ساری کتب بھی ملی تھیں۔ جنہیں آپ پڑھا کرتے تھے۔ گویا "تقابل ادیان" کا مطالعہ کرتے تھے اور ان کتب سے معلومات بھی روایت کیا کرتے تھے ⑧۔

---

① الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱۷۶/۳ ② ابن حنبل، المسند، ص: ۱۶۲/۲ ③ ابن حنبل، المسند، ص: ۱۶۲/۲

④ الدارقطنی، سنن دارالقطنی، ص: ۶۵/۴ ④ ابن حنبل، المسند، ص: ۱۷۶/۲

⑤ البخاری، کتاب خلق أفعال العباد، حدیث نمبر ۵۷ ⑥ ابن حمید، المسند، ص: ۴۱

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴۹۵/۷ ⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱

و) حدیث کے صحائف کے علاوہ آپ نے مغازی پر بھی کتاب لکھی تھی (۱)۔ ظاہر ہے اس (مغازی) میں بھی احادیث رسول ﷺ کا ایک وافر حصہ موجود ہے۔

ی) نیز آپ اپنے شاگردوں کو احادیث لکھوایا کرتے تھے۔ ابوسبرۃ کہتے ہیں: کہ عبید اللہ بن زیاد، رسول اللہ ﷺ کے حوض کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ جب اس نے ابو برزہؓ، البراء بن عازب اور عائذؓ بن عمرو اور ایک دوسرے شخص سے معلوم کیا تو ان سب کو جھٹلانے لگا۔ ابوسبرۃ نے کہا: اچھا میں آپ کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جس میں اس مسئلہ کی تسلی وتشفی ہو جائے گی۔ تمہارے باپ نے مجھے کچھ مال دے کر حضرت معاویہؓ کی طرف بھیجا تھا۔ تو مجھے وہاں عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص ملے انہوں نے جو کچھ نبی کریم ﷺ سے سنا تھا مجھے لکھوایا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا، نہ کوئی حرف زیادہ کیا اور نہ ہی کم۔ "عبید اللہ نے کہا: حوض کے بارے میں اس سے زیادہ صحیح حدیث میں نے نہیں سنی۔ چنانچہ اس نے اس کی تصدیق کی۔ اور "صحیفہ" کو لے کر اپنے پاس رکھ لیا" (۲)

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

ابوسبرۃ: (۳)

شعیب بن محمد بن عبداللہؓ بن عمروؓ: علی بن المدینی، عمرو بن شعیب کے بارے میں لکھتے ہیں "جو کچھ ان سے ایوب اور ابن جریج روایت کریں وہ سب کا صحیح ہے اور اگر "عمرو عن أبيه عن جده" سے روایت کریں تو وہ اس کتاب سے ہے جو انہیں ملی تھی اور وہ ضعیف ہے" (۳)۔ جبکہ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ عمرو ثقہ راوی ہے، ایسی کوئی بات نہیں۔ لہٰذا جو کتاب "عن أبيه عن جده" ہے وہ بھی صحیح ہے (۵)۔ امام ابوعیسیٰ الترمذیؒ کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب کو محض اس لئے ضعیف قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے دادا (محمد بن عبداللہؓ) کے صحیفہ سے روایات بیان کرتے تھے (۶)۔

شفی بن ماتع: آپ کے پاس بھی عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۷)

عبدالرحمٰن (۲): ڈاکٹر الأعظمی فرماتے ہیں "یہ معلوم نہیں کہ یہ عبدالرحمٰن بن سلمی ہیں یا کوئی اور شخص" (۸)۔

عبدالرحمٰن بن سلمۃ الجمحی: آپ کہتے ہیں: میں نے عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص سے احادیث سنی ہیں اور انہیں لکھ بھی لیا ہے۔ جب میں نے حفظ کر لیں تو انہیں مٹا دیا۔ (۹)

عبداللہؓ بن عمرو کے کاتب (۱۰)

عبداللہ بن رباح الأنصاری (۱۱)

---

(۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۵/۳ (۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۶/۳
(۶) الترمذی، الجامع الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی کراھة البيع والشراء، حدیث نمبر ۳۲۲، ص: ۸۸ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۶۶/۳
(۷) المقریزی، الخطط، ص: ۲۳۳/۲ (۸) السخاوی، فتح المغیث، ص: ۲۱۶/۳ (۹) الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱۲۵
(۱۰) الفسوی، التاریخ، ص: ۱۶۳/۳ (۱۱) ابن حنبل، المسند، ص: ۱۸۳/۲

۲۰. حضرت اسیدؓ بن حضیر الأنصاری (م ۲۰ ھ)

حضرت اسیدؓ بن حضیر الأنصاری نے احادیث نبویہ لکھیں۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ کے قضایا بھی لکھے اور انہیں مروان کی طرف بھیجا①۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت اسیدؓ بن حضیر یمامہ② کے گورنر تھے۔ مروان نے ان کی طرف خط لکھا کہ حضرت معاویہؓ نے حکم بھیجا ہے کہ جس آدمی کی کوئی چیز چوری ہوگئی ہو اور جب وہ چوری پکڑ لی جائے تو اس کی قیمت کا وہ حقدار ہوگا۔ حضرت اسیدؓ بن حضیر کہتے ہیں کہ میں نے مروان کی طرف لکھا: نبی کریم ﷺ نے یہی فیصلہ دیا تھا اور یہی فیصلہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے بھی دیا تھا③۔

۲۱. ضحاکؓ بن سفیان الکلابی (م ۲۰ھ)

رسول اللہ ﷺ نے آپ کی طرف لکھا:

((أن ورّث امرأة أشيم الضبابی من دیته)) ④

تم اشیم الضبابی کی عورت کو اس کی دیت میں سے ورثہ دو۔

یہی حدیث ضحاکؓ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو بھی لکھی۔ سعیدؒ بن مسیب کہتے تھے کہ "دیت' ورثاء کے لئے ہے۔ خاوند کی دیت میں سے بیوی کو کچھ نہیں ملے گا"۔ یہاں تک کہ ضحاکؓ بن سفیان نے انہیں نبی ﷺ کی یہ حدیث لکھ کر بھیجی:

((أن النبی ﷺ ورث امراة أشيم الضبابی من دية زوجها)) ⑤

بے شک نبی ﷺ نے اشیم ضبابی کی عورت کو اس کی خاوند کی دیت کا وارث بنایا۔

۲۲. حضرت ضحاکؓ بن قیس الکلابی (م ۲۰ ھ)

حضرت ضحاکؓ نے ایک رسالہ قیسؓ بن الہیثم کی طرف لکھا اور اس میں بعض احادیث تحریر کیں۔ حسن کہتے ہیں: ضحاکؓ بن قیس نے یزید بن معاویہؓ کی وفات کے وقت قیسؓ بن الہیثم کو خط لکھا۔

---

① ابن حنبل، المسند، ص:۱۹۲/۲

② یمامہ: جزیرہ عرب کے وسط میں ایک وسیع علاقہ ہے، پہلے اس شہر کا نام جو تھا۔ جس کی رہائشی ایک لڑکی زرقاء الیمامۃ تھی، اس کی وفات کے بعد یہ شہر اسی کے نام سے منسوب ہوگیا، الحموی، معجم البلدان، ص:۲۲۶/۳۔

③ ابن حنبل، المسند، ص:۲۲۶/۴

④ ابن باجی، المنتقى الحديث، ص:۹۶۶ ◉ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الفرائض، باب فی المرأة ترث من دية زوجها، حدیث:۲۹۲۷، ص:۴۲۶

◉ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب الميراث من الدية، حدیث:۲۶۴۲، ص:۳۸۱

◉ مالک، المؤطا، کتاب العقول، باب ما جا فی میراث العقل والتغليظ فيه، حدیث نمبر۹، ص:۲۹۸ ◉ الشافعی، الرسالہ، ص:۴۲۶

⑤ ابن الأثير، أسد الغابة، ص:۳۷/۳

((سلام عليك أما بعد فإني سمعت رسول الله ﷺ......)) ①

السلام علیکم امابعد بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے............

حضرت نعمانؓ بن بشیر نے ضحاکؓ بن قیس الکلابی کی طرف ایک خط تحریر کیا جس میں احادیث نبویہ لکھی ہوئی تھیں ②۔

۲۳. حضرت نعمانؓ بن بشیر (م ۶۵ھ)

آپ کے پاس احادیث رسول ﷺ لکھی ہوئی تھیں۔ آپ نے قیسؓ بن الہیثم کو خط لکھا جس میں احادیث نبویہ بھی موجود تھیں ③۔ اسی طرح آپ نے ایک خط ضحاکؓ بن قیس الکلابی کو بھی لکھا، جس میں احادیث لکھی ہوئی تھیں ④۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ قیس بن الہیثم ⑤ ۲۔ ضحاک بن قیس ⑥

۳۔ حبیب بن سالم ⑦ ۴۔ قتادۃ ⑧

۲۴. حضرت زیدؓ بن ارقم (م ۶۶ھ)

آپ کا شمار مجوزین کتابت حدیث میں سے ہوتا ہے۔ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کی تھی ⑨۔

نضر بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حرّہ کے زمانے میں حضرت انسؓ بن مالک کی اولاد اور خاندان ہلاک ہوگیا، تو آپ نے ان کی طرف تعزیت کرتے ہوئے لکھا:

"اللهم اغفر للأنصار ولأبناء الأنصار" ⑩

اے اللہ! انصار اور ان کے بیٹوں کی بخشش فرما۔

۲۵. حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (م ۶۸ھ)

یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے اپنی وفات کے بعد اتنی زیادہ تالیفات چھوڑیں، کہ انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے ایک اونٹ پر لادا جاتا تھا ⑪۔ آپ بیان فرماتے ہیں، کہ جب کبھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں صحابیؓ کے

---

① امام احمدؒ بن حنبل نے اپنی "مسند" میں ضحاکؓ کی یہی ایک حدیث نقل کی ہے۔ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۴۵۳

② ابن ابی خیثمہ، التاریخ ص: ۱۳۳ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴۴۸

④ ابن ابی خیثمہ، التاریخ ص: ۱۳۳ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴۴۸

⑥ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۱۳۳ ⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۲۷۳

⑧ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۲۷۶ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۹۴

⑩ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۳۷۰ـ۳۷۳ ◎ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل الأنصار و قریش، حدیث نمبر ۳۹۰۲، ص: ۸۷۹

⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۲۱۶

پاس حدیث ہے، تو میں اس کے دروازے پر آتا اگر وہ سور ہے ہوتے تو میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر وہیں لیٹ جاتا، ہوائیں گرد وغبار اٹھا کر میرے اوپر ڈالتیں، جب وہ صحابی تشریف لاتے، مجھے کہتے: اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد! آپ یہاں کیسے تشریف لائے۔ آپ مجھے پیغام بھیج دیتے میں خود ہی آپ کے پاس حاضر ہو جاتا۔ میں کہتا نہیں آپ کے پاس آنے کا حق میرا ہے، کہ میں آپ سے حدیث کے بارے میں پوچھ سکوں①۔

آپ کسی ایک شخص سے حدیث سن کر مطمئن نہیں ہوتے تھے، جب تک کہ تیس اشخاص سے اس کے بارے میں سوال نہ کر لیں۔ آپ خود بیان کرتے ہیں:

"إنی کنت لأسأل عن الأمر الواحد ثلاثین من أصحاب النبی ﷺ"②

میں کسی ایک حدیث کے بارے میں نبی ﷺ کے تیس صحابہ سے سوال کرتا تھا۔

رافعؓ بن خدیجؓ کی زوجہ سلمیٰؓ بیان کرتی ہیں:

"رأیت عبداللہؓ بن عباسؓ یأتی إلیٰ زوجی ابی رافع حاملاً معه ألواحاً خشبیة لیکتب أحادیث خاصة بأفعال النبی ﷺ"③

میں نے عبداللہؓ بن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ میرے خاوند ابو رافع کے پاس لکڑی کی تختیاں اٹھائے ہوئے آتے اور ان سے نبی ﷺ کے افعال سے متعلقہ احادیث کو لکھتے۔

عبداللہؓ بن عباسؓ کی عادت یہ تھی کہ نماز پڑھنے کے بعد آپ کے غلام آپ کے ساتھ بیٹھ جاتے، جب قرآن کی کسی آیت کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوتا تو اسے دہراتے اور نوٹ کر لیتے پھر بعد میں اس کے بارے میں پوچھ لیتے تھے④۔

آپ کی جلالت علمی کا تذکرہ موسیٰ بن عقبہ نے یوں کیا ہے:

"وضع عندنا کریب مولیٰ ابن عباسؓ حمل بعیر أو عدل بعیر من کتب ابن عباسؓ......"⑤

ابن عباسؓ کے مولیٰ کریب نے ہمارے سامنے ابن عباسؓ کی اتنی کتب رکھیں جو ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر تھیں۔

ہذیل کہتے ہیں کہ اہل کوفہ نے مجھے کچھ مسائل دیئے کہ حضرت ابن عباسؓ سے ان کا حال پوچھوں چنانچہ میرے صحیفہ میں جتنے سوالات تھے ان سب کا جواب عبداللہؓ بن عباسؓ نے دیا⑥۔

---

① الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/ ۳۳۰ ◉ ابن حجر، الإصابہ، ص: ۱/ ۳۳۱

② الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/ ۳۳۱ ④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/ ۱۲۳

③ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/ ۱۷۲ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/ ۷۹

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/ ۷۹

امام ترمذی نے ابن عباسؓ کے موالی اور ان کے شاگرد عکرمہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ طائف سے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے، ان کے پاس آپ (یعنی عبداللہؓ بن عباسؓ) کی تحریرات تھیں، اور وہ آپ کی کتب کو نقل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ابن عباسؓ ان کو پڑھ کر املا کرواتے گئے ①۔

حضرت سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں، کہ ''ابن عباسؓ جو املاء کراتے تھے اسے وہ لکھتے جاتے اگر درس کے دوران کاغذ ختم ہو جاتا تو وہ اپنے لباس، ہتھیلی حتیٰ کہ اپنی چپل پر بھی لکھ لیتے پھر گھر جا کر اسے نقل کر لیتے'' ②۔

یہ بھی مروی ہے کہ آپ کے بیٹے علی بن عبداللہؓ کو جب اپنے والد عبداللہؓ بن عباسؓ کی کتب میں سے کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو وہ کریب کو لکھ بھیجتے کہ میری طرف فلاں کتاب ارسال کرو، چنانچہ کریب مطلوبہ کتاب کو لکھ کر علی بن عبداللہؓ کی طرف بھیج دیتے ③۔

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا جب انتقال ہوا ان کے یہی بیٹے علی بن عبداللہؓ اپنے والد کی کتب کے وارث بنے۔

آپ کبھی کبھار اپنے شاگردوں کے لئے خود لکھا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے شاگرد ابن ابی ملیکہ کے لئے حضرت علیؓ کے قضایا لکھے ④۔

طاؤس بن کیسان کا بیان ہے کہ ''عبداللہؓ بن عباسؓ کے پاس حضرت علیؓ بن ابی طالب کا وہ نسخہ بھی تھا جو کہ قضاء کے احکام پر مشتمل تھا جسے آپ اپنے کسی شاگرد کو املاء کروایا کرتے تھے ⑤۔

جہاں تک اپنے شاگردوں کو احادیث لکھ کر دینے کا تعلق ہے تو اس کی بے شمار امثلہ ہیں ⑥۔ آپ لوگوں کو اپنی کتب بھی پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ آخری عمر میں آپ کی نظر کمزور ہوگئی تھی تو کسی آدمی کو بلاتے اور وہ آپ کی کتب سے پڑھ کر سناتا ⑦۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی لکھی ہوئی احادیث موجود تھیں:

ابن ابی ملیکہ: آپ بیان فرماتے ہیں:

"كتبت إلى ابن عباسؓ فكتب إليّ أن النبي ﷺ قضى......" ⑧

میں نے ابن عباسؓ کی طرف خط لکھا تو انہوں نے مجھے لکھا کہ نبی ﷺ نے فیصلہ دیا......

---

① الترمذی، کتاب العلل، ص:۸۹٦

② الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۵۰۱، ص:۱/۱۳۹ ⊙ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۱۳٦

③ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۳٦ ⊙ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۱۳٦ ⊙ ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۱۱۳

④ المسلم، مقدمة الصحيح، باب النهى عن الرواية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۳، ص:۱۰

⑤ المسلم، مقدمة الصحيح، باب النهى عن الرواية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۲، ص:۱۰

⑥ ابن حنبل، المسند، ص:۱/۲۲۳، ۲۲۸، ۲۳۹ ⑦ الخطیب، الکفایہ، ص:۲٦۳

⑧ ابن حنبل، المسند، ص:۱/۲۲۳، ۳۵۱

الحکم بن مقسم: آپ نے حضرت ابن عباسؓ سے صرف چار احادیث سنی ہیں اور باقی تمام ان کی کتاب سے روایت کی ہیں ①۔

سعید بن جبیر: آپ کہتے ہیں: میں ابن عباسؓ کے پاس اپنی تختیوں پر احادیث لکھتا تھا۔ جب وہ بھر جاتیں تو پھر اپنے جوتے پر لکھتا تھا②۔

علی بن عبداللہؓ بن عباسؓ: آپ کے پاس بھی ابن عباسؓ کی احادیث لکھی تھیں ③۔

عکرمہ: آپ نے نزول قرآن کے بارے میں ابن عباسؓ کی لکھی ہوئی تفسیر بیان کی ہے④۔

عمرو بن دینار: آپ فرماتے ہیں میں عبداللہؓ بن عباس کے پاس بیٹھتا نہیں تھا⑤۔ میں کھڑے کھڑے آپ کی احادیث لکھا کرتا تھا⑥۔

کریب: علی بن عبداللہؓ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب میں حدیث لکھنے کا ارادہ کرتا تو کریب کو لکھتا کہ مجھے فلاں فلاں صحیفہ بھیج دو۔ وہ اس کے کئی نسخے تیار کرتا اور ایک مجھے بھیج دیتا⑦۔

مجاہد: ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں' میں نے مجاہد کو دیکھا کہ وہ ابن عباسؓ سے قرآن کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کی تختیاں بھی ہوتی تھیں۔ ابن عباسؓ اسے کہتے "اسے لکھتے رہو" حتیٰ کہ وہ ساری تفسیر لکھ لیتے ⑧۔

نجدۃ الحروری: یزید بن ہرمز کہتے ہیں کہ نجدہ نے ابن عباسؓ کی طرف خط لکھا جس میں چند مسائل تھے۔ جب ابن عباسؓ نے خط پڑھا میں دیکھ رہا تھا آپ نے اس خط کا جواب لکھا⑨۔

۲۶. حضرت براءؓ بن عازب (م ۷۲ھ)

حضرت براءؓ بن عازب اپنے شاگردوں کو احادیث کی املاء کروایا کرتے تھے۔

وکیع کہتے ہیں:

''میرے والد عبداللہ بن حنش سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے براءؓ بن عازب کے تلامذہ کو دیکھا وہ آپ کے سامنے سرکنڈوں سے اپنی ہتھیلیوں پر احادیث لکھ رہے تھے''⑩۔

امام حاکم نیشاپوری جب ۳۴۵ھ کو کوفہ گئے تو انہوں نے وہ جگہ دیکھی جہاں براءؓ بن عازب درس و تدریس کی مجالس قائم کیا کرتے تھے⑪۔

---

① السخاوی، فتح المغیث، ص:۲/۱۳۸ ② ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص:۱/۵۰

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۲۱۶ ④ ابن الندیم، الفہرست، ص:۵۷

⑤ ممکن ہے کہ شاگردوں کے ہجوم کی وجہ سے آپ ایسا کرتے ہوں۔

⑥ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۵ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص:۷۸

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۲۱۶ ⑧ ابن الندیم، الفہرست، ص:۳۳

⑨ ابن حجر، الإصابۃ، ص:۲/۳۳۳ ◉ ابن باکی، المنتقی الحدیث، حدیث نمبر۱۰۸۶، ص:۹۶۶ ◉ ابوعبید، الاموال، ص:۳۳۳
◉ ابن حنبل، المسند، ص:۱/۲۲۴، ۲۲۸، ۲۹۴، ۳۰۸ ◉ الحمیدی، مسند، ص:۱/۲۳۳ ◉ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص:۵/۱۵۹
◉ البلاذری، أنساب الاشراف، ص:۱/۵۱۷

⑩ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر۵۰۳، ص:۱/۱۲۸ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۵ ◉ ابن ابی خیثمہ، کتاب العلم، ص:۱۴۳

⑪ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۹۱

۲۷. حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ (م ۷۳ھ)

حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے اپنے قاضی عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؒ کی طرف لکھے گئے ایک خط میں نبی ﷺ کی ایک حدیث لکھی ①۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ کا بیان ہے:

"كتب أهل الكوفة إلى ابن الزبيرؓ فى الجد فقال أما الذى قال رسول الله ﷺ "لو كنت متخذاً من هذه الأمة لأ تخذته" أنزله أبا يعنى أبا بكر"②

اہل کوفہ نے حضرت عبداللہؓ بن الزبیرؓ کی طرف دادا کے بارے خط لکھا تو حضرت عبداللہؓ بن الزبیرؓ نے کہا وہ جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی کو اس امت سے دوست بناتا تو میں انہیں (ابوبکرؓ) بناتا، انہیں "اَب" کے قائمقام ٹھہرایا یعنی ابوبکرؓ۔

۲۸. حضرت ابو سعید خدریؓ (م ۷۴ھ)

حضرت ابوسعید خدریؓ کے شاگرد آپ سے کتابت حدیث کی ممانعت بیان کرتے ہیں③۔ ابوسعید خدریؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لا تكتبوا عنى و من كتب عنى غير القرآن فليمحه.......))④

مجھ سے قرآن کے علاوہ مت لکھو جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ لکھا ہے وہ اسے مٹا ڈالے۔

لیکن ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے احادیث اپنے لئے لکھی تھیں کیونکہ خطیب بغدادیؒ نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"ما كنا نكتب شيئا غير القرآن و التشهد" ⑤

ہم قرآن اور تشہد کے علاوہ کوئی چیز نہیں لکھا کرتے تھے۔

اس قول سے ایک واضح اشارہ ملتا ہے کہ آپ قرآن کے علاوہ احادیث بھی لکھا کرتے تھے۔ کیونکہ تشہد بذات خود حدیث ہے جو حدیث کی کتب میں موجود ہے⑥۔

ڈاکٹر الأعظمی فرماتے ہیں:

'اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ نے کچھ احادیث حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی طرف لکھی تھیں'⑦

---

① ابن حنبل، المسند، ص:۴/۴

② البخاری، الصحیح، كتاب فضائل أصحاب النبى ﷺ، باب قول النبى ﷺ لو كنت متخذاً خليلاً، حدیث نمبر ۳۵۶۸، ص:۶۱۳

③ الخطیب، تقیید العلم، ص:۳۶

④ المسلم، الصحيح، كتاب الزهد، باب التثبت فى الحديث و حكم كتابة العلم، حدیث نمبر ۷۵۰۱، ص:۱۲۹۷

⑤ الخطیب، تقیید العلم، ص:۹۳

⑥ البخاری، الجامع الصحيح، كتاب الأذان، باب التشهد فى الأخرة، حدیث نمبر ۸۳۱، ص:۱۳۵

◉ المسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب التشهد فى الصلاة، حدیث نمبر ۹۰، ص:۱۷۱

⑦ الأعظمی، دراسات، ص:۹۵

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے حضرت ابن عباسؓ سے لین دین کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا ہاتھوں ہاتھ ہونی چاہیے (یعنی نقد) ، میں نے کہا اچھا تو عبداللہؓ بن عباس نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ اس کے بعد میں ابوسعید خدریؓ سے ملا اور آپ کو ابن عباسؓ کی بات بتائی کہ میں ابن عباسؓ سے ملا اوران سے "صَـــرف" (لین دین) کے بارے میں پوچھا، تو آپؓ نے فرمایا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، تو ابوسعیدؓ خدری کہنے لگے کہ آپ نے ایسا ہی کہا، میں ان کی طرف لکھوں گا کہ وہ آپ کو ایسا فتویٰ نہ دیں'' ①۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف جو کچھ بھی لکھا وہ حدیث ہی تھا۔

۲۹. حضرت جابرؓ بن سمرة (م ۷۴ھ)

مسند احمد اور صحیح مسلم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ بن سمرۃ نے احادیث لکھیں، اور انہیں عامر بن سعد کی طرف ارسال کیا۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے بیٹے عامر بن سعد کہتے ہیں: ''میں نے جابرؓ بن سمرۃ کی طرف اپنے غلام نافع کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ جو کچھ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ مجھے بھی بتائیں تو انہوں نے میری طرف یہ حدیث لکھ کر بھیجی''۔

((سمعت رسول الله ﷺ يوم جمعة عشية رجم الأسلمي فقال لا يزال الدين قائما حتى تقوم الساعة......)) ②

جس جمعہ کی شام کو (ماعز) اسلمیؓ کو رجم کیا گیا اس دن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک یہ دین قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے......

۳۰. حضرت رافعؓ بن خدیج (م ۷۴ھ)

آپ کے پاس چمڑے پر احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ نافع بن جبیر کہتے ہیں ایک بار مروان نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور اس میں مکہ اور اس کی حرمت کا ذکر کیا۔ تو حضرت رافعؓ بن خدیج نے بآواز بلند کہا۔ اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے اور وہ ہمارے پاس خولانی چمڑے میں لکھا ہوا موجود ہے ③۔ اشارہ بنو امیہ کے ''محاصرۂ مدینہ'' کی طرف ہے۔

۳۱. حضرت عبداللہؓ بن عتبہ (م ۷۴ھ)

حضرت عبداللہؓ بن عتبہ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ تھا ④۔ آپ کی لکھی ہوئی احادیث میں سے وہ احادیث بھی تھیں،

---

① ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۶۰

② ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۸۹۔ المسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب الناس تبع لقريش، حدیث نمبر ۴۷۷۱، ص: ۸۱۷

◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۵ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۳ ◉ ابن ابی خیثمہ، کتاب العلم، ص: ۱۱

③ ابن حنبل، المسند، ۴/۱۴۱ ◉ حمید اللہ، الوثائق السياسية، ص: ۱/۴۷

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۴۲

جنہیں عمر بن عبداللہ بن الأرقم نے حضرت سبیعہؓ بنت الحارث سے پوچھ کر آپ کی طرف ارسال کیا تھا①۔

عمرو بن عتبہ نے حضرت سبیعہؓ بنت الحارث کی طرف لکھا تمہارے معاملے میں رسول اللہ ﷺ نے کیا فیصلہ کیا تھا، چنانچہ حضرت سبیعہؓ بنت الحارث نے ان کی طرف لکھا②۔ اسی طرح حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے آپ کی طرف بعض احادیث لکھ کر ارسال کی تھیں③۔

۳۲. حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بن خطاب (م ۷۴ ھ)

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بن خطاب نے اگرچہ ابتدا میں اپنے والد حضرت عمرؓ بن خطاب کے منع کرنے پر حدیث لکھنا ترک کر دی تھی۔ تاہم آخری زندگی میں آپ اس ممانعت سے دستبردار ہو گئے تھے④۔ اور احادیث لکھ کر انہیں رسائل میں جمع کرتے تھے⑤

ابراہیم الصائغ کہتے ہیں: "حضرت عمرؓ کی حدیث میں بے شمار کتب تھیں جنہیں وہ دیکھا کرتے تھے"⑥۔

ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عبداللہؓ بن عمرؓ کا اپنی کتب سے شغف کا یہ حال بیان کیا گیا ہے:

"انه كان لا يخرج من بيته غدوة حتى ينظر في كتبه"⑦

آپ صبح کو اپنے گھر سے اس وقت تک نہیں نکلتے تھے جب تک آپ اپنی کتب پر نظر نہ ڈال لیں۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے پوتے عبدالحمید بن عبداللہؓ کے پاس ان کی لکھی ہوئی ایک تحریر تھی جس میں حضرت عمرؓ بن خطاب کی زمین وقف کرنے کا بیان تھا⑧۔

یحیٰ بن سعید انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پوتے عبدالحمید نے اس تحریر کی ایک نقل مجھے دی جس کی ابتدا یوں ہوتی ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم' هذا ما كتب عبدالله بن عمر"⑨

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ تحریر ہے جسے عبداللہؓ بن عمرؓ نے لکھا ہے۔

---

① عبید اللہ بن عبداللہؓ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد یعنی عبداللہؓ بن عتبہ نے عمر بن عبداللہ کی طرف لکھا کہ وہ حضرت سبیعہؓ بنت الحارث کی حدیث کے بارے میں مطلع کریں، جس میں مطلقہ حاملہ عورت کی عدت کا بیان ہے چنانچہ عمر بن عبداللہ نے حدیث سبیعہؓ بنت الحارث آپ کی طرف لکھ کر ارسال کی۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب حدیث نمبر ۳۹۹۱، ص: ۶۷/۳۔

◉ المسلم، الصحيح، كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها، حدیث نمبر ۳۷۲۲، ص: ۶۳۳

② ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، كتاب الطلاق، باب الحامل المتوفى عنها زوجها، حدیث نمبر ۲۰۲۸، ص: ۲۹۰

③ ابن حنبل، المسند، ص: ۴۰۴

④ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۳۶

⑤ ابن حنبل، المسند، ص: ۲/۴۵، ۹۰

⑥ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۱۶۰/۳

⑦ المقدسی، الأداب الشرعيه، ص: ۱۲۵

⑧ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب کو خیبر کی ایک عمدہ زمین ملی جس کے بارے میں آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مشورہ اور اس کے بعد اسے وقف کر دیا۔ المسلم، الصحیح، کتاب الوصیۃ باب الوقف، حدیث نمبر ۴۲۲۳، ص: ۷۱۶ ◉ الدار قطنی، سنن الدار قطنی، کتاب الاحباس، باب كيف يكتب الحبس، حدیث نمبر ۱۸، ص: ۱۹۳/۴

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۸/۶

آپ کے پاس حضرت عمرؓ بن خطاب کی کتاب ''الصدقۃ'' کا نسخہ بھی تھا اور فی الحقیقت یہ نسخہ ''صدقات نبوی'' کے نسخوں میں سے ایک تھا۔ لیث کہتے ہیں کہ ''نافع نے کہا کہ میں نے یہ نسخہ عبداللہؓ بن عمرؓ کے پاس کئی بار پیش کیا①۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے پاس ذخیرۂ احادیث تحریری صورت پر موجود تھا۔

سلیمان بن موسیٰ کا بیان ہے:

"انه رأى نافعاً مولىٰ ابن عمرؓ يملى عليه و يكتب بين يديه" ②

انہوں نے ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام نافع کو دیکھا کہ ابن عمرؓ انہیں املا کروا رہے تھے اور وہ آپ کے سامنے لکھ رہے تھے۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

جمیل بن زیاد الطائی: آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کو دیکھا تھا۔ اور ان کی وفات کے وقت مدینہ گئے اور وہاں سے آپ کی احادیث جمع کیں③۔

سعیدؒ بن جبیر: آپ فرماتے ہیں: میں عبداللہؓ بن عمرؓ اور عبداللہؓ بن عباسؓ کی طرف آیا جایا کرتا تھا۔ میں دونوں سے احادیث سنتا اور پالان کے وسط میں لکھ لیتا۔ پھر سواری سے اتر کر کاغذ میں لکھ لیتا تھا④۔

عبدالعزیزؒ بن مروان: عبداللہؓ بن عمرؓ نے انہیں کچھ احادیث لکھ کر بھیجی تھیں⑤۔

عبدالملک بن مروان: عبداللہؓ بن عمرؓ نے ان کے عہدہ سنبھالنے پر ان کو بھی احادیث لکھ کر ارسال کی تھیں⑥۔

عبیداللہ بن عمر: آپ کے پاس بھی اپنے بھائی کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑦۔

عمر بن عبیداللہ: آپ فارس کے گورنر تھے۔ آپ نے حضرت ابن عمرؓ کو نماز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے خط لکھا۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے انہیں لکھا:

((ان رسول الله ﷺ كان إذا خرج......)) ⑧

بے شک رسول اللہ ﷺ جب نکلتے تو............

نافع مولی ابن عمرؓ: مسند احمد میں حدیث ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ محرم (احرام والے شخص) کو قمیص نہیں پہننی چاہیے اور نہ ایسا کپڑا جس میں ورس (خوشبو) لگی ہو۔ ابن عون⑨ کہتے ہیں کہ یہ نافع کی کتاب میں موجود ہے⑩۔

---

① ابوعبید، الأموال، ص:۳۹۳

② الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ، العلم، حدیث نمبر ۵۰۷، ص:۱/۱۳۹

③ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۱/۲۱۳

③ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۳

⑤ ابن حنبل، المسند، ص:۲/۱۵۲

⑥ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۷۹

⑦ الخطیب، الفقیہ و المتفقہ، ص:۱۳۳

⑧ ابن حنبل، المسند، ص:۲/۴۵

⑨ ابن عون، نافع کے شاگرد ہیں۔

⑩ ابن حنبل، المسند، ص:۲/۲۹

امام ذہبی کہتے ہیں کہ واقدی نے علماء کی ایک جماعت سے بیان کیا ہے، کہ نافع کی کتاب جوانہوں نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے وہ ایک صحیفہ تھی اور ہم نے اسے پڑھا①۔

عبید اللہ بن معمر: حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے شام میں اپنے اس دوست کو بھی احادیث ارسال کیں۔ جنہوں نے خط لکھ کر پوچھا تھا: ''ہم شام میں ٹھہر چکے ہیں ہمیں دشمن کا بھی کوئی خطرہ نہیں ہم پر سات برس بیت چکے ہیں ہمارے بچے بھی ہو گئے ہیں' ہم نماز کتنی پڑھا کریں؟ آپ نے جواب میں لکھا تم دو رکعات نماز پڑھا کرو' یعنی قصر کیا کرو②۔

۳۳. حضرت جابرؓ بن عبداللہ (۷۸ھ)

آپ کے پاس احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ تھا③، جو ایک ہزار سے زائد احادیث پر مشتمل تھا④۔

اس صحیفہ کے بارے میں مشہور محدث حضرت قتادہ فرماتے ہیں۔

"لأنا لصحيفة جابرٌ أحفظ منى لسورة البقرة" ⑤

مجھے سورۃ بقرۃ سے زیادہ ''صحیفہ جابرؓ '' یاد ہے۔

امام احمد بن حنبل حضرت قتادۃ کی قوت حافظہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' صحیفہ جابرؓ ان کے سامنے ایک مرتبہ پڑھا گیا تو انہیں یاد ہو گیا⑥''۔

اس صحیفہ کے علاوہ بھی آپ کا حج کے بارے میں ایک مختصر رسالہ تھا۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

"وله منسك صغير فى الحج أخرجه مسلم" ⑦

حج کے احکام کے بارے میں آپ کا ایک چھوٹا سا (رسالہ) جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

صحیح مسلم میں اس رسالہ کا مکمل متن موجود ہے⑧۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ حدیث کی کتابت کرتے تھے۔ ربیع بن سعد فرماتے ہیں:

"رأيت جابر يكتب عند ابن سابط فى ألواح" ⑨

میں نے حضرت جابرؓ کو ابن سابط کے پاس تختیوں پر حدیث لکھتے ہوئے دیکھا ہے۔

---

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۱/۵ ② ابن حجر، الإصابة، ص: ۳۳۳/۲ ◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۹/۲

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۳۳/۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۵/۴ ◉ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۵۰۶

④ عبدالرزاق، المصنف، باب الذنوب، حدیث نمبر ۲۰۲۷۷، ص: ۱۸۳/۱۱ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱۳۲/۱

⑤ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱۸۲/۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۳/۸۔

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۵/۷

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶/۱ ⑧ المسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث نمبر ۲۹۵۰، ص ۵۱۳

⑨ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۶/۱

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے تلامذہ میں سے معمر بن راشد نے بھی صحیفہ جابرؓ سے روایات نقل کی ہیں ①۔ لیکن ان احادیث کا موضوع مسائل حج کے بارے میں نہیں ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحیفہ جابرؓ اس مختصر رسالہ کے علاوہ ہے، جو آپ نے حج کے بارے میں تالیف کیا تھا۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

ابوسفیانؒ: وکیع کہتے ہیں میں نے شعبہؒ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابوسفیان حضرت جابرؓ سے جو روایات بیان کرتے ہیں، وہ ایک صحیفہ سے ہیں ②۔ ابوسفیان کی حضرت جابرؓ سے سماعت کو امام بخاریؒ نے پختہ قرار دیا ہے ③۔

الجعد بن دینار ابوعثمان: امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ قتادہ' ابوبشر اور جعد ابوعثمانؒ سلیمان بن قیس کی کتاب روایت کرتے ہیں یعنی جو انہوں نے حضرت جابرؓ سے لکھی تھی ④۔

حسن بصریؒ: ابوحاتم کہتے ہیں: حسن بصری حضرت جابرؓ سے کتاب روایت کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت جابرؓ کو پایا تھا ⑤۔

سلیمان بن قیس الیشکری: سلیمانؒ بن حرب کہتے ہیں: کہ سلیمانؒ الیشکری ایک سال مکہ میں ٹھہرے اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے پاس رہے۔ ان سے ایک صحیفہ لکھا۔ آپ بہت جلد فوت ہو گئے تھے۔ لیکن صحیفہ آپ کی اولاد کے پاس موجود رہا ⑥۔ ہمام بن یحیٰ کہتے ہیں کہ: سلیمان الیشکری کی والدہ نے سلیمان کا نسخہ پیش کیا۔ وہ ثابت' قتادہ' ابوبشر' حسن اور مطرف کے سامنے پڑھا گیا۔ ان سب نے اس کو مکمل روایت کیا ہے۔ لیکن ثابت نے اس سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے ⑦۔

عامر شعبی: ابوحاتم کہتے ہیں: سلیمان الیشکری نے حضرت جابر کی مجلس اختیار کی۔ آپ سے احادیث سنی اور ان کو ایک صحیفہ میں لکھا۔ جب ان کی وفات ہوئی تو یہ صحیفہ ان کی بیوی کے پاس موجود تھا اور یہی صحیفہ ابوؒ الزبیر' ابوؒسفیان اور الشعبی نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح حضرت قتادہؒ نے بھی اسے روایت کیا ہے ⑧۔

عبداللہؓ بن عقیل: آپ کہتے ہیں: میں محمد بن علی ابوجعفر اور محمد بن الحنفیہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ ہم ان سے سنن رسول اللہ ﷺ اور صلاۃ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں احادیث پوچھا کرتے تھے۔ ہم وہ احادیث لکھ لیتے تھے اور آپ سے علمِ حدیث سیکھتے بھی تھے ⑨۔

---

① عبدالرزاق، المصنف، باب الذنوب، حدیث نمبر ۲۰۲۷۷، ص: ۱۱/۱۸۳

② الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۵۵ ③ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۳۲

④ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۹۳ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۶۸

⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۳۲۲ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۱۵

⑦ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۵۴ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۱۵

⑨ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۴

عطاء بن ابی رباحؒ: آپ کے پاس حضرت جابرؓ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ①۔

قتادہؒ: آپ کے پاس بھی (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے) حضرت جابرؓ کی لکھی ہوئی احادیث موجود تھیں ②۔

مجاہد: ابن سعد کہتے ہیں کہ علمائے حدیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد حضرت جابرؓ کے صحیفہ سے روایات بیان کرتے تھے ③۔

مطرفؒ: ④

محمد بن الحنفیہ: ⑤

محمدؒ بن علی ابوجعفر: ⑥

محمدؒ بن مسلم ابوالزبیر: امام لیث فرماتے ہیں میں ابوالزبیر کے پاس آیا تو اس نے مجھے دو کتابیں دیں۔ میں نے ان سے پوچھا کیا یہ تمام آپ نے حضرت جابرؓ سے سنی ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس میں کچھ احادیث وہ ہیں جو میں نے حضرت جابرؓ سے سنی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ان سے نہیں سنی۔ تو انہوں نے دونوں قسم کی احادیث کا واضح فرق کر کے بتایا ⑦۔

ایک اور روایت میں ہے کہ امام لیثؒ ابوالزبیرؒ کے پاس آئے۔ انہوں نے کچھ کتب نکال کر دکھائیں۔ لیث نے پوچھا کیا یہ سب آپ نے جابرؓ سے سنی ہیں؟ انہوں نے کہا دوسروں سے بھی سنی ہیں۔ لیث نے کہا مجھے جابرؓ والی احادیث بتائیں تو انہوں نے ایک صحیفہ نکال کر دیا ⑧۔

وہب بن منبہ: ان سے آپ کا بیٹا معقل ایک صحیفہ روایت کرتا ہے۔ امام یحییٰ بن معین انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آدمی سچا تھا اور جو صحیفہ وہ وہب سے حضرت جابرؓ کا روایت کرتا ہے وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ انہیں کہیں سے کوئی کتاب ملی تھی کیونکہ وہب کا حضرت جابرؓ سے سماع نہیں ہے ⑨۔ حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ ”ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں یہ بیان کیا ہے کہ وہب کا سماع حضرت جابرؓ سے ثابت ہے“ ⑩۔

۳۴. حضرت ابو امامہ' صدیؓ بن عجلان (۸۱ھ)

حضرت ابو امامہ' صدیؓ بن عجلان کتابتِ حدیث کی اجازت دیا کرتے تھے۔ حسن بن جابر نے آپ سے علم (حدیث) کی کتابت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب دیا: ”لا بأس بذلك“ ⑪ (اسے لکھنے میں کوئی حرج نہیں)۔

قاسم شامی نے آپ سے احادیث لکھی تھیں ⑫۔

---

① ابن حنبل، المسند، ص: ۳۲۶/۳ ◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والأصنام، حدیث نمبر ۲۲۳۶، ص: ۳۵۶

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۳/۸ ③ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ص: ۳۴۴/۵ ④ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۴

⑤ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۴ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۳/۲ ⑥ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۴ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۳/۲

⑦ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص: ۳۱ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۴۲/۹

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۶/۱ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۶/۱

⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۲/۷ ◉ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۴۹۳، ص: ۱۳۸/۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۹۸

⑫ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الطهارة، باب ما يذهب الوضوء من الخطايا، حدیث نمبر ۱۵۲، ص: ۵۰/۱

۳۵. حضرت واثلہؓ بن الأسقع (م ۸۳ ھ)

مصادر میں آپ کے مجموعہ حدیث کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا، تاہم آپ اپنے تلامذہ کو احادیث لکھوایا کرتے تھے۔ معروف الخیاط کہتے ہیں:

"رأيت واثلة بن الأسقع يملى عليهم الأحاديث" ①

میں نے نے حضرت واثلہؓ بن الأسقع کو دیکھا وہ اپنے شاگردوں کو احادیث لکھوایا کرتے تھے۔

۳۶. حضرت عبداللهؓ بن أوفى (م ۸۷ھ)

آپ رسول کریم ﷺ کے ساتھ بیتِ رضوان میں شریک ہوئے تھے، کوفہ میں وفات پانے والے آخری صحابیؓ رسول ہیں ②۔

ابو النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام اور ان کے کاتب تھے بیان کرتے ہیں کہ جب عمر بن عبید اللہ حروریۃ (خوارج) کے مقابلے میں لڑنے کے لئے نکلے۔ تو حضرت عبداللہؓ بن اوفٰی نے ان کی طرف حدیث لکھ کر بھیجی۔ جسے میں نے پڑھ کر سنایا" ③۔

اسماعیل بن ابی خالد نے حضرت ابن ابی اُوفٰی کی طرف سے احادیث تحریری صورت میں حاصل کیں ⑤۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

سالم بن ابی امیہ التیمی: آپ نے عبداللہؓ بن ابی اوفٰی سے ایک کتاب روایت کی ہے ⑥۔ اور یہی سالم عبداللہؓ بن اوفٰی کے کاتب بھی تھے ⑦۔

سالم بن ابی امیہ کا ایک ساتھی: ابوحیان کہتے ہیں: مدینہ منورہ میں مَیں نے ایک شیخ سے سنا کہ عبداللہؓ بن اوفٰی نے عبید اللہ کی طرف خط لکھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب حروریۃ (خوارج) سے جنگ لڑی جا رہی تھی۔ میں نے اس کے کاتب سے جو میرا دوست تھا، کہا: کہ یہ مجھے بھی لکھ دیں تو اس نے ایسے ہی کیا۔

"ان رسول الله ﷺ كان يقول......" ⑧

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا............

عمر بن عبید اللہ: عبداللہؓ بن ابی اوفٰی نے ان کی طرف احادیث لکھ کر ارسال کیں ⑨۔

---

① الذہبی، میزان الاعتدال، ترجمہ نمبر ۸۶۵۸، ص: ۱۳۵/۴ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۵۹/۳ ◉ السمعانی، أدب الاملاء والاستملاء، ص: ۱۳

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۱/۵

③ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الجهاد والسير، بابٌ لا تمنوا لقاء العدوّ، حدیث نمبر ۳۰۲۴، ص: ۳۹۷

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۱/۳_۱۵۱/۵ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۱/۵

⑥ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۳۵/۶ ⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۵۳/۴

⑧ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۳۶ ⑨ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۳۶

۳۷. حضرت سہلؓ بن سعد الساعدی (م ۹۱ھ)

آپ مدینہ منورہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے ①۔ جید علماء نے آپ کی روایات نقل کی ہیں، جن میں امام ابن شہاب زہری ②، آپ کا بیٹا عباس بن سہلؒ اور ابو حازم بن دینار بھی شامل ہیں ③۔ آپ کی مرویات کا ایک مجموعہ سلمہ بن دینار نے جمع کیا۔ جن سے بعد ازاں ابو حازم بن دینار نے روایات نقل کیں ④۔

۳۸. حضرت سائبؓ بن یزید (م ۹۲ھ)

آپ کے شاگرد یحییٰ بن سعید نے آپ کی احادیث لکھ کر ابن لہیعہ کی طرف ارسال کیں۔ لہیعہؒ کہتے ہیں کہ "یحییٰ بن سعید نے میری طرف خط لکھا کہ انہوں نے سائبؓ بن یزید سے احادیث لکھی ہیں" ⑤۔

۳۹. حضرت انسؓ بن مالک (م ۹۳ھ)

حضرت انسؓ بن مالک دس برس کی عمر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تھے، اور آپ نے نبی کریم ﷺ کی دس برس تک خدمت کی ⑥۔ آپ بچپن ہی سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ آپ کے لئے احادیث رسول جمع کرنے کے لئے یہ بہت اچھا موقع تھا ⑦۔ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے پاس ذخیرۂ احادیث کتابی صورت میں موجود تھا۔ چنانچہ محدثین کی ایک جماعت نے معبد بن ہلال سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب ہم انسؓ بن مالک سے اصرار کرتے تو آپ ہمارے لئے ایک چوغہ نکالتے اور فرماتے کہ یہ وہ احادیث ہیں، جنہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، اور آپ کے سامنے پیش کیا ہیں ⑧۔

ایک دن آپ نے حضرت عتبانؓ بن مالک کے گھر حدیث بیان کی تو عتبانؓ بن مالک نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ اس حدیث کو لکھ لو چنانچہ ان کے بیٹے نے حدیث لکھ لی ⑨۔

آپ کی زندگی کے آخری ایام میں کچھ لوگوں نے آپ سے احادیث روایت کرنے کا مطالبہ کیا تو آپ نے ایک کتاب

---

① ابن قتیبہ، المعارف، ص:۱۱۶ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۴۵

② الطبری، التاریخ، ص:۲/۸۵۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۱۹۸ ◉ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص:۲/۹۵ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص:۲/۸۸

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۵۲ ④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۲۸۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۳۳

⑤ ابو عبید، الاموال، ص:۳۹۳

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۷/۱۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۲ ◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۳۷ ◉ ابن حجر، الاصابہ، ص:۱/۷۱ ◉ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب لانسؓ بن مالک، حدیث نمبر ۳۸۳۳، ص:۸۶۷

⑦ ابن الاثیر، اُسد الغابہ، ص:۱/۱۲۸ ◉ ابن سعد الطبقات الکبری، ص:۷/۱۲

⑧ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر انس بن مالک، ص:۳/۵۷۳ ⑨ الخطیب، تقیید العلم، ص:۹۵

نکالتے ہوئے فرمایا:

"هذه الكتب التي كتبت فيها ما سمعته من النبي ﷺ و قد أعطيت لهم كل هذه الكتب لدراستها والتمعن فيها......" ①

یہ وہ کتب ہیں جنہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھا ہے اور جسے میں نے اپنے تلامذہ کو پڑھنے اور اس میں غور وفکر کرنے کے لئے دی ہیں۔

آپ کو احادیث جمع کرنے اور لکھنے کا اتنا شغف تھا کہ آپ نہ صرف آنحضرت ﷺ سے سن کر احادیث لکھ لیتے تھے بلکہ بالواسطہ احادیث بھی شوق سے لکھتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے ''حضرت انس نے محمود بن ربیع سے ایک حدیث سنی تو بہت خوش ہوئے فرماتے ہیں:'' فأعجبني هذا الحديث فقلت لإبني أكتبه فكتبه ''② (اس حدیث سے مجھے بہت خوشی ہوئی چنانچہ میں نے اپنے بیٹے کو اسے لکھنے کا حکم دیا اور اس نے لکھ لیا)۔

آپ اپنے شاگردوں کو احادیث املاء کی کروایا کرتے تھے اور وہ آپ کی مجلس میں احادیث لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:''قيدوا العلم بالكتاب''③ (علم کو لکھ کر محفوظ کرلو)۔

نیز آپ اپنے بیٹوں کو بھی احادیث لکھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"يا بني قيدوا هذا العلم"④

اے میرے بیٹو! اس علم کو لکھ کر محفوظ کرلو۔

خالد بن خداش بغدادی⑤ کہتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ میں حضرت انسؓ سے رخصت ہونے لگا تو میں نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی، تو آپ نے فرمایا:

"عليك بتقوى الله فى السر والعلانية والنصح لكل مسلم وكتابة العلم من عند أهله"⑥

ظاہر اور باطن میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آؤ اور اہل علم سے علم حاصل کر کے اسے لکھ لو۔

---

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۹/۸ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۳ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۹۵

② المسلم، الصحیح، کتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً، حدیث نمبر ۱۴۹، ص: ۳۸

③ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶۸ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۶/۱

④ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی كتابة العلم، حدیث نمبر ۴۹۱، ص: ۱۰۵/۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۹۶ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶۸ ◉ الجاحظ، البيان والتبيين، ص: ۲۲/۲

⑤ آپ حضرت انسؓ بن مالک کے شاگرد ہیں۔

⑥ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۶/۱

ابن سنانؒ کہتے ہیں کہ ''ہم اہل انبار نے ایک وفد بنایا اور واسط میں حجاج بن یوسف سے ملے، تا کہ اس کے گورنر ابن الرفیل کے ظلم کی شکایات بیان کریں۔ میں اس کے دفتر میں داخل ہوا تو ایک شیخ کو دیکھا کہ لوگ اس کے ارد گرد بیٹھے احادیث لکھ رہے تھے۔ میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ انسؓ بن مالک ہیں'' ①۔

امام ذہبی کہتے ہیں کہ ''التہذیب'' کے مصنف نے دو سو اشخاص کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے ②۔ اور تقریباً ۱۵۰ھ کے بعد تک حضرت انسؓ کے ثقہ اصحاب موجود رہے اور ایک سو نوے (۱۹۰ھ) تک آپؓ کے ضعیف اصحاب زندہ رہے۔ اس کے بعد ایسے لوگ باقی تھے جن کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی احادیث ترک کر دی جائیں گی جیسے ابراہیم بن ہدبہ اور دینار ابو مکیس، خراش بن عبداللہ اور موسیٰ الطویل یہ حضرات دو سو ہجری کے بعد کچھ مدت زندہ رہے مگر ان کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا ③۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

انسؒ بن سیرین: آپ فرماتے ہیں: مجھے انسؓ بن مالک نے بلوایا۔ میں نے کچھ دیر کر دی، انہوں نے پھر پیغام بھجوایا تو میں ان کے پاس آیا انہوں نے کہا میرا یقین ہے کہ اگر میں تمہیں حکم دوں کہ تم اس پتھر کو صرف میری رضا کی خاطر چبا ڈالو، تو تم ضرور ایسا کرو گے۔ میں نے تمہارے لئے اپنا ایک خاص عمل پسند کیا ہے۔ تم اسے ناپسند کر رہے ہو، میں تمہارے لئے حضرت عمرؓ کی سنت لکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: مجھے لکھ دیں۔ چنانچہ آپ نے لکھ دیا ④۔

ثمامہ بن عبیداللہ بن انس: آپ کے پاس حضرت انسؓ کی کتاب ''الصدقات'' تھی ⑤۔

حمید الطویل: الجماز نے خالد بن الحارث سے حدیث لکھنا چاہی چنانچہ وہ حمید کی کتاب جو انہوں نے حضرت انسؓ سے لکھی تھی سے لکھواتے تھے ⑥۔

سلیمان التیمیؒ: احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں: کہ یحییٰ بن سعید التیمی کی تعریف کیا کرتے تھے، کیونکہ ان کے پاس حضرت انسؓ کی چودہ احادیث لکھی ہوئی تھیں، لیکن یحییٰ بن سعید ان کے حالات بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ تیمی کا نسخہ ضائع ہو گیا ہے ⑦۔

عبدالملک بن عمیر: ان کے پاس بھی حضرت انسؓ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑧۔

---

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۹/۸ ② الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۳۶۶
③ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۳۶۵ ④ ابو عبید، الأموال، ص: ۵۳۲
⑤ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۳۱
⑥ السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۹۰ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص: ۳۳ ◉ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۱۷
⑦ ابن الجعد، المسند، ص: ۱۵۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۰۲
⑧ ابن حبان، الثقات، ص: ۳۳۸

کثیرؒ بن سلیم الراوی: جبارۃؒ بن مغلس الحمانی، کثیرؒ بن سلیم کا ایک نسخہ روایت کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت انسؓ سے لکھا تھا (۱)۔

دیگر تلامذہ: واسط میں آپ کے تلامذہ نے آپ سے احادیث لکھی تھیں (۲)۔

حضرت انسؓ سے مروی غیر ثقہ نسخے:

ابان بن ابی عیاش: ان کے پاس حضرت انسؓ کا ایک نسخہ تھا (۳)۔

ابراہیم بن ھدبہ: حاکم کہتے ہیں کہ جعفر بن ابان الہاشمی روایت کرتے ہیں: ہم سے ابو ھدبہ، ابراہیم بن ہدبہ حضرت انسؓ سے ایک نسخہ روایت کرتے ہیں اور یہ نسخہ ہمارے پاس اسی سند سے مروی ہے (۴)۔

خالد بن عبید البصری: ابن حبان نے ''کتاب الضعفاء'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت انسؓ سے ایک موضوع نسخہ مروی ہے، جس کی کوئی بنیاد نہیں (۵)۔

خراشؒ بن عبداللہ: حضرت انسؓ بن مالک کے خادم تھے۔ ان کے پاس بھی حضرت انسؓ کا ایک نسخہ تھا (۶)۔

دینارؒ بن عبداللہ الاھوازی: آپ کے پاس حضرت انسؓ کا ایک نسخہ تھا (۷)۔

زبیر بن عدی: آپ ثقہ راوی ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایات بیان کرتے ہیں، لیکن انہی سے بشر بن الحسین ایک موضوع نسخہ روایت کرتے ہیں۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں:

"یروی بشر بن الحسین عن الزبیر نسخة موضوعة شبیها بمائة و خمسین حدیثا (۸)

زبیر بشر بن الحسین سے ایک موضوع نسخہ روایت کرتے ہیں۔ اس نسخہ میں تقریباً ایک سو پچاس احادیث تھیں۔

عبداللہؒ بن دینار: ان کے پاس حضرت انسؓ کا ایک بڑا نسخہ تھا (۹)۔

العلاءؒ بن زید: ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ ''انہوں نے حضرت انسؓ سے ایک موضوع نسخہ روایت کیا ہے'' (۱۰)۔

موسیٰؒ بن عبداللہ الطویل: ان کے پاس ایک موضوع نسخہ تھا (۱۱)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/ ۵۷ (۲) الخطیب، تاریخ بغدادی، ص: ۸/ ۲۵۹

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/ ۹۹ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۲/ ۳۳ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/ ۱۰ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۹

(۴) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۹۔ (۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۱۰۵

(۶) الحمیدی، جذوة المقتبس، ص: ۳۱ ◉ ابن خیر، فهرس، ص: ۱۹۳

(۷) ابن خیر، فهرس، ص: ۱۹۱

(۸) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/ ۳۱۶ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/ ۳۵۵ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۱۹۱ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۱۹۳

(۹) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۰ (۱۰) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/ ۹۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/ ۱۸۳

(۱۱) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۰

بحث ثانی

تابعین کرامؒ کے
مجموعہ ہائے حدیث

تابعین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف

۱. شراحیل بن شرحبیل (م ۵۹ ھ)

آپ نے حضرت شدادؓ بن اوس، حضرت ثوبانؓ، حضرت عبادہؓ بن الصامت اور حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ سے روایت کی ہے①۔ آپ شام کے شہر صنعاء② کے رہنے والے تھے۔ دمشق میں لوگوں نے آپ سے احادیث لکھی تھیں۔ آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں وفات پائی③۔

۲. کردوس بن عباس الثعلبی (م ۶۰ ھ)

آپ نے حضرت حذیفہؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ، حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ، حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کا شمار مخضرم④ تابعین میں سے ہوتا ہے⑤۔ آپ صاحبِ کتب تھے۔

حافظ ابن حجر نے ابو وائل کا قول نقل کیا ہے:

"کان کردوس یقراء الکتب" ⑥ (کردوس کتب پڑھا کرتے تھے۔)

ابن عون کا بیان ہے:

"کان قاص الجماعة" ⑦ (آپ لوگوں کو واقعات سنایا کرتے تھے۔)

۳. محمد بن عمروؓ بن حزم (م ۶۳ھ)

آپ کا شمار ممتاز علماء کرام میں سے ہوتا ہے اور الفقیہ اور المتعلّم کے لقب سے موصوف ہیں⑧۔ آپ نے اپنے والد عمروؓ بن حزم، حضرت عمرؓ، حضرت عمروؓ بن العاص اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔⑨

آپ کے پاس مقتولین کی دیت کے بارے میں ایک کتاب "کتاب فی العقول" تھی⑩۔ ممکن ہے یہ وہی کتاب ہو جو آنحضرت ﷺ نے ان کے والد حضرت عمروؓ بن حزم (جب انہیں نجران کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا) کو حضرت ابیؓ بن کعب سے لکھوا کر دی تھی⑪۔ اس کتاب میں عام نصائح کے علاوہ طہارت، نماز، زکوٰۃ، عشر، حج، عمرہ، جہاد، غنیمت، جزیہ کے احکام، نسلی قومی نظریہ کی ممانعت، دیت، تعلیمِ قرآن اور طرزِ حکمرانی کے متعلق ہدایات درج تھیں⑫۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۱۹ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۲/۴۰۸
② شام کا ایک شہر ہے، جو سواد دمشق کا ایک قصبہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۳۰۵
③ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۲۱ ◉ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۱۲/۴۰۸
④ یعنی آپ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں کو پایا تھا۔ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۳۱
⑥ الرازی، تقدمة الجرح والتعدیل، ص: ۳/۱۷۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۳۲
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۳۲ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۳۷۰
⑨ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۸۹ ⑩ النسائی، سنن النسائی، کتاب القسامہ، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول، حدیث نمبر ۴۸۵۷، ص: ۲۶۸
⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۳۶۷
⑫ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۹۶۱ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۲/۷۲ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱/۱۷۲

۴. مسروق بن الأجدع (م ۶۳ ھ)

آپ نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ بن جبل اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کا شمار ممتاز فقہاء میں سے ہوتا ہے۔ حدیث کے حصول کے لئے کثرت سے سفر کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کو ابو السفر کی کنیت سے پکارا جانے لگا①۔

حافظ ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ "ایک مرتبہ مسروق نے علقمہ کو لکھا کہ نبی اکرم ﷺ کی عادات کریمہ کے بارے میں بعض احادیث لکھ بھیجو"۔ چونکہ علقمہ حدیث کی کتابت کے قائل نہیں تھے اس لئے انہوں نے ان کی طرف یہ لکھا۔

"ألم تعط علما بأن الكتابة مكروهة" (تمہیں معلوم نہیں ہے کہ (حدیث کی) کتابت مکروہ ہے)

چنانچہ مسروق نے جواب دیا کہ میں انہیں یاد کرنے کے بعد مٹا ڈالوں گا②۔

اس روایت سے اگرچہ بعض علماء نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسروق ان لوگوں میں سے تھے جو حدیث کو یاد کرنے کی غرض سے لکھا کرتے تھے اور یاد کرنے کے بعد اسے مٹا ڈالتے تھے③۔ تاہم مذکورہ بالا روایت سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ آپ صرف حدیث یاد کرنے کے لئے لکھا کرتے تھے۔ کیونکہ سنن ابن ماجہ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسروق مراسلہ اور مکاتبہ (Correspondence) کی صورت میں احادیث جمع کیا کرتے تھے۔ روایت اس طرح ہے کہ حضرت مسروق اور عمرو بن عتبہ نے سبیعہ الأسلمیہؓ کی طرف لکھا کہ تمہارے معاملے میں رسول اللہ ﷺ نے جو فیصلہ کیا وہ ہمیں لکھ بھیجیں۔ چنانچہ سبیعہ الأسلمیہؓ نے ان کی طرف رسول اللہ ﷺ کی حدیث لکھ بھیجی④۔

۵. حارث بن عبداللہ الأعور (م ۶۵ ھ)

آپ نے حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت زیدؓ بن ثابت اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے⑤۔ ابن ابی حاتم نے ابو بکر عیاش کا قول بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں⑥۔ بلا شبہ ان کتب میں سے حدیث کا مجموعہ بھی ہو گا۔ علاوہ ازیں آپ حضرت علیؓ بن ابی طالب کی صحبت میں کچھ مدت رہے۔ انہوں نے انہیں ایک تحریری مجموعہ حدیث دیا تھا۔ جس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں علم کثیر تھا⑦۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۹/۱۰ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۹/۱
◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۹۴/۱ ◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۹۵/۲
② ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۶۶/۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۵۸
③ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۵۸
④ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب الحامل المتوفی عنها زوجها، حدیث نمبر ۲۰۲۸، ص: ۲۹۰ ◉ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۸۱
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۵/۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۷۸/۳
⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۷۸/۳ ⑦ ولی الدین الکاتب، الإکمال فی أسماء الرجال، ص: ۵۹۱

علباء بن أحمر کا بیان ہے ”ایک مرتبہ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ تم میں سے کون ایک درہم کے بدلے علم خریدے گا۔ چنانچہ حارث الأعور نے ایک صحیفہ ایک درہم کا خرید لیا۔ پھر اسے آپ کی خدمت میں لے آئے۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے علم کثیر لکھا (۱)۔ آپ اپنے تلامذہ کو احادیث کی املاء بھی کروایا کرتے تھے۔ عبدالاعلیٰ (۲) اور ابواسحاق السبیعی نے حدیث کا ایک مجموعہ ان سے لکھ کر جمع کیا تھا (۳)۔

٦. سُلیم بن قیس الهلالی (م ٦٨ هـ)

آپ حضرت علیؓ بن ابی طالب کے متبعین میں سے تھے۔ آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بعض احادیث ایک کتاب میں جمع کی تھیں (۴)۔ بعد ازاں آپ نے یہ کتاب ابان بن عیاش کو دے دی جنہوں نے اس سے احادیث لکھی تھیں۔

ابن الندیم کا بیان ہے ”عہد بنوامیہ میں سلیم پر بہت سختی کی گئی چنانچہ انہوں نے ابان بن عیاش کے گھر پناہ لے لی بعد میں جب آپ مرض الموت میں تھے آپ نے اپنی کتاب ابان بن عیاش کو دے دی“ (۵)۔

محمد رشید رضا کے بیان کے مطابق سلیم بن قیس کی یہ کتاب محمد سید نصیر حسین الموسوی (۶) کی لائبریری میں موجود ہے (۷)۔

٧. عبیدة بن عمر و السلمانی (م ٧٢هـ)

آپ نے حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایات کی ہے (۸)۔ آپ کے پاس حدیث کی کتب موجود تھیں۔ جنہیں آپ نے اپنی وفات سے قبل اس خوف سے جلا ڈالا تھا کہ کہیں وفات کے بعد یہ کتب ایسے لوگوں کے ہاتھ نہ آجائیں' جو اس میں تحریف کر ڈالیں (۹)۔ ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ ”آپ نے اپنی وفات سے قبل اپنی کتب کے بارے میں وصیت فرمائی کہ انہیں جلا ڈالا جائے یا انہیں مٹا دیا جائے“ (۱۰)۔

آپ کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ کتابتِ حدیث کے قائل نہیں تھے اور اپنے تلامذہ کو حدیث لکھنے سے منع کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ نے اپنے ایک شاگرد ابراہیم النخعی کو اپنی کتب کو محفوظ کرنے سے روک دیا تھا (۱۱)۔ لیکن ایک دوسری روایت میں محمد بن سیرین سے مروی ہے۔ کہ ”میں عبیدہ کے پاس اطراف حدیث لے کر جاتا۔ اور آپ سے ان کے بارے میں پوچھتا تھا (۱۲)۔

---

(۱) ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص: ٦/١١٦ (۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ٣/٢٦
(۳) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ١/٣٣٥ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٨/٦٥ (۴) ابن الندیم، الفہرست، ص: ٣٠٧
(۵) ابن الندیم، الفہرست، ص: ٣٠٧ (۶) جو کہ لکھنو (ہندوستان) میں شیعہ کے امام تھے۔
(۷) محمد رشید رضا، مجلّہ المنار، ص: ١٠/٧٥٠ (۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٧/٨٤
(۹) الدارمی، سنن الدارمی، باب من لم یر کتابة الحدیث، حدیث نمبر ٣٦٥، ص: ١/١٣٢ ⊙ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ٦/٩٣ ⊙ الخطیب، تقیید العلم، ص: ٦١ ⊙ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ١/٦٧
(۱۰) الخطیب، تقیید العلم، ص: ٦٢ (۱۱) الدارمی، سنن الدارمی، باب من لم یر کتابة الحدیث، حدیث نمبر ٣٥٩، ص: ١/١٣٢ ⊙ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ٦/٩٣ ⊙ الخطیب، تقیید العلم، ص: ٤٥
(۱۲) ابن المدینی، العلل، ص: ١/٣٨٧

اگر اس روایت کو مذکورہ بالا روایات کے تناظر میں دیکھا جائے تو ان دونوں روایات کا تعارض باقی نہیں رہتا۔ جس کی صورت یہ ہے کہ ابتدا میں آپ کتابت حدیث کے قائل تھے اسی لئے آپ نے بہت سی حدیث کی کتب بھی لکھی تھیں تاہم جب آپ کو ان کتب کے غلط استعمال ہونے کا خدشہ ہوا تو آپ نے انہیں جلا ڈالا یا انہیں جلا ڈالنے اور مٹانے کا حکم دیدیا تھا اور شاید اسی وجہ سے آپ اپنے تلامذہ کو حدیث لکھنے سے منع کیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی بیان کرتے ہیں "عبیدہ کا قرأت کتب اور اس کی کتابت سے کراہت کرنا ایک عارضی امر تھا۔ کیونکہ آپ کے پاس حدیث کی کتب آپ کی وفات تک باقی رہی تھیں۔ آپ کے تلامذہ اطراف حدیث کے بارے میں آپ سے سوال کیا کرتے تھے۔ جبکہ بعض تلامذہ آپ کے پاس حدیث لکھا بھی کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ نے اپنی کتب کو لکھنے سے منع فرما دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے، کہ ابراہیم، عبیدۃ کی آراء لکھتے ہوں، جسے عبیدۃ نے مستحسن نہ سمجھا اور انہیں رکھنے سے روک دیا ہو"(۱)۔

۸. محمد بن علیؓ بن ابی طالب، ابن الحنفیة (م ۷۳ ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عمارؓ، حضرت معاویہؓ، اور دوسرے صحابہؓ سے روایت کی ہے (۲)۔

آپ کے پاس ایک "صحیفہ" تھا جس سے آپ کے شاگرد عبدالاعلیٰ بن عامر الثعلبی نقل کر کے احادیث لکھا کرتے تھے (۳)۔

اس لئے احمد بن مہدی کا قول ہے "ہر وہ حدیث جسے عبدالاعلیٰ، محمد بن الحنفیہ سے نقل کرتے ہیں دراصل وہ کتاب ہے جو آپ نے ان سے حاصل کی تھی۔ آپ نے ان سے ہرگز سنا نہیں ہے (۴)۔

آپ حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے حدیث کی تعلیم حاصل کیا کرتے اور ان کی احادیث لکھا کرتے تھے (۵)۔

۹. عمرو بن میمون الأودی (م ۷۴ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ بن الخطاب، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت علیؓ بن ابی طالب وغیرہ سے احادیث نقل کی ہیں (۶)۔

آپ کی نقل شدہ بعض احادیث بعد ازاں حدیث کی کتب میں محفوظ کر لی گئیں (۷)۔

---

(۱) الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص:۱/۱۵۷

(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۳۵۴

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۷۷ ● الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۲۶ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۹۴

(۴) ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۳۳ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۹۴

(۵) الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۴

(۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۸۰ ● ابونعیم، حلیة الاولیاء، ص:۴/۱۵۰ ● النووی، تہذیب الاسماء، ص:۱/۳۴

(۷) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۶۱

۱۰. حمران بن ابان، مولیٰ عثمانؓ بن عفان (م ۷۵ھ)

آپ نے حضرت عثمانؓ، حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کی حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملاقات ثابت ہے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے آپ کو "عین التمر" (۲) میں قید کیا تھا۔ جب آپ بصرہ پہنچے تو اہل بصرہ نے آپ سے احادیث لکھی تھیں (۳)۔

۱۱. سلیمان بن قیس الیشکری (م ۷۵ھ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت ابو سعید الخدریؓ، حضرت ابو سعد الازدیؓ اور دوسرے صحابہؓ سے روایت کی ہے (۴)۔

آپ تدوینِ حدیث کے قائل تھے (۵)۔ آپ نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایات کا ایک صحیفہ تحریر کیا تھا (۶)۔

حافظ ابن حجر نے صراحت کی ہے کہ "ابو الزبیر، ابو سفیان اور شعبی جیسے ائمہ حدیث جو حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے براہ راست شاگرد ہیں۔ انہوں نے جتنی احادیث حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت کی ہیں۔ ان میں سے اکثر احادیث اسی صحیفہ سے ہیں (۷)۔

ابو بشر کا بیان ہے کہ "میں نے ابو سفیان سے کہا کہ تم سلیمان الیشکری کی طرح احادیث کیوں نہیں بیان کرتے ہو؟ تو ابو سفیان نے جواب دیا۔ سلیمان الیشکری احادیث لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھا کرتا تھا" (۸)۔

آپ کی احادیث پر مشتمل ایک مجموعہ کتابی صورت میں آپ کی والدہ کے پاس تھا۔ جسے وہ ثابت، قتادہ، ابو بشر اور حسن کے پاس لائیں، جس سے ثابتؒ نے ایک حدیث نقل کی۔ جبکہ باقی حضرات نے پوری کتاب نقل کی تھی (۹)۔

۱۲. کثیر بن مرّۃ الحضری (۷۵ھ)

آپ نے حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت عمرؓ بن الخطاب اور عبادۃؓ بن الصامت وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱۰)۔

عبدالعزیز بن مروان نے ایک مرتبہ ان کی طرف لکھا کہ "تم نے آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے جو احادیث سنی ہیں میرے پاس لکھ بھیجو حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث کے علاوہ کیونکہ وہ ہمارے پاس موجود ہیں" (۱۱)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۳

(۲) عین التمر: عراق میں انبار کے قریب ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲/۲۱۵

(۳) ابن حبان، الثقات، ص: ۱۷۱ (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۱۳

(۵) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۸

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۱۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۳۶

◉ الترمذی جامع الترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی أرض المشترک یرد بعضهم بیع نصیبه: حدیث نمبر ۱۳۱۲، ص: ۳۱۸

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۱۵ (۸) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۸

(۹) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۵۰۶ (۱۰) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۵۷

(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۴۸

۱۳. عبدالرحمن بن غنم الأشعری (م ۷۸ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ اہل شام کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ شام کے (اکثر تابعین میں) آپ کی فقہ رائج تھی ①۔

میسرۃ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ محمد کا قول ہے کہ میں نے میسرہ کی کتاب میں پڑھا:

"عن عبدالرحمن بن غنم عن معاذؓ قال: قال رسول الله ﷺ ......" ②

عبدالرحمٰن بن غنم حضرت معاذؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......

۱۴. عبدالرحمن بن عبداللهؓ بن مسعود (م ۷۹ھ)

آپ اپنے والد حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت علیؓ، حضرت اشعثؓ بن قیس اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ③۔
آپ اپنے والد حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی احادیث لکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے والد کو علم ہوا کہ عبدالرحمٰن ان کی احادیث تحریر کرتے ہیں تو انہوں نے تحریر شدہ احادیث طلب کیں اور انہیں تلف کر دیا ④۔ لیکن ایک دوسری روایت میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبداللہؓ نے ان احادیث کو ایک صحیفہ میں محفوظ کر لیا تھا ⑤۔ یعقوب بن سفیان الفسوی نے بیان کیا ہے کہ "ایک مرتبہ آپ کے بیٹے معن بن عبدالرحمٰن اپنے باپ عبدالرحمٰن کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک کتاب لائے جس میں احادیث اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی فقہ تھی" ⑥۔

۱۵. بشیر بن نہیک (م ۸۰ھ)

آپ نے حضرت بشیرؓ بن الخصاصیہ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے ⑦۔ اور آپ سے یحییٰ بن سعید، ابومجلز، عبدالملک بن عبید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ کا شمار حضرت ابو ہریرہؓ کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات لکھا کرتے تھے۔ آپ کا بیان ہے۔ "میں جو احادیث ابو ہریرہؓ سے سنتا انہیں لکھ لیتا تھا۔ جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو وہ کتاب لے کر ان کے پاس آیا اور انہیں پڑھ کر سنائی اور ان سے کہا یہ تمام وہی احادیث ہیں جو میں نے آپ سے سنی تھیں تو انہوں نے جواب دیا جی ہاں" ⑧۔

اس سے معلوم ہوا کہ بشیر بن نہیک نے نہ صرف حضرت ابو ہریرہؓ سے احادیث لکھیں، بلکہ انہیں سنائیں۔ اور آپ سے ان کی توثیق حاصل کر لی تھی۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۲۵۰
② الرامهرمزی، المحدث الفاصل، ص:۵۵
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۲۱۵
④ الخطیب، تقیید العلم، ص:۳۹
⑤ الخطیب، تقیید العلم، ص:۳۹
⑥ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۱۱۸
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۴۷۰
⑧ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۹۳، ص:۱/۱۳۸
◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۲۲۳ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۲

۱۶. عبدالرحمن بن عائذ الأزدی (م ۸۰ ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔

عبدالرحمٰن بن عائذ کے پاس بہت سی کتب حدیث تھیں جو اہلِ حمص کے ہاں بہت مقبول ہوئیں۔ بقیہ نے ثور بن یزید سے روایت کیا ہے کہ اہلِ حمص کے پاس آپ کی کتب تھیں اور وہ اس میں مندرج احکام پر مکمل اعتماد کرتے تھے (۲)۔ جب آپ ہشام کے عہد میں عراق گئے تو اہل عراق، کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے آپ سے احادیث اخذ کر کے انہیں تحریر کیا تھا (۳)۔ ارطاۃ بن المنذر کا بیان ہے کہ "فوج کے کچھ افراد نے عبدالرحمٰن بن عائذ الأزدی کی کتب کو ترازو میں باہم تقسیم کیا" (۴)۔

۱۷. عبید اللہ بن ابی رافع (م ۸۰ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت ابورافعؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ حضرت علیؓ بن ابی طالب کے کاتب تھے (۵)۔ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین ہونے والی لڑائی (جنگ صفین) کے بارے میں ایک کتاب تالیف کی تھی (۶)۔ امام طبرانی نے اپنی کتاب "المعجم الکبیر" میں آپ کی اس کتاب کے چند ایک اقتباس نقل کیے ہیں (۷)۔

۱۸. مغیث بن سمّی الأوزاعی (م ۸۳ ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت ابومسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی ملاقات تقریباً ایک ہزار صحابہ کرامؓ سے ہوئی ہے (۸)۔

الغلابی نے ابن معین سے نقل کیا ہے۔

"کان صاحبِ کتب" (۹) (آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔)

۱۹. یحییٰ بن الجزار العرنی (م ۸۰ ھ)

آپ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت ابیؓ بن کعب اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے (۱۰)۔ حکم بن عتیبہ کے پاس آپ کی روایات لکھی ہوئی تھیں (۱۱)۔ حسن بن عمارہ کا بیان ہے کہ "حکم بن عتیبہ نے یحییٰ سے نقل کردہ اپنی احادیث جو ایک کتاب میں تھیں مجھے دیں، جنہیں میں نے حفظ کر لیا تھا" (۱۲)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۲۰۴

(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۶/۲۰۴

(۳) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۸۶۷

(۴) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۱۱۸

(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۱۱

(۶) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۰۳

(۷) الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱/۱۰۹، ۲۱۵، ۲۲۷، ۲۸۳

(۸) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۱۳

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۵۵

(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۱۹۱

(۱۱) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۳۳۸

(۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۰۵

۲۰. أم الدرداء جهيمة بنت يحيىٰ الدمشقيه (م ۸۱ هـ)

آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ①۔

سلیمان بن زیتون نے آپ سے احادیث لکھی تھیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"كتبت لي أم الدرداء في ألواحي" ② (أم الدرداء نے مجھے میری تختیوں پر احادیث لکھ کر دیں۔)

۲۱. عامر بن عبداللهؓ بن مسعود (م ۸۱هـ)

آپ نے اپنے والد حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ، حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ③۔

آپ نے بعض احادیث اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی فقہ لکھ کر یحییٰ بن ابی کثیر کی طرف ارسال کی تھیں ④۔

۲۲. سعيد بن فيروز الطائي (م ۸۲هـ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوسعید الخدریؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑤۔

آپ کے پاس حدیث کا مجموعہ کتابی صورت میں موجود تھا ⑥۔

۲۳. شقيق بن سلمة الأسدي ابو وائل (م ۸۲هـ)

آپ نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا، لیکن شرف لقا نہ حاصل ہو سکا۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت معاذؓ وغیرہ سے روایت کی ہے ⑦۔ سعید بن مسروق ثوری نے آپ سے احادیث لکھی تھیں، جو بعد ازاں سفیان ثوری کی طرف پہنچیں، جبکہ آپ بصرہ میں چھپے ہوئے تھے۔ چنانچہ محدثین کرام آپ کے پاس آتے تو آپ کہا کرتے تھے اے یحییٰ تم ابو وائل 'جو کہ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں' ہونا چاہتے ہو، یہ کیسے ممکن ہے؟ کوفہ جاؤ، اور میری کتب لے آؤ میں تمہیں احادیث بیان کروں گا ⑧۔

ڈاکٹر اعظمی کہتے ہیں "سفیان ثوری کی ابو وائل سے ملاقات نہیں ہوئی بلکہ ان کے والد سعید بن مسروق، شقیق (ابو وائل) کے تلامذہ میں سے تھے۔ لہٰذا غالب گمان یہی ہے کہ یہ کتاب سعید کی تھی" ⑨۔

۲۴. معاذة بنت عبدالله العدوية (م ۸۳ هـ)

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴۵۶/۱۲

② ابوزرعہ، التاریخ، ص:۴۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷۵/۵

④ الطبرانی، معجم الطبرانی الکبیر، ص:۹۷/۵

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷۳/۴

⑥ ابو عبید، کتاب الأموال، ص:۱۱

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۶۱/۴

⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۶۰/۹

⑨ الأعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص:۱۵۰/۱

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے مجموعۂ حدیث کا ایک نسخہ ان کے شاگرد یـزیـد الـرشك کے پاس محفوظ تھا۔ اور اسی مجموعہ سے شعبہ نے احادیث نقل کی تھیں جب وہ ان سے ملنے ان کے گھر گئے تھے (۱)۔

۲۵. عبدالله بن رباح الأنصاری (م ۹۰ھ)

آپ نے حضرت ابیؓ بن کعب، حضرت عمارؓ بن یاسرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے احادیث نقل کی ہیں اور آپ سے ثابت البنانی، عاصم الاحول اور ابو عمران نے احادیث روایت کی ہیں (۲)۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ "عبدالملک بن حبیب الأزدی نے ان سے احادیث مدوّن کی تھیں (۳)۔

انہوں نے ابو عمران الجونی کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کی تھی (۴)۔

۲۶. ابو العالیة الریاحی رفیع بن مهران البصری (م ۹۳ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۵)۔

آپ اپنے تلامذہ کو کتابتِ حدیث کی تلقین کیا کرتے تھے۔

ابو خلدۃ کا بیان ہے کہ "ابو العالیہ الریاحی میرے پڑوس میں رہتے تھے آپ کہا کرتے تھے حدیث کے بارے میں مجھ سے سوال کیا کرو اور میری احادیث لکھ لیا کرو قبل اس کے کہ جب تم انہیں تلاش کرو تو تمہیں میرے علاوہ کسی اور کے پاس نہ ملیں" (۶)۔

عبدالصمد بن عبدالوارث کا قول ہے کہ "ابو خلدۃ نے ہمیں بتایا ہے کہ میں نے ابو العالیہ سے بعض کتب، مانگیں تو ابو العالیہ نے کہا، میں نے کچھ نہیں لکھا۔ اگر میں کچھ لکھتا تو تیری عزت کرتے ہوئے میں اپنی لکھی ہوئی کتب تمہیں دے دیتا۔ میں نے صرف تین چیزیں تشہدؔ ابواب الطلاق اور مناسک الحج لکھی ہیں" (۷)۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابو العالیہ کے پاس فقہی ابواب پر مرتب کتب حدیث موجود تھیں۔

۲۷. جابر بن زید الأزدی (م ۹۳ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۸)۔

آپ حدیث اور فقہ میں خاطر خواہ معرفت رکھتے تھے۔ آپ حدیث کے علاوہ کسی دوسری رائے کو لکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے (۹)۔

---

(۱) الخطیب، الکفایہ، ص:۲۲۹ (۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۴/۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۷/۵

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸۹/۶

(۴) المسلم، الصحیح، کتاب العلم ، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن، حدیث نمبر ۶۷۷۶، ص: ۱۱۶۱ ◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۱۹۲/۲

(۵) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۱/۱ (۶) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۲

(۷) ابن حنبل، العلل، ص: ۲۳۱/۳ ◉ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، : ۱۸۹

(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۲

(۹) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۲۰ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۳۱/۲ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۱/۷

حافظ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ جابر بن زید الأزدی، عبدالرحمٰن بن سابط سے تختیوں پر احادیث لکھا کرتے تھے①۔ نیز آپ کے تلامذہ آپ سے احادیث لکھا کرتے تھے②۔

۲۸. سعید بن المسیّب (م ۹۳ ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت حکیمؓ بن حزام اور دوسرے صحابہ کرام سے روایت کی ہے③۔ مدینہ منورہ میں ان کی مجالس حدیث منعقد ہوتیں④۔ آپ حدیث کو بڑے اہتمام سے جمع کرتے تھے اور صرف ایک حدیث کی خاطر آپ نے کئی کئی دن کا سفر کیا⑤۔ آپ کتابت حدیث کے قائل نہیں تھے⑥۔ تاہم ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے عبدالرحمٰن بن حرملہ (م ۱۴۵ھ) کو اپنی مرویات لکھنے کی اجازت دے رکھی تھی⑦۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے آخری عمر میں کتابت حدیث کی اجازت دے دی تھی۔ ایک اور روایت سے اس امر کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ اس روایت کو علامہ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ "حسن بصری کو جب تشریعی مسائل کے حل میں کوئی دشواری پیش آتی تو وہ سید بن مسیّب سے خط و کتابت کے ذریعے حل کر لیتے تھے"⑧۔

۲۹. عروۃ بن زبیرؒ (م ۹۴ ھ)

آپ نے حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت اسامہؓ بن زید، حضرت حکیمؓ بن حزام، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے⑨۔ آپ کا شمار مدینہ کے فقہاء میں سے ہوتا ہے⑩۔ آپ کے پاس کثیر تعداد میں ذخیرہ حدیث تحریری صورت میں موجود تھا⑪۔ آپ کی اکثر و بیشتر مرویات حضرت عائشہؓ کی روایات پر مشتمل تھیں⑫۔

---

① ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۲/۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۹

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۱/۷

③ ولی الدین الکاتب، الإکمال فی أسماء الرجال، ص: ۵۹۸ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲۲۰/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۸/۴

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۹۶/۵

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۹/۵ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۹۴/۱
◉ ابن الصلاح، معرفۃ علوم الحدیث ص: ۸ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲۲۰/۱

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۵/۱ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱۴۴/۲ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۵، ۴۸،۲۰

⑦ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۳/۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۹۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۵۶/۲

⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۵۴/۱ ⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۱/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۰/۷

⑩ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۳۳۱/۱ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۶۳ ◉ ولی الدین الکاتب، الإکمال فی أسماء الرجال، ص: ۶۱۱

⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۳/۵ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۳۳۲/۱

⑫ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۰۵ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۳۳۲/۱
◉ ولی الدین الکاتب، الإکمال فی أسماء الرجال، ص: ۶۱۱ ◉ محمد حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، ص: ۵۵

ہشام بن عروۃ اپنے والد عروۃ بن زبیرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ "ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے مجھ (عروۃ بن زبیرؓ) سے کہا، اے بیٹے! مجھے خبر ملی ہے کہ تم میری احادیث لکھنے کے بعد واپس جا کر دوبارہ لکھتے ہو؟ تو میں نے جواب دیا کہ میں آپ سے کچھ احادیث سننے کے بعد واپس جا کر دوسروں سے احادیث سنتا ہوں۔ تو حضرت عائشہؓ کہنے لگیں کیا تم نے کبھی معنی میں اختلاف پایا؟ میں نے کہا۔ جی نہیں! تو آپ فرمانے لگیں، یہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے ①۔ بدقسمتی سے حدیث کی یہ کتب واقعہ حرہ کے دوران تلف ہوگئیں ②۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے خود ان کتب کو جلا دیا تھا۔ بعد میں پچھتایا کرتے تھے کہ "کاش میں اپنا خاندان اور مال و اسباب کو ان کتب کی حفاظت پر قربان کر دیتا" ③۔ اس واقعہ کے بارے میں مصادر سے یہ صراحت نہیں ملتی کہ انہوں نے کن اسباب کی بناء پر اپنی کتب جلائی تھیں۔ ممکن ہے کہ آپ کو یہ خطرہ لاحق ہو، کہ لڑائی کے دوران ان کا غلط استعمال نہ کیا جائے۔ جیسا کہ دوسرے صحابہؓ و تابعین سے منقول ہے، کہ انہوں نے اسی خوف کے پیش نظر اپنی کتب جلا ڈالی تھیں۔

علاوہ ازیں آپ کی سیرت نبویہ پر ایک کتاب تھی جس کا تذکرہ مختلف مصادر سے ملتا ہے ④۔

درج ذیل تلامذہ نے آپ سے اس کتاب کو روایت کیا ہے۔

۱۔	ابو الأسود ⑤	۲۔	الزہری ⑥
۳۔	ہشام بن عروۃ ⑦	۴۔	یحییٰ بن عروۃ ⑧

آپ اپنے تلامذہ کو درس حدیث بھی دیا کرتے تھے ⑨۔

امام زہری کا بیان ہے:

"کان عروة یتألف الناس علی حدیثه" ⑩ (عروۃ لوگوں کو اپنی حدیث پر اکٹھا کرتے تھے)

---

① الخطیب، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص:۲۰۵

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۱۳۳/۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۸۳/۷

③ الخطیب، الکفایۃ، ص:۲۰۵ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۱۳۳/۵ ◉ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص:۷۵/۱
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۸۳/۷ ◉ محمد حمید اللہ، مقدمہ الصحیفۃ الصحیحۃ، ص:۵۵

④ تفصیل کیلئے دیکھئے الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص:۱۵۹

⑤ ابن حنبل، المسند، ص:۳۲۰/۲ ◉ البلاذری، فتوح البلدان، ص:۳۱، ۸۳، ۹۶ ◉ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص:۸۹/۱۔۹۳۔۹۹۔۹۵

⑥ ابن حنبل، المسند، ص:۳۲۳/۳۔۳۲۶، ۳۲۸۔۳۳۱
◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب حدیث الإفك، حدیث نمبر ۴۱۴۱، ص:۷۰۱
◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأحکام بابٌ من قضی له بحق أخیه، حدیث نمبر ۷۱۸۱، ۷۱۸۲، ص:۱۲۳۶۔۱۲۳۷

⑦ الطبری، التاریخ، ص:۱۵۲۹/۱، ۱۵۳۳، ۱۵۳۹، ۵۵۱ ◉ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص:۲۳۳/۱۰۔۲۳۳

⑧ ابن حنبل، المسند، ص:۲۱۲/۶ ◉ الطبری، التاریخ، ص:۱۱۸۰/۱، ۱۲۳۳، ۱۲۳۸۳۔۱۲۸۸، ۱۲۳۲

⑨ الفسوی، التاریخ، ص:۱۷۸/۳

⑩ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۶۲/۲ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۱۷۹/۳

مزید برآں آپ اپنے تلامذہ کو املا کروایا کرتے اور املا کے بعد ان کی تحریر کردہ احادیث دیکھا کرتے تھے (١)۔ ہشام بن عروۃ اپنے والد عروۃ بن الزبیرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ''عروۃ مجھ سے پوچھا کرتے تھے کیا تم نے لکھ لیا ہے؟ تو میں جواب دیتا جی ہاں پھر آپ فرماتے کیا تم نے اپنی کتب اصلاح کے لئے پیش کی ہیں، میں نے کہا! نہیں، تو آپ نے کہا تم نے لکھا ہی نہیں ہے'' (٢)۔ ایک دوسری روایت میں ہشام بیان کرتے ہیں کہ ''میرے والد ہمیں احادیث پیش کرتے تھے جس طرح ہم کتاب پیش کرتے ہیں'' (٣)۔

آپ کے اصحاب میں سے درج ذیل کے پاس آپ کی مرویات تحریری صورت میں موجود تھیں۔

عبدالملک بن مروان: مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے عروۃ بن زبیرؓ سے چند اشیاء کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے رسالہ لکھا جس کا جواب عروۃ بن الزبیر نے تحریری طور پر دیا (٤)۔

ہبیرۃ: زہری کا بیان ہے ''میں عروۃ بن زبیرؓ کے ہاں گیا تو آپ ھبیرۃ جو عبدالملک بن مروان کا ساتھی تھا کی طرف لکھ رہے تھے جس نے ان سے قول باری تعالیٰ ﴿یاأیھاالذین أمنو إذا جاء کم المؤمنات......﴾ (٥) کے بارے میں سوال کیا تھا (٦)۔

ہشام بن عروۃ: عبادۃ بن حمزۃ بن عبداللہؓ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ ''میں نے ہشام بن عروۃ سے اس کے والد کی صحیح احادیث طلب کیں تو انہوں نے ایک رجسٹر نکال کر کہا، کہ اس میں میرے والد کی صحیح احادیث ہیں، جنہیں میں نے ان کے سامنے پیش کر کے اسے جان لیا ہے۔ کہ اسے لے لو۔ اور لوگوں کی طرح یہ مت کہنا کہ اسے میں پہلے لوگوں پر پیش کر کے دیکھ لوں (٧)۔

عمر بن عبدالعزیز: عروۃ بن زبیرؓ نے مسائل واحکام کے بارے میں کچھ مرویات حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ارسال کی تھیں (٨)۔

۳۰. سعید بن جبیر (م ۹۵ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عدیؓ بن حاتم، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن مغفل اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (٩)۔ آپ کے پاس مجموعہ حدیث تھا جسے آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (١٠) اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے نقل کیا تھا (١١)۔ آپ کاپی، تختی، کھجور کے پتے، اونٹ کے کجاوے کی لکڑی حتیٰ کہ اپنی ہتھیلی اور جوتے پر حدیث تحریر کر لیتے تھے (١٢)۔

امام دارمی اور ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت سعید بن جبیر کو املاء کروایا کرتے تھے، جسے آپ لکھتے جاتے۔

---

(١) السمعانی، ادب املاء، ص: ٧٨ ⊙ الأعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ١/١٥٨

(٢) الخطیب، الکفایہ، ص: ٢٣٧ (٣) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ٣/٩٨

(٤) ابن حنبل، المسند، ص: ٦/٢١٢ (٥) الممتحنۃ: ٦٠/٩ (٦) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ٨/٦

(٧) الفسوی، التاریخ، ص: ٣/٢٦٣ (٨) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ٢/٣٣

(٩) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ١/٧٢ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٦/١١

(١٠) الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ٤٩٩، ص: ١/١٣٨
⊙ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ٦/١٧٩ ⊙ الخطیب، تقیید العلم، ص: ١٠٢،٣٣ ⊙ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ٣٥

(١١) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ٦/٨٠ ⊙ الخطیب، تقیید العلم، ص: ١٠٣،٣٣ ⊙ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ١/٢٦

(١٢) الخطیب، تقیید العلم، ص: ١٠٢،٣٣ ⊙ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ٦/١٧٩ ⊙ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ١/٦٦،٧٣

بعض دفعہ درس کے دوران کاغذ ختم ہو جاتا، تو آپ اپنے لباس، ہتھیلی حتیٰ کہ اپنے جوتے پر بھی لکھ لیتے۔ اور گھر جا کر اسے نقل کر لیتے تھے①۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سعید بن جبیر، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی مرویات کو اونٹ کی سواری کے دوران لکھا کرتے تھے②۔

حضرت سعید بن جبیر کا بیان ہے "بعض اوقات سفر کے دوران میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے کوئی حدیث سنتا تو اسے اپنے اونٹ کے کجاوے پر لکھ لیتا پھر بعد میں اسے کاغذ پر اتار لیتا"③۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر حدیث لکھنے کو کس قدر ترجیح دیتے تھے۔ اور آپ کے پاس ذخیرۂ حدیث تحریری شکل میں موجود تھا۔

۳۱. عبدالرحمن بن ملّ، ابو عثمان النهدی (م۹۵ھ)

آپ نے نبی کریم ﷺ کے عہد میں اسلام قبول کیا لیکن شرف لقاء نہ ہو سکا۔ آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے④۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا، جسے آپ کے شاگرد سلیمان التیمی نے اپنے پاس محفوظ کیا ہوا تھا۔

سلیمان التیمی کا بیان ہے کہ "ابو تمیمہ نے ہمیں ابو عثمان النھدی سے ایک حدیث بیان کی تو میرے دل میں اس کے بارے میں شک پیدا ہوا تو میں نے کہا آپ نے اس طرح حدیث بیان کی ہے جبکہ میں نے ابو عثمان سے اس طرح حدیث نہیں سنی تو میں نے اپنی کتاب میں اس حدیث کو دیکھا تو اس میں اسی طرح یہ حدیث موجود تھی جس طرح میں نے ان (ابو تمیمہ) سے سنی تھی"⑤۔

۳۲. ابراهیم بن یزید النخعی (۹۶ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ حدیث اور فقہ کے مسلمہ امام تھے⑥۔ آپ حدیث لکھنے والوں کی زیادہ حوصلہ افزائی نہیں فرماتے تھے۔ آپ کا قول ہے۔ "انسان جو لکھتا ہے اسی پر اعتماد کرتا ہے"⑦۔ شاید اسی وجہ سے آپ

---

① الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة الحدیث، حدیث نمبر۴۹۹، ص:۱/۱۲۸ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۱۷۹

② الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۳

③ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر۴۹۵، ص:۱/۱۲۷
◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۲ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل ص:۷۷

④ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص:۳/۲۷۸ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۹۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۲۷۷

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب وضع الصبی علی الفخذ حدیث نمبر۶۰۰۳، ص:۱۰۵۰
◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب الذکر اسامة بن زید، حدیث نمبر۳۷۳۵، ص:۶۲۹
◉ ابن حنبل، المسند، ص:۵/۲۱۰

⑥ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص:۱/۶۹ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص:۱/۱۰۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۷۷

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۱۸۹ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۸۲

کتابت حدیث کو مکروہ خیال کرتے تھے۔ ورنہ آپ نے اور آپ کے تلامذہ نے احادیث تحریر کی ہیں۔

سنن نسائی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کے پاس مجموعہ حدیث تھا۔ کیونکہ قتادہ اور دوسرے حضرات نے رضاعت کے چند مسائل کے بارے میں آپ کی رائے معلوم کرنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے اپنی رائے لکھ کر ان کی طرف ارسال کی اور آپ کی رائے حدیث رسول اور اقوال صحابہؓ وتابعین پر مشتمل تھی ①۔

آپ کے تلامذہ بھی آپ کے درسِ حدیث میں احادیث لکھا کرتے تھے۔ جامع بن شداد بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے حماد کو دیکھا کہ وہ ابراہیم کے پاس احادیث لکھا کرتے تھے“②۔

۳۳. سالم بن ابی جعد (م ۹۷ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت انسؓ بن مالک وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ اور ان سے ان کی اولاد، منصور اور اعمش نے روایت کی ہے ③۔

منصور کا بیان ہے کہ ”میں نے ابراہیم نخعی سے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ سالم بن ابی جعد کی احادیث آپ کی احادیث سے زیادہ ہیں۔ تو ابراہیم نخعی نے کہا اس لئے کہ وہ لکھا کرتے تھے ④۔

ایک دوسری روایت میں ابن حبان کا قول ہے کہ ”جب محمد ابن ابی کبشہ (م ۱۰۰ھ) کوفہ آئے تو البجلی اور سالم بن ابی الجعد نے ان سے احادیث لکھیں“⑤۔

۳۴. عمرة بنت عبدالرحمن بن سعد الأنصارية (م ۹۸ھ)

آپ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ، اُم ہشامؓ بنت حارثہ، اُم حبیبہؓ، حمنہؓ بنت جحش سے روایت کی ہے، اور آپ سے آپ کے بیٹے ابوالرجال، اور آپ کے بھائی محمد بن عبدالرحمٰن اور بھتیجے یحییٰ بن عبداللہ وغیرہ نے روایت کی ہے ⑥۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ بچپن ہی نے آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی تھی ⑦۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب حدیث کی سرکاری سطح پر باقاعدہ تدوین کا آغاز فرمایا تو ابوبکر بن محمد بن عمروؓ بن حزم ⑧ کو حکم دیا۔

---

① النسائی، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب القدر الذی یحرم الرضاعة، حدیث نمبر ۳۳۱۳، ص: ۳۵۷
◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۸

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۲/۶

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۲/۳ ◉ ولی الدین الکاتب، الاکمال، ص: ۵۹۹ ◉ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۵۶

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۹۱/۶ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۸ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۵

⑤ ابن حجر، تعجیل المنفعة، ص: ۳۷۵ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۸/۱۲ ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۶/۱

⑧ آپ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱/ ۱۷۴، مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے کہ ”ابوبکر بن محمد عمرة بنت عبدالرحمٰن کے بھانجے تھے۔ گیلانی، تدوین حدیث، ص: ۶۱

أن يكتب له من العلم من عندِ عمرة بنت عبدالرحمن والقاسم بن محمد①

عمرۃ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس سے علم لکھ کر میرے پاس بھیجو۔

قرون اُولیٰ میں "علم" کا لفظ احادیث نبویہ ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ابن سعد نے عطاء بن ابی رباح کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ابن جریج کا بیان ہے۔

"كان عطاء إذا حدّث بشيئ قلت عِلمٌ أو رأى فإن كان أثراً قال علم و إن كان رأيا قال رأى" ②

عطاء جب کوئی بات بیان کرتے تو میں پوچھتا کہ یہ علم ہے یا کوئی رائے؟ اگر حدیث ہوتی تو وہ کہتے علم ہے اور اگر رائے ہوتی تو کہتے رائے ہے۔

بعض مصادر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے فرمان کو یوں نقل کیا گیا ہے۔

"أكتب إليّ بما ثبت عندك من الحديث عن رسول اللهﷺ و بحديث عمرة"...... ③

آپ کے پاس موجود حدیث رسول اللہﷺ اور عمرۃ کی روایت کردہ احادیث مجھے لکھ بھیجو۔

چنانچہ ابوبکر بن محمد نے آپ کی طرف احادیث لکھ بھیجیں۔

۳۵. حسن بن محمد بن الحنفية (م ۹۹ھ)

آپ نے حضرت سلمہؓ بن الاکوع اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ اور ان سے عمرو بن دینار اور امام زہری نے روایت کی ہے④۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس عقائد پر مشتمل احادیث کا ایک کتابچہ تھا⑤۔

۳۶. عبدالله بن ابی قتادة الأنصاری (م ۹۹ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت ابوقتادۃ الانصاریؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت کی ہے⑥۔ یحیٰی نے عبداللہ بن ابی قتادہ کی روایت کردہ احادیث لکھیں اور انہیں ہشام کی طرف ارسال کر دیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ہشام بیان کرتے ہیں کہ "یحیٰی نے میری طرف عبداللہ بن ابی قتادۃ' جو کہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' کی احادیث لکھ کر میری طرف ارسال کی تھیں"⑦۔

---

① الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۱ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۸/۳۵۳

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۸/۳۳۵

③ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۷، ص:۱/۱۳۷
◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲/۱۳۳۔۸/۳۵۳ ◉ ابن سلام، الاموال، ص:۵۷۸ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۵
◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۱۰۵ ◉ محمد عجاج، السنۃ قبل التدوین، ص:۳۲۹ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۱

④ النووی، تہذیب الاسماء، ص:۱/۱۶۰ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۶۳

⑤ صبحی صالح، مباحث فی علوم السنۃ، ص:۸۵ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۶۰

⑦ ابن حنبل، المسند، ص:۵/۳۱۰

۳۷. عبدالله بن محمد بن علی ابو هاشم(م ۹۹ھ)

آپ نے اپنے والد محمد بن الحنفیہ اور ایک انصاری صحابی سے روایت کی ہے①۔ آپ کے پاس حدیث نبویہ پر مشتمل ایک مجموعہ تھا②۔ بعد ازاں یہی نسخہ محمد بن علی بن عبداللہؓ بن عباسؓ کی ملکیت میں آ گیا③۔

۳۸. حبان بن جزء السلمی (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرۃ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابو امیہ، عبدالکریم بن ابی مخارق اور عبداللہ بن عثمان وغیرہ نے روایت کی ہے④۔ آپ کا مجموعہ حدیث "نسخہ" کے نام سے معروف ہے جو مطرف بن عبدالرحمٰن کے پاس تحریری شکل میں موجود تھا⑤۔

۳۹. شهر بن حوشب الأشعری (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوسعید الخدریؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے⑥۔ آپ کے پاس حدیث کا مجموعہ تھا۔ جس کا کچھ حصہ ہشام بن حسان کے ساتھ خاص تھا⑦۔ آپ کے شاگرد عبدالحمید بن بہرام نے آپ سے ایک "نسخہ" روایت کیا ہے⑧۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے "عبدالحمید بن بہرام، شہر بن حوشب کی احادیث کو قرآن کی سورتوں کی طرح یاد کرتے تھے اور وہ ستر طویل احادیث تھیں"⑨۔

۴۰. طاؤس بن کیسان (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت عائشہؓ اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے حدیث کا سماع کیا⑩۔

آپ صاحب کتاب تھے۔ ابن جریج کا بیان ہے:

"مجھے طاؤس کے بیٹے نے خبر دی جو کہ اپنے باپ (طاؤس بن کیسان) سے نقل کرتے ہیں۔ طاؤس نے کہا میرے والد کے پاس ایک کتاب تھی جس میں دیت کا ذکر تھا جس کی رسول اللہ ﷺ کو وحی ہوئی"⑪

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۶/۶ ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲۳۱/۵
③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲۳۱/۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۶/۶ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۲۷
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۷۱/۲ ⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲۶۸/۱
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۶۹/۴ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۳/۱۱
⑧ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۱۸۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۹/۳
◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۵۹/۱۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۷۱/۴
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۷۱/۴ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۵
⑪ دار القطنی، سنن الدار قطنی، ۹۵/۳

آپ اپنے تلامذہ کو حدیث کی املاء کروایا کرتے تھے (۱)۔

لیث بن ابی سلیم کے پاس آپ کی مرویات جمع تھیں۔ موسیٰ بن داؤد کا قول ہے:

"حدثنی أمة الله مولاة طاؤس قالت رأيت ليث بن ابی سليم يكتب عند طاؤس فی ألواح كبار و هو يملی عليه" (۲)

مجھے طاؤس کی باندی اَمۃ اللہ نے خبر دی ہے کہ میں نے لیث بن ابی سلیم کو دیکھا کہ وہ طاؤس کے سامنے بڑی بڑی تختیوں پر لکھ رہے تھے اور طاؤس انہیں املاء کروا رہے تھے۔

۴۱. عبدالله بن هرمز (م ۱۰۰ھ)

آپ نے سعید بن عبید اور محمد بن عبید سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے حاتم بن اسماعیل، محمد بن عجلان وغیرہ نے روایت کی ہے (۳)۔ آپ کا شمار مشہور ناقلین حدیث میں ہوتا ہے۔ آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے تحریری صورت میں احادیث کا مجموعہ تمیم جیشانی کی طرف ارسال کیا تھا (۴)۔

۴۲. لاحق بن حميد' ابو مجلز (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت انسؓ بن مالک اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۵)۔

آپ صاحب کتاب تھے۔ امام یحییٰ بن سعید کا قول ہے:

"أول ما طلبت الحديث وقع فی يدی كتاب فيه مرسلات عن ابی مجلز......" (۶)

ابتدا میں جب میں علم حدیث حاصل کر رہا تھا میرے ہاتھ میں ابو مجلز سے روایت کردہ مرویات کی کتاب "مرسلات" آ گئی تھی۔

۴۳. محمد بن ابی کبشه (م ۱۰۰ھ)

آپ نے اپنے والد عمروؓ بن سعید (ابی کبشہ)' جو صحابیؓ تھے' سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن اوسط بجلی نے روایت کی ہے (۷)۔ ابن حبان کا قول ہے کہ کہ محمد بن ابی کبشہ جب کوفہ آئے۔ تو آپ سے فتیاۃ البجلی اور سالم بن ابی الجعد نے احادیث لکھیں (۸)۔

---

(۱) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۵۸/۳

(۲) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۵۸/۳ ◉ ابن الجعد، المسند، ص: ۶۵ ◉ ابن حنبل، العلل، ص: ۲۶۰/۱

(۳) المزی، تہذیب الکمال، ص: ۲۰۱/۱۰

(۴) ابن حنبل، المسند، ص: ۵۳۱/۲

(۵) النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۷۰/۱

(۶) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۳۳

(۷) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۳۳

(۸) ابن حجر، تعجیل المنفعۃ، ص: ۳۷۵

۴۴. ممطور الحبشی 'ابو سلام (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت ثوبانؓ، حضرت نعمانؓ بن بشیر، حضرت ابوذرؓ، حضرت ابو مالک الاشعریؓ وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔

''ابن سعد نے اہل شام کے طبقہ اولیٰ کے تابعین میں ان کا ذکر کیا ہے'' ②۔ یحییٰ بن ابی کثیر کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ حرب بن شداد کا بیان ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے مجھ سے کہا:

كل شيئ عن ابی سلام فإنما هو كتاب" ③ (ابوسلام سے مروی ہر شئی دراصل وہ کتاب سے ہے)

۴۵. هند بنت الحارث الفراسيه (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت اُم سلمہؓ سے روایت کی ہے اور آپ سے امام زہریؒ نے روایت کی ہے ④۔ امام زہریؒ کے پاس آپ کی روایات لکھی ہوئی تھیں۔ جعفر بن ربیعہ کہتے ہیں، کہ ابن شہاب نے ان کی طرف لکھا:

"حدثتني هند بنت الحارث الفراسية "...... ⑤

مجھے ہند بنت الحارث فراسیہ نے حدیث بیان کی ہے۔

۴۶. ذکوان ،ابو صالح السمّان (م ۱۰۱ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کا شمار کتابتِ حدیث کے قائلین میں سے ہوتا ہے۔ آپ اپنے تلامذہ کو املاء کروایا کرتے تھے۔ جنھوں نے آپ سے تحریری صورت میں احادیث اخذ کی تھیں ⑦۔

درج ذیل حضرات کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

اَعمش: اَعمش کہتے ہیں میں نے ابو صالح (ذکوان) سے ایک ہزار احادیث لکھی ہیں ⑧۔ اَعمش کا بیان ہے کہ ابراہیم حدیث کے ناقد تھے میں ان کے پاس ابو صالح کی حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کردہ احادیث لایا جو میرے پاس لکھی ہوئی تھیں۔ تو آپ حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث سے بعض اشیاء کو ترک کر دیتے تھے ⑨۔

سہل بن ابی صالح: ابن الجوزی کا بیان ہے کہ امام بخاریؒ نے سہل بن ابی صالح کی روایات کو ترک کر دیا کیونکہ ان کا اپنے والد (ابوصالح) سے سماع میں کلام ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے ان کے صحیفہ کو ترک کیا ہے ⑩۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۹۶ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۹۶

③ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۵۸ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۳۵۷

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان ، باب مكث الإمام فی مصلاه بعد الصلاة، حدیث نمبر۸۵۰، ص:۱۳۷

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۱۹ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۷۵

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۸۳، ۱۲۵ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۲۳۳

⑧ ابن الجعد، ال، ص:۸۰ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۸۳

⑨ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۳۰ ⑩ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۳۳

ابن حجر کا بیان ہے۔ کہ امام بخاریؒ جن متکلم فیہ رواۃ کے ساتھ منفرد ہیں۔ آپ نے ان کی اکثر احادیث کو نہیں لیا۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک کے پاس حدیث کا بڑا نسخہ تھا۔ جبکہ امام مسلمؒ نے اس کے برعکس ان نسخوں کی اکثر احادیث کی تخریج کی ہے۔ مثلاً ابوزبیر کی حضرت جابرؓ سے روایت' سہل کی اپنے باپ (ابوصالح) سے مروی روایات (۱)۔

۴۷. مقسم بن بجرة (م ۱۰۱ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے (۲)۔ الحکم اور عثمان المشاہد کے پاس ان کی احادیث تحریری شکل میں تھیں۔ امام شعبہ کہا کرتے تھے:

"أحاديث الحكم عن مقسم كتاب إلا خمسة أحاديث" (۳)

پانچ احادیث کے علاوہ حکم کی مقسم سے مروی روایات ایک کتاب ہے۔

معمر کا بیان ہے:

أخبرني عثمان الجزري عن مقسم قال كتبت عنه صحيفتين في المغازي فاستعارهما مني رجل فذهب بهما (۴)

مجھے عثمان جزری نے مقسم کے بارے میں بتایا کہ میں نے اُن سے دو صحیفے مغازی کے بارے میں لکھے ہیں جن کو ایک شخص نے مجھ سے عاریۃً لیا اور پھر واپس نہیں کیے۔

۴۸. مجاهد بن جبر المكي (م ۱۰۲ھ)

آپ نے حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ آپ مشہور مفسر قرآن تھے (۵)۔ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کتابت کے قائل نہیں تھے (۶)۔ تاہم دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھ کر تختیوں پر لکھا کرتے تھے (۷)۔

آپ سے ابن ابی نجیح (۸)، ابن جریج (۹)، ابن عیینہ (۱۰)، الحکم بن عتیبہ (۱۱)، القاسم بن ابی بزۃ (۱۲)، لیث بن ابی سلیم (۱۳)، اور

---

(۱) ابن حجر، ھدی الساری، ص:۱/۲۳ ● السیوطی، تدریب الراوی، ص:۴۲
(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۸۸
(۳) الرازی، تقدمة الجرح والتعدیل، ص:۱۳۰ ● ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۳۱ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۴۳۳۔۱۰/۲۸۹
(۴) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۱۹
(۵) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۴۳۹ ● الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ص:۱/۸۷
(۶) الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۵
(۷) الطبری، تفسیر الطبری، ص:۱/۹۰
(۸) ابن حبان، الثقات، ص:۶/۵۰۶، ۶۸۵ ● ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۶ ● الخطیب، الکفایہ، ص:۲۱۵ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۵۴ ● الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۲۰۳، ۳/۵۱
(۹) ابن حبان، الثقات، ص:۶/۵۰۶، ۵۸۵ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۵۴
(۱۰) ابن حبان، الثقات، ص:۵۸۵
(۱۱) البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۱/۳۳۰ ● ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۶ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۲/۴۳۳
(۱۲) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۶
(۱۳) ابن حبان، الثقات، ص:۵۸۵ ● ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۶

میاح بن سریع نے احادیث لکھی تھیں ①۔ آپ کے پاس حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی کتب کا مجموعہ بھی تھا۔ جن سے آپ اپنے تلامذہ کو املا کرایا کرتے تھے ②۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کتابت حدیث کے قائل تھے۔ البتہ ممانعت کی روایات کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے ان اوراق سے لکھنے سے منع کیا تھا جس پر قرآن لکھا گیا ہو، تا کہ التباس کا خطرہ باقی نہ رہے۔

۴۹. حبیب بن سالم الانصاری (م۱۰۳ھ)

آپ نے حضرت نعمانؓ بن بشیر، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ آپ حضرت نعمانؓ بن بشیر (م۶۴ھ) کے آزاد کردہ غلام اور ان کے کاتب تھے ③۔ آپ نے حضرت نعمانؓ بن بشیر سے کچھ احادیث لکھ کر ان کے بیٹے یزید بن نعمانؓ کی طرف ارسال کر دیں ④۔ اسی طرح آپ نے کچھ احادیث قتادہ کی طرف ارسال کی تھیں ⑤۔

۵۰. خالد بن معدان القلاعی (۱۰۳ھ)

آپ نے حضرت ثوبانؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ، اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کی ستر سے زائد صحابہ کرامؓ سے ملاقات ثابت ہے ⑦۔ آپ کے پاس ذخیرہ حدیث پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تھی، جس کو بند کرنے کے لئے بٹن لگے ہوئے تھے ⑧۔ حدیث کا یہ مجموعہ "النسخہ" کے نام سے معروف تھا۔ جس کی ایک نقل ان کے شاگرد بشیر بن سعد (م۱۶۰ھ) کے پاس تھی ⑨۔ جنہوں نے اسے بقیہ بن الولید (م۱۹۶ھ) کو دے دی تھی ⑩۔ بقیہ بن الولید' خالد بن معدان کے اس مجموعہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں "بشیر نے مجھے خالد بن معدان کا مصحف دیا تھا۔ جو قرآن کی طرح تحریری صورت میں تھا۔ اور اس کے بہت سے کاج اور بٹن تھے ⑪۔ اس کے علاوہ بحیر بن سعید ⑫ اور جمیع بن ثوب السلمی کے پاس بھی خالد بن معدان کا "نسخہ" تھا ⑬۔

---

① ابن حبان، المجروحین، ص:۳۳۰ ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۳۳۳/۵
③ ولی الدین الکاتب، الاکمال، ص:۵۹۳ ④ ابن حنبل، العلل، ص:۴۷۳/۳
⑤ ابن حنبل، العلل، ص:۴۷۶/۳ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱۸/۳
⑦ ولی الدین الکاتب، الاکمال، ص:۵۹۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۸۷/۱
⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۸۷/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱۹/۳ ◉ السجستانی، کتاب المصاحف، ص:۱۳۳
⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱۶۶/۱ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳۱۲/۱
⑩ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱۶۲/۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳۹۱/۱ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۲۱۸/۵
⑪ السجستانی، کتاب المصاحف، ص:۱۳۳ ⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱۸۱
⑬ ابن عدی، الکامل، ص:۳۳۳/۱

۵۱. عامر بن شرحیل (م ۱۰۳ ھ)

آپ نے حضرت عمرانؓ بن حصین، حضرت جریرؓ بن عبداللہ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کوفہ کے مشہور محدث اور فقیہ تھے۔ آپ کا شمار اولین جامعین حدیث میں سے ہوتا ہے (۱)۔

آپ کو یہ اولیت بھی حاصل ہے۔ کہ آپ نے حدیث کو موضوعاتی اعتبار سے مرتب کیا۔ مثلاً آپ نے طلاق سے متعلقہ احادیث کو "کتاب الطلاق" کے اندر جمع کر دیا۔ آپ اس کتاب (کتاب الطلاق) کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"هذا فصل كبير عن الطلاق" (۲) (یہ طلاق کے بارے میں ایک بڑی فصل ہے)

مصادر سے آپ کی بہت سی کتب مثلاً کتاب الجراحات (۳)، کتاب الفرائض (۴)، کتاب المغازی (۵)، کتاب فی الصدقات (۶) کا علم ہوتا ہے۔

امام شعبی کے تلمیذ خاص ابو حصین عثمان بن عاصم (م ۱۲۸ھ) کا بیان ہے کہ "شعبی کی وفات کے بعد کتاب الفرائض اور کتاب الجراحات کے علاوہ کوئی اور کتاب موجود نہیں تھی" (۷)۔ مزید برآں آپ کے پاس شرعی قضایا پر مشتمل ایک مجموعہ حدیث بھی تھا۔ جو کہ عاصم الأحول کے پاس محفوظ تھا۔ انہوں نے اسے نقل کرنے کی آپ سے اجازت حاصل کر لی تھی (۸)۔

بعض حضرات نے آپ کے قول

"ما كتبت سوداء في بيضاء ولا سمعت من رجل حديثاً فأردت أن يعيده عليّ" (۹)

میں نے سفید کاغذ پر کبھی سیاہ حرف نہیں لکھا اور جب کسی شخص سے حدیث سن لیتا تو اسے دہرانے کا نہیں کہتا۔

سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ حدیث لکھنے کے قائل نہیں تھے۔ حالانکہ اس قول سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں صرف آپ کے اعلیٰ حافظہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ سارا علم سینہ میں محفوظ کر لیتے اور تحریر سے مدد نہیں لیتے تھے۔ نیز آپ اپنے شاگردوں کو حکم دیتے کہ جو کچھ تم مجھ سے سنتے ہو اسے لکھ لیا کرو (۱۰)۔ آپ انہیں احادیث کی املاء بھی کروایا کرتے تھے (۱۱)۔

---

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۷۹ ◉ ولی الدین الکاتب، الإکمال، ص:۶۱۹
(۲) السیوطی، تدریب الراوی، ص:۴۳ ◉ الجزائری، توجیہ النظر، ص:۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۷۸
(۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۲۳۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۶/۴۱
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۱۷۷ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۲۳۲
(۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۲۳۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۴۰
(۶) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۴۰
(۷) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۱۷۴، ۲۴۳ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۲۳۲
(۸) الخطیب، الکفایۃ، ص:۳۸۶
(۹) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۳۲۳ ◉ ابن ابی خیثمہ، کتاب العلم، ص:۱۱۶ ◉ ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۱۷۴ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۶ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۲۲۹
(۱۰) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۱۷۴ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۰ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۶ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۲۲۷
(۱۱) ابو خیثمہ، کتاب العلم، ص:۱۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۸۰

نیز آپ کے اقوال:

۱۔ "ان الكتاب هو سجل المعرفة "① (کتاب معلومات کا رجسٹر ہوتا ہے)

اور ۲۔ "إن أعظم الرواة هو الدفتر" ② (کتاب سب سے بڑا راوی ہے)

سے کتابتِ حدیث کی طرف اشارہ ہے۔اس سے بھی واضح آپ کا یہ قول ہے ”نہ لکھنے کی وجہ سے مجھے اتنا علم بھول گیا ہے، کہ اگر کسی کو یاد ہوتا تو وہ عالم بن جاتا“③۔

۵۲. عطاء بن يسار (م۱۰۳ھ)

آپ نے حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت ابو ایوبؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے④۔آپ اُم المؤمنین حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔آپ مدینہ منورہ کے مشہور اور جلیل القدر محدث اور سینہ میں علم کا خزانہ محفوظ رکھنے والے فقیہ تھے⑤۔آپ کے پاس حدیث کی ایک کتاب تھی۔اس کتاب کے بارے میں عمر بن اسحاق بن یسار کا قول ہے:

"قرأت فی كتاب لعطاء بن يسار......" ⑥ (میں نے عطاء بن یسار کی کتاب میں پڑھا)

۵۳. ابو سلمه بن عبدالرحمن بن عوف (م ۱۰۴ھ)

آپ نے حضرت عثمانؓ، حضرت ابو قتادہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے⑦۔آپ کتابتِ حدیث کے قائل تھے۔حضرت فاطمہؓ بنت قیس کے درس میں حاضر ہو کر حدیث لکھا کرتے تھے⑧۔آپ نہ صرف حدیث خود لکھا کرتے تھے بلکہ دوسروں کو املاء بھی کروایا کرتے تھے۔ابن اسحاق بیان کرتے ہیں ”میں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کو دیکھا کہ آپ ایک کاتب بچے کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر لے جاتے اور اسے حدیث کی املاء کرواتے چنانچہ وہ آپ کی احادیث لکھا کرتا تھا“⑨۔

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۸۰ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۶

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۱۷۴ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۵

③ گولڈزیہر، دراسات اسلامیہ، ص:۲/۱۸۵

④ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۶۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۲۱۷

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۹۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۲۱۷

⑥ ابن حنبل، المسند، ص:۶/۳۳۳ ◉ ابن حجر، تعجیل المنفعۃ، ص:۲۹۶

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۶۳

⑧ المسلم، الصحیح، كتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، حدیث نمبر ۳۷۰۱، ص:۶۳۰
◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۸/۲۰۰ ◉ ابن حنبل، المسند، ص:۶/۴۱۳

⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱/۲۱۸

۵۴. ابو قلابہ عبداللہ بن زید (م۱۰۴ھ)

آپ نے حضرت سمرہؓ بن جندب، حضرت ثابتؓ بن ضحاک اور حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے①۔

آپ کتابتِ حدیث کے قائل تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

"الكتاب أحب إلي من النسيان" ② (نسیان کے خوف سے میں نے لکھنے کو ترجیح دی ہے۔)

آپ کے پاس بڑی تعداد میں حدیث کی کتب تھیں جن سے آپ کے تلامذہ نے احادیث نقل کی تھیں③۔ جریر بن حازم جو آپ کے تلامذہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ "میں نے ابو قلابہ کے مجموعہ احادیث کو پڑھا ہے"④۔ آپ کا تحریر کردہ مجموعہ احادیث اس قدر بڑا تھا کہ ایک اونٹ پر لادا جا سکتا ہے⑤۔ آپ نے وفات سے قبل اپنی کتب ایوب سختیانی (م۱۳۱ھ) کو دینے کی وصیت فرمائی تھی⑥۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی وصیت پر عملدرآمد کیا گیا⑦۔

ابن علیہ کہتے ہیں ایوب نے بتایا کہ ابو قلابہ اپنی کتب مجھے دینے کی وصیت کر گئے تھے چنانچہ میں شام سے انہیں لایا۔ اور ان کے کرایہ پر بہت دراہم صرف کیے⑧۔ ایک دوسری روایت میں ایوب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے ان کتب کا کرایہ دس درہم سے زائد دیا ہے⑨۔ بعد ازاں ایوب سختیانی ان (کتب کی) روایات اور وہ روایات' جو انہوں نے ابو قلابہ سے بلا واسطہ سماعت کی تھیں' کے مابین مقارنہ (comparison) کر کے روایت کیا کرتے تھے⑩۔ یہی کتب بعد میں ایوب سختیانی کے شاگرد حماد بن زید کے ہاتھ آ گئی تھیں۔ حماد بن زید کا بیان ہے: "ایوب نے میری طرف ابو قلابہ کی کتب بھیجیں جس میں حضرت عمرؓ کی اپنے عامل کی طرف کتاب بھی تھی"⑪۔

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حماد بن زید کہتے ہیں کہ "میں جریر بن حازم کے ہاں حاضر ہوا تو آپ ایوب کے سامنے ابو قلابہ کی کتب پڑھ رہے تھے۔ ایوب کہنے لگے کہ کچھ احادیث میں نے ابو قلابہ سے سنیں ہیں اور کچھ نہیں سنیں"⑫۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲۲۶/۵ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۲۳۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۹۴/۱

② ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۷۲/۱ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۳ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۵

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۱۳۴،۹۱/۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۵۷/۲ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۹۴/۱
◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۲۸۲/۲، ۳۵۵/۵ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۷۶

④ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۷۶ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۱۳۵،۹۱/۷۔ ۱۷/۷ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۵۰۳

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۸۲/۱ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۵۱ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۱۵۵ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۱۳۵/۷

⑦ ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص:۹۱/۷۔۱۳۵۔ ۱۷/۷ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۵۰۳

⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۸۸/۱

⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۱۷/۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۵۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۹۴/۱

⑩ الخطیب، الکفایہ، ص:۵۰۴،۲۲۹ ◉ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۱۵۵

⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱۹/۷ ◉ الدارمی، سنن الدارمی، ص:۳۵/۱، ۱۳۶، ۲۵۲۔ ۲۲۳/۷، ۲۳۶، ۳۱۱، ۲۳۳

⑫ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الطب، باب ذات الجنب، حدیث نمبر ۵۷۱۹، ص:۱۰۱۱
◉ ابن المدینی، العلل، ص:۲۹۵/۱ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۲۰۸/۱ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۲۷۲/۳ ◉ الخطیب الکفایہ، ص:۲۵۷

مزید برآں آپ کی کتب قتادہ کے پاس بھی تھیں۔ ایوب کہتے ہیں: ''قتادہ نے ابو قلابہ سے کچھ نہیں سنا بلکہ کہیں سے ان کے ہاتھ ابو قلابہ کی کتب آ گئیں تھیں'' ①۔ یحیٰی بن ابی کثیر کے پاس بھی آپ کی کتب تھیں۔ کسی نے ابو عبداللہ سے پوچھا کہ کیا یحیٰی نے ابو قلابہ سے سنا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ معلوم نہیں کہ کس چیز نے انہیں سماعت کرنے سے روکا ہے۔ میں نے کہا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ابو قلابہ کی کتب ان کے ہاتھ لگ گئی ہیں ②۔

۵۵. ابان بن عثمان (م ۱۰۵ ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت اسامہؓ بن زید اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ فقہ، حدیث اور مغازی کے ممتاز عالم تھے ③۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کے بارے میں بعض احادیث ایک کتاب میں مدون کی تھیں اور اس کتاب کی ایک نقل مغیرۃ بن عبدالرحمٰن کے پاس تھی ④۔ ابان بن عثمان اپنے بیٹوں سے مطالبہ کیا کرتے تھے کہ ''تم مغازی کی تعلیم حاصل کرو'' ⑤۔

۵۶. ضحاک بن مزاحم (م ۱۰۵ ھ)

حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد تین ہزار کے قریب تھی ⑦۔ آپ کتابت کی اجازت دے دیا کرتے تھے ⑧۔ ضحاک بن مزاحم قرآن اور حدیث کے مشہور و معروف عالم تھے۔ آپ کے پاس قرآن کریم کی تفسیر کی کتب تھیں ⑨۔ سفیان ثوری ان کتب کی عزت اور توقیر کیا کرتے تھے ⑩۔

---

① الخولانی، تاریخ داریا، ص: ۶۲

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۲۷۰

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۹۷ ◉ النووی، تہذیب الاسماء واللغات، ص: ۱/۹۷

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۱۵۶ ◉ الذہبی، رجال ابن اسحاق، ص: ۷۶

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۱۵۶ ◉ الذہبی، رجال ابن اسحاق، ص: ۷۶

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۱۰ ◉ الحموی، معجم الادباء، ص: ۳/۲۷۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۵۳

⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۳۵۲

⑧ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۸۵ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۹۳

⑨ لازماً ان کتب تفسیر میں احادیث نبویہ بھی ہوں گی۔ کیونکہ اس وقت قرآن کی تفسیر زیادہ تر حدیث پر مشتمل ہوتی تھی۔
ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۱۰، ۷/۵۵، ۱۰۲ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۹، ۴۷، ۱۰۰ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۳/۱۶۵
◉ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۱/۳۱۹ ◉ الدولابی، الکنیٰ والاسماء، ص: ۱/۱۳۹ ◉ السجستانی، المصاحف، ص: ۱۳۴

⑩ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۵۵ ◉ الدولابی، الکنیٰ والاسماء، ص: ۱/۱۳۹ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۳/۱۶۵

خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے "ان کے پاس احادیث پر مشتمل ایک کتاب (کتاب المناسک) تھی جس کی آپ حسین بن عقیل کو املاء کروایا کرتے تھے" (۱)۔ خطیب بغدادی نے ضحاک بن مزاحم کا یہ قول نقل کیا ہے:

"لا تتخذوا للأحاديث كراريس ككراريس المصحف" (۲)

قرآن کریم کی طرح احادیث کیلئے کاپیاں نہ بناؤ۔

آپ کا یہ قول قطعی طور پر کتابت حدیث کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ اسلئے کہ آپ سے ثابت ہے۔ کہ آپ احادیث لکھا کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو اس کی املاء بھی کروایا کرتے تھے۔ اس میں صرف قرآن کی طرح حدیث کی کاپیاں بنانے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ یہ فعل قرآن کے مقام و مرتبہ کے خلاف ہے۔

۵۷. عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ (م ۱۰۵ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عقبہؓ بن عامر اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے (۳)۔

آپ کے پاس احادیث تحریری صورت میں موجود تھیں۔ جس کا اشارہ اس واقعہ سے ملتا ہے:

"ایک مرتبہ عکرمہ صنعاء گئے اور وہاں عبداللہ بن الأسوار الیمانی کے پاس ٹھہرے۔ تو ان کے بیٹے عمرو بن عبداللہ نے حضرت عکرمہ کی کتب نقل کر لیں۔ اور بعد ازاں عکرمہ سے سوال کرنے لگے۔ حضرت عکرمہ کو معلوم ہو گیا کہ انہوں نے ان کی کتب سے نقل کیا ہے" (۴)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی کتب موجود تھیں۔

۱۔ ایوب سختیانی: حماد بن زید کا قول ہے "میں نے ایوب سے سنا آپ سے عکرمہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیسے ہیں؟ تو ایوب نے جواب دیا کہ اگر وہ میرے نزدیک ثقہ نہ ہوتے تو میں ہرگز ان سے احادیث نہ لکھتا" (۵)۔

۲۔ جابر بن زید: عمرو کہتے ہیں: "مجھے جابر بن زید نے ایک صحیفہ دیا جس میں مسائل تھے اور ان کے بارے میں عکرمہ سے سوال کرنے کو کہا، مَیں کچھ تامل کرنے لگا، تو جابر نے اس صحیفہ کو میرے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ اور کہا یہ عکرمہ مولی ابن عباسؓ ہیں، جو تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں" (۶)۔

۳۔ حسین بن قیس: آپ کے پاس عکرمہ کی حدیث پر مشتمل ایک "نسخہ" تھا۔ جس کا اکثر حصہ مقلوب تھا (۷)۔

۴۔ سلمۃ بن وہرام: آپ نے عکرمہ سے ایک "نسخہ" روایت کیا ہے (۸)۔

---

(۱) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۲ — (۲) الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۹، ۴۷
(۳) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۸۷ — (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۷/۲۷۱
(۵) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۲۹۵ — (۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۶۱
(۷) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۹ — (۸) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۹۳
(۹) ابن حبان، المجروحین، ص: ۸۳ — (۱۰) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۱۹۳

۵۔ عبدالملک بن عبدالعزیز: یحییٰ بن ابی ایوب مصری کہتے ہیں ''مجھ سے ابن جریج نے پوچھا'' کیا تم نے عکرمہ سے کچھ لکھا ہے؟ تو میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگے تم سے دو ثلث (تہائی) علم فوت ہوگیا ہے''①۔

۶۔ عثمان بن غیاث: علی بن المدینی کہتے ہیں ''میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابن غیاث کے پاس عکرمہ کی کتب ہیں''②۔

۷۔ عمرو بن عبداللہ بن الأسوار الیمانی ③

۸۔ اہل یمن و اہل مشرق اور دوسرے بلاد و امصار کے علماء: یحییٰ بن معین کہتے ہیں ''عکرمہ مختلف علاقوں میں گھومے پھرے۔ آپ بصرہ آئے وہاں کے لوگوں نے آپ سے سماع کیا پھر آپ کوفہ گئے وہاں کے لوگوں نے بھی آپ سے علم حاصل کیا۔ بعد ازاں آپ یمن گئے۔ وہاں کے بہت سے لوگوں نے آپ سے احادیث لکھیں۔ مغرب اور مشرق بھی گئے اور وہاں بھی لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا''④۔

۵۸. ابو مجلز بن حمید السدوسی (م۱۰۶ھ)

آپ نے حضرت جندبؓ بن عبداللہ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت حفصہؓ اور حضرت ابوموسیٰ الأشعری وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایات نقل کی ہیں ⑤۔ آپ بصرہ کے مشہور محدث تھے۔ آپ کا شمار ثقہ رواۃ میں سے ہوتا ہے۔ آپ کے مجموعہ حدیث میں سیرت النبی پر مشتمل احادیث جمع تھیں ⑥۔

۵۹. سالم بن عبداللہؒ بن عمرؓ (م۱۰۶ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت رافعؓ بن خدیج سے روایت کی ہے ⑦۔

آپ کے پاس ''کتاب الصدقہ'' ⑧ کا ایک نسخہ تھا۔ جس کے بارے میں مشہور محدث ابن شہاب زہری فرماتے ہیں۔ ''یہ رسول اللہ ﷺ کی اس کتاب کا نسخہ ہے جو آپ ﷺ نے صدقہ کے بارے میں لکھوائی تھی اور یہ نسخہ بعد ازاں حضرت عمرؓ بن خطاب کی اولاد کے پاس رہا اور سالمؒ بن عبداللہؓ بن عمرؓ نے اس (نسخہ) کو مجھے پڑھایا۔ چنانچہ میں نے اسے بعینہ حفظ کرلیا تھا۔ نیز عمر بن عبدالعزیز نے اس نسخہ کی نقل عبداللہ بن عبداللہؓ اور سالم بن عبداللہؓ سے حاصل کی تھی میرے پاس یہ وہی نسخہ ہے''⑨۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۶۶ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۱۳۷ ⊙ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۵۱

③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۲۹۵ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۶۱

④ الطبری، الذیل، ص: ۳/۲۴۸۵ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۵۷ ⊙ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۲۰۷

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۵۷ ⊙ النووی، تہذیب الاسماء واللغات، ص: ۱/۲۰۷ ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۲

⑧ کتاب الصدقہ جو آنحضرت ﷺ نے شہروں میں اپنے مقرر کردہ عمال کے پاس بھیجنے کے لئے لکھوائی تھی۔ مگر بھیجنے سے قبل آپ کا وصال ہوگیا تھا۔ بعد ازاں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بن خطاب نے اپنے دور خلافت میں تاحیات اس کے مطابق عمل کیا۔ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الزکوۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ، حدیث نمبر ۱۵۶۸، ص: ۲۳۱ ⊙ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی زکوٰۃ الإبل والنعم، حدیث نمبر ۶۲۱، ص: ۱۶۰ ⊙ النسائی، سنن النسائی، کتاب الزکوۃ، باب زکاۃ الابل، حدیث نمبر ۲۴۴۹، ص: ۳۳۷، باب زکوۃ الغنم، حدیث نمبر ۲۴۵۷، ص: ۳۳۹

⑨ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی زکوۃ السائمۃ، حدیث نمبر ۱۵۷۰، ص: ۲۳۱

امام زہری کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سالم بن عبداللہؓ کے پاس ''کتاب الصدقہ'' محفوظ نہیں اور عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس نسخہ کی ایک نقل سالم بن عبداللہؓ سے حاصل کی تھی لیکن ایک دوسری روایت جسے جلال الدین السیوطی نے بیان کیا ہے کہ سالم بن عبداللہؓ ہی نے اس کتاب کا ایک نسخہ لکھ کر عمرؒ بن عبدالعزیز کی طرف ارسال کیا تھا ①۔

۶۰. قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ (م ۱۰۶ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت فاطمہؓ بنت قیس اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے ②۔ آپ کے پاس حضرت عائشہؓ کی مرویات پر مشتمل ایک مجموعہ حدیث تھا۔ اس لئے ابن عیینہ فرمایا کرتے تھے ''حضرت عائشہؓ کی احادیث کا علم ان کے شاگردوں میں سے سب سے زیادہ عروۃ، عمرۃ، اور قاسم بن محمد کے پاس تھا'' ③۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) نے جب احادیث کی سرکاری سطح پر باقاعدہ تدوین کا آغاز فرمایا تو آپ نے ابوبکر بن محمد بن عمروؓ بن حزم کو لکھا:

"أن يكتب له من العلم من عند عمرة بنت عبدالرحمن و القاسم بن محمد" ④

عمرۃ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس سے علم (احادیث) لکھ کر مجھے لکھ بھیجو۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ اور قاسم دونوں ہی کی روایات لکھ کر بھیجنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے پاس علم کا سب سے بڑا سرمایہ حضرت عائشہؓ ہی کی مرویات تھیں۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ''آپ حرف بحرف حدیث لکھا کرتے تھے'' ⑤۔ آپ نے کچھ احادیث خالد بن ابی عمران کو بھی املاء کروائی تھیں ⑥۔ طلحہ بن عبدالملک الأیلی نے بھی حدیث کا ایک نسخہ ان کی زیر نگرانی جمع کیا تھا۔ اور آپ نے املاء کے دوران اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ کتابت کی نگرانی کریں ⑦۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی مذکورہ روایت سے یہ بھی ضمناً اشارہ ملتا ہے کہ ابوبکر بن محمد نے بھی قاسم بن محمد کی احادیث مدوّن کر لی ہوں گی کیونکہ اس وقت قاسم بن محمد کی کتب مفقود ہو چکی تھیں۔

۶۱. سلیمان بن یسار (م ۱۰۷ھ)

آپ نے حضرت میمونہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑧۔ آپ حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے اور مدینہ منورہ کے ممتاز محدث تھے ⑨۔ آپ کے پاس تحریری صورت میں احادیث پر مشتمل ایک کتاب تھی جس سے بکیر نقل کیا کرتے تھے ⑩۔ پھر بعد ازاں یہی کتاب مخرمہ بن بکیر کے پاس رہی ⑪۔

---

① السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۲۳۱ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۹۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۳۵

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۱۸۲، ۶۰۱، ص:۸/۳۳۳

④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۶/۳۲۷ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۱۳۹

⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۳۵ ⑦ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۶۳

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۲۸ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۸۹

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۴۵۳ ⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۸۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۷۰

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۷۰

۶۲. حسنؒ بن یسار بصری (م ۱۱۰ھ)

آپ نے حضرت عثمانؓ، حضرت عمرانؓ بن حصین، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے علم حدیث حاصل کیا (۱)۔ آپ اپنے وقت کے مشہور محدث اور عالم تھے۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں (۲)۔ ان کتب میں سے قرآن کریم کی تفسیر (۳) کتاب الإخلاص (۴) اور "الصّحیفہ" وغیرہ کا تذکرہ ملتا ہے (۵)۔

حمید اس صحیفہ کے حجم کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"کان علم الحسن فی صحیفة مثل هذه وعقد بالإبهامین والسبابتین" (۶)

حسن کا علم ایک صحیفہ میں تھا اس کا حجم اس طرح تھا پھر انہوں نے اپنی دو انگلیوں اور دو انگوٹھوں کو بند کیا۔

ابن جریر طبری کا بیان ہے "حسن بصری احادیث کے خطی نسخوں سے بڑے وسیع پیمانے پر کام لیتے تھے" (۷)۔

آپ کو جب مسائل کے حل میں مشکل درپیش ہوتی تو آپ حضرت سعید بن المسیّب سے مشورہ کیا کرتے تھے (۸)۔

ابو حاتم کا قول ہے۔ "حسن، جابرؓ بن عبداللہ کی کتاب سے روایت کرتے ہیں باوجود اس بات کے آپ کی حضرت جابرؓ سے ملاقات ثابت ہے" (۹)۔ آپ کے تلامذہ کے پاس آپ کی احادیث تحریری شکل میں موجود تھیں۔ جنہیں وہ آپ سے پڑھا کرتے تھے (۱۰)۔ ان میں سے سہل بن حصین الباہلی (۱۱)، حمید بن ابی حمید الطویل (۱۲)، معاویہ بن عبدالکریم الثقفی (۱۳)، خالد العبد (۱۴)، ہشام بن حسان الأزدی (۱۵)، حوشب بن عقیل (۱۶)، حفص بن سفیان المنقری (۱۷)، حسین ابوسفیان بن حسین الواسطی (۱۸)، ہشام بن زیاد (۱۹) اور یونس بن عبید (۲۰) قابل ذکر ہیں۔ مزید برآں آپ اپنے تلامذہ کو اپنی کتب (۲۱) یا بعض صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت سمرہؓ بن جندب (۲۲)، حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی کتب سے املاء کروایا کرتے تھے (۲۳)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۲۶۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۶۸

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۱۶۔۱۲۷ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۱ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۳۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۵

(۳) اس تفسیر کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے کسی شاگرد کو اس کی املاء کروائی تھی؛ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۳۷

(۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۱۳۸ (۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۱۶ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۵۰۶

(۶) جو کہ پانچ یا چھ انچ بنتا ہے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۱۶ (۷) الطبری، التاریخ، ص:۳/۲۴۸۸ (۸) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۴۷

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۲۶۷۔۴/۲۰۲

(۱۰) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۲۶۔ ص:۳۳۹ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۱ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۳۹ (۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۲۷

(۱۲) حسن بصری نے انہی کو اپنی کتاب نقل کرنے کے لئے دی تھی؛ ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۲۶، ۷/۱۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۸۱۰

(۱۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۱۴ (۱۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۶۴ ◉ البخاری، تاریخ الصغیر، ص:۱۸۱ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۱۲

(۱۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۵ ◉ البخاری، تاریخ الصغیر، ص:۱۸۱

(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۷ (۱۷) البخاری، تاریخ الصغیر، ص:۱/۳۸۰ (۱۸) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۵۸

(۱۹) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۵۸ (۲۰) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۱۵ (۲۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۱۶

(۲۲) النسائی، سنن النسائی، کتاب العقیقة باب عن الغلام شاتان، حدیث نمبر ۴۲۲۶، ص:۵۸۹ ◉ ابن سعد؛ الطبقات الکبریٰ: ص:۷/۱۱۵
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۹۸ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۲/۳۶۸ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۶۹

(۲۳) الخطیب، الکفایہ، ص:۵۰۶ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ص:۷/۱۱۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۲۶۷
◉ الترمذی، جامع الترمذی؛ کتاب البیوع، ما جاء فی أرض المشترک یرید بعضهم بیع بعض نصیبه، حدیث نمبر ۱۳۱۲، ص:۳۱۸

۶۳. طلحة بن نفع القرشي ابو سفيان (۱۱۰ھ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن عبد اللہ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہؓ بن عباس اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۱)۔ ابو خیثمہ نے ابن عیینہ سے بیان کیا ہے۔ ان کا قول ہے:

"حديث ابی سفيان عن جابر إنما هي صحيفة" (۲)

ابو سفیان کی حضرت جابرؓ بن عبد اللہ سے نقل کردہ روایات صحیفہ جابر سے ہی ہیں۔

اعمش نے طلحہ بن نافع سے ایک صحیفہ نقل کیا ہے جس میں تقریباً ایک سو احادیث ہیں (۳)۔

۶۴. عبدالعزيز بن سعيد بن سعد (م ۱۱۰ھ)

آپ کے والد سعیدؓ بن سعد صحابی تھے۔ آپ نے اپنے والد سے روایت کی ہے (۴)۔ عبدالغفور بن عبدالعزیز الواسطی نے آپ سے ایک "نسخہ" روایت کیا ہے (۵)۔

۶۵. عون بن عبدالله (م ۱۱۰ھ)

امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ "عون کا حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ سے سماع ثابت ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی صحابہ کرامؓ سے روایات مرسل ہیں (۶)۔ الرامہرمزی نے بیان کیا ہے کہ عون بن عبد اللہ نے يعقوب الأشج کے لئے تشہد لکھا تھا (۷)۔

۶۶. محمد بن سيرين (م ۱۱۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۸)۔ آپ سے کتابت حدیث کی ممانعت (۹) اور جواز (۱۰) دونوں کے بارے میں روایات منقول ہیں۔ ان دو طرح کی متضاد روایات کے بارے میں ڈاکٹر مصطفیٰ الأعظمی رقمطراز ہیں:

"یہ بہت مشکل امر ہے کہ ہم ان دونوں قسم کی روایات کے بارے میں توافق پیدا کریں۔ زیادہ راجح بات یہی ہے کہ جن اشخاص نے آپ سے کراہت کتابتِ حدیث نقل کیا ہے انہوں نے کامل کلام نقل نہیں کیا۔ ابن عون بیان

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۲۶

(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۲۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۳۴۲

(۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۴۷۵ (۴) ابن حبان، الثقات، ص: ۲۲۶

(۵) ابن حبان، الثقات، ص: ۲۲۶ (۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۷۲

(۷) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۸ (۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۲۱۴

(۹) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۵۶، ۲۵۵ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶۵ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۴۸ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۱۵

(۱۰) الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۴۱ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶

کرتے ہیں کہ ”میں نے ابن سیرین سے کہا تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو کہیں سے کوئی کتاب حاصل کر کے اسے پڑھے یا اس سے دیکھ کر حدیث بیان کرے تو آپ نے جواب دیا جب تک وہ کسی ثقہ راوی سے سن نہ لے۔ وہ اسے بیان نہیں کر سکتا ہے“ ①۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ شاید کراہت کتابت کا یہی راز ہے اور یہ صرف ابن سیرین کا مذہب نہیں ہے بلکہ دوسرے بہت سارے محدثین مثلاً وکیع وغیرہ کا یہی مذہب ہے کیونکہ بعض علماء دوسروں کی کتب کو دیکھ لیتے یا پھر دوسرے کے مناقشہ وغیرہ کو سن لیتے جس کے نتیجہ میں بعض احادیث یاد ہو جاتیں۔ پھر وہ انہیں بیان کرنا شروع کر دیتے۔ ان سے سننے والے حضرات یہ خیال کر لیتے کہ ان اصحاب نے ان سے براہ راست سنا ہے ②۔

مذکورہ بالا وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سیرین مذکورہ خرابی کی بناء پر کتابتِ حدیث کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ آپ نے خود حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کو ایک کتاب میں جمع کیا تھا۔ علی بن المدینی، ابن سیرین کی کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں: ”محمد بن سیرین کی اولاد میں سے کسی نے آپ کی کتاب میرے پاس لائی جس کی ابتدا میں تھا:

"ھذا ما حدثنا ابو ھریرةؓ قال ابو القاسم كذا و قال ابو القاسم كذا"

ابو ہریرۃ نے ہمیں اس طرح حدیث بیان کی ہے کہ ابو القاسم ﷺ نے یوں فرمایا۔

اور یہ کتاب ایک باریک اور پرانے کاغذ پر تھی جو کہ یحیٰی بن سیرین کے پاس تھی کیونکہ محمد بن سیرین اپنے پاس کتاب رکھنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ حدیث نبوی کے اختتام پر لکھا ہوتا تھا ”ھذا“۔ حدیث ابی ہریرہؓ اور ان دونوں کے درمیان فاصلہ ہوتا تھا ③۔ آپ اپنے تلامذہ کو املا بھی کروایا کرتے تھے۔ علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے: ”ابن سیرین نے ہشام بن حسان کو احادیث املا کروائی تھیں ④۔ اوزاعی ⑤، سالم بن عبداللہ ⑥، ہشام بن حسان ⑦، یحیٰی بن سیرین کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑧۔

٦٧. يزيد بن سفيان ابو المهزم (١١٠ هـ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے اور آپ سے عباد بن منصور، حسین المعلم، حبیب المعلم، شعبہ اور دیگر حضرات نے روایت کی ہے ⑨۔ شعبہ بن حجاج جو آپ کے تلامذہ میں سے تھے نے آپ سے ایک سو احادیث نقل کی ہیں ⑩۔

---

① الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۳ ② الأعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱/۲۰۱
③ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۱۵ ◉ السمعانی، أدب الاملاء، ص: ۱۷۳
④ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۲۹۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶
⑤ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۱۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۶/۳۳۰
⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۳۰
⑦ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۸ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۲۹۷
⑧ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۳۳ ◉ السمعانی، أدب الاملاء، ص: ۱۷۳
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/۳۳۹ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/۳۳۹ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۶۹

۶۸. رجاء بن حیوۃ (۱۱۲ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص، حضرت عبادہؓ بن صامت، حضرت ابوسعید خدریؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے مجموعہ حدیث کے بارے میں علم درج ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں:

> ''ایک مرتبہ ہشام نے مجھ سے کچھ احادیث طلب کیں تو میں نے جواب دیا کہ اگر میں تحریری صورت میں احادیث جمع نہ کرتا تو اب تک میں انہیں بھول چکا ہوتا'' (۲)

۶۹. قاسم بن عبدالرحمن الشامی (م ۱۱۲ھ)

آپ نے حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ حضرت تمیم الداریؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۳)۔ آپ کا شمار دمشق کے ممتاز فقہاء میں سے ہوتا ہے۔ ائمہ نقادِ حدیث نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے (۴)۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک بڑا نسخہ تھا۔ علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں۔ ''بشر بن نمیر القشیر ی نے قاسم سے ایک بڑا ''نسخہ'' روایت کیا ہے (۵)۔ اسی طرح علی بن یزید الھانی نے ایک بڑا نسخہ روایت کیا ہے (۶)۔ ابوعبدالملک (۷) اور جعفر بن الزبیر کے پاس بھی آپ سے منقول شدہ نسخہ تھا (۸)۔

۷۰. عبداللہ بن بشر الکاتب (م۱۱۳ھ)

آپ نے حضرت عروۃؓ بن الجعد البارقی، ابوزرعۃ بن عمرو وغیرہ سے روایت کی ہے (۹)۔ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے ''آپ کے پاس لکھی ہوئی احادیث کا ایک مجموعہ تھا۔ جس کی ایک نقل ان کے شاگرد شعبہ کے پاس بھی تھی'' (۱۰)۔

۷۱. مکحول بن ابو مسلم الشامی ابو عبد اللہ (م ۱۱۳ھ)

آپ نے حضرت عبادہؓ بن الصامت، حضرت ابو ہریرۃؓ حضرت عائشہؓ حضرت انسؓ بن مالک اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱۱)۔ آپ کا شمار شام کے ممتاز محدثین کرام میں سے ہوتا ہے۔ علمِ حدیث کی تلاش میں مختلف بلاد و امصار کا سفر کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

"لقد طفت حول العالم بحثا عن العلم" (۱۲) (علم کی تلاش میں میں نے دنیا کے گرد چکر لگائے)

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۶۵ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۱۹۰ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۱

(۲) الدارمی، سنن الدارمی، ص: ۱/۱۲۵ ◉ الخطیب: تقیید العلم، ص: ۱۰۸

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۲۲

(۴) النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۵۳

(۵) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۳۲۶

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۹۶

(۷) الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۳/۲۹۳

(۸) الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۳/۲۹۷

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۱۶۱

(۱۰) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۳۱

(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۸۹-۲۹۰

(۱۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۴۰۷ ◉ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۱۱۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۲

آپ کے پاس تحریری صورت میں احادیث موجود تھیں۔ مثلاً کتاب الحج (۱)، کتاب السنۃ، کتاب الفقہ (۲)۔

آپ کے تلامذہ میں رکی بن عبداللہ الشامی (۳)، عبدالعزیز بن ابی السائب (۴)، عبید اللہ بن عبید الکلاعی (۵)، العلاء بن الحارث (۶)، عمرو بن ابی الولید (۷)، العلاء بن کثیر کے پاس آپ کی احادیث تحریری صورت میں موجود تھیں (۸)۔ بعد ازاں آپ کے اکثر تلامذہ نے ان احادیث کو کتابی شکل میں جمع کیا۔ بعض نے حدیث کے نسخے تیار کر کے دوسروں کو اس سے روایت کرنے کی اجازت بھی دے دی تھی (۹)۔

۷۲. عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۴ھ) کا صحیفہ حدیث

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت کی ہے (۱۰)۔ آپ کے پاس احادیث کا ایک صحیفہ تھا جو آپ کے بعد آپ کے بیٹے یعقوب بن عطاء کی ملکیت میں تھا۔ یعقوب اس صحیفہ کی محتویات کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ "اس صحیفہ میں وہ احادیث ہیں جنہیں میرے والد نے نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ سے سنی تھیں (۱۱)۔ آپ کے پاس وہ احادیث بھی تھیں جنہیں آپ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے سنی تھیں (۱۲)۔ آپ نے بعض احادیث اپنے بیٹے کو لکھوائی بھی تھیں (۱۳)۔

آپ اپنے تلامذہ کو کتابت حدیث کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ جس کے پاس کاغذ نہ ہوتا سے کاغذ دے دیتے اور جسے لکھنا نہ آتا اسے خود لکھ دیا کرتے تھے (۱۴)۔ آپ نے ایک حدیث حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے سنی اور اسے یزید بن ابی حبیب کی طرف لکھ بھیجی (۱۵)۔ آپ کے بعض تلامذہ جن میں سے معاویہ بن عبدالکریم الثقفی (۱۶)، قیس بن سعد (۱۷)، زکریا بن اسحاق المکی (۱۸)، حوشب بن عقیل (۱۹)، ہشام بن حسان (۲۰)، یعقوب بن عطاء (۲۱)، ابن جریج وغیرہ نے آپ کی مرویات کے مجموعے تحریری طور پر تیار کئے تھے (۲۲)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۸/۸ — (۲) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۷، ۳۱۸ — (۳) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۰۲
(۴) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۵۸ — (۵) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۶۵
(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۸/۸ — ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۰۳ — (۷) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۸۷
(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۹۱/۸ — (۹) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۶۵ — (۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۹۹/۷
(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۹/۳ — (۱۲) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۳۰
(۱۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۹/۳ — ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۵۹۳/۱
(۱۴) الدارمی، سنن الدارمی، ص: ۱۲۵/۱ — ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۷۱
(۱۵) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع المیتۃ والأصنام، حدیث نمبر ۲۲۳۶، ص: ۳۵۶
◉ المسلم، الصحیح، کتاب المساقات و المزارعۃ، باب تحریم بیع الخمر والمیتۃ، حدیث نمبر ۴۰۴۹، ص: ۶۹۰
(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۳/۱۰ — (۱۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۳/۱۲، ۳۳۳/۷
(۱۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۹/۳ — ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳۹۔ ۵۹۳/۱
(۱۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷/۱۱ — (۲۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷/۱۱ — ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۷۳/۳
(۲۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۹/۳ — ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳۹۔ ۵۹۳/۱
(۲۲) ابن رجب، علل الترمذی، ص: ۲۳۸/۲

۷۳. محمد بن علی بن الحسین الباقر (م ۱۱۴ھ)

آپ نے حضرت سمرہؓ بن جندب، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ ''ان کے پاس حدیث کی بہت سی کتب تھیں جو بعد میں ان کے بیٹے جعفر بن محمد کے پاس رہیں'' (۲)۔ ابن جریج کے پاس بھی آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۳)۔

۷۴. وھب بن منبہ (م ۱۱۴ھ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ، عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ بن مالک وغیرہ سے روایت کی ہے (۴)۔ مصادر میں آپ کی مختلف کتب کا تذکرہ ملتا ہے۔ کتاب القدر (۵)، کتاب المغازیؒ (طبرانی کی المعجم الکبیر میں تقریباً چار صفحات میں اس کے اقتباس موجود ہیں) (۶) کتاب قصص الأنبیاء (۷)، قصص الأخیار (۸)۔ ان کتب کے عناوین سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتب حدیث کے بارے میں ہی تھیں۔ حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ ''وہب بن منبہ کے بھائی ہمام بن منبہ آپ کی کتب خریدا کرتے تھے'' (۹)۔

۷۵. الحکم بن عتیبہ (م ۱۱۵ھ)

آپ نے حضرت زیدؓ بن ارقم، حضرت ابو جحیفہؓ، حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفی اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱۰)۔ آپ کے پاس تحریری صورت میں ایک مجموعہ حدیث تھا۔ جسے آپ نے زبانی اور تحریری طور پر بعض حضرات سے نقل کیا تھا (۱۱)۔ ان حضرات میں سے مقسم بن بجرۃ (م ۱۰۱ھ) (۱۲)، مجاہد بن جبر (م ۱۰۲ھ) (۱۳)، یحییٰ بن یزید العرنی (م ۸۰ھ) قابل ذکر ہیں (۱۴)۔ آپ نے اپنی تحریری کتب حدیث کا مجموعہ حسن بن عمارہ کو دیا تھا (۱۵)۔ ابونعیم نے بیان کیا ہے ''شعبہ بن حجاج نے اپنی نادر احادیث کا مجموعہ حکم بن عتیبہ سے حاصل کیا تھا (۱۶)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۰/۹ (۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۳/۲

(۳) ابن المدینی، العلل، ص: ۱۰۳/۱

(۴) النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱۳۹/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶۶/۱۱ ◉ الزرکلی، الأعلام، ص: ۱۵۰/۹

(۵) حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص: ۳۲ (۶) الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱۷۶،۱۷۴/۱ ◉ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص ۱۱۳۶/۲

(۷) حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص: ۱۳۲۸/۲ (۸) حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص: ۱۳۲۸/۲

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۷/۱۱ (۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۲/۲

(۱۱) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۲۸/۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۰/۱

(۱۲) ابن حجر تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۳/۲، ۲۸۹/۱۰ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۳۰

(۱۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۳/۲ (۱۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۲۸/۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۵/۲

(۱۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۲۸/۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۰/۱

(۱۶) ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۱۵۷/۷ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۹/۹ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۰/۱ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۹۳/۶

۷۶. سليمان بن موسیٰ الأشدق (م ۱۱۵ ھ)

آپ نے حضرت واثلہؓ بن الاسقع، حضرت ابوامامہؓ اور طاؤس، زہری سے روایت کی ہے (۱)۔ حافظ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ الأشدق کے پاس احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ تھا (۲)۔ لیکن اس صحیفہ کے حجم کے بارے میں مصادر میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ آپ حضرت واثلہؓ بن الأسقع سے احادیث نقل کیا کرتے تھے (۳)۔

۷۷. شعبه بن دينار الهاشمی (م ۱۱۵ ھ)

آپ حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ نے ان سے روایت کی ہے (۴)۔

یعقوب بن سفیان الفسوی کا بیان ہے: "كان عنده كتاب" (۵) (آپ کے پاس ایک کتاب تھی)۔

بشیر بن عمر کا بیان ہے ''میں نے مالک بن انس سے حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام شعبہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ قاری نہیں ہیں چنانچہ میں ان کے پاس گیا تا کہ ان سے پوچھا جائے جب شعبہ نے دیکھا کہ میں ان کے پاس سوال کرنے کی غرض سے گیا ہوں تو انہوں نے کہا مجھ سے مت سوال کرو میری کتاب دیکھو جو کچھ اس میں ہے وہی میں ان سے (ابن عباسؓ) روایت کی ہے'' (۶)۔

۷۸. عبدالله بن بريدة الأسلمی (م ۱۱۵ ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت سمرہؓ بن جندب، حضرت عمرانؓ بن حصین اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ یزید بن المہلب کی طرف سے مرو (خراساں) کے قاضی تھے (۷)۔ آپ کے پاس حدیث پر مشتمل ایک نسخہ تھا جو حسین بن واقد المروزی (م ۱۵۹ھ) کی ملکیت میں تھا (۸)۔ اسی نسخہ سے ابو رجاء مطر بن طہمان نے بعض احادیث تحریری صورت میں حاصل کی تھیں (۹)۔ حسین المعلم اور مطر الورّاق کے پاس بھی آپ کی تحریر کردہ روایات تھیں (۱۰)۔

۷۹. عثمان بن حاضر الحميری (م ۱۱۵ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱۱)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۶/۴
(۲) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۲۵/۲
(۳) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۲۶/۴
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۶/۴
(۵) الفسوی، التاریخ، ص: ۲۷۵/۳
(۶) الفسوی، التاریخ، ص: ۲۷۵/۳
(۷) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۲/۱ ® ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۲۵
(۸) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۵
(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۸/۶
(۱۰) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۱۳۶
(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۹/۷

ابن حبان کا قول ہے:

"قدم مكة و حدثهم بها فكتب عنه أهل الحجاز" (1)

آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور وہاں آپ نے احادیث بیان کیں۔ اور اہل حجاز نے آپ کی مرویات لکھیں۔

۸۰. ابوبکر بن محمد بن عمروؓ بن حزم الأنصاری (م ۱۱۷ ھ)

آپ نے اپنے والد محمد بن عمروؓ بن حزم، اپنی خالہ عمرۃ بنت عبد الرحمٰن اور حضرت خالدؓ بنت انس (جو صحابیہ ہیں) سے روایت کی ہے (2)۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے احادیث کی سرکاری سطح پر باقاعدہ تدوین کا آغاز فرمایا تو آپ نے ابوبکر بن محمد بن عمرو کو حکم دیا:

"أن يكتب له من العلم من عند عمرة بنت عبد الرحمن و القاسم بن محمد......" (3)

آپ کے پاس جو احادیث ہیں اور جو احادیث عمرۃ بنت عبد الرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس ہیں ان کو لکھ کر میرے پاس بھیجو......

چنانچہ انہوں نے یہ تمام احادیث لکھ کر آپ کو ارسال کیں۔

۸۱. عبد الرحمن بن سابط (م ۱۱۷ ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت معاذؓ بن جبل وغیرہ سے روایت کی ہے (4)۔ آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا۔ جس سے جابر بن زید (م ۹۳ھ) احادیث نقل کیا کرتے تھے (5)۔

۸۲. عبد الرحمن بن ہرمز الأعرج (م ۱۱۷ ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابن عباسؓ، اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (6)۔ آپ حدیث کے بہت بڑے عالم اور مشاہیر رواۃ حدیث کے معلّم تھے (7)۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا جس کی تدوین آپ کے تلامذہ نے کی تھی (8)۔ جن میں امام زہریؒ (م ۱۲۴ ھ) (9)، یزید بن ابی حبیب (م ۱۲۸ھ) (10)، عکرمہ بن عمار (م ۱۰۹ھ) (11)، ابو الزناد (12)، عکرمہ (13) اور نافع القاری قابل ذکر ہیں (14)۔ آپ اپنے تلامذہ کی لکھی ہوئی احادیث کو مراجعہ کیلئے طلب فرماتے اور ان کی تصحیح کرتے تھے (15)۔

---

(1) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص:۱۲۳ (2) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۸/۱۲

(3) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۳۵۳/۸ ● الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳۳۷/۳ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۳۹/۱۲
● الدارمی سنن الدارمی، باب من رخص فی كتابة العلم ، حدیث نمبر ۴۸۸، ص:۱۳۶/۱

(4) ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۱۸۰/۶ (5) ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص:۱۸۰/۶

(6) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲۹۰/۶ (7) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲۰۹/۵ ● النووی، تہذیب الأسماء، ص:۳۰۵/۱

(8) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲۰۹/۵ ● الخطیب، تقیید العلم، ص:۵۹ (9) الفسوی، التاریخ، ص:۲۰۹/۲ ● الخطیب، تقیید العلم، ص:۵۹

(10) الخطیب، الکفایہ، ص:۳۵۵ (11) السمعانی، ادب الاملاء، ص:۷۳

(12) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۷۷ ● الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۵۶ ● ابن عدی، الکامل، ص:۳۱۶/۱

(13) الفسوی، التاریخ، ص:۲۰۹/۳ (14) الفسوی، التاریخ، ص:۲۰۹/۳ (15) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲۲۳/۳

۸۳. عکرمہ بن خالد بن العاص (م ۱۱۷ھ)

آپ نے اپنے والد خالد بن العاص، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے (۱)۔

ابن سعد کا قول ہے:

كان ثقة وله احاديث (۲) (آپ ثقہ اور صاحب احادیث تھے)۔

حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ "ابن جریج آپ سے احادیث لکھا کرتے تھے" (۳)۔

۸۴. قتادة بن دعامة السدوسی (م ۱۱۷ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبد اللہؓ بن سرجس، حضرت ابو الطفیلؓ وغیرہ سے روایت کی ہے (۴)۔ آپ کتابت کی ترغیب دیا کرتے تھے' ابو ہلال بیان کرتے ہیں قتادہ سے پوچھ گیا "اے ابو الخطاب جو کچھ ہم سنتے ہیں اسے لکھ لیا کریں تو آپ نے جواب کیا دیا تمھیں کوئی لکھنے سے منع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے لکھا ہے۔ پھر آپ نے پڑھا

﴿ فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسی ﴾ (۵)، (۶)

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی لکھی ہوئی احادیث تھیں۔

۱۔	ابو عوانہ (۷)	۲۔	ابو ھلال الراسبی (۸)
۳۔	الأوزاعی (۹)	۴۔	جریر (۱۰)
۵۔	حارث بن الجارود (۱۱)	۶۔	حجاج بن حجاج (۱۲)
۷۔	حماد بن الجعد (۱۳)	۸۔	حماد بن سلمۃ (۱۴)
۹۔	سلام بن مسکین (۱۵)	۱۰۔	سعید بن ابی عروبہ (۱۶)

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۷/۲۵۹ (۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۵۹

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۳۸ (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۵۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۷

(۵) سورۃ طٰہٰ: ۲۰/۵۲ (۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ص: ۷/۲

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۱۱۹ ◉ ابن حجر، ھدی الساری، ص: ۲/۲۲۰ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۱۶

(۸) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۷۸ ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲

(۹) ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۲۲۳ ◉ المسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب حجة من قال لا یجهر بالبسملة، حدیث نمبر ۸۹۲، ص: ۱۶۹

(۱۰) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۳۳ (۱۱) الازدی، تاریخ الموصل، ص: ۱۷۷ (۱۲) ابن حجر، فتح الباری، ص: ۵/۱۵۷

(۱۳) ابن حبان، المجروحین، ص: ۶۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱۳۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۵

(۱۴) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۶۱ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۹۶

(۱۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۱۹

(۱۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۳۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۶۵ ◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۲۲۵ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۱۶

۱۱۔ سعید بن بشیر (۱) ۱۲۔ شعبہ (۲)

۱۳۔ شیبان (۳) ۱۴۔ معمر (۴)

۱۵۔ ہشام (۵) ۱۶۔ ہمام بن یحییٰ (۶)

۸۵. علی بن عبد اللہؓ بن عباسؓ (م ۱۱۷ ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے (۷)۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے:۔

"کانت کتبه فی تابوت" (۸) (آپ کی کتب ایک صندوق میں تھیں)۔

۸۶. میمون بن مهران (م ۱۱۷ ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے روایت کی ہے (۹)۔ ابن عدی بیان کرتے ہیں "جعفر بن برقان کے پاس ایک نسخہ تھا جسے آپ میمون بن مہران اور زہریؒ سے روایت کیا کرتے تھے" (۱۰)۔

۸۷. نافع مولی ابن عمرؓ (م ۱۱۷ ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱۱)۔ آپ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں حجت ہیں آپ کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۱۲)۔ نافع اپنے تلامذہ کو املاء بھی کروایا کرتے تھے۔

ابن جریج کہتے ہیں:

"أملی علی نافع فی الواحی" (۱۳) (نافع مجھے تختیوں میں املاء کروایا کرتے تھے)۔

---

(۱) ابن الندیم، الفہرست، ص:۳۳ (۲) ابن الجعد، المسند، ۱۱۸، ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۱۶۳

(۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۱۶۸ (۴) ابن الندیم، الفہرست، ص:۳۳ ◉ ابن حنبل، المسند، ص:۳/۲۲۵

(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۱۰/۱۹۷، ۱/۱۵۶ ◉ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص:۱/۲۰۲ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۷

◉ ابن حنبل، المسند، ص:۲/۳۰۶۱۲۷ ◉ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص:۱/۹۰، ص:۲۲۰

◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب إذا کان البائع بالخیار هل یجوز البیع، حدیث نمبر ۲۱۱۴ ص:۳۳۹

◉ الزیلعی، نصب الرایہ ص:۳/۲۸۲ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۳۳

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۳۵۸ (۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۳۵۸

(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۳۵۸ ◉ ابو عوانہ، المسند، ص:۲/۳۳۰

(۹) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۹۰ (۱۰) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۱۳

(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۴۱۲

(۱۲) ابن حنبل، المسند، ص:۲/۲۹ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۵/۱۱ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۰۶

(۱۳) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۱۱۵ ◉ ابو زرعہ، التاریخ، ص:۵۰

سلیمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ "انہوں نے نافع مولی ابن عمرؓ کو دیکھا کہ ابن عمرؓ املاء کروا رہے تھے اور آپ ان کے سامنے لکھ رہے تھے (۲)"۔ بعض اوقات نافع اپنے تلامذہ کی کتب تصحیح کیلئے طلب فرماتے اور اصلاح کر کے واپس کر دیا کرتے تھے (۳)۔ آپ کے تلامذہ آپ سے احادیث بھی پوچھا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ان کی طرف احادیث لکھ کر ارسال کر دیتے (۴)۔

اگر کسی مسئلہ کے بارے میں آپ کو کوئی حدیث یاد نہ ہو تو آپ سائل کی طرف لکھ دیتے کہ اس بارے میں، میں نے ابن عمرؓ سے کچھ نہیں سنا ایک مرتبہ ایوب نے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے نافع کی طرف لکھا تو آپ نے ان کی طرف لکھا

"إنی لم أسمع من عبدالله فیها شیئا" (۵)

(اس مسئلہ کے بارے میں میں نے عبداللہؓ (بن عمرؓ) سے کچھ نہیں سنا)

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں

۱۔ ابن جریج (۶)
۲۔ ایوب السختیانی (۷)
۳۔ جویریۃ بن اسماء (۸)
۴۔ خالد بن زیاد (۹)
۵۔ خالد بن ابی عمران (۱۰)
۶۔ شعیب بن ابی حمزۃ (۱۱)
۷۔ صخر (۱۲)
۸۔ عبدالعزیز بن ابی داود (۱۳)
۹۔ عبداللہؓ بن عمرؓ (۱۴)
۱۰۔ عبداللہ بن عون (۱۵)
۱۱۔ عبیداللہ بن عمر العمری (۱۶)
۱۲۔ لیث بن سعد (۱۷)

---

(۱) السمعانی، أدب الإملاء، ص:۷۸ (۲) السمعانی، أدب الإملاء، ص:۷۸
(۳) ابن الجعد، المسند، ص:۱۳۹ ◉ ابن حنبل، المسند، ۳۲/۲
◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العتق، باب من ملك من العرب رقیقاً، حدیث نمبر ۲۵۴۱، ص:۴۱۰
(۴) الفسوی، التاریخ، ص:۲۱۷/۲
(۵) الفسوی، التاریخ، ص:۲۲۰/۳ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۶۷ ◉ السمعانی، أدب الإملاء، ص:۱۳
◉ الخطیب، الکفایہ ص:۳۰۲ ◉ الرازی الجرح والتعدیل، ص:۳۵۷/۲ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۱۴۰/۳
(۷) ابن الجعد، مسند، ص:۱۳۹ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۲۱۷/۲ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۴۸ ◉ الخطیب، الکفایہ ص:۳۴۳
(۸) ابن حبان، الثقات، ص:۳۵۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۹۰/۳
(۹) ابن حبان، الثقات، ص:۳۵۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۹۰/۳
(۱۰) الحاکم، المستدرک، ص:۱۱۷/۱ (۱۱) الخطیب، الکفایہ ص:۳۱۳ ◉ ابو زرعہ، التاریخ، ص:۶۷ (۱۲) الفسوی، التاریخ، ص:۱۳۱/۳
(۱۳) ابن حبان، المجروحین، ص:۱۲۶ (۱۴) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۱۵۰/۳
(۱۵) ابوعبید، الأموال، ص:۱۱۹ ◉ ابن حنبل، المسند، ص:۳۲،۳۱/۲ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۳/۳ ◉ البلاذری، الانساب، ص:۳۴۲/۱
◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العتق، باب من ملك من العرب رقیقا فوهب و باع و جامع و فدی و سبی الذریة، حدیث نمبر ۲۵۴۱، ص:۴۱۰
◉ المسلم، الصحیح، کتاب الجهاد، باب تحلیل الغنائم لهذه الأمة خاصة، حدیث نمبر ۳۵۶۲، ص:۷۷۳ ◉ ابن حنبل، المسند، ص:۲۹/۲
(۱۶) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۹۰ ◉ الخطیب، الکفایہ ص:۲۶۷
(۱۷) الخطیب، الکفایہ ص:۲۷۹

۱۳۔ مالکؒ بن انس (۱)　　　۱۴۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن فلیح (۲)

۱۵۔ محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۳)　　　۱۶۔ موسیٰ بن عقبہ (۴)

۸۸. ابو رجاء مطر بن طهمان (م ۱۱۹ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا لیکن آپ کا ان سے سماع ثابت نہیں۔ آپ نے عکرمہ، حمید بن ہلال، شہر بن حوشب وغیرہ سے روایت کی ہے (۵)۔

آپ نے ابو قلابہ ابن سیرین، حسن بصری، شعبہ، سعید بن ابی عروبہ، حماد بن سلمہ سے احادیث لکھی تھیں (۶)۔ اس کے علاوہ آپ نے بعض احادیث عبداللہ بن بریدۃ الاسلمی سے لکھی تھیں (۷)۔

۸۹. حبیب بن ابی ثابت (م ۱۱۹ ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت انسؓ بن مالک اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۸)۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس صرف ایک حدیث صندوق میں محفوظ تھی۔

آپ خود فرماتے ہیں:

''ماعندی کتاب فی الأرض الاحدیث و احد فی تابوتی'' (۹)

میرے پاس روئے زمین میں کوئی کتاب نہیں صرف ایک حدیث موجود ہے۔ جو میرے صندوق میں ہے۔

۹۰. حماد بن ابی سلیمان (م ۱۱۹ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک' زید بن وہب' سعید بن مسیب' عکرمہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کا بیٹا اسماعیل بن حماد اور عاصم الاحول' شعبہ' سفیان ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے (۱۰)۔ آپ کوفہ کے ممتاز فقہاء میں سے تھے (۱۱)۔ آپ نے ابراہیم نخعی سے احادیث سماعت کیں اور ان کی روایات کو ایک رجسٹر پر لکھا (۱۲)۔

---

(۱) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۹۰
(۲) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۹۰
(۳) الطبرانی، المعجم الاوسط، ص:۱/۳
(۴) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۰۳ ⊙ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۶/۲۲۳ ⊙ الخطیب، الکفایہ ص:۲۶۷
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۵۷
(۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۶/۲۸۷ ⊙ الدولابی، کتاب الکنی والاسماء ص:۲/۱۷۳ ⊙ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۲/۲۸۳ ⊙ الطبری، التاریخ، ص:۳/۲۵۰۲
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۵۷
(۸) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۴۵۱ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۷۸
(۹) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۲۳
(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۷
(۱۱) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۲/۱۵۳ ⊙ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۹۵
(۱۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۳۲ ⊙ ولی الدین الکاتب، الاکمال، ص:۵۹۱

خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے: "حماد بن ابی سلیمان نے ایک کتاب جو زکوۃ کے مسائل کے بارے میں تھی ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے حاصل کی تھی اور اس کتاب کی حفاظت ثمامہ کے خاندان نے ہی حضرت ابوبکرؓ کے عہد سے کی تھی (1)۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کتاب کو حضرت انسؓ بن مالک کیطرف بھیجا تھا جب آپ بحرین کے والی تھے (2)۔

امام ابوحنیفہ ان کے تلامذہ میں سے تھے (3)۔ جنہوں نے آپ سے بہت سی احادیث لکھیں (4)۔ مزید برآں شعبہ (5) اور محمد بن جابر یمانی نے بھی آپ احادیث اخذ کیں (6)۔

۹۱. ابراهيم بن جرير بن عبدالله البجلی (م ۱۲۰ ھ)

آپ نے اپنے والد جریرؓ بن عبد اللہ سے روایت کی ہے جو صحابی رسول ﷺ ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے ابوزرعہ بن عمرو، قیس بن حازم سے روایت کی ہے (7)۔ آپ کے بارے میں ابن حبان کا بیان ہے۔

"كتب عنه شريك" (8) (ان (ابراہیم) سے شریک نے احادیث لکھی ہیں)

۹۲. بكير بن عبدالله الأشج (م ۱۲۰ ھ)

آپ نے حضرت ابوامامہؓ بن سہل، جو صحابی رسول ﷺ ہیں سے روایت کی ہے۔ ان کے علاوہ آپ نے محمود بن لبید، سعید بن المسیب اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (9)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی روایات لکھی ہوئی تھیں۔

لیث بن سعد: ابوولید طیالسی کا کہنا ہے "لیث بن سعد کا بکیر بن الأشج سے روایت کرنا بطریق مناولہ ہے" (10)۔

مخرمۃ بن بکیر: آپ کے پاس اپنے والد کی کتاب تھی جس سے وہ روایت کیا کرتے تھے ان کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں (11)۔

---

(1) الخطيب، تقييد العلم، ص: ۸۷
(2) البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الزكاة، باب العرض في الزكاة، حديث نمبر ۱۴۴۸، ص: ۲۳۳
◉ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، كتاب الزكوة، باب في زكاة السائمة، حدیث نمبر ۱۵۶۷، ص: ۲۳۰
◉ النسائی، سنن النسائی، كتاب الزكوة، باب زكاة الإبل، حدیث نمبر ۲۴۴۹، ص: ۳۳۷
◉ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، كتاب الزكاة، باب إذا أخذ المصدق سناً دون أوفوق سن، حدیث نمبر ۱۸۰۰، ص: ۲۵۷
(3) الشیبانی، کتاب الآثار، ص: ۳ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱۵۳/۲ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۲۳/۱۳
(4) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۵۰/۳ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱۵۳/۲
(5) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۹۳/۶
(6) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۵۰/۳
(7) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۲/۱ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۳
(8) ابن حبان، الثقات، ص: ۱۳۳
(9) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۹۲/۱
(10) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۶۵/۸ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴۲۳/۳
(11) ابن المدینی، العلل، ص: ۹۱/۱ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۳۱۸/۳ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۱۴۵/۳ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۰۹
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۶۳/۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۷۰/۱۰ ◉ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۱۰

ابن مدینی کے کلام سے یہ اندازہ ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے والد سے کچھ نہ کچھ سنا ہے①۔

۹۳. ثویر بن ابی فاختہ (م ۱۲۰ ھ)

آپ نے اپنے والد (ابو فاختہ)، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، اور حضرت زیدؓ بن اُرقم سے روایت کی ہے②۔ اسرائیل③ اور عبیدۃ بن حمید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں④۔

۹۴. جمیل بن زید الطائی (م ۱۲۰ ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت کعب بن زید یا زید بن کعب سے روایت کی ہے⑤۔ آپ مدینہ منورہ گئے اور وہاں آپ نے حضرت ابن عمرؓ کی احادیث لکھیں حالانکہ آپ کا ان سے سماع ثابت نہیں⑥۔ صرف انہیں دیکھنے کا شرف حاصل ہوا تھا⑦۔

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں "میں نے جمیل بن زید سے پوچھا کیا یہ روایات حضرت ابن عمرؓ کی مرویات سے ہیں۔ کہنے لگے میں نے انہیں حضرت ابن عمرؓ سے نہیں سنا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم مدینہ جاؤ گے تو ابن عمرؓ کی احادیث لکھ لینا چنانچہ جب میں مدینہ گیا تو میں نے ان احادیث کو لکھ لیا"⑧۔

۹۵. جواب بن عبیداللہ التیمی (م ۱۲۰ ھ)

آپ نے یزیدؓ بن شریک التیمی، حارث بن سعید التیمی، معرور بن سعید الاسدی سے روایت کی ہے اور آپ سے امام ابوحنیفہ، ابواسحاق الشیبانی، مسعودی وغیرہ نے روایت کی ہے⑨۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں:

"قدمت الری وعليها الزبير بن عدی قاضيا فكتبت عنه خمسين حديث ثم مررت بجر جان وبها جواب التيمی فلم أكتب عنه ثم كتبت عن رجل عنه"⑩

میں ری گیا وہاں زبیر بن عدی قاضی تھا میں نے ان سے پچاس احادیث لکھیں پھر میں جرجان گیا جہاں جواب التیمی تھے میں نے ان سے احادیث نہیں لکھیں پھر میں نے ایک شخص کے واسطے سے ان کی احادیث لکھیں۔

---

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۸۱ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۲/۳۶
③ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۹۸ ④ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۸۴
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۲/۱۱۴
⑥ البخاری، التاریخ الکبیر ص:۱/۲۱۵ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۶۸ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۴۲۳ ◉ ابن حجر، تعجیل المنفعۃ، ص:۷۳
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۲/۱۱۴ ⑧ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۲۳۷
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۲۱ ⑩ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۸۰، ۱/۵۳۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۴۲۶

۹۶. سماکؒ بن الولید (م ۱۲۰ ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، مالک بن مرثد اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ①۔ ابن حبان کا کہنا ہے "سماکؒ اہل یمامہ کے ثقہ لوگوں میں سے تھے آپ بصرہ گئے اور وہاں آپ نے احادیث بیان کیں اور اہل عراق نے ان احادیث کو آپ سے لکھا" ②۔

۹۷. عاصم بن عمر بن قتادة (م ۱۲۰ ھ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت رمیثہؓ، حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے۔ آپ "صاحب السیر والمغازی" سے مشہور ہیں ③۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں حکم دیا کہ وہ دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھ جائیں اور لوگوں کو غزوات النبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے فضائل ومناقب بیان کریں، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا ④۔

۹۸. محمد بن زیاد القرشی (م ۱۲۰ ھ)

آپ نے حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے ⑤۔

امام حاکم بیان کرتے ہیں:

"ابراهيم بن طهمان روى عنه نسخة" ⑥

ابراہیم بن طہمان نے ان (محمد بن زیاد) سے ایک "نسخہ" روایت کیا ہے۔

۹۹. یزید بن ابان الرقاشی (م ۱۲۰ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، غنیم بن قیس، حسن بصری اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ آپ کے پاس حضرت انسؓ بن مالک کی احادیث لکھی ہوئی تھیں جنہیں عمر بن عبدالعزیز نے آپ سے سن کر لکھ لی تھیں ⑦۔

آپ بیان کرتے ہیں "ایک مرتبہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کیساتھ حج کیا تو میں نے انہیں انسؓ بن مالک کی احادیث بیان کیں جنہیں انہوں نے آپ لکھ لیا اور کہنے لگے اگر میرے پاس کچھ مال ہوتا تو تجھے دیتا لیکن میں دیوان میں سے تمھارے لئے کچھ مقرر کرونگا چنانچہ انہوں نے آپ کے لئے چار سو درہم مقرر کیے" ⑧۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۳۵
② ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۲۳
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۵/۵۳ ⑤ ابن قتیبہ، المعارف، ص:۲۶۶
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۵/۵۴
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۹/۱۶۹
⑥ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۳
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۰۹
⑧ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۵

۱۰۰. يعلى بن عطاء العامرى (م ۱۲۰ هـ)

آپ نے حضرت اوسؓ بن ابی اوس، عمرو بن الشرید اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔

شعبہ کا کہنا ہے۔ ''میں یعلی بن عطاء کے پاس گیا تو آپ مجھے کہنے لگے میری احادیث لے کر جانا میں نے کہا جب تک کہ میں انہیں زبانی یاد نہ کرلوں، آپ سے نہیں لونگا'' ②۔ آپ سے ہشیم نے احادیث لکھیں ہیں ③۔

۱۰۱. سلمة بن كهيل (م ۱۲۱ هـ)

آپ نے حضرت ابو جیفہؓ، حضرت جندبؓ بن عبداللہ، حضرت ابن ابی اوفیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ④۔

حماد بن سلمۃ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ سفیان الثوری نے حماد بن سلمہ سے کہا'' آپ نے سلمۃ بن کھیل سے احادیث لکھی ہیں جو عقلمند اور دانا تھے تو حماد نے کہا جی ہاں'' ⑤۔

۱۰۲. سماکؒ بن حرب الكوفى (م ۱۲۳ هـ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن سمرۃ، حضرت نعمانؓ بن بشیر، حضرت انسؓ بن مالک اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑥۔

آپ کے پاس ایک کتاب تھی' جو "السماكية" کے نام سے معروف تھی۔

محمد بن سوار کا کہنا ہے'' میں حماد بن سلمۃ کے پاس آیا اور ان سے "السماكية" یعنی سماک بن حرب کا مجموعہ حدیث لکھا ⑦۔

---

① الخزرجی، خلاصۃ تذھیب، ص: ۳۷۶ ◎ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۵۵

② الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۶۱

③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۶/۱۹۵

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۱۵۵

⑤ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۳۳ ◎ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/۲۳۳

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۳۳

⑦ ابن الجعد، مسند، ص: ۴۳۹

۱۰۳. محمد بن مسلم بن شهاب زهری (م۱۲۴ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت سہلؓ بن سعد، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت محمودؓ بن ربیع اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کی مغازی، علم الأنساب اور حدیث میں کتب تھیں (۲)۔

کتاب "المغازی" کے بارے میں یحییٰ بن معین کا قول ہے۔

"إنّ أفضل الكتب عن المغازی هو كتاب موسىٰ عن الزهری" (۳)

مغازی کے بارے میں سب سے افضل کتاب موسیٰ (بن عقبہ) کی کتاب ہے جسے وہ زہری سے روایت کرتے ہیں

آپ علم الأنساب کے مسلّمہ عالم تھے (۴)۔ لیکن آپ کا نمایاں کام حدیث میں تھا۔ اور اپنی عمر کے ابتدائی حصہ (یعنی بیس برس کی عمر) میں آپ نے اس کی طرف توجہ دی (۵)۔ آپ کے پاس تین سو احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ بھی تھا (۶)۔

آپ کتابتِ حدیث کے قائلین میں سے تھے، جو کچھ سنتے اسے لکھ لیتے تھے (۷)۔ اگر بعض اوقات لکھنے کیلئے کاغذ یا قلم دستیاب نہ ہوتا تو اپنے اساتذہ سے (کاغذ و قلم) عاریۃً لے کر حدیث کی کتابت کرتے حتیٰ کہ بعض اوقات کاغذ کے دستیاب نہ ہونے کی صورت میں اپنے جوتے پر لکھ لیتے تھے (۸)۔

ابو زناد کہتے ہیں "ہم زہری کیساتھ مختلف علماء کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہوا کرتے تھے ان کے پاس تختیاں اور کاغذ ہوتے تھے اسلئے آپ جو کچھ سنتے لکھ لیتے تھے" (۹)۔ ابو زناد کا بیان ہے:

"كنا نكتب فی الحلال و الحرام و كان الزهری يكتب فی كل شيئ" (۱۰)

ہم صرف حلال و حرام اشیاء کے بارے میں لکھتے تھے جبکہ زہری ہر چیز کے بارے میں لکھا کرتے تھے۔

حتیٰ کہ آپ احادیث نبویہ کے ساتھ آثار صحابہؓ بھی لکھتے تھے (۱۱)۔

---

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰۵

(۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۳۸ ● ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۷

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۳۶۲

(۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰۵ ● الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۵/۱۳۳ ● الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۷

(۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲/۱۳۱ ● الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۵/۱۳۸

(۶) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۳/۸۷

(۷) ابن عبد البر جامع بیان العلم، ص:۱/۷۳ ● ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ص:۹/۳۳۲

(۸) الخطیب، تقیید العلم، ص:۵۹

(۹) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص/۱/۱۰۵

(۱۰) ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۳

(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص/۲/۱۳۵ ● ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ص: ۱۱/۳۳۳ ● ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۶ ● الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۶

اس لئے صالح بن کیسان جو آپ کے معاصر تھے اپنی آخری عمر میں کہا کرتے تھے۔

"لقد كتب الزهری و لم أكتب و لهذا فقد نجح و ضيّعت" ①

زہری نے جو کچھ لکھا وہ میں نہ لکھ سکا وہ کامیاب ہو گئے اور میں نے بہت کچھ کھو دیا۔

آپ اپنے تلامذہ کو حدیث لکھنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اور انھیں یہ تعلیم بھی دیتے تھے کہ وہ علمی مجالس میں کاغذ اور روشنائی لے کر بیٹھا کریں ②۔ اور بعض اوقات انھیں املاء کروایا کرتے تھے۔

سعید بیان کرتے ہیں "ایک مرتبہ خلیفہ ہشام نے امام زہری سے درخواست کی کہ آپ میرے لڑکے کو کچھ احادیث لکھوا دیں چنانچہ آپ نے اسکو چار سو احادیث لکھوا دیں...... ③

آپ کبھی بطریق مکاتبہ (یعنی حدیث لکھ کر اپنے تلامذہ کو ارسال کرنا) ④ اور کبھی بطریق مناولہ (یعنی اپنی کتاب اپنے تلامذہ کو دینا) کے ذریعہ حدیث روایت کرنے کی اجازت دیتے ⑤۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئیں تھیں۔

۱۔ آل ابی عتیق ⑥
۲۔ ابراھیم بن الولید الاُموی ⑦
۳۔ اسحاق بن راشد الجزری ⑧
۴۔ اسماعیل بن رافع بن عویمر ⑨
۵۔ ایوب السختیانی ⑩
۶۔ ایوب بن موسیٰ ⑪
۷۔ جعفر بن برقان الکلابی ⑫
۸۔ جعفر بن ربیعہ ⑬

---

① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۲/۱۳۵ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ص:۱۱/۳۴۲ ◉ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص:۱/۷۶ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۶

② السمعانی، أدب الاملاء، ص:۱۵۵ ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص/۱/۱۰۵

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان، باب مكث الامام فی مصلاه بعد السلام، حدیث نمبر ۸۵۰، ص:۱۳۷

◉ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب النكاح، باب فی الولی، حدیث نمبر ۲۰۸۳، ص:۳۰۳

◉ المسلم، الصحیح، کتاب الرضاع، باب تحریم الربيبة و أخت المرأة، حدیث نمبر ۳۵۸۸، ص:۶۱۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص/۱/۱۶۱

◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص/۲/۳۵۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص/۲/۴۶۵ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۵۷

⑤ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۵۸ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص/۵/۱۳۹ ⑥ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص:۱/۱۲۶

⑦ الخطیب، الکفایہ، ص:۲۶۶ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۱۲۲

⑧ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص:۳/۱۹۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص/۱/۲۳۱ ◉ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص:۳

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص/۱/۲۹۶ ⑩ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۱۲۲

⑪ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب ذكر أسامة بن زید، حدیث نمبر ۳۷۳۳، ص:۶۲۹

⑫ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۱۳

⑬ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان، باب مكث الامام فی مصلاه بعد السلام حدیث نمبر ۸۵۰، ص:۱۳۷

◉ ابوداؤد سنن ابی داؤد، کتاب النكاح، باب فی الولی، حدیث نمبر ۲۰۸۳، ص:۳۰۲

۹۔ حارث بن الجارود (۱)

۱۰۔ حمید بن قیس المکی (۲)

۱۱۔ ربیعہ الرائی (۳)

۱۲۔ رزیق بن حکیم (۴)

۱۳۔ زیاد بن سعد (۵)

۱۴۔ سفیان بن حسین الواسطی (۶)

۱۵۔ سفیان بن سعید الثوری (۷)

۱۶۔ سفیان بن عیینہ (۸)

۱۷۔ سلیمان بن کثیر العبدی (۹)

۱۸۔ سلیمان بن موسیٰ الاسدی (۱۰)

۱۹۔ شعیب بن ابی حمزہ (۱۱)

۲۰۔ صالح بن ابی الاخضر (۱۲)

۲۱۔ عباس بن الحسن (۱۳)

۲۲۔ عبدالرحمٰن بن خالد (۱۴)

۲۳۔ عبدالرحمٰن بن عمر الأوزاعی (۱۵)

۲۴۔ عبدالرحمٰن بن نمر الیحصبی (۱۶)

۲۵۔ عبدالرحمٰن بن یزید الدمشقی (۱۷)

۲۶۔ عبدالرزاق بن عمر الدمشقی (۱۸)

۲۷۔ عبدالعزیز بن جریج (۱۹)

۲۸۔ عبیداللہ بن ابی زیاد (۲۰)

۲۹۔ عبیداللہ بن عمر (۲۱)

۳۰۔ عقیل بن خالد الایلی (۲۲)

۳۱۔ لیث بن سعد (۲۳)

۳۲۔ مالک بن انس (۲۴)

---

(۱) الازدی، تاریخ الموصل، ص:۳/۱۷

(۲) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۳۷

(۳) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۸۷

(۴) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القریٰ و المدن، حدیث نمبر۸۹۳، ص:۱۴۳

(۵) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳۹

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۱۰۸ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۱۲۰

(۷) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۵/۱۳۹

(۸) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۱۸ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۴۳ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۳۹

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۱۶

(۱۰) ابن حبان، الثقات، ص:۹/۴۷ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۳۸

(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۳۵۱، ۲/۴۴۳

(۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۳۸۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۳۹۴ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۳۲

(۱۳) ابن حبان، الثقات، ص:۱/۵۷

(۱۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۶۵

(۱۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۲۳۰ ◉ ابو زرعہ، التاریخ، ص:۶۳، ۱۵۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۲۶۶ ◉ ابن رجب، شرح العلل، ص:۱۰۱

(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۲۸۷

(۱۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۲۹۵ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۱۴۳

(۱۸) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۳۹ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۷۵ ◉ ابو زرعہ، التاریخ، ص:۵۳

(۱۹) الخطیب، الکفایہ، ص:۳۱۹ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۳۵۷ ◉ ابن الجعد، مسند، ص:۱۹۳ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۳۹

(۲۰) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۱۷۵ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۳/۸

(۲۱) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۳۰۸ ◉ الطبرانی، المعجم الاوسط، ص:۱/۱۴۳ ◉ الترمذی، العلل، ص:۲/۳۳۹ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۶

(۲۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۴۳ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۱۳۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۸۹، ۷/۲۵۶

◉ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الحدود، باب إذا تتابع فی شرب الخمر، حدیث نمبر۴۴۸۸، ص:۶۳۳

(۲۳) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۳۰۸

(۲۴) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۳۰۸

۳۳۔ محمد بن اسحاق (۱)

۳۴۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب (۲)

۳۵۔ محمد بن عبدالعزیز (۳)

۳۶۔ محمد بن عبداللہ (۴)

۳۷۔ محمد بن الولید الزبیدی (۵)

۳۸۔ مسلمۃ بن عمرو القاضی (۶)

۳۹۔ معاویۃ بن یحییٰ الصدفی (۷)

۴۰۔ معمر بن راشد (۸)

۴۱۔ موسیٰ بن عبیدۃ الربذی (۹)

۴۲۔ موسیٰ بن عقبہ (۱۰)

۴۳۔ ہشیم بن بشیر (۱۱)

۴۴۔ ولید بن محمد الموقری (۱۲)

۴۵۔ ولد ہشام بن عبدالملک (۱۳)

۴۶۔ یحییٰ بن اُمیہ (۱۴)

۴۷۔ یزید بن ابی حبیب (۱۵)

۴۸۔ یزید بن یزید (۱۶)

۴۹۔ یونس بن یزید (۱۷)

۵۰۔ شام کے محدثین (۱۸)

---

(۱) ابن ہشام، السیرۃ، ص:۲/ ۲۹۷

(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/ ۳۰۷ ⊙ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۳۵ ⊙ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۲۰۷
⊙ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۱ ⊙ ابن حجر، ہدی الساری، ص:۲/ ۲۰۹

(۳) الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص:۴/ ۴۲

(۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳۶۰ ⊙ ابن عدی، الکامل، ص:۱/ ۳۶۰، ۳/ ۷۵ ⊙ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص:۱۲۶

(۵) ابن سعد، الطبقات الکبرٰی، ص:۷/ ۱۶ ⊙ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱۰۱ ⊙ ابن حبان، الثقات، ص:۵۶۹

(۶) الطبرانی، المعجم الأوسط، ص:۱/ ۴

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/ ۲۲۰ ⊙ البخاری، الضعفاء الصغیر، ص:۳۳

(۸) ابن المدینی، العلل، ص:۱/ ۳۰۵ ⊙ الفسوی، التاریخ، ص:۳/ ۲۶۴، ۳۰۸ ⊙ ابوزرعہ، التاریخ، ص:۸۸ ⊙ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۰۵

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/ ۳۶۰

(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/ ۳۶۱

(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/ ۶۰ ⊙ ابن عدی، الکامل، ص:۱/ ۳۱ ⊙ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۳/ ۳۰۸

(۱۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/ ۱۵

(۱۳) الفسوی، التاریخ، ص:۳/ ۲۱۴ ⊙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/ ۱۱۰

(۱۴) ابن حجر، لسان المیزان، ص:۴/ ۳۶۵

(۱۵) ابن المدینی، العلل، ص:۱/ ۱۹۳ ⊙ المسلم، الصحیح، کتاب الرضاع، باب تحریم الزبیبۃ و أخت المرأۃ، حدیث نمبر ۳۵۸۸، ص:۶۱۶
⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/ ۴۳۷ ⊙ ابن حجر، تعجیل المنفعۃ، ص:۱۲۷

(۱۶) الفسوی، التاریخ، ص:۳/ ۲۶۳ ⊙ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۵۸

(۱۷) ابن المدینی، العلل، ص:۱/ ۲۳ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/ ۴۵۰، ۷/ ۲۵۶، ۴/ ۳۰۷ ⊙ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۱۵
⊙ ابن عدی، الکامل، ص:۱/ ۱۳۰، ۲/ ۸۳

(۱۸) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/ ۱۲۳

۱۰۴. ابراهيم بن عبد الاعلىٰ الجعفى (م ۱۲۵ ھ)

آپ نے اپنے والد عبدالاعلی الجعفیؒ سے روایت کی ہے۔ جو صحابی ہیں ان کے علاوہ آپ نے سعید بن غفلہ، طارق بن زیاد اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور ان سے اسرائیل، سفیان نے الثوری وغیرہ روایت کی ہے (۱)۔

امام شعبہؒ نے ایک مرتبہ اسرائیل کو لکھا:

"أكتب لى بحديث ابراهيم بن عبد الأعلىٰ بخطك قال فبعثت إليه بها" (۲)

اپنے ہاتھ سے ابراہیم بن عبدالاعلی کی احادیث مجھے لکھ بھیجو چنانچہ ان (اسرائیل) کا کہنا ہے کہ میں نے احادیث کو ان کی طرف ارسال کیا۔

ابو حاتم کا قول ہے:

"صالح يكتب حديثه" (۳) (آپ قابل اعتبار ہیں۔ آپ کی احادیث لکھی جاسکتی ہیں)

۱۰۵. أسود بن قيس البجلى (۱۲۵ ھ)

آپ نے ثعلبہؓ بن عباد اور حضرت جندبؓ بن عبداللہ البجلی سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن عیینہ اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے (۴)۔ عبیدۃ بن حمید کے پاس اسود بن قیس کا "نسخہ" موجود تھا۔

امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے "میں اور یحیٰ بن معین، عبیدۃ بن حمید کے پاس گئے تو انہوں نے ابوالزعراء، ثور، اُری، مخارق اور اُسود بن قیس کے نسخہ سے ہمیں املاء کروائیں" (۵)۔

۱۰۶. ثابت بن عجلان (م ۱۲۵ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، ابوامامہ، ابن مسیّب اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۶)۔

بقیہ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں (۷)۔

۱۰۷. زيد بن رفيع (م ۱۲۵ ھ)

آپ نے ابوعبیدۃ بن عبداللہؓ بن مسعود سے روایت کی ہے (۸)۔

حماد بن عمرو نصیبی اور عبدالحمید بن یوسف کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۹)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۳۷

(۲) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۳۳ ® الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۱۲ ® ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۳۸

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۳۷

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۳۱

(۵) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۸۳

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۰

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۰ ® الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۴۵۵

(۸) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۱۰۳

(۹) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۱۵۳ ® الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۹۸

۱۰۸۔ صالح بن نبهان مولى التوامة (م ۱۲۵ هـ)

آپ نے حضرت ابو الدرداءؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔

احمد بن خازم المعافری آپ سے ایک ''نسخہ'' روایت کرتے ہیں (۲)۔

۱۰۹۔ سعد بن ابراهيم بن عبدالرحمن (م ۱۲۶ هـ)

آپ نے حضرت انسؓ، حضرت عبداللہؓ بن جعفر اور حضرت ابوامامہؓ بن سہل سے روایت کی ہے (۳)۔ ابن حبان کا کہنا ہے سعد واسط آئے۔ جہاں ان سے سفیان ثوری اور اہل عراق نے احادیث لکھیں (۴)۔ سفیان الثوری اور شعبہ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۵)۔

۱۱۰۔ عمرو بن دينار المكى (م ۱۲۶ هـ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن الزبیرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۶)۔ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کتابت حدیث کو مکروہ سمجھتے تھے (۷)۔ اس ممانعت کی وجہ بتاتے ہوئے ڈاکٹر الأعظمی بیان کرتے ہیں۔

"ويبدو أن سبب منعه الكتابة راجع إلى أن بعض الطلبة كتبوا أراءه الفقهية فلم يوافق عليه" (۸)

اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ممانعتِ کتابت کا سبب یہ ہے کہ آپ کے بعض تلامذہ نے آپ کی فقہی آراء لکھ لیں جس پر آپ نے موافقت نہیں کی تھی۔

ابن عیینہ (۹)، ابوعمرو بن العلاء (۱۰)، ایوب (۱۱)، حماد بن زید (۱۲)، الولید بن الولید (۱۳) اور عمرو بن دینار کے بھتیجے کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۱۴)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۴۰۵
(۲) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۱۱۷
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۴۶۴
(۴) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۶
(۵) ابن الجعد، المسند، ص:۱۹۱ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۶
(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۲۸
(۷) الخطیب، تقیید العلم، ص:۴۷
(۸) الأعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص:۱/۱۹۲
(۹) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۲۲۶ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۲
◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۶۰، ۲۳۱ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۵/۳۵۳ ◉ ابن جعد، المسند، ص:۲۱۳
(۱۰) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۷/۴۲
(۱۱) ابوزرعہ، التاریخ، ص:۳/۷، ۹۱ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۷/۴۲ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۴۰
(۱۲) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۷/۴۲
(۱۳) ابن حبان، المجروحین، ص:۲۲۷
(۱۴) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۳۳

۱۱۱. محمد بن مسلم بن تدرس ابو الزبیر القرشی (م ۱۲۶ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت جابرؓ بن عبد اللہ، حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس حضرت جابرؓ سے مروی دو کتب تھیں۔ لیکن ان میں تمام احادیث حضرت جابرؓ سے مروی نہیں تھیں بلکہ ان میں سے سنی ہوئی اور نہ سنی ہوئی روایات کے مابین آپ امتیاز کیا کرتے تھے (۲)۔ آپ کے تمام تلامذہ نے آپ کی مرویات لکھ لی تھیں۔

ابن عدی بیان کرتے ہیں:

"لا أعلم أحداً من الثقات تخلف عن ابی الزبیر إلا وقد کتب عنه" (۳)

ابو الزبیر کے پیچھے رہنے والے تمام ثقات رواۃ نے آپ کی احادیث لکھ لی تھیں۔

ابن جریج (۴)، زہیر (۵)، عبدالملک بن ابی سلیمان (۶)، لیث بن سعد (۷)، ہشیم (۸)، نوح بن ابی مریم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۹)۔

۱۱۲. ثابت بن اسلم البنانی (م ۱۲۷ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمر، حضرت عبد اللہؓ بن مغفل، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اور حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے (۱۰)۔ آپ کا بیان ہے:

"صحبت أنساً أربعین سنة" (۱۱) (مجھے چالیس برس حضرت انسؓ کی صحبت نصیب ہوئی)

ابن عدی کا قول ہے "ثقہ ائمہ نے آپ سے احادیث لکھی ہیں" (۱۲)۔

حماد بن سلمۃ (۱۳) اور جعفر بن سلیمان کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۱۴)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۰
(۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۳۸
(۳) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۳۹
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۲
(۵) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۳۸
(۶) الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۶۵
(۷) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۳۸ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۲
(۸) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۵۱ ● الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۷۵ ● الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۳۸ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۴۱
(۹) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۴
(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳ ● الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۰۱
(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳
(۱۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۱۹۶ ● المزی، تہذیب الکمال، ص: ۸۶
(۱۳) ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۱/۲۳ ● المقدسی، شروط الائمۃ الخمسۃ، ص: ۴۷
(۱۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۹۶

۱۱۳. حیبی بن ھانی، ابو قبیل (م ۱۲۷ ھ)

آپ نے حضرت عبادہؓ بن الصامت، حضرت عمروؓ بن العاص، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عقبہؓ بن عامر جہنی وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے[۱]۔ آپ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کی شہادت کا زمانہ پایا تھا اور جنادۃ بن اُمیہ کے ساتھ ''رودس''[۲] کے غزوۃ میں شریک ہوئے[۳]۔

عثمان بن صالح کا بیان ہے کہ ''میری وہ کتاب جو ابن لھیعۃ کے طریق سے ابو قبیل سے مروی تھی گم ہوگئی پھر مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک دوکاندار کے پاس ہے چنانچہ میں نے اسے چند پیسوں یا دانوں میں خرید لیا''[۴]۔

۱۱۴. عبد الکریم بن ابی المخارق (م ۱۲۷ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عمروؓ بن سعید بن العاص اور طاؤس بن کیسان سے روایت کی ہے[۵]۔

علی بن عبداللہ بن راشد آپ سے ایک کتاب روایت کرتے ہیں[۶]۔

۱۱۵. عمرو بن عبدالله ابو اسحاق السبیعی (م ۱۲۷ ھ)

آپ نے حضرت زیدؓ بن اَرقم، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ، حضرت براءؓ بن عازب وغیرہ سے روایت کی ہے[۷]۔

اسرائیل بن ابی اسحاق[۸]، یونس بن ابی اسحاق[۹]، اَعمش[۱۰]، شعبہ[۱۱]، عبد الغفار بن القاسم[۱۲]، عبد الکریم بن دینار[۱۳]، نوح بن ابی مریم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں[۱۴]۔

۱۱۶. جابر بن یزید الجعفی (م ۱۲۸ ھ)

آپ نے حضرت ابو الطفیل عکرمۃ، عطاء وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے شعبہ، سفیان ثوری، اسرائیل اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے[۱۵]۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ مشہور محدث زہیر کے پاس آپ کی روایات لکھی ہوئی تھیں[۱۶]۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۷۳

② رودس: اسکندریہ کی جانب روم میں ایک جزیرے کا نام ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص:۲/۱۱۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۷۳

④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۱۵۴

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۳۷۶

⑥ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۱ ⊙ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۳۹

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۶۵ ⊙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰۲

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۲۶۳ ⊙ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۳۹

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۳۳

⑩ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۰۴، ۳۶۰ ⊙ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۷ ⊙ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۱۲

⑪ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۳۰

⑫ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص:۵/۲۶۱

⑬ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۵

⑭ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۳

⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۲/۴۸

⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۲/۵۰

۱۱۷. عثمان بن عاصم الأسدی' ابو حصین (م ۱۲۸ ھ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن سمرہؓ، حضرت ابن الزبیرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے①۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک "نسخہ" تھا۔

ابو سعید الاشج کہتے ہیں ''جریر بن عبدالحمید جب مکہ آئے تو چار ہزار تلامذہ آپ کے سامنے جمع ہو گئے۔ میں نے ابوبکر بن عیاش سے کہا یہ اتنی بڑی مجلس ہے کہ میں نے کوفہ میں اتنی بڑی مجلس کبھی نہیں دیکھی؟ مجھے کہنے لگے کل میں اپنے اساتذہ میں سے ایسے شخص کو نکالوں گا۔ جس پر دو شخص بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے چنانچہ انہوں نے اگلے دن ابو حصین کا "نسخہ" نکالا②۔

۱۱۸. منصور بن زاذان (م ۱۲۸ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، ابو العالیۃ، عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے③۔ ہشیم کا قول ہے:

"کنا نکتب عن منصور بن زاذان بعد العشاء الأخرۃ"④

ہم عشاء کے بعد منصور بن زاذان سے (احادیث) لکھا کرتے تھے۔

۱۱۹. یزید بن ابی حبیب (م ۱۲۸ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن حارث زبیدی، حضرت ابو الطفیلؓ، اسلم بن یزید اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے⑤۔

آپ احادیث لکھا کرتے تھے۔ آپ کے بارے میں منقول ہے:

"کتب الأحادیث حتی عن أصحابه"⑥

آپ نے احادیث لکھیں حتی کہ اپنے اصحاب وتلامذہ سے بھی احادیث لکھ لیتے تھے۔

۱۲۰. خالد بن ابی عمران التجیبی (م ۱۲۹ ھ)

آپ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے مرسل روایت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت عبداللہؓ بن حارث زبیدی، سالم بن عبداللہؓ بن عمرؓ، نافع مولی ابن عمرؓ سے روایت کی⑦۔ آپ نے لیث بن سعد⑧، اور یحییٰ بن سعید کی طرف احادیث لکھ کر ارسال کیں⑨۔ ابن مدینی نے بغیر نام لئے ایک مجہول شخص کا ذکر کیا جس کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑩۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۱۲۶ ◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۲۲۰

② ابن عدی الکامل، ص: ۱/۳۱

③ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۱۵

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۳۰۶

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳۱۸

⑥ الذہبی، رجال ابن اسحاق، ص: ۸۳ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۳۳

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۱۰

⑧ الطبری، الذیل، ص: ۳/۲۳۷۴

⑨ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴۸

⑩ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۲۳۲

۱۲۱. رقبہ بن مصقلة العبدی الکوفی (م ۱۲۹ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، یزید بن مریم اور ابواسحاق سے روایت کی ہے (۱)۔

امام حاکم (۲) اور امام رازی نے بیان کیا ہے: ''ابوحمزہ سکری نے آپ سے ایک "نسخہ" نقل کیا ہے'' (۳)۔

۱۲۲. سلیمان بن ابی سلیمان' ابو اسحاق الشیبانی (م ۱۲۹ ھ)

آپ نے زر بن حبیش (م ۸۲ ھ) اور حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفٰی، اشعث بن ابی الشعثاء سے روایت کی ہے (۴)۔

خطیب بغدادی نے ابن حنبل کا قول نقل کیا ہے:

"کان ابو معاویة الضریر إذا حدثنا بالشئ الذی یری أنه لم یحفظه یقول فی کتابنا أو فی کتابی عن ابی اسحاق الشیبانی........ (۵)

ابو معاویہ الضریر جب ہمیں کوئی حدیث بیان کرتے جو آپ کو یاد نہ ہوتی تو کہا کرتے تھے یہ حدیث ہماری کتاب یا میری کتاب میں ہے جسے میں نے ابو اسحاق الشیبانی سے نقل کیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے پاس احادیث تحریری صورت میں موجود تھیں جسے ان کے شاگرد ابو معاویہ ضریر نے نقل کیا تھا۔

۱۲۳. ابراھیم بن مسلم الھجری (۱۳۰ھ)

آپ نے عبداللہؓ بن ابی اُوفی (م ۸۶ ھ) اور ابوالأحوص اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۶)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ سفیان بن عیینہ کا کہنا ہے: ''میں ابراہیم ہجری کے پاس آیا تو انہوں نے اپنی عام کتب مجھے دیں تو میں نے شیخ پر ترس کھاتے ہوئے اسکی کتب کی اصلاح و درستگی کی (۷)۔

۱۲۴. عبدالعزیز بن صھیب البنانی (۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، ابونضرہ عبدی، محمد بن زیاد جمحی اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۸)۔

مبارک بن تمیم نے آپ سے ایک "نسخہ" روایت کیا ہے (۹)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۲۸۶
(۲) الحاکم، معرفة علوم الحدیث، ص: ۱۶۳
(۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/ ۱۳۰، ۲۲۶، ۳/ ۲۸۵
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/ ۱۹۸
(۵) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۲۸
(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/ ۱۶۴
(۷) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲/ ۷ ● ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱/ ۶۶ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/ ۱۶۵
(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/ ۳۳۱
(۹) ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۳/ ۳۳۰

۱۲۵. عبدالله بن ذکوان القرشی ابوالزناد (۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابو امامہؓ بن سہل اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے [1]۔ آپ فقیہ اور صاحبِ کتاب تھے [2]۔ آپ نے کتاب الفرائض [3] اور کتاب الفقہاء السبعۃ تالیف کی تھیں [4]۔

درج ذیل اشخاص کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ سفیان ثوری [5]

۲۔ شعیب بن ابی حمزۃ [6]

۳۔ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد [7]

۴۔ مالک بن انس [8]

۵۔ مغیرۃ بن عبدالرحمٰن الحزامی [9]

۶۔ ورقاء [10]

۱۲۶. محمد بن المنکدر (م ۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ایوبؓ سے روایت کی ہے [11]۔

سعید بن محمد [12]، صدقہ بن عبداللہ السمین [13]، اورنوح بن ابی مریم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں [14]۔

۱۲۷. مخارق بن خلیفه (م ۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت طارقؓ بن شہاب (م۸۳ھ) سے روایت کی ہے اور آپ سے سعید اسرائیل، ابن حی وغیرہ نے روایت کی ہے [15]۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

"ذهبت أنا و يحيى بن معين إلى عبيدة بن حميد فأملى علينا من نسخة ابوالزعراء وثوير أرى و مخارق والأسود بن قيس" [16]

میں اور یحییٰ بن معین عبیدۃ بن حمید کے پاس گئے انہوں نے ہمیں ابوالزعراء، ثویر، اُری، مخارق اور اَسود بن قیس کے "نسخہ" سے احادیث املاء کروائیں۔

---

[1] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۲۰۳

[2] ابن حبان، الثقات، ص:۵۰۷ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۵ ◉ السمعانی، أدب الاملاء، ص:۱۷۳
◉ البناء، الفتح الربانی، ص:۳/۲۲۹

[3] سعید، السنن، ص:۳/۱:۲۰۲ [4] الخطیب، التاریخ، ص:۱۰/۲۳۰ [5] الخطیب، الکفایہ، ص:۳۵۴

[6] ابوزرعہ، التاریخ، ص:۶۸ [7] الخطیب، التاریخ، ص:۱۰/۲۳۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۷۲ ◉ السمعانی، أدب الاملاء، ص:۱۷۳

[8] ابن حبان، المجروحین، ص:۱۰۹ [9] ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۲۶

[10] ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۲۶ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۳/۳۳۲، ۴/۱۳۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۱۱۳
◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۵۴

[11] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۷۳ [12] ابن حبان، المجروحین، ص:۱۰۹ [13] ابن حبان، المجروحین، ص:۱۲۴

[14] الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۴ [15] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۶۷ [16] ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۸۴

۱۲۸. النهاس بن قهم القيسي (م ۱۳۰ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، شداد بن عامر، عبداللہ بن عبید، عطاء بن ابی رباح وغیرہ سے روایت کی ہے[۱]۔ امام یحیٰی بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ یحیٰی بن سعید کا قول ہے۔

"كتبت عنه"[۲] (میں نے (النہاس) سے (احادیث) لکھی ہیں)

۱۲۹. يحيىٰ بن ابى كثير اليمامى (م ۱۳۰ ھ)

یحیٰی بن ابی کثیر کا شمار مشہور ائمہ ثقات اور بکثرت روایات بیان کرنے والوں میں ہوتا ہے آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا ہے لیکن آپ کا ان سے سماع ثابت نہیں ہے[۳]۔

آپ کے پاس بہت سے صحائف تھے۔ امام یحیٰی القطان کا قول ہے "آپ کی مرسل روایات ہوا کی مانند ہیں"۔ آپ بہت زیادہ ارسال[۴] اور تدلیس کرتے تھے اور اکثر صحیفوں سے روایات بیان کرتے تھے"[۵]۔

آپ نے بہت سی احادیث لکھ کر اپنے اصحاب کی طرف ارسال کیں[۶]۔ آپ احادیث لکھنے کے بعد ان کے (اصل نسخہ کے ساتھ) مقابلہ کی اہمیت کو جانتے تھے۔ آپ کا قول ہے:

"جو شخص احادیث لکھ کر مقابلہ نہیں کرتا، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے بیت الخلاء میں داخل ہوا لیکن استنجا نہیں کیا"[۷]۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی لکھی ہوئی احادیث موجود تھیں۔

الأوزاعي: آپ فرماتے ہیں کہ میں نے یحیی بن ابی کثیر کے ساتھ نشست کی۔ آپ سے تیرہ یا چودہ کتب لکھیں جو سب کی سب جل گئیں[۸]۔

ایوب بن عتبہ: ابو حاتم الرازی کا قول ہے "آپ کی یحیی بن ابی کثیر سے روایت کردہ کتب صحیح ہیں"[۹]۔ سلیمان بن شعبہ کا قول ہے "ایوب لوگوں میں سب سے زیادہ یحیی بن ابی کثیر سے روایت کرتے ہیں اور سب سے زیادہ صحیح کتاب انہی سے روایت کی گئی ہے"[۱۰]۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۴۷۸ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۴۷۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۹۱

③ ابن حجر: ہدی الساری ۲/۲۲۳

④ ارسال سے مراد یہ ہے کہ راوی سند کا آخری حصہ یعنی تابعی سے اوپر کا راوی ساقط کرے۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۵۲

⑤ ابن حجر، ھدی الساری، ص:۲/۲۲۳

⑥ ابن حنبل، المسند، ص:۵/۳۰۹ ◉ المسلم، الصحیح، كتاب النكاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها، حدیث نمبر ۳۴۳۰، ص:۵۹۲

⑦ السمعانی، ادب الاملاء، ص:۷۸

⑧ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۱۷۸ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص:۱/۱۵ ◉ الرازی، تقدمہ الجرح والتعدیل ص:۱۸۶ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۳ ◉ الخطیب، الکفایہ ص:۳۲۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص۶/۲۳۱

⑨ الرازی، الجرح والتعدیل ص:۱/۲۵۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص۱/۴۰۹

⑩ الرازی، الجرح والتعدیل: ص:۱/۲۵۳

خلیل بن قرۃ: آپ یحیی بن ابی کثیر سے اور وہ ابو سلمۃ اور وہ ابو ہریرہؓ سے ایک طویل نسخہ روایت کرتے ہیں۔ جس کی احادیث مقلوب (۱) ہیں (۲)۔

دہثم بن قران الیمامی: عبداللہ بن حنبل کا قول ہے۔ ''یحیی کی احادیث میں کوئی حرج نہیں پھر یحیی بن ابی کثیر سے مروی ایک کتاب نکالی اور ان کی احادیث کو لکھنا چھوڑ دیا'' (۳)۔

شیبان بن عبدالرحمٰن النحوی: عبداللہ بن حنبل کا قول ہے: ''شیبان' یحیی بن ابی کثیر سے روایت کرنے میں اوزاعی سے بہتر ہیں اور ان کے پاس ایک صحیح کتاب ہے'' (۴)۔

علی بن مبارک الھنائی: آپ کے پاس یحی بن ابی کثیر کی بعض کتب موجود تھیں کچھ انہوں نے خود سنی تھیں اور کچھ ان پر پیش کی گئی تھیں (۵)۔

معاویۃ بن سلام: امام عجلی کا قول ہے: ''یحیی بن ابی کثیر نے آپ کو ایک کتاب دی لیکن آپ نے نہ اس کو پڑھا اور نہ ہی سنا'' (۶)۔

معمر: معمر کا قول ہے: ''میں یحیی بن ابی کثیر کے پاس احادیث لکھا کرتا تھا'' (۷)۔

ہشام الدستوائی: آپ کے پاس یحیٰی بن ابی کثیر کی کتب تھیں (۸)۔ ڈاکٹر مصطفیٰ رقمطراز ہیں:

> '' آپ کے پاس یحی بن ابی کثیر کی بعض کتب تھیں بعض تو انہوں نے خود لکھی تھیں اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاید ہشام کی لکھی ہوئی تھیں'' (۹)۔

۱۳۰. یزید بن عبدالرحمن بن ابی مالک (۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت واثلۃؓ بن الأسقع سے روایت کی ہے (۱۰)۔ آپ دمشق کے فقیہ اور مفتی تھے۔ آپ سے کثیر مسائل منقول ہیں (۱۱)۔ آپ صاحب کتب تھے (۱۲)۔ آپ کے بیٹے نے ان سے "کتاب المسائل" روایت کی ہے (۱۳)۔

---

(۱) اصول حدیث کی اصطلاح میں حدیث کی سند، متن میں تقدیم یا تاخیر کے ذریعے ایک لفظ کو دوسرے سے بدل دینا مقلوب کہلاتا ہے۔
ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۱۰۱

(۲) ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۹۷

(۳) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص/۱/۱۰۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۷/۷۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص/۳/۲۱۳

(۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۲۵۶

(۵) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۸۹ ◉ الفسوی، التاریخ ص/۳/۳۱۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۲۰۳ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۱۳۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۳۷۶ ◉ ابن حجر، ہدی الساری، ص:۲/۱۹۷ ◉ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۱۳۳ ◉ یعقوب بن شیبہ، المسند، ص:۶۰

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۰۹ (۷) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۶۹ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۵۸ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۱۰

(۸) ابن حنبل، المسند، ص:۱/۲۲۵، ۵/۳۰۹ ◉ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان، باب حتى يقوم الناس إذا رأوا الامام، حدیث نمبر ۶۳۷، ص:۱۰۵ ◉ المسلم، الصحیح، کتاب النکاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها، حدیث نمبر ۳۷، ص:۵۹۳۔

(۹) الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص:۱/۳۲۲ (۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۳۵

(۱۱) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۰۹ (۱۲) ابوزرعہ، التاریخ، ص:۱۵۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۳۶

(۱۳) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۰۹

۱۳۱. زبیر بن عدی (م ۱۳۱ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، ابووائل اور مصعب بن سعد سے روایت کی ہے [۱]۔ آپ کے پاس ایک "نسخہ" تھا جسے بشر بن حسین الأصفہانی نے آپ سے روایت کیا ہے [۲]۔ علاوہ ازیں سفیان ثوری نے بھی آپ سے پچاس احادیث قلمبند کی تھیں [۳]۔

۱۳۲. محمد بن جحادة الکوفی (م ۱۳۱ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، زیاد بن علاقہ، عطاءؒ بن ابی رباح اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے [۴]۔

حسن بن علی [۵] اور عبدالوارث کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں [۶]۔

۱۳۳. ھمام بن منبہ (م ۱۳۱ھ)

آپ نے حضرت ابوہریرہؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے [۷]۔

آپ نے حضرت ابوہریرہؓ، کی مرویات [۸] کو ایک "صحیفہ" میں جمع کیا ہے [۹]۔ جو "الصحیفة الصحیحة" یا صحیفہ ہمام بن منبہ سے معروف ہے [۱۰]۔ مسند احمد میں "باب ابوھریرةؓ" کی ایک خاص فصل میں یہ صحیفہ بلاحذف واضافہ موجود ہے [۱۱]۔ علاوہ ازیں صحیح بخاری کے مختلف ابواب میں بھی یہ روایات موجود ہیں [۱۲]۔ آپ کے بارے میں ہے کہ آپ اپنے بھائی وہب بن منبہ سے کتب خریدا کرتے تھے [۱۳]۔ معمر بن راشد اور عبدالرزاق بن ہمام کے پاس بھی آپ کی مرویات موجود تھیں [۱۴]۔

---

[۱] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۱۷ ● ابن حبان، الثقات، ص:۱۹۳

[۲] الرازی، تقدمہ الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۵۵ ● ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۶۱ ● ابن حجر، لسان المیزان، ص:۱/۳۱۶ ● ابن حبان، الثقات، ص:۱۹۳

[۳] الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۸۰

[۴] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۹۲

[۵] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۳۶۰ ● ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۶۵

[۶] ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۳۳

[۷] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۶۷، ۱/۵۷۴

[۸] مرویات ابوہریرہؓ کی تعداد ڈیڑھ سو احادیث کے قریب ہے۔

[۹] الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص:۱/۹۵

[۱۰] ڈاکٹر حمید اللہؒ نے اس کے دو پرانے قلمی نسخے دمشق (شام) اور برلن (جرمنی) کے کتب خانہ سے حاصل کر کے ۱۳۷۵ھ (بمطابق ۱۹۵۶ء) میں اسے اپنے فاضلانہ مقدمہ اور تحقیق وترجمہ کے ساتھ صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام کے ساتھ شائع کیا۔ جس کے بعد متعدد بار یہ صحیفہ شائع ہو چکا ہے۔

[۱۱] ابن حنبل، المسند، ص:۲/۳۱۲-۳۱۸

[۱۲] حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، ص:۷۹

[۱۳] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ص:۵/۳۵۹ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۶۷

[۱۴] الخطیب، الکفایہ ص:۳۲۱ ● حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص:۵۰

۱۳۴ . ابراهيم بن ميسرة (م ۱۳۲ هـ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت وہبؓ بن عبداللہ بن قارب، طاؤس، سعید بن جبیر وغیرہ سے روایت کی ہے①۔
سفیان بن عیینہ آپ سے احادیث لکھا کرتے تھے②۔

۱۳۵ . عمار بن معاوية الدهنى (م ۱۳۳ هـ)

آپ نے حضرت ابوالطفیلؓ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عبداللہ بن شداد اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے③۔
عبیدۃ بن حمید کے پاس آپ کی کتاب تھی④۔

۱۳۶ . عمارة بن جوين' ابوهارون (م ۱۳۴ هـ)

آپ نے حضرت ابوسعید خدریؓ اور ابن عمرؓ سے روایت کی ہے⑤۔ آپ کے پاس ایک "صحیفہ" تھا⑥۔

۱۳۷ . سلمة بن دينار ابو حازم الأشجعى (م ۱۳۵ هـ)

آپ نے حضرت سہلؓ بن سعد الساعدی، حضرت ابوامامہؓ بن سہل، حضرت ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے⑦۔
آپ نے بہت سی کتب لکھی تھیں آپ کی وفات کے بعد یہ کتب آپ کے بیٹے کے پاس تھیں⑧۔

۱۳۸ . عبدالله بن ابى بكرؓ بن حزم الأنصارى (م ۱۳۵ هـ)

آپ نے اپنے والد ابوبکرؓ بن حزم الأنصاری، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عروۃ بن زبیرؓ، عمرۃ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے⑨۔ آپ نے مغازی پر ایک کتاب تصنیف کی تھی⑩۔ ابن الندیم نے اس کتاب کی نسبت عبدالملک بن محمد بن ابی بکر کی طرف کی ہے⑪۔ آپ نے ابن جریج کی طرف کچھ احادیث لکھ کر ارسال بھی کیں⑫۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۷۲ ② الحمیدی، مسند، ص:۳/۳۱۶
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۱۶ ● ابن خطیب الدہشۃ، تحفۃ ذوی الأرب، ص:۱۵۶
④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۱۲۲ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۴۱۲
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۴۱۳ ● الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۳۶۳ ● ابن حجر، لسان المیزان، ص:۳/۱۷۳
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۱۴۳
⑧ البخاری، الضعفاء الصغیر، ص:۳۰ ● ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۰۷ ● الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۹۳
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۱۶۴ ⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۰۹ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۳۸۸
⑪ ابن الندیم، الفہرست، ص:۲۲۶ ⑫ ابن حنبل، المسند، ص:۴/۵۶ ● الطبرانی، المعجم الکبیر، ص:۳/۱۹۶

۱۳۹. عبیداللہ بن ابی جعفر المصری (م ۱۳۵ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن حارث بن جزء زبیدی کو دیکھا تھا۔ آپ نے حمزہ بن عبد اللہ، محمد بن جعفر ابو سلمہ بن عبد الرحمن وغیرہ سے روایت کی ہے①۔ لیث بن سعد بیان کرتے ہیں۔

"أن عبيدالله بن ابى جعفر كتب لى كتبا فحد ثتها عنه و لم أعرضها عليه"②

عبیداللہ بن ابی جعفر نے میرے لئے کچھ کتب (احادیث) لکھیں جنھیں میں نے آپ سے روایت کی ہیں لیکن ان (احادیث) کو پرکھنے کے لیے آپ کو پیش نہیں کیا۔

۱۴۰. عطاء بن ابی مسلم الخراسانی (م ۱۳۵ ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ حضرت ابو ہریرۃ وغیرہ سے مرسل روایت کی ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے آپ کا صرف حضرت انسؓ سے سماع ثابت ہے اور آپ سے سعید بن میسب، عبد اللہ بن بریدہ نافع مولی ابن عمرؓ نے روایت کی ہے③۔ آپ نے قرآن کی تفسیر میں ایک کتاب تالیف کی تھی④۔ ابن جریج کے پاس آپ کی یہ کتاب موجود تھی⑤۔

۱۴۱. محمد بن سوقه الغنوی (م ۱۳۵ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سعید بن جبیر عبد اللہ بن دینار اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے⑥۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ حسین بن حفص کا بیان ہے۔ ایک مرتبہ سفیان الثوری نے کہا۔

"أخرج إليكم كتاب خير رجل بالكوفة فقلنا يخرج إلينا كتاب منصور فأخرج إلينا كتاب محمد بن سوقه"⑦

میں تمھیں کوفہ کے بہترین شخص کی کتاب دکھاؤں گا۔ ہم نے سوچا شاید ہمیں منصور کی کتاب دکھائیں گے مگر انہوں نے محمد بن سوقہ کی کتاب نکال کر ہمیں دکھائی۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۷/۵

② الرازی، الجرح التعدیل، ص: ۳/۱۹۳

③ ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۳۲۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۱۲

④ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص: ۴۵۳

⑤ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۴۰ ◉ الترمذی، العلل، ص: ۲/۲۳۹ ◉ الخطیب، الکفایہ ص: ۳۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱/۳۳۸

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۲۰۹

⑦ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۸۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۲۰۹ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۸۱

۱۴۲. حصین بن عبدالرحمن السلمی (م ۱۳۶ ھ)

آپ نے حضرت جابرؓ بن سمرۃ عمارۃ بن رویبہ زید بن وہب سے روایت کی ہے (۱)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابن ادریس (۲) ۲۔ علی بن عاصم (۳)

۳۔ نوح بن ابی مرتم (۴) ۴۔ ہشیم (۵)

۵۔ بعض مزید تلامذہ (۶)

۱۴۴. ربیعة بن فروخ التیمی (م ۱۳۶ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سائب بن یزید، محمد بن یحییٰ وغیرہ سے روایت کی ہے (۷)۔ آپ نے ایک روایت لیث بن سعد کی طرف لکھ کر ارسال کی (۸)۔ لیث بن سعد (۹)، مالکؒ بن انس (۱۰) اور سلیمان بن بلال کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۱۱)۔

۱۴۳. زید بن أسلم مولی ابن عمرؓ (م ۱۳۶ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، اُم المومنین حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۱۲)۔ آپ نے تفسیر میں ایک کتاب تالیف کی تھی (۱۳)۔ آپ کے بیٹے (عبدالرحمٰن بن زید) آپ سے "کتاب التفسیر" روایت کرتے ہیں (۱۴)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی جسے آپ سے سعید بن ابی ایوب نے روایت کی ہے (۱۵)۔

۱۴۵. عطاء بن السائب (م ۱۳۶ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک اپنے والد سائب بن مالک اور سعید بن جبیر سے روایت کی ہے (۱۶)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ جس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔

"کتابه غیر صالح" (۱۷) (اس کی کتاب قابل اعتبار نہیں ہے)

ابن علیہ نے آپ سے صرف ایک تختی لکھی ہے (۱۸)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۳۸۲
(۲) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۷
(۳) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۱۷۵
(۴) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۴
(۵) الواسطی، تاریخ واسط، ص:۴۷
(۶) الباجی، رجال البخاری، ص:۴۸
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۵۸
(۸) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب صلاة السفر، باب الجمع بین الصلاتین، حدیث نمبر ۱۲۱۷، ص:۱۸۱
(۹) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب صلاة السفر، باب الجمع بین الصلاتین، حدیث نمبر ۱۲۱۷، ص:۱۸۱
(۱۰) الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ؟
(۱۱) الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ؟
(۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۳/۳۹۵
(۱۳) الذہبی، تذکرہ الحفاظ ص:۱/۱۳۳ ● ابن الندیم، الفہرست، ص:۳۳
(۱۴) ابن حجر، لسان المیزان، ص:۳/۱۰۳
(۱۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۸
(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۷/۲۰۳
(۱۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۷/۲۰۵
(۱۸) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۳۵

۱۴۶. خصیف بن عبد الرحمن الجزری (م ۱۳۷ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے عطاء، عکرمہ، سعید بن جبیر اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبد الملک بن جریج وغیرہ نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ صاحب کتاب تھے۔

امام ابن عدی کا قول ہے:

''خصیف کے پاس بہت سے نسخے اور احادیث ہیں اور جب خصیف سے ثقہ راوی حدیث بیان کرے ان کی حدیث بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں'' (۲)۔

۱۴۷. ابان بن عیاش (م ۱۳۸ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سعید بن جبیر، خلید بن عبد اللہ وغیرہ سے روایت کی ہے (۳)۔

حماد بن زید نے سلم علوی سے روایت کیا ہے ان کا کہنا ہے:

"رأيت أبان بن ابى عياش يكتب عن انسؓ بن مالك فى سبورجة يعنى الواحاً" (۴)

میں نے ابان بن عیاش کو دیکھا وہ حضرت انسؓ بن مالک سے تختیوں پر لکھا کرتے تھے۔

اس لئے سلم، حماد کو نصیحت کیا کرتے تھے۔

"عليك بأبان" (۵) (ابان کی مجلس اختیار کرو)

ابراہیم بن طہمان (۶)، ابوعوانہ (۷)، حمزۃ الزیات (۸)، عبد الملک بن عبد العزیز (۹)، علی بن مسہر (۱۰)، غالب بن عبید اللہ (۱۱)، معمر بن راشد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۱۲)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۳۳

(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۳۳ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۳۲۹

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱/۹۷

(۴) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۳۳ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱/۱۰ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۹

(۵) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۱۳۷، ۲/۳۳ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱/۱۰

(۶) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۱۳۸ (۷) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۲۹۵

(۸) ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱/۱۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱/۱۰۰

(۹) الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۰ (۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱/۱۰۰ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱/۱۲

(۱۱) المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بیان أن الاسناد من الدین، حدیث نمبر ۶۱ ص: ۱۳

(۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱/۱۰۱

۱۴۸. داؤد بن ابی ہند (م ۱۳۹ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے عکرمہ، شعبی، ابو العالیہ اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے شعبہ، سفیان ثوری، مسلمۃ بن علقمۃ وغیرہ نے روایت کی ہے[۱]۔ آپ کے پاس کتب تھیں۔

امام ابن حبان کا قول ہے۔ ''آپ کا اہل بصرہ کے بہترین مضبوط حافظہ رکھنے والے محدثین میں سے شمار ہوتا ہے مگر جب آپ اپنے حفظ سے روایت کریں تو وہم کا شکار ہو جاتے ہیں[۲]۔ اور آپ کی ایک کتاب "تفسیر" میں بھی ہے[۳]۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ عدی بن عبدالرحمٰن الطائی[۴] ۲۔ الأنصاری[۵]

۱۴۹. العلاء بن عبدالرحمن الحرقی (م ۱۳۹ ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت انسؓ بن مالک، ابو السائب، کعب بن مالک وغیرہ سے روایت کی ہے[۶]۔

ابن قتیبہ، امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔ امام مالک کہتے ہیں:

"كانت عند العلاء صحيفة يحدث بما فيها...."[۷]

علاء کے پاس ایک صحیفہ تھا جس سے آپ حدیث بیان کرتے تھے۔

ابن عدی کا قول ہے:

"للعلاء نسخ يرويها عنه الثقات وما أرى به بأساً"[۸]

علاء کے پاس چند ایک نسخے ہیں جسے ثقہ رواۃ روایت کیا کرتے تھے
(جس کو روایت کرنے میں) میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یوسف بن عبدالرحمٰن المدنی نے آپ سے ایک ''نسخہ'' روایت کیا ہے[۹]۔

---

۱. ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۰۳
۲. ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲۰۳ ◉ ابن حبان، الثقات، ص: ۳۵۵
۳. ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۳
۴. ابن حبان، الثقات، ص: ۵۷۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳
۵. الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۵
۶. ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۸/۱۸۶
۷. ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۹۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۸/۱۸۷
۸. ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۲۷۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۸/۱۸۷
۹. ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۱۰۴، ۳۶۰ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۷ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۱۳

۱۵۰. اسماعیل بن سمیع الحنفی (م ۱۴۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، مالک بن عمیر الحنفی اور ابورزین اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے[۱]۔
جریر بن عبدالحمید نے آپ سے احادیث لکھی تھیں[۲]۔

۱۵۱. زیاد بن ابی زیاد (م ۱۴۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حسن بصری اور ابن سیرین سے روایت کی ہے[۳]۔ محمد بن خالد[۴] اور یزید بن ہارون نے آپ سے ایک "نسخہ" نقل کیا ہے[۵]۔

۱۵۲. عبد الله بن ابی لبید (م ۱۴۰ھ)

آپ نے حضرت براءؓ بن عازب، حضرت ابوجحیفہ السوائی، ابوسعید وغیرہ سے روایت کی ہے[۶]۔

ابن حبان کا قول ہے:

"قدم الكوفة فكتب عنه أهلها الثوری وغيره"[۷]

آپ کوفہ تشریف لے گئے جہاں اہل کوفہ نے آپ سے احادیث لکھیں جس میں سفیان ثوری بھی تھے۔

۱۵۳. عمارة بن غزيه (م ۱۴۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک اپنے والد غزیہ بن حارث، عباس بن سہل اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے[۸]۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی جس کا نسخہ ابن لہیعہ اور عثمان بن صالح کے پاس تھا[۹]۔

عثمان بن صالح کا قول ہے:

"ماكتبت كتاب عمارة بن غزية إلا من أصل ابن لهيعة بعد احتراق داره"[۱۰]

میں نے عمارۃ بن غزیہ کی کتاب ان کے گھر جل جانے کے بعد ابن لہیعہ کے اصل سے لکھی۔

---

[۱] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۰۵
[۲] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۰۵
[۳] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۶۸
[۴] ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۶۶
[۵] ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۶۶
[۶] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۷۲
[۷] ابن حبان، الثقات، ص:۳۳۳
[۸] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۳۲۲
[۹] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۷۶
[۱۰] الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۳۷۶

◉ الدولابی، الکنیٰ والاسماء، ص:۲/۹۳
◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۰۱
◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص:۱۳۸
◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۳۷۶

۱۵۴. عمران بن ابی قدامة (م ۱۴۰ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے ①۔

یحیٰ بن سعید قطان کا قول ہے:

كتبت عنه ورميت به۔② (میں نے ان (عمران بن ابی قدامہ) سے (احادیث) لکھیں اور پھر انہیں ضائع کر دیا)

۱۵۵. یونس بن عبید العبدی (م ۱۴۰ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے ابراہیم التیمی، ثابت البنانی، حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور ان سے آپ کا بیٹا عبداللہ، شعبہ، ثوری اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ③۔

ابن سعد کا قول ہے۔ کہ "یونس ثقه اور مكثر فى الحديث (کثرت سے حدیث بیان کرنے والے) تھے۔ اور میں نے کبھی ان کی احادیث کو نہیں دیکھا" ④۔ اور آپ کے بارے میں حماد بن زید نے یہ قول نقل کیا ہے۔ "ہم نے ان احادیث کا قصد کیا جن میں لوگوں کی اصلاح کا پہلو موجود تھا ہم نے انہیں لکھ لیا اور جن (احادیث) میں ہماری اصلاح تھی ہم نے انہیں لکھنا چھوڑ دیا ⑤۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

سالم بن نوح: آپ کا قول ہے مجھ سے یونس اور جریری کی کتاب گم ہوگئی جو چالیس سال بعد مجھے ملی ⑥۔

یزید بن زریع: آپ کا قول ہے میں نے یونس کی روایات بیان کی ہیں ان سے زیادہ روایت کرنے میں مجھے کوئی رکاوٹ نہیں لیکن میں ان کی صرف تین قسم کی روایات لکھتا ہوں۔ جب آپ "سمعت" یا "سألت" یا "حدثنا الحسن" کے الفاظ استعمال کریں ⑦۔

اسماعیل: عبداللہ بن حنبل کا قول ہے کہ "اسماعیل کے پاس یونس بن عبید کی روایت کردہ تقریباً نو سو احادیث تھیں ⑧۔

ڈاکٹر مصطفیٰ الأعظمی فرماتے ہیں "انہوں نے کتابت کی تصریح نہیں کی اور نہ ہی کتاب کا نام ذکر کیا ہے" ⑨۔

۱۵۶. خالد بن مهران الحذائی (م ۱۴۱ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے عبداللہ بن شقیق، ابوعثمان مہدی، عبدالرحمٰن بن ابی بکرة اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے حماد بن الثوری اور علیة وغیرہ نے روایت کی ہے ⑩۔

---

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۳۱ ② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۳۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۴۴۲ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۴۴۲

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۴۴۲

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۴۳ ⊙ ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۳۱ ⊙ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۶ ⊙ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۱۱۳

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۴۴۵ ⑧ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۷۹

⑨ الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۱/۳۲۵ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۲۰ ⊙ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۳۰

آپ کا بیان ہے:

"ما كتبت حديثاً قط إلا حديثا طويلاً فإذا حفظته محوته" ①

میں نے ایک طویل حدیث کے سوا کبھی حدیث نہیں لکھی جسے میں نے حفظ کر کے مٹا ڈالا تھا۔

۱۵۷ . سعد بن الأنصاری (م ۱۴۱ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سائب بن یزید، عمرۃ بنت عبدالرحمٰن وغیرہ سے روایت کی ہے②۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔

ابن حبان کا قول ہے:

"كان يخطئ إذا حدث من حفظه" ③ (جب آپ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتے تو غلطی کر جاتے تھے)

۱۵۸ . عبدالله بن محمد بن عقيل (م ۱۴۱ ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ حضرت انسؓ بن مالک، حضرت جابرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے④۔

عبیداللہ بن عمرو رقی کے پاس آپ کی احادیث کثیر تعداد میں موجود تھیں⑤۔

۱۵۹ . موسیٰ بن عقبه (م ۱۴۱ ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ کا زمانہ پایا تھا۔ آپ نے اُم خالدؓ سے جو صحابیہ ہیں سے روایت کی اس کے علاوہ آپ نے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن، عکرمہ وغیرہ سے روایت کی ہے⑥۔ مغازی میں آپ کی ایک کتاب ہے⑦۔ اس کتاب کے بارے میں امام مالک کہا کرتے تھے:

"عليكم بمغازی موسیٰ بن عقبة فإنه ثقة" ⑧

موسیٰ بن عقبہ کی مغازی کی طرف مراجعہ کیا کرو کیونکہ وہ معتبر کتاب ہے۔

اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ ⑨ اور محمد بن فلیح نے آپ کی کتاب "المغازی" کو آپ سے روایت کیا ہے⑩۔

ابن لہیعہ ⑪، ابراہیم بن طہمان ⑫، اسماعیل بن ابراہیم ⑬، فضیل بن سلیمان ⑭، یوسف بن خالد ⑮ اور فلیح بن خالد کے پاس آپ کی احادیث موجود تھیں⑯۔

---

① ابن الجعد، مسند، ص: ۱۳۹ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۶۴۳

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۷۰ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۶

③ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۶

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۳

⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۳۲۹

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۳

⑦ ابن حجر تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۳

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱۰/۳۶۱ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۵۴

⑨ سخاو، مخطوط برلین

⑩ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱/۸۲، ۸۹

⑪ ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۱۸۵

⑫ ابن طہمان، نسخہ، ص: ۲۵۰

⑬ سخاو، مخطوط برلین

⑭ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۷۵

⑮ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۷۵

⑯ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱/۸۲، ۸۹، ۹۵ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۶۴

۱۶۰. عاصم بن سلیمان الأحول (م ۱۴۲ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبداللہؓ بن سرجس، عمرو بن سلمہ وغیرہ سے روایت کی ہے (۱)۔

جریر (۲) اور سفیان کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۳)۔

۱۶۱. حُمید بن ابی حمید الطویل (م ۱۴۳ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، عبداللہ بن شقیق، حسن بصری اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۴)۔ آپ بصرہ کے عالم تھے آپ کے پاس ایک صحیفہ تھا جسے آپ نے حسن بصری کے مخطوط حدیث سے نقل کیا تھا (۵)۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے عکرمہ مولی ابن عباسؓ سے احادیث نقل کی تھیں (۶)۔ مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ بن سعید نے آپ سے احادیث لکھی تھیں (۷)۔

۱۶۲. سلیمان بن طرخان البصری (م ۱۴۳ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، طاؤس بن کیسان اور اسحاق السبیعی سے روایت کی ہے (۸)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ یحییٰ بن سعید آپ کی کتب کی بہت تعریف کیا کرتے تھے (۹)۔ آپ اپنے تلامذہ کو احادیث نبویہ لکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

آپ کے بیٹے معتمر بن سلیمان کا بیان ہے ''جب میں کوفہ میں تھا تو میرے والد نے مجھے لکھا:

"أن اشتر الصحف و أكتب العلم فإن المال يذهب والعلم يبقىٰ" (۱۰)

صحائف خریدو اور علم (احادیث) کو لکھ لیا کرو کیونکہ مال جانے والا ہے اور علم ہی باقی رہے گا۔

آپ کے بیٹے معتمر بن سلیمان (۱۱) اور ھوذۃ بن خلیفہ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۱۲)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳/۵

(۲) ابن المدینی، العلل، ص: ۱۹۵/۱ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴۳۱/۱/۱ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۳۶

(۳) ابن حنبل، المسند، ص: ۱۱۱/۳

(۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۳۱/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۲

(۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲/۱۲۶، ۳۰ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹/۳ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۶۱۰/۱

(۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۱۲/۵ ◉ ابن قتیبۃ، المعارف، ص: ۲۳۱ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۲۴۸۳/۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۷/۲

(۷) ابن حنبل، المسند، ص: ۱۸۲/۳

(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۲/۴

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۲/۴

(۱۰) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۵

(۱۱) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۵۸ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۵

(۱۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۰/۷

۱۶۳ . اسحاق بن عبدالله بن ابی فروة (م ۱۴۴ ھ)

آپ کی ملاقات حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان سے ہوئی۔آپ نے ابوالزنادؒ عمرو بن شعیب ٗزہریٗ نافع وغیرہ سے روایت کی ہے (۱)۔لیث بن سعد نے آپ سے ایک ''طویل نسخہ'' روایت کیا ہے (۲)۔

۱۶۴ . جعد بن عبدالرحمن بن أوس (م ۱۴۴ ھ)

آپ نے حضرت سائبؓ بن یزید(م۹۱ھ)، عائشہ بنت سعد، یزید بن خصیفۃ اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۳)۔
آپ صاحب کتاب تھے۔یحییٰ بن سعید قطان کے پاس آپ کی کتاب موجود تھی (۴)۔

۱۶۵ . سعید بن ایاس الجریری (م ۱۴۴ ھ)

آپ نے حضرت ابوطفیلؓ، ابوعثمان نہدیٗ عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ سے روایت کی ہے (۵)۔ابن ابی عدی (۶)، ابن علیہ (۷) اور سالم بن نوح نے آپ کی احادیث لکھی تھیں (۸)۔

۱۶۶ .عبدالله بن شبرمه (م۱۴۴ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالکؓ حضرت ابوطفیلؓ ،عبداللہ بن شداد وغیرہ سے روایت کی ہے (۹)۔خطیب بغدادی کے بیان کے مطابق آپ صاحب کتاب تھے (۱۰)۔

۱۶۷ . یحییٰ بن سعید الأنصاری (م ۱۴۴ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالکٗ حضرت عبداللہ بن عامرٗ محمد بن ابی امامۃ وغیرہ سے روایت کی ہے (۱۱)۔ابتدا میں آپ کے پاس کتب نہیں تھیں (۱۲)۔لیکن بعدازاں آپ نے احادیث لکھیں اور انہیں اپنے اصحاب کی طرف ارسال کر دیا۔

ابوالأسود کا قول ہے:

"وکل شيئ حدث به ابن لهیعه عن یحییٰ فإنما هو کتاب کتب به إلیه" (۱۳)

ہر وہ حدیث جسے ابن لھیعہؒ یحییٰ سے بیان کی ہے دراصل وہ اس کتاب سے ہے جو انہوں نے ان کی طرف لکھی تھی۔

---

(۱) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۱/۲۹۱
(۲) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۱/۲۹۲
(۳) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۲/۸۰
(۴) الرازی،الجرح والتعدیل،ص:۱/۳۰۸
(۵) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۴/۶
(۶) الباجی،التعدیل والتجریح،ص:۱۳۶
(۷) الرازی،الجرح والتعدیل،ص:۱/۱۵۴
(۸) ابن حجر،تہذیب التہذیب ص:۳/۳۳۳ ◉ ابن حجر،لسان المیزان،ص:۲/۱۱۳ ◉ الخطیب،الکفایہ،ص:۲۳۶
(۹) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۵/۲۵۰
(۱۰) ابن عبدالبر،جامع بیان العلم،ص:۱/۷۶
(۱۱) ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۱۱/۲۲۳
(۱۲) الفسوی،التاریخ،ص:۲/۲۱۷ ◉ ابن حجر،تہذیب التہذیب،ص:۱۱/۲۲۲
(۱۳) ابوعبید،الأسوال،ص:۳۹۳،۳۹۵

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئیں موجود تھیں۔

۱۔ ابن عیینہ [1]
۲۔ ابن لھیعۃ [2]
۳۔ اسماعیل بن عیاش [3]
۴۔ اسماعیل بن قیس [4]
۵۔ جریر بن حازم [5]
۶۔ جعفر بن محمد [6]
۷۔ حماد بن زید [7]
۸۔ ربیعہ [8]
۹۔ عبدالوہاب بن عبدالمجید الثقفی [9]
۱۰۔ لیث بن سعد [10]
۱۱۔ یزید بن عبداللہ [11]

۱۶۸. اسماعیل بن مسلمہ المکی (م ۱۴۵ ھ)

آپ نے حضرت ابوالطفیلؓ، عامر بن واثلہؓ، حسن بصری، الحکم بن عتیبہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے الأعمش، ابن المبارک، الأوزاعی وغیرہ نے روایت کی ہے [12]۔ محمد بن عبداللہ الأنصاری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں [13]۔

۱۶۹. عبد الملک بن ابی سلیمان العرزمی (م ۱۴۵ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، عطاء بن ابی رباح اور سعید بن جبیر سے روایت کی ہے [14]۔ عبیداللہ عنبری نے آپ سے احادیث لکھیں ہیں [15]۔ اور یحییٰ بن سعید قطان نے آپ سے ایک بڑا جزء روایت کیا ہے [16]۔

---

(1) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۰
(2) ابوعبید، الأموال، ص:۳۹۳، ۳۹۵
(3) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۲۳ ⊙ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۹۲ ⊙ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۳۹؛
(4) البخاری، الضعفاء الصغیر، ص:۳ ⊙ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۹۳ ⊙ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۰۷
(5) الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۱۱
(6) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳۸ ⊙ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۱۳
(7) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۷۸ ⊙ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۳۸ ⊙ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۳۲
⊙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۷
(8) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۲۲۲
(9) الفسوی، التاریخ، ص:۲/۲۱۸ ⊙ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۱۰ ⊙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۹۳
⊙ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۲/۶۸۱ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۳۵۰
(10) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۲۵۷
(11) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۸۹
(12) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۳۱
(13) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۲۳ ⊙ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۷/۳۴
(14) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۳۹۶
(15) الدار قطنی، سنن الدار قطنی، ص:۱/۲۷۱
(16) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۳۹۸

۱۷۰. اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی (م ۱۴۶ ھ)

آپ نے حضرت ابو جحیفہؓ، حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفیٰ، اور حضرت عمروؓ بن حریث وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے (۱)۔

امام العجلی کا قول ہے:

"له نحو خمس مائة حديث" (۲) (آپ سے پانچ سو کے قریب مروی ہیں)

اسماعیل بن عیاش (۳)، وکیع (۴) اور یحییٰ بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۵)۔

۱۷۱. هشام بن عروة (م ۱۴۶ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے آپ کے والد (عروۃ بن زبیرؓ) آپ کو کتابت اور لکھنے کے بعد پیش کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے (۶)۔ آپ اپنے تلامذہ کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک حدیث لیث بن سعد کی طرف لکھ کر ارسال کی (۷)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ابن جریج (۸)
۲۔ جعفر بن ربیعۃ (۹)
۳۔ خالد بن حارث (۱۰)
۴۔ عبیدہ بن قاسم (۱۱)
۵۔ لیث بن سعد (۱۲)
۶۔ معمر (۱۳)
۷۔ نوح بن ابی مریم (۱۴)
۸۔ یحییٰ (۱۵)
۹۔ یحییٰ بن زبیر (۱۶)

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۲۹۱
(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۳۳
(۳) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۸۳
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۳۰
(۵) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۱۸
(۶) السمعانی، أدب الاملاء، ص:۷۸ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۵۳
(۷) البخاری، الجامع الصحیح، كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده، حدیث نمبر:۳۲۶۸، ص:۵۳۵
◉ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب مناقب الأنصار، باب حديث زيد بن عمرو، حدیث نمبر:۳۸۲۸، ص:۶۳۲ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۳۳
(۸) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۳۶۲ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۶۳ ◉ الترمذی، العلل، ص:۲/۳۳۹
◉ ابن قتیبۃ، المعارف، ص:۴۸۸ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۰
(۹) الترمذی، العلل، ص:۲/۳۳۹ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۳۳
(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۸۵
(۱۱) ابن حجر، لسان المیزان، ص:۳/۲۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۳۷
(۱۲) البخاری، الجامع الصحیح، كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده، حدیث نمبر:۳۲۶۸، ص:۵۳۵
◉ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب مناقب الأنصار، باب حديث زيد بن عمرو، حدیث نمبر:۳۸۲۸، ص:۶۳۲ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۳۳
(۱۳) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۶
(۱۴) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۳
(۱۵) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۴۳
(۱۶) الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۱

۱۷۲. سلیمان بن مهران الأعمش (م ۱۴۷ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، اور عکرمہ سے روایت کی ہے (۱)۔

آپ کے پاس ایک کتاب تھی (۲)۔ آپ احادیث لکھا کرتے تھے۔ نیز آپ کے شیخ ابراھیم نخعی (۹۶ھ) نے آپ سے احادیث لکھی تھیں (۳)۔ آپ اپنے تلامذہ کو حدیث کی املاء بھی کروایا کرتے تھے (۴)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔	ابوبکر بن عیاش (۵)	۲۔	سفیان الثوری (۶)
۳۔	ابوعوانہ (۷)	۴۔	اسحاق بن راشد (۸)
۵۔	جریر بن عبدالحمید (۹)	۶۔	حفص بن غیاث (۱۰)
۷۔	خالد بن عبداللہ (۱۱)	۸۔	عبداللہ بن ادریس (۱۲)
۹۔	معمر بن راشد (۱۳)	۱۰۔	نوح بن ابی مریم (۱۴)
۱۱۔	ہشیم (۱۵)	۱۲۔	وکیع (۱۶)

۱۷۳. محمد بن عجلان المدینی (م ۱۴۸ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک سلمان بن ابی حازم الأشجعی، ابراہیم بن عبداللہ وغیرہ سے روایت کی ہے (۱۷)۔

یحییٰ کا کہنا ہے۔ میں نے ۱۴۴ھ میں ابن عجلان سے ملاقات کی اور ان سے احادیث لکھیں (۱۸)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲۲۲/۴ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱۳۰

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۳۳۹/۶ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۲۷۰/۳ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۹

(۳) ابن الجعد، المسند، ص:۸۰ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱۳۰/۱

(۴) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۱۷ ◉ (۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۹ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۱۷

(۶) الحاکم، المدخل، ص:۳۶ (۷) ابن رجب، شرح الترمذی، ص:۹۳

(۸) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۳۳۹/۶ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۹ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۲۷۰/۳

(۹) الفسوی، التاریخ، ص:۲۶۴/۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۵۰۶/۱ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۵۵
◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۷۱ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۹

(۱۰) ابن عدی، الکامل، ص:۲۷۵/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۱۶/۳

(۱۱) البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۱۴۳/۱ (۱۲) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۷

(۱۳) الفسوی، التاریخ، ص:۲۷۶/۳ (۱۴) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۳

(۱۵) ابن المدینی، العلل، ص:۳۵۳/۱ (۱۶) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۴۶۸/۱۳

(۱۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۴۱/۹ (۱۸) البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۱۹۶/۱

۱۷۴. عمران بن حدیر (م ۱۴۹ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ آپ نے ابو مجلزؒ ابو قلابہؒ ابو عثمان نہدی سے روایت کی ہے[۱] آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ علی بن مدینی کا قول ہے:

> ''میں نے عثمان بن عمر سے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے۔ کہ تم سے روح بن عبادۃ نے عمران بن حدیر کی کتاب لی تھی تو عثمان کہنے لگے واللہ میں نے روح سے عمران بن حدیر کی کتاب عاریۃً لی تھی''[۲]۔

۱۷۵. کھمس بن الحسن (م ۱۴۹ ھ)

آپ نے حضرت ابو طفیلؓ عبد اللہ بن بریدۃ' عبد اللہ بن شقیق سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے عون' قطان اور ابن مبارک نے روایت کی ہے[۳]۔ آپ صاحب کتاب تھے[۴]۔ معتمر بن سلیمان کے پاس آپ کی کتاب تھی[۵]۔

۱۷۶. ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا[۶]۔ آپ نے عطاء بن ابی رباح' عاصمہ بن ابی النجو' علقمۃ بن مرثد' حماد بن ابی سلیمان سے روایت کی ہے[۷]۔ آپ احادیث لکھا کرتے تھے۔

ابراہیم بن طہمان بیان کرتے ہیں:

> ''میں مدینہ آیا اور وہاں سے میں نے احادیث لکھیں پھر کوفہ میں امام ابو حنیفہؒ کے گھر حاضر ہوا اور سلام کیا آپ مجھے کہنے لگے تم نے وہاں کن لوگوں سے احادیث لکھی ہیں چنانچہ میں نے ان حضرات کے نام لیے پھر کہنے لگے کیا آپ نے مالک بن انس؟ سے کچھ لکھا ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے کہا جو کچھ تم نے ان سے لکھا ہے وہ میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ میں انہیں (احادیث کو) لے آیا۔ تو آپ نے کاغذ اور روشنائی منگوائی۔ میں آپ کو املاء کرواتا رہا اور آپ لکھتے رہے۔''[۸]

ابن معین کا قول ہے:

> "کان ابو حنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث إلا بما یحفظه ولا یحدث بما لا یحفظ"[۹]

ابو حنیفہ ثقہ ہیں آپ صرف زبانی یاد کی ہوئی حدیث بیان کرتے تھے اور جو حدیث آپ کو یاد نہ ہو اسے بیان نہیں کرتے تھے۔

---

۱. ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۱۲۵
۲. الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸/۳۰۵
۳. ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۴۵۰
۴. ابن حنبل، العلل والمعرفۃ الرجال، ص: ۱/۱۵۸
۵. ابن حنبل، العلل والمعرفۃ الرجال، ص: ۱/۱۵۸
۶. الذہبی، العبر، ص: ۱/۲۱۴
۷. ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴۴۹
۸. الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳
۹. ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴۴۹

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ عبداللہ بن مبارک (۱) ۲۔ ابو یوسف (۲) ۳۔ محمد بن حسن الشیبانی (۳)

١٧٦. عبد الله بن عون البصری (م ١٥١ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے ثمامہ بن عبداللہ بن انس بن سیرین، محمد بن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے (۴)۔

عثمان بن ابی شیبہ کا قول ہے:

"ثقة صحيح الكتاب" (۵) (آپ ثقہ ہیں اور آپ کی کتاب صحیح ہے)

آپ نے نافع مولی ابن عمرؓ کو بعض احادیث کے بارے میں جاننے کے لیے خط لکھا چنانچہ نافع نے تحریری طور پر اس کا جواب دیا (۶)۔ اسماعیل (۷)، خالد بن الحارث (۸)، سلیم بن اخضر (۹)، معاذ بن معاذ (۱۰)، ہوذۃ بن خلیفہ (۱۱)، یحییٰ بن سعید القطان کے پاس کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۱۲)۔

١٧٧. محمد بن اسحاق (م ١٥١ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک اور سعید بن مسیب کو دیکھا تھا، آپ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۱۳)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب احادیث تھیں، ابراہیم بن سعد کے پاس آپ سے احکام کے بارے میں مروی احادیث کی تعداد سترہ ہزار تھی، اور مغازی کی تعداد اس کے علاوہ تھی (۱۴)۔ بہت سے اصحاب کے پاس آپ کا مجموعہ حدیث موجود تھا (۱۵)۔

١٧٨. عبدالرحمن بن زياد الأفريقي (م ١٥٦ ھ)

آپ نے ابوعبدالرحمٰن الحبلیؒ، عبدالرحمٰن بن رافع، زیاد بن نعیم وغیرہ سے روایت کی ہے (۱۶)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔

امام ابوداؤد سجستانی بیان کرتے ہیں میں نے احمد بن صالح سے پوچھا:

"يحتج بحديث الأفريقي قال نعم قلت صحيح الكتاب قال نعم" (۱۷)

کیا افریقی کی حدیث قابل حجت ہیں۔ کہنے لگے جی ہاں میں نے کہا ان کی کتاب صحیح ہے۔ کہنے لگے جی ہاں"۔

---

(۱) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۵۸
(۲) ابو یوسف، آثار ابی یوسف والرد علی سیر الاوزاعی، ص:۲۱۲
(۳) الشیبانی، الآثار، ص:۱۴۷
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۴۷
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۴۹
(۶) البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۳/۳
(۷) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۷۹
(۸) الرازی، تقدمہ الجرح والتعدیل، ص:۲۳۸
(۹) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۷۲
(۱۰) الرازی، تقدمہ الجرح والتعدیل، ص:۲۳۸
(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۸۰
(۱۲) الرازی، تقدمہ الجرح والتعدیل، ص:۲۳۸
(۱۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱/۲۲۳
(۱۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۲۹
(۱۵) الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص:۳۰۳
(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۷۵
(۱۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۷۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۲۱۵

یحییٰ بن سعید قطان کا قول ہے:

"قد كتبت عنه كتابا بالكوفة"① (میں نے ان (عبدالرحمٰن بن زیاد الافریقی) سے کوفہ میں ایک کتاب لکھی تھی)

۱۷۹. یونس بن ابی اسحاق السبیعی (م ۱۵۹ ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالکؓ' ابو بردۃ بن ابی موسیٰ الاشعریؓ، سعید بن محمد وغیرہ سے روایت کی ہے②۔

ابن ابی حاتم اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے۔ کہ ان کے پاس کتب تھیں③۔

۱۸۰. ارطأة بن المنذر (م ۱۶۲ ھ)

آپ کی حضرت ابوامامۃ باھلیؓ سے ملاقات ہوئی آپ نے ابو عامر عبداللہ بن عامر الالھانی' عبدالرحمٰن بن غنم' مجاہد و دیگر حضرات سے روایت کی ہے④۔ آپ کے پاس ایک "نسخة" تھا۔ ابن عدی نے ذکر کیا ہے۔ کہ جراح بن ملیح البھرانی کے پاس اَرطاۃ بن منذر کا ایک "نسخہ" تھا جس میں تقریباً بیس احادیث تھیں⑤۔

۱۸۱. حریز بن عثمان بن جبر الرجی (م ۱۶۳ ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن بسر صحابی رسول ﷺ سے روایت کی ہے اس کے علاوہ آپ نے حبیب بن عبید' خالد بن معدان' راشد بن معمر سے روایت کی ہے⑥۔ علی بن عیاش کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

علی بن عیاش کا بیان ہے:

"جمعنا حديثه فى دفتر نحو مائتى حديث فأتيناه به فجعل يتعجب من كثرته"⑦

ہم نے دو سو کے قریب ان کی احادیث ایک رجسٹر میں جمع کیں جنہیں ہم آپ کے پاس لائے آپ کو ان (احادیث) کی کثرت سے تعجب ہوا۔

۱۸۲. نجیح بن عبدالرحمن السندی' ابو معشر (م ۱۷۰ ھ)

آپ نے حضرت ابوامامہؓ بن سہل کو دیکھا تھا۔ آپ نے سعید بن المسیب' نافع اور محمد بن کعب القرظی وغیرہ سے روایت کی ہے⑧۔ آپ صاحب کتب تھے۔ آپ نے درج ذیل کتب لکھی تھیں۔

---

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۱۶/۱۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۳۳/۲

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۳/۱۱

③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۴۳/۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۳/۱۱

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۸/۱ ⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۲۳/۱

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۷/۲ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۸/۲ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۶۶/۸

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۲۱/۱۰

۱۔ کتاب المغازی: ابن سعد کا قول ہے "حسین بن محمد نے ابومعشر سے مغازی روایت کی ہے"①۔ اس کتاب کو حجاج② اور محمد بن نجیح نے بھی روایت کیا ہے③۔

۲۔ کتاب التاریخ: خلیل کا بیان ہے کہ "ابومعشر کا علم حدیث اور تاریخ میں ایک مقام ہے۔ ان کی تاریخ کو ائمہ نے حجت تسلیم کیا ہے اور حدیث میں انہیں ضعیف قرار دیا ہے④۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کتاب المغازی اور کتاب التاریخ دونوں ایک ہی کتاب ہیں۔ یا کسی نے اس کا نام مغازی رکھ دیا اور بعض نے اسے تاریخ سے موسوم کیا۔

ابن الندیم نے ان کی تالیفات میں صرف مغازی ذکر کی ہے⑤۔

ڈاکٹر الاعظمی رقمطراز ہیں:

"میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ دو کتابیں ہیں کیونکہ ہم طبقات ابن سعد⑥ میں آپ ﷺ صحابہ کے مغازی کے بارے میں اس (مغازی) کے نقول پاتے ہیں جبکہ متاخر تاریخی نقول دوسری کتاب مثلاً ازدی کی تاریخ موصل⑦ میں بھی پاتے ہیں⑧۔

☆......☆......☆

---

① ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۶/۷۹

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۸۸

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۸۸ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ۸/۳۷۶

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۴۲۲

⑤ ابن الندیم، الفہرست، ص:۹۳

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۲/۱

⑦ الازدی، تاریخ الموصل، ص:۲۲۹۔۲۳۲

⑧ مصطفیٰ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص:۱/۳۱۵

بحث ثالث

تبع تابعین کرامؒ کے مجموعہ ہائے حدیث

تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث

۱. قیس بن سعد ابو عبد الملک (م ۱۱۹ ھ)

آپ نے عطاء، طاؤس، مجاہدؒ سعید بن جبیر اور دیگر تابعین سے روایت کی ہے اور آپ سے جریر بن حازم، رباح بن ابی معروف، ہشام بن حسان اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی جس میں آپ نے احادیث جمع کر رکھی تھیں۔ یہی کتاب بعدازاں حماد بن سلمۃ (۱۶۷ھ) کے پاس تھی۔ امام ابوداؤد کا قول ہے:

"لم يكن لحماد بن سلمة كتاب غير كتاب قيس بن سعد" ②

حماد بن سلمۃ کے پاس قیس بن سعد کی کتاب کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہیں تھی۔

حجاج الأعور نے آپ سے یہ کتاب عاریۃ لی تھی ③۔ مکہ کے راستہ میں یہ کتاب ضائع ہوگئی چنانچہ آپ نے اپنے حافظہ سے اسے لکھا ④۔ عقبہ بن عبداللہ الأصم کے پاس بھی آپ کی یہ کتاب موجود تھی۔ حسین کا قول ہے:

"نظرت فی كتاب عقبة الأصم فاذ أحاديثه هذه التی يحدث بها عن عطاء
انما هی كتابه عن قيس بن سعد بن عطاء" ⑤

میں نے عقبہ الأصم کی کتاب کو دیکھا تو اس کی احادیث جنہیں وہ عطاء سے روایت کرتے ہیں۔ دراصل (عقبہ کی حدیث کی یہ کتاب) قیس بن سعد کی کتاب ہے۔ جس وہ عطاء سے روایت کرتے ہیں۔

۲. زید بن علی بن حسینؓ (م ۱۲۲ھ)

آپ نے اپنے والد علی بن حسینؓ اپنے بھائی ابوجعفر الباقر اور ابان بن عثمان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے دونوں بیٹے حسین وعیسی اور جعفر بن محمدؒ زہری وغیرہ نے روایت کی ہے ⑥۔

امام عمرو بن خالد القرشی نے آپ سے احادیث کا ایک "نسخہ" روایت کیا ہے ⑦۔

---

① الذہبی تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۰ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۹۷
⊙ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۹۹ ⊙ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۳۹۷
② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/۵۹۲ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۵
③ الفسوی، تاریخ الفسوی، ص: ۳/۲۷۴ ④ الفسوی، تاریخ الفسوی، ص: ۳/۴۴ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۴۳
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۲۶ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۴۱۹

۳. بکر بن وائل بن دائود (م ۱۳۰ھ)

آپ نے نافع، زہری، عبداللہ بن دینار اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے والد وائل بن داؤد، شعبہ، ابن عیینہ اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے①۔ آپ کے والد نے آپ سے ایک صحیفہ بیان کیا ہے۔ امام ابن المدینی فرماتے ہیں:

"وائل بن داؤد لم يسمع من ابنه إنما كانت له صحيفة فى بيته"②

وائل بن داؤد کا اپنے بیٹے سے سماع ثابت نہیں بلکہ ان کے پاس گھر میں ایک صحیفہ تھا (جس سے انہوں نے بیان کیا)۔

۴. حفص بن سليمان التميمی (م ۱۳۰ھ)

آپ نے حسن بصری سے روایت کی ہے اور آپ سے معمر بن راشد نے روایت کی ہے۔③

آپ کے پاس کتب تھیں یہ کتب اشعث بن عبدالملک حمرانی نے پڑھی تھیں④۔

۵. عبدالله بن القاسم ابو عبيدة (م ۱۳۰ھ)

آپ نے سعید بن المسیب، عبدالرحمٰن بن ابزیٰ، کثیر بن ابی کثیر اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبداللہ بن شوذب نے روایت کی ہے⑤۔ معتمر کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

یحییٰ کا قول ہے "معتمر نے ایک کتاب نکالی اور ہمیں پڑھ کر سنائی یعنی ابوعبیدۃ کی احادیث"⑥۔

۶. عمرو بن عمرو ابو الزعراء (م ۱۳۰ھ)

آپ نے عوف بن مالک، عکرمہ، عبید اللہ بن عبداللہ سے روایت بیان کی ہے اور آپ سے ثوری، ابن عیینہ، عبیدۃ بن حمید و دیگر اصحاب نے روایت کی ہے⑦۔ عبیدۃ بن حمید کے پاس آپ کا ایک نسخہ تھا۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

"جب ہمیں جریر کی موت کی خبر پہنچی تو میں اور یحییٰ بن معین، عبیدۃ بن حمید کے پاس گئے انہوں نے ہمیں ابوالزعراء کے "نسخہ" سے احادیث لکھوائیں⑧۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۸۸/۱ ② الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۵۴ ③ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۷۳

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۵/۷ ⑤ الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص: ۱۷۸ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۹/۵

⑥ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۲۶۶/۳ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۲/۸ ⑧ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۸۳/۱

۷. ابراهيم بن ميمون الصائغ (م ۱۳۱ ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح' ابو اسحاق' ابو الزبیر اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے داؤد بن ابی فرات' حسان بن ابراہیم الکرمانی' ابوحمزہ السکری وغیرہ نے روایت کی ہے①۔ آپ صاحب کتاب تھے②۔ اور السکن کے پاس آپ کی کتاب موجود تھی③۔

۸. حجاج بن الحجاج الباهلی (م ۱۳۱ ھ)

آپ نے انس بن سیرین' قتادة' یونس بن عبید وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابراہیم بن طہمان' یزید بن زریع' قزعۃ بن سوید اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے④۔ ابراہیم بن طہمان نے آپ سے ایک بڑا نسخہ حدیث روایت کیا ہے⑤۔

۹. ایوب بن موسیٰ بن عمرو (م ۱۳۱ ھ)

آپ نے نافع' مکحول' حمید بن نافع وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے یحییٰ بن سعید' شعبہ' لیث وغیرہ نے روایت کی ہے⑥۔ عبیداللہ بن عمر کا قول ہے کہ "میں نے ایوب بن موسیٰ سے ایک کتاب لی اور انہیں بتایا کہ اس کو امام زہری' عطاء اور مکحول پر پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اسی پر لوگوں کو پایا ہے کہ مسلمان کی دیت رسول ﷺ کے زمانے میں......"⑦۔

۱۰. سالم بن عجلان الأفطس (م ۱۳۲ ھ)

آپ نے سعید بن جبیر' زہری' نافع وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے عمرو بن مرّۃ' اسرائیل' ثوری اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے⑧۔ آپ صاحبِ تفسیر تھے علماء آپ کی تفسیر کو اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے⑨۔

۱۱. عبدالله بن عثمان بن خُثیم (م ۱۳۲ ھ)

آپ نے سعید بن جبیر' شہر بن حوشب' مجاہد وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری' سفیان بن عیینہ' ابن جریج اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے⑩۔ یحییٰ بن سُلیم القرشی الطائفی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۷۳
② السمعانی، أدب الإملاء، ص:۱۷۸
③ السمعانی، أدب الإملاء، ص:۱۷۸
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۹۹
⑤ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۳
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۴۱۲
⑦ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۱/۴۲۳
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۴۴۱
⑨ الأزدی، تاریخ الموصل، ص:۱۲۱
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۱۴
⑪ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۳/۱۳۶
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۰۰

امام احمد بن حنبل کا قول ہے" یحیٰ بن سلیم نے حدیث ابن خثیم کو یاد کرلیا ہم نے انہیں کہا ہمیں اپنی کتاب دیجئے۔ تو کہنے لگے مصحف رہن میں رکھ دیں تو ہم نے کہا ہمارے پاس مصحف کہاں ہے؟ ہم تو مسافر ہیں"①۔

۱۲. عمر بن ابی سلمة بن عبدالرحمن (م۱۳۲ھ)

آپ نے اپنے والد ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن' اسحاق بن یحیٰ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سعد بن ابراہیم' مسعر' ہشیم اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے②۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابوعوانہ③　　۲۔ ہشیم4

۳۔ واسط کے رہنے والے طلبہ حدیث نے بھی آپ کی احادیث لکھیں⑤۔

۱۳. غیلان بن جامع المحاربی (م۱۳۲ھ)

آپ نے ابو وائل شقیق بن سلمۃ' ابو اسحٰق السبیعی' اسماعیل بن ابی خالد وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یعلی بن الحارث' شعبہ' ثوری اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے⑥۔ آپ صاحب کتاب تھے۔

امام وکیع کا قول ہے۔ "معلی الطحان نے غیلان بن جامع کی کتاب نکالی"⑦۔

۱۴. محمد بن ابی بکر الأنصاری (م۱۳۲ھ)

آپ نے اپنے باپ ابوبکر بن محمد بن عمرو' عمرة بنت عبدالرحمٰن' عباد بن تمیم الأنصاری سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبدالمالک بن زید، ابوبکر بن نافع نے روایت کی ہے⑧۔

موسیٰ بن عیسیٰ نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا "وہ ابن ابی بکر سے رسول اللہ ﷺ کے اجداد کی تاریخ لکھیں"⑨

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۲۲۶　◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۲/۳۸۰

② ابن حبان، الثقات، ص:۵۴۳　◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۴۵۶　③ ابن حبان، الثقات، ص:۵۴۳

③ ابن حبان، الثقات، ص:۵۴۳　◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۳

⑤ ابن حبان، الثقات، ص:۵۴۳　◉ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۳۳　⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۲۵۲

⑦ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۳۲　⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب' ص:۹/۸۰　⑨ الطبری' التاریخ' ص:۱/۱۰۸۶

۱۵. منصور بن معتمر (م۱۳۲ھ)

آپ نے ابو وائل' زید بن وہب' ابراہیم نخعی' حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ایوب' حصین بن عبد الرحمٰن' اعمش وغیرہ نے روایت کی ہے[۱]۔ زہیر کا کہنا ہے:

''میں منصور کے ہاں گیا وہاں عبیدہ بن حمید اور آپ کے اصحاب ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ کہا کہ یہ کتاب ہے، جس میں آٹھ سو احادیث ہیں، جو ہم نے منصور سے سنی ہیں[۲]۔

مزید برآں جریر بن عبد الحمید[۳]' سعید بن مسلمۃ[۴]' شعبہ[۵]' عبیدۃ بن حمید[۶]' ورقاء بن عمر الیشکری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئیں موجود تھیں[۷]۔

۱۶. مطرف بن طریف الحارثی (م۱۳۳ھ)

آپ نے شعبی' ابو اسحاق السبیعی' عبد الرحمٰن بن ابی لیلی سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابو عوانہ' ہشیم' ابو جعفر رازی و دیگر اصحاب نے روایت کی ہے[۸]۔ امام عجلی کا قول ہے:

"صالح الكتاب ثقة"[۹] (آپ کی کتاب قابل اعتبار ہے۔ اور آپ ثقہ ہیں)۔

۱۷. ابوبکر بن عبدالرحمن بن المسوربن مخرمة (م۱۳۵ھ)

آپ نے محمد بن جبیر' ابان بن عثمان سے روایت کی ہے اور آپ سے العلاء بن کثیر البصری نے روایت کی ہے[۱۰]۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ عبداللہ بن جعفر زہری کے پاس آپ کی کتاب تھی۔ ان کا بیان ہے:

"وجدت فی کتاب ابی بکر بن عبد الرحمن بن المسورة بن مخرمة"[۱۱]

میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن المسور بن مخرمۃ کی کتاب میں احادیث پائیں۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۵/۱۰ ② ابن المدینی، العلل، ص: ۳۶۱/۱

③ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۶۱/۱ ◉ الفسوی، التاریخ: ۳۱۲/۲ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۳/۴ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۶۷/۲

⑤ ابن حنبل، المسند، ص: ۴۳۸/۱' ۳۶۱/۲، ۳۹۸، ۶۰/۴

◉ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلوة، باب ماجاء فيمن شك فى صلاة، حدیث نمبر ۱۲۱۱، ص: ۱۷۰

⑥ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۶۱/۱ ⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۳۲/۴ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۳/۱۰

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۳/۱۰ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲/۱۲ ⑪ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳۹/۱

ڈاکٹر الاعظمی رقمطراز ہیں۔"احادیث زیادہ تر مکہ مکرمۃ کی تاریخ وغیرہ کے متعلق ہیں۔①

۱۸ . اسماعیل بن سالم ابو یحییٰ الأسدی (م۱۳۵ھ)

آپ نے شعبی، حبیب بن ابی ثابت، وغیرہ سے روایت کی ہے۔اور آپ سے ان کے بیٹے یحییٰ، علام بن المسیب، ھشیم اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے②۔ امام شعبہ نے آپ کی کتب دیکھی تھیں③۔

۱۹ . داؤد بن الحصین الأموی (م۱۳۵ھ)

آپ نے اپنے والد حصین، عکرمہ، نافع وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے مالک بن ابی اسحٰق، محمد بن عبید اللہ اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے④۔مشہور محدث ابراھیم بن ابی یحییٰ کے پاس داؤد بن الحصین الأموی کی روایات کا ایک بڑا نسخہ تھا⑤۔

۲۰ . سلم بن ابی الذیال البصری (م۱۳۵ھ)

آپ نے حسن بصری، ابن سیرین، سعید بن جبیر وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے معتمر ین سلیمان، اسماعیل بن علیہ و اسماعیل بن مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے⑥۔ معتمر بن سلیمان کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں⑦۔

۲۱ . عبد اللہ بن عیسیٰ بن عبد الرحمن (م۱۳۵ھ)

آپ اپنے دادا عبدالرحمٰن بن ابی لیلی اور اپنے باپ عیسیٰ بن عبدالرحمٰن، شعبہ بن جبیر سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، شعبہ وغیرہ نے روایت کی ہے⑧۔زید بن علی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔آپ فرماتے ہیں"ایک مرتبہ میری ملاقات زید بن علی سے ہوئی چنانچہ میں نے انہیں کچھ احادیث سنائی جنہیں انہوں نے چھوٹی تختیوں پر لکھ لیا⑨۔

۲۲ . اشعث بن سوار الکندی (م۱۳۶ھ)

آپ نے حسن بصری، شعبی، عکرمۃ، وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، سفیان ثوری، ہشیم اور دیگر اصحاب نے

---

① الاعظمی، دارسات فی الحدیث النبوی، ص:۱/۲۲۷ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۰۱

③ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص:۶/۲۱۴ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۰۲

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۸۱ ⑤ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۳۵ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۲۹

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۲۹ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۵۲ ⑨ ابن حنبل، العلل، ص:۹۷

روایت کی ہے ①۔ جریر بن عبدالحمید ② حفص بن غیاث ③ اور شریک کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں ④۔

۲۳. مغیرۃ بن مقسم الضبی (م۱۳۶ھ)

آپ نے ابراھیم نخعی، شعبی، عامر الشعبی اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے سلیمان التیمی شعبہ، سفیان ثوری، ابراہیم بن طھمان وغیرہ نے روایت کی ہے ⑤ آپ صاحبِ کتب تھے۔ ابن الندیم کا قول ہے: ''ان کی کتب میں سے ''کتاب الفرائض'' بھی ہے ⑥۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابن فضیل اور دیگر محدثین: ابن فضیل فرماتے ہیں کہ وہ تدلیس کرتے تھے اس لئے ہم ان سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ الا یہ کہ جب وہ حدثنا ابراھیم کہیں (ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے۔) ⑦

۲۔ جریر: امام ابن المدینی کا قول ہے ''جریر کی مغیرۃ اور ان کی ابراہیم سے تقریباً ایک سو احادیث کا سماع ثابت ہے'' ⑧۔

۳۔ سلیمان: معتمر بن سلیمان کا بیان ہے۔ ''میرے باپ مجھے مغیرۃ کی احادیث لکھنے کی ترغیب دیتے تھے اور آپ کے پاس ان کی ایک کتاب تھی'' ⑨۔

۲۴. عاصم بن کلیب الکوفی (م۱۳۷ھ)

آپ نے اپنے والد کلیب بن شہاب، ابو بردۃ بن ابی موسیٰ، عبد الرحمٰن بن الاسود وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن عون، شعبہ، قاسم بن مالک اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ⑩۔ جن محدثین نے آپ کی احادیث لکھیں ان میں عبداللہ بن ادریس بھی ہیں ⑦۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۵۲

② ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۹۰، ۱/۱۹۵ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۳۶ ◉ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۳۱

③ ابن معین، التاریخ ابن معین، ص:۸۳ ③ البیہقی، السنن الکبری، ص:۵/۳۲۸ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۶۹

⑥ ابن الندیم، الفہرست، ص:۲۲۶ ⑦ ابن الجعد، مسند، ص:۶۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۶۹

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۲۷۰ ⑨ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص:۳/۳۲۸ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱/۱۵۸

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۵۵ ⑦ ابن حنبل، المسند، ص:۱/۳۱۸؛ ◉ البخاری، جزء رفع الیدین، ص:۹

۲۵. سهيل بن ابی صالح (م۱۳۸ھ)

آپ نے اپنے والد ابو صالح، سعید بن مسیب، حارث بن مخلد الأنصاری سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ربیعہ، اعمش، یحییٰ بن سعید اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے①۔ عبدالعزیز بن المختار②، مالک بن انس③ اور وھیب بن خالد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں④۔

۲۶. يزيد بن الهاد الليثی (م۱۳۹ھ)

آپ نے زہری، ابو حازم بن دینار، سہیل بن ابی صالح، وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحییٰ بن سعید الأنصاری، ابراہیم بن سعید، مالک اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے⑤۔ آپ صاحب ''نسخہ'' تھے۔ جو ابراہیم بن حرمۃ الأنصاری کے پاس تھا⑥۔

۲۷. جعفر بن ميمون التميمی (م۱۴۰ھ)

آپ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر، ابو تمیمہ، ابو العالیہ اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن ابی عروبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے⑦۔ آپ صاحب کتاب تھے۔

امام احمد بن حنبل نے بیان کیا ہے۔ کہ آپ کے پاس کتاب تھی جن سے ابن ابی عدی نے احادیث روایت کی ہیں⑧۔

۲۸. خالد بن ابی نوف السجستانی (م۱۴۰ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح، نعمان، ضحاک بن مزاہم اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے مطرف بن طریف، یونس بن ابی اسحاق وغیرہ نے روایت کی ہے⑨۔ اہل خراسان اور اہل عراق نے آپ کی احادیث لکھی تھی۔

ابن حبان فرماتے ہیں ''خالد خراسان گئے وہاں ایک عرصہ گزار اہل خراسان اور اہل عراق نے آپ کی احادیث کو لکھا ہے''⑩

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۶۳ ⊛ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۲۴۳ ⊛ ابن عدی، الکامل، ص:۳/۶۷
② الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص:۱/۲۶۵ ③ ابن ابی خیثمہ، تاریخ ابن ابی خیثمہ، ص:۳/۱۳۱ ④ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۹
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۳۹ ⑥ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۱/۶۹ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۰۸
⑧ ابن حنبل، العلل، ص:۳/۹۰ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۲۳ ⑩ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص:۱۹۸

۲۸. داؤد بن شابور (م ۱۴۰ھ)

آپ نے مجاہد، عمرو بن شعیب، عطاء اور دیگر حضرات سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، ابن عیینہ داؤد بن عبد الرحمٰن وغیرہ نے روایت کی ہے (1)۔ شعبہ نے آپ سے احادیث لکھی ہیں (2)۔

۲۹. زید بن سلام ممطور الحبشی (م ۱۴۰ھ)

آپ نے عدی بن ارطاۃ، عبد اللہ بن فروخ، عبد اللہ بن زید اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے معاویۃ بن سلام، یحییٰ بن ابی کثیر، الحضرمی بن لاحق وغیرہ نے روایت کی ہے (3)۔ معاویۃ بن سلام اور یحییٰ بن ابی کثیر کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (4)۔

۳۰. عبدالقدوس بن حبیب الشامی (م ۱۴۰ھ)

آپ نے مجاہد، نافع، شعبی وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے حیوۃ بن شریح، سعید بن ابی ایوب، ابراہیم بن طھمان وغیرہ نے روایت کی ہے (5)۔ حدیث کی قرأت میں تصحیف کی اور پھر مصحف ہی روایت کی ہے (6)۔

۳۱. عبدلله بن الحسین، ابو حریز (م ۱۴۰ھ)

آپ نے شعبی، ابو اسحاق السبیعی، ابراہیم النخعی وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے فضیل بن میسرۃ، سعید بن ابی عروبہ، عثمان بن مطر الشیبانی اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے (7)۔

اہل بصرہ اور اہل زرنج اور فضیل بن میسرۃ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (8)۔

۳۲. محمد بن سالم الھمدانی (م ۱۴۰ھ)

آپ نے عطاء، شعبی، ابو اسحاق السبیعی اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، حسن بن صالح، زیاد

---

(1) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۸۷ (2) الواسطی، تاریخ واسط، ص:۱۶۳ (3) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۴۱۵

(4) ابوزرعۃ، التاریخ ابی زرعۃ، ص:۵۲ ◉ الفسوی، تاریخ الفسوی، ص:۳/۲۲۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۴۱۵

◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۳۷ ◉ الذھبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۳۰۳

(5) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۱۲۶ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۶/۱۲۰ (6) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۱۲۷

(7) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۱۸۷ (8) ابن عدی، الکامل، ص:۳/۱۴۳۱ ◉ ابن حنبل، المسند، ص:۴/۱۹۳؛۳۹۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۰۰

بن عبداللہ وغیرہ نے روایت کی ہے (١)۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں" آپ کی طرف کتاب الفرائض منسوب کی جاتی ہے اور آپ کی روایات میں ضعف واضح ہے" (٢)۔ امام حفص بن غیاث' ابوسھل محمد بن سالم کی احادیث کو ضعیف قرار دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ ان کے بھائی کی کتب ہیں (٣)۔

٣٣. محمد بن عبدالرحمن البیلمانی (م ١٤٠ ھ)

آپ نے اپنے والد عبدالرحمٰن البیلمانی اور اپنے والد کے ماموں سے روایت کی ہے اور آپ سے سعید بن بشیر' عبید اللہ بن عباس' محمد بن الحارث وغیرہ نے روایت کی ہے (٤)۔ امام حاکم کا قول ہے۔" آپ نے اپنے باپ کے واسطے سے عبداللہؓ بن عمرؓ سے معضل احادیث روایت کی ہیں" (٥)۔ امام ابن حبان کا بیان ہے۔" آپ نے اپنے باپ سے ایک "نسخہ حدیث" روایت کیا جو تقریباً دوسو احادیث پر مشتمل تھا۔ تمام احادیث موضوع ہیں جو قابل حجت نہیں ہیں" (٦)۔ سفیان ثوری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (٧)۔

٣٤. أبان بن تغلب الکوفی (م ١٤١ ھ)

آپ نے ابواسحٰق السبیعی' حکم بن عیینہ' فضیل بن الفقیمی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے موسیٰ بن عقبہ' شعبہ' حماد بن زید وغیرہ نے روایت کی ہے (٨)۔ ابن عدی کا بیان ہے: "له نسخ"۔ (٩) (ان (أبان بن تغلب) کے پاس بہت سے نسخے ہیں)۔

٣٥. بھز بن حکیم القشیری (م ١٤١ ھ)

آپ نے اپنے والد حکیم بن معاویہ' خلاد بن زرارۃ بن اوفیٰ اور ہشام بن عروۃ سے روایت کی ہے اور ان سے سلیمان التیمی' ابن عون اور جریر بن حازم وغیرہ نے روایت کی ہے (١٠)۔ امام ذہبی کا قول ہے: " له نسخة عن أبيه عن جده " (١١) (ان (بھز بن حکیم) کے پاس اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کردہ ایک "نسخہ" تھا)۔

---

(١) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:٩/١٧٦

(٢) ابن عدی، الکامل، ص:٣/٥٢ ⊙ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص:٣/٢٧٢ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:٩/١٧٧

(٣) ابن عدی، الکامل، ص:٣/٢٥١ ⊙ ابن المدینی، العلل، ص:١/٨١

(٤) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:٩/٢٩٣

(٥) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:٩/٢٩٤

(٦) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:٩/٢٩٤

(٧) ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص:٣/٣١١

(٨) الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص:١٣

(٩) ابن عدی، الکامل، ص:١/١٣١ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:١/٩٣

(١٠) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:١/٤٩٨

(١١) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:٦/٤٢

الأنصاری (۱) اور مکی بن ابراہیم البلخی کے پاس آپ کی مرویات تھیں (۲)۔

۳۶. عقیل بن خالد الایلی (م ۱۴۱ ھ)

آپ نے اپنے والد خالد، اپنے چچا زیاد، نافع مولیٰ ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ ان سے ان کے بیٹے ابراہیم، بھتیجے سلامۃ بن روح اور مفضل بن فضالۃ نے روایت کی ہے (۳)۔ آپ صاحب کتاب تھے (۴)۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے،

"لم یکن بالحافظ کان صاحب کتاب" (۵)

آپ حافظ حدیث نہیں تھے آپ صاحب کتاب تھے۔

آپ کی کتب آپ کے بھتیجے سلامۃ کے پاس تھیں (۶)۔

۳۷. اشعث بن عبدالملک ابوھانی البصری (م ۱۴۲ ھ)

آپ نے محمد بن سیرین اور خالد الحذاء سے روایت کی ہے۔ آپ سے شعبہؒ ہشیم اور خالد بن الحارث نے روایت کی ہے (۷)۔ آپ کے پاس کتاب تھی۔ وہیب کا بیان ہے۔

"سألت ختن أشعث الحمرانی هل له کتب ؟ قال لا فترکته و خفت ألا یکون یحفظ حدیثه و تلك المسائل قال فلما مات أشعث أخبرنی ختنه قال قد وجدنا له کتاباً" (۸)

میں نے اشعث الحمرانی کے داماد سے پوچھا کیا اشعث کی کتب ہیں تو انہوں نے نفی میں جواب دیا چنانچہ میں نے اس خوف سے کہ آپ کو حدیث اور مسائل یاد نہ ہوں انہیں چھوڑ دیا جب اشعث فوت ہوئے تو ان کے داماد نے مجھے بتایا ہمیں ان کی کتاب ملی ہے۔

الأنصاری (۹)، محمد بن میسرۃ ابوسلمۃ (۱۰)، اور ھوذۃ بن خلیفہ کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی موجود تھیں (۱۱)۔

۳۸. عمرو بن عبید التمیمی (م ۱۴۲ ھ)

آپ نے حضرت ثوبانؓ مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے مرسل روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابو داؤد الطیالسی اور عبد الصمد بن

---

(۱) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۴۳
(۲) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۵
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۵۶
(۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۳۰۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۸۹ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۱۰۱
(۵) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۳۰۱
(۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۳۰۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۸۹
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۵۷
(۸) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۲۷۵
(۹) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۳۳۲
(۱۰) الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۶۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۴۳
(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۸۰

عبدالوارث نے روایت کی ہے ①۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں۔

"کتبت عنه کتابا کثیراً ثم وهبت کتابی لابن أخي عمرو بن عبید" ②

میں نے ان سے بہت زیادہ لکھا پھر میں نے اپنی کتاب عمرو بن عبید کے بھتیجے کو دے دی۔

ڈاکٹر الأعظمی فرماتے ہیں "شاید کتاباً کبیراً (بڑی کتاب) کے الفاظ صواب ہوں" ③۔

۳۹. لیث بن ابی سلیم (م ۱۴۳ھ)

آپ نے طاؤس، مجاہد اور عطاء سے روایت کی ہے۔ آپ سے سفیان ثوری، حسن بن صالح اور شیبان بن عبد الرحمٰن نے روایت کی ہے ④۔ موسیٰ بن داؤد کا بیان ہے:

"حدثتني أمة الله مولاة طاؤس قالت رأيت ليث بن ابی سليم يكتب عند طاؤس فی ألواح کبار وهو يملی عليه" ⑤

مجھے طاؤس کی باندی اَمۃ اللہ نے خبر دی ہے کہ میں نے لیث بن ابی سلیم کو دیکھا کہ وہ طاؤس کے سامنے بڑی بڑی تختیوں پر لکھ رہے تھے اور آپ انہیں املاء کروا رہے تھے۔

حماد بن الجعد البصری ⑥ اور عبداللہ بن ادریس کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑦۔

۴۰. عبدالله بن شوذب الخراسانی (م ۱۴۴ھ)

آپ نے ثابت البنانی، حسن بصری اور ابن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ضمرۃ بن ربیعہ، ابواسحٰق الفزاری اور ابن مبارک وغیرہ نے روایت کی ہے ⑧۔ ابن حنبل کا قول ہے۔

"ابن شوذب من أهل بلخ نزل البصرة وسمع بها الحديث و تفقه و کتب" ⑨

ابن شوذب اہل بلخ میں سے ہیں۔ بصرہ میں قیام کیا اور وہی حدیث کا سماع کیا اور فقیہ بنے اور احادیث لکھیں۔

۴۱. مجالد بن سعید (م ۱۴۴ھ)

آپ نے شعبی، قیس بن ابی حازم اور ابی الوادان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ سے آپ کے بیٹے اسماعیل، اسماعیل بن ابی

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۷۵

② الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۴۷ ● الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۳۴۷

③ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۱/۲۹۶ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۴۶۵

⑤ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱/۲۶۰ ● ابن الجعد، المسند، ص: ۶۵ ● ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/۵۱

⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱۳۳ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۵

⑦ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴۷ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۲۵۵ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۲۵۵

خالد اور جریر بن حازم نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس "کتاب السیرۃ" تھی (۲)۔

اسماعیل بن مجالد (۳) سفیان بن عیینہ (۴) اور وہب بن جریر کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۵)۔

۴۱. محمد بن عمرو اللیثی (م ۱۴۴ ھ)

آپ نے اپنے والد ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن اور عبیدۃ بن سفیان سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے موسیٰ بن عقبہ، شعبہ اور ثوری وغیرہ نے روایت کی (۶)۔ ابن عدی کا قول ہے:

"له حديث صالح و قد حدث عنه جماعة من الثقات كل واحد ينفرد عنه بنسخة" (۷)

آپ کی حدیث صالح ہے، ثقہ رواۃ کی ایک جماعت نے آپ سے حدیث بیان کی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس اپنا اپنا علیحدہ نسخہ تھا۔

آپ اپنے تلامذہ کو (احادیث) لکھنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ سفیان بن عیینہ کا قول ہے: "محمد بن عمرو نے کہا بخدا میں تمہیں اس وقت حدیث بیان نہیں کروں گا، جب تک کہ تم اسے لکھ نہ لو، مجھے ڈر ہے۔ کہ تم حدیث بیان کرنے میں کہیں غلطی نہ کرنے لگ جاؤ" (۸)۔ ابن ابی عدی (۹) حماد بن الجعد البصری (۱۰) اور یزید بن زریع کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۱۱)۔

۴۳. عبدالرحمن بن حرملة (۱۴۵ ھ)

آپ نے سعید بن المسیب، حنظلۃ بن علی الاسلمی اور عمرو بن شعیب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، اوزاعی اور مالک وغیرہ نے روایت کی ہے (۱۲)۔ آپ کا بیان ہے:

"كنت سيئ الحفظ فسألت سعيد بن المسيّب فرخص لي في الكتاب" (۱۳)

میرا حافظہ اچھا نہیں تھا چنانچہ میں نے سعید بن المسیّب سے پوچھا تو انہوں نے مجھے لکھنے کی اجازت دی۔

آپ کے پاس کتاب تھی (۱۴)۔ آپ کی یہ کتاب یحییٰ بن سعید کے پاس تھی (۱۵)۔

۴۴. عبید الله بن عمر بن حفص العمری (م ۱۴۵ ھ)

آپ نے اُم خالدؓ، اپنے والد عمر اور اپنے ماموں خبیب بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے آپ کے بھائی عبداللہؓ

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۳۹ (۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۳۰ (۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۳۲۷
(۴) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۲۳۳ (۵) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۳۶۱ (۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۳۷۵
(۷) ابن عدی، الکامل، ص:۳/۸۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص:۹/۳۷۶
(۸) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۸ ◉ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۱۰۳
(۹) النسائی، سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب الفرق بين دم الحيض والإستحاضة، حدیث نمبر ۲۱۷، ص:۳۹
(۱۰) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۳۴ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۸۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۵
(۱۱) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۲/۳۶۰ (۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۶۱۰
(۱۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۶۱ (۱۴) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۱۳۱ (۱۵) الدولابی، الکنی والاسماء، ص:۱/۱۹۰

حمید الطویل اور ایوب سختیانی نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں (۲)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱) حاتم بن اسماعیل (۳)
۲) عبداللہ بن الجراح (۴)
۳) عبداللہ بن عمر (۵)
۴) عقبہ بن خالد (۶)
۵) قاسم بن عبداللہ بن العمری (۷)
۶) نوح بن ابی مریم (۸)
۷) یحییٰ بن سعید القطان (۹)

۴۵. عمر بن محمد بن زید (م ۱۴۵ ھ)

آپ نے اپنے والد محمد بن زید، دادا زید اور والد کے چچا سالم سے روایت کی ہے۔ آپ سے آپ کے بھائی عاصم، شعبہ اور مالک وغیرہ نے روایت کی ہے (۱۰)۔ اہل عراق نے آپ سے احادیث لکھی ہیں (۱۱)۔

۴۶. فضیل بن میسرة الازدی (م ۱۴۵ ھ)

آپ نے شعبی، طاؤس اور ابی حریز سے روایت کی ہے، آپ سے شعبہ، سعید بن ابی عروبۃ اور یزید بن زریع نے روایت کی ہے (۱۲)۔ معتمر کے پاس آپ کی کتاب تھی (۱۳)۔

۴۷. عوف بن ابی جمیلہ (م ۱۴۶ ھ)

آپ نے ابو العالیہ، ابو رجاء اور ابو عثمان النہدی سے روایت کی ہے اور آپ شعبہ، سفیان ثوری، ابن مبارک وغیرہ نے روایت کی ہے (۱۴)۔ بغداد (۱۵)، ہشیم (۱۶) اور ھوذہ کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۱۷)۔

۴۸. محمد بن سائب الکلبی (م ۱۴۶ ھ)

آپ نے اپنے بھائیوں سفیان، سلمۃ اور ابی صالح باذام وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے بیٹے ہشام، سفیان

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۰/۷ (۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۸/۵
(۳) الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۳۵ (۴) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۳ (۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۸/۵
(۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۱۰/۳ ◉ ابن الجعد، المسند، ص: ۳۳۳ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۶۸ (۷) ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۳
(۸) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۳ (۹) الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۰ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۰۳/۱
(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۹۵/۷ (۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۹۶/۷ (۱۲) ابن المدینی، العلل، ص: ۳۵۳/۱
(۱۳) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۸۰/۷ (۱۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۰/۸ (۱۵) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۵۸
(۱۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶۷/۸ (۱۷) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۰۵/۳

ثوری اور حماد بن سلمۃ وغیرہ نے روایت کی ہے (1)۔ آپ کے پاس قرآن کریم کی تفسیر کی ایک کتاب تھی (2)۔

اس تفسیر کے بارے میں مروان بن محمد کا قول ہے۔

"تفسير الكلبى باطل" (3) (کلبی کی تفسیر باطل ہے)۔

۴۹. محمد بن الوليد الزبيدى (م ۱۴۶ ھ)

آپ نے زہری، سعید المقبری اور عبدالرحمٰن بن جبیر وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے الأوزاعی، شعیب ابن ابی حمزہ اور آپ کے بھائی ابوبکر بن الولید نے روایت کی ہے (4)۔ آپ صاحبِ کتب تھے۔

عبداللہ بن سالم (5) اور محمد بن حرب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (6)۔

۵۰. زكريا بن ابى زائدة (م ۱۴۷ ھ) کا مجموعہ حدیث

آپ نے ابی اسحاق السبیعی، عامر السبیعی اور فراس وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے یحییٰ، سفیان ثوری اور شعبہ نے روایت کی ہے (7)۔ آپ صاحبِ کتاب تھے (8)۔ یحییٰ نے آپ سے احادیث لکھی تھیں (9)۔

۵۱. جعفر بن محمد بن على بن الحسين (م ۱۴۸ ھ)

آپ اپنے والد محمد بن علی، محمد بن المنکدر اور عبیداللہ بن ابی رافع سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحییٰ بن سعید الانصاری اور یزید بن الہاد نے روایت کی (10)۔ ابن عدی کا قول ہے۔

"ولجعفر أحاديث ونسخ و هو من ثقات الناس" (11)

جعفر صاحب احادیث اور صاحب نسخ ہیں اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔

عبداللہ بن سلمۃ الأفطس (12) اور یحییٰ بن سعید القطان کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (13)۔

۵۲. عبدالله بن يزيد المخزومى (م ۱۴۸ ھ)

آپ نے عروۃ بن زبیر، زید ابی عیاش اور عبدالرحمٰن بن ثوبان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحییٰ بن ابی کثیر، مالک

---

(1) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۷۸
(2) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۹۵
(3) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۷۱
(4) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۵۰۲
(5) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۸
(6) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۸۸
(7) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۲۹
(8) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱/۱۵۳
(9) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱/۱۵۳
(10) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۱۰۳
◉ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب الکمال، ص: ۵۳
(11) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۱۰۳
◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۱۰
(12) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۶۹
(13) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۶۹

اور اسماعیل بن امیہ نے روایت کی ہے[1]۔ آپ نے بہت سی کتب جمع کی تھیں۔ ابن حبان کا قول ہے:

"عبدالله بن يزيد مولى الأسود بن سفيان من متقنى أهل المدينة، ممن عنىٰ بالجمع والكتبة"[2]

عبداللہ بن یزید، اسود بن سفیان کے آزاد کردہ غلام تھے اہل مدینہ کے پرہیزگار لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، جنہوں نے جمع وتالیف کی طرف توجہ دی۔

۵۳. محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ (م ۱۴۸ ھ)

آپ نے اپنے بھائی عیسیٰ اور بھتیجے عبداللہ اور نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے روایت کی ہے۔ آپ سے آپ کے بیٹے عمران، شعبہ اور ثوری نے روایت کی ہے[3]۔ آپ نے "مصنف" کے نام پر ایک کتاب تالیف کی تھی[4]۔ ابن سعد کا قول ہے:

"عيسى بن المختار سمع مصنف محمد بن عبدالرحمن بن ابى ليلى"[5]

عیسیٰ بن المختار نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی مصنف کا سماع کیا ہے۔

ابن عدی کا قول ہے۔

"لابن ابى ليلىٰ حديث كثير و نسخ"[6] (ابن ابی لیلیٰ (محمد بن عبدالرحمٰن) کی کثیر حدیث اور نسخے ہیں)۔

۵۴. هشام بن حسان القردوسی (م ۱۴۸ ھ) کا مجموعہ حدیث

آپ نے حمید بن ہلال، حسن بصری اور محمد سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عکرمۃ بن عمار، سعید بن ابی عروبہ اور شعبہ نے روایت کی ہے[7]۔ امام ترمذی کا قول ہے:

"لانا وجدنا غير واحد من الأئمة تكلفوا من التصنيف مالم يسبقوا اليه منهم هشام بن حسان"[8]

ہم نے بہت سے ایسے ائمہ پائے ہیں جنہوں نے تصنیف وتالیف میں صعوبت اٹھائی ان سے کسی نے بھی سبقت نہیں کی ان میں سے ہشام بن حسان ہیں۔

درج ذیل علماء کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱) ابو جزی القصاب[9] ۲) ابو عوانہ[10]

---

[1] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۲/۶
[2] ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۳۷
[3] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۱/۹
[4] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۹/۸
[5] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۶۳/۶
[6] ابن عدی، الکامل، ص: ۶۶/۳
[7] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۴/۱۱
[8] الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۸/۳
[9] ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۱۵
[10] ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۱۵

۳)	اسماعیل بن علیہ [۱]	۴)	روح بن عبادۃ [۲]
۵)	سلام بن مطیع [۳]	۶)	عثمان بن عمر [۴]
۷)	ہارون بن ابی عیسیٰ [۵]	۸)	یزید بن زریع [۶]

۵۵. عمرو بن الحارث الأنصاری (م ۱۴۹ ھ)

آپ نے اپنے والد الحارث، سالم ابی النضر اور زہری سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے مجاہد بن جبیر، صالح بن کیسان اور قتادہ نے روایت کی ہے [۷]۔ آپ صاحبِ کتاب تھے [۸]۔ ابن وھب کے پاس آپ کی کتاب تھی۔ حویطی نے ابن وہب سے کہا:

"تحمل معك كتاب يونس و عمرو بن الحارث لننظر فيهما فلما قدم قال للحويطي يا قرشي قد حملت كتاب يونس و كتاب عمرو" [۹]

تم اپنے ساتھ یونس اور عمرو بن الحارث کی کتاب اٹھالاؤ تا کہ ہم ان دونوں کو دیکھ سکیں جب (ابن وھب) آئے تو حویطی سے کہا اے قرشی میں نے یونس اور عمرو کی کتاب اپنے ساتھ لایا ہوں۔

علی بن المدینی کے پاس بھی آپ کی کتاب تھی۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابن وھب نے کہا۔

"هات كتاب عمرو بن الحارث حتى أقراءه عليك..." [۱۰]

عمرو بن الحارث کی کتاب لاؤ تا کہ میں اسے تجھے پڑھ کر سناؤں۔

علاوہ ازیں ابن مھدی نے ابن وھب سے عمرو بن الحارث کی احادیث لکھی تھیں [۱۱]۔

۵۶. احمد بن حازم المصری (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے اور آپ سے بہت سے علماء نے روایت کی ہے [۱۲]۔
امام ذہبی کا قول ہے: " ''آپ سے ابن لھیعہ اور واقدی نے درست روایات نقل کی ہیں اور آپ کا ایک مشہور نسخہ ہے۔ جسے ہم نے سنا ہے'' [۱۳]۔

۵۷. ایوب بن خوط (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے قتادۃ، نافع مولیٰ ابن عمرؓ اور لیث بن ابی سلیم وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے الحسین ابی واقد، محمد بن مصعب

---

۱) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۱۵ ۲) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸/۴۰۳ ◉ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۱۰۹ ۳) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۱۵
۴) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۱۰۹ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸/۴۰۳ ۵) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۱۵ ۶) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۱۵
۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۱۴ ۸) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۵۲ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۱۰۶ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۵۲
۹) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۵۲ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۱۰۶ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۵۲ ۱۰) الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۵۲
۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۱۵ ۱۲) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۳۶ ۱۳) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۳۶

اور حفص بن عبدالرحمٰن وغیرہ نے روایت کی ہے[1]۔ آپ صاحب کتاب تھے[2]۔ حسین بن واقد کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں[3]۔

۵۸. جعفر بن برقان الکلابی (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے یزید بن الاصم' زہری اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے حصین بن نمیر الہمدانی' مسلم بن سعید اور سلیمان التیمی نے روایت کی ہے[4]۔ مسکین بن بکیر کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں[5]۔

۵۹. حسن بن دینار ابو سعید التمیمی (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے ابن سیرین' حسن بصری' اور حمید بن ہلال وغیرہ نے روایت کی ہے اور آپ سے شیبان نحوی' حماد بن زید اور ثوری نے روایت کی ہے[6]۔ آپ کے بارے میں عبداللہ بن المبارک کا قول ہے:

> ''وہ قدریہ جیسی رائے رکھتے تھے اور اپنی کتب اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں جاتے اور انہیں سامنے رکھ کر احادیث بیان کرتے اور انہیں احادیث زبانی یاد نہیں تھیں[7]۔

۶۰. حسین بن قیس ابو علی الرحبی (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے عکرمہ' عطاء بن رباح اور علباء بن احمر سے روایت کی ہے اور آپ سے حصین بن نمیر الہمدانی' مسلم بن سعید اور سلیمان التیمی نے روایت کی ہے[8]۔ آپ صاحبِ کتاب تھے[9]۔ علی بن عاصم کے پاس آپ کی کتاب موجود تھی[10]۔

۶۱. حفص بن غیلان الہمدانی (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے مکحول سلمان بن موسیٰ اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے ہشام بن الخاز' عمر بن ابی سلمۃ اور ولید بن مسلم نے روایت کی ہے[11]۔ ابن عدی کا بیان ہے:

> ''آپ کے پاس کثیر احادیث تھیں آپ کے تلامذہ آپ سے ایک نسخہ روایت کرتے تھے۔''[12]

۶۲. حوشب بن عقیل العبدی (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے حسن بصری' قتادہ اور اپنے والد عقیل سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع' ابن مہدی اور ابو داؤد نے روایت کی

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۰۲ (۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۰۲ (۳) ابن حبان، الثقات، ص:۳۳۸
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۸۶ (۵) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۱۳ (۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۲۷۵
(۷) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۴۸۹ (۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۳۶۴ (۹) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۷۰
(۱۰) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۷۰ (۱۱) ابن الندیم، الفہرست، ص:۳۳ (۱۲) ابن حجر، تہذیب، ص:۲/۴۱۸ (۱۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۷۳

ہے ①۔آپ صاحبِ کتب تھے ②۔سلیمان التیمی ③ اور ہشام بن حسان کے پاس آپ کی مرویات جمع تھیں ④۔

۶۳. زیاد بن سعد الخرسانی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے زہری، ثابت بن عیاض اور ابی الزناد سے روایت کی ہے اور آپ سے مالک' ابن جریج اور ابن عیینہ نے روایت کی ہے ⑤۔آپ صاحبِ کتب تھے ⑥۔عبدالرزاق کا قول ہے:

"شهدت زمعة يعرض كتب زياد على معمر". ⑦

میں نے زمعہ کو دیکھا کہ وہ زیاد کی کتب معمر کے سامنے پیش کر رہے تھے۔

ابن عیینہ کا قول ہے:

"كان لايأخذالحديث إلا إملاء" ⑧ (آپ صرف لکھی ہوئی حدیث ہی قبول کرتے تھے)۔

۶۴. عاصم بن رجاء بن حيوة الكندى (م ۱۵۰ھ)

آپ نے اپنے والد رجاء بن حیوۃ' قاسم بن عبدالرحمٰن اور داؤد بن جمیل سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن عیاش' عثمان بن فائد اور وکیع نے روایت کی ہے ⑨۔ابن حبان کا قول ہے۔

"قدم العراق فكتب عنه العراقيون" ⑩ (آپ عراق آئے اور اہل عراق نے آپ سے (احادیث) لکھیں)۔

۶۵. عبد الله بن زياد المخزومى (م ۱۵۰ھ)

آپ نے مجاہد بن جبیر' زہری اور زید بن اسلم سے روایت کی ہے اور آپ سے روح بن قاسم' عبدالرزاق اور عبداللہ بن وہب نے روایت کی ہے ⑪۔ آپ صاحبِ کتب تھے ⑫۔سعید بن عبدالعزیز کا قول ہے:

"قدم عليهم ابن سمعان فأخرج إليهم كتبه.................." ⑬

ابن سمعان ان کے پاس گئے اور انھوں نے اپنی کتب نکالیں۔......

ولید بن مسلم نے آپ کی احادیث لکھی تھیں ⑭۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۶۵
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۷
③ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۰۱
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۷
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۶۹
⑥ الفسوی، التاریخ، ص:۲/۲۱۷
⑦ الفسوی، التاریخ، ص:۲/۲۱۷
⑧ الدولابی، الکنٰی والاسماء، ص:۱/۷
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۴۱
⑩ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص:۱۸۳
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۲۱۹
⑫ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۴۵۶
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۲۲۰
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۶۱
⑬ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۴۵۸
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۶۱
⑭ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۴۲۳

۶۶. عبد الملک بن عبد العزیز' ابن جریج (م۱۵۰ھ)

آپ نے میمون بن مہران' اپنے والد عبدالعزیز اور عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں عبدالعزیز و محمد، اوزاعی اور لیث وغیرہ نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کا قول ہے:

"فلزمت عطاء سبع عشرة سنة" (۲)

میں نے سترہ برس عطاء کو (علم کے لئے) لازم پکڑا۔

آپ نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں (۳)۔ انہی کتب کے بارے میں یحییٰ بن سعید القطان کا قول ہے:

"كنا نسمي كتب ابن جريج كتب الأمانة". (۴)

ہم ابن جریج کی کتب کو امانت کی کتب کہا کرتے تھے۔

آپ ابو جعفر کے پاس گئے اور انہیں کہا:

"إني قد جمعت حديث جدك عبدالله بن عباس وما جمعه أحد جمعي". (۵)

میں نے تمہارے دادا عبداللہ بن عباس کی احادیث جمع کی ہیں یقیناً کسی نے میری طرح انہیں (احادیث کو) جمع نہیں کیا ہے۔

بلکہ آپ نے سب سے پہلے کتب تصنیف کی ہیں (۶)۔ ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں (۷)۔

۱) کتاب السنن
۲) کتاب الحج (۸)
۳) کتاب التفسیر (۹)
۴) کتاب الجامع (۱۰)

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں۔

(۱) ابن لھیعۃ (۱۱)
(۲) ابن المبارک (۱۲)
(۳) حجاج بن محمد الأعور (۱۳)
(۴) خالد بن نزار الأیلی (۱۴)

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۴۰۵ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۲/۳۰۰ (۲) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۰۱

(۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۰۰ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱/۳۳۳، ۳/۲۳۹

(۴) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۳/۲۳۹ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۰۴

(۵) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۲/۳۱۲ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۰۰

(۶) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۶/۳۲۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۶۱۱ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۲/۳۱۱

(۷) ابن الندیم، الفہرست، ص:۱/۳۱۴ (۸) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۳۹ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۸

(۹) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۲۳۷ ◉ ابن حنبل، المسند، ص:۵/۱۱ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۲۳۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۲۰۵

(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۳۳ ◉ ابن حجر، ہدی الساری، ص:۲/۱۷۱ (۱۱) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۹

(۱۲) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۶۳ (۱۳) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۲۸ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۲۳۷

(۱۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۰ ◉ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص:۷۰ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص:۶/۹۷

(۵) روح بن عبادة[1] (۶) سعید بن سالم[2]

(۷) سفیان ثوری[3] (۸) سلیمان بن مجالد[4]

(۹) صدقۃ بن عبداللہ[5] (۱۰) عبداللہ بن الحارث المخزومی[6]

(۱۱) عبدالمجید بن عبدالعزیز[7] (۱۲) مسلم بن خالد[8]

(۱۳) معاذ بن معاذ[9] (۱۴) نوح بن ابی مریم[10]

(۱۵) ہشام بن یوسف[11] (۱۶) ہوذہ بن خلیفہ[12]

(۱۷) یحیٰی بن سعید القطان[13]

٦٧ . عتبه بن حميد الضبى (م ١٥٠ هـ)

آپ نے عکرمہ، عبادۃ بن نسی اور خالد الحذاء وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے عبدالرحمٰن بن زیاد، اسماعیل بن عباس اور ابن عیینہ وغیرہ نے روایت کی ہے[14]۔ احمدؒ بن حنبل بیان کرتے ہیں: ''آپ اہل بصرہ میں سے تھے، اور انہوں نے بہت سی احادیث لکھی ہیں[15]۔

٦٨ . عثمان بن الأسود المكى (م ١٥٠ هـ)

آپ نے سعید بن جبیرؒ سالم بن عبداللہ اور ابن ابی ملیکۃ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ثوری، عبداللہ بن ادریس اور صدقۃ بن خالد وغیرہ نے روایت کی ہے[16]۔ آپ کے پاس ایک رجسٹر تھا جس پر احادیث مبارکہ لکھی ہوئی تھیں اور اس سے آپ اپنے تلامذہ کو املاء کروایا کرتے تھے[17]۔

٦٩ . عطاف بن خالد (م ١٥٠ هـ)

---

(۱) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۴۹۸ (۲) الشافعی، الرسالۃ، ص:۷ (۳) ابن حنبل، المسند، ص:۱/۳۳۷
(۴) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۳۹ (۵) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۳۱۰ (۶) الشافعی، الرسالۃ، ص:۷
(۷) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۶۴ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۹۷ ◉ الحاکم، المستدرک، ص:۳/۱۶۹
◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۳۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۶۳۹ ◉ الشافعی، الرسالۃ، ص:۷
(۸) الشافعی، الرسالۃ، ص:۷ (۹) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۷۰ (۱۰) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۴
(۱۱) ابن حنبل، المسند، ص:۵/۱۱۹ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۵۶ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۳۳ ◉ الحاکم، المدخل، ص:۳۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۵۷
(۱۲) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص:۷/۸۰ (۱۳) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۸ (۱۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۹۶
(۱۵) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۳۷۰ (۱۶) الخزرجی، خلاصہ تذہیب، ص:۱۱۹ ◉ ابن حجر تہذیب التہذیب، ص:۷/۱۰۷
(۱۷) الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص:۱۰۰

مریم، ابو تمیلہ نے روایت کی ہے [1]۔

آپ صاحب کتاب تھے۔ امام احمد حنبل فرماتے ہیں۔

"ھو صحیح الکتاب" [2] (آپ کی کتاب صحیح ہے)۔

مخلد بن مالک کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں [3]۔

۷۰. محمد بن میسرة ابو مسلمة البصری (م ۱۵۰ھ)

آپ نے قتادہ، عمرو بن دینار، زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن مبارک اور حماد بن یزید نے روایت کی ہے [4]۔ ابراھیم بن طھمان ان سے ایک طویل نسخہ نقل کیا ہے جس میں تقریباً ایک سو احادیث تھیں [5]۔

معاذ بن معاذ [6] اور یحییٰ بن سعید کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھی [7]۔

۷۱. معاویه بن یحییٰ الدمشقی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے مکحول، ابن شہاب زہری اور یونس بن میسرہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ولید بن موسیٰ، محمد بن شعیب اور محمد بن الحسن نے روایت کی ہے [8]۔ ابن حبان بیان کرتے ہیں۔ "آپ کتب خریدا کرتے اور پھر ان سے احادیث بیان کیا کرتے تھے" [9]۔ اسحاق رازی [10] شعیب [11]، ہقل بن زیاد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں [12]۔

۷۲. مقاتل بن سلیمان الأزدی الخراسانی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے نافع، ابن شہاب زہری اور ضحاک سے روایت کی ہے اور آپ سے رقبہ بن الوحید، سعد بن الصلت اور اسماعیل بن عیاش وغیرہ نے روایت کی ہے [13]۔ آپ کے پاس تفسیر کی کتاب تھی ھذیل بن حبیب نے آپ کی اسی کتاب (تفسیر) سے روایت کی ہے [14]۔ محمود بن آدم بیان کرتے ہیں۔ کہ "ایک مرتبہ میں وکیع کی مجلس میں حاضر تھا جہاں مقاتل کی کتاب (تفسیر) کے بارے میں

---

(1) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۲۳ (2) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۳۳۶

(3) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۷۷ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۳۳۶ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۶۹

(4) ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۹۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۲۳

(5) الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۶۸ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۹۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۲۳

(6) الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۶۸ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۹۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۲۳

(7) الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۶۸ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۹۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۲۳ (8) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۱۹

(9) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۲۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۱۳۸ (10) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۲۰

(11) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۲۰ (12) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۸۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۱۹

(13) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۸۴ (14) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۳/۷۸

پوچھا گیا تو آپ نے کہا کہ اس کا اعتبار نہ کرو میں نے سوال کیا تو میں اس کا کیا کروں؟ تو آپ نے کہا اسے دفن کر دیں"①۔

۷۳. میمون بن موسیٰ البصری (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے حسن بصری، اپنے والد (یعنی موسیٰ البصری) اور خالد الجدری سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے بیٹے موسیٰ، حماد بن سلمۃ اور وکیع نے روایت کی ہے②۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔ ابو الولید الطیالسی کا قول ہے۔ "میمون نے ہمیں ایک کتاب دکھائی اور کہنے لگے کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کتاب سے حدیث بیان کرتا ہوں"③۔

۷۴. *هارون بن سعد العجلی (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے ابی حازم الاشجعی، ابی اسحٰق السبیعی اور ابی الضحیٰ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور ان سے شعبہ، ثوری، شریک وغیرہ نے روایت کی ہے④۔ ابن ابی حاتم بیان کا ہے۔ کہ "ایک مرتبہ آپ ابراہیم بن عبداللہ بن الحسن کے ساتھ نکلے، جب ابراہیم کو شکست ہوئی تو آپ "واسط" چلے آئے اور اہل واسط نے آپ سے احادیث لکھیں⑤۔

۷۵. واسط بن الحارث بن حوشب (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے قتادہ، عطاء، نافع اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے⑥۔ ابن حبان کا قول ہے: "ان (واسط) سے عبداللہ بن خراش بن حوشب نے ایک "مستقیم نسخہ" روایت کیا ہے جو حدیثِ اثبات کے مشابہ ہے"⑦

۷۶. یوسف بن صهیب الکوفی (م ۱۵۰ ھ)

آپ نے شعبی، ابن بریدہ اور حبیب بن یسار اور تابعین کی جماعت سے روایت کی ہے اور آپ سے جریر، معتمر اور عبداللہ نے روایت کی ہے⑧۔ احمد بن حنبل کا قول ہے۔ یوسف بن صہیب کی احادیث مصعب بن سلام پر منقلب ہو گی، چنانچہ انہوں نے ان (احادیث) کو زبرقان السراج سے روایت کرنی شروع کر دیں⑨۔

۷۷. حنظله بن ابی سفیان الجمحی (م ۱۵۱ ھ)

آپ نے سالم بن عبداللہ، طاؤس اور عکرمۃ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ثوری، حماد اور ابن المبارک وغیرہ نے روایت

---

① الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۵۲/۴ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹۲/۱۰ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹۳/۱۰

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۱

⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۹۱/۴ * الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۳۳/۶ * ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۱

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ؟ ⑦ ابن حبان، الثقات، ص: ۶۲۳

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۵/۱۱ ⑨ ابن حنبل، العلل، و معرفۃ الرجال ص: ۱۶۳ * ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶۱/۱۰

کی ہے①۔ یحییٰ بن سعید کا قول ہے: ''کان عند حنظله کتاب''②(حنظلہ کے پاس کتاب تھی)۔

۷۸. هشام بن سنبر الدستوائی (م ۱۵۲ ھ)

آپ نے قتادۃ، یونس الاسکاف اور ابی الزبیر سے روایت کی ہے۔ اور ان سے آپ کے بیٹوں عبداللہ، معاذ اور اس کے علاوہ شعبہ نے روایت کی ہے③۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ اسماعیل بن علیہ: امام احمد بن حنبل نے ابن علیہ کی کتاب جو انہوں نے ہشام سے روایت کی تھی عمدہ قرار دی ہے④۔

۲۔ عبدالوھاب بن عطاء الخفاف: عبدالوھاب نے جب ہشام الدستوائی کی احادیث بیان کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنی کتاب یحییٰ بن سعید کو دیکھنے کے لئے دے دی تھی⑤۔

۳۔ معاذ بن ہشام الدستوائی: معاذ بن ہشام نے ایک مرتبہ اپنے باپ (ہشام بن سنبر) کی کتب نکالی اور کہنے لگے یہ احادیث میں نے ان سے سنی ہیں اور یہ نہیں سنی⑥۔

۷۹. واصل بن عبدالرحمن ابو حرة (م۱۵۲ھ)

آپ نے عکرمۃ، حسن اور ابن سیرین سے روایت کی ہے، اور آپ سے حماد بن سلمۃ، ہشیم اور ابن مہدی نے روایت کی ہے⑦۔ علی بن المدینی نے بیان کیا ہے:

"کتب عنه یحییٰ بن سعید القطان أحادیث یسیرة"⑧

ان (واصل بن عبدالرحمٰن) سے یحییٰ بن سعید القطان نے تھوڑی سی احادیث لکھی ہیں۔

۸۰. اسامه بن زید اللیثی (م۱۵۳ ھ)

آپ نے زہری، نافع اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے یحییٰ القطان، ابن مبارک اور ثوری نے روایت کی ہے⑨۔

آپ صاحب کتاب تھے۔ حافظ ابن حجر نے ابن حبان کا قول نقل کیا ہے:

"مستقیم الأمر صحیح الکتاب"⑩ (آپ درست معاملہ اور صحیح کتاب والے ہیں)۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۶۱

② ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۴۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۲۴۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۶۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۱۹۷ ④ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۶۷ ⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۶۸۱

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۱۹۷ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۱۰۳ ⑧ ابن المدینی، العلل، ص:۱۵۳

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۲۰۸ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۲۰۸

یحییٰ بن سعید القطان کے پاس آپ کی مرویات محفوظ تھیں

ابن وھب [1]، عثمان بن عمر [2]، یحییٰ بن سعید القطان کے پاس آپ کی مرویات محفوظ تھیں [3]۔

۸۱. حسن بن عمارة ابو محمد الکوفی (م ۱۵۳ ھ)

آپ نے یزید بن ابی مریم، حبیب بن ابی ثابت، ابن ابی ملیکہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، سفیان ابن عیینہ، عبد الحمید بن عبد الرحمٰن وغیرہ نے روایت کی ہے [4]۔ مصعب بن سلام [5]، وکیع [6] اور ایک مجہول شخص کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں [7]۔

۸۲. شقیق بن ابراھیم البلخی (م ۱۵۳ ھ)

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے

"له كتاب فی الزهد" [8] (ان کی زھد کے بارے میں ایک کتاب ہے)۔

۸۳. عبد الرحمن بن یزید الأزدی (م۱۵۳ ھ)

آپ نے مکحول، زہری اور عطیۃ بن قیس سے روایت کی ہے اور آپ سے ان کے فرزند عبد اللہ، صدقۃ بن المبارک اور عمر بن عبد الوحید نے روایت کی [9]۔ امام بخاری نے ولید کا قول نقل کیا ہے

"كان عند عبد الرحمن كتاب سمعه وكتاب آخر لم يسمعه" [10]

عبد الرحمٰن کے پاس ایک کتاب تھی جس کا آپ نے سماع کیا تھا اور ایک دوسری کتاب تھی جس کا آپ نے سماع نہیں کیا تھا۔

۸۴. عمر بن ذر الھمدانی (م۱۵۳ ھ)

آپ نے سعید بن جبیر، اپنے والد ذر اور ابی وائل سے روایت کی ہے اور آپ سے ابان بن ثعلب، ابو حنیفہ اور ابن عیینہ سے روایت کی ہے [11]۔ معروف بن حسان نے آپ سے ایک طویل نسخہ روایت کیا ہے [12]۔ سفیان بن سعید ثوری نے آپ سے احادیث لکھی تھیں [13]۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۲۰۹ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۳۳
② احمد بن حنبل، المسند، ص:۲/۲۲۸
③ ابن حبان، الثقات، ص:۳۰۷
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۳۰۴
⑤ ابن حنبل، العلل، ومعرفۃ الرجال، ص:۱۶۳
⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۱۵
⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۱۴ ◉ الذہبی، رجال ابن اسحاق، ص:۱۱
⑧ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۱۸۸
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۹۷
⑩ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۳/۳۶۵ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۱۷۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۵۹۹
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۴۴۳
⑫ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۱۴۳
⑬ ابن الجعد، مسند، ص:۳۳۳

۸۵. معمر بن راشد الأزدی (م ۱۵۳ ھ)

آپ نے ثابت البنانی قتادۃ اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے استاد یحییٰ بن ابی کثیر اور ابو اسحٰق' ایوب نے روایت کی ہے①۔ آپ نے احادیث لکھیں اور کتب تصنیف کیں۔ ابن الندیم کا قول ہے۔

"وله من الكتب كتاب المغازی"② (آپ کی کتب میں سے کتاب المغازی ہے)۔

اسی طرح آپ کی کتاب ''التفسیر''③ اور ''الجامع'' کے نام سے مشہور ہے④۔

درج ذیل حضرات کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ عبداللہ بن المبارک⑤

۲۔ رباح: عبدالرزاق کا قول ہے: ''مجھے رباح نے بتایا کہ انہوں نے معمر کی کتاب، جو ابوبکر سے مروی ہے، میں پایا⑥۔

۳۔ عبدالرزاق: آپ کا قول ہے کہ ''میں نے معمر سے دس ہزار احادیث لکھی ہیں⑦۔

۴۔ مطرف بن مازن⑧

۵۔ ہشام بن یوسف⑨

۶۔ یحییٰ بن الیمان: معمر نے بیان کیا ہے۔ ''ایک مرتبہ میں یحییٰ بن الیمان کے ہاں ان سے احادیث سننے کی غرض سے گیا میں نے انہیں احادیث بیان کرنا شروع کر دیں جب میں واپس جانے لگا تو مجھے کہنے لگے میرے لئے فلاں فلاں حدیث لکھو میں نے کہا اے ابو نصر آپ حدیث کی کتابت کو مکروہ نہیں جانتے ہیں۔؟ کہنے لگے انہیں لکھ لو اگر تم نے انہیں لکھا نہیں گویا تم نے انہیں ضائع کر دیا یا تم نے غلطی کی ہے⑩۔

۸۶. ثور بن یزید الکلاعی الکندی (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے مکحول' رجا اور عطاء سے روایت کی ہے، اور آپ سے صفوان بن عیسیٰ' الخریبی، سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے⑪۔ آپ کے پاس احادیث لکھی ہوئی تھیں جنہیں سفیان ثوری⑫، اہل عراق⑬، اور یحییٰ بن سعید القطان نے لکھی تھیں⑭۔

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۱۵۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۴۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۲۵۶
② ابن الندیم، الفہرست، ص:۹۴ ③ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۷۷ ④ الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ، ص:۴۱ ◉ ابن الندیم، الفہرست، ص:۱۲۹
⑤ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۷۷ ⑥ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۳/۲۵۳ ⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۱۵ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۷۱
⑧ ابن حبان، المجروحین، ص:۴۴ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۳۱۴ ⑨ ابن حبان، المجروحین، ص:۴۳ ◉ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۸۸
⑩ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۵ ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۳۵ ⑫ ابن حبان، الثقات، ص:۴۲۰ ◉ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، ص:۱۴۳
⑬ ابن حبان، الثقات، ص:۴۲۰ ◉ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص:۱۸۱ ⑭ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۹۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۳۳

۸۷. سالم بن عبداللہ الخیاط البصری (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے حسن بصری، عطاء، ابن ابی ملیکۃ اور دوسرے اصحاب سے روایت سے کی ہے اور آپ سے ولید بن مسلم، زہیر بن محمد اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے (۱)۔ زہیر بن محمد الخراسانی (۲) اور الولید نے آپ سے ایک ''نسخہ'' روایت کیا ہے (۳)۔

۸۸. سعید بن ابی عروبہ (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے قتادہ، نضر بن انس اور حسن بصری سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش شعبۃ اور عبد الاعلیٰ نے روایت کی ہے (۴)۔ مسند احمد اور دوسری کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قتادہ سے احادیث لکھیں اور آپ کے پاس قتادہ سے منقول شدہ کتب حدیث تھیں (۵)۔ آپ کے بارے میں منقول ہے:

"هو أول من صنف الأبواب بالبصرة" (۶) (بصرہ میں آپ نے سب سے پہلے تصنیف کیے)۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں ''وله مصنفات كثيرة'' (۷) (اور ان (سعید بن ابی عروبہ) کی بہت سی تصنیفات ہیں)۔

سعید بن ابی عروبہ کی بہت زیادہ کتب تھیں جن میں سے تفسیر القرآن (۸)، کتاب السنن (۹)، کتاب المناسک (۱۰)، کتاب النکاح (۱۱)، کتاب الطلاق قابل ذکر ہیں (۱۲)۔ آپ اپنے تلامذہ کو املاء بھی کروایا کرتے تھے (۱۳)۔ اور عبدالوہاب آپ کی املاء لکھا کرتے تھے (۱۴)۔

ابراہیم بن صدقہ (۱۵)، اسماعیل بن ابراہیم (۱۶)، ابن ابی عدی (۱۷)، روح بن عبادۃ (۱۸)، صدقہ بن عبداللہ السمین (۱۹)، عبدالاعلیٰ الشامی (۲۰)، عبد الوھاب بن عطاء الخفاف (۲۱)، عمر بن حماد بن سعید (۲۲)، عمران القصیر (۲۳)، غندر (۲۴)، مسلم بن ابراہیم (۲۵) اور مغیرہ بن موسیٰ البصری کے پاس آپ کی حدیث لکھی ہوئیں تھیں (۲۶)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۹/۳ (۲) ابن عدی، الکامل، ص: ۳۰/۳ (۳) ابن عدی، الکامل، ص: ۳۰/۳ (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۵/۴

(۵) ابن عدی، الکامل، ص: ۳۰/۳ (۶) الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۷۷/۱ ⊙ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۹/۳ ⊙ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۵۱/۲

(۷) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۵۱/۲ (۸) ابن حنبل، العلل، ومعرفۃ الرجال ص: ۱۶۶ (۹) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۲۷

(۱۰) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۵۱/۲ (۱۱) ابن حجر، فتح الباری، ص: ۳۶۳/۹ (۱۲) ابن المدینی، العلل، ص: ۹۲/۱ (۱۳) ابن المدینی، العلل، ص: ۴۱۲/۱

(۱۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۲/۱۱ (۱۵) ابن المدینی، العلل، ص: ۹۲/۱ (۱۶) ابن المدینی، العلل، ص: ۴۱۲/۱ (۱۷) ابن المدینی، العلل، ص: ۴۱۲/۱

(۱۸) ابن حنبل، المسند، ص: ۱۰/۵ ⊙ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۶۶

(۱۹) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴۲۹/۲ ⊙ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۱۰/۲ (۲۰) ابن عدی، الکامل، ص: ۳۹/۳

(۲۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷۶/۷ ⊙ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۹/۳ ⊙ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۲/۱۱ ⊙ احمد بن حنبل، المسند، ص: ۲۳۲/۳

(۲۲) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۵۳ (۲۳) الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۴۳ ⊙ الخطیب، تقیید العلم، ص ۱۱۳

(۲۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۵/۴ ⊙ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۸/۳ ⊙ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۸/۳

(۲۵) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۵۲/۲ ⊙ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۸/۳

(۲۶) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۶۶/۳ ⊙ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۳۰/۳

۸۹. صفوان بن عمرو الضبی الصغیر (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے علی بن عیاش، بشیر بن شعیب اور عبدالوہاب سے روایت کی ہے اور آپ سے نسائی، محمد بن عبداللہ اور مکحول نے روایت کی ہے①۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے۔

"ایک دفعہ نعیم بن حماد نے بقیہ بن الولید سے صفوان کی کتاب طلب کی۔ تو بقیہ نے کہا یہ لیجئے! صفوان کی کتاب②"

۹۰. عمر بن ابراهیم العبدی (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے قتادۃ، مطر الوراق اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے ان کے بیٹے خلیل اور عباد بن عوام، عبدالصمد بن عبدالوارث نے روایت کی ہے③۔

عبدالصمد کا قول ہے: "عمر بن ابراہیم نے ایک مرتبہ ہمارے سامنے تختی پر لکھی ہوئی ایک کتاب نکالی④"۔

۹۱. قرۃ بن خالد السدوسی (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے محمد بن سیرین، حمید بن حلال اور حسن سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، یحییٰ بن سعید اور ابن مہدی نے روایت کی ہے⑤۔ امام حاکم نے بیان کیا ہے کہ "علی ابو نصر کے پاس قرۃ بن خالد السدوسی سے روایت کردہ ایک کتاب تھی⑥۔

امام شعبہ کا قول ہے۔

"أنظروا عمن تكتبون، أكتبوا عن قرة بن خالد و سليمان بن المغيرة"⑦

جن لوگوں سے تم احادیث لکھتے ہو انہیں دیکھ بھال لیا کرو۔ تم قرۃ بن خالد اور سلیمان بن المغیرۃ سے احادیث لکھا کرو۔

۹۲. کثیر بن عبدالله المدنی (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے اپنے والد عبداللہ، محمد بن کعب اور نافع سے روایت کی ہے اور آپ سے یحییٰ بن سعید، ابو اویس اور عبداللہ بن وھب نے روایت کی ہے⑧۔ ابن حبان نے بیان کیا ہے۔

"روى عن أبيه عن جده بنسخة موضوعة لايحل ذكرها فى الكتب" ⑨

آپ نے اپنے باپ اور دادا سے ایک موضوع نسخہ روایت کیا ہے۔ جس کا کتب میں ذکر کرنا جائز نہیں۔

امام حاکم کا قول ہے کہ "آپ نے اپنے باپ اور انہوں نے ان کے دادا سے ایک نسخہ روایت کیا ہے۔ جس میں منکر روایات

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۹/۳
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۷۵/۱
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۲۵/۷
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۲۶/۷
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۱/۸
⑥ الحاکم، المستدرک، ص: ۱۹۱/۱
⑦ ابن حبان، المجروحین، ص: ۲۷
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۲۱/۸
⑨ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۹۱

ہیں"①۔امام مالک کا بیان ہے۔"کثیر بن عبداللہ المزنی نے میری طرف اپنے باپ دادا سے روایت کردہ ایک حدیث لکھ کر بھیجی"②

ان مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے۔کہ آپ کے پاس حدیث کا ایک نسخہ تھا اگرچہ وہ درجے کا نہیں تھا جسے بغیر کسی تحقیق کے بیان کیا جائے۔

۹۳. محمد بن عبید الله العزرمی (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے عطاء نافع اور مکحول سے روایت کی ہے، اور آپ سے خود آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور شعبہ ثوری نے روایت کی ہے③۔ ابن سعد ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"كان قد سمع سماعا كثيرا و كتب و دفن كتبه فلما كان بعد ذلك حدث وقد ذهبت كتبه فضعف الناس حديثه لهذا المعنى"④

انہوں (محمد بن عبید اللہ) نے علم حدیث کا سماع بہت زیادہ کیا اور (احادیث) لکھی اور آپ نے اپنی کتب دفن کر دی۔اس کے بعد جب آپ حدیث بیان کرتے تو لوگ آپ کی احادیث کو ضعیف قرار دیتے (کیونکہ آپ کے پاس کتب نہ تھیں)۔

آپ کے بیٹے اور بھتیجے نے ان سے ایک نسخہ روایت کیا ہے⑤۔

۹۴. مسعر بن کدام (م ۱۵۵ ھ)

آپ نے ابوبکر بن عمارۃ، عطاء اور عبدالجبار بن وائل سے روایت کی ہے اور ان سے اسحٰق، سلیمان التیمی، شعبہ اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے⑥۔آپ کے پاس حدیث کی ایک کتاب تھی جو درج ذیل اصحاب کے پاس تھی۔

۱۔ابونعیم: ابن نفیل الحرانی کہتے ہیں کہ"ابوقتادۃ نے مجھے ابونعیم کی کتاب، جسے انہوں نے مسعر سے روایت کیا، دی"⑦

۲۔حفص بن غیاث: ابن ابی حاتم، محمد بن عبدالعزیز الدینوری سے روایت کرتے ہیں:

"كتب عن ابى أحاديث عمر بن حفص بن غياث عن أبيه عن مسعر....."⑧

انہوں نے میرے والد سے عمر بن حفص بن غیاث کی احادیث لکھیں۔ جسے انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے مسعر سے روایت کی ہیں۔

۳۔ محمد بن بشیر: آپ کا قول ہے: "كان عند مسعر نحو ألف حديث فكتبتها سوى عشرة"⑨

مسعر کے پاس تقریباً ایک ہزار احادیث تھیں دس احادیث کے علاوہ جنہیں میں نے لکھ لیا تھا

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۴۵۳ ② الخطیب، الکفایہ، ص:۳۳۳ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۳۲۳

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۲۵۵ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۱۹۸ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۳۷

◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۶۳۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۳۲۳

⑤ ابن عدی، الکامل، ص:۳/۲۸ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۱۱۳ ⑦ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۱۹۲

⑧ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۸ ⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۶۹

۴۔ محمد بن عبید: ابن المدینی کا قول ہے:

"أعطانا محمد بن عبيد كتابه عن مسعر فنسخناه"①

محمد بن عبید نے ہمیں اپنی کتاب جسے انہوں نے مسعر سے روایت کی ہے۔ جسے ہم نے لکھ لیا۔

۵۔ قاسم بن غصن: ابن عدی نے بیان کیا ہے:

"روى عنه بنسخة مستقيمة"② (انہوں (قاسم) نے مسعر سے ایک مستقیم نسخہ روایت کیا ہے)۔

۹۵. ابن ابی ذئب محمد عبد الرحمن (م ۱۵۸ ھ)

آپ نے مغیرہ، حارث بن عبد الرحمٰن اور عبد اللہ بن سائب سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، معمر اور سعد بن ابراہیم نے روایت کی ہے③۔ ابن الندیم نے آپ کی بہت سی کتب گنوائی ہیں۔

"له من الكتب كتاب السنن ويحتوى على الفقه مثل صلاة وطهارة وصيام وزكاة ومناسك وغير ذلك"④

آپ کی بہت سی کتب ہیں جن میں سے کتاب السنن ہے جو فقہ پر مشتمل ہے مثلاً نماز، طہارت، روزے، زکوۃ، حج وغیرہ۔

خطیب بغدادی نے آپ کی ایک کتاب "الموطا" بھی بیان کی ہے⑤۔ ڈاکٹر الأعظمی رقمطراز ہیں "لیکن یہ واضح نہیں کیے کیا یہ "الموطا" وہی "کتاب السنن" جس کا تذکرہ ابن الندیم نے کیا ہے، یا کوئی دوسری کتاب ہے"⑥۔ تاہم حمیدی نے بھی ابن ابی ذئب کی "موطا" کا تذکرہ کیا ہے⑦۔ جبکہ علامہ الذہبی کا بیان ہے:

"كان يحفظ حديثه ولم يكن له كتاب"⑧ (آپ کو اپنی احادیث یاد تھیں آپ کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ روح بن عبادة⑨

۲۔ عبداللہ بن سلمۃ الأفطس⑩

۳۔ عبداللہ بن نافع⑪

۴۔ عبدالوھاب بن الخفاف⑫

۵۔ الیث بن سعد⑬

۶۔ یحییٰ بن سعید⑭

---

① ابن حنبل، العلل ومعرفة الرجال، ص:۱۲۹

② ابن عدی، الکامل، ص:۳/۳

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۳۰۶

④ ابن الندیم، الفہرست، ص:۲۲۵

⑤ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص۱۸۸أ

⑥ الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص:۱/۳۰۶

⑦ الحمیدی، جذوة المقتبس، ص:۳۳۳

⑧ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص:۱/۱۷۳

⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۸/۴۰۳

⑩ ابن ابی حاتم، تقدمة الجرح والتعدیل، ص:۲۲۸

⑪ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، حدیث نمبر۲۰۴۲، ص:۲۹۵

⑫ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۱۰۹

⑬ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۸۶؛

⑭ الرازی، تقدمة الجرح والتعدیل، ص:۲۲۸

⊛ ابن الجعد، المسند، ص:۳۷۶

۹۶. الأوزاعی عبد الرحمان بن عمرو (م۱۵۸ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح، قاسم بن مخیمرۃ، یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، ابن المبارک، یحییٰ بن سعید القطان وغیرہ نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ بہت سی کتب کے مؤلف تھے (۲)، عبدالرزاق بیان کرتے ہیں

"صنف الأوزاعی حین قدم علی یحییٰ بن ابی کثیر کتبه" (۳)

اوزاعی جب یحییٰ بن ابی کثیر کے پاس آئے تو آپ نے بہت سی کتب تصنیف کیں۔

ولید بن مسلم کا قول ہے:

"کان الأوزاعی یعطی کتبه اذا کان فیها لحن لمن یصلحها" (۴)

اوزاعی اپنی کتب کی غلطیاں درست کروانے کے لئے دیا کرتے تھے

ابو مسہر، عباس بن الولید سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں

"لقد حرصت علی جمع علم الأوزاعی، حتی کتبت عن اسماعیل بن سماعة ثلاثة عشر کتاباً حتی لقیت أباك فوجدت عنده علما لمن یکن عند القوم" (۵)

مجھے اوزاعی کے علم کو جمع کرنے کی حرص ہوئی۔ میں نے اسماعیل بن سماعۃ سے تیرہ کتب لکھیں یہاں تک کہ میری ملاقات تمھارے باپ (یعنی اوزاعی) سے ہوئی میں نے ان کے پاس اتنا زیادہ علم پایا جتنا ایک جماعت کے پاس بھی نہیں تھا۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابو حفص التنیسی (۶)
۲۔ اسماعیل بن عبداللہ بن سماعۃ (۷)
۳۔ صدقۃ بن عبداللہ بن السمین (۸)
۴۔ ابو اسحاق الفزاری (۹)
۵۔ عمر بن عبدالواحد (۱۰)
۶۔ عمرو بن ھاشم البیروتی (۱۱)
۷۔ محمد بن کثیر المصیصی (۱۲)
۸۔ الولید بن یزید (۱۳)
۹۔ الولید بن مسلم الدمشقی (۱۴)
۱۰۔ ایک مجہول شخص (۱۵)

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۳۸ (۲) الخطیب، الکفایہ، ص:۳۵۵ ◉ ابن الندیم، الفہرست، ص:۳۲۷ ◉ الرازی، مقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳۱۷
(۳) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۴۹ (۴) الخطیب، الکفایہ، ص:۳۵۵ (۵) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۲۹ (۶) الخطیب، الکفایہ، ص:۲۹۷، ۳۲۳
(۷) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۲۹ ◉ الحاکم، المدخل، ص:۳۳ (۸) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۳۱۰ (۹) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۷۸
(۱۰) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۱۲۲ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص:۱۵۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۴۷۹
(۱۱) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۲۶۸ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۲۹۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۱۱۲
(۱۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۶۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۱۹
(۱۳) الخطیب، الکفایہ، ص:۳۰۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۱۵۱ ◉ الرازی، مقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۰۵، ۳/۲۹، ۴/۱۸
(۱۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۱۷ (۱۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۳۳۲

۹۷. حیوۃ بن شریح (م ۱۵۸ ھ)

آپ نے ربیعہ بن یزید' عقبہ بن مسلمہ' یزید بن ابی حبیب سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن المبارک' ابن وھب' ابو عاصم وغیرہ نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ خلف بن تمیم کا بیان ہے:

''میں حیوۃ بن شریح کے پاس آیا اور ان سے سوال کیا، تو انہوں نے ایک کتاب نکالی۔ اور کہا جاؤ! اس سے نقل کرو اور مجھ سے روایت کرو۔ میں نے کہا: ہم تو سماع کے بغیر روایت قبول نہیں کرتے۔ کہنے لگے تمھارے علاوہ بھی ہم ایسا ہی کرتے ہیں، اگر چاہو تو روایت کر لو یا پھر چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے ان سے روایت کرنی چھوڑ دی'' (۲)۔

حافظ ابن حجر نے سعید بن ابی مریم کا قول نقل کیا ہے:

"كان حيوة بن شريح أوصى بكتبه الیٰ وصى...... (۳)

حیوۃ بن شریح نے ایک وصی کو اپنی کتب کی وصیت کی تھی۔

۹۸. زفر بن هذيل (م ۱۵۸ ھ)

آپ نے حجاج بن اَرطاۃ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابونعیم' حسان بن ابراہیم' اکثم بن محمد نے روایت کی ہے (۴)۔ آپ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں (۵)۔ امام حاکم کے قول کے مطابق شداد بن حکیم بلخی اور محمد بن مزاحم مروزی کے پاس آپ کا ''نسخہ'' تھا (۶)۔

۹۹. عبيد الله بن ابى الزناد الشامى (م۱۵۸ ھ)

آپ نے امام زہری سے بہت زیادہ علم حاصل کیا (۷)۔ علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں:

" حمل عنه الكتب ولده ابومنيع يوسف و حفيده حجاج بن ابى منيع قال حجاج أنا كنت أحمل إليه الكتب من البيت فيقرأها على الناس" (۸)

آپ کے بیٹے ابومنیع یوسف اور پوتے حجاج بن ابی منیع کے پاس آپ کی کتب تھی حجاج کا کہنا ہے۔ میں آپ کے گھر سے کتب لے جاتا اور لوگوں کو پڑھ کر سناتا تھا۔

۱۰۰. كثير بن زيد الأسلمى (م۱۵۸ھ)

آپ نے عمر بن عبدالعزیز' ربیح بن عبدالرحمٰن اور سالم بن عبداللہ سے روایت کی ہے اور آپ سے مالک بن انس' سلیمان بن

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۷۰ (۲) الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۱۵ (۳) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴۸
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۵/۵ (۵) النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۹۷/۱ (۶) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۷۱/۲
(۶) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۳ (۷) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۳۶/۶ (۸) الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۳۶/۶

بلال اور حماد بن زید نے روایت کی ہے[1]۔ ابن عدی کا قول ہے۔

"تروی عنه نسخ و لم أر به بأساً"[2]

آپ سے بہت سے نسخے مروی ہیں، جنہیں روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۰۱. حسین بن واقد المروزی (م ۱۵۹ھ)

آپ نے عبداللہ بن بریدۃ، ثابت البنانی اور ثمامہ بن عبداللہ سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش فضل بن موسیٰ اور زید بن الحباب نے روایت کی ہے[3]۔ ابن الندیم نے بیان کیا ہے۔ "له كتاب التفسير"[4] (آپ کی تفسیر کی کتاب ہے)۔

ابن حجر نے ان کی ایک اور کتاب "الناسخ والمنسوخ" کا تذکرہ کیا ہے[5]۔

۱۰۲. عکرمہ بن عمار العجلی (۱۵۹ھ)

آپ نے ہرماس بن زیاد، ایاس بن سلمہ اور سالم بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ آپ سے شعبۃ، سفیان ثوری اور وکیع نے روایت کی ہے[6]۔ ابن حبان اور الفسوی نے بیان کیا ہے۔

"کا ن ثقيل ا لکتاب"[7] (آپ کی بہت بوجھل کتاب (یعنی بڑی کتاب) تھی)۔

بشر بن السری[8]، سفیان الثوری[9]، اور فضل بن الربیع کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھی[10]۔

۱۰۳. یونس بن یزید الایلی (م ۱۵۹ھ)

آپ نے اپنے بھائی ابی علی اور نافع، ھشام بن عروۃ سے روایت کی ہے اور آپ سے جریر، عمرو بن الحارث اور اوزاعی نے روایت کی ہے[11]۔ حافظ ابن حجر اور ابن ابی حاتم نے ابن المبارک کا قول بیان کیا ہے۔

"کان ابن المبارك يقول "کتابه صحیح"[12] (ابن مبارک کہا کرتے تھے آپ کی کتاب صحیح ہے)۔

ابن المبارک[13]، شبیب بن سعید التمیمی[14] اور عنبسۃ بن خالد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں[15]۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۱۳
(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۱۳
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳۷۴
(۴) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۳
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳۷۴
(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۶۱
(۷) ابن حبان، الثقات، ص: ۲۵۲ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/۲۳۲
(۸) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/۴۵۸ ◉ السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۱۳ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۲/۳۲
(۹) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/۴۵۸ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۱۷
(۱۰) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲/۴۵۸
(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۴۵۲
(۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۴۵۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۳۸ ◉ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۳۳
(۱۳) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۳۳
(۱۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳۰۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۳۵۹
(۱۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۱۵۴

۱۰۴. أبان بن يزيد العطاء (م ۱۶۰ هـ)

آپ نے عمرو بن دینار، قتادۃ، یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مبارک، قطان اور مسلم بن ابراہیم نے روایت کی ہے①۔ الفسوی نے بیان کیا ہے:

"اجتمع جماعة عند موسىٰ بن اسماعيل، وزاحم بعضهم بعضاً ومع كل واحدمنهم أحاديث من أحاديث أ بان العطاء "②

موسیٰ بن اسماعیل کے پاس ایک جماعت جمع تھی اور بہت بھیڑ تھی ان میں سے ہر ایک پاس أبان العطاء کی احادیث تھیں۔

۱۰۵. ابراهيم بن ذى حماية (م ۱۶۰ هـ)

آپ صاحب نسخہ تھے۔ ابن عدی نے بیان کیا ہے۔

"الجراح بن مليح البهرانى كان عنده نسخة لإبراهيم بن ذى حماية"③

جراح بن ملیح البھرانی کے پاس ابراھیم بن ذی حمایہ کا ایک ''نسخہ'' تھا۔

۱۰۶. اسرائيل بن يونس السبيعى (م ۱۶۰ هـ)

آپ نے حسن بصری، ابی حازم اور محمد بن سیرین نے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن عیینہ اور حسن بن علی نے روایت کی ہے④۔ خطیب بغدادی اور ابن حجر نے بیان کیا ہے:

"كان يحفظ أحاديث جده ابى اسحاق كأنها سورة من القرآن"⑤

آپ کو اپنے دادا ابو اسحاق کی احادیث قرآن کریم کی سورتیں کی طرح یاد تھیں۔

آپ کے دادا ابو اسحاق آپ کو اپنی احادیث املاء بھی کروایا کرتے تھے⑥۔ آپ کے دادا کو آپ کی کثرت کتب کی شکایت دی گئی۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے:

"ماترك لنا اسرائيل كوة ولا سفطًا الا دحسها كتباً"⑦

اسرائیل نہ ہمارے لیے نہ تو کوئی ٹوکری اور نہ ہی روشن دان چھوڑا مگر انہیں کتب سے بھر ڈالا۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۰۱ ② الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۸۱ ③ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۲۳

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۲۶۲ ⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۲۶۲

⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۳۳۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۲۶۲ ⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۲

ابن حنبل کا قول ہے:

"اسرائیل أحب إلیّ من یونس فی ابی اسحاق لأنه صاحب کتاب"①

ابو اسحاق کی اولاد میں سے اسرائیل میرے نزدیک یونس سے زیادہ پسندیدہ ہیں کیونکہ وہ صاحب کتاب ہیں۔

حجین بن المثنی② اور یحییٰ بن آدم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں③۔

۱۰۷. ایوب بن عتبه الیمامی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے یحییٰ بن ابی کثیر، عطاء اور قیس بن طلق سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو داؤد، اسود بن عامر اور محمد بن الحسن نے روایت کی ہے④۔ سلیمان بن الأشعث کا بیان ہے۔

"ایوب بن عتبة کان صحیح الکتاب..."۔⑤

ایوب بن عتبہ کے پاس صحیح کتاب تھی۔

ابو حاتم کہتے ہیں:

"...قدم بغداد و لم یکن معه کتبهٔ، فکان یحدث من حفظه علی التوهم فیغلط، و أما کتبه فی الاصل فهی صحیحة"⑥

آپ بغداد تشریف لائے اور آپ کے پاس اپنی کتب نہیں تھیں آپ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کیا کرتے تھے۔ جس میں وہم کی بناء پر غلطی سرزد ہو جاتی تھی اور اصل میں آپ کی کتب صحیح تھیں۔

۱۰۸. بحر بن کنیز الباهلی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے حسن بصری قتادہ اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، کناہ اور ابن عیینہ نے روایت کی ہے⑦۔ حارث بن مسلم⑧، عمر بن سہیل⑨، محمد بن مصعب القرقسانی⑩ اور یزید بن زریع کے پاس آپ کی احادیث لکھیں ہوئی تھیں⑪۔

---

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۳/۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۲/۱

② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۱/۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۱۰/۱

③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۱/۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۲/۱

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۰۸/۱

⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴/۷

⑥ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۵۳/۱ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳/۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۰۹/۱

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۸/۱

⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۸/۱

⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۸/۱

⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۸/۱

⑪ الخزرجی، خلاصہ تہذیب، ص: ۳۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۸/۱

۱۰۹. بحیر بن سعد السحولی الحمصی (م۱۶۰ھ)

آپ نے خالد بن معدان اور مکحول سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن عیاش' بقیہ بن الولید اور ثور بن یزید نے روایت کی ہے (۱)۔ بقیہ کا کہنا ہے۔

"لما قرأت على شعبة أحاديث بحير بن سعد قال يا أبا أحمد لو لم أسمعها منك لطرت" (۲)

جب میں نے بحیر بن سعد کی احادیث شعبہ کے سامنے پڑھی تو کہنے لگے اے ابو احمد اگر میں تم سے یہ احادیث نہ سنتا تو..........

نیز ان کا قول ہے۔

" استهداني شعبة بن الحجاج أحاديث بحير بن سعد فبعثت بها إليه فمات شعبة و لم تصل إليه " (۳)

شعبہ بن الحجاج نے مجھ سے بحیر بن سعد کی احادیث حدیثہ طلب فرمائی چنانچہ میں نے ان کی طرف یہ احادیث ارسال کیں لیکن شعبہ کی موت تک یہ احادیث ان تک نہ پہنچ سکیں۔

۱۱۰. دائود بن نصیر الطائی (۱۶۰ھ)

آپ نے عبدالملک بن عمیر' اسماعیل بن ابی خالد اور حمید الطویل سے روایت کی ہے اور آپ سے عبداللہ بن ادریس' ابن عیینہ اور وکیع نے روایت کی ہے (۳)۔ آپ کے پاس کتب تھیں جنہیں بعد میں آپ نے دفن کر دیا۔

امام ابوداؤد کا قول ہے:

" دفن داؤد الطائي كتبه " (۵) (داؤد الطائی نے اپنی کتب دفن کر ڈالی تھیں)۔

نیز ابن حبان کا قول ہے:

" دفن داؤد كتبه و لزم العبادة" (۶)

داؤد نے اپنی کتب دفن کر ڈالیں اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔

۱۱۱. ربیع بن صبیح السعدی ابوبکر البصری (م۱۶۰ھ)

آپ نے حسن بصری' حمید الطویل اور یزید الرقاشی سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' ابن مبارک اور ابن مسدی نے روایت کی ہے (۷)۔ آپ نے بصرہ میں سب سے پہلے کتب تصنیف کی تھیں۔ رامہرمزی کا قول ہے۔

---

(۱) الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص:۳۶
(۲) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۱۶۸
(۳) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۳۳۲
(۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۴۱۲
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۰۳
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۰۳
(۶) ابن حبان، الثقات، ص:۶/۴۵۶
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۴۷

"إنه أول من صنف بالبصرة"(1) (انہوں (ربیع) نے بصرہ میں سب سے پہلے کتب تصنیف کی تھیں)۔

۱۱۲. زائدہ بن قدامۃ ابو الصلت الثقفی (م۱۶۰ھ)

آپ نے حسن بصریؒ اور نافع سے روایت کی ہے اور آپ سے معاویہ بن عمر الازدی نے روایت کی ہے (2)۔

ابن ابی حاتم کا قول ہے۔

"زائدہ بن قدامة ثقة......وكان عرض حديثه على سفيان الثورى" (3)

زائدہ بن قدامہ ثقہ ہیں..............انہوں نے اپنی احادیث سفیان ثوری پر پیش کیں۔

سفیان ثوری کتابت حدیث میں آپ کی راہنمائی کیا کرتے تھے (4)۔

ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں۔

۱۔ کتاب السنن ۲۔ کتاب القراءت

۳۔ کتاب التفسیر ۴۔ کتاب الزھد

۵۔ کتاب المناقب (5)

معاویۃ بن عمرو الأزدی نے زائدہ کی کتب وتصنیفات روایت کی ہیں (6)۔

۱۱۳. سعید بن عبداللہ بن جریج (م۱۶۰ھ)

آپ نے نافع، محمد بن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش، عزرہ بن ثابت اور حوشب بن عقیل نے روایت کی ہے (7)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی جسے آپ نے حوشب بن عقیل کی طرف ارسال کر دی تھی (8)۔

۱۱۴. سلیمان بن قرم التیمی (م۱۶۰ھ)

آپ نے عطاء، اعمش اور سماک سے روایت کی ہے اور آپ سے ثوری، ابو الجواب اور حسین بن محمد نے روایت کی ہے (9)۔

آپ کے پاس کتب تھیں۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

"سليمان من أصحاب الكتب"(10) (سلیمان صاحب کتب تھے)۔

---

(1) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۷۸ — ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۴۱ — ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۲۸

(2) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۰۷ — (3) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۶۱۳ — (4) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۷۸

(5) ابن الندیم، الفہرست، ص:۲۲۶ — (6) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۸۲ — (7) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۵۱

(8) ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۰۱ — (9) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۱۳ — (10) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۴/۲۱۳

۱۱۵. شعبة بن الحجاج الأزدی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے ابان بن ثعلب، ابراہیم بن عامر اور ابراہیم بن محمد سے روایت کی ہے اور آپ سے ایوب، اعمش اور سعید بن ابراہیم نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس منصور بن المعتمر کی کتاب تھی (۲)۔ نیز آپ یعلی بن عطاء سے حدیث لکھا کرتے تھے (۳)۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے:

"کان شعبة یحفظ لم یکتب إلا شیأ قلیلاً" (۴)

شعبہ حفظ کیا کرتے تھے بہت کم لکھا کرتے تھے۔

اس قول کے بارے میں ڈاکٹر الاعظمی تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"و یحمل هذا الکلام علیٰ أن کتاباته کانت قلیلة بالنسبة لما کان متعارفاً علیه فی أیام الإمام أحمد" (۵)

یہ کلام (امام احمد بن حنبل کا) اس پر محمول کیا جائے گا کہ امام احمد کے وقت جو کتابت متعارف تھی اس کے مقابلہ میں ان (شعبہ) کی کتابت قلیل تھی۔

نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ امام احمد کا مذکورہ قول آپ کے قوت حافظہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ آپ اکثر احادیث زبانی ہی یاد کر لیتے اور انہیں لکھنے کی ضرورت کم پڑتی تھی۔ بہر حال اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے احادیث لکھیں اور آپ کے پاس ذخیرہ حدیث تحریری صورت میں موجود تھا۔ جسے بعد درج ذیل حضرات نے آپ سے نقل کیا۔

۱۔ ابن بزیع (۶)
۲۔ ابو داؤد الطیالسی (۷)
۳۔ ابو الولید الطیالسی (۸)
۴۔ آدم بن ابی ایاس (۹)
۵۔ اسماعیل (۱۰)
۶۔ بقیة بن الولید الحمصی (۱۱)
۷۔ بھز بن اسد (۱۲)
۸۔ حجاج بن محمد المصیصی الأعور (۱۳)
۹۔ حسین بن الولید النیسابوری (۱۴)
۱۰۔ خالد بن الحارث البصری (۱۵)

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۳۴۵ (۲) ابن حنبل، العلل و معرفة الرجال، ص: ۳/۳۰۴ (۳) ابن حنبل، العلل و معرفة الرجال، ص: ۲/۱۳۸

(۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۲۵۹ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۳۸ (۵) الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۲۶۸

(۶) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۱۳۲ (۷) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۲۵ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۳۰۳

(۸) الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۵۳ ◉ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۸۳ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۱

(۹) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۲۶۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۹۶ (۱۰) الرازی، تقدمہ الجرح والتعدیل، ص: ۱/۲۳۲

(۱۱) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۱۸۸ (۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۴۹۷ (۱۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸/۲۳۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۰۶

(۱۴) الحاکم، معرفة علوم الحدیث، ص: ۱۶۵ (۱۵) الرازی، تقدمہ الجرح والتعدیل، ص: ۲۳۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۳۴۵

۱۱۔ خارجۃ بن مصعب [۱]
۱۲۔ داؤد بن ابراهیم [۲]
۱۳۔ سعد بن ابراهیم [۳]
۱۴۔ عباد بن عباد [۴]
۱۵۔ عبدالرحمن بن مہدی [۵]
۱۶۔ عبداللہ بن عثمان [۶]
۱۷۔ علی بن الجعد [۷]
۱۸۔ علی النسائی [۸]
۱۹۔ عمر بن مرزوق الباھلی [۹]
۲۰۔ غندر [۱۰]
۲۱۔ قراد بن ابی نوح [۱۱]
۲۲۔ مالک بن سلیمان الھروی [۱۲]
۲۳۔ محمد بن ابی شیبۃ [۱۳]
۲۴۔ معاذ [۱۴]
۲۵۔ ھاشم بن القاسم [۱۵]
۲۶۔ وھیب [۱۶]
۲۷۔ یحیٰی بن سعید القطان [۱۷]

۱۱۶. صخر بن جویریه (م ۱۶۰ ھ)

آپ نے نافع' ابی رجاء اور عائشہ بنت سعید سے روایت کی ہے اور آپ سے ایوب السختیانی' ابوعمر بن العلاء اور حماد بن زید نے روایت کی ہے [۱۸]۔ آپ صاحب کتب تھے۔ یحیٰی بن سعید کا قول ہے۔

---

① ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص:۱۵۴ ② الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۴۰۷
③ ابن الجعد، المسند، ص:۹۳ ◉ الواسطی، تاریخ واسط، ص:۸۸ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۲۶۰
④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۱۰۳ ⑤ ابن عدی، الکامل، ص:۱/۳۶
⑥ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۶۳ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۲۶۳
⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۳۶۳، ۹/۲۵۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۹۶ ◉ ابن الجعد، المسند، ص:۱۹۳
⑧ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۲۶۸ ⑨ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۲۶۴
⑩ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۵۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۹۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۵۰۲
◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۱/۵۷ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۲۱۸ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۲۸۵
◉ ابن حنبل، المسند، ص:۳/۳۲۸-۵/۱۳۰-۲/۱۲۶
⑪ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۶۳ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۲۶۳ ⑫ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۵
⑬ الطبرانی، المعجم الصغیر، ص:۱/۱۰۳
⑭ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۳۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۲۵
⑮ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۱۶۷ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۳/۶۵ ⑯ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۳۲
⑰ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۳۸ ⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۱۰

"ذهب كتاب صخر فبعث إليه من المدينة" (١)

صخر کی کتاب ضائع ہوگئی تو مدینہ منورہ سے آپ کو کتاب بھیجی گئی تھی۔

نیز غندر کے پاس آپ کی کتاب کا ایک نسخہ تھا (٢)۔

۱۱۷. عاصم بن محمد العمری (م ۱۶۰ھ)

آپ نے محمد بن کعب القرظیؒ اپنے والد محمد العمری اور زید سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو اسحٰق الفزاریؒ ابن عیینہ اور یزید بن ہارون نے روایت کی ہے (٣)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے:

"عند سعد بن ابراهيم شيئ لم يسمعه يعقوب كتا ب عاصم بن محمد العمرى" (٤)

سعد بن ابراہیم کے پاس عاصم بن محمد العمری کی کتاب تھی جس کا سماع یعقوب نے نہیں کیا تھا۔

۱۱۸. عبدالأعلیٰ بن ابی المساور (م ۱۶۰ھ)

آپ نے ابو بردۃ الاشعری اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (٥)۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے:

"قدم ابو مسعود الجرار. و هو عبدالاعلیٰ. فنزل فی المخرم فكتبواعنه و لم ندركه نحن" (٦)

ابو مسعود الجرار یعنی عبدالاعلیٰ نے مخرم میں قیام کیا اور وہاں کے لوگوں نے آپ سے (احادیث) لکھیں اور ہمیں ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔

ابن مہدی کا قول ہے:

"حديث سفيان أحاديث اسرائيل عن عبدالأعلیٰ عن ابن الحنفية قال كانت من كتاب قلت يعنی أنها ليست بسماع" (٧)

سفیان نے اسرائیل کی احادیث بطریق عبدالاعلیٰ کے واسطہ سے بطریق ابن الحنفیہ کتاب سے بیان کیں میرا قول ہے کہ آپ نے یہ (احادیث) اسرائیل سے سنی نہیں تھیں۔

---

(١) ابن الجعد، المسند، ص:۳۰۲ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۳/۴۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۴۱۱
(٢) ابن حنبل، العلل و معرفة الرجال، ص:۱۳۳
(٣) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۵۷
(٤) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۳۳
(٥) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/۶۹
(٦) الرازی، تقدمة الجرح والتعدیل، ص:۷۱
(٧) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۱۲۷

۱۱۹. عبدالجبار بن الورد المخزومی (م ۱۶۰ ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح، ابن ابی ملیکۃ اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع، عبدالاعلیٰ اور حسن ربیع نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے:

"کان عند عبید بن ابی قرّۃ کتاب عن عبدالجبار بن الورد" (۲)

عبید بن ابی قرۃ کے پاس عبدالجبار بن الورد سے مروی ایک کتاب تھی۔

۱۲۰. عبدالرحمن بن عبدالله المسعودی (م ۱۶۰ ھ)

آپ نے قاسم بن عبدالرحمٰن، ابی اسحٰق السبیعی اور ابی اسحٰق الشیبانی سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری اور ابن عیینہ شعبہ اور جعفر بن عون سے روایت کی ہے (۳)۔ آپ اپنے دور کے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے اور آپ کے پاس کتب تھیں (۴)۔ جنہیں بعد میں درج ذیل حضرات نے نقل کیا۔

۱۔ ابوداؤد (۵)
۲۔ ابوقتیبۃ (۶)
۳۔ بشر بن مفضل (۷)
۴۔ خالد بن الحارث (۸)
۵۔ شعبۃ (۹)
۶۔ عثمان بن عمر (۱۰)
۷۔ معاذ بن معاذ (۱۱)

آپ اپنے تلامذہ کو املاء بھی کروایا کرتے تھے (۱۲)۔

۱۲۱. عبدالرزاق بن عمر الثقفی (م ۱۶۰ ھ)

آپ نے زہری، ربیعۃ اور اسماعیل بن ابی مہاجر سے روایت کی ہے اور آپ سے اسحٰق بن عقیل، صخرۃ بن ربیعۃ اور محمد بن

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۰۵ (۲) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۹۷
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۲۱۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۵۷۵
(۴) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۳۵ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴۰ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۲۱۹۔
(۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۲۸۱ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۲۳
(۶) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۲۱۹ ◉ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۲۳
◉ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۳۲ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۵۷۵
(۷) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۲۸۱ (۸) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۲۸۱ (۹) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۳۵
(۱۰) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۲۸۱ (۱۱) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۲۱۹ ◉ ابن الجعد، المسند، ص: ۲۵۰
(۱۲) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۲۱۹ ◉ ابن الجعد، المسند، ص: ۲۵۰

المبارک نے روایت کی ہے[1]۔ آپ کے پاس کتب تھیں۔

عقیلی کا قول ہے:

"ذهبت كتبه فخلط واضطرب"[2]

ان (عبدالرزاق) کی کتب ضائع ہونے کی وجہ سے انہیں اختلاط اور اضطراب ہونے لگا تھا۔

امام ابوداؤد کا بیان ہے:

"سرقت كتبه و كانت في خرج"[3] (ان کی کتب چوری ہوئیں جو کہ "تھیلی" میں تھیں)۔

۱۲۲. عبدالعزیز بن الحصین (م ۱۶۰ھ)

آپ نے زہریؒ سے روایت کی ہے اور آپ سے خالد بن مخلد نے روایت کی ہے[4]۔

خالد بن مخلد الکوفی نے آپ سے ایک نسخہ روایت کیا ہے[5]۔

۱۲۳. عثمان بن مقسم البری (م ۱۶۰ھ)

آپ نے نافع، قتادہ اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے عبداللہ بن مخلد نے روایت کی ہے[6]۔

آپ کے پاس ایک کتاب تھی[7]۔

امام ذہبی کا بیان ہے:

"إنه صنّف و جمع"[8] (انہوں نے احادیث جمع اور تصنیف کیں)۔

عبداللہ بن مخلد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئیں تھیں جنھوں نے بعدازاں انہیں تلف کر دیا[9]۔

۱۲۴. عمر بن قیس المکی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے نافع، قتادہ اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے اوزاعی ابن عیینہ اور ابن وهب نے روایت کی ہے[10]۔

خالد بن نزار نے آپ سے ایک ''نسخہ'' روایت کیا ہے[11]۔

۱۲۵. عیسیٰ بن ابی عیسیٰ ابو جعفر التمیمی (م ۱۶۰ھ)

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۳۰۹
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۳۱۰
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۳۱۰
④ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۶۲۷
⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۳۱۶
⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۵۸
⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۵۷
⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۵۶
⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۵۷
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۴۹۰
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۴۹۲
⑫ الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۳۸۳

آپ نے عطاء بن ابی رباح، قتادۃ سے روایت کی ہے اور آپ سے یونس بن عبید اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے[۱۳]۔آپ کا قول ہے۔

"لم أكتب عن الزهري لأنه كان يخضب بالسواد"[۱]

میں نے زہری سے احادیث نہیں لکھیں کیونکہ وہ سیاہی کا خضاب لگاتے تھے۔

ابوالنضر ھاشم بن القاسم نے آپ سے احادیث لکھی تھیں۔امام یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا۔

"أين كتب ابو النضر هاشم بن القاسم عن ابي جعفرالرازي ؟ قال كتب عنه ببغداد قدم عليهم للحج فسمع منه ابو النضر"[۲]

ابو النضر ھاشم بن القاسم نے ابو جعفر الرازی سے کہاں احادیث لکھیں تو انہوں نے کہا بغداد میں ان سے (احادیث) لکھیں پھر آپ حج کے لئے گئے تو وھاں پر ابوالنضر نے ان سے سماع بھی کر لیا۔

۱۲۶. محمد بن راشد المكحولي (م ۱۶۰ھ)

آپ نے مکحول شامی اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے[۳]۔

آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے:

"كان عند الوليد بن مسلم كتاب عن محمد بن راشد"[۴]

ولید بن مسلم کے پاس محمد بن راشد کی کتاب تھی۔

۱۲۷. حسن بن ابی جعفر (م ۱۶۱ھ)

آپ نے نافع، ابی الزبیر اور محمد بن جحادہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو داؤد الطیاسی، ابن مہدی اور یزید بن زریع نے روایت کی ہے[۵]۔عبدالرحمٰن بن مہدی نے آپ سے احادیث نقل کی تھیں۔ ابوبکر بن الاسود کا بیان ہے۔

"كنت أسمع الأصناف من خالي عبدالرحمن بن مهدي وكان في أصول كتابه (قوم) قدترك حديثهم منهم الحسن بن ابي جعفر و عباد بن صهيب وجماعة نحو هؤلاء ثم أتيته بعد ذلك بأشهر فأخرج إليّ كتاب الديات فحدثني عن الحسن بن ابي جعفر فقلت له أليس كنت ضربت على حديثه؟"[۶]

---

۱. ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۳/ ۵۷
۲. الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۱/ ۱۴۳
۳. ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/ ۱۶۰
۴. الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/ ۲۲۱
۵. ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/ ۲۶۰
۶. الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/ ۴۸۳
۶. ابن حبان، المجروحین، ص:۸۱

میں اپنے خالو عبدالرحمن بن مہدی سے مختلف قسم کی احادیث سنا کرتا تھا اور آپ کی کتاب میں ایسے لوگوں کی احادیث بھی تھیں جن کی احادیث کو ترک کردیا گیا تھا ان میں سے حسن بن ابی جعفر، عباد بن صہیب اور اس طرح کی ایک جماعت تھی چند ماہ بعد میں آپ کے پاس دوبارہ گیا تو انہوں نے مجھے کتاب الدیات دکھائی اور حسن بن ابی جعفر سے حدیث بیان کی تو میں نے کہا کیا آپ نے ان کی حدیث ترک نہیں کر ڈالی تھی؟

ڈاکٹر الاعظمی نے ابوبکر بن الاسود کے مذکورہ بالا قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

"ویبدو أن ابن مهدی لم یجد سببا لإسقاط عدالته فبدأیحدث عنه مرّة ثانیة"①

ظاہر ہوتا ہے کہ ابن مہدی کو ان (حسن بن ابی جعفر) کی عدالت کے ساقط ہونے پر کوئی سبب نہیں ملا چنانچہ انہوں نے دوبارہ آپ سے احادیث بیان کرنی شروع کردیں۔

۱۲۸۔ سفیان بن سعید الثوری (م ۱۶۱ھ)

آپ نے اپنے والد سعید بن مسروق، زبید بن حارث، حبیب بن ابی ثابت وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے عبداللہ بن المبارک، یحییٰ بن سعید القطان، ابن وہب وغیرہ نے روایت کی ہے②۔ آپ کی والدہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت زیادہ توجہ دی③۔ عکرمۃ بن عمار الیمامی نے آپ کو احادیث کی املاء کروائی جسے آپ نے قلمبند کرلیا تھا④۔ آپ لکھنے کے بعد مراجعہ کرلیا کرتے تھے⑤۔ اور بغیر مراجعہ کے کسی سوال کا جواب نہیں دیتے تھے⑥۔ آپ حدیث کو بہت احتیاط سے بیان کرتے تھے⑦۔ آپ نے بے شمار کتب جمع کرلی تھیں⑧۔ ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں۔

۱۔ الجامع الکبیر ۲۔ الجامع الصغیر ۳۔ الفرائض
۴۔ کتاب رسالۃ ۵۔ کتاب فی التفسیر⑨

آپ اپنے تلامذہ کی کتب کی تصحیح اور اصلاح بھی کرتے تھے⑩۔

---

① الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۲۳۰ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۶/۱ ③ السہمی، تاریخ جرجان، ص: ۴۴۹

④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۸/۱۳ ◉ ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۱۷۹

⑤ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۳۹ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۶۳

⑥ ابن الجعد، المسند، ص: ۲۳۸ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۱۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۶۱/۹

⑦ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۵ ⑧ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۸۰ ◉ ابن الجعد، مسند، ص: ۲۳۵

⑨ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۶۷ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۶۵/۹، ۱۲۲/۱۳ ⑩ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۳۱/۲

⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷۲/۷ ◉ ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۱۱۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۱۱/۱
◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۳۱/۲ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۱۲/۱۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵/۷

⑫ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۲۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۸۹/۲

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ عبید اللہ بن عبد الرحمٰن الاشجعی (۱۱)
۲۔ ابن ابی عثمان (۱۲)
۳۔ ابو مهران (۱)
۴۔ ابو نعیم (۲)
۵۔ حسین بن الولید النیسابوری (۳)
۶۔ خلف بن تمیم (۴)
۷۔ ربیع بن یحییٰ (۵)
۸۔ زائدہ (۶)
۹۔ عبد الرحمٰن بن مہدی (۷)
۱۰۔ عبد الرزاق الصنعانی (۸)
۱۱۔ عبد العزیز بن ابی عثمان (۹)
۱۲۔ عبد اللہ بن عمرو الموصلی (۱۰)
۱۳۔ عبد اللہ بن المبارک (۱۱)
۱۴۔ عبد اللہ بن الولید (۱۲)
۱۵۔ عتاب بن أعین (۱۳)
۱۶۔ غسان بن عبید الازدی (۱۴)
۱۷۔ الفریابی (۱۵)
۱۸۔ قبیصۃ (۱۶)
۱۹۔ محمد بن عبد اللہ بن الزبیر (۱۷)
۲۰۔ معافی بن عمران (۱۸)
۲۱۔ مصعب بن ماهان المروزی (۱۹)
۲۲۔ موسیٰ بن مسعود (۲۰)
۲۳۔ نوح بن میمون (۲۱)

---

(۱) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۵ (۲) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۳۱ (۳) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۵

(۴) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۷، ۷۶ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۷۰ ◉ الیحصبی، الالماع، ص:۱۳۶

(۵) الخطیب، الکفایہ، ص:۲۳۱ (۶) ابن الجعد، مسند، ص:۲۳۶ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۸۰

(۷) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۳۵۹ (۸) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۳۳

(۹) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۳۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۳۸۹

(۱۰) الازدی، تاریخ الموصل، ص:۳۰۶

(۱۱) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۵۶ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۱۳

(۱۲) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۵۲۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۷۰ ◉ البیہقی، السنن الکبریٰ، ص:۱/۷۹

(۱۳) الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص:۳/۲۱۷ (۱۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۳۲۷ (۱۵) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۱۲۰

(۱۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۱۲۰

(۱۷) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۵/۴۰۳ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۵۹۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۲۵۵

(۱۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۰۰ (۱۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۱۶۴ (۲۰) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۱۶۴

(۲۱) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۵ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۱۱۶

(۲۲) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۳۲۱ ◉ الفسوی، التاریخ، ص:۲/۲۳۱ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۴/۱۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۵۷

(۲۳) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۱۶۵ (۲۴) الفسوی، التاریخ، ص:۲/۲۳۱ (۲۵) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۶۶

(۲۶) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۸۰، ۲۳۶ ◉ ابن الجعد، مسند، ص:۲۳۵ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱/۵۴ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۶/۳۵۹

(۲۷) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۱۶۵، ۱۴/۱۲۲

۱۲۹. ابوبکر بن عبد الله بن ابی سبرة (م ۱۶۲ھ)

آپ نے زید بن اسلم، صفوان بن سلیم، عطاء اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے عبد الرزاق، سلیمان بن محمد بن سبرة وغیرہ نے روایت کی ہے[۱]۔ ابن جریج کے پاس آپ کی احادیث لکھیں ہوئی تھیں۔ محمد بن عمر کا قول ہے:

"حدثنی ابوبکر بن عبد الله بن ابی سبرة قال قال ابن جریج أكتب لی أحادیث السنن قال فكتب له ألف حديث ثم بعثت بها إليه ما قرأها علی ولا قرأتها عليه قال محمد بن عمر فسمعت ابن جريج بعد ذلك يحدث يقول حدثنا ابوبكر بن ابی سبرة فی أحاديث كثيرة"[۲]

مجھے ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ نے بیان کیا کہ ابن جریج نے کہا میرے لئے سنن سے متعلق احادیث لکھ دیں ابوبکر نے کہا چنانچہ میں نے ان کے لئے ایک ہزار احادیث لکھیں پھر میں نے انہیں ان کی طرف ارسال کیا ابن جریج نے نہ ہی ان (احادیث) کو مجھے پڑھ کر سنائی اور نہ ہی میں نے ان (احادیث) کو انہیں پڑھ کر سنائی محمد بن عمر نے کہا اس کے بعد میں نے ابن جریج سے سنا وہ بہت سی احادیث ابوبکر بن ابی سبرۃ سے بیان کرنے لگے۔

۱۳۰. حبیب بن ابی حبیب الحرمی (م ۱۶۲ھ)

آپ نے قتادۃ، عمرو بن ہرم، حسن بصری اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کا بیٹا محمد بن حبیب اور ابن مہدی، یزید بن ہارون وغیرہ نے روایت کی ہے[۳]۔ داؤد بن شبیب[۴] اور یحییٰ بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھیں ہوئی تھیں[۵]۔

۱۳۱. زھیر بن محمد التمیمی (م ۱۶۲ھ)

آپ نے زید بن اسلم، شریک بن ابی نمر، عاصم الاحول وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابوداؤد الطیالسی، روح بن عبادۃ، ابو عامر العقدی وغیرہ نے روایت کی ہے[۶]۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ امام ابوحاتم کا بیان ہے:

"فما حدث من كتبه فهو صالح وما حدث من حفظه ففيه أغاليط"[۷]

انہوں (زھیر) نے جو اپنی کتب سے حدیث بیان کی وہ قابل اعتبار ہیں اور جو انہوں نے اپنے حفظ سے حدیث بیان کی تو اس میں اغلاط (غلطیاں) ہیں۔

---

[۱] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۲/۲۷

[۲] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۳۶۱ ◉ ابن قتیبۃ، المعارف، ص:۴۸۹ ◉ الدولابی، الکنٰی والأسماء، ص:۱/۱۲۱

[۳] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۸۰ [۴] الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۹۹

[۵] الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۴۵۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۹۹ [۶] ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۴۸

[۷] الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۵۹۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۴۹ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۵۹

۱۳۲ . شعیب بن ابی حمزة (م۱۶۲ھ)

آپ نے نافع، ابن منکدر، زہری اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے بشر بن شعیب اور بقیہ بن ولید، ولید بن مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ امام ذھبی کا بیان ہے۔

"کان ملیح الضبط أنیق الخط کتب للخلیفة هشام شیأ کثیراً بإملاء الزهری علیه" ②

آپ بہت قوی حافظ اور پسندیدہ تحریر والے تھے آپ نے خلیفہ ہشام کیلئے امام زہری سے بڑی تعداد میں احادیث لکھیں۔

عبداللہ کا قول ہے۔

"سالت ابی عن شعیب بن ابی حمزة کیف سماعه من الزهری قلت أليس عرض ؟قال لاحدیثه یشبه حدیث الإملا" ③

میں نے اپنے والد سے شعیب بن ابی حمزہ کے بارے میں پوچھا کہ ان کا زہری سے سماع کیسا ہے؟ کیا عرض (شیخ کو حفظ سے یا کتاب سے پڑھ کر حدیث سنانا) کے طریقہ سے نہیں ہے۔ کہنے لگے نہیں! انہیں احادیث املاء کے ذریعہ حاصل ہوئیں۔

آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں جنہیں امام احمد بن حنبل نے دیکھا اور انہیں پسند کیا۔ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے:

"نظرت فی کتب شعیب أخرجها إلیٰ ابنه فإذابها من الحسن والصحة والشکل ونحو هذا" ④

میں نے شعیب کی کتب دیکھی جو انہوں نے اپنے بیٹے کی طرف ارسال کی تھیں بڑی خوش خط اور جلی حروف میں لکھی ہوئی تھیں۔

علی بن عیاش کا قول ہے:

"شعیب بن ابی حمزة کان من خیار الناس کان ضنیناً بالحدیث وکان یعد نا بالمجلس فنقیم نقتضیه إیاه فإذافعل فإنما کتابه بیده ما نأخذه" ⑤

شعیب بن ابی حمزۃ پسندیدہ لوگوں میں سے تھے، آپ حدیث بیان کرنے میں بخل سے کام لیتے تھے، ہمارے مطالبہ پر آپ مجلس کا وعدہ کرتے تھے جسے ہم قائم کرتے جب مجلس قائم ہو جاتی کتاب آپ کے ہاتھ میں ہوتی جسے ہم پکڑتے نہیں تھے۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۵۱/۴ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۲۲۱/۱ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۲۲۱/۱

③ ابن حنبل، العلل معرفۃ الرجال، ص:۳۹۶/۲ ④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳۳۵/۲

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۲۲۱/۱ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص:۶۷

حکم بن نافع کا بیان ہے:

''شعیب بن ابی حمزۃ حدیث مشکل سے بیان کرتے تھے۔ ان کی وفات کے وقت ہم ان کے پاس آئے تو کہنے لگے یہ میری کتب ہیں جن کی میں نے تصحیح کر ڈالی ہے۔ جس کا جی چاہے مجھ سے لے لے اور جس کا جی چاہے وہ بطور عرض مجھ سے احادیث بیان کرے اور جس کا جی چاہے وہ میرے بیٹے سے ان کا سماع کر لے کیونکہ میرے بیٹے نے ان احادیث کو مجھ سے سنا ہے''[1]۔

امام ابوزرعۃ کا قول ہے:

"لم یسمع ابو الیمان من شعیب إلا حدیثاً واحداً والباقی إجازۃ"[2]

ابوالیمان نے شعیب سے صرف ایک حدیث سنی ہے اور باقی احادیث انہوں بطور اجازہ حاصل کی ہیں۔

بشر بن شعیب اور حکم بن نافع ابوالیمان نے شعیب بن ابی حمزۃ کی کتب بطور اجازۃ[3] ان سے روایت کی ہیں[4]۔

۱۳۳ . ابراھیم بن طھمان ابو سعید الخراسانی (م۱۶۳ھ)

آپ نے ابواسحاق السبیعی، شعبہ، سفیان ثوری وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے حفص بن عبداللہ السلمی خالد بن نزار، ابن المبارک اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے[5]۔ آپ نے بہت سی احادیث لکھیں اور انہیں کئی کتب میں مدون کیا۔

احمد بن سیار کا قول ہے۔

"کان ابراھیم بن طھمان ھروی الأصل ونزل نیسابور ومات بمکۃ وکان جالس الناس فکتب الکثیر ودوّن کتبہ"[6]

ابراہیم بن طہمان ھروی الاصل تھے نیشاپور میں قیام فرمایا اور مکہ میں وفات پائی اور لوگوں کی مجلس میں بیٹھے اور بہت سی احادیث لکھیں اور اپنی کتب میں مدون کیا۔

ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل کتب کا تذکرہ کیا ہے۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۳۳۲ ◉ ابوزرعہ، التاریخ، ص:۶۷ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۲

② الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۸۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۳۳۲

③ ''اجازۃ'' روایت حدیث کی اجازت دینے کا ایک طریقہ ہے جس میں شیخ زبانی یا لکھ کر روایت حدیث کی اجازت دیتا ہے۔
مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۳۳۱

④ ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص:۳/۳۹۶ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۵۹ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۲۳ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۸۱

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۲۹

⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۶/۱۰۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۱۳۰ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۷، ۱۰۸ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۶۸

۱۔ کتاب التفسیر ۲۔ کتاب السنن

۳۔ کتاب العیدین ۴۔ کتاب المناقب ①

عبداللہ بن المبارکؒ آپ کی کتب کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ان کا قول ہے۔

"ابراهیم بن طهمان صحیح الکتب"② (ابراہیم بن طہمان کی کتب صحیح ہیں)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ امام ابوحنیفہ: ابراہیم بن طہمان بیان کرتے ہیں:

''میں مدینہ آیا اور وہاں سے میں نے احادیث لکھیں پھر کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ کے گھر حاضر ہوا اور سلام کیا آپ مجھے کہنے لگے تم نے وہاں کن لوگوں سے احادیث لکھی ہیں چنانچہ میں نے حضرات کے نام لیے پھر کہنے لگے کیا آپ نے مالک بن انس سے کچھ لکھا ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے کہا جو کچھ تم نے ان سے لکھا ہے وہ میرے پاس لاؤ چنانچہ میں انہیں (احادیث کو) لے آیا تو آپ نے کاغذ اور روشنائی منگائی تو میں آپ کو املاء کرواتا رہا اور آپ لکھتے رہے''③۔

۲۔ حفص بن عبداللہ بن راشد السلمی: آپ ابراہیم بن طہمان کے کاتب (حدیث) تھے④۔ انہوں نے آپ سے ایک ''نسخہ'' روایت کیا ہے⑤۔ بعد ازاں ان کے بیٹے احمد نے ان سے اس ''نسخہ'' کو روایت کیا ہے⑥۔

۳۔ خالد بن نزار الغسانی: انہوں نے آپ سے ایک ''نسخہ'' نقل کیا ہے⑦۔

۴۔ محمد بن سابق: انہوں نے بغداد میں آپ سے احادیث لکھیں⑧۔

۱۳۴. محمد بن عبدالله بن علاثة (م۱۶۳ھ)

آپ نے اپنے بھائی زیاد بن محمد اور سلیمان بن محمد، عبید اللہ بن عمر العمری وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے حرمی بن حفص، حفص بن غیاث، محمد بن سلمہ الحرانی نے روایت کی ہے⑨۔

امام سفیان ثوری کے درج ذیل کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے احادیث لکھی تھیں۔ جب آپ عہدہ قضاء پر فائز ہوئے تو سفیان ثوری نے آپ سے کہا۔

"یا ابن علاثة ألهذا کتبت العلم لو اشتریت صبراً بدرهم. یعنی سمیکا.ثم

① ابن الندیم، الفہرست، ص:۲۲۸ ② الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۰۸ ⊙ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۱۷

③ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳۰ ④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۷۵ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۴۰۳

⑥ الطبرانی، المعجم الاوسط، ص:۱/۲۷۳ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۲۳ ⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۶/۱۰۶

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۲۷۰

درت فی سكك الكوفة لكان خيراً من هذا"①

اے علاثہ کے بیٹے کیا تم نے علم (احادیث) اس لئے لکھا تھا کاش تم اس (قضاء) کے بدلے میں ایک درہم کا ڈھیر خرید کر کوفہ کی گلیوں میں (انہیں بیچنے کے لئے) گھومتے یہ تمہارا لئے بہتر ہوتا۔

۱۳۵ . همام بن يحيىٰ البصری (م۱۶۳ھ)

آپ نے عطاء بن رباح' زید بن اسلم' قتادۃ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' ابن المبارک' ابن علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے②۔ آپ کے پاس کتاب تھی۔ یزید بن زریع کا قول ہے۔

"همام حفظه ردئ و كتابه صالح"③ (ہمام کا حافظہ بیکار ہے اور ان کی کتاب قابل اعتبار ہے)۔

ابو حاتم کا قول ہے۔

"همام أحب إلى مآحدث من كتابه"۔④

ہمام نے جو احادیث اپنی کتاب سے بیان کی ہیں وہ میرے نزدیک پسندیدہ ہیں۔

عفان⑤ اور ھدبۃ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑥۔

۱۳۶ . شيبان بن عبدالرحمن التميمی (م۱۶۴ھ)

آپ نے عبدالملک بن عمیر' قتادۃ' حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے زائد بن قدامہ' امام ابو حنیفہ' ابو داؤد الطیاسی نے روایت کی ہے⑦۔ آپ صاحبِ کتاب تھے⑧۔ اس کے علاوہ آپ کی ایک کتاب قرآن کی تفسیر پر مشتمل تھی⑨۔ حسن بن موسیٰ نے آپ سے احادیث لکھی تھیں⑩۔

---

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۳۷۹/۵
② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷۰/۱۱
③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱۰۸/۴ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۲۲۳ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳۰۹/۴ ◉ ابن المدینی، العلل، ص:۱۱۱/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶۹/۱۱
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶۷/۱۱
⑤ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص:۱۱۳
⑥ ابن عدی، الکامل، ص:۲۶۶/۱
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۷۳/۴
⑧ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳۵۶/۲ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۲۷۲/۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲۸۵/۲ ◉ ابن حجر، ھدی الساری، ص:۱۷۴/۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۷۴/۴
⑨ ابن سعد، الطبقات الکبرٰی، ص:۷۹/۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۶۳/۱
⑩ الازدی، تاریخ الموصل، ص:۳۰۶

۱۳۷ . عبد العزیز بن عبدالله الماجشون (م۱۶۴ھ)

آپ نے زہری، عبداللہ بن دینار، سعد بن ابراھیم اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے (۱)۔ احمد بن کامل کا بیان ہے:

> ''آپ متعدد کتب کے مصنف تھے اور یہ سب کتب ابن وھب نے آپ سے روایت کی ہیں'' (۲)۔

ان کی کتب میں سے ایک کتاب کا نام ''کتاب الموطا'' ہے۔ جلال الدین السیوطی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام مالک نے اپنی کتاب ''الموطا'' کی تالیف میں اس کتاب سے استفادہ کیا تھا (۳)۔ اہل بغداد نے بھی آپ سے احادیث لکھی تھیں (۴)۔

۱۳۸ . أسود بن شیبان (م۱۶۵ھ)

آپ نے حسن بصری' عطاء بن ابی رباح' عبد اللہ بن مضارب وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مہدی' وکیع' ابوالولید الطیاسی وغیرہ نے روایت کی ہے (۵)۔ عبدالرحمٰن بن مھدی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

عبدالرحمٰن بن مھدی کا بیان ہے:

> ''جب سفیان بصرہ میں ہمارے ہاں چھپے ہوئے تھے تو انہوں نے میرے پاس ایک ورق دیکھ کر کہنے لگے یہ ورق کیسا ہے؟ تو میں نے جواب دیا یہاں کے شیخ کا رقعہ ہے۔ جس کا نام أسود بن شیبان ہے جو ابونوفل بن ابی عقرب سے روایت کرتے ہیں تو انہوں نے اس ورق (رقعہ) پر نظر ڈالی اور کہنے لگے جب تم اس شیخ کے پاس جانے لگو تو مجھے بتا دینا (۶)۔

۱۳۹ . سلیمان بن المغیرة القیس (م۱۶۵ھ)

آپ نے حسن بصری' ثابت البنانی' ابن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ سے سفیان ثوری' شعبہ' ابن المبارک وغیرہ نے روایت کی ہے (۷)۔ ابوداؤد الطیالسی نے آپ سے احادیث لکھیں اور یہ کتاب امام احمد بن حنبل کے پاس تھی (۸)۔

۱۴۰ . عبدالرحمن بن ثابت الدمشقی (م۱۶۵ھ)

آپ نے اپنے والد ثابت بن ثوری' زہری' عطاء بن ابی رباح اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے ولید بن مسلم' زید بن الحباب' بقیہ وغیرہ نے روایت کی ہے (۹)۔ یعقوب بن سفیان کا بیان ہے:

---

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۲۲ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۳۴۳

(۲) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۲۲ ⊙ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۳۹ (۳) السیوطی، تنویر الحوالک، ص:۱/۶

(۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۴۳۸ (۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۳۹

(۶) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۳/۴۸۲ (۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۲۲۰

(۸) ابن المدینی، العلل، ص:۱/۴۵ (۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۵۰

"قدم عبدالرحمن بن ثابت إلیٰ بغداد فکتب عنه أصحابنا"①

عبدالرحمٰن بن ثابت بغداد تشریف لائے جہاں ہمارے اصحاب نے آپ سے (احادیث) لکھیں۔

۱۴۱. عبدالله بن العلاء ابوزبر الربعی (م۱۶۵ھ)

آپ نے بشر بن عبید اللہ، ضحاک بن عبدالرحمٰن، مکحول وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے آپ کے بیٹے ابراہیم اور زید بن الحباب، ولید بن مسلم اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے②۔ یعقوب بن سفیان کا قول ہے۔

"کتب أصحابنا عنه ببغداد"③ (ہمارے اصحاب نے بغداد میں ان سے احادیث لکھی تھیں)۔

۱۴۲. علی بن مبارک الهنائی (م۱۶۵ھ)

آپ نے یحییٰ بن ابی کثیر، عبدالعزیز بن صہیب، ھشام بن عروۃ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع، ابن المبارک، ابن علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے④۔ آپ صاحب کتب تھے۔ ابوداودؒ کا قول ہے:

"کان عنده کتابان کتاب سماع و کتاب إرسال "⑤

آپ کے پاس دو کتب تھیں ایک کتاب سماع اور دوسری کتاب ارسال تھی۔

ہارون بن اسماعیل کے پاس بھی آپ کی ایک کتاب تھی⑥۔

۱۴۳. مبارک بن فضاله البصری (م۱۶۵ھ)

آپ نے حسن بصری، بکر بن عبداللہ المزنی، ابن المنکدرؒ، ہشام بن عروہ اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے⑦۔ آپ کو چودہ برس حضرت حسن بصری کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہے⑧۔ امام علی بن مدینی کا بیان ہے، کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے۔ "کنا کتبنا عن مبارک فی ذلك الزمان" ⑨ (ہم اس زمانہ میں مبارک سے احادیث لکھا کرتے تھے)۔

۱۴۴. وهیب بن خالد الباهلی (م۱۶۵ھ)

آپ نے حمید الطویل، ایوب، خالد الحذاء وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے اسماعیل بن علیہ، ابن المبارک، ابن المہدی نے

---

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۲۲۳
② الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۱۸
⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۳۵۰
③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۰/۱۹
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۳۷۵
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۷/۳۷۵
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳
⊙ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۸۷
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۸
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۹
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۳۰
⊙ ابن الجعد، المسند، ص:۳۲۹

روایت کی ہے (۱)۔ عفان نے آپ سے چار ہزار احادیث لکھی ہیں (۲)۔

۱۴۵. صدقة بن عبدالله السمین (م۱۶۶ھ)

آپ نے زید بن واقد، ابراہیم بن مرۃ، ہشام بن عروۃ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن عیاش، بقیہ، ولید بن مسلم اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے (۳)۔ آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں (۴)۔ امام ابن ابی حاتم کا قول ہے:

"نظرت فی مصنفات صدقة بن عبدالله السمین عند عبدالله بن یزید الدمشقی..." (۵)

میں نے عبداللہ بن یزید الدمشقی کے پاس صدقۃ بن عبداللہ السمین کی تصنیفات میں دیکھا۔

عبداللہ بن یزید الدمشقی کے پاس آپ کی تصنیفات تھیں (۶)۔

۱۴۶. محمد بن میمون ابو حمزة السکری (م۱۶۶ھ)

آپ نے ابو اسحاق السبیعی، زیاد بن علاقہ، اعمش اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن المبارک، فضل بن موسیٰ، عبدان بن عثمان وغیرہ نے روایت کی ہے (۷)۔ آپ صاحب کتب اور مؤلفات ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک کا قول ہے:

"ابراهیم بن طهمان والسکری یعنی أباحمزة صحیحا الکتب" (۸)

ابراہیم بن طہمان اور ابو حمزۃ السکری کی کتب صحیح ہیں۔

علی بن حسن بن شقیق نے ان کی کتاب "کتاب الصلاۃ" کا ان سے سماع کیا ہے (۹)۔

۱۴۷. معقل بن عبیدالله الجزری (م۱۶۶ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح، ابو الزبیر، عکرمۃ بن خالد وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، محمد بن یزید، وکیع وغیرہ نے روایت کی ہے (۱۰)۔ حسن بن محمد (۱۱) اور ابو جعفر النفیلی نے آپ سے احادیث نقل کی ہیں (۱۲)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۱۶۹
(۲) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۱۳۸
(۳) الخزرجی، خلاصۃ تذہیب، ص: ۱۳۶
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۳۱۵
(۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۴۲۹
(۴) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۳۱۰
(۵) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۴۲۹
(۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۴۲۹
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۸۶
(۸) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۴۸۷ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۶۸
(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۲۹۹ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۳
(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۳۳
(۱۱) القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۵۱۳
(۱۲) الطبرانی، المعجم الأوسط، ص: ۱/۵۷، ۸۹ ◉ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص: ۷۷

۱۴۸. حماد بن سلمة البصری (م ۱۶۷ھ)

آپ نے ثابت البنانی، حمید الطویل، ہشام بن عروۃ، انس بن سیرین اور بہت سے دوسرے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور آپ سے ابن جریج، سفیان ثوری، شعبہ وغیرہ نے روایت کی ہے (1)۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ کے ساتھ علم حدیث میں متعدد کتب تصنیف کی ہیں (2)۔ ابن العماد رقمطراز ہیں:

"له تصانيف فی الحديث" (3) (حدیث میں ان کی تصانیف ہیں)۔

امام ابوداؤد کا قول ہے:

"لم يكن لحماد بن سلمة كتاب إلا كتاب قيس بن سعد" (4)

حماد بن سلمۃ کے پاس قیس بن سعد کی کتاب کے سوا کوئی کتاب نہیں تھی۔

آپ کے بے شمار تلامذہ تھے جنہوں نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا (5)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ عبداللہ بن المبارک (6)
۲۔ بھز (7)
۳۔ حجاج بن منہال (8)
۴۔ زید بن عوف (9)
۵۔ سلیمان بن حرب (10)
۶۔ الشافی (11)
۷۔ عبدالواحد بن غیاث (12)
۸۔ عفان (13)
۹۔ عمرو بن سلمۃ (14)
۱۰۔ عمرو بن عاصم الکلابی (15)
۱۱۔ محمد بن الفضل (16)
۱۲۔ موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی (17)
۱۳۔ ہدبۃ بن خالد (18)
۱۴۔ وھب (19)

---

(1) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۱ (2) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۲
(3) ابن العماد، شذرات الذہب، ص:۱/۶۲ (4) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۳ (5) ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۱۰
(6) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۵۷۰ (7) الخطیب، الکفایہ، ص:۲۲۳ (8) الحمیدی، جذوۃ المقتبس، ص:۲۳۵
(9) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۵۷۰ (10) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۰۵ (11) ابن الجعد، المسند، ص:۲۲۱
(12) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳۲۹ (13) السمعانی، أدب الإملاء، ص:۱۱ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۱۰ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۲۲۳
(14) آپ نے حماد بن سلمۃ سے دس ہزار سے زائد احادیث لکھی ہیں: الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۵۹۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۳
(15) آپ نے بھی حماد بن سلمۃ سے دس ہزار سے کچھ زائد احادیث لکھی ہیں: الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۲۶۹ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۳
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۵۹ (16) الترمذی، شمائل الترمذی، ص:۶ (17) ابونعیم، تاریخ اصبہان، ص:۱/۱۰۰ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۱۰
(18) الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۱۶۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۲۵ (19) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۰۵

۱۵۔ یحییٰ بن الضریس (۱)　　۱۶۔ یحییٰ بن سعید القطان (۲)

۱۷۔ چند دوسرے اشخاص (۳)

۱۴۹. قیس بن الربیع الأسدی (م۱۶۷ھ)

آپ نے ابواسحاق السبیعی، مقدام بن شریح، ابن ابی لیلیٰ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابان بن تغلب، شعبہ، سفیان ثوری اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے (۴)۔ آپ صاحب کتاب تھے (۵)۔ یعقوب بن ابی شیبہ کا قول ہے۔

"کتابه صالح و هو ردیٔ الحفظ" (۶)

آپ کی کتاب قابل اعتبار ہے جبکہ آپ کا حافظہ بے کار ہے۔

ابن نمیر کا قول ہے۔

"کان له ابن هو آفته نظر أصحاب الحدیث فی کتبه فانکروا حدیثه وظنوا أن ابنه قد غیّر ها" (۷)

آپ کا بیٹا تھا جو آپ کے لیے مصیبت بنا ہوا تھا۔ محدثین نے آپ کی کتب دیکھی تو آپ کی حدیث کو تسلیم نہیں کیا اور انھوں نے سمجھا کہ شاید ان کے بیٹے نے اس (کتاب) میں ردو بدل کیا ہے۔

ابوالولید نے آپ سے چھ ہزار احادیث لکھی ہیں۔ ان کا قول ہے۔

"کتبت عن قیس بن الربیع ستة ألاف حدیث هی أحب إلیّ من ستة آلاف دینار" (۸)

میں نے قیس بن الربیع سے چھ ہزار احادیث لکھی ہیں جو مجھے چھ ہزار دینار سے زیادہ محبوب ہیں۔

۱۵۰. خارجة بن مصعب السرخی (م۱۶۸ھ)

آپ نے زید بن اسلم، سہیل بن ابی صالح، ابو حازم وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابو داؤد الطیالسی، علی بن حسن وغیرہ نے روایت کی ہے (۹)۔ آپ صاحب کتب تھے (۱۰)۔ امام ابو داؤد کا قول ہے:

---

(۱) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۴۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۰۳

(۲) ابن الجعد، المسند، ص:۴۴۳　(۳) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۲۰۵ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۱۰

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۹۱

(۵) البخاری، التاریخ الصغیر، ص:۱۹۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۹۴

(۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۹۴

(۷) ابن حبان، المجروحین، ص:۲۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۴۶۰ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۳۹۴
◉ الحاکم، المدخل، ص:۳۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۶۴ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۵

(۸) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۱۲/۴۵۸ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۳۹۵ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۳/۳۹۶

(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۷۶　(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۷۸

"خارجة أودع كتبه عند غيا ث بن ابراهيم فأفسد ها عليه"(١)

خارجہ نے اپنی کتب غیاث بن ابراھیم کے پاس رکھیں جنھیں انہوں نے خراب کر دیا۔

امام حاکم نیشاپوری کا قول ہے:

"ونسخ كثيرة للعرب ينفرد بها خارجة بن مصعب السرخسي عنهم"(٢)

عرب کے ہاں بہت سے نسخ تھے خارجہ بن مصعب السرخسی ان سے نقل کرنے میں منفرد تھے۔

ابن عدی کا بیان ہے:

"له حديث كثير و أصناف فيها مسند و منقطع..." (٣)

ان (خارجہ بن مصعب) کی مختلف اصناف میں کثیر حدیث ہیں جن میں متصل اور منقطع روایات ہیں۔

١٥١. سعيد بن بشير الأزدي (م١٦٨ هـ)

آپ نے قتادہ، زہری، عمرو بن دینار وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے بقیہ، اسد بن موسیٰ، ابن عیینہ اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے(٤)۔ آپ صاحب تصانیف تھے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔

"وله عند أهل دمشق تصانيف رأيت له تفسيراً مصنفاً" (٥)

اہل دمشق کے پاس ان (سعید بن بشیر) کی تصانیف تھیں میں نے آپ کی تصانیف میں سے ایک تفسیر کی کتاب دیکھی ہے۔

١٥٢. محمد بن جابر بن سيار اليمامي (م ١٦٨ هـ)

آپ نے قیس بن طلق، عبدالملک بن عمیر اور عبدالعزیز بن رفیع سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بھائی ایوب، ایوب السختیانی اور عبداللہ بن عوف نے روایت کی ہے(٦)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں اور عبداللہ بن المبارکؒ نے آپ کو کتب سے حدیث بیان کرنے کی وصیت فرمائی تھی(٧)۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے:

"ربماالحق فى كتابه أو يلحق فى كتابه"(٨)

ممکن ہے کہ آپ نے اپنی کتاب میں اضافہ کر لیا ہو یا کسی دوسرے شخص نے اس میں اضافہ کیا ہو۔

---

(١) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:٣/٧٨ (٢) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:١٦٥ (٣) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:٣/٧٨

(٤) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:٣/٨ (٥) ابن عدی، الکامل، ص:٣/٣٢ ◉ الذھبی، میزان الاعتدال، ص:٢/١٠٣ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:٣/١٠

(٦) ابن المدینی، العلل، ص:١/٣٦٩ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:٣/٢٨

(٧) ابن المدینی، العلل، ص:١/٣٦٩ ◉ ابن عدی، الکامل، ص:٣/٢٨ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:٩/٨٨

(٨) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:٣/٢١٩

ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ان کی آخری عمر میں ان کی کتب ضائع ہوگئیں اور ان کا حافظہ کمزور ہوگیا اور انہیں لقمہ دیا جاتا تھا(1)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ اسحاق بن ابراہیم آپ کی طرف سفر کر کے یمامہ گئے اور ان کی کتب سے احادیث لکھیں(2)۔

۲۔ آپ کے مکّہ اور یمامہ کے اصحاب(3)۔

۱۵۳. نافع بن يزيد الكلاعي (م ۱۶۸ھ)

آپ نے نے یزید بن عبداللہ، ہشام بن عروہ اور عقیل سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن وہب، شعیب بن یحیٰ اور ابوالاسود نے روایت کی ہے(4)۔ ابوالأسود النضر بن عبدالجبار المرادی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ ابن معین، ابوالاسود کے پاس آئے اور ان سے مطالبہ کیا۔ "أن يخرج إليه كتاب نافع"(5) (نافع کی کتاب انہیں نکال کردیں)۔

۱۵۴. يحييٰ بن ايوب الغافقي (م۱۶۸ھ)

آپ نے حمید الطّویل، یحیٰ بن سعید اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے استاد ابن جریج، لیث اور ابن وہب نے روایت کی ہے(6)۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔ امام حاکمؒ کا قول ہے۔

"ما حدث من كتابه فلا بأس به"(7) (جوان کی کتاب سے روایت کیا گیا اس میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

۱۵۵. ابراهيم بن عثمان ابو شيبه (م۱۶۹ھ)

آپ نے حکم بن عیینہ، ابی اسحٰق اور اعمش سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، ابوشیبۃ، جریر بن عبدالحمید اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے(8)۔ آپ صاحبِ کتاب تھے۔ یزید بن زریع(9) اور علی بن جعد کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں(10)۔

۱۵۶. حسن بن صالح بن صالح الهمداني (م۱۶۹ھ)

آپ نے اپنے والد صالح، ابی اسحاق اور عمرو بن دینار وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع، ابن مبارک اور حمید بن عبد الرحمٰن نے روایت کی ہے(11)۔ ابن عدی کا قول ہے۔ "حسن بن صالح سے ایک قوم ''نسخ'' کی صورت میں روایت کرتے ہیں

---

(1) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۳۱۹ ● الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۳/۳۹۶
(2) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۹۱ ● ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۵۱
(3) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۳۱۹
(4) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴۱۲
(5) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۴/۴۸۰ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۴
(6) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۱۸۷
(7) ابن حجر، ھدی الساری، ۲/۲۳۱ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۱۸۷
(8) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۳۵
(9) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۶/۱۱۱
(10) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱/۱۱۵
(11) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۸۵

اورانہوں نے ان سے مستقیم احادیث روایت کی ہیں①۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابونعیم② ۲۔ سلمۃ بن عبدالملک العوفی③

۳۔ مالک بن اسماعیل④ ۴۔ یحیٰی بن فضیل⑤

۱۵۷. عبدالله بن عبدالله بن اویس (م ۱۶۹ ھ)

آپ نے محمد بن شہاب زہری اور ابن المنکدر اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے دو بیٹوں ابو بکر بن عبداللہ، اسماعیل بن عبداللہ اور یعقوب بن ابراہیم نے روایت کی ہے⑥۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ امام بخاری کا قول ہے: ''انہوں نے جو اصل کتاب سے روایت کی وہ صحیح ترین حدیث ہے''⑦۔ امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے۔''وہ یہاں آئے محدثین نے ان سے روایات لکھیں⑧۔

۱۵۸. عبیدالله بن أیاد السدوسی (م۱۶۹ ھ)

آپ نے اپنے والد ایاد، عبداللہ بن سعید اور کلیب بن وائل سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن مہدی، ابن مبارک اور ابو داؤد الطیاسی نے روایت کی ہے⑨۔ آپ کے پاس ایک صحیفہ تھا۔ ابونعیم کا قول ہے:

"کان ابن أیاد ثقةو کان له صحیفةفیها أحادیثه"⑩

ابن ایاد ثقہ تھے اور ان کا ایک صحیفہ تھا جس میں ان کی احادیث تھیں۔

۱۵۹. نافع بن عمر بن عبدالله المکی (م۱۶۹ ھ)

آپ نے ابن ابی ملیکۃ، سعید بن حسان اور سعید بن ابی ہند سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبدالرحمٰن بن مہدی، وکیع اور یحییٰ القطان نے روایت کی ہے⑪۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

"ثبت ثبت صحیح الکتاب"⑫

(آپ محفوظ شخص اور صحیح کتاب والے ہیں)۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/ ۲۸۷

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۱۶ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/ ۲۸۷ ● ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲۵۶

③ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲۵۸ ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲۵۸

⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/ ۲۵۸ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/ ۲۸۰

⑦ ابن ماکولا، الاکمال: ص: ۱/ ۱۱۳ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/ ۲۸۱ ● البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳/ ۱۲۷

⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/ ۷ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۴

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/ ۴ ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۳۰۹

⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۳۰۹

۱۶۰. جعفر بن الحارث الواسطی الکوفی (م ۱۷۰ھ)

آپ نے منصور بن زذان، عوام بن حوشب اور ابی ہاشم سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن عیاش، یزید بن ہارون اور محمد بن یزید نے روایت کی ہے①۔ محمد بن یزید الواسطی نے آپ سے ایک "نسخہ" روایت کیا ہے②۔

۱۶۱. زائدۃ بن أبی الرقاد الباھلی (م ۱۷۰ھ)

آپ نے عاصم الاحول، ثابت البنانی اور زیاد النمیری سے روایت کی ہے اور آپ سے یحییٰ بن کثیر، محمد بن ابی بکر اور عبید اللہ بن عمر نے روایت کی ہے③۔ عبیداللہ بن عمر القواریری کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں۔ ان کا بیان ہے:

"کتبت کل شیئ عندہ"④ (میں نے ان کے پاس سے ہر چیز کو لکھ لیا ہے)۔

۱۶۲. زکریا بن اسحاق المکی (م ۱۷۰ھ)

آپ نے عمرو بن دینار، ابی الزبیر اور ابراہیم بن میسرۃ سے روایت کی ہے اور آپ سے ازھر بن القاسم، روح بن عبادہ اور ابن مبارک نے روایت کی ہے⑤۔ آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ ان کے پاس عبداللہ بن المبارک آئے تو انہوں نے ان کے لئے اپنی کتاب نکالی⑥۔ روح⑦ اور سعید بن سلام البصری کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں⑧۔

۱۶۳. عاصم بن عمر العمری (م ۱۷۰ھ)

آپ نے زید بن اسلم، عبداللہ بن دینار اور جعفر بن محمد سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن وھب، محمد بن فلیح اور عبداللہ بن نافع نے روایت کی ہے⑨۔ ناسخ ومنسوخ کے موضوع پر آپ نے ایک کتاب تالیف کی ہے⑩۔

۱۶۴. معاویۃ بن سلام الحبشی (م ۱۷۰ھ)

آپ نے اپنے والد سلام، دادا ابی سلام اور نافع سے روایت کی ہے اور آپ سے ولید بن مسلم، مروان بن محمد اور یحییٰ بن حسان سے روایت کی ہے⑪۔

امام احمدؒ کا قول ہے: "معاویۃ کتاب کی طرف رجوع کرتے تھے اور اوزاعی حافظ تھے"⑫۔

ابن حبان کا بیان ہے۔ "آپ مصر داخل ہوئے تو وہاں کے رہنے والوں نے آپ سے احادیث لکھیں"⑬۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۸۸ ② ابن عدی، الکامل، ص:۱/۲۱۲ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۰۵
④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۰۵ ⊙ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۶۱۳ ⊙ السہمی، تاریخ جرجان، ص:۵۱۳ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۲۸
⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۳۶۲ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۲۹ ⊙ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۵۸ ⊙ ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۳۰
⑦ ابن حنبل، المسند، ص:۳/۳۹۰ ⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۹/۸۰ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۵۱ ⑩ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۳۴۷
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۰۹ ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۲۰۹ ⑬ ابن حبان البستی، مشاهیر علماء الأمصار، ص:۱۸۳

ابن معین نے کہا: ''جو شخص معاویہ بن سلام کی متصل و منقطع احادیث کو پہچاننے کی باوجود نہ لکھے وہ صاحب حدیث ہی نہیں ہے'' ①

۱٦۵۔ نعیم بن میسرہ النحوی (م ۱۷۰ ھ)

آپ نے اسماعیل بن ابی خالد' اسماعیل السری اور ابی اسحٰق سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے عمر بن نعیم' ابن مبارک اور اسحٰق بن سلیمان نے روایت کی ہے ②۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابن المبارک زیج کا قول ہے: ''میں نے ابن المبارک کو ان (نعیم) کے سامنے بیٹھ کر ان سے احادیث لکھتے دیکھا'' ③۔

۲۔ بعض اہل الری اور اہل مرو: ابن حبان کا قول ہے۔ نعیم الری میں رہے اور مرو چلے گئے تو دونوں شہروں کے رہنے والوں نے ان سے احادیث لکھیں ④۔

۱٦٦۔ سلیمان بن بلال التیمی (م ۱۷۲ ھ)

آپ نے زید بن اسلم' عبد اللہ بن دینار اور صالح بن کیسان سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو عامر العقدی' عبد اللہ بن مبارک اور معلی بن منصور نے روایت کی ہے ⑤۔ آپ کے پاس بہت سی احادیث ⑥ اور بہت سی کتب تھیں ⑦۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابن ابی اویس: امام ذہلیؒ فرماتے ہیں۔ مجھے سلیمان بن بلال کی احادیث کا علم نہیں تھا یہاں تک کہ میں نے ابن ابی اویس کی کتاب میں احادیث دیکھیں ⑧۔

۲۔ عبدالحمید بن ابی اویس: ایوب بن سلیمان نے عبدالحمید بن ابی اویس سے ایک بڑا نسخہ روایت کیا ہے ⑨۔

۳۔ عبدالعزیز بن ابی حازم: احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس سلیمان بن بلال کی کتب تھیں۔ لیکن انہوں نے ان سے کچھ نہیں سنا ⑩۔

---

① الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۸۳/۴ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳٦٦/۱۰

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳٦٦/۱۰ ④ ابن حبان، الثقات، ص: ٦۱٦

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷٦/۴ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷٦/۴

⑦ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۱۱۵ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷٦/۴

⑨ الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۲۸۷/۱ ◉ الخزرجی، خلاصة تذهيب الكمال، ص: ۳۷

⑩ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۵۱/۳ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۲۷/۳ ◉ ابن حجر، ھدی الساری، ص: ۱۸۵/۲ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۸۳۲/۲ ◉ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۳۱٦ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۳/٦ ◉ الباجی، التعدیل والتجریح، ص: ۱۱۵

مصعب الزبیری کا قول ہے۔ ابن ابی حازم نے سلیمان بن بلال سے سنا ہے جب سلیمان فوت ہوئے تو انہوں نے انہیں اپنی کتب کی وصیت کی (۱)۔

۴۔ عبداللہ بن عبدالرحمان السمر قندی (۲)

۵۔ عبید بن ابی قرۃ (۳)

۶۔ یحییٰ بن یحییٰ (۴)

۱۶۷۔ عبدالله بن عمر العمری (م ۱۷۲ھ)

آپ نے نافع، زید بن اسلم اور سعید المقبری سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن، عبدالرحمٰن بن مسدی اور ابن وھب نے روایت کی ہے (۵)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ حسین بن ولید نیساپوری: امام حاکم کا قول ہے۔ حسین بن ولید ان سے "نسخہ" نقل کرنے میں منفرد ہیں (۶)۔

۲۔ لیث بن سعد: خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے کہ "لیث بن سعد نے عبداللہ بن عمر سے کچھ نہیں سنا ان کی تمام روایات کتابۃ ہی ہیں" (۷)۔

۱۶۸۔ عمرو بن ثابت بن هرمز البکری (م ۱۷۲ھ)

آپ نے اپنے والد ثابت بن ہرمز، ابی اسحٰق السبیعی اور اعمش سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو داؤد الطیالسی، عمر بن محمد اور سہل بن حماد نے روایت کی ہے (۸)۔ ہناد کا قول ہے۔

"کتبت عنه کثیراً" (۹) (میں نے ان (عمرو بن ثابت) سے بہت کچھ لکھا ہے)۔

۱۶۹۔ معاویة بن صالح الحمصی (م ۱۷۲ھ)

آپ نے اسحٰق بن عبداللہ، یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن جبیر سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، لیث اور سعد نے روایت کی ہے (۱۰)۔ آپ صاحب کتب تھے (۱۱)۔

---

(۱) ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۱۵۱/۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۳/۶ ◉ الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۶۳۶/۲ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۸/۱

(۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۶۹:۲/۳ (۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹۶/۱۱ (۴) القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۳۱۶

(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۷/۵ (۶) الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۵ (۷) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۳۳

(۸) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۸ ◉ الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۲۵۰/۳ (۹) الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۲۴۹/۳

(۱۰) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۱/۱۰ (۱۱) الخشنی، قضاۃ قرطبۃ، ص: ۳۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۱/۱۰

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابن وھب: ابن معین کا قول ہے۔ کہ "معاویہ بن صالح کی دو کتابیں ابن وھب کے پاس بھیجی گئیں (۱)۔

۲۔ عبداللہ بن صالح: جو امام لیث کے کاتب تھے۔ ان کے پاس معاویہ بن صالح کا ایک بڑا "نسخہ" تھا (۲)۔

۳۔ لیث بن سعد: عبداللہ بن صالح کا قول ہے۔ کہ ہمارے پاس معاویہ بن صالح آئے اور لیث بن سعد کے ساتھ بیٹھے تو انہوں نے حدیث بیان کی لیث نے مجھ سے کہا اے عبداللہ شیخ کے پاس جاؤ اور جو وہ لکھوا رہے ہیں وہ لکھو چنانچہ میں ان کے پاس آیا وہ مجھے لکھواتے تھے۔ پھر لیث کی طرف جاتے انہیں کو پڑھ کر سناتے۔ اس طرح میں نے ان احادیث کو معاویہ سے دو مرتبہ سنا (۳)۔

۱۷۰. جویریہ بن أسماء الضبعی (م۱۷۳ھ)

آپ نے اپنے والد اسماء، نافع اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے حبان بن ہلال، حجاج بن منہال اور بھائی کے بیٹے عبداللہ محمد نے روایت کی ہے (۴)۔ آپ کا نافع سے ایک نسخہ استنبول کی لائبریری میں اب تک محفوظ ہے (۵)۔ آپ نے عفان بن مسلم کو احادیث لکھوائیں (۶)۔

۱۷۱. زهیر بن معاویة الجعفی (م۱۷۴ھ)

آپ نے ابی اسحق السبیعی، سلیمان التیمی اور عاصم الاحول سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مہدی، قطان اور ابوداؤد نے روایت کی ہے (۷)۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی (۸)۔ آپ کا قول ہے۔ کہ "میں بغیر نیت کے کوئی حدیث نہیں لکھتا" لہٰذا آپ بصرہ میں قیام پذیر رہے لیکن سوائے ایک حدیث کے کچھ نہ لکھا (۹)۔ آپ جب تک کسی حدیث کو دو مرتبہ اپنے شیخ سے سن لیتے لکھتے نہیں تھے (۱۰)۔

۱۷۲. عبدالرحمن بن ابی الزناد المدنی (م۱۷۴ھ)

آپ نے اپنے والد ابی الزناد، موسیٰ بن عقبہ اور ہشام بن عروۃ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن جریج، یزید بن معاویہ اور معاذ بن معاذ نے روایت کی ہے (۱۱)۔ آپ نے بہت سی کتب کی تالیف کی ہیں۔ ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل مؤلفات ذکر کی ہیں (۱۲)۔

---

(۱) الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص:۱۳۶ (۲) ابن عدی، الکامل، ص:۲:۱۳۲
(۳) ابوزرعہ، التاریخ، ص:۵۷ ⊙ الازدی، تاریخ العلماء بالاندلس، ص:۲/۱۳۷ (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۱۲۵
(۵) استانبول، مکتبہ شہید علی پاشا، ؟ (۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۷/۲/۳۸_۹۳ (۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۳۵۲
(۸) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۵۸۹ (۹) ابن الجعد، المسند، ص:۳۵۱
(۱۰) ابن الجعد، المسند، ص:۳۵۱ ⊙ السمعانی، ادب الاملاء، ص:۹ ⊙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۳۳
(۱۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵،۳،۷:۳۰۸ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۷۲ (۱۲) ابن الندیم، الفہرست، ص:۲۲۵

۱۔ کتاب الفرائض

۲۔ رأی الفقهاء السبعة من أهل المدينة و ما اختلفوا فيه

مؤخر الذکر کتاب کے بارے میں ڈاکٹر الأعظمی رقمطراز ہیں "رأی الفقهاء السبعة" ان کی مؤلفات میں سے نہیں ہے بلکہ ان کے والد کی کتاب ہے اسی لئے امام مالکؒ نے اس کتاب کو روایت کرنے کی وجہ سے ان پر اعتراض کرتے تھے (۱)۔

ان کے پاس طلباء (حدیث) لکھتے اور انہیں پڑھ کر بھی سناتے تھے (۲)۔

۱۷۳۔ عبدالله بن لهيعة بن عقبة الحضرمی (م ۱۷۴ھ)

آپ نے اعرج، ابی الزبیر اور یزید بن ابی حبیب سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے پوتے احمد بن عیسیٰ، بھتیجے لھیعہ بن عیسیٰ سفیان، ثوری، شعبہ اور اوزاعی نے روایت کی ہے (۳)۔ محدثین نے ان کی کتب اور ان کی توثیق و تضعیف کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر کا قول ہے۔ "۱۷۰ھ میں ابن لھیعہ کی کتب جل گئی تھیں" (۴)۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے ان سے کتب کے جلنے سے پہلے سماع کیا اس کا سماع درست ہے (۵)۔ ابن ابی مریم کا قول ہے۔ کتب جلنے سے پہلے اور بعد کی کوئی تمیز ہی نہیں ہے۔ جن احادیث کا انہوں نے اقرار کیا وہ صحیح ہیں (۶)۔

احمد بن صالح سے جب ان کی رائے پوچھی گئی کہ جس نے ان سے کتب جلنے سے پہلے سنا کیا اسے اس شخص پر جس نے جلنے کے بعد سنا ہے ترجیح حاصل ہے تو انہوں نے کہا "یہ تو کوئی بات نہیں ابن لھیعہ صحیح الکتاب تھے۔ انہوں نے اپنی کتب نکالیں اور لوگوں کو لکھوایا اور انہوں نے انہیں لکھا جس نے ضبط کیا اس کی حدیث حسن ہے مگر صرف اس کی جو ضبط اور تحسین میں حاضر ہوتا ہو کیونکہ کچھ لوگ ایسے تھے جو لکھتے تو تھے۔ لیکن نہ ضبط کرتے تھے اور نہ ہی تصحیح کرتے تھے اور کچھ صرف دیکھنے والے ہوتے اور کچھ دوسروں کے ساتھ مل کر سنتے تھے۔ پھر اس کے بعد ابن لھیعہ نے کوئی کتاب نہیں نکالی اور نہ کہیں ان کی کتاب دیکھی گئی اور جو شخص سماع کا ارادہ کرتا تو وہ اس شخص کے پاس چلا جاتا جس نے آپ سے لکھا ہوتا چنانچہ اس سے لکھ لیتا پھر آپ کے پاس آ کر انہیں پڑھ کر سنا دیتا۔ تو جس کا مجموعۂ احادیث نسخہ کے مطابق ہوتا تو اس کی حدیث صحیح ہوتی اور جس نے کسی ایسے نسخہ سے لکھا جو منضبط نہیں تھا اس میں کافی خلل واقع ہو جاتا (۷)۔

اور قدماء کا ابن لھیعہ سے سماع کے متعلق ابو زرعۃ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "بعد اور پہلے والے سب برابر ہیں۔ ماسوائے ابن مبارک اور ابن وھب کے، کیونکہ یہ دونوں ان کے اصولوں کو اچھی طرح تلاش کرتے پھر لکھتے تھے (۸)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

---

(۱) الأعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱/۱۷۷ (۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۳۰۸ (۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۷۷

(۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۳۶ (۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۱۷۹ (۶) الرازی الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۳۶،۲

(۷) الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۱۳۶ (۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳۷۶ (۸) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۱۳۶،

۱۔ ابن مبارکؒ ①

۲۔ ابن وھب ② ابن معین کا قول ہے: ''ابن لھیعہ کی احادیث کو لکھا گیا ہے یہاں تک کہ ابن وھب ان سے مرتے دم تک حدیث لکھتے رہے'' ③۔

قتیبہ کا بیان ہے۔ کہ ہم ابن لھیعہ کی احادیث کو ابن لھیعہ کے بھتیجے اور ابن وھب کی کتب کے علاوہ کسی سے نہیں لکھتے تھے ④۔

۳۔ آپ کے بے شمار تلامذہ جن کے نام مذکور نہیں ⑤۔

۴۔ ابو الأسود نضر بن عبد الجبار المرادی (ابن لھیعہ کے کاتب) ⑥۔

۵۔ الأعور: آپ کا بیان ہے۔ ''عامر نے مجھ سے ابن لھیعہ کی کتاب مستعار لی'' ⑦۔

۶۔ عبد الرحمٰن بن مھدی ⑧

۷۔ قتیبہ بن سعید ⑨

۸۔ لھیعۃ بن عیسیٰ ⑩

۹۔ عثمان بن صالح ⑪

۱۰۔ یحیٰی بن بکیر ⑫

۱۷۴. جریر بن حازم الازدی (م۱۷۵ھ)

آپ نے ابی طفیل، ابن رجاء اور حسن بصری سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش، ایوب اور آپ کے بیٹے وھب نے روایت کی ہے ⑬۔ آپ صاحب کتاب تھے ⑭۔ آپ نے جریر، ایوب السختیانی اور لیث بن سعد سے ایک طویل نسخہ نقل کیا ہے ⑮۔

۱۷۵. السکن بن أبی خالد (م۱۷۵ھ)

آپ نے حسن بصری، ابو نعامہ السعدی سے روایت کی ہے اور آپ سے قتیبہ نے روایت کی ہے ⑯۔

---

① الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۳۶/۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۳/۵
② الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۴۷/۲ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴۷۷/۲
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۷/۵ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۵/۵
⑤ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۳۶/۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۶/۵
⑥ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۳۶/۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۶/۵
⑦ العقیلی، الضعفاء، ص: ۳۱۵ ⑧ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۳۶/۲
⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۵/۵ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۵/۵
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۶/۵ ⑫ ؟، ترتیب المدارک، ص: ۵۲۹/۱
⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۱/۲
⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۰/۲ ◉ ابن الجعد، المسند، ص: ۳۱۸ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۵۰۵/۱
⑮ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۰۷/۱ ⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۹/۴ ◉ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱۷۹/۴

قتیبۃ بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں(۱)۔

۱۷۶. لیث بن سعد الفہمی (۱۷۵ھ)

آپ نے نافع، ابن ابی ملیکہ اور یزید بن حبیب سے روایت کی ہے اور آپ سے شعیب بن محمد، ہشام بن سعد، ہشیم بن بشیر سے روایت کی ہے(۲)۔ بعض لوگوں نے آپ سے کہا! ہم آپ سے وہ حدیث سنتے ہیں جو آپ کی کتب میں نہیں ہوتیں۔ تو آپ نے جواب دیا:

"أو كلما في صدري في كتبي لوكتبت ما في صدري ما وسعه هذا المركب"(۳)

کیا میری کتب میں وہ سب کچھ ہے جو میرے سینے میں محفوظ ہے؟ (ایسا نہیں ہے) جو کچھ میرے سینے میں محفوظ ہے اگر میں اسے تحریر کر لیتا تو یہ سواری بھی اس کے لئے کافی نہیں ہے۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی کتب تھیں۔

۱۔ ابو صالح (لیث کا کاتب)(۴)
۲۔ خالد المدائنی(۵)
۳۔ عبداللہ بن واقد(۶)
۴۔ قتیبہ بن سعید(۷)
۵۔ یحییٰ بن بکیر(۸)

۱۷۷. وضاح بن عبداللہ ابو عوانۃ الواسطی (م ۱۷۶ھ)

آپ نے اشعث بن ابی شعثاء، اسود بن قیس اور قتادہ سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، ابن علیۃ اور ابو داؤد وغیرہ نے روایت کی ہے(۹)۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ شعبہ نے ابو عوانہ سے کہا:

كتابك صالح و حفظك لا يساوي شيئاً(۱۰) (تمہاری کتاب صالح ہے اور تمہارا حافظہ کچھ بھی نہیں ہے)۔

ابن معین کا قول ہے۔ "ابو عوانہ اَن پڑھ تھے اور لکھنے کے لئے کسی شخص سے مدد لیتے تھے اور آپ خود کتب پڑھا کرتے تھے(۱۱)۔

عطاء نے ابو عوانہ کو اس لئے خریدا تاکہ ان کے بیٹے یزید کے ساتھ رہیں۔ یزید علم سیکھتے تھے، اور ابو عوانہ ان کی کتب اور دواتیں اٹھاتے اور رکھتے تھے(۱۲)۔ ابو عبیدۃ الحداد فرماتے ہیں:

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۹/۴
(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۴/۸
(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۴/۸
(۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۸۶/۲
(۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۰/۸
(۶) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۱۸/۲
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۰/۸
(۸) ابن عدی، الکامل، ص: ۲۲۲/۱
(۹) ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۶۰ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸/۱۱
(۱۰) الذہبی تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۱۴/۱
(۱۱) ابن المدینی، العلل، ص: ۱۱۵/۱
(۱۲) الواسطی، تاریخ واسط، ص: ۱۳۵

مجھے ابوعوانہ نے کہا کہ لوگ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔؟ تو میں کہا وہ کہتے ہیں۔ جب آپ کتاب سے بیان کرتے ہیں۔ وہ تو محفوظ ہے اور جب کسی کتاب سے بیان نہ کریں وہ غیر محفوظ ہے تو ابوعوانہ نے کہا کہ انہوں نے مجھے بھی نہیں چھوڑا (۱)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ہشام بن عبدالملک: ابن حنبلؒ کا قول ہے۔ ''یحییٰ بن حماد اور ہشام بن عبدالملک ابوعوانہ سے بہت زیادہ روایات لکھا کرتے تھے۔ لیکن ان دونوں میں یحییٰ بن حماد زیادہ روایت کرنے والے تھے'' (۲)۔

۲۔ یحییٰ بن حماد (۳)

۳۔ عفان بن مسلم: آپ کا بیان ہے۔ کہ ابوعوانہ احادیث یاد کرتے اور پھر ہمیں روایات لکھوایا کرتے تھے۔ آپ ایک لمبی حدیث نکالتے پھر اسے پڑھتے یا اسے لکھواتے تھے (۴)۔

۱۷۸۔ شریکؒ بن عبداللہ النخعی الکوفی (م ۱۷۷ھ)

آپ نے زیاد بن علاقہ، ابی اسحٰق اور عبدالملک سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مہدی، وکیع اور یحییٰ بن آدم نے روایت کی ہے (۵)۔ آپ کا بیان ہے۔ کہ میں کوفہ میں تھا دودھ دھوتا اور اسے بیچتا اور اس سے رجسٹر اور صحائف خرید لیتا چنانچہ میں نے علم اور حدیث کو لکھا، اور پھر میں نے فقہ سیکھی (۶)۔ آپ نے بہت سی کتب تالیف کیں حاتم بن اسماعیل کے پاس ان کی کتب میں سے تقریباً تیس اجزاء تھے (۷)۔ ابن عمار کا قول ہے۔ ''شریکؒ کی کتب صحیح ہیں'' (۸)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابوبکر بن ابی شیبۃ (۹) ۲۔ اسحاق الأزرق (۱۰)
۳۔ حجاج بن محمد (۱۱) ۴۔ الحکم بن ایوب (۱۲)
۵۔ حاتم بن اسماعیل (۱۳) ۶۔ عبداللہ بن عمرو الموصلی (۱۴)
۷۔ عبداللہ بن المبارکؒ (۱۵) ۸۔ المرزوقی (۱۶)
۹۔ یزید (۱۷)

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۳ (۲) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۵۱ (۳) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۵۱
(۴) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲، ۴۳ (۵) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۳۳۵ (۶) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۲۸۰
(۷) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۲، ۳۱۷ (۸) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۲۳ (۹) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۸۲
(۱۰) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۲۲۶ (۱۱) الواسطی، تاریخ واسط، ص: ۳۳ (۱۲) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۱۳
(۱۳) الاصفہانی، تاریخ اصفہان، ص: ۱/۲۹۸ (۱۴) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۲، ۳۱۷ (۱۵) الازدی، تاریخ الموصل، ص: ۳۰۶
(۱۶) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۲۶ (۱۷) ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۲۷ (۱۸) الواسطی، تاریخ واسط، ص: ۳۳

۱۷۹. محمد بن مسلم الطائفی(م۱۷۷ھ)

آپ نے ابراہیم بن میسرة، عمرو بن دینار اور ابن جریج سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مبارک، عبدالوهاب ثقفی اور عبد الرحمٰن بن مھدی نے روایت کی ہے①۔ ابن مھدی کا قول ہے۔ کہ "ان کی کتب صحیح ہیں"②۔ اور ابن معین کا قول ہے۔ "جب وہ اپنی کتاب سے روایت کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں"③۔ سفیان ثوری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

معرف بن واصل کا قول ہے۔ "میں نے سفیان الثوری کو محمد بن مسلم کے سامنے احادیث لکھتے ہوئے دیکھا"④۔

۱۸۰. یزید بن عطاء بن یزید الیشکری (م۱۷۷ھ)

آپ نے سماک بن حرب، اسماعیل بن ابی خالد اور اعمش سے روایت کی ہے اور آپ سے عبدالرحمٰن بن مھدی، حسین بن محمد اور یحییٰ بن اسحٰق نے روایت کی ہے⑤۔ ابوعوانہ، یزید کی کتب اور دوات اٹھایا کرتے تھے⑥۔

۱۸۱. جعفر بن سلیمان الضبعی(م۱۷۸ھ)

آپ نے ثابت البنانی اور یزید الرشک اور حمید بن قیس سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن مبارک اور عبد الرحمٰن بن مہدی نے روایت کی ہے⑦۔ عبدالرزاق الصنعانی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں⑧۔

۱۸۲. عبدالله بن جعفر بن نجیح السعدی(م۱۷۸ھ)

آپ نے عبداللہ بن دینار، علاء بن عبد الرحمٰن اور ابی الزناد سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے علی بن عبداللہ، اسماعیل بن جعفر اور بشر بن معاذ نے روایت کی ہے⑨۔ بھز کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

ا۔ ابن حنبلؒ کا قول ہے۔ کہ ہم بھز کے پاس جایا کرتے تھے۔ یعنی میں، ابن معین اور علی بن مدینی۔ اور ہماری نمائندگی علی کیا کرتے تھے۔ پھر ایک دن انہوں نے ایک رجسٹر نکالا۔ جس میں عبداللہ بن جعفر کی حدیث تھی۔ تو یحییٰ نے کہا اے ابوالحسن! اسے رہنے دو، تو انہوں نے اسے اپنے ہاتھ سے رکھ دیا⑩۔

ابن حبان کا قول ہے۔ "کہ ہم نے ایک نسخہ لکھا ہے جس کے اکثر حصہ کا کوئی اصول نہیں ہے"⑪۔

---

① الخزرجی، خلاصۃ تذھیب، ص:۳۰۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۴۴

② الذہبی، میزان الإعتدال، ص:۴/۴۰ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۴۴

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۴۴ ④ الذہبی، میزان الإعتدال، ص:۴/۴۰

⑤ الخزرجی، خلاصۃ تذھیب، ص:۴۲۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۱/۳۵۱

⑥ الباجی، التعدیل والتجریح، ص:۱۷۱ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۲/۹۷

⑧ ابن حنبل، المسند، ص:۶/۳۳۷ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۱۷۵

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۱۷۴ ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۵/۱۷۶

۱۸۳. حماد بن زید بن درهم الأزدی (م ۱۷۹ هـ)

آپ نے ثابت البنانی، انس بن سیرین اور عبدالعزیز بن صہیب سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن المبارک، ابن مہدی اور ابن وہب نے روایت کی ہے①۔ یحییٰ کا قول ہے:

"لم يكن أحد يكتب عند ايوب إلا حماداً"② (ایوب کے پاس حماد کے علاوہ کوئی لکھنے والا نہ تھا)۔

ابن مھدی کا بیان ہے:

''میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو احادیث کو لکھتا نہ ہو اور وہ حماد بن زید سے زیادہ حافظہ والا ہو اور ان کے پاس کوئی کتاب نہیں تھیں صرف یحییٰ بن سعید کے اجزاء تھے وہ اس میں غلطی کیا کرتے تھے''③۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ خلف بن ہشام البغدادی: عباس الدوری بیان کرتے ہیں۔ کہ خلف نے مجھے یحییٰ کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ میرے پاس حماد بن زید کی کتب تھیں اور میں نے ان سے احادیث بیان کی ہیں اور میرے پاس کچھ رقعے باقی رہ گئے جن میں سے بعض مٹے ہوئے تھے میں اور میرے اصحاب جمع ہوئے اور اس کا استخراج کیا آپ کا خیال ہے کہ میں اس سے روایت کروں؟ تو انہوں نے فرمایا اس سے کہو کہ اے ابوسعید اس سے بیان کرو آپ صدوق اور ثقہ ہیں④۔

۲۔ سفیان الثوری: ابن مہدی کا قول ہے۔ کہ میں نے سفیان ثوری کو دیکھا وہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر حماد بن زید سے اس حدیث کے متعلق پوچھ کر لکھ رہے تھے⑤۔

۳۔ سلیمان بن حرب⑥

۴۔ عبدالرحمٰن بن المبارک: آپ کا قول ہے کہ

''میں نے عبدالرحمٰن بن مھدی کے ساتھ حماد بن زید سے سنا تو میں نے کہا اے ابوسعید مجھے نسخہ دیں تو انہوں نے کہا اے میرے بچے میں آپ کی طرف اپنی کتاب بھیجوں گا عبدالرحمٰن کہتے ہیں۔ کہ میں نے بستی کے امام سے سفارش کروائی تو وہ آئے اور بیٹھے حتیٰ کہ میں نے بھی ایک نسخہ لکھ لیا⑦۔

۵۔ عبدالرحمٰن بن مھدی⑧

۶۔ علی بن المدینی: آپ نے ان کی احادیث بچپن میں لکھی ہیں اسی لئے بعض لوگوں نے ان احادیث میں کلام کیا ہے جو حماد بن زید سے ہوں⑨۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳

③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۳۸/۱ ④ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ۲۲۹/۱ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۶/۳

⑤ السمعانی، الاملاء، ص: ۸۶ ⑥ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۱ ⑦ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۵

⑧ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۵ ⑨ الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۸۲/۳

۱۸۴. مالکؒ بن انس الأصبحی المدنی (م۱۷۹ھ)

آپ نے عامر بن عبداللہ، ابن الزبیر اور نعیم بن عبداللہ سے روایت کی ہے اور آپ سے زہری، یحییٰ بن سعید اور یزید بن عبد اللہ نے روایت کی ہے①۔ آپ اسلام کے روشن میناروں میں سے تھے،۔ مدینہ منورہ کے مشہور امام تھے۔ اور عالم اسلام میں پھیلنے والے چار فقہی مذاہب میں سے ایک کے امام تھے②۔

آپ نے اپنی علمی زندگی کی ابتدا کتابت حدیث کے ساتھ کی۔ آپ کا بیان ہے کہ

> ''میں نے اپنی ماں سے کہا کہ میں علم حاصل کرنے جارہا ہوں تو میری ماں نے کہا بیٹے ادھر آؤ پہلے علماء والا لباس تو پہن لو تو پھر حدیث لکھنا چنانچہ میری ماں نے مجھے کڑھائی والے کپڑے پہنائے اور سر پر ٹوپی رکھی اور اس کے اوپر عمامہ باندھا اور کہا بیٹا اب جاؤ اور جا کر علم لکھو③۔

آپ نے تمام شیوخ ہی سے احادیث لکھی ہیں۔ ابن عیینہ کا قول ہے:

> ہم امام مالک کے آثار کی پیروی کیا کرتے تھے۔ اور یہ دیکھتے کہ اگر انہوں نے کسی شیخ سے لکھا ہوتا (تو ہم ان سے احادیث لکھ لیتے) وگرنہ اسے چھوڑ دیتے تھے④۔

بشر الزہرانی نے ایک مرتبہ امام مالک سے ایک شخص کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ''کیا تم نے اسے میری کتب میں دیکھا ہے؟ تو بشر نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتا تو تم اسے میری کتب میں دیکھتے''⑤۔

ڈاکٹر مصطفیٰ الأعظمی فرماتے ہیں:

> یہ تمام اقوال اس بات کی دلیل ہیں۔ کہ آپ نے صرف حافظہ پر اعتماد نہیں کیا بلکہ انہیں لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ آپ جب بھی کلام کرتے تو آپ کے اصحاب اسے لکھ لیتے تھے''⑥۔

ابو مصعب کا قول ہے:

> ''میں نے معن بن عیسیٰ کو دیکھا وہ دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ کر امام مالکؒ جو بھی بولتے اسے لکھ لیتے تھے''⑦۔

ابن وہب کا قول ہے کہ میں نے امام مالک کو فرماتے ہوئے سنا ''اللہ کی قسم مجھے یہ پسند نہیں کہ تم میری ہر بات سن کر لکھ لو''۔ نیز آپ کا قول ہے۔ اگر جو کچھ ہم نے امام مالکؒ سے سن کر لکھا تھا اسے آپ پر پیش کریں تو آپ تین چوتھائی حصہ مٹا ڈالتے⑧۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام مالک کبھی کبھار اپنے تلامذہ کو لکھوایا کرتے تھے۔ امام یحییٰ القطان سے پوچھا گیا کہ کیا امام مالک آپ کو لکھوایا کرتے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا میں ان کے سامنے لکھا کرتا تھا⑨۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۸/۱۰ ② الدارقطنی، احادیث الموطا، ص:۷ ③ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۸ ④ ؟، ترتیب المدارک، ص:۱۱۹/۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۱۰ ⑤ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۳۳ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۶/۱۰ ⑥ الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص:۳۰۰

⑦ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۲۳ ⑧ الحمیدی، جذوۃ المقتبس، ص:۲۳۲ ⑨ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۱۴۷ ⑩ الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۱۳

امام مالک اپنے شاگردوں کی تصحیح فرمایا کرتے تھے۔ ابن وھب کا قول ہے۔ میں امام مالک کے پاس جایا کرتا آپ اس وقت مضبوط نوجوان تھے۔ آپ میری کتاب پکڑ کر پڑھتے اور اگر اس میں غلطی دیکھتے تو کپڑے کا ٹکڑا لے کر اسے پانی میں گیلا کر کے اس غلطی کو مٹا دیتے اور صحیح لکھ دیتے (۱)۔ آپ نے ''المؤطا'' کے نام سے حدیث کی ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کو ایک ہزار سے زائد اشخاص نے آپ سے روایت کی ہے (۲)۔ امام شافعی کا قول ہے۔ ''میں نے اس زمین پر امام مالک کی کتاب (المؤطا) سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ نیز آپ کا قول ہے۔ ''کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب مالک کی ''المؤطا'' ہے (۳)۔

۱۸۵. ابراھیم بن عقیل بن معقل (م ۱۸۰ ھ)

آپ نے اپنے والد کے عقیل بن معقل سے روایت کی ہے۔ آپ سے احمد بن حنبل آپ چچا کے اسماعیل بن عبدالکریم وغیرہ نے روایت کی ہے (۴)۔ ابن معین کا قول ہے:

"وقد رأيته ولم يكن به بأس ولكن ينبغي ان تكون صحيفة وقعت إليه" (۵)

میں نے انہیں دیکھا ہے ان میں کوئی عیب نہیں تھا ممکن ہے کہ صحیفہ ان کے پاس آگیا ہو۔

۱۸۶. حفص بن سليمان الأسدی (م ۱۸۰ ھ)

آپ نے عاصم الاحول، عبدالملک بن عمیر اور لیث بن ابی سلیم سے روایت کی ہے اور آپ سے ابوشعیب، حفص بن غیاث اور علی بن عیاش نے روایت کی ہے (۶)۔

ابن حبان کا بیان ہے۔ کہ ''آپ لوگوں کی کتب لے کر انہیں لکھ لیتے اور بغیر سماع کے انہیں روایت کرتے تھے'' (۷)۔

امام شعبہ کا قول ہے۔ کہ ''مجھ سے حفص بن سلیمان نے ایک کتاب لی پھر واپس نہیں کی'' (۸)۔

۱۸۷. صدقة بن خالد الاموی (م ۱۸۰ ھ)

آپ نے اپنے والد سے خالد، زید بن ابی واقد اور عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحییٰ بن حمزہ، ولید بن مسلم اور ابومسہر نے آپ سے روایت کی ہے (۹)۔ ابن معین کا بیان ہے۔

"كان صدقة بن خالد يكتب عند المحدثين فى الألواح و أهل الشام لايكتبون عندالمحدث يسمعون ثم يجيئون فيأ خذون سما عهم منه" (۱۰)

---

(۱) ابن وھب، الجامع، ص: ۱۵ (مقدمہ محقق)
(۲) الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ، ص: ۱۱
(۳) السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۳۲
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۳۶
(۵) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱: ۱۲۱
(۶) الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۱/۵۵۸
(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳۱۸
(۸) ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۸۳ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳۱۹
(۹) الخزرجی، خلاصہ تذھیب، ص: ۱۳۶ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۱۵
(۱۰) الدولابی، الکنی، ص: ۲/۳۵

صدقہ بن خالد محدثین کے پاس الواح پر لکھا کرتے تھے۔ جبکہ اہل شام محدث کے پاس نہیں لکھتے تھے۔ صرف سنتے تھے۔ پھر واپس آتے اور ان سے اپنے سماع کی باتیں لیتے تھے۔

۱۸۸. عبدالوارث بن سعید العنبری البصری (م۱۸۰ ھ)

آپ نے عبدالعزیز بن صہیب شعیب الحجاب اور ابی التیاح سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' آپ کے بیٹے عبد الصمد اور عفان بن مسلم نے روایت کی ہے (١)۔ آپ صحیح الکتاب تھے۔: یزید بن ھارون کا بیان ہے۔ میں بصرہ پہنچا اور جب وہ آپس میں کسی حدیث کے بارے اختلاف کرتے تو عبدالوارث کی کتاب پر فیصلہ کرتے تھے (٢)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

١۔ عبدالصمد: ابن مدینی کا قول ہے۔"میں نے عبدالوارث کی احادیث عبدالصمد سے لکھیں اور میں یہ چاہتا تھا کہ یہ احادیث ابو معمر سے لکھوں" (٣)۔

٢۔ عبداللہ بن عمرو ابو معمر (٤)

۱۸۹. عبید اللہ بن عمرو ابو الولیدالرقی (م۱۸۰ ھ)

آپ نے عبدالملک بن عمیر' عبداللہ بن محمد اور اعمش سے روایت کی ہے اور آپ سے عبداللہ بن جعفر' زکریا بن عدی اور احمد بن عبدالملک نے روایت کی ہے (٥)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں (٦)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

١۔ زکریا بن عدی: ان کے پاس احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین آئے اور کہنے لگے ہمیں عبیداللہ بن عمرو کی کتاب دیں جواب میں زکریا نے کہا تم کتاب کو کیا کرو گے میں تمہیں ساری (کتاب) املاء کروا دیتا ہوں (٧)۔

٢۔ عمرو بن قسیط الرقی (٨)

۱۹۰. اسماعیل بن عیاش العنسی (م۱۸۱ ھ)

آپ نے محمد بن زیاد' صفوان بن عمرو اور ضمضم بن زرعہ سے روایت کی ہے اور آپ سے محمد بن اسحٰق' سفیان ثوری اور اعمش

---

(١) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۴۴۳
(٢) المسلم، کتاب التمییز، ص: ۵
(٣) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۳۵
(٤) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۳۵
(٥) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۳
(٦) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۶۰۰
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۳۱
(٧) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۶۰۰
(٨) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۴۵۶
◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۹۱

نے روایت کی ہے (۱)۔ آپ نے بہت زیادہ (احادیث) لکھیں اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں مثلاً

۱۔ المصنف (۲)　　۲۔ کتاب الفتن (۳)

ابوالیمان کا بیان ہے:

> ''اسماعیل ہمارے ہمسائے تھے۔ رات بھر عبادت میں مصروف رہتے اکثر قرآن کریم کی تلاوت کرتے کرتے رک جاتے اور کچھ دیر کے بعد پھر پڑھنا شروع کر دیتے میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا مجھے پڑھتے پڑھتے کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی حدیث یاد آجاتی ہے تو میں نماز چھوڑ کر اسے لکھنے لگ جاتا ہوں (۴)۔

ابن معین کا قول ہے:

> اسماعیل بن عیاش شامیوں سے روایت کرنے میں ثقہ راوی ہیں۔ اور اھل حجاز سے ان کا روایت کرنا صحیح نہیں کیونکہ ان کی کتاب ضائع ہو گئی تھی اس لئے کہ ان سے روایت کا حفظ کرنا آپ پر خلط ملط ہو گیا (۵)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابوالیمان: آپ کا قول ہے۔ میں نے اسماعیل بن عیاش کی کتب سے سب کچھ لکھا ہے یہاں تک کہ ان کی تحریر میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی (۶)۔

۲۔ عبداللہ بن المبارک (۷)

۳۔ شاگردوں کا ایک جم غفیر: یحییٰ کا بیان ہے۔ ''میں اسماعیل بن عیاش کی طرف گیا تو میں نے انہیں دیکھا وہ جوہری کے گھر کے بالاخانے پر بیٹھے تھے اور ان کے ساتھ دو اور آدمی تھے۔ جو ان کی کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ وہ انہیں روزانہ پانچ سو کے قریب احادیث بیان کرتے تھے۔ وہ دونوں نیچے تھے اور اسماعیل اوپر تھے۔ وہ ان کی کتب لیتے اور صبح سے شام تک نقل کرتے رہتے۔ یحییٰ فرماتے ہیں۔ میں (یہ حالت دیکھ کر) وہاں سے لوٹ آیا اور ان سے کچھ بھی نہیں سنا (۸)۔

۴۔ محمد بن بشر الحمصی: انہوں نے اسماعیل سے کتاب الفتن روایت کی ہے (۹)۔

۵۔ یحییٰ بن معین: انہوں نے آپ سے املاء لکھی (۱۰)۔

---

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۲۵　(۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱:۱۹۲ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۲۴

(۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۲۱۱　(۴) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۲۵۳

(۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۶/۲۲۶ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/۳۲۳

(۶) الفسوی، التاریخ، ص:۳/۱۳۳ ⊙ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۶/۲۲۳　(۷) الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۶/۲۲۳

(۸) ابن الجعد، المسند، ص:۵۴۱ ⊙ ابن عدی، الکامل، ص:۱:۱۰۳ ⊙ الخطیب، تاریخ بغداد، ص:۶/۲۲۲ ⊙ الذہبی، میزان الإعتدال، ص:۱/۲۴۳

(۹) الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳/۲۱۱　(۱۰) الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۲۴۳

۱۹۱. خلف بن خلیفه بن صاعد الأشجعی (م ۱۸۱ ھ)

آپ نے اپنے والد خلیفہ بن صاعد، حفص اور اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے اور آپ سے سعد، ابن منصور اور داؤد بن رشید نے روایت کی ہے①۔ عبدالرحیم بن عمر البزاز کا قول ہے۔

"خلف بن خلیفہ سے لوگوں نے لکھا کیونکہ ھشیم جب حدیث بیان کرنے لگتے تو فرماتے یہ حدیث مجھے ایک شیخ نے اُشجع سے بیان کی ہے تو لوگ پوچھتے کہ اے ابو معاویہ وہ شیخ کون ہیں؟ تو آپ فرماتے وہ خلف بن خلیفہ ہیں۔ تو لوگ ان کے پاس چلے جاتے"②۔

۱۹۲. الولید بن محمد الموقری (م ۱۸۲ھ)

آپ نے زہری، عطاء خراسانی، سفیان ثوری اور ثور بن یزید سے روایت کی ہے③۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ ابو حاتم کا قول ہے:

"...... کان لایقرأ من کتابه فإذا دفع إلیه کتاب قرأة"④

آپ اپنی کتاب سے نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ جب آپ کی طرف کوئی کتاب آگے کی جاتی تو اسے پڑھ لیتے تھے۔

۱۹۳. هشیم بن بشیر الواسطی (م ۱۸۳ ھ)

آپ نے اپنے والد بشیر بن القاسم، عبدالملک بن عمیر اور یعلی بن عطا سے روایت کی ہے آپ سے مالک بن انس، شعبہ اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے⑤۔ ابن حبان کا قول ہے۔ کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے۔ جنھوں نے آثار اور اخبار کو جمع کرنے کے ساتھ خصوصی شغف رکھا یہاں تک کہ (احادیث کے) حافظ بنے اور کتب تصنیف کی ہیں⑥۔ آپ نے بہت سی کتب تالیف فرمائیں۔ ابن الندیم نے آپ کی مندرجہ ذیل کتب ذکر کی ہیں⑦۔

۱۔ کتاب السنن ۲۔ کتاب التفسیر

۳۔ کتاب القراءات ۴۔ کتاب الصلوۃ⑧

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابن حنبل: آپ کا قول ہے۔ "۱۷۹ھ میں حماد بن زید کی موت کی خبر ہمیں ہشیم کے گھر ملی، اس وقت ہشیم ہمیں "کتاب الجنائز" لکھوا رہے تھے⑨۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۱/۳ ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۱۹/۸
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۰/۱۱ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۹/۱۱
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۲/۱۱ ⑥ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۷۷
⑦ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۲۸ ⑧ ابو نعیم، تاریخ اصفہان، ص: ۱۱۸/۱
⑨ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۶۶/۱ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۳۱۔

۲۔ ابو صالح: آپ کا بیان ہے۔ ہم بغداد میں تھے۔ وہاں مجھے لیث بن سعد نے کہا ھشیم سے کہنا " آپ کا بھائی لیث آپ کو سلام کہہ رہا تھا اور آپ سے درخواست کرتا ہے کہ آپ اپنی کتب میں سے کچھ اس کی طرف بھیج دیں" چنانچہ میں ہیثم سے ملا انہوں نے مجھے کچھ کتب دیں جس سے ہم نے لکھ لیا اور میں نے اسے لیث کے ساتھ سنا (۱)۔

۳۔ حجاج بن محمد: ابن حنبل کا قول ہے۔ میں نے حجاج کو دیکھا وہ ہیثم کے پاس بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔ پھر مجلس کے بعد کھڑے ہوتے تو جو رہ گیا ہوتا اس کے بارے ھشیم سے پوچھ کر اصلاح کر لیتے (۲)۔

۴۔ حبان بن بشر (۳)

۵۔ شجاع بن مخلد (۴)

۶۔ عبداللہ بن موسیٰ (۵)

۷۔ لیث بن سعد (۶)

۱۹۴ . یحییٰ بن حمزہ الدمشقی (م ۱۸۳ ھ)

آپ نے اوزاعی، عبدالرحمٰن بن یزید اور ثور بن یزید سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے محمد بن یحییٰ ابن مہدی اور ولید بن مسلم نے روایت کی ہے (۷)۔ محمد بن عائذ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں (۸)۔

۱۹۵ . ابراھیم بن سعد زھری (م ۱۸۴ ھ)

آپ نے اپنے والد سعد بن ابراہیم، صالح بن کیسان اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے لیث، قیس بن الربیع اور شعبہ نے روایت کی ہے (۹)۔ ابراہیم بن حمزۃ کا قول ہے:

ابراہیم بن سعد کے پاس محمد بن اسحاق کی مغازی کے علاوہ احکام کی تقریباً سترہ ہزار احادیث تھیں (۱۰)۔ اور اس کے علاوہ دوسری کتب بھی آپ کے پاس تھیں (۱۱)۔

امام شعبہ ان سے استفادہ حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو ابھارا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

"أكتبوا عنه أنا أحدثكم عنه" (۱۲) (ان سے لکھو میں تمہیں ان سے احادیث بیان کرتا ہوں)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

---

(۱) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۴۷۹ (۲) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۸۱ (۳) ابو نعیم، تاریخ اصفہان، ص: ۱/۱۱۸

(۴) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۹۰ (۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۶/۱۹۵ (۶) ابن سعد تاریخ بغداد، ص: ۹/۴۷۹

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۲۰۱ (۸) الرازی، تقدمة الجرح و التعديل، ص: ۳۳۳ (۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۲۲

(۱۰) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۶/۸۳ (۱۱) الذہبی، ميزان الإعتدال، ص: ۱/۳۵ (۱۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۲۲

(۱۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۲۲ (۱۳) ابن عدی، الکامل، ص: ۱:۸۸

۱۔ ابن اسحاق: احمد بن حنبل کا قول ہے۔ ابن اسحاق مدلس تھے۔ لیکن ان سے ابراہیم بن سعد کی وہ روایات صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ جن میں سماع کی صراحت ہو①۔

۲۔ احمد بن حنبل: انہوں نے بہت کم عمری میں ان سے احادیث لکھیں۔ اسی لئے ابن حنبل کی ابراہیم بن سعد سے روایت کرنے کے بارے میں بعض لوگوں نے کلام کیا ہے②۔

۳۔ احمد بن محمد بن أیوب البغدادی: انہوں نے ابراہیم بن سعد سے ''کتاب المغازی'' روایت کی ہے③۔

۴۔ سعد بن ابراہیم بن سعد: آپ اپنے والد کی کتب روایت کرتے تھے④۔

۵۔ الفضل بن یحییٰ: یعقوب بن ابراہیم بن سعد فرماتے ہیں۔ کہ میرے والد نے فضل بن یحییٰ کے لیے ایک نسخہ لکھا تھا۔ لیکن وہ اسے سن نہ سکے⑤۔

۶۔ نوح بن یزید: ان کے پاس آپ کی ایک کتاب تھی⑥۔

۷۔ یعقوب بن ابراہیم: آپ اپنے والد سے مغازی اور دوسری کتب روایت کی ہیں⑦۔

۱۹۶۔ ابراهیم بن محمد بن ابی یحییٰ الأسلمی(م ۱۸۴ ھ)

آپ نے زہری' یحییٰ بن سعید اور صالح سے روایت کی ہے اور آپ سے ابراہیم بن طہمان' سفیان ثوری اور ابن جریج نے روایت کی ہے⑧۔ امام ابن حنبل کا قول ہے آپ منکر احادیث روایت کیا کرتے تھے اور لوگوں کی احادیث لے کر اپنی کتب میں گھڑ لیا کرتے تھے⑨۔ آپ نے مؤطا تصنیف کی جو مؤطا امام مالک سے کئی گنا بڑی تھی⑩۔ اور اس کے نسخے بہت زیادہ ہیں⑪۔

نعیم بن حماد کا بیان ہے:

> میں نے اس کی کتب پر پچاس دینار خرچ کیے ایک دن انہوں نے ایک کتاب ہمیں دی، اس میں تقدیر کا انکار تھا۔ اور ہمیں ایک اور کتاب دی۔ جس میں اہل جہم کی رائے تھی۔ پھر انہوں نے میری طرف جہم کی کتاب بھیجی۔ میں نے اسے پڑھ کر پہچان لیا۔ اور انہیں کہا کہ کیا یہ تمھاری بھی رائے ہے۔ تو انہوں نے کہا: ہاں! پھر میں نے اس کی بعض کتب کو جلا ڈالا۔ اور بعض کو پھینک دیا⑫۔

ابن جریج نے ان سے دس سے زائد اجزاء روایت کرنے کی اجازت حاصل کی تھی⑬۔

---

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۳۰/۱ ② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۲/۳
③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱: ۱۰۷ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۹۱/۷
④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۷: ۸۳ ⑤ الرازی، الجرح والتعدیل ص: ۱/۱۰۷ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۹۱/۷
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۸۹/۱۰ ⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۷: ۸۳
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۹/۱ ⑨ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱/۱: ۱۲۶
⑩ ابن عدی، الکامل، ص: ۱: ۸۷ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۴۷/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۹/۱
⑪ ابن عدی، الکامل، ص: ۸۷/۱ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۹/۱
⑫ ابن عدی، الکامل، ص: ۸۷/۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۸/۱
⑬ الرازی، علل الحدیث، ص: ۳۳/۱

١٩٧. انس بن عیاض ابو ضمرة المدنی (م ١٨٥ھ)

آپ نے شریک بن ابی نمر، ابی حازم اور ربیعہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن وھب، بقیۃ بن الولید اور الشافعی نے روایت کی ہے(١)۔ ایک مرتبہ ابوضمرۃ انس بن عیاض کا ذکر امام مالکؒ کے سامنے کیا گیا تو امام مالک نے ان کی تعریف کی اور ان کے بارے میں بھلائی کی باتیں کہیں اور آپ نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے حدیث کی سماعت بھی کی اور اسے لکھا بھی(٢)۔ آپ اپنی کتب لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے تھے(٣)۔ اسی لیئے ایک مرتبہ امام مالکؒ نے انہیں احمق کہا تھا کیونکہ آپ اپنی کتب عراقیوں کو دے دیتے تھے(٤)۔

١٩٨. خالد بن یزید بن عبدالرحمن الدمشقی (م ١٨٥ھ)

آپ نے اپنے والد یزید بن عبد الرحمٰن، حلف بن حوشب اور ابی حمزہ الشمانی سے روایت کی ہے اور آپ سے ولید بن مسلم، ابن مبارک اور ہشام بن عبد الرحمٰن نے روایت کی ہے(٥)۔ ان کی ایک کتاب ''کتاب الدیات'' ہے۔

ابن معین اس کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"ینبغی أن یدفن"(٦) (یہ کتاب دفن کرنے کے قابل ہے)۔

١٩٩. ضمام بن اسماعیل المرادی (م ١٨٥ھ)

آپ نے ربیعۃ بن یوسف، عبد الرحمٰن بن زحر، عقیل بن خالد سے روایت کی ہے اور آپ سے بشر بن بکر، ابن وھب اور عمرو بن خالد نے روایت کی ہے(٧)۔ ابوموسیٰ(٨) اور محمد بن خلاد کے پاس ضمام کی (احادیث) کا ایک نسخہ تھا(٩)۔

٢٠٠. حجاج بن محمد الأعور (م١٨٦ھ)

آپ نے حریز بن عثمان، ابن ابی ذئب اور شعبہ سے روایت کی ہے اور آپ سے احمد بن حنبل یحییٰ بن معین اور ابوعبید نے روایت کی ہے(١٠)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

١۔ یحییٰ: آپ کے پاس تقریباً پچاس ہزار کے قریب احادیث لکھی ہوئی تھیں(١١)۔

---

(١) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ١/٣٧٦
(٢) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ١/٣٧٦
(٣) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ١/٣٧٦
(٤) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ١/٣٧٦
(٥) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٣/١٢٧
(٦) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٣/١٢٧
(٧) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٤/٤٥٩
(٨) الحاکم، المدخل، ص: ٤٤ ● الخطیب، الکفایۃ، ص: ١٥٣
(٩) الحاکم، المدخل، ص: ٤٤ ● الخطیب، الکفایۃ، ص: ١٥٣
(١٠) الخزرجی، خلاصۃ تذھیب، ص: ٦٣
(١١) الخزرجی، خلاصۃ تذھیب، ص: ٦٣

۲۔ عامر بن صالح ①

۳۔ سنید بن داؤد: ان کو حجاج اپنی کتاب سے لکھواتے تھے ②۔

۲۰۱. حسان بن ابراهيم ابوهشام الكوفی (م ۱۸۶ هـ)

آپ نے سعید بن مسروق، سفیان ثوری، عاصم الاحول سے روایت کی ہے اور آپ سے حمید بن مسعدۃ، احمد بن عبدۃ، ازرق بن علی وغیرہ نے روایت کی ہے ③۔ بشر بن آدم اور کچھ لوگوں کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

بشر بن آدم کا بیان ہے:

"حسان بن ابراہیم جب بغداد میں سلمۃ الأحمر (جگہ کا نام) جاتے تو میں ان سے احادیث لکھتا تھا ④۔

۲۰۲. عباس بن الفضل الانصاری (م ۱۸۶ هـ)

آپ نے احمد بن نجدۃ، حسین بن ادریس اور عباس بن فضل سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے ⑤۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی ⑥۔ اور آپ نے قرأت کے بارے میں ایک بڑی کتاب تصنیف کی جس میں بہت سی احادیث تھیں ⑦۔

۲۰۳. معتمر بن سليمان بن طرخان التيمی (م ۱۸۷ هـ)

آپ نے اپنے والد سلمان بن طرخان، حمید الطویل اور اسماعیل بن خالد سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن مبارک اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے روایت کی ہے ⑧۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ ابن خراش کا قول ہے۔

"إذا حدث من كتابه فهوثقة" ⑨

جب وہ (معتمر) یہ اپنی کتاب سے روایت کریں تو پھر ثقہ ہیں۔

۲۰۴. ابراهيم بن محمد بن الحارث الفزاری (م ۱۸۸ هـ)

آپ نے ابن اسحاق السبیعی، حمید الطویل، ابی طولہ سے روایت کی ہے اور آپ سے معاویہ بن عمرو، زکریا بن عدی اور اوزاعی نے روایت کی ہے ⑩۔ اور آپ نے کتابت حدیث اٹھائیس برس کی عمر میں شروع کی ⑪۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۷۱
② الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۳۲۶
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۴۵
④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸/۲۶۰
⑤ الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۲/۳۸۵
⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۱۲۷ ◉ الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۲/۳۸۵
⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۹۸
⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۲۷
⑨ الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۳/۱۴۲ ◉ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۲/۲۳۶ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۲۸
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۵۳
⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۱۵۳

حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ "امام شافعیؒ نے ان کی کتاب کو دیکھا اور اس کی ترتیب پر انہوں نے اپنی کتاب لکھی" (١)۔

آپ کی مؤلفات میں سے ایک "کتاب السیر" بھی ہے (٢)۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اس کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"ورأيت أنا شخصيا هذه المخطوطة فى سفرتى إلىٰ القروبين عام ١٩٦٤م" (٣)

۱۹۶۴ء کو جب میں نے القروبین کا سفر کیا تو میں نے بذات خود اس (کتاب) کا مخطوطہ دیکھا تھا۔

درج ذیل اشخاص نے اس کتاب کو روایت کیا ہے۔

١۔ محبوب بن موسیٰ (٤) ٢۔ المسیب بن واضح (٥)

٣۔ معاویۃ بن عمرو الأزدی (٦)

حافظ ابن حجر نے ابن الندیم سے نقل کیا ہے کہ ابراہیم پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں اصطرلاب (٧) کو متعارف کرایا اور اس بارے میں ان کی تصنیف بھی ہے (٨)۔ اور الزرکلی کے نزدیک ان کا نام ابراہیم بن محمد نہیں، بلکہ محمد بن ابراہیم بن محمد الفزاری ہے (٩)۔

٢٠٥. جریر بن عبدالحمید ابو عبداللہ الضبی (م١٨٨ھ)

آپ نے اشعث، مغیرۃ اور عبدالملک بن عمیر، ابی اسحاق الشیبانی وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے اسحاق بن راہویہ، قتیبہ اور ابوخیثمہ نے روایت ہے (١٠)۔ آپ صاحب کتب تھے۔ ابن عمار کا قول ہے۔

"وكانت كتبه صحاحاً" (١١) (آپ کی کتب صحیح تھیں)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

١۔ ابراہیم بن ھاشم: ان کا قول ہے۔ میں نے ان سے ایک ہزار پانچ سو احادیث لکھی ہیں (١٢)۔

٢۔ سلیمان بن حرب: آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے جریر الرازی سے احادیث کہاں لکھیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اور عبدالرحمٰن اور شاذان نے مکہ میں احادیث لکھیں (١٣)۔

---

(١) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ١/١٥٢ (٢) الزرکلی، الأعلام، ص: ١/٥٥
(٣) الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ١/٢٢٦ (٤) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ٣/٣٨٦
(٥) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ٣/٣٨٦ (٦) ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ٧/٨٢ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ٣/٣٨٦
(٧) ستاروں کی گردش اور حرکت معلوم کرنے کا آلہ اصطرلاب کہلاتا ہے
(٨) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ١/١٥٣ (٩) الزرکلی، الأعلام، ص: ٦/١٨١
(١٠) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٢/٧٦ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ٧/٢٥٦
(١١) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ١/٣٩٣ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ٢/٧٥ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ١/٤٣١
(١٢) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ١/٣٩٥ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ٧/٢٥٧
(١٣) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ٧/٢٥٧ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ١/٣٩٥

۳۔ شاذان ①

۴۔ عبدالرحمٰن بن مہدی ②

۵۔ محمد بن عیسیٰ بن الطباع کے بھائی: محمد بن عیسیٰ کا قول ہے کہ میرے بھائی ری میں جریر کے پاس گئے۔ تو انہوں نے جریر کی کتب لکھ لیں پھر انہوں نے جو کچھ لکھا تھا میں نے اسے دیکھا اور یاد کر لیا پھر جب جریر عراق آئے تو میں نے ان سے ان احادیث کا مطالبہ کرنا چاہا تو وہ کہنے لگے تم میرے پاس وہاں کیوں نہیں آئے ③۔

۲۰۶. حمید بن زیاد ابو صخر (م ۱۸۹ ھ)

آپ نے ابو صالح السمان' ابی حازم اور نافع سے روایت کی ہے اور آپ سے سعید بن ابی ایوب' حیوۃ بن شریح' اور ابن وھب نے روایت کی ہے ④۔ ابن لھیعہ نے ان سے ایک ''نسخہ'' روایت کیا ہے ⑤۔ جبکہ ابن وھب نے ابن لھیعہ کی نسبت زیادہ بڑا نسخہ روایت کیا ہے ⑥۔

۲۰۷. علی بن مسھر القرشی (م ۱۸۹ ھ)

آپ نے ابو بردۃ بن ابی موسیٰ الأشعریؓ یحییٰ بن سعید' ہشام بن عروۃ اور عبید اللہ عمرو سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو بکر' عثمان (جو کہ ابو شیبۃ کے بیٹے ہیں) اور خالد بن مخلد نے روایت کی ہے ⑦۔ امام عجلی کا قول ہے۔'' حدیث کے بارے میں آپ ثقہ اور ثبت ہیں اور صالح الکتاب ہیں ⑧۔ ابن نمیر کا قول ہے:

"کان قد دفن کتبه" ⑨ (انہوں نے اپنی کتب دفن کر دی تھیں)۔

۲۰۸. عبیدۃ بن حمید التیمی (م ۱۹۰ ھ)

آپ نے عبدالملک بن عمیر' عبدالعزیز بن رفیع اور اسود بن قیس سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری' احمد بن حنبل اور محمد بن سلام سے روایت کی ہے ⑩۔ آپ صاحب کتاب تھے ⑪۔ یعقوب بن شیبہ کا قول ہے:

"کتب الناس عنه" ⑫ (ان (عبیدۃ) سے لوگوں نے لکھا)۔

---

① الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۱/۳۹۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۵۷

② الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۱/۳۹۵ ◉ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/۲۵۷

③ الرازی: الجرح والتعدیل، ص: ۳/۳۹

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۲

⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۳۰

⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۲۳۰

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۸۳

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۸۳

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۸۳

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۸۲

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۸۲

⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۸۲

۲۰۹. عبدالله بن ادریس الأودی (م ۱۹۰ هـ)

آپ نے اپنے والد ادریس بن یزید، اعمش اور منصور سے روایت کی ہے اور آپ سے مالک بن انس، ابن مبارک اور یحییٰ بن آدم نے روایت کی ہے①۔ آپ کا بیان ہے۔ میرے والد مجھے کہا کرتے تھے "زبانی یاد کیا کرو اور لکھنے سے حتی الوسع پرہیز کرو جب تم (طلب حدیث کیلئے) جاؤ تو انہیں لکھ لیا کرو اگر کسی دن تمہیں ان کی ضرورت پڑے یا تمہارا دل مشغول ہو تو وہ تمہارے پاس لکھا ہوا ہوگا"۔

نیز آپ کا قول ہے کہ میں نے اشعث، اعمش اور لیث سے کوئی بھی حدیث نہیں لکھی②۔ آپ کے پاس کتاب تھی③۔

ابن ابی شیبہ کا بیان ہے:

> ان کے اور مالک بن انس کے درمیان دوستی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام مالک جب اپنی کتاب الموطا میں "بلغني عن علي" کہہ کر ارسال کریں تو وہ روایت انہوں نے عبداللہ بن ادریس سے سنی ہوتی ہے④۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کے احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ حسن بن ربیع: ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں عبداللہ بن ادریس کے پاس تھا جب میں کھڑے ہونے لگا تو انہوں نے کہا سعر الأشنان سے حدیث کے بارے میں پوچھیے جب میں جانے لگا تو مجھے واپس بلایا اور فرمایا اس سے مت پوچھو تم بس میری ہی حدیث لکھتے رہو⑤۔

۲۔ یحیی بن آدم: ان کا بیان ہے عبداللہ بن ادریس نے ہمیں حدیث بیان کی یہ بات علی نے ہمیں اپنی کتاب سے لکھوائی⑥۔

۲۱۰. اسماعیل بن ابراهیم الأسدی ابن علیة (م ۱۹۳ هـ)

آپ نے عبدالعزیز بن صہیب، سلیمان التیمی اور حمید الطویل سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، ابن جریج اور حماد بن زید نے روایت کی ہے⑦۔

امام شعبہ کا قول ہے۔ "ابن علیہ فقہاء کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"⑧۔

زیاد بن ایوب کہتے ہیں کہ "میں نے ابن علیہ کی کوئی کتاب نہیں دیکھی"⑨۔

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۵/۵ ② ابن حنبل، العلل ومعرفة الرجال، ص: ۱۷۷

③ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۱۸/۱ ④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۲۰/۹

⑤ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۸۵ ⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۱۸/۱

⑦ الخزرجی، خلاصة تذهیب، ص: ۲۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۶/۱

⑧ الخزرجی، خلاصة تذهیب، ص: ۲۷

⑨ الذہبی، میزان الإعتدال، ص: ۲۱۷/۱ ◉ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۳۲۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۶/۱

لیکن ایسی کئی ایک روایات ملتی ہیں۔ جن سے زیاد بن ایوب کے کلام کی نفی ہوتی ہے۔ مثلاً ایوب السختیانی ان اشخاص میں سے ہیں۔ جن سے ابن علیۃ نے احادیث لکھی ہیں (۱)۔ ابن الندیم نے ان کی درج ذیل مؤلفات ذکر کی ہیں (۲)۔

۱۔ کتاب الطہارۃ　　　۲۔ کتاب الصلاۃ

۳۔ کتاب المناسک　　　۴۔ کتاب التفسیر

علی بن أبی ھاشم بن الطبر اخ (ابن علیۃ کے کاتب) کے پاس آپ کی کتب تھیں۔ ابوزکریا کا قول ہے۔ میں نے ان علی بن ابی ہاشم کی کتب دیکھی ہیں۔ جنہیں آپ اسماعیل سے روایت کرتے ہیں اور یہ بات اسماعیل کے فوت ہونے سے ایک زمانہ پہلے کی ہے (۳)۔

۲۱۱. ابو بکر بن عیاش الاسدی (م ۱۹۴ ھ)

آپ نے ابی اسحاق، ابی حصین عثمان بن عاصم اور عبد العزیز بن رفیع سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن المبارک اور ابوداؤد نے روایت کی ہے (۴)۔ ابن سعد نے ان کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ ''آپ زیادہ دیر زندہ رہے اور اتنی لمبی عمر پائی کہ ان سے نئی نئی باتیں لکھ لی گئیں'' (۵)۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے۔ کہ ''میرے والد سے شریک اور ابو بکر بن عیاش کے بارے میں پوچھا گیا کہ دونوں میں سے کون حافظہ میں زیادہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا دونوں حفظ میں برابر ہیں۔ لیکن ابو بکر کی کتاب زیادہ درست ہے'' (۶)۔

آپ کے بارے میں احمد بن حنبل کا قول ہے۔ بہت زیادہ غلطیاں (حدیث بیان کرتے وقت) کرنے والے ہیں۔ لیکن ان کی کتاب میں کوئی غلطی نہیں ہے (۷)۔ آپ نے یحییٰ بن یحیی کی طرف اپنی احادیث لکھ کر ارسال کیں تو پھر ان احادیث کو ان کے بیٹے نے ان سے سن کر لکھا (۸)۔

۲۱۲. یحییٰ بن سلیم الطائفی (م ۱۹۴ ھ)

آپ نے عبید اللہ بن عمر العمری، موسیٰ بن عقبۃ اور ابن جریج سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع، شافعی اور ابن المبارک نے روایت کی ہے (۹)۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے۔

"کتبہ لابأس بھا" (۱۰) (ان (یحییٰ) کی کتب میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

ابوخیثمہ کا بیان ہے۔ ہم یحییٰ بن سلیم کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہمیں اپنی احادیث میں سے کچھ دیں تا کہ ہم اسے لکھ لیں تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے مصحف (قرآن پاک) رہن میں رکھو جب ہم نے انہیں مصحف دیا پھر انہوں ہمیں کچھ اپنی کتب دیں (۱۱)۔

---

(۱) ابوزرعہ، التاریخ، ص: ۷۶
(۲) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۷
(۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۱۲
(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶/۱۲
(۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۶۹/۶
(۶) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۵۰/۴ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵/۱۲
(۷) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۰۰/۴
(۸) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۵۰
(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۶/۱۱
(۱۰) الفسوی، التاریخ، ص: ۲۷۵/۲ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۲۲۷/۱۱
(۱۱) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۸۴/۴

۲۱۳. بقية بن الوليد الكلاعي (م ۱۹۷ هـ)

آپ نے محمد بن زیاد الہانی' صفوان بن عمرو اور حریز بن عثمان سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مبارک' شعبہ اور اوزاعی نے روایت کی ہے①۔ امام عبداللہ بن المبارک سے بقیۃ بن ولید کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ صدوق تھے۔ لیکن وہ ہر آنے جانے والے سے احادیث لکھ لیا کرتے تھے②۔ ابن ثوبان③ اور اُرطاۃ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں④۔

۲۱۴. سفيان بن عيينه الهلالي (م ۱۹۸ هـ)

آپ نے عبدالملک بن عمیر' ابی اسحٰق اور اسود بن قیس سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش' ابن جریج اور شعبہ نے روایت کی ہے⑤۔ آپ نے پندرہ سال کی عمر سے حدیث لکھنا شروع کیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں میں سے میں پہلا شخص ہوں جس نے پندرہ سال کی عمر میں عبدالکریم ابو اُمیہ کے پاس بیٹھنے کا شرف حاصل کیا⑥۔ امام زہری اپنی مجلس میں انہیں صغار میں شمار کرتے تھے⑦۔ آپ نے زہری ایوب السختیانی کے لئے بہت سی احادیث لکھیں⑧۔ اور آپ نے ۱۴۲ھ کو پڑھانا شروع کیا⑨۔

علی بن الجعد کا قول ہے:

میں نے کوفہ میں ۱۶۰ھ کو ابن عیینہ سے احادیث لکھیں۔ آپ ایک "صحیفہ" میں سے لکھوا رہے تھے⑩۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے۔ کہ ابن عیینہ کی ستر ہزار کی قریب احادیث تھیں۔ اور ان کے پاس اپنی کوئی کتاب نہ تھی⑪۔

امام العجلی کے بیان پر ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

> ہم نہیں جانتے کہ امام عجلی کی اس بات کی کیا تاویل کریں کیونکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ انہوں نے شاگردوں کو ایک صحیفہ سے لکھوایا ہے اور یہ کہ انہوں نے ایوب کے لئے بھی احادیث لکھیں اور آپ نے عمرو بن دینار اور دوسرے اصحاب سے احادیث بھی لکھیں۔ امام زہری سے آپ کا احادیث لکھنا تو بڑا مشہور و معروف ہے⑫۔

آپ کا بیان ہے۔ مجھے زہیر جعفی نے کہا کہ اپنی کتب نکالیں تو میں نے کہا کہ مجھے اپنی کتب سے زیادہ یاد ہے⑬۔

آپ کی مؤلفات میں ایک تفسیر بھی ہے⑭۔

---

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱/ ۳۳۱-۳۳۹
② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷/ ۱۲۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/ ۴۷۳
③ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۵۵
④ الخطیب، تقیید العلم ص: ۱۱۰
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/ ۱۱۹ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/ ۲۱۱
⑥ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص: ۳/ ۳۹
⑦ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۱ ◉ الیحصبی، الالماع، ص: ۶۳
⑧ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۵۰
⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/ ۱۷۵ ◉ الفسوی، التاریخ، ص: ۲/ ۷ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۵۰
⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/ ۳۶۲
⑪ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/ ۱۷۹
⑫ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۱/ ۲۶۲
⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/ ۱۲۱
⑭ السمعانی، الانساب، ص: ۵/ ۴۳۹

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ أحمد بن عبدة (۱)

۲۔ حسین (۲)

۳۔ الحمیدی (۳)

۴۔ علی بن الجعد (۴)

۵۔ غندر: آپ نے ابن عیینہ کی ایک کتاب نکالی اور کہا کہ کیا تمہیں اس میں کوئی غلطی نظر آتی ہے (۵)۔

۶۔ وکیع: آپ کا قول ہے۔ "میں نے أعمش کی وفات سے ایک سال پہلے سفیان بن عیینہ سے احادیث لکھیں" (۶)۔

۷۔ یونس بن عبد الأعلی: آپ کا قول ہے۔ "میں نے سفیان سے بہت زیادہ لکھا ہے" (۷)۔

۲۱۵. علی بن عاصم بن صهیب الواسطی (م ۲۰۱ ھ)

آپ نے سلیمان التیمی، حمید الطویل اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے یزید بن زریع، عفان اور احمد بن حنبل نے روایت کی ہے (۸)۔ ابن المبارک فرماتے ہیں کہ میں نے عباد بن العوام سے پوچھا اے ابو سھل تمہارے ساتھی یعنی علی بن عاصم کا کیا حال ہے۔ (اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے) تو عباد نے جواب دیا ہم ان پر یہ الزام نہیں لگاتے کہ انہوں نے سماع نہیں کیا (احادیث نہیں سنیں) بلکہ وہ ایک مالدار شخص ہیں اور کاتب ان کے لئے لکھا کرتے تھے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ انہیں ان کی کتب دی گئیں جو انہوں کے لئے لکھی گئی تھیں (۹)۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے:

ان کے درس میں تیس ہزار سے زائد کا مجمع ہوتا تھا اور آپ ایک بلند جگہ پر تشریف رکھتے تھے اور آپ کے لئے تین اشخاص لکھنے والے تھے (۱۰)۔

امام ذہبی کا بیان ہے:

"و کتب منه مالا یوصف کثرة" (۱۱) (ان سے احادیث لکھنے والوں کی کثرت کا حال بیان نہیں کیا جا سکتا)۔

---

(۱) الرازی، العلل، ص: ۱/۱۱۸
(۲) ابن المبارک، کتاب الزہد، ص: ۱۴۳
(۳) الحمیدی، المسند، ص: ؟
(۴) الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۲ ⊙ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۳۶۲
(۵) ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۸۷
(۶) الفسوی، التاریخ، ص: ۲/۱۰۷ ⊙ الرازی، مقدمة الجرح والتعدیل، ص: ۵۰
(۷) ابن حبان، الثقات، ص: ۳۹۰
(۸) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۴۴۸ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۴۵ ⊙ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۱۳۵
(۹) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۴۴۸ ⊙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷/۳۴۵ ⊙ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۱۳۵
(۱۰) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۴۵۴
(۱۱) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳/۱۳۵

فصل ثالث

عہد بنوامیہ میں تحریکِ تدوینِ حدیث کا باقاعدہ آغاز

بحث اول

مراحل تدوین حدیث اور تحریک

تدوین حدیث کی ضرورت و اسباب

مراحل تدوین حدیث، تحریک تدوین اور ضرورت و اسباب

✿ مراحل تدوین حدیث

اس میں کوئی شک نہیں کہ عہد رسالت میں بے شمار ذخیرہ احادیث مدوّن ہو چکا تھا جو عہد صحابہؓ و تابعین اور بعد کے ادوار تک مسلسل جاری رہا' تدوین حدیث کے اس پر عزم اور مسلسل سفر میں حضرات صحابہؓ و تابعین اور ان کے بعد کے محدثین نے مختلف نوعیت کے اسالیب اور مراحل اپنائے جو ارتقائی عمل سے گذرتے ہوئے نقطہ عروج پر جا پہنچتے ہیں۔ مصادر سے درج ذیل مراحل کا تذکرہ ملتا ہے:

تدوین حدیث کا ابتدائی مرحلہ
(۱ھ تا ۷۵ھ)

عہد رسالت میں تحریری احادیث کا سرمایہ دو طرح سے تھا۔ ایک وہ جو آنحضرت ﷺ نے خود اہتمام فرما کر املاء کروایا اور اسے اپنی طرف منسوب کیا اور ان میں ایسی بہت سی تحریریں ہیں جن پر آپ ﷺ نے اپنی مہر بھی ثبت فرمائی اور اسے گواہوں کے رو برو لکھوایا ہے یعنی رسمی تحریریں۔ اور دوسری قسم ان شخصی و ذاتی تحریروں کی ہے جو حضرات صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کی اجازت سے تحریر کیے تھے۔ جنہیں غیر رسمی تحریریں کہا جا سکتا ہے۔

اوّل الذکر رسمی تحریروں کے مختلف موضوعات تھے۔ مثلاً مالی و قانونی امور سے متعلق تعلیمات (۱) اور سیاسی و سرکاری دستاویز (۲)۔

---

(۱) آنحضرت ﷺ نے اپنے عمال اور دوسرے اشخاص کی طرف متعدد مالی و قانونی امور سے متعلق تعلیمات تحریری طور پر ارسال کی تھیں مثلاً کتاب الصدقہ جو آنحضرت ﷺ نے دوسرے شہروں میں اپنے مقرر کردہ عاملوں کے پاس بھیجنے کے لئے لکھوائی تھی مگر بھیجنے سے قبل آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ اس میں مویشیوں کا مفصل نصاب زکوۃ' ان کی عمریں اور متعلقہ مسائل کی تفصیلات درج ہیں (ابوداؤد' سنن ابی داؤد' کتاب الزکوۃ، باب فی زکوۃ السائمۃ، حدیث نمبر ۱۵۶۸، ص: ۲۳۱)۔ صحیفہ علاء بن حضرمی جس میں زکوۃ اور عشر کے مفصل احکام تھے (ابن سعد' الطبقات الکبریٰ، ۱/۲۷۶ ◉ احمد زکی، جمہرۃ رسائل العرب، ص: ۱/۴۳)۔ صحیفہ عمرو بن حزم جس میں عام نصیحتوں کے علاوہ طہارت، نماز، زکوۃ، عشر، جہاد، غنیمت اور جزیہ وغیرہ کے احکام تھے (النسائی، سنن النسائی، کتاب القسامۃ، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول، حدیث نمبر ۴۸۵۸، ص: ۶۶۹)۔ قانونی امور کے متعلق آنحضرت ﷺ نے حضرت ضحاک بن سفیان کو میراث کے بارے میں بیوہ عورت کو اس کا مقتول شوہر کی میت کا وارث بنانے کے بارے میں احکام تھے (ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الفرائض، باب فی المرأۃ ترث من دیۃ زوجھا، حدیث نمبر ۲۹۲۷، ص: ۴۲۶ ◉ الأم، الرسالۃ، ص: ۱۱۳)۔ اور ایک مکتوب آنحضرت ﷺ نے شریح بن عبد کلال (سنن النسائی میں شرحبیل بن عبد کلال ہے۔ دیکھئے کتاب القسامۃ، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول، حدیث نمبر ۴۸۵۷، ص: ۶۶۸)، نعیم بن عبد کلال، اور حارث بن عبد کلال کی طرف لکھا تھا جو قانونی اور مالی امور سے متعلق تھا (ابوعبید، الاموال، ص: ۱۳ ◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۸۲)۔ ان امور کے بارے میں مصادر سے بے شمار امثلہ ملتی ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۷۶ اور حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر ۷۸، ۱۳۳، ۱۵۲، ۱۵۶، ۱۶۸، ۱۷۷، ۱۸۸)

(۲) آنحضرت ﷺ کی املاء کردہ احادیث میں سے ہی ایک طویل سلسلہ ان سیاسی و سرکاری دستاویز کا ہے جو آپ ﷺ نے تئیس برس کے دوران وقتاً فوقتاً لکھوائے۔ انہیں درج ذیل عناوین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

جاری ہے......

صفحہ نمبر ۴۰۷ کا بقیہ حاشیہ ....

۱۔ تحریری معاہدے: ہجرت مدینہ کے فوراً بعد آنحضرت ﷺ نے مختلف قبائل عرب اور دوسری اقوام سے معاہدات کا سلسلہ شروع کیا جن میں سے قبیلہ ضمرۃ، قبیلہ غطفان، قبیلہ بارق، قبیلہ لبلہ، قبیلہ اسلم، قبیلہ جہینہ، اہل مکنہ و بنی جنبہ، اہل جرباء و اذرح، اہل نجران وغیرہ قابل ذکر ہیں (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۳۵ ◉ محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر ۱۵۹، ۱۶۰، ۳، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۱۵۲، ۹۴، ۱۰۰، ۱۰۴)۔ اس طرح صلح حدیبیہ کا معاہدہ تو بہت مشہور ہے تاریخ، سیرت اور حدیث کی کتب میں اس کی تفصیلات مذکور ہیں (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۹۵ ◉ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۳۰۸ ◉ الواقدی، المغازی، ص: ۳۸۸ ◉ المسلم، الصحیح، کتاب الجهاد و السیر' باب صلح الحديبية، حدیث نمبر ۳۴۶۹، ص: ۷۹۵)۔

ب۔ دستور مملکت: ہجرت کے پانچ ماہ بعد جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تو ایک دستور مملکت نافذ فرمایا۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ ''یہ تاریخ عالم کا سب سے پہلا تحریری دستور مملکت ہے'' (محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام، ص: ۲۴)۔ اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات، حقوق وفرائض اور قصاص، دیت، فدیہ، امان، جنگی قیدیوں کے معاملات اور مسلمانوں کی علیحدہ قومیت وغیرہ کی تشریح کی گئی ہے (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۳/۲۶۳ ◉ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۱/۵۰۱)۔

۲۔ امان نامے: آنحضرت ﷺ نے بہت سے خاندان اور افراد کے لئے امان نامے لکھوا کر دیئے تاکہ اسلامی مملکت میں ان لوگوں کی جان، مال اور آبرو وغیرہ کی حفاظت کی جائے گی۔ سیرت، حدیث اور تاریخ کی کتب میں ان کی بے شمار امثلہ ہیں۔ مثلاً آپ ﷺ نے سراقہ بن مالک کو تحریری امان نامہ دیا (ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۱/۴۸۹ ◉ المقریزی، اُمتاع الاسماع، ص: ۱/۴۲، ۴۳۱)۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بنوزرعہ اور بنو ربعہ کے لئے امان نامہ لکھا (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۸۳)۔

۳۔ جاگیروں کے ملکیت نامے: آنحضرت ﷺ نے بہت سے لوگوں کو جاگیریں دیں اور ان کے ملکیت نامے بھی تحریر کرا کے ان کے حوالے کیے مثلاً آپ ﷺ نے حضرت زبیرؓ بن عوام کو ایک بڑی جاگیر عطا فرمائی اور ان کے لئے دستاویز ملکیت تحریر فرمائی (محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر ۲۲۹، ص: ۱۹۳)۔ اس طرح آپ ﷺ نے حضرت تمیم الداریؓ کو جاگیریں دیں اور انہیں ملکیت نامہ تحریر کر کے دیا (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۴۰۸ ◉ ابوعبید، الاموال، ص: ۲۷۳ ◉ القلقشندی، صبح الاعشیٰ، ص: ۱۳/۱۲۰)۔

۴۔ بیع نامے: مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ قیمتی اشیاء کی خرید وفروخت کے وقت بیع نامے بھی لکھوایا کرتے تھے۔ حضرت عداءؓ بن خالد بن ہوذہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک غلام یا باندی خریدی تو آپ ﷺ نے انہیں ایک دستاویز لکھ کر دی (الترمذی، جامع الترمذی، ابواب البيوع، باب ماجاء فی كتابة الشروط، حدیث نمبر ۱۲۱۶، ص: ۲۹۶)۔

۵۔ وقف نامے: زمینوں کے وقف نامے لکھنے کا رواج بھی عہد رسالت میں موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو خیبر کی زمین وقف کرنے کا مشورہ دیا تو حضرت عمرؓ نے یہ زمین وقف کردی چنانچہ وقف کی شرائط ومصارف کو وقف نامہ میں تحریر کیا گیا (المسلم، الصحیح، کتاب الوصية، باب الوقف، حدیث نمبر ۴۲۲۳، ص: ۷۱۶ ◉ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، کتاب الإحباس، باب كيف يكتب الحبس، حدیث نمبر ۱۸، ص: ۴/۱۹۳)۔

۶۔ نومسلم وفود کے لئے تحریری احکام: نومسلم قبائل کے وفود اشخاص اسلامی احکام کی تعلیم کے لئے مدینہ منورہ آتے اور یہاں وہ اسلامی احکام سیکھتے اور وطن واپسی کے وقت آنحضرت ﷺ ان کے لئے اسلام کے بنیادی احکام لکھوا کر ان کو دے دیتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرات وائلؓ بن حجر کو حضرت معاویہؓ سے تین دستاویزات لکھوا کر انہیں دیں (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۸۷)۔ وفد عبدالقیس نے مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت آپ ﷺ سے ایک کتاب بھی حاصل کر لی تھی (النووی، شرح صحیح مسلم، ص: ۱/۳۳)۔ ابن سعد نے "ذكر وفادات العرب" میں اس قسم کی بے شمار امثلہ ذکر کی ہیں ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۸۷)۔ نیز آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ابوشاہ یمنی کو خطبہ لکھوا کر دیا (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب اللقطة، باب كيف تعرف لقطة، حدیث نمبر ۲۴۳۴، ص: ۳۹۲)۔

۷۔ مختلف قبائل اور ملکوں کے سربراہوں کے نام خطوط: آپ ﷺ نے مدنی دور میں بہت سارے تبلیغی وتعلیمی خطوط مختلف قبائل اور ملکوں کے حکمرانوں کے نام روانہ کیے ان خطوط میں دعوت اسلام کے ساتھ ساتھ فقہی ابواب کے بھی بہت سے شرعی احکام تھے۔ مثلاً آپ ﷺ بنی حارثہ بن عمرو، اہل دواما، قبیلہ خزاعہ، اور بہت سارے قبائل کی طرف خطوط لکھے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۷۱ ◉ المقریزی، اُمتاع الاسماع، ص: ۱/۴۳۱ ◉ محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر ۷۷، ۱۷۷، ۲۳۵)۔ صلح حدیبیہ کے بعد ۷ھ میں آپ ﷺ نے دنیا کے چھ مشہور حکمرانوں کے نام تبلیغی خطوط بھیجے اور ان پر اپنی مہر ثبت فرمائی (الطبری، تاریخ، ص: ۱/۱۵۵۹ ◉ ابوعبید، کتاب الاموال، ص: ۲۰)۔

جاری ہے........

جبکہ مؤخر الذکر غیر رسمی تحریریں وہ شخصی اور ذاتی تحریریں تھیں جو صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے تحریر کیں۔ صحابہ کرامؓ کے علمی ذوق وشوق اور آنحضرت ﷺ کی ترغیب و ہمت افزائی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے عہد رسالت میں ہی احادیث کے تحریری مجموعے تیار کر لئے تھے۔ مصادر سے بہت سے صحائف اور مجموعوں کا تذکرہ ملتا ہے جو صحابہ کرامؓ نے عہد رسالت میں قلمبند کیے تھے ①۔

عہد رسالت کے بعد عہد صحابہؓ وتابعین اور بعد کے ادوار میں بھی بے شمار مجموعہ ہائے قلمبند کیے گئے ②۔

صفحہ نمبر ۴۰۸ کا بقیہ حاشیہ ....

۸۔ مردم شماری کی تحریر: ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کی مردم شماری کرائی جسے باقاعدہ تحریر کرایا گیا تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خواہش ظاہر کی ان لوگوں کے نام لکھ دو جو مسلمان ہیں چنانچہ حضرت حذیفہؓ نے پندرہ سو مردوں کے نام لکھ دیئے (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد، باب كتابة الإمام الناس، حدیث نمبر ۳۰۶۰، ص:۵۰۶)۔

۹۔ مجاہدین کی فہرست: صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں مجاہدین کی فہرست لکھ کر تیار کر لی جاتی تھی (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد، باب كتابة الإمام الناس، حدیث نمبر ۳۰۶۱، ص:۵۰۶)۔ یہ روایت صحیح مسلم (المسلم، الصحیح، کتاب الحج باب سفر المرأة مع محرم، حدیث نمبر ۳۲۷۲، ص: ۵۶۶) اور ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے (ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب المناسك، باب المرأة تحج بغير ولي، حدیث نمبر: ۲۹۰۰، ص: ۴۲۰)۔

۱۰۔ جنگی ہدایات: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بعض دفعہ فوجی دستوں کے امراء کو بوقت روانگی جنگی نوعیت کی ہدایات واحکام بھی لکھوا دیا کرتے تھے مثلاً آپ ﷺ نے امیر دستہ حضرت عبداللہ بن جحش کو حکم نامہ میں ہدایات درج کر کے دی تھیں (البخاری، الجامع الصحیح کتاب العلم، باب ما يذكر في المناولة (تعليقا) ص:۱۵)۔

۱۱۔ عدالتی فیصلے: آنحضرت ﷺ نے بعض عدالتی کارروائیاں اور فیصلے بھی قلمبند کروائے ہیں مثلاً حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ خیبر میں یہود کی بستی میں ایک صحابی مقتول پائے گئے تو آپ ﷺ نے تحریری فیصلہ لکھ کر ان کی طرف بھجوایا (المسلم، الصحیح، کتاب القسامۃ، باب القسامة، حدیث نمبر ۴۳۴۹، ص: ۷۴۷ ◉ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الديات، باب القسامة، باب من قتل عبده أو مثل به، حدیث نمبر: ۴۵۲۱، ص: ۶۳۹)۔ ایک اور عدالتی فیصلہ کا تذکرہ طبقات ابن سعد میں بھی ملتا ہے جو آنحضرت ﷺ نے خود قلمبند کرایا تھا۔ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۳/۳۷)

یہ تھا عہد رسالت میں تحریری سرمایہ احادیث کا سرسری نمونہ جو آنحضرت ﷺ نے خود اہتمام کے ساتھ تحریر کروایا تھا۔

① ۱۔ صحیفہ وائلؓ بن حجر (الطبرانی، المعجم الصغیر، باب الياء من اسمه يحيى، ص: ۲/۱۴۳)

۲۔ صحیفہ علیؓ (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب كتابة العلم، حدیث نمبر ۱۱۱، ص: ۲۳ ◉ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۸۸)

۳۔ صحیفہ عبداللہؓ بن اوفی (البخاری الجامع الصحیح، کتاب الجهاد، باب الصبر عند القتال، حدیث نمبر ۲۸۳۳، ص: ۴۹۶)

۴۔ صحیفہ سمرہؓ بن جندب (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۳۶)

۵۔ صحیفہ جابرؓ بن عبداللہ (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳۵۳)

۶۔ صحیفہ صادقہ (الخطیب، تقیید العلم، ص: ۸۴ ◉ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳/۲۳۳)

۷۔ صحیفہ سعدؓ بن عبادۃ (الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الأحكام، باب ما جاء في اليمين مع الشاهد، حدیث نمبر ۱۳۴۳، ص: ۳۲۳)

۸۔ صحیفہ انسؓ (الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذكر انس بن مالك، ص: ۳/۵۷۳)

② تفصیل کیلئے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۹۹

تدوین حدیث کا دوسرا مرحلہ

(۷۵ھ تا ۱۳۲ھ)

یہ مرحلہ پہلی صدی ہجری کے ربع آخر یعنی ۷۵ھ کے بعد سے لے کر دوسری ہجری کے ثلث اول ۱۳۲ھ تک پھیلا ہوا ہے۔

اس عہد کے اکثر و بیشتر لوگوں کی رائے تھی کہ حدیث نبوی ضائع نہ ہوں اس میں جھوٹ کی آمیزش ہو نہ اس میں موضوع احادیث شامل ہوں حسن اتفاق سے اس وقت نظام حکومت حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ میں تھا۔ جنھوں نے علمی ماحول میں پرورش پائی تھی، جنہیں احادیث سے انتہائی زیادہ شغف تھا چنانچہ انہوں نے احادیث کی جمع و تدوین کا مہتم بالشان کارنامہ سرانجام دیا اور اپنی حکومت کے تمام علاقوں کے گورنروں اور کبار تابعین علماء و فقہاء کو احادیث جمع کرنے کا حکم دیا۔

✿ تحریک تدوین حدیث اور اس کی ضرورت و اسباب:

پہلی صدی ہجری کے اختتام تک تقریباً تمام صحابہ کرامؓ اور کبار تابعین وفات پا چکے تھے۔ سیاسی گروہ بندی کی بدولت امت منتشر ہو چکی تھی، ان میں عقائد و نظریات کی جنگ شروع ہو چکی تھی اہل بدعت و اہواء اور سیاسی جماعتیں اپنے مقصد و منشاء کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے فتنہ وضع حدیث کا دروازہ کھول چکی تھیں۔ نیز اس عہد میں عرب و عجم کے باہمی اختلاط سے ایک نئی نسل معرض وجود میں آئی جن میں حفظ و ضبط کی اس قوت کا فقدان تھا جو عربوں کی خصوصیت چلی آ رہی تھی اس وقت حدیث نبوی کا تمام تر انحصار لوگوں کی قوت حافظہ پر تھا یا ان ذاتی تحریروں اور مجموعوں پر، جو بعض صحابہؓ و تابعین کے پاس محفوظ تھے۔ وہ ان تحریری مسودات سے خود استفادہ کرتے یا طلب کرنے والے کو دے دیتے تھے یہ ذخیرہ منتشر اور مختلف لوگوں تک محدود تھا۔

عہد رسالت کے بعد طویل عرصہ گذر جانے کی وجہ سے قرآن کریم لوگوں کے قلب و ذہن میں راسخ ہو چکا تھا جب کوئی شخص قرآن کا حرف سنتا تو فوراً پہچان لیتا کہ یہ کلام اللہ ہے۔ لہٰذا کلام الٰہی اور کلام رسول کے مابین امتیاز کرنے میں انہیں کسی قسم کی دشواری نہیں ہوتی تھی۔ فتنہ وضع حدیث کے سبب اصل مسئلہ حدیث اور غیر حدیث کے درمیان میں فرق کرنے کا تھا اس دور میں وضع حدیث کے فتنہ کا تدارک کرنے کے لئے علماء انفرادی طور پر مساعی پر مصروف تھے ان علماء کو جس قدر حدیث کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اسی قدر حدیث کو کذب اور وضع سے بچانے کا بھی خیال تھا۔ چنانچہ کتابت حدیث کے متعلق ملت کے رویئے میں تبدیلی آئی، اس تبدیلی کے اسباب کا اندازہ ابن شہاب زہری کے بیان سے ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"لو لا أحاديث تأتينا من قبل المشرق ننكرها لا نعرفها ما كتبت حديثا ولا أذنت في كتابه" ①

اگر مشرق (عراق) کی جانب سے ایسی احادیث ہمیں نہ پہنچتیں جنہیں ہم نہیں جانتے تو میں کوئی حدیث نہ لکھتا اور نہ اس کی کتابت کی اجازت دیتا۔

---

① الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۸

گویا وقت کے تقاضوں نے احادیث کی حفاظت کیلئے تدوین حدیث کو انتہائی ضروری قرار دیا تھا۔ امام زہریؒ اور دیگر علماء نے اس خطرے کو فوراً بھانپ لیا تھا کہ اگر تدوین حدیث کا کام سرانجام نہ دیا گیا تو اسلام دشمن قوتیں وضع حدیث کے فتنے کے ذریعے اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرنے کی کوششوں میں کامیابی حاصل کرلیں گی۔

امام زہریؒ کی یہ رائے اس دور کے بیشتر علماء کرام کی رائے کے موافق تھی، انہی حالات میں ۹۹ھ میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے مسند خلافت کو زینت بخشی تو آپ نے اپنی خداداد بصیرت وفراست سے دین کے اس اہم ترین ماٴخذ (یعنی حدیث) کے ساتھ پیش آنے والے معاملہ کا جائزہ لیا، آپ نے حالات کی سنگینی کو بھانپ لیا اور حدیث کی کتابت اور اس کی سرکاری سطح پر تدوین کو ایک فریضہ سمجھا چونکہ آپ کے عہد میں جمع وتدوین کے محرکات ودواعی لاتعداد تھے اور کتابت حدیث کے موانع زائل ہو چکے تھے۔ اس لئے آپ نے حدیث کی تدوین کا مصمم ارادہ کیا آپ کے دور میں جو کبار تابعین تھے وہ حدیث کی کتابت کو جائز سمجھتے تھے انہوں نے آپ کی تائید کی اور آپ کو ہر ممکن مدد کا یقین دلایا آپ نے اپنی مملکت کے تمام علاقوں کے عاملوں کے نام حکم نامہ بھیجا۔

"أنظروا حديث رسول الله ﷺ فاجمعوه" ① (رسول اللہ ﷺ کی حدیث جہاں دیکھو اسے جمع کرو)

آپ نے عامل مدینہ ابوبکر بن محمد کی طرف لکھا:

"أنظر ما كان من حديث رسول الله ﷺ أو سنة ماضية أو حديث عمرة فاكتبه فإني خفت دروس العلم و ذهاب أهله" ②

رسول اللہ ﷺ کی حدیث یا گذشتہ سنت کو دیکھو اور عمرہؓ کی حدیث کو لکھ لو، مجھے اس علم (حدیث) کے جاننے والوں کے چلے جانے اور علم کے مٹنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے خط میں یوں لکھا:

"إني خفت دروس العلم و ذهاب العلماء ولا تقبل إلا حديث النبي ﷺ و ليفشوا العلم و ليجلسوا حتىٰ من لا يعلم يعلم فإن العلم لا يهلك حتىٰ يكون سراً" ③

مجھے علم (حدیث) کے مٹنے اور علماء کے چلے جانے کا خوف پیدا ہو گیا ہے تم وہی روایت قبول کرنا، جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو، لوگوں کو چاہئے کہ علم کی اشاعت کریں اور اس کیلئے حلقے قائم کریں تاکہ حدیث کو نہ جاننے والا اس کو جان لے، علم اس وقت مٹتا ہے جب وہ پوشیدہ اور مخفی رہے۔

آپ نے اہل مدینہ کو لکھ بھیجا:

"أنظروا حديث رسول الله ﷺ فاكتبوه فإني قد خفت دروس العلم و ذهاب أهله" ④

رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو دیکھو تو اس کو لکھ لو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور اہل علم کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے۔

---

① ابن حجر، فتح الباری، ص:۱/۱۹۵ ② الخطیب، تقیید العلم، ص:۱۰۵

③ ابن حجر، فتح الباری، ص:۱/۲۰۴

④ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۸، ص:۱/۱۳۷

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے علماء کو جمع کر کے ان سے بحث و تمحیص کی عبداللہ بن ذکوان القرشی کہتے ہیں:

"رأيت عمر بن عبدالعزيز جمع الفقهاء فجمعوا له أشياء من السنن فإذا جاء الشيئ الذى ليس العمل عليه قال هذه زيادة ليس العمل عليها" ①

میں نے عمر بن عبدالعزیز کو دیکھا انہوں نے فقہاء کو جمع کیا جنہوں نے سنن سے متعلق کچھ روایات فراہم کی تھیں اس میں اگر کوئی روایت ایسی ہوتی جس پر عمل نہیں ہوتا تھا تو وہ کہتے یہ روایت اضافی ہے اس پر عمل نہیں ہے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ابن شہاب زہریؒ اور دوسرے علماء ② کو سنن جمع کرنے کا حکم دیا اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ پوری مملکت میں ذمہ دار افراد کو سنت کی تعلیم، اس کے احیا اور اہل علم کی حوصلہ افزائی کیلئے حکم نامے ارسال کیے۔

عکرمہ بن عمار کہتے ہیں میں نے عمر بن عبدالعزیز کی کتاب کو سنا ہے وہ کہتے ہیں:

"أما بعد فأمروا أهل العلم أن ينتشروا فى مساجدهم فإن السنة كانت قد أميتت" ③

أما بعد! اہل علم کو حکم دو کہ وہ اپنی مساجد میں علم (حدیث) کی اشاعت کریں کیونکہ سنت مٹ رہی ہے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے احادیث کی صرف تدوین کا ہی حکم نہیں دیا تھا، بلکہ ساتھ ہی ان کی نشر و اشاعت کا بھی حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ احادیث کو پھیلاؤ، کیونکہ یہ علم ہے اور علم جب راز بن جائے تو ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے ان فرامین پر آپ کے دور کے علماء و اکابر نے لبیک کہا اور ذخیرۂ احادیث کو جمع کرنے میں مشغول ہو گئے، آپ نے ابن شہاب زہریؒ کے تعاون سے سرکاری طور پر احادیث کو کاپیوں پر لکھوا کر انہیں مختلف علاقوں میں بھجوا دیا، اس دور میں بہت سی کتب مدون ہوئیں، تاہم یہ موضوعاتی اور مبوّب کتب کی ابتدا تھی جو تدوین حدیث کی ترقی پذیر مرحلہ سے گذر رہی تھی اس لئے ان کے جامعین و مدونین کے انداز و طرق کا غیر پختہ ہونا ایک لازمی امر ہے۔ باقاعدہ تبویب و تہذیب کا کام اگلے مرحلہ میں شروع ہوا۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے دورِ حکومت کے مختصر ہونے کی وجہ سے تدوین حدیث کا یہ منصوبہ پوری طرح پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا، اور اس لئے بھی کہ احادیث کا تمام تر ذخیرہ ابن شہاب زہریؒ کے پاس نہ تھا، مزید یہ کہ اکابر محدثین اور تابعین کی بہت بڑی تعداد دور دراز کے علاقوں میں پھیل چکی تھی، ان تک رسائی اور روایات کے حصول کیلئے کئی برس درکار تھے، اگر حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز چند سال مزید زندہ رہ جاتے تو وہ تدوین حدیث کے اس اہم اور مقدس فریضے کو یقیناً اپنے عہد حکومت میں پایۂ تکمیل تک پہنچاتے۔

---

① البلخی، قبول الأخبار، ص: ۳۰
② تفصیل کیلئے دیکھئے صفحہ نمبر ۴۱۴
③ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۱۵۳

تدوین حدیث کا تیسرا مرحلہ
(۱۳۲ھ تا ۲۰۰ھ)

دوسری صدی ہجری کے وسط میں بعض علمائے حدیث نے احادیث کے جداگانہ طور پر خاص ''مؤلف'' میں جمع کرنے کی بنیاد ڈالی اور مسانید کے نام سے کتب مرتب کرنا شروع کیں مسانید میں انہوں نے صرف احادیث درج کیں صحابہ کرامؓ اور تابعین کے فتاویٰ قضایا اور اقوال کو نقل کرنا ترک کر دیا' مسانید کی تالیف بھی احادیث کی حفاظت میں بہت ممد اور معاون ثابت ہوئی ①۔

☆-----☆

① چونکہ یہ مرحلہ مقالہ ہذا کے موضوع سے خارج ہے، اس لئے اس کی طرف صرف اشارہ ہی کیا گیا ہے۔

بحث ثانی

مشاہیر مدونین حدیث
اور ان کی خدمات

مشاہیر مدونین حدیث اور ان کی خدمات

امت مسلمہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اپنے دین کی حفاظت کیلئے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات پر ہمیشہ کڑی اور کھلی نظر رکھی، اور جب بھی اس دین ﷺ کی حفاظت کیلئے نئے اسلوب اپنانے کی ضرورت محسوس ہوئی، انہوں نے اس کام میں ذرا برابر بھی تساہل نہیں برتا۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے اپنی مملکت کے تمام علاقوں کے عاملوں کے نام احادیث رسول کو جمع اور محفوظ کرنے کے حکم نامے بھیجے (١)۔ آپؒ نے تدوین حدیث کے سلسلہ میں تمام اکابر تابعینؒ علماء اور فقہاء سے تعاون حاصل کیا، لیکن خصوصیت کے ساتھ جن کو آپ نے جمع وتدوین کا کام سونپا، ان میں حضرت ابو بکر بن محمد بن عمر (٢) اور ابن شہاب زہری (٣) قابل ذکر ہیں۔

خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے حاکم مدینہ ابو بکر بن محمد کو خصوصیت کے ساتھ عمرۃ بنت عبدالرحمٰن (٤) اور قاسم بن محمد (٥) کی روایات ارسال کرنے کی ہدایت کی تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ ان دونوں کے پاس حضرت عائشہؓ کی روایات کا بہت زیادہ ذخیرہ تھا۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں:

"كان أعلم الناس بحديث عائشة ثلاثة عروة و عمرة و القاسم" (٦)

حضرت عائشہؓ کی روایت کی سب سے زیادہ عالم تین ہیں قاسمؒ عروہؒ اور عمرہؒ۔

اسی طرح کا ایک قول خالد بن نزار سے مروی ہے (٧)۔ امام ابن شہاب زہری دوسری شخصیت تھے جن کو حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے تدوین حدیث کی خدمت پر مامور کیا، امام زہری اس ضمن میں کہتے ہیں:

"أمرنا عمر بن عبدالعزيز بجمع السنن فكتبنا ها دفتراً دفتراً فبعث إلىٰ كل أرض له عليها سلطان دفتراً" (٨)

عمر بن عبدالعزیز نے سنن کو جمع کرنے کے لئے ہمیں ذمہ داری دی ہم نے سنن کو کاپیوں میں لکھا انہوں (عمرؓ بن عبدالعزیز) نے اپنی ریاست میں جہاں ان کی حکومت تھی ایک ایک کاپی بھیج دی۔

---

(١) دیکھئے صفحہ نمبر ۴۱۱

(٢) آپ حضرت عمرؓ بن حزم جو جلیل القدر صحابی اور بحرین کے حاکم تھے کے پوتے تھے مدینہ منورہ کے حاکم، قاضی اور موسم حج کے سربراہ تھے اپنے دور کے علماء میں علم وفضل کے لحاظ سے بہت مقبول اور معروف تھے امام مالک بن انس کہتے ہیں "میں نے ابو بکر بن حزم جیسا عظیم، صاحب مروت اور صاحب کردار نہیں دیکھا...... مدینہ کے والی ہوئے، عہدہ قضا بھی ملا۔ آپ نے ۱۲۰ھ کو وفات پائی۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۹/۱۲

(٣) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷

(٤) عمرۃ بنت عبدالرحمٰن ابو بکر بن حزم کی خالہ تھیں انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کی سرپرستی میں تعلیم وتربیت حاصل کی تھی، طبقہ تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے آپ نے ۹۸ھ میں وفات پائی، ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۹/۱۲

(٥) قاسم بن محمد بن ابی بکر، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پوتے تھے، بچپن میں یتیم ہو گئے، حضرت عائشہؓ نے اپنے یتیم بھتیجے کو آغوش میں لیا اور ان کی خوب تعلیم وتربیت کی، آپ اپنے دور کے مشہور ومعروف فقیہ تھے۔ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے ۱۰۷ھ کو وفات پائی۔
ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۳۳/۱۲

(٦) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۸۲/۷

(٧) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳۳۳/۸

(٨) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۹۲/۱

امام زہری اپنے وقت میں حدیث کے بہت بڑے عالم شمار کئے جاتے تھے آپ کے معاصرین اور غیر معاصرین آپ کے بارے میں رطب اللسان تھے (۱)۔ امام زہری کی اسی شہرت اور شخصیت کی بناء پر خلیفہ وقت نے تدوین حدیث جیسے اہم مسئلہ میں ان کا انتخاب فرمایا۔

تدوین حدیث اوراس کا مدوّن اول

علمائے حدیث کے نزدیک تدوین حدیث کا کام حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد میں ہوا، اور ابن شہاب زہری اس کے مدون اول تھے، ابن شہاب زہری کا بیان ہے:

"لم يدون هذا العلم أحد قبل تدويني" (۲) (اس علم (حدیث) کو میری تدوین سے پہلے کسی نے مدون نہیں کیا)

امام زہری کی یہ بات محض دعویٰ نہیں بلکہ اہل علم نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے، امام مالکؒ بن انس کا قول ہے:

"أول من دون العلم ابن شهاب" (۳) (ابن شہاب پہلے شخص ہیں جس نے علم (حدیث) کو مدون کیا)

یہ رائے اہل علم متقدمین و متاخرین کے ہاں مشہور و معروف ہے اور یہی راجح ہے (۴)۔

تاہم ڈاکٹر خطیب عجاج نے اس بارے میں کچھ مزید آراء کا تذکرہ کر کے ان کا تنقیدی جائزہ لیا ہے (۵)۔

۱۔ خالد بن معدان ۱۰۳ھ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس کے بٹن اور کنڈے تھے جس میں تمام احادیث لکھی ہوئی تھیں اور خالد کو ستر بدری صحابہؓ کی ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ لہذا قرن اول میں تابعین میں سے پہلے مدون خالد بن معدان تھے۔
یہ رائے شیخ محمد رشید رضا کی ہے (۶)۔

۲۔ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں تدوین حدیث کا سلسلہ شروع ہوا کیونکہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے صرف دو سال پانچ ماہ حکومت کی ہے اس دوران یہ ممکن نہیں ہے کہ اتنی کم مدت میں حدیث کی تدوین عمل میں لائی جا سکے علاوہ ازیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ذہبی نے یہی زمانہ تدوین بتایا ہے۔ یہ رائے سید حسن صدر (م ۱۳۵۴ھ) کی ہے (۷)۔ اس رائے کے مطابق علم حدیث کی تدوین دوسری صدی ہجری میں لانے کا دعویٰ ہے۔ اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ امام زہری مدون اول نہیں ہیں۔

تبصرہ : جہاں تک پہلی رائے کا تعلق ہے وہ درست نہیں کیونکہ خالد بن معدان کا صحیفہ شخصی نوعیت کا تھا ان سے قبل بھی حضرات صحابہؓ و تابعینؒ کے پاس شخصی صحیفے تھے، لہٰذا اس باب میں انہیں اولیت حاصل نہیں اور جب رسمی تدوین حدیث کا اعتبار کیا جائے جو حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد میں شروع ہوئی۔ اس میں بھی خالد بن معدان سے قبل ابو بکر بن حزم اور ابن شہاب زہری کو اس میدان میں سبقت حاصل ہے۔ لہذا یہ رائے تاریخی واقعات اور مسلمہ اقوال کے منافی ہے۔

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷
(۲) السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۴۰ ◉ القاسمی، قواعد التحدیث، ص: ۴۶
(۳) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۹۱/۱
(۴) السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۴۰ ◉ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۹۱/۱ ◉ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۰۴/۱
(۵) خطیب العجاج، السنۃ قبل التدوین، ص: ۳۶۳
(۶) محمد رشید رضا، مجلۃ المنار، ص: ۷۵۴/۱۰
(۷) سید حسن، تاسیس علوم الشیعۃ، ص: ۲۷۸

مؤخر الذکر رائے' جس میں دوسری صدی ہجری کو تدوین حدیث کا دور کیا گیا ہے' غیر مسلّم ہے کیونکہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے مختصر دور خلافت سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ علماء نے آپ کی دعوت پر لبیک نہیں کہا؟ امام زہری کا قول بیان کیا جاچکا ہے کہ ہم نے خلیفہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے احادیث کو کاپیوں پر لکھا اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان کی ایک ایک کاپی اپنی ریاست میں' جہاں آپ کی حکومت تھی' ارسال کر دی تھی۔ اور امام زہری کا یہ قول ابن عبدالبر ① اور دوسرے ائمہ کرام نے ذکر کیا ہے باقی رہا شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی کا قول' تو یہ عہد عمرؒ بن عبدالعزیز میں تدوین حدیث کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ان کی حدیث کی تدوین سے مرتب اور موضوعاتی اعتبار مراد تھی۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی تدوین حدیث کی ابتدا کی وجہ سے تحریک تدوین حدیث محدثین میں تیز ہوگئی اس سے قبل علمائے حدیث احادیث کو تدوین وتبویب کے بغیر صحیفوں اور بیاضوں میں جمع کرتے تھے اب انہوں نے انہیں خاص ابواب کے تحت جمع کرنا شروع کر دیا ان کی کتب ''سنن'' اور متعلقات سنن پر مشتمل ہوتی تھیں جنہیں انہوں نے "ابواب"، "مصنف"، "جامع" وغیرہ نام دیئے۔ وہ حدیث کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ' تابعینؒ کے فتاویٰ وقضایا اور علماء محدثین کے اقوال بھی درج کرتے تھے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ دوسری صدی ہجری میں سب سے پہلے کسی محدث نے ترتیب وتبویب کے ساتھ کتاب مرتب کی اس ضمن میں اسلامی ملک کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے درج ذیل محدثین کا تذکرہ ملتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں امام عبدالملک بن عبدالعزیز ②، مدینہ منورہ میں امام مالک بن انس ③ اور ابن اسحاق ④، بصرہ میں ربیع بن صبیح ⑤، سعید بن ابی عروبہ ⑥ اور حماد بن سلمہ ⑦، کوفہ میں سفیان بن سعید ثوری ⑧، شام میں امام عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی ⑨، واسط میں امام ہشیم بن بشیر ⑩، یمن میں امام معمر بن راشد ⑪، اور خراسان میں امام عبداللہ بن مبارک ⑫ قابل ذکر ہیں ⑬۔

پھر انہی علماء کی پیروی کرتے ہوئے دوسرے ہم عصر علماء نے تدوین حدیث کا کام وسیع پیمانے پر شروع کر دیا، دراصل ان علماء کرام نے مبوب کتب کی محض ابتدا کی تھی، باقاعدہ تبویب وتہذیب کا کام اس عہد کے بعد شروع ہوا اور اس کے ساتھ ہی تدوین حدیث کے اسالیب ومناہج اپنے ترقی یافتہ مرحلے میں داخل ہوتے گئے۔

اس دور میں درج ذیل کتب مدون ہو کر معرض وجود میں آئی، مثلاً

---

① ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص:۱/۹۱

② سوانح حیات کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۷۸

③ سوانح حیات کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۸

④ سوانح حیات کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۷۶

⑤ سوانح حیات کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۸۸

⑥ سوانح حیات کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۸۳

⑦ سوانح حیات کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۶

⑧ سوانح حیات کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۳

⑨ سوانح حیات کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۸۵

⑩ سوانح حیات کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۳

⑪ سوانح حیات کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۸۰

⑫ سوانح حیات کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۳

⑬ ابن حجر، ہدی الساری، ص:۳ ⊛ السیوطی، تدریب الراوی، ص:۴۳

۱۔ ابو العالیہ الریاحی کی کتب ابواب الطلاق اور مناسك الحج (۱)

۲۔ امام شعبی کی کتاب "الأبواب" (۲)

۳۔ سالم بن عبداللہ ۱۰۶ھ کا رسالہ فی الصدقات (۳)

۴۔ حسن بصری ۱۱۰ھ کی کتاب التفسیر (۴)

۵۔ قاضی ابوبکر بن حزم ۱۱۲ھ کی کتب (۵)

۶۔ مکحول الشامی ۱۱۸ھ کی کتاب السنن اور کتاب المسائل (۶)

۷۔ زید بن علی بن حسین ۱۲۲ھ کی کتاب "المجموع" (۷)

۸۔ ابن شہاب زہری کے دفاتر (۸)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی، لہٰذا غالب گمان ہے کہ تمام کتب اس سے پہلے لکھی جا چکی تھیں۔

تدوین حدیث کا یہ دوسرا مرحلہ ہے جس میں مندرجہ بالا کتب کے علاوہ متعدد دیگر کتب بھی لکھی گئیں تھیں (۹)۔

یہ موضوعاتی اور مبوّب کتب کی ابتدا تھی جو تدوین حدیث کی ترقی پذیر مرحلہ سے گذر رہی تھی اس لئے ان کے جامعین و مدونین کے انداز و طرق کا غیر پختہ ہونا ایک لازمی امر تھا۔ باقاعدہ تبویب و تہذیب کا کام اگلے مرحلہ میں شروع ہوا۔

تدوین حدیث کے زور و شور کے آغاز کی وجہ سے بہت سارے دوسرے اسلامی علوم' تفسیر' فقہ' تاریخ' لغت وغیرہ کی تدوین ہونے لگی، گویا کہ اس بابرکت عمل نے دوسرے علوم پر مثبت اثر چھوڑا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ علوم کی بھی خوب پذیرائی ہونے لگی۔

رافعی نے سچ کہا ہے:

"لو لا الحديث لما خلصت اللغة ولجاء ت مشوبة بالكذب والتدليس و لفسد هذا العلم و ما بنى عليه و ذلك قليل من بركة رسول الله ﷺ ...... (۱۰)

اگر حدیث نہ ہوتی تو لغت کبھی خالص نہ رہتی، بلکہ جھوٹ اور تدلیس کے ساتھ مل کر سامنے آتی، چنانچہ یہ علم اور متعلقہ علوم فاسد ہو جاتے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی برکت کی بدولت ایسا بہت کم ہوا۔

---

(۱) ابن حنبل، العلل، ص: ۳/۳۳۱

(۲) الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ، ص: ۸

(۳) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۳۳۱

(۴) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۴

(۵) ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/۶۳

(۶) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۱۸

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۱۹، ۳۳۹

(۸) خطیب العجاج، المختصر الوجیز، ص: ۸۳

(۹) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱/۷۶

(۹) تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر: ۳۴۷

(۱۰) الرافعی، تاریخ آداب العرب، ص: ۳۳۹

باب ثالث

عہد بنوامیہ میں فتنۂ وضع حدیث
اور علمِ نقدِ حدیث کا آغاز

فصل اول

فتنہ وضع حدیث اور اس کے اسباب و عوامل

بحث اول

وضع حدیث کا مفہوم اور اس کا حکم

وضع حدیث کا مفہوم اور اس کا حکم

وضع کا لغوی معنیٰ:

وضع کا مادة (و، ض، ع) درج ذیل معانی پر دلالت کرتا ہے۔

۱۔ لفظ وضع رفع (بلندی) کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے

"وضعته بالأرض وضعاً" (۱) میں نے اسے زمین کے ساتھ رکھا۔

۲۔ بمعنی ولادت ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے:

"وضعت المرأة ولدها إذا ولدته" (۲) عورت نے بچہ جنا کر دیا۔

۳۔ درجے سے گرا دینا۔ جیسے کہا جاتا ہے۔

"وضع عنه" ای حَطَّ من قدره (۳) یعنی اس کی قدر (مقدار) سے اسے گرا دیا۔

۴۔ کمی کرنا: ساقط کر دینا، جیسے کہا جاتا ہے:

"وضع عن غريمه و ضعا اى نقص مما له عليه شيئا". (۴)

اس نے اپنے مقروض کے قرض سے کچھ کمی کر دی۔

نیز "وضع الجناية عنه وضعا أي أسقطها" اس نے اس کے جرم کو ساقط کر دیا۔

۵۔ چھوڑ دینا۔ جیسے کہا جاتا ہے

"وضع الشيئ من يده إذا ألقاه" (۵) اس نے اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو چھوڑ دیا۔

۶۔ ملانا، چسپاں کرنا۔ جیسے کہا جاتا ہے۔

"وضع فلان علىٰ فلان شيئا أي ألصقه به" (۶) فلاں نے کسی چیز کو کسی شخص کے ساتھ ملا دیا۔

ابن عرّاق کا قول ہے:

"الموضوع لغة اسم مفعول من وضع الشئ يضعه . بالفتح. وضعا حطه و أسقطه" (۷)

لفظ موضوع وضع یضع وضعا سے اسم مفعول ہے۔ جو کسی چیز کو گرا دینا اور ساقط سے بنایا گیا ہے۔

---

(۱) ابن فارس، معجم مقاییس اللغة، ص: ۶/ ۱۱۷ ⊙ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۸/۳۹۶

(۲) ابن فارس، معجم مقاییس اللغة، ص: ۶/ ۱۱۷ ⊙ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۸/۳۹۶ (۳) ابن فارس، معجم مقاییس اللغة، ص: ۶/ ۱۱۷

(۴) الفیروزآبادی، القاموس، ص: ۳/ ۹۸ ⊙ الزبیدی، تاج العروس: ۵/۵۳۳

(۵) ابن منظور، لسان العرب، ص: ۸/۳۹۶ (۶) الزبیدی، تاج العروس، ص: ۵/۵۳۳

(۷) ابن عراق، تنزيه الشريعة، ص: ۱/۵

حافظ ابن حجر نے ابن دحیہ کا قول نقل کیا ہے۔

"الموضوع الملصق وضع فلان على فلان كذا أى ألصقه به" ①

موضوع وہ چپکائی ہوئی (گھڑی) ہوئی ہے۔ اور یہ (موضوع) فلاں نے فلاں پر اس طرح ملا دیا ہے۔ (سے بنایا گیا ہے)

موضوع حدیث کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ ایک تو اس کا مرتبہ گرا ہوا ہوتا ہے اور دوسرا وہ رسول اللہ ﷺ کی بجائے کسی دوسرے کی طرف سے گھڑی ہوتی ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں وضع کا مفہوم

۱۔ حافظ ابن الصلاح، ابن دقیق، الھروی، ابن جماعہ اور ابن کثیر نے موضوع حدیث کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

"هوالمختلق المصنوع ② وہ گھڑی ہوئی خود ساختہ بناوٹی حدیث ہے۔

۲۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک موضوع حدیث کی تعریف:

"الطعن بكذب الراوى فى الحديث النبوى" ③

حدیث نبوی میں راوی کا جھوٹ کی بدولت راوی پر طعن ہو۔

۳۔ موضوع حدیث کی ایک دوسری تعریف یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔

أن يكذب الراوى فى الحديث النبوى بأن يروى عنه ﷺ مالم يقله لفظًا و معناً متعمدا لذلك" ④

کوئی راوی حدیث نبوی میں جھوٹ بولے وہ اس طرح کہ وہ آپ ﷺ سے کوئی ایسی روایت نقل کرے جسے آپ ﷺ نے لفظی و معنوی طور پر بیان نہ کیا ہو اور وہ راوی ایسا جان بوجھ کر کرے۔

۴۔ جمال الدین قاسمی کے نزدیک:

"هوالكذب المختلق المصنوع" ⑤ وہ جھوٹ جو گھڑا ہوا اور بناوٹی ہو۔

۵۔ بعض نے موضوع حدیث کو یوں بیان کیا ہے۔

"هوالمكذوب على رسول الله ﷺ بأن يروى عن النبى ﷺ مالم يقله متعمدا ذاك أوخطأ" ⑥

---

① ابن حجر، النکت، ص: ۲/۸۳۸

② ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۹۸ ◉ ابن دقیق، الاقتراح، ص: ۲۳۱ ◉ الھروی، جواہر الاصول، ص: ۵۱ ◉ ابن کثیر، اختصار، ص: ۷۸ ◉ البلقینی، محاسن الاصطلاح، ۲۱۳ ◉ العراقی، التبصرۃ، ص: ۱/۲۶۱ ◉ التھانوی، قواعد، ص: ۴۳

③ ابن حجر، نزھۃ النظر، ص: ۳۶ ④ السندی، بهجة النظر، ص: ۵۰

⑤ القاسمی، قواعد التحدیث، ص: ۱۵۰

⑥ عمر فلاتہ، الوضع فی الحدیث، ص: ۱/۱۰۷ لیکن یہ اضافہ محل نظر ہے۔ کیونکہ علم اصول حدیث کی بعض اصطلاحات مثلاً ادراج، قلب، علت وغیرہ میں راوی غلطی سے کسی حدیث کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی جانب کر دیتا ہے ایسی حدیث کو رد کرنے کے باوصف ہم اسے موضوع نہیں کہہ سکتے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب وہ جھوٹ ہے جو آپ ﷺ کے نہ فرمانے کے باوجود جان بوجھ کر روایت کیا جائے۔
یا غلطی سے (خود ساختہ حدیث جس میں عمداً یا غلطی سے رسول اللہ پر جھوٹ بولا گیا ہو) کا اضافہ کیا ہے۔

لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت

مذکورہ بالا لغوی اور اصطلاحی معنوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان دونوں کے مابین مناسبت کلی ہے۔ کیونکہ لفظ وضع کا لغوی معنی یا تو درجے سے گرا دینا ہوتا ہے۔ اور موضوع حدیث اپنے درجے سے گری ہوئی اور ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ یا اس کا معنی جھوٹ گھڑنا ہوتا ہے اور موضوع حدیث بھی ایک طرح کی گھڑی ہوئی ہوتی ہے (۱)۔

موضوع حدیث کا مرتبہ

حافظ ابن الصلاح کا قول ہے۔

"إعلم أن الحديث الموضوع شر الأحاديث الضعيفة" (۲)

جان لیجیے موضوع حدیث، ضعیف حدیث کی بدترین قسم ہے

ابن حجر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

" هذه العبار ة سبقه إليها الخطابی و استنكرت لأن الموضوع ليس من الحديث النبوی إذ افعل التفضيل إنمايضاف إلىٰ بعضه" (۳)

خطابی نے سب سے پہلے اس قول کی طرف سبقت کی جس کی مذمت کی گئی کیونکہ موضوع حدیث نبوی سے نہیں ہے۔ کیونکہ افعل التفضیل اپنے بعض کی طرف مضاف ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا بیان کا تقاضا ہے کہ موضوع حدیث کو حدیث نبوی میں شمار نہ کیا جائے لیکن علماء نے اس اصل کی مخالفت کرتے ہوئے کثیر تعداد میں موضوع احادیث اپنی کتب میں لائے ہیں بلکہ انہوں نے موضوعات کتب کو کتب حدیث میں شمار کیا ہے۔

علماء نے اس اشکال کے مختلف جوابات دیے ہیں۔

۱۔ علوم حدیث کی اقسام پر حکم کا مدار غلبہ ظن پر ہے (۴)۔ چنانچہ کسی عالم کا کسی حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگانا ظن ہے اگر اس کا حکم راجح ہے تو وہ حدیث موضوع ہوگی ورنہ اس حدیث کا صحیح ہونے کا احتمال برقرار رہتا ہے۔ جس وجہ سے موضوع احادیث کو حدیث کہنا یا انہیں کتب حدیث میں ذکر کرنا درست ہے (۵)۔

---

(۱) مبارک علی، الوضع فی الحدیث، ص: ۴۵

(۲) ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۹۸ ◉ ابن عراق، تنزيه الشريعة، ص: ۱/ ۵

(۳) السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۷۸ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱/ ۲۳۳

(۴) ابن حجر، النکت، ص: ۱/ ۲۹۴ ◉ ابن حجر، نزهة النظر، ص: ۴۳

(۵) عمر فلاتہ، الوضع فی الحدیث، ص: ۱/ ۱۱۰

۲۔ حدیث سے مراد ہر وہ بات جسے بیان کیا جائے اور اس میں موضوع حدیث بھی شامل ہے (۱)۔

۳۔ موضوع حدیث کو حدیث کہنا اس کے وضع کرنے والے کے گمان کے مطابق کہتے ہیں اگرچہ حقیقت اور واقع کے اعتبار سے وہ حدیث نہیں ہے۔ امام سیوطی اسی قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"لیس فی الحقیقة بحدیث اصطلاحاً بل بزعم واضعه" (۲)

حقیقت میں موضوع حدیث اصطلاحی حدیث نہیں ہوتی بلکہ اس کے واضع (وضع کرنے والا، گھڑنے والا) کے گمان کے مطابق اسے حدیث کہتے ہیں۔

۴۔ موضوع حدیث کو حدیث نبوی میں اس لئے شمار کرتے ہیں تا کہ اس حدیث کے طرق کو جان سکیں جو کہ حدیث کی کذب بیانی کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ اور حدیث کو مردود ہونے کا حکم لگا سکیں (۳)۔

موضوع حدیث روایت کرنے کا حکم

تمام علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ جان بوجھ کر موضوع حدیث روایت کرنا حرام ہے۔ چاہے وہ حدیث احکام، قصص، سے متعلق ہو یا ترغیب وترہیب وغیرہ سے۔ اِلا یہ کہ یہ بیان کر دیا جائے کہ بیان کردہ روایت موضوع ہے (۴)۔

کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ ((من حدث عنی حدیثا یر ی أنه کذب فهو أحدالکاذبین)) (۵)

جس نے میری طرف سے حدیث بیان کی جسے وہ جھوٹ خیال کرتا ہے۔ تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

اسی لئے خطیب بغدادی بیان کرتے ہیں:

''یجب علی المحدث ألایروی شیئا من الأخبار المصنوعة والأحادیث الباطلة الموضوعة فمن فعل ذلك باء بالإثم المبین و دخل فی جملة الکذابین'' (۶)

محدث کے لئے ضروری ہے کہ وہ گھڑی ہوئی، باطل اور موضوع قسم کی احادیث روایت نہ کرے اور جس نے ایسا کیا اس نے ایک واضح گناہ کیا اور وہ جھوٹوں کی صف میں داخل ہو جائیگا۔

امام نووی کا قول ہے۔

"واعلم أن تعمد وضع الحدیث حرام بإجماع المسلمین الذین یعتد بهم فی الإجماع" (۷)

---

(۱) ابن حجر، النکت، ص:۲/۸۳۸ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص:۱/۲۳۵

(۲) السیوطی، تدریب الراوی، ص:۱/۱۷۸

(۳) السخاوی، فتح المغیث، ص:۱/۲۳۵ ◉ عمر فلاتہ، الوضع فی الحدیث، ص:۱/۱۱۱

(۴) ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۹۸ ◉ القاسمی، قواعد التحدیث، ص:۱۵۰ ◉ السیوطی، تدریب الراوی، ص:۱۷۸

(۵) الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی من روی حدیثا، حدیث نمبر۲۶۶۲، ص:۶۰۳

◉ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب السنة، باب من حدث عن رسول الله ﷺ حدیثاً، حدیث نمبر۳۸، ص:۶

(۶) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۲/۹۸

(۷) النووی، شرح صحیح مسلم، ص:۱/۵۶، ۷۰ ◉ ابن حجر، فتح الباری، ص:۱/۱۹۹

جان لیجئے کہ عمداً حدیث گھڑنا حرام ہے اور اس پر قابل ذکر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

ابن صلاح موضوع حدیث کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"إعلم أن الحديث الموضوع شر الأحاديث الضعيفة ولا تحل روايته لأحد" ①

جان لیجئے۔ موضوع حدیث، ضعیف حدیث کی اقسام میں سے سب سے زیادہ بدترین حدیث ہے۔ اور کسی شخص کے لئے ایسی حدیث روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

اس طرح کے دوسرے اقوال جلال الدین سیوطی ② اور حافظ ابن کثیر وغیرہ سے مروی ہیں ③۔

البتہ مسلمانوں کو موضوع حدیث سے ڈراتے اور اس سے نفرت دلانے کے لئے اسے بیان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ روایت بیان کرتے ہوئے اس کی صراحت کر دی جائے۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

"ومن روى حديثاً موضوعاً على سبيل البيان لحال واضعه والإستشهاد على عظيم ماجاء به، والتعجب منه و التنفير عنه ساغ له ذلك وكان بمثابة إظهار جرح الشاهد فى الحاجة إلىٰ كشفه والإبانة عنه" ④

اور جو شخص موضوع حدیث بطور واضع کا حال بیان کرنے کے لئے اور اس کے گھناؤنے عمل سے استدلال کرتے ہوئے اور اس سے اظہار تعجب اور نفرت دلانے کے لئے اسے روایت کرتا ہے۔ تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ اور یہ بمنزلہ بوقت ضرورت شاھد کی جرح کے اظہار کے لئے ہوگا۔

ابن صلاح فرماتے ہیں:

"ولا تحل روايته لأحد علم حاله فى أى معنى كان إلا مقرونا ببيان وضعه" ⑤

موضوع حدیث کو روایت کرنا کسی کے لئے کسی صورت میں جائز نہیں جس نے اس (حدیث) کا حال جان لیا ہو إلا یہ کہ اس حدیث کے وضع ہونے کی صراحت کر دی جائے۔

جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"وقد أطبق على ذلك علماء الحديث فجزموا بأنه لا تحل رواية الموضوع فى أى معنى كان إلا مقرونا ببيان وضعه" ⑥

علماء حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے اور جسے انہوں نے یقین سے بیان کیا ہے کہ موضوع حدیث کا روایت کرنا کسی طور پر جائز نہیں إلا یہ کہ اس حدیث کے وضع ہونے کی صراحت کر دی جائے۔

---

① ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۹۸

② السیوطی، تدریب الراوی، ص:۱۸۵ ◉ ابن عراق، تنزیه الشریعة، ص:۱/۸

③ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ص:۳۲

④ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۲/۹۸ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص:۱/۲۳۶

⑤ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۹۸

⑥ السیوطی، تحذیر الخواص، ص:۳۷ ◉ النووی، شرح مسلم، ص:۱/۷۱ ◉ ابن حجر، النکت، ص:۲/۸۳۹ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص:۱/۲۳۵ ◉ العراقی، التبصرة والتذکرة، ص:۱/۲۶۲

بحث ثانی

وضع حدیث کی ابتدا

وضع حدیث کی ابتدا

وضع حدیث کا آغاز کب ہوا؟ اس سلسلے میں علماء کی متعدد آراء ہیں۔

پہلی رائے: مشہور مصری مؤرخ وادیب احمد امین کی رائے ہے کہ وضع حدیث کا آغاز رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ آپ لکھتے ہیں:

"ویظهر أن هذا الوضع حدث حتى فی عهدالرسول ﷺ فحدیث "من كذب علیّ متعمداً فلیتبو أ مقعده من النار" ① یغلب علی الظن أنه إنماقیل لحادثة زور فیها علی الرسول ﷺ وبعد وفاته ﷺ كان الكذب علیه أسهل و تحقیق الخبرعنه أصعب" ②

اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وضع حدیث کا واقعہ عہد رسول ﷺ میں رونما ہوا تھا اور حدیث "جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے" ظن غالب یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسی جھوٹی بات کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف کردی گئی ہو جس بناء پر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہو اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تو آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا آسان ہو گیا اور جس کی تحقیق کرنا ایک مشکل امر ہے۔

اس رائے پر ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ولم یقع الوضع فی حیاة النبی ﷺ إذلم یصح فی ذلك شیئ و قد غلب علی ظن أحمد أمین أن حدیث((من كذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار)) إنما قیل فی حادثة زور فیها علی الرسول ﷺ ③ و لكن ماذهب إلیه لا سند له فی روایات التاریخ ولا فی سیاق الحدیث فاالنبی ﷺ إنماقال ذلك حین أمر أصحابه بالتبلیغ عنه و فیه دلالة علیٰ أن النبی ﷺ توقع ما سیكون من كذب فحذرمن ذلك و نبه أصحابه إلی أخذ الحیطةوالتیقظ فی قبول الأحادیث ولم یصح دلیل علی أنه قاله فی حادثة تزویر معینة" ④

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الأ نبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر۳۴۶۱، ص:۵۸۴
◉ المسلم، مقدمة الصحیح، باب تغلیظ الکذب علی رسول الله ﷺ، حدیث نمبر۵، ص:۸
◉ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب التشدید فی الکذب علی رسول الله ﷺ، حدیث نمبر۳۶۵۱، ص:۵۲۳

② احمد امین، فجر الاسلام، ص:۲۱۱ ③ احمد امین، فجر الاسلام، ص:۲۱۱

④ العمری، بحوث فی تاریخ السنة، ص:۲۱

نبی ﷺ کی زندگی میں وضع حدیث کا ظہور نہیں ہوا کیونکہ اس بارے میں کوئی بات صحیح نہیں ہے۔ اور احمد امین کے خیال میں حدیث "جو شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے" کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جس میں آپ ﷺ پر جھوٹ بولا گیا تھا۔ لیکن ان کی رائے کو تاریخی روایات میں کوئی سند ہے اور نہ ہی حدیث کا کوئی ایسا سیاق ہے۔ بلکہ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو تبلیغ کا حکم دیتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔ اور اس حدیث میں یہ دلالت ہے کہ نبی ﷺ کو اس بات کی توقع تھی کہ آپ ﷺ پر جھوٹ بولا جائے گا چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس سے ڈراتے ہوئے اس بات کی طرف تنبیہ فرمائی کہ وہ احادیث کو قبول کرتے وقت احتیاط کریں اور انتہائی بیداری کا ثبوت دیں اور اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ نے کسی خاص جھوٹے واقعہ کے موقع پر یہ ارشاد فرمایا ہو۔

شیخ مصطفیٰ السباعی اس رائے کا اسطرح محاکمہ کرتے ہیں۔

"ليس من السهل علينا أن نتصور صحابة رسول الله ﷺ الذين فدَوا الرسول ﷺ بأرواحهم و أموالهم و هجروا فى سبيل الإسلام أوطانهم و أقرباءهم و امتزج حب الله و خوفه بدمائهم ولحومهم أن نتصور هؤلاء الأصحاب يقدمون على الكذب على رسول الله ﷺ مهما كانت الدواعى إلى ذلك بعد أن استفاض عندهم قول حبيبهم و منقذهم ﷺ "إن كذبا عليَّ ليس ككذب على أحد ومن كذب عليّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار" ①

یہ بات اتنی آسان نہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ گمان کریں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا، چاہے اس کے کتنے ہی محرک کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ نے اپنی جان، مال کو آپ ﷺ کے لئے قربان کر دیا اور اسلام کی راہ میں انہوں نے اپنے وطن، اقرباء سے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا خوف ان کے خون اور گوشت میں پیوست ہو چکا تھا اس پر مستزاد یہ کہ ان کے محبوب اور نجات دھندہ کا قول "مجھ پر جھوٹ کسی دوسرے شخص پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے۔ اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے" ان کے سامنے مشہور ہو چکا تھا۔

نیز ڈاکٹر اکرم ضیاء رقمطراز ہیں:

"ولا شك أن تعلق الصحابة بالإسلام و ما بذلوه من تضحيات جسام فى النفس والمال والأولاد يقطع باخلاصهم ونزاهتهم و صدقهم و عدالتهم" ②

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اسلام سے اتنا گہرا تعلق تھا اور اس کے لئے انہوں نے مالی، جانی اور اولاد کی قابل قدر قربانیاں دی تھیں جس سے ان کا اخلاص، صفائی اور ان کی سچائی اور عدالت کا ہونا یقینی ہے۔

① السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۷۶

② العمری، بحوث فی تاریخ السنۃ، ص:۳۱

بلاشبہ صحابہ کرامؓ اقامت فی الدین کے اس مرتبہ پر فائز تھے کہ ان کے بارے میں رسول ﷺ پر افتراء پردازی کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور یہ وہ بات ہے جو قرآن کریم، سنت مطہرہ اور قابل اعتماد مسلمانوں کے اجماع کی روشنی میں ثابت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضی الله عنهم و رضوا عنه﴾ ①

اور مہاجرین وانصار میں سے سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی کے کام میں ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

یہ آیت کریمہ اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اصحاب رسول ﷺ سے راضی ہے خواہ وہ سابقین میں سے ہوں یا متأخرین میں سے، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے شخص سے راضی نہیں ہو سکتا۔

حضرت براءؓ کا قول ہے۔

"ما كل ما نحدثكم عن رسول الله ﷺ سمعناه منه، منه ما سمعناه منه ومنه ما حدثنا أصحابنا و نحن لانكذب" ②

رسول اللہ ﷺ کی ہر حدیث کو جو ہم تمہیں بیان کرتے ہیں ہم نے آپ ﷺ سے نہیں سنی بلکہ کچھ احادیث ہم نے آپ ﷺ سے سنی ہیں اور کچھ احادیث ہمارے اصحاب نے ہمیں بیان کی ہیں اور ہم ہرگز جھوٹ نہیں بولتے۔

اس مفہوم میں ایک دوسری روایت جسے امام البیہقی نے نقل کیا ہے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔

"ليس كلنا كان يسمع حديث النبی ﷺ كانت لنا ضيعة و أشغال و لكن كان الناس لم يكونوا يكذبون فيحدث الشاهد الغائب" ③

ہم سب نبی ﷺ سے حدیث نہیں سن سکتے تھے کیونکہ ہم زمین اور دوسری مصروفیات میں مشغول ہوتے تھے لیکن لوگ ہرگز (نبی ﷺ پر) جھوٹ نہیں بولتے تھے نبی ﷺ کی مجلس میں حاضر ہونے والا شخص، غائب شخص کو حدیث بیان کر دیتا تھا۔

حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت انسؓ بن مالک نے حدیث بیان کی تو ایک شخص نے پوچھا۔

"أسمعت هذا من رسول الله ﷺ قال نعم أوحدثنی من لم يكذب والله ما كنا نكذب ولاكنا ندری ما الكذب" ④

---

① التوبۃ: ۹/۱۰۰ ② ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۵۰

③ البیہقی، سنن البیہقی، ص: ۱/۲۳۱ ● ابن حنبل، المسند، ص: ۳/۲۸۳

④ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۵۰ ● السیوطی، مفتاح السنۃ، ص: ۲۵

کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ (حدیث) سنی ہے۔ تو حضرت انس ؓ بن مالک نے جواب دیا جی ہاں یا آپ نے کہا مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی ہے جو جھوٹ نہیں بولتا۔ بخدا ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی ہمیں معلوم ہے جھوٹ کیا ہے۔

طاؤس کا بیان ہے ایک مرتبہ بُشیر بن کعب حضرت ابن عباس ؓ کے پاس آئے اور انہیں احادیث سنانی شروع کردیں جب کچھ احادیث سنا چکے تو حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ فلاں فلاں حدیث ذرا پھر سنائیں چنانچہ بُشیر نے روایات دوبارہ سنائیں پھر آپ ؓ نے کچھ اور روایات دوبارہ سنانے کے لئے کہا تو وہ دوبارہ سنا چکے تو اس نے حضرت ابن عباس ؓ سے پوچھا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے جن روایات کو دوبارہ سنانے کے لئے نہیں کہا وہ آپ کے نزدیک معروف اور مقبول ہیں اور دوسری غیر مقبول تو حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا۔

"إنا كنا نحدّث عن رسول الله ﷺ و إذلم يكن يكذب عليه فلماركب الناس الصعب والذلول تركنا الحديث عنه" ①

ہمیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کی جاتی تھیں جب آپ ﷺ پر جھوٹ نہیں بولا جاتا ہے۔ لیکن جب لوگوں نے سچ اور جھوٹ کو ملانا شروع کیا تو ہم نے ان سے روایات سنی ترک کردیں۔

نیز احمد امین اس حدیث (من كذب علّى متعمداً ......) کے پس منظر میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جسے امام طبری نے مختلف اسناد سے روایت کیا ہے۔

بنی لیث کا ایک قبیلہ مدینہ منورہ سے دو میل کے فاصلے پر رہتا تھا ان کے کسی شخص نے زمانہ جاہلیت میں کسی کے ہاں منگنی کی لیکن بعد میں لوگوں نے لڑکی کا نکاح اس شخص سے کرنے سے انکار کردیا وہ چوغہ پہنے ہوئے ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ چوغہ مجھے پہنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے اور تمھارے جان و مال میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اختیار دیا ہے۔ بعد میں وہ اس لڑکی کے پاس چلا گیا جسے وہ چاہتا تھا۔ ان لوگوں نے معاملہ کی تحقیق کرنے کے لئے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔ اگر وہ تمہیں مل جائے تو اسے قتل کردینا اور اگر وہ تمہیں مردہ ملے تو اس کو جلا دینا۔ چنانچہ یہ شخص واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس شخص کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ چنانچہ اس نے اسے جلا ڈالا اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس شخص نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں پائے ②۔

ڈاکٹر ابوبکر عبدالصمد بن بکر عابد نے یہی رائے حاشم معروف الحسینی کی بیان کی ہے ③۔

---

① المسلم، مقدمة الصحيح، باب النهى عن الرواية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۱۹، ص: ۹

② الطبرانی، المعجم الأوسط، ص: ۳/۵۹ ⦿ ملا علی القاری، تمییز الموضوع عن المرفوع، ص: ۳ ⦿ ابن عدی، الکامل، ص: ۴/۱۳۷۱ ⦿ الطحاوی، مشکل الآثار، ص: ۱/۳۵۲

③ عبدالصمد، الوضع والوضاعون، ص: ۳۲ ⦿ ہاشم، الموضوعات، ص: ۹۳

احمد امین اور ھاشم معروف کی رائے درج ذیل دلائل کی روشنی میں درست نہیں۔

ا۔ حدیث ((من كذب علّی متعمداً......)) کے پس منظر میں جس روایت کا سہارا لیا گیا ہے وہ روایت صحیح نہیں۔

☆ اس روایت کا دارو مدار دو مختلف روایات پر ہے۔ایک روایت کی سند عبداللہ بن بریدۃ پر ختم ہوتی ہے۔جس کی سند میں صالح بن حبان ہے۔جس کی محدثین میں سے کسی ایک نے بھی توثیق نہیں کی ہے۔ بلکہ سب نے اسے مجروح اور ضعیف قرار دیا ہے (۱)۔

اور دوسری روایت کی سند عبداللہ بن زبیر پر ختم ہوتی ہے۔اور اس سند میں السری بن یزید اور محمد بن علی الغزاری دو ایسے راوی ہیں جن کا ذکر کتب رجال وتراجم میں نہیں ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ابن جوزی نے ان دونوں روایات کو موضوع قرار دیا ہے (۲)۔

اگر بالفرض اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس واقعہ کا تعلق کسی دینی معاملہ سے ہرگز نہیں بلکہ خالص دنیاوی معاملہ سے ہے۔

مزید برآں چونکہ یہ لوگ مدینہ سے باہر رہائش پذیر تھے غالب گمان یہی ہے کہ جس شخص نے یہ حرکت کی ہو وہ مسلمان نہ ہو بلکہ منافق ہو جس نے اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لئے من گھڑت اور جھوٹی بات آپ ﷺ کی طرف منسوب کی ہو اور کسی صحابیؓ سے ایسے فعل کا صدور ہونا محال ہے اور پھر ان دونوں روایات میں اس شخص کا نام مذکور نہیں اور صحابہ کرامؓ کے نام معروف اور جانے پہچانے تھے۔

ثابت ہوا کہ اس حدیث کا پس منظر وہ نہیں جسے احمد امین نے بیان کیا ہے۔ بلکہ اس حدیث کا صحیح پس منظر وہ ہے جسے امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ سے روایت کی ہے۔کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((بلغوا عني و لو آية و حدثوا عن بني اسرائيل ولا حرج و من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار)) (۳)

میری طرف سے تمھارے پاس اگر ایک آیت بھی ہو تو اسے دوسروں تک پہنچا دو اور بنی اسرائیل سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن یاد رکھو جس نے عمداً میری طرف جھوٹ منسوب کیا ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں پائے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل سے روایت کرنے کی اجازت دی تو تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ ان کی بات انہی سے منسوب کرنا اور میری بات مجھ سے اور جس نے عمداً کسی دوسرے کی بات کی نسبت میری طرف کی وہ جہنم میں جائے گا۔

---

(۱) الدارقطنی، الضعفاء والمتروکین، ص:۲۳۶ (۲) ابن جوزی، الموضوعات، ص: ۳۹/۱

(۳) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الأنبیاء، باب ما ذكر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر ۳۴۶۱۔ص:۵۸۲

اس روایت کا دوسرا حصہ (من كذب علىّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار) صحیح مسلم ① سنن ابوداؤد میں بھی ہے ② اور باختلاف الفاظ یہ روایت جامع الترمذی ③ اور سنن ابن ماجہ میں بھی موجود ہے ④۔

مذکورہ بالا ادلہ کی روشنی میں واضح ہوتا ہے۔ کہ عہد رسالت میں وضع حدیث کا کوئی وجود نہیں تھا اس قول کے حق میں مزید ادلہ دیتے ہوئے ⑤۔ شیخ مصطفیٰ السباعی آخر میں فرماتے ہیں۔

"لايبقى بعد هذا شك فى أن الكذب لم يكن على عهد رسول الله ﷺ من الصحابة ولا وقع منهم بعده وأنهم كانوا محل الثقة فيما بينهم لايكذب بعضهم بعضا......" ⑥

اس کے بعد کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ عہد رسالت اور اس کے بعد میں صحابہ کرامؓ کی جانب سے کوئی جھوٹ ان سے سرزد نہیں ہوا اور صحابہ کرامؓ آپس میں ایک دوسرے پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے اور کوئی کسی دوسرے کو جھوٹا خیال نہیں کرتا تھا۔

عہدِ صدیقیؓ اور عہدِ فاروقیؓ میں وضع حدیث کا وجود نہیں تھا:

عہد رسالت کے ساتھ ساتھ عہد ابوبکر صدیقؓ، عہد فاروقیؓ میں بھی وضع حدیث کا دروازہ نہیں کھلا تھا۔

اس بارے میں ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری فرماتے ہیں۔

"وكذلك لا توجد أدلة على وقوع الوضع فى خلافة ابى بكرؓ وعمرؓ ولا شك أن كثرة الصحابة الكبار و وحدة الأمة فى هذه الفترة المبكرة منعت ظهور الوضع فى الحديث" ⑦

اسی طرح خلافت ابوبکرؓ وعمرؓ میں وضع حدیث کا واقع ہونے کے بارے کوئی ادلہ نہیں پائی جاتی ہیں بلاشبہ ان ابتدائی ادوار میں کبار صحابہ کرامؓ کی کثرت اور وحدت امت نے وضع حدیث کے ظہور کو روکے رکھا ہے۔

اگر وضع حدیث کا ظہور ان ادوار (عہد رسالت، عہد صدیقؓ، عہد فاروقیؓ) میں ہوا ہوتا تو تاریخی روایات میں اس کا ذکر ہوتا یا پھر کسی ایک حدیث میں بھی اس کا تذکرہ ملتا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان ادوار میں وضع حدیث کا ظہور نہیں ہوا تھا۔

---

① المسلم، مقدمۃ الصحیح، حدیث نمبر ۵، ص: ۸

② ابوداؤد، سنن ابوداؤد، كتاب العلم، باب التشديد فى الكذب على رسول الله ﷺ، حدیث نمبر ۳۶۵۱، ص: ۵۲۳

③ الترمذی، جامع الترمذی، كتاب العلم، باب ماجاء فى من روى حديثا، حدیث نمبر ۲۶۶۲، ص: ۶۰۳

④ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، كتاب السنة، باب من حدث عن رسول الله ﷺ حديثاً، حدیث نمبر ۳۸، ص: ۶

⑤ تفصیل کے لئے دیکھیے السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۷۶۔۷۸

⑥ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۷۸

⑦ العمری، بحوث فی تاریخ السنۃ، ص: ۲۳

۲۔ دوسری رائے

اکثر علماء کی رائے ہے۔ کہ وضع حدیث کا ظہور ۴۰ھ اور اس کے بعد کے ادوار میں ہوا ہے۔

ان علماء کرام میں ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی، ڈاکٹر عجاج الخطیب، ڈاکٹر نور الدین عتر، ڈاکٹر محمد بن محمد ابو شھبہ، ڈاکٹر محمد بن محمد ابو زھو، ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ شامل ہیں۔

اس رائے کا اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی فرماتے ہیں۔

"كانت سنة أربعين من الهجرة هى الحد الفاصل بين صفاء السنة و خلوصها من الكذب و الوضع و بين التزيد فيها و اتخاذها وسيلة لخدمة الأغراض السياسية و الإ نقسامات الداخلية................"①

چالیس سن ہجری خالص سنت جو جھوٹ اور وضع سے خالی تھی کے مابین اور سنت میں اضافہ اور اسے سیاسی مقاصد اور داخلی گروہ بندی کے مابین حد فاصل تھی۔

ڈاکٹر عجاج الخطیب رقمطراز ہیں۔

"ويجد ر بنا أن نبيّن أن الوضع لم يصل إلى ذروته فى هذا القرن، لأ نه نشأ قبل منتصف القرن الهجرى الأول بقليل و سرعان ما كان يعرف الحديث الموضوع لكثرة الصحابة و التابعين الذين عرفوا الحديث وحفظوه"②

اور یہ بیان کرنا زیادہ ضروری ہے کہ اس صدی میں وضع حدیث اپنی انتہا تک نہیں پہنچی کیونکہ اس کا آغاز پہلی صدی ہجری کے نصف سے کچھ پہلے ہوا اور اس صدی میں صحابہ کرامؓ و تابعین کی کثیر تعداد کی موجودگی کی وجہ سے موضوع حدیث کی پہچان جلد ہونے لگی کیونکہ صحابہؓ و تابعین کو حدیث کی پہچان تھی اور انہیں یاد بھی تھیں۔

ڈاکٹر نور الدین عتر بیان کرتے ہیں۔

"ثم برز قرن الفتنة التى أدت إلى قتل الخليفة المظلوم عثمان بن عفانؓ و ظهرت الفرق و راح المبتدعة تبحث عن مستندات من النصوص تعتمد عليها فى كسب أعوان لهم فعمدوا إلى الوضع فى الحديث فاختلقوا على رسول اللّٰه ﷺ ما لم يقل فكان مبدأ ظهور الوضع فى الحديث منذ ذلك الوقت سنة ٤١ هـ"③

---

① السباعی، السنۃ و مکانتہا، ص:۷۵ ② الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص:۱۸۹

③ نور الدین عتر، مقدمۃ علوم الحدیث لابن الصلاح، ص:۷

پھر فتنہ کے دور کا ظہور ہوا جس کے نتیجہ میں مظلوم خلیفہ حضرت عثمان ؓ شہید ہوئے اور مختلف فرقے معرض وجود میں آئے اور اہل بدعت نصوص میں ایسے دلائل تلاش کرنے لگے جن کی بنیاد پر وہ اپنے موقف کو مضبوط کر سکیں چنانچہ انہوں نے وضع حدیث کا رخ کیا اور آپ ﷺ پر جھوٹی باتیں گھڑی جنہیں آپ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا تو یہیں سے وضع حدیث کا آغاز و ظہور ہوا اور یہ چالیس صدی ہجری کا دور تھا۔

ڈاکٹر محمد بن محمد ابو شہبہ رقمطراز ہیں:

"......نری أن نشأة الوضع بمعناه الظاهر الواضح كانت حوالى سنة أربعين من الهجرة و كان ذلك فى عصر صغار الصحابةؓ وكبار التابعين"①

ہمارا خیال ہے واضح اور ظاہر مفہوم میں وضع حدیث کا آغاز تقریباً چالیس صدی ہجری میں ہوا تھا اور یہ صغار صحابہ اور کبار تابعین کا زمانہ تھا۔

نیز انہوں نے اپنے مؤقف کی بنیاد ابن سبا یہودی کی گھڑی ہوئی حدیث پر رکھی ہے جس میں اس نے نبی ﷺ کی طرف یہ منسوب کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ((لكل نبى وصى و وصيى على))② (ہر نبی کا ایک خلیفہ ہوتا ہے اور میرا خلیفہ علیؓ ہے)۔

لیکن حقیقت میں یہ حدیث ابن سبا کی وضع کردہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس روایت کو ابو عبداللہ الحسین بن ابراہیم الجوزقانی نے اپنی سند سے یوں نقل کیا ہے۔

((عن محمد بن حميد الرازى ثنا ابن مجاهد ثنا محمد بن اسحاق عن شريك بن عبدالله عن ابى ربيعه الأيادى عن ابن بريدة عن أبيه قال قال رسول الله ﷺ لكل نبى وصى ووصيى علي))③

محمد بن حمید الرازی سے روایت ہے وہ ابن مجاہد سے بیان کرتے ہیں اور وہ محمد بن اسحاق سے اور وہ شریک بن عبداللہ اور وہ ابو ربیعہ الأیادی سے اور وہ ابن بریدہ اور وہ اپنے والد سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا ایک خلیفہ ہوتا ہے اور میرا خلیفہ علی ہے۔

پھر جوزقانی اس حدیث پر محاکمہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"هذا حديث باطل و فى إسناده ظلمات منها محمد بن اسحاق فإنه ضعيف الحديث و منها على بن مجاهد الرازى، قال صالح بن محمد سمعت يحيى بن معين و سئل عن على بن مجاهد الرازى فقال كان يضع الحديث و كان

---

① ابو شهبة، الوسيط، ص:۳۲۶ ⊛ ابو شهبة، الاسرائيليات والموضوعات، ص:۳۲

② الطبری، تاریخ الطبری، ص:۳/۳۳۰

③ الجوزقانی، الأباطیل، ص:۳/۱۵۰

له كتاب المغازى فكان يضع لكلامه إسناداً"[1]

یہ حدیث باطل ہے اور اس کی سند اندھیروں میں گھری ہوئی ہے۔ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے جو حدیث میں ضعیف ہے۔ اور ان میں سے ایک علی بن مجاہد الرازی ہے۔ صالح بن محمد کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن معین سے سنا جب آپ سے علی بن مجاہد الرازی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ حدیث وضع کیا کرتا تھا اور ان کی مغازی پر ایک کتاب ہے۔ وہ اپنے کلام کی سند گھڑا کرتا تھا۔

ابن الجوزی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"ففيه محمد بن حميد و قد كذبه ابو زرعة و ابن دارة"[2]

اس روایت میں محمد بن حمید ہیں۔ جسے ابوزرعہ اور ابن دارۃ نے جھوٹا قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر ابوبکر عبدالصمد اس حدیث کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"ولا يستبعد أن يكون من كلام ابن سباء و تخرصاته و ماكان يشيعه فى عوام الناس ثم جاء مَن بعده فجعله حديثاً وركب له إسناداً"[3]

اور یہ بات بعید از امکان نہیں ہے کہ یہ (حدیث) ابن سبا کا کلام اور اس کی افترا پردازی ہو جس کی وہ لوگوں میں تشہیر کرتا تھا پھر اس کے بعد کسی نے اس کی سند بنا کر اسے حدیث بنالیا۔

لہٰذا اس روایت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ وضع حدیث کا ظہور ۳۰ھ سے ہوا تھا۔

ڈاکٹر محمد محمد ابوزھو وضع حدیث کے ظہور کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

"......ثم لما ولى علىؓ كرمه الله وجهه الخلافة وكان ماكان بينه و بين المعاويةؓ فى صفين افترق الناس إلى شيعة و خوارج و جمهور كما رأيت وهنا ظهر الكذب علىٰ رسول الله ﷺ و اشتد أمره من الشيعة و الخوارج و دعاة بنى أمية لذلك يعتبر العلماء مبدأ ظهور الوضع فى الحديث من هذا الوقت(سنة ٤١ هـ)"[4]

جب حضرت علیؓ مسند خلافت پر فائز ہوئے اور صفین کے مقام پر ان کے اور حضرت معاویہؓ کے مابین جنگ ہوئی تو لوگ شیعہ، خوارج اور جمہور میں بٹ گئے تو اب رسول کریم ﷺ پر دروغ گوئی کا آغاز ہوا شیعہ، خوارج اور بنوامیہ کے دعاۃ اس میں سختی سے حصہ لینے لگے۔ اسی لئے علماء نے ۴۱ھ کو وضع حدیث کے ظہور کی ابتدا قرار دیتے ہیں۔

---

① الجوزقانی، الأباطیل، ص:۲/۱۵۰

② ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۳۷۶

③ عبدالصمد، الوضع والوضاعون، ص:۵۱

④ ابوزھو، الحدیث والمحدثون، ص:۴۸۰

اس کے بعد ابوزھو لکھتے ہیں۔

"وهذا التحديد إنما هو لظهور الوضع فى الحديث وإلا فقد وجد الكذب على رسول الله ﷺ قبل ذلك حتى فى زمنه ﷺ"①

یہ تحدید اس اعتبار سے درست ہے کہ اس وقت وضع حدیث کا ظہور وشیوع ہوا ورنہ آپ ﷺ کے زمانہ میں آپ ﷺ پر جھوٹ پہلے بھی باندھا جاتا تھا۔

دلیل کے طور پر انہوں نے حدیث ((من كذب على متعمداً فليتبوامقعده من النار)) کے پس منظر میں حضرت بریدہؓ کی روایت بیان کی ہے②۔

لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے لہٰذا ان کا اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ وضع حدیث کے آغاز اور ظہور کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

"وقد استمر الصفاء و النقاء للسنة المطهرة فى أ واخر عهد الأربعة الخلفاء الراشدين و ذلك إلى نحوسنة أربعين من الهجرة ثم لما وقعت فتنة مقتل سيدنا عثمانؓ قامت بعض الأ هواء السياسية فى نفوس بعض الناس ولوحظ شئى من الإختلا ل فى الضبط والنقل فتحفظ الصحابةؓ عند ذلك بشدّة التثبت والإ ستيثاق من الخبر و سألوا عن الإ سناد حتى لايدخل من هوةالأ هواء على السنة المشرفة دخيل أوحميل......"③

خلفائے اربعہ راشدین کے آخری عہد چالیس صدی ہجری تک سنت مطہرۃ خالص اور شفاف رہی اور پھر جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کا فتنہ واقع ہوا تو کچھ لوگوں میں سیاسی خواہشات بیدار ہوئی اس وقت ان کے حافظہ اور نقل روایت میں خلل واقع ہوا تو صحابہ کرامؓ نے خبر کی قبولیت میں سختی برتنے لگے اور اسناد کے بارے میں سوال کرنا شروع کردیا تاکہ سنت مطہرۃ میں اہل ہواء کی خواہش داخل نہ ہوسکے۔

نیز انہوں نے محمد بن سیرین ④ کے قول سے استدلال کیا ہے۔ ابن سیرین کا قول ہے۔

"لم يكونوا يسألون عن الإ سناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم و ينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم"⑤

---

① ابوزھو، الحدیث والمحدثون، ص:۴۸۰ ② دیکھئے صفحہ نمبر:۴۲۶

③ ابوغدۃ، لمحات من تاريخ السنة المشرفة، ص:۳۶

④ آپ کی کنیت ابوبکر ہے آپ حضرت انسؓ بن مالک کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے دو سال قبل پیدا ہوئے آپ نے حضرت ابوھریرہؓ، عمرانؓ بن حصین ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور دیگر صحابہؓ سے سماع حدیث کیا اور آپ سے ایوب، ابن عون، قرۃ بن خالد، محمد بن سلیم اور بہت سے دوسرے لوگوں نے علم حاصل کیا ۔آپ فقہ حدیث میں امامت کے رتبہ پر فائز تھے بے حد وسیع علم کے حامل، حدیث کے حافظ اور ثقہ تھے آپ امام حسن بصری سے مکمل ایک سو ایام بعد شوال ۱۱۰ھ میں انتقال فرمایا۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۷۵ ● ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص:۹/۲۱۴

⑤ المسلم، مقدمة الصحيح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر۔۳۶، ص:۱۰

(خوارج، معتزلہ اور روافض کے) فتنہ کے وقوع سے پہلے لوگ اسناد کے متعلق نہیں پوچھتے تھے لیکن جب ان فتنہ کا وقوع ہوا تو لوگوں نے ہر حدیث کی سند کے متعلق پوچھنے لگے چنانچہ اہل سنت کی حدیث قبول کی جانے لگی اور اہل بدعت کی روایت رد کی جانے لگی۔

پھر مزید بیان کرتے ہیں:

"وعلى ضوء ما تقدم الإجمال ببيانه يمكن تحديد زمن نشوء الوضع للحديث بأواخر منتصف القرن الأول للهجرة وتحديد نشوء نقد المتن والإسناد من أوائل عهد الصحابة والتابعين فلم تكن هناك فجوة بين السنة وحفاظها الأمناء تمكن المغيرين عليها من أهل الأهواء والبدع أن يدسوا فيها ويتخذ مادسوه وزوّروه دينا وشريعة ...." (۱)

گذشتہ بیان کی روشنی میں وضع حدیث کا زمانہ ظہور کی تحدید ممکن ہے۔ جو پہلی صدی ہجری کا آخری نصف دور تھا۔ اور صحابہؓ وتابعین کے اوائل عہد میں اسناد اور متن کی کھوج لگائی گئی۔ سنت اور اس کی حفاظت کے امین کے مابین کوئی خلیج حائل نہ تھی کہ جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل الاھواء اور اہل البدع اس (سنت) میں کچھ اضافہ کرسکیں اور پھر وہ اس اضافہ شدہ جھوٹ کو دین اور شریعت کا نام دے سکیں۔

ڈاکٹر اکرم ضیاء اس بارے میں رقمطراز ہیں:

"وقد حدث في النصف الثاني من خلافة عثمانؓ اختلاف و شقاق كبير إذنقم البعض على عثمانؓ فاشتعلت الفتنة و أسفرت عن مقتل عثمانؓ ولكن ما أحدثته من تصدع في المجتمع الإسلامي ظل أثره باقيا فقد ولدت الأحقاد وأزالت الصفاء من نفوس الكثيرين و مع ذلك فنحن لا نجد في خلافة عثمانؓ روايات تشير إلى الوضع في الحديث" (۲)

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے نصف اخیر میں اختلافات اور جھگڑے رونما ہوئے جب سے بعض لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر عیب لگانا شروع کیا جس سے فتنہ کی آگ شعلے مارنے لگی اور حضرت عثمانؓ کی شہادت تک پہنچ ہوئی لیکن اسلامی معاشرہ میں جو یہ پھوٹ واقع ہو چکی تھی اس کا اثر باقی رہا جس سے بغض و کینہ نے جنم لیا اور جس نے بہت سے لوگوں کے نفوس سے صفائی کو زائل کر دیا ان تمام فتنہ وفساد کے باوجود ہمیں عہد خلافت عثمانؓ میں وضع حدیث کی روایات نہیں ملتی۔

---

(۱) ابوغدۃ، لمحات من تاریخ السنة المشرفة، ص:۳۰

(۲) العمری، بحوث فی تاریخ السنة، ص:۲۳

اس کے بعد انہوں نے ابوثور فہمی کی روایت کو ضعیف قرار دیا جس سے وہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔ جن کا مؤقف ہے۔ کہ وضع کا آغاز حضرت عثمانؓ کے دور میں زمانہ فتن میں ہوا۔

ابوثور کی روایت اس طرح ہے۔ کہ یزید بن عمرو المعافری کا کہنا ہے کہ اس نے ابوثور فہمی سے سنا وہ کہہ رہے تھے:

"قدمت علی عثمان فصعدابن عُديس (١) المنبر و قال ألا إن عبدالله بن مسعود حدثني أنه سمع رسول الله ﷺ يقول ألا إن عثمان أضل من عبيده على بعلها (٢) فأخبرت عثمانؓ فقال كذب والله ابن عُديس ما سمعها من ابن مسعودؓ ولا سمعها ابن مسعودؓ من رسول الله ﷺ قط" (٣)

میں حضرت عثمانؓ کے پاس (مدینہ) گیا تو وہاں ابن عدیس نے برسر منبر یہ بیان کیا کہ مجھے عبداللہؓ بن مسعود نے بیان کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا خبردار عثمانؓ تو عبیدہ سے بھی زیادہ اپنے گھر سے بے خبر ہے۔ ابوثور کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کا ذکر حضرت عثمانؓ سے کیا تو انہوں نے فرمایا بخدا ابن عدیس نے جھوٹ بولا ہے انہوں نے ہرگز یہ بات حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے نہیں سنی اور نہ ہی عبداللہؓ بن مسعود نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

ڈاکٹر اکرم ضیاء اس روایت کا یوں محاکمہ کرتے ہیں:

"هذه الرواية لا تصح من جهة الإسناد ففيه انقطاع و هومن طريق ابن لهيعة و هو مفرط فی التشيع و الرواية فی مثالب عثمانؓ مما يوافق هواه ولا تقبل منه" (٤)

یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں انقطاع ہے اور یہ ابن لھیعہ کے طریق سے ہے جو تشیع میں حد درجہ کے غالی ہیں اور روایت حضرت عثمانؓ کے نقائص میں ہے۔ جو اس کی خواہش کے ساتھ موافقت رکھتی ہے لہٰذا یہ روایت غیر مقبول ہے۔

مزید برآں محدث ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت کو حضرت عثمانؓ کے نقائص بیان کرنے کے لئے گھڑا گیا ہے (٥)۔

حافظ ذہبی کا کہنا ہے کہ ابن لھیعہ نے اس جھوٹ کو ابن عُدیس کی طرف منسوب کیا ہے (٦)۔

---

(١) ابن عُدیس، عبدالرحمٰن بن عُدیس ہے۔ جو حضرت عثمان کی شہادت میں شریک تھا۔ الطبری، تاریخ الطبری، ص:٣٠٢٩

(٢) اس ضرب المثل کی تشریح کے لئے دیکھیے العمری، بحوث فی تاريخ السنة، ص:٢٣

(٣) السیوطی، اللآلئ المصنوعة، ص:١/٣١٨ ⊙ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:١/٣٣٥

(٤) العمری، بحوث فی تاريخ السنة، ص:٢٣

(٥) ابن الجوزی، الموضوعات، ص:١/٣٣٥

(٦) ابن عراق، تنزيه الشريعة، ص:١/٣٥٠

امام سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ابن عدیس کے اس جھوٹ سے بری ہیں پھر اس روایت کی سند میں ابن ابی الدنیا اور کامل بن طلحہ کے درمیان انقطاع ہے اور اس روایت کو صرف ابن لهيعه ہی نے بیان کیا ہے (۱)۔ جسے محدثین کی اکثریت نے ضعیف قرار دیا ہے (۲)۔

ان ادلہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ حدیث من گھڑت اور موضوع ہے۔ اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عثمانؓ کے آخری دور میں وضع حدیث کا آغاز ہوگیا تھا تاہم اس امر میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ کا آپس میں اختلاف ہوگیا تھا۔ خاص طور پر حضرت عثمانؓ کے آخری ایام میں ایسے حالات پیدا ہوگئے تھے جس سے وہ آپس کے اختلاف سے دوچار ہوئے تھے لیکن ان میں سے کسی نے بھی دوسرے پر جھوٹا الزام نہیں لگایا۔

۳۔ تیسری رائے:

اس رائے کے مطابق وضع حدیث کا ظہور پہلی صدی ہجری کی آخری تہائی میں ہوا۔ یہ رائے ڈاکٹر عمر بن حسن فلاتہ کی ہے آپ فرماتے ہیں:

"والذی یظهرلی۔ والله أعلم. أن الوضع فی الحدیث أعنی الکذب علی رسول الله ﷺ بدأ متأخراً عن هذه الفترة ویمکن تحدیده با لثلث الأخیر من القرن الأول حیث الأدلة قامت علی وجود محاولات للکذب علی رسول الله ﷺ فی تلك الحقبة" (۳)

میری رائے کے مطابق وضع حدیث کا آغاز اس عرصہ (۴۰ھ) میں نہیں بلکہ اس کے بہت بعد ہوا ہے پہلی صدی کی آخری تہائی میں اس کی تحدید ممکن ہے۔ اس تہائی میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی کوششیں تاریخ کی کتب میں مذکور ہیں۔

اس کے بعد ڈاکٹر عمر فلاتہ نے مزید ادلہ بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

پہلی صدی کی آخری تہائی میں آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی کوششیں تاریخی کتب میں مذکور ہیں امت مختلف فرقوں میں تقسیم ہوچکی تھی اور ان کے آپس میں اختلافات تھے اختلافات کے اس دور نے فتنہ وضع حدیث کے لئے تمہید کا کام کیا اور آہستہ آہستہ لوگوں نے آپ ﷺ کی طرف جھوٹی روایات بھی منسوب کرنا شروع کردیں۔

---

(۱) السیوطی، اللآلئ المصنوعة، ص:۱/۳۱۸

(۲) ابن العجمی، نہایۃ السؤال، ص:۳/۱۳۸۵

(۳) عمر فلاتہ، الوضع فی الحدیث، ص:۱/۲۰۲

اختلافات کے اس دور میں امت میں درج ذیل خرابیاں پیدا ہوئیں۔

۱۔ صحابہ کرامؓ کی حرمت و تعظیم پامال ہونے لگی ان کی عظمت کا احساس کم ہوگیا اور ان کی عیب جویاں شروع ہوگئیں جیسا کہ حضرت عثمانؓ کی شخصیت میں عیب نکالے جانے لگے ان کے اجتہادی مسائل پر تنقید ہونے لگی۔

۲۔ حضرت علیؓ پر مسئلہ تحکیم ① کی وجہ سے عیب لگایا گیا۔

۳۔ بعض افراد کی طرف سے خلیفہ اور ان کے گورنر کے نقائص بیان کیا جانے لگے اور علانیہ مخالفت ہونے لگی مثلاً عبد الرحمٰن بن عدیس نے برسرِ منبر حضرت عثمانؓ کے نقائص بیان کیئے۔

۴۔ غزوہ ذات الصوٰری میں محمد بن ابی بکرؓ کا لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف ابھارنا صحابہ کرامؓ اور امہات المؤمنین کی زبان پر کتب کو جھٹلایا گیا۔

۵۔ خلفاء کی شہادت کے واقعات رونما ہوئے جسے حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد حضرت علیؓ کی شہادت اور اسی طرح حضرت طلحہؓ بن زبیر کا قتل۔

ان جلیل القدر خلفاء (حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ) کی شہادت کے بعد مسلمان فرقوں میں بٹ گئے۔ ان فرقوں میں سے بعض کی طرف سے ان خلفاء کی طرف جھوٹ اور بعض فتاویٰ کو منسوب کیا جانے لگا تا کہ ان کی نسبت سے یہ فرقے لوگوں میں رواج پا سکیں۔ خصوصاً حضرت علیؓ کی طرف بہت سی غلط روایات اور فیصلے منسوب کیے گئے۔

امام مسلم نے صحیح سند کے ساتھ طاؤس بن کیسان کا قول نقل کیا ہے۔ طاؤس فرماتے ہیں۔

"أتى ابن عباسؓ بكتاب فيه قضاء عليؓ فمحاه إلا قدر وأشار سفيان بن عيينه بذراعه" ②

حضرت ابن عباسؓ کے پاس حضرت علیؓ کے قضایا پر مشتمل ایک کتاب لائی گئی تو حضرت ابن عباسؓ نے ایک مقدار کے علاوہ اس کو مٹا دیا سفیان بن عیینہ نے اس مقدار کا اشارہ ہاتھ سے کیا (یعنی حضرت ابن عباسؓ نے صرف ایک ہاتھ کے مقدار کاغذ پر کچھ احکام جو صحیح تھے وہ رہنے دیے)

---

① جنگ صفین میں ۳۷ھ کو جب حضرت عمارؓ شہید ہو گئے تو دوسرے دن حضرت امیر معاویہ اور حضرت علیؓ کی فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا حضرت معاویہؓ کی فوج میں شکست کے آثار نمایاں ہونے لگے تو حضرت عمروؓ بن العاص نے معاویہؓ کو حکم دیا کہ ہماری فوج نیزوں پر قرآن کریم اٹھائے اور کہے "هذا حكم بيننا وبينكم" (یہ قرآن ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے) حضرت علیؓ نے پہلے تو اسے جنگی چال قرار دے کر لڑائی جاری رکھنے کا حکم دیا لیکن بالآخر عراقیوں کے لڑائی جاری رکھنے سے انکار پر آپ نے جنگ بند کر کے تحکیم کا معاہدہ کیا۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۳۶۲/۷

② المسلم، مقدمة الصحیح، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۳، ص: ۱۰

اس کے بعد آپ رقمطراز ہیں۔

"اختلافات کے اس دور میں بھی تاریخ میں کوئی ایک واقعہ ایسا نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہو کہ کسی نے کوئی جھوٹی بات گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی ہو (۱) "۔

انہوں نے درج ذیل روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔

۱۔ خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ ابوانس الحرانی کا قول نقل کیا ہے:

"قال المختار لرجل من أصحاب الحديث ضع لی حديثا عن النبی ﷺ أنی كائن بعده خليفة وطالب بترة ولده وهذه عشرة ألاف درهم وخلعة ومركوب و خادم فقال الرجل أما عن النبی ﷺ فلا ولكن اختر من شئت من الصحابة وأحطك من الثمن ما شئت قال عن النبی ﷺ أوكد قال العذاب عليه أشد" (۲)

ابو عبید مختار ثقفی نے محدثین میں سے کسی شخص سے کہا کہ آپ میرے لئے نبی ﷺ کی طرف سے یہ حدیث گھڑ دیں کہ میں اس کے بعد خلیفہ ہوں اور اس کی اولاد میں سے کوئی شخص بھی خلیفہ نہیں بن سکتا۔ اس کے عوض تمہارے لئے دس ہزار درہم ایک چوغہ ایک سواری اور ایک خادم ہے۔ محدث نے جواب دیا میں نبی ﷺ کی طرف ایسا جھوٹ منسوب کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ آپ صحابہؓ میں جسے چاہیں اختیار کر لیں اور میں اس قیمت میں تمہاری مرضی کے مطابق کی کر دونگا تو مختار نے کہا نبی ﷺ کی طرف منسوب کلام کا خواہش مند ہوں۔ جس پر محدث نے کہا اس کام پر عذاب بہت سخت ہے۔

۲۔ امام بخاری نے اپنی سند سے سلمہ بن کثیر سے روایت کی ہے اور انہوں نے ابن الرحۃ الخزاعی سے روایت کی ہے جو صحابی رسول ﷺ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"كان للمختار مسلحة بالعذيب وكانوا يحبسون الناس حتى يأتوه بأخبارهم فكتب إليه بقدومی فلما قدمت الكوفة أراهم يقولون هذا راكب الذعلبة فأدخلت عليه فخلا بی فقال إنك شيخ قدأ دركت النبی ﷺ فلا تكذب بما تحدث عنه فحدث بحديث عن رسول الله ﷺ وهذه سبعمائة دينار فخذها فقلت الكذب على رسول الله ﷺ النار ليس دونها شيئ لا والله ما أنا بفاعل" (۳)

---

(۱) عمر فلاتہ، الوضع فی الحدیث، ص: ۱/۲۱۲

(۲) الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱/۱۳۱

(۳) البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳/۳۳۵ ◉ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱/۱۳۷

مختار کا عذیب ① میں ایک میگزین (دیدبانی کی جگہ) تھی۔ جہاں لوگ قید میں رکھے جاتے تھے تاکہ وہ اسے اپنی خبروں سے مطلع کریں تو اس نے میرے آنے کے بارے میں ان کی طرف لکھا جب میں کوفہ آیا تو وہ کہہ رہے تھے یہ تیز رفتار اونٹنی کا شاسوار ہے چنانچہ مجھے اس کے پاس لے جایا گیا تو اس نے مجھے علیحدگی میں کہا تم تو وہ شیخ ہو جس کی ملاقات نبی ﷺ سے ہو چکی ہے۔ تم جو حدیث بیان کرو گے تو لوگ تمہاری تکذیب نہیں کریں گے اگر تم رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ایک حدیث گھڑو گے تو میں یہ سات سو درہم تمہیں دونگا میں نے کہا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کی سزا تو (جہنم کی) آگ کے سوا کچھ نہیں لہٰذا بخدا میں ایسا نہیں کرسکتا۔

راجح قول:

وضع حدیث کے آغاز کے بارے میں مذکورہ تین آراء کا تنقیدی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے پہلی رائے درست نہیں البتہ بقیہ دونوں آراء کے بارے میں تطبیق ممکن ہے وہ یہ کہ وضع کا آغاز ۴۱ھ کے بعد ہو گیا تھا جس طرح کہ اکثر علماء کا موقف ہے اور پہلی صدی ہجری کے آخری تہائی میں یہ فتنہ بہت زیادہ پھیل چکا تھا جس طرح کہ عمر حسن فلاتہ کی رائے ہے۔

......☆......☆......☆......

---

① قادسیہ اور مغیثہ کے درمیان ایک میٹھے سرچشمے کا پانی ہے جس کا قادسیہ سے چار میل کا فاصلہ ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بنی تمیم کی ایک وادی کا نام ہے۔
الحموی، معجم البلدان، ص: ۹۲/۴

بحث ثالث

وضع حدیث کے اسباب وعوامل

وضع حدیث کے اسباب وعوامل

تاریخی واقعات کی روشنی میں ہمیں دو بڑے بنیادی اسباب وعوامل ایسے ملتے ہیں۔ جنہوں نے وضع حدیث میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ بنیادی اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔ سیاسی گروہ بندی (جمہور، شیعہ، خوارج)

۲۔ اسلام دشمنی (زنادقہ)

ان کے علاوہ کچھ عوامل ایسے بھی ہیں جو فتنہ وضع حدیث کے انتشار میں معاون ومدد رہے۔ مثلاً

۱۔ عصبیت

۲۔ واعظ وافسانہ گوئی

۳۔ زہاد اور صلحاء

۴۔ فقہی وکلامی اختلافات وغیرہ

انہیں وضع حدیث کے ثانوی اسباب وعوامل کا نام دیا جا سکتا ہے۔

تاہم اموی دور میں موخر الذکر عوامل کا کردار بہت کم رہا۔ یعنی بنو امیہ کے آخری دور اور بنو عباس کے ابتدائی عہد میں ان کے عوامل کا ظہور ہوا۔ جو عہد بنو عباس میں بڑی قوت سے پھیلے۔ اور پھر کچھ مزید عوامل وضع حدیث کا اضافہ ہوتا چلا گیا۔

چنانچہ ذیل کی سطور میں فتنہ وضع حدیث کے آغاز اور اس کو پروان چڑھانے میں معاون بنیادی اسباب وعوامل کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

وضع حدیث کا پہلا بڑا سبب

۱۔ سیاسی گروہ بندی

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کی جماعت انتشار اور پھوٹ کا شکار ہوگئی تھی۔ اور کمزور نفوس میں خواہش نے اپنے پنجے گھاڑ لئے تھے اور وہ مسلمان جنہیں نبی ﷺ کی رفاقت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ ان میں طرح طرح کا تعصب ظاہر ہو چکا تھا۔ مبتدع فرقوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر امت میں تفرقہ بازی اور قرآن وسنت میں تاویل کے بیج بو دیئے۔

حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ بنے۔ ان کے اور حضرت معاویہؓ کے مابین جنگ صفین رونما ہوئی۔ بالآخر واقعہ تحکیم نے امت کو تین فرق (جمہور، شیعہ، خوارج) میں تقسیم کر دیا تھا۔ جن کی تقسیم کی بنیادی وجہ تو سیاسی اختلاف تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ ہر ایک نے اپنی جماعت کی تائید اور دوسرے فریق کی مخالفت میں احادیث گھڑنی شروع کر دیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"...وکان المسلمون علی مابعث الله به رسوله من الهدی ودین الحق الموافق لصحیح المنقول وصریح المعقول فلما قتل عثمانؓ و وقعت الفتنة فاقتتل المسلمون بصفین مرقت المارقة التی قال فیها النبی ﷺ تمرق فارقة علیٰ حین فرقة من المسلمین یقتلهم أولی الطائفتین بالحق-① وکان مروقها لما حکم الحکمان و افترق الناس علی غیر اتفاق و حدثت ایضا بدعة التشیع کا الغلاة المدعین لإلاهیة علیؓ و المدعین النص علی علیؓ السابین لأبی بکر و عمر رضی الله عنهما..." ②

مسلمان اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول ﷺ کی طرف بھیجی ہوئی ھدایت اور دین حق پر تھے جو کہ صحیح منقول اور واضح عقل کے موافق تھا اور جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد فتنہ واقع ہوا اور مسلمان صفین کے مقام پر باہم ایک دوسرے سے لڑے چنانچہ اس وقت ایک گروہ مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہوگیا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "مسلمانوں کے تفرقہ کے وقت ایک گروہ علیحدہ ہو جائے گا جسے دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ حق کے ساتھ قتل کرے گا" اور دو حاکم کے فیصلہ کے وقت ان کا خروج ہوا اور لوگ ٹولیوں میں بٹ گئے اور ان میں اتفاق نہ رہا اور تشیع کی بدعت بھی پیدا ہوئی مثلاً غلاۃ (غالی شیعہ) جو حضرت علیؓ کی الوھیت کے قائل ہیں اور حضرت علیؓ کے نص خلافت کے دعویٰ دار ہیں اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو برا بھلا کہتے ہیں۔

نیز شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

"فهاتان البدعتان، بدعة الخوارج و الشیعة حدثتا فی ذلك الوقت لما وقعت الفتنة ثم إنه فی أواخر عصر الصحابةؓ حدثت بدعة القدریة والمرجئة فأنکرذلك الصحابةؓ والتابعون کعبداللهؓ بن عمرؓ و عبداللهؓ بن عباسؓ و جابرؓ بن عبدالله و واثلةؓ بن الأسقع ③

فتنہ کے وقت یہ دونوں بدعتیں یعنی خوارج اور شیعہ کی بدعت رونما ہوئی پھر صحابہ کرامؓ کے آخری زمانہ میں قدریہ اور مرجیہ کی بدعت واقع ہوئی۔ جس کا رد صحابہ کرامؓ اور تابعین نے کیا۔ انہی صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت واثلہؓ بن اسقع تھے۔

اس گروہ بندی کے نتیجے میں امت مسلمہ تین فرقوں یعنی جمہور، شیعہ اور خوارج میں تقسیم ہوگئی۔ جنہوں نے وضع حدیث میں اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ ذیل کی سطور میں ان تینوں فرقوں کا وضع حدیث میں کردار، مقاصد، اور امثلہ بیان کی جارہی ہیں۔

---

① المسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج و صفاتهم، حدیث نمبر ۲۴۵۸، ص: ۴۳۲

② ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویۃ، ص: ۱/۳۰۶

③ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویۃ، ص: ۱/۳۰۶

ا۔ شیعہ:

وضع حدیث میں کردار:

تمام علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ شیعہ کا جھوٹ اور وضع حدیث میں نمایاں کردار ہے۔ جنہوں نے بے شمار احادیث گھڑیں۔ اور بعض کو تو اپنی خواہشات کے مطابق بدل بھی ڈالا۔

ابن ابی الحدید کا بیان ہے:

" واعلم أن أصل الأكاذيب فی احاديث الفضائل كان من جهة الشيعة فإنهم وضعوا فی مبدأ الأمر أحاديث مختلقة فی صاحبهم حملهم علىٰ وضعها عداوة خصومهم.... فلما رأت البكرية ما صنعت الشيعة و ضعت لصا جها أحاديث فی مقابلة هذه الأحاديث... فلما رأت الشيعة ما قد وضعت البكرية أوسعوا وضع الأحاديث...)[1]

جان لیجئے کہ احادیثِ فضائل کے بارے میں جھوٹ کی بنیاد شیعہ کی جانب سے ہے۔ جنہوں نے ابتدا میں من گھڑت مختلف احادیث حضرت علیؓ کے بارے میں وضع کیں۔ مدمقابل کی دشمنی نے انہیں ایسا کرنے پر ابھارا...... جب حضرت ابوبکرؓ کے ماننے والوں نے شیعہ کی کارگذاری دیکھی تو انہوں نے ان احادیث کے مقابلہ میں حضرت ابوبکرؓ کیلئے احادیث وضع کیں۔ اور جب شیعہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے ماننے والوں نے احادیث وضع کی ہیں ۔ چنانچہ انہوں نے وضع حدیث کے نطاق کو وسیع کردیا۔

ابن المبارک کا قول ہے:

"الدين لأهل الحديث والكلام والحيل لأهل الرأی و الكذب للرافضة"[2]

دین اصحاب حدیث کے لئے اور کلام اور حیلہ بازی اہل رائے کیلئے اور جھوٹ روافض کے لئے ہے۔

امام مالکؒ سے روافض کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا:

"لا تكلمهم ولا تروعنهم فإنهم يكذبون"[3]

نہ ہی ان (روافض) سے بات چیت کی جائے اور نہ ان سے روایت کی جائے کیونکہ وہ جھوٹے ہیں۔

امام شافعی روافض کے بارے میں کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

① ابن ابی حدید، شرح نہج البلاغۃ، ص:۳/۲۶ ② الذہبی، المنتقیٰ من منهاج الإعتدال، ص:۴۳۰

③ الذہبی، المنتقیٰ من منهاج الإعتدال، ص:۲۱

"لم أر أحداً أشهد بالزور من الرافضة" (۱)

میں نے روافض کے علاوہ کسی کو جھوٹی شہادت دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔

یزید بن ہارون کا قول ہے:

"یکتب عن کل مبتدع إذا لم یکن داعیة إلا الرافضة فإنهم یکذبون" (۲)

ہر بدعتی سے لکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو مگر رافضہ سے نہیں لکھا جاسکتا۔ کیونکہ وہ جھوٹے ہیں۔

ایک رافضی شیخ، جس نے توبہ کرلی تھی، نے حماد بن سلمہ کے سامنے (وضع حدیث کا) اقرار کیا ہے، اس کا کہنا ہے:

"کنا إذا اجتمعنا فستحسنا شیئا جعلناه حدیثا" (۳)

جب ہم جمع ہوتے ہیں اس دوران اگر ہم کسی بات کو اچھا سمجھتے تو ہم اسے حدیث بنا لیتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"قد اتفق أهل العلم بالنقل والروایة والإسناد علیٰ ان الرافضة أكذب الطوائف و الكذب فیهم قدیم ولهذا كان أئمة الإسلام یعلمون امتیازهم بكثرة الكذب" (۳)

اہل علم کا نقلاً، روایۃً، اور اسناداً اس بات پر اتفاق ہے کہ رافضہ سب سے جھوٹا گروہ ہے۔ اور ان میں جھوٹ بہت قدیم ہے۔ اسی وجہ سے ائمہ اسلام ان کے کثرت جھوٹ کے امتیاز کی بدولت انہیں جانتے ہیں۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

"وأما الرافضة فأصل بدعتهم عن زندقة وإلحاد وتعمد الكذب كثیر فیهم وهم یقرون بذلك حیث یقولون دیننا التقیة وهو أن یقول أحدهم بلسانه خلاف مافی قلبه وهذا هوالكذب والنفاق" (۵)

رافضہ کی بدعت کی اصل زندیقت اور الحاد ہے اور جان بوجھ کر جھوٹ بولنا ان میں بہت زیادہ ہے۔ جس کا وہ اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں، ہمارا دین "تقیہ" ہے۔ یعنی کسی شخص کا اپنی زبان سے وہ بات کہنا جو اس کے دل میں

---

(۱) الذہبی، المنتقیٰ من منہاج الإعتدال، ص: ۲۱

(۲) الذہبی، المنتقیٰ من منہاج الإعتدال، ص: ۲۳ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۲۸

(۳) السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص: ۲/ ۳۶۸

(۳) ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ، ص: ۱/ ۶۸

(۵) ابن تیمیہ، منھاج السنۃ النبویہ، ص: ۱/ ۶۸

نہیں ہے جھوٹ اور نفاق یہی ہے۔

امام ابن الجوزی بیان کرتے ہیں:

"فاعلم أن الرافضة ثلاثة أصناف صنف سمعوا شيئاً من الحديث فوضعوا أحاديث وزادوا ونقصوا وصنف لم يسمعوا فتراهم يكذبون علىٰ جعفر الصادق ويقولون قال جعفر وقال فلان والصنف الثالث عوام جهلة يقولون ما يريدون مما يسوغ فى العقل ومما لا يسوغ..." ①

جان لیجئے رافضہ تین طرح کے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جنہوں نے کچھ احادیث سنی چنانچہ انہوں نے احادیث گھڑیں اور اس میں کمی وبیشی کی۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جنہوں نے احادیث نہیں سنی۔ تو آپ انہیں حضرت جعفر الصادق پر جھوٹ باندھتے ہوئے دیکھیں گے۔ یہ کہتے ہیں، جعفر نے فرمایا فلاں نے کہا۔ اور تیسرا گروہ جاہل عوام کا ہے جو اپنی مرضی سے کچھ کہتے ہیں جو عقل کے لحاظ سے جائز ہو یا نہ ہو۔

❁ مقاصد وامثلہ:

ا۔ اپنے افکار ونظریات کی اشاعت کیلئے احادیث وضع کرنا:

چونکہ شیعہ افراد نے امامت کیلئے افضلیت کو شرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علیؓ کے بارے میں صحیح احادیث میں وارد فضائل پر اکتفاء نہ کیا بلکہ ان کی شان کو زیادہ سے زیادہ اونچا دکھانے کیلئے جھوٹی احادیث نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دیں۔

ابن الجوزی کا بیان ہے۔

"فضائل علي الصحيحة كثيرة غير أن الرافضة لا تقنع فوضعت له ما يضع لا ما يرفع" ②

حضرت علیؓ کے بہت سارے صحیح فضائل ہیں مگر روافض نے ان پر اکتفاء نہیں کیا چنانچہ انہوں نے حضرت علیؓ کیلئے بہت سی روایات وضع کیں جن سے ان کا مرتبہ بجائے بلند ہونے کے گر گیا۔

❁ ابن عدی نے اپنی سند سے عباد بن عبدالصمد سے روایت بیان کی ہے جو حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" صلى علىّ الملائكة و علىٰ علىؓ بن ابى طالب سبع سنين ولم يصعد أو

---

① ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۷۷ ② الذہبی، المنتقیٰ من منهاج الإعتدال، ص: ۳۸۰

یرتفع شهادة أن لاإله إلاالله من الأرض إلىٰ السماء إلا منى ومن علیؓ بن ابی طالب..." ①

فرشتوں نے سات برس تک مجھ پر اور علیؓ بن ابی طالب پر درود وسلام بھیجا۔ اور صرف میری اور علیؓ بن ابی طالب کی لا الٰہ الا اللہ کی شہادت زمین سے آسمان کی طرف بلند ہوئی۔

اس کے بعد ابن عدی فرماتے ہیں:

"وعباد بن عبدالصمد له عن أنس غير حديث منكر وعامة ما يرويه فى فضائل علیؓ وهوضعيف منكر الحديث ومع ذلك غال فى التشيع" ②

عباد بن عبدالصمد حضرت انسؓ سے اس منکر حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث مروی ہیں۔ عموماً وہ حضرت علیؓ کے فضائل کے بارے میں روایات نقل کرتے ہیں۔ اور وہ ضعیف اور منکر الحدیث ہیں اور تشیع میں حد درجے کے غالی (غلو کرنے والا) ہیں۔

اس روایت میں عباد بن عبدالصمد ضعیف اور منکر راوی ہیں ③۔

❁ ابن حبان نے اپنی سند سے مطر بن میمون سے روایت کی ہے اور وہ حضرت انسؓ بن مالک سے کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن أخى و وزيرى خليفتى فى أهلى وخير من أترك بعدى يقضى دينى و ينجز موعدى علیؓ بن ابى طالب" ④

بے شک علیؓ بن ابی طالب میرے بھائی، میرے وزیر اور میرے اہل کے خلیفہ ہیں اور اپنے بعد چھوڑنے والوں میں سے سب سے بہتر ہیں۔ جو میرا قرض ادا کریں گے اور میرے وعدے پورے کریں گے۔

اس کے بعد ابن حبان، مطر بن میمون کے بارے میں فرماتے ہیں:

"كان ممن يروى الموضوعات عن الاثبات يروى عن أنس ما ليس من حديثه فى فضل علیؓ بن ابى طالب وغيره لاتحل الرواية عنه" ⑤

---

① ابن عدی، الکامل، ص:۴/ ۱۶۴۸ ② ابن عدی، الکامل، ص:۴/ ۱۶۴۸

③ آپ کی ابو معمر کنیت ہے۔ اہل بصرہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مغرب میں قسطیلہ کے مقام پر قیام کیا اور آپ نے ۱۰۰ھ کے بعد وفات پائی۔
ابن عدی، الکامل، ص:۴/ ۱۶۴۸ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۲/ ۱۷۰ ◉ ابو العرب، طبقات علماء افریقہ، ص:۹۴
◉ العقیلی، الضعفاء، ص:۳/ ۱۳۸ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۳/ ۲۳۲ ◉ البرھان، الکشف الحثیث، ص:۲۲۱
◉ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۷۸

④ ابن حبان، المجروحین، ص:۳/ ۵ ◉ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۷۹ ⑤ ابن حبان، المجروحین، ص:۳/ ۵

وہ موضوع روایات ثقہ رواۃ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت انسؓ سے بھی روایت کرتے ہیں حالانکہ ان کی حضرت علیؓ بن ابی طالب وغیرہ کی فضیلت کے بارے میں کوئی روایت نہیں ہے ان سے روایت کرنی جائز نہیں ہے۔

اس روایت میں مطر بن میمون متروک راوی ہیں①۔

❁ ابن حبان نے اپنی سند سے خالد بن عبید عتکی سے روایت کی ہے اور وہ حضرت انسؓ سے اور وہ حضرت سلمانؓ سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کہا:

"هذا وصی و موضع سری و خير من أترك بعدی..." ②

یہ میرا وصی اور میرا راز دار ہے اور میں اپنے بعد سب سے بہتر شخص چھوڑ رہا ہوں۔

اس کے بعد ابن حبان، خالد بن عبید عتکی کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"يروی عن انسؓ بن مالك بنسخة موضوعة ما لها أصل يعرفها من ليس الحديث صناعته أنها موضوعة و قال لاتحل كتابة حديثه إلا على جهة التعجب" ③

وہ حضرت انسؓ بن مالک سے ایک موضوع نسخہ روایت کرتے ہیں جس کی کوئی اصل نہیں جسے وہ شخص بھی پہچانتا ہے جس کا مشغلہ حدیث نہیں ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی روایت نقل کرنا صرف تعجب کے طور پر جائز ہے۔

اس روایت میں خالد بن عبید عتکی متروک الحدیث راوی ہیں④۔

غرضیکہ روافض نے حضرت علیؓ اور اہل بیت کے فضائل کے بارے میں وضع حدیث کا دروازہ کھولا۔

خلیلی کہتے ہیں:

"وضعت الرافضة فی فضائل علیؓ و أهل بيته نحو ثلاثمائة ألف حديث" ⑤

روافض نے حضرت علیؓ اور اہل بیت کے فضائل میں تین لاکھ کے قریب احادیث وضع کیں۔

---

① آپ کی کنیت ابو خالد الکوفی ہے۔ المحاربی الاسکافی کی نسبت سے معروف ہیں۔ متروک راوی ہیں اور ۱۰۰ھ کے بعد وفات پائی۔ ابن حبان، المجروحین، ص:۳/۵
◉ ابن عدی، الکامل، ص:۶/۲۳۹۳ ◉ العقیلی، الضعفاء، ص:۴/۲۱۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱۰/۱۷۰
◉ البرھان، الکشف الحثیث، ص:۴۲۲ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۵۳۴

② ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۸۷ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۲۷۹ ◉ ابن القیسرانی، کتاب معرفۃ التذکرۃ، ص:115

③ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۸۷ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۲۷۹ ◉ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص:۳۶۹

④ آپ کی کنیت ابو عصام ہے۔ اور البصری نسبت سے معروف ہیں۔ "مرو" کے رہنے والے "متروک الحدیث" راوی ہیں اور ان کا شمار پانچویں طبقہ میں سے ہوتا ہے۔
ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۲۷۹ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۶۳۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۳/۱۰۵ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص:۱/۱۸۹

⑤ الخلیلی، الارشاد، ص:۳۱

اگرچہ اس قول میں مبالغہ ہے۔ تاہم شیعہ کے کثرت وضع حدیث پر دلیل ہے ①۔

۲۔ اپنے مخالفین کی شان گھٹانے کے لئے احادیث وضع کرنا:

اہلِ تشیع نے وضع حدیث کا دوسرا اسلوب جو اختیار کیا۔ وہ اپنے مخالفین کی شان میں نازیبا اقوال بیان کرنے کیلئے احادیث وضع کرنا تھا، اس طرح انہوں نے موضوع روایات بیان کر کے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت معاویہؓ وغیرہ کو بُرا بھلا کہا۔ اور ان کی شان گھٹانے کی سعی نامبارک کی۔ اس جرم میں انہوں نے طرح طرح کے جھوٹ اور افترا پردازی سے کام لیا، جسے عقل ماننے کو تیار نہیں۔

اس بارے میں ابن ابی الحدید فرماتے ہیں:

"فأما الأمور الشنيعة المسهجنة التى تذكرها الشيعة من إرسال قنفذ إلى بيت فاطمة...... و أن عمرؓ ضغط بين الباب والجدار...... وجعل فى عنق علىؓ حبلا يقاد به فكله لا أصل له عند أصحابنا ولا يثبته أحد منهم ولا رواه أهل الحديث ولا يعرفونه و إنما هو شيئ تنفرد الشيعة بنقله" ②

وہ بھیانک اور قبیح امور شیعہ جن کا تذکرہ کرتے ہیں مثلاً یہ کہ حضرت فاطمہؓ کے گھر کی طرف کھڑکی چھوڑنا...... اور یہ کہ حضرت عمرؓ سے دیوار اور دروازے کے درمیان زور دیا...... اور حضرت علیؓ کی گردن میں رسی ڈال کر کھینچنا ان تمام باتوں کا ہمارے اصحاب کے ہاں کوئی اصل نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی نے اس کا اثبات کیا اور نہی ہی انہیں اہل حدیث نے نقل کیا اور نہ وہ اسے پہچانتے ہیں صرف شیعہ اس کو نقل کرنے میں منفرد ہیں۔

❁ ابن جوزی نے اپنی سند سے علاء بن جریر سے روایت کی ہے کہ ہمیں اہل طائف کے ایک شخص جو اسّی برس سے یہاں (طائف) میں قیام پذیر ہے۔ نے حکم بن عمیر الثمالی سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز اپنے صحابیؓ سے ارشاد فرمایا:

"كيف بك يا أبا بكر إذا وليت... ثم قال يا معاوية كيف بك إذا وليت حقبا تتخذ السيئة حسنة والقبيح حسنا يربو فيها الصغير ويهرم فيها الكبير أجلك يسير و ظلمك عظيم" ③

① اس قسم کی مزید روایات کیلئے دیکھیے: الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۱/ ۳۲۲،۹، ۳۲۵، ۳۲۷، ۳۵۹، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۳، ۳۷۹، ۳۸۲، ۳۸۳
◉ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص: ۱/ ۳، ۳۲۳
② ابن ابی حدید، شرح نہج البلاغۃ، ص: ۱/ ۱۵۸
③ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۱/ ۳۰۳

اے ابوبکرؓ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم دین سے نکل جاؤ گے...... پھر کہا اے معاویہؓ جب تم ایک زمانے بعد دین سے نکل جاؤ گے تو تمہارا کیا حال ہوگا تم برائی کو نیکی اور بری چیز کو اچھی بات بنالو گے اس میں چھوٹا (گناہ) بھی بڑھتا ہے اور بڑا شخص بوڑھا ہونے لگتا ہے۔ تمہاری زندگی کم ہے لیکن تمہارا ظلم بہت بڑا ہے۔

اس حدیث کے بارے میں علامہ ناصر الدین الألبانیؒ رقمطراز ہیں:

"فيه رجال مجهولون و إسناده غير صحيح ومتنه موضوع كذبا" ①

اس میں مجہول راوی ہیں اور اس حدیث کی اسناد صحیح نہیں ہے اور اس کا متن موضوع اور جھوٹا ہے۔

❁ ابن عدی نے اپنی سند سے الحکم بن ظہیر سے روایت کی ہے اور وہ عاصم سے اور وہ زر سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إذا رأيتم معاوية على منبرى فاقتلوه" ②

جب تم معاویہؓ کو منبر پر بیٹھے پاؤ تو اسے قتل کر ڈالو۔

اس حدیث کے بارے میں ابن الجوزی کا قول ہے:

"أما حديث ابن مسعودؓ ففيه رجلان متهمان بوضعه أحدهما عباد بن يعقوب وكان غاليا فى التشيع روى أحاديث أنكرت عليه فى فضائل أهل البيت و مثالب غير هم قال ابن حبان كان رافضيا داعية يروى المنا كير عن المشاهير فا ستحق الترك والثانى الحكم بن ظهير قال يحيىٰ بن معين ليس بشيئ وقال مرّة كذاب وقال السعدى ساقط وقال النسائى متروك الحديث وقال ابن حبان كان يروى عن الثقات الموضوعات" ③

حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں دو شخص متہم بالوضع ہیں جن میں سے ایک عباد بن یعقوب ہے جو تشیع میں غالی ہے۔ اس نے اہل بیت کے فضائل اور دوسروں کی شان گھٹانے کیلئے احادیث روایت کی ہیں جن پر انکار (محدثین کی طرف سے) کیا گیا۔ ابن حبان کا قول ہے۔ عباد بن یعقوب رافضی مبلغ تھا جو مشہور (محدثین) سے منکر احادیث روایت کیا کرتا تھا۔ اسلئے اسے متروک قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسرا الحکم بن ظہیر ہے۔ جس کے بارے میں یحیٰ بن معین کا قول ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اور کہا وہ جھوٹا شخص ہے۔ سعدی نے کہا وہ ساقط (راوی) ہے۔ امام نسائی نے کہا وہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع روایات نقل کیا کرتا تھا۔

---

① الألبانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ص:۲/۱۰۷

② ابن عدی، الکامل، ص:۲/۳۶۲ ◉ العقیلی، الضعفاء، ص:۱/۲۵۹

③ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۳۰۳

چنانچہ اس روایت میں عباد بن یعقوب ① اور حکم بن ظہیر ② دونوں متروک الحدیث اور ساقط الِاعتبار راوی ہیں جن سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔خصوصاً جبکہ روایت حضرت معاویہؓ کی شان گھٹانے کیلئے ہے۔

۲۔ جمہور (حامیان بنوامیہ):

✿ وضع حدیث میں کردار:

شیعہ کے مدمقابل بنوامیہ کے حامی تھے، جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔اس وجہ سے انہیں جمہور کے نام سے پکارا جاتا تھا۔جو بعدازاں اہلِ سنت کے نام سے مشہور ہوئے۔ان کے جہلاء نے جب یہ دیکھا کہ شیعہ حضرت علیؓ اور اہلِ بیت کے فضائل و مناقب بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے ہیں۔تو انہوں نے خصوصاً خلفاء اربعہ، اور حضرت معاویہؓ اور بالعموم دوسرے صحابہ کرامؓ کے فضائل کے بارے میں احادیث گھڑنی شروع کردیں۔حالانکہ ان صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب صحیح احادیث میں اس قدر کثرت سے ہیں کہ انہیں موضوع احادیث کا سہارا لینے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ان کا یہ فعل اتنا ہی قبیح تھا جتنا ان کے مخالفین کا مگر ان کی نفسانی خواہش انہیں اس طرف لے آئی اور جہالت نے ان کے دلوں کو اندھا کردیا تھا۔

امام ابن الجوزی رافضہ اور بنوامیہ کے حامیوں کے رویے کے خلاف رقمطراز ہیں:

"باب فی فضل ابی بکر الصدیقؓ قد تعصّب قوم لاخلاق لهم يدعون التمسك بالسنة فوضعوا لأبی بكرؓ فضائل و منهم من قصد معارضة الرافضة بما وضعت لعليي عليه السلام وكلا الفريقين على الخطأ و ذانك السيدان غنيان بالفضائل الصحيحة عن استعارة و تخرّص" ③

حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی فضیلت کے بیان میں کچھ لوگوں نے تعصب سے کام لیا جنہیں تعصب سے کام لینے کی ہرگز ضرورت نہیں تھی یہ لوگ سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کی دعوت دیتے تھے ان لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کے فضائل کے بارے میں احادیث وضع کیں اور انہی میں کچھ لوگوں نے رافضہ کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا جنہوں نے حضرت علیؓ کے بارے میں احادیث وضع کی تھیں یہ دونوں فریق غلطی پر ہیں کیونکہ یہ دونوں سردار (حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ) صحیح فضائل کی موجودگی میں اٹکل پچو سے کام لینے سے مستغنیٰ تھے۔

---

① ان کی کنیت ابوسعید اور الکوفی نسبت ہے۔رافضی اور صدوق ہے۔ابن حبان نے انہیں متروک قرار دیا ہے ۲۵۰ھ کو وفات پائی،
ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۵/۱۰۹ ◉ ابن حجر، التقریب، ص:۲۹۱ (۳۱۵۳) ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۲/۱۷۲

② ان کی کنیت ابومحمد اور نسبت الفزاری ہے۔متروک راوی ہیں۔ابن معین نے انہیں متہم قرار دیا ہے۔اور بعض نے رافضی ہونے کا عندیہ بھی دیا ہے۔
۱۸۰ھ کو وفات پائی ہے۔ابن حجر، التقریب، ص:۱۷۵ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۲۵۰

③ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۳۰۳

حافظ ابن حجر موضوع اور ضعیف احادیث کی سنگینی پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وأما الفضائل فلا يحصى كم وضع الرافضة فى فضل أهل البيت و عارضهم جهلة أهل السنة بفضائل معاوية بدء أ و بفضائل الشيخين وقد أغناهما الله مرتبتهما عنها " ①

فضائل کے بارے میں وارد شدہ بے شمار احادیث ہیں لیکن اس کے باوجود رافضہ نے اہل بیت کی فضیلت کے بارے میں بہت زیادہ احادیث وضع کیں ان کے مقابلہ میں اہل سنت کے جاہل افراد نے حضرت معاویہؓ اور شیخین (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ) کے فضائل میں احادیث وضع کیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے ہیں ان کے مقام و مرتبہ کی بدولت انہیں ان (وضع کردہ احادیث) سے بے نیاز کر دیا تھا۔

ابن ابی الحدید فریقین (شیعہ اور بنوامیہ کے طرفدار) کے طرزِ عمل کی نکتہ چینی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"....ولقد كان الفريقان فى غنية عما اكتسباه و اجترحاه ولقد كان فى فضائل عليؓ الثابتة الصحيحة و فضائل ابى بكرؓ المحققة المعلومة ما يغنى عن تكلف العصبية لهما نسأل الله أن يعصمنا من الميل إلىٰ الهوى وحب العصبية " ②

دونوں فریق (اہل سنت، روافض) اپنے کیے ہوئے فعل (وضع احادیث) سے بے نیاز تھے کیونکہ حضرت علیؓ کے فضائل میں صحیح اور ثابت شدہ روایات ہیں اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کے فضائل میں وارد شدہ روایات معلوم اور ثابت ہیں ان روایات کی بدولت انہیں اس عصبیت کے تکلف کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی اللہ تعالیٰ ہمیں خواہشات کی طرف میلان اور عصبیت کی محبت سے محفوظ رکھے۔

✿ اسلوب و مقاصد وامثلہ:

ا۔ شیعہ کی مخالفت:

شیعہ حضرات کی کارستانیوں کے پیش نظر بنوامیہ کے داعی بھی وضع حدیث میں حصہ لینے لگے، انہوں نے شیعہ کے مقابلہ میں فضائل صحابہؓ خصوصاً خلفاء اربعہ کے بارے میں احادیث وضع کیں، تاہم ان کا وضع حدیث میں اسلوب' شیعہ سے مختلف تھا۔ یہ حضرات صرف فضائل و مناقب صحابہؓ میں احادیث وضع کرتے' فریق مخالف کے نقائص و عیوب کے بارے میں حدیث وضع کرنا ان کا مطمع نظر نہیں تھا۔ کیونکہ ان کے ہاں حضرت علیؓ بھی خلیفہ برحق تھے۔ اس لئے انہوں نے صرف ان صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب میں احادیث وضع کیں۔ جن کے بارے میں شیعہ حضرات نے بڑھ چڑھ کر عیب جوئی کرنے میں اپنا گھناؤنا کردار ادا کیا۔

---

① ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱/۱۳ ② ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ص: ۱۱/۳۲

درج ذیل روایات بنوامیہ کے حامیوں کی وضع کردہ ہیں:

☆ إن فی السماء الدنیا ثمانین ألف ملك یستغفرون الله لمن أحب أبابکرؓ و عمرؓ و فی السماء الثانیة ثمانون ألف ملك یلعنون من أبغض أبابکرؓ و عمرؓ ①

بے شک آسمان دنیا میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے لئے بخشش طلب کرتے ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرتا ہے اور دوسرے آسمان میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے بغض رکھنے والوں پر لعنت کرتے ہیں۔

☆ إن اللـه جعل أبا بکر خلیفتی علی دین الله و وحیه فاسمعوا له تفلحوا و أطیعوه ترشدوا" ②

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو اللہ کے دین اور اس کی وحی پر میرا خلیفہ مقرر کیا ہے تم ان کی بات سنو کامیابی پالو گے اور ان کی اطاعت کرو۔

☆ "الأمناء عند الله ثلاثة أنا وجبریل و معاویةؓ" ③

اللہ کے نزدیک تین امین ہیں؛ میں؛ جبریلؑ اور معاویہؓ۔

اس طرح کی بے شمار موضوع روایات ہیں، جو حامیانِ بنوامیہ نے وضع کی تھیں ④۔ تاہم شیعہ کے مقابلہ میں ان کی موضوع روایات کم ہیں۔

۳۔ خوارج:

✿ وضع حدیث میں کردار:

وضع حدیث میں خوارج کے کردار سے متعلق علماء کی دو مختلف آراء ہیں:

پہلی رائے: خوارج کا وضع حدیث میں کوئی اہم کردار نہیں ہے کیونکہ وہ نقل روایت میں تمام فرق باطلہ میں سے زیادہ سچے واقع ہوئے تھے اور ان کا جھوٹ ثابت نہیں ہو سکا۔ یہ رائے ڈاکٹر عجاج الخطیب ⑤، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی ⑥، ڈاکٹر اکرم ضیاء کی ہے ⑦۔

① ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص: ۱/ ۳۴۸ ⊙ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۳۸۸ ② الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۳۳۲
③ ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص: ۲/ ۴
④ تفصیل کے لئے دیکھئے: الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۳۳۳-۳۰۹ ⊙ ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص: ۱/ ۳۳۱-۳۵۰، ۲/ ۶، ۲۳
⑤ عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص: ۲۰۳ ⑥ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۸۱
⑦ اکرم ضیاء، بحوث فی تاریخ السنۃ، ص: ۳۰

شیخ الاسلام ابن تیمیہ شیعہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"...... ونحن نعلم أن الخوارج شرمنكم ومع هذا فما نقدر أن نرميهم بالكذب لأننا جربناهم فوجدناهم يتحرون الصدق لهم وعليهم" ①

ہمیں معلوم ہے کہ خوارج تم (شیعہ) سے زیادہ شریر واقع ہوئے ہیں، اس کے باوجود ہم انہیں جھوٹا تسلیم کرنے کی جسارت نہیں کر سکتے، کیونکہ تجربہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے سچائی کے متلاشی تھے۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

"ومن تأمل كتب الجرح والتعديل رأى المعروف عند مصنفيها بالكذب فى الشيعة أكثر منهم فى جميع الطوائف و الخوارج مع مروقهم من الدين فهم من أصدق الناس حتى قيل إن حديثهم من أصح الحديث" ②

جو شخص علم "الجرح والتعدیل" کی کتب میں غور وفکر کرے تو وہ ان کے مصنفین کے ہاں یہ بات معروف پائے گا کہ تمام فرق میں شیعہ سب سے زیادہ جھوٹے ہیں، اس بات کے باوصف کہ خوارج دین سے نکل چکے ہیں وہ سب سے زیادہ سچے ہیں یہاں تک یہ کہنے جانے لگا کہ ان کی احادیث سب سے زیادہ صحیح ترین ہیں۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند سے امام ابوداؤد کا قول نقل کیا ہے۔

"ليس فى أصحاب الأهواء أصح حديثاً من الخوارج" ③

اہلِ اہواء میں سے خوارج کی حدیث سے زیادہ صحیح حدیث کسی کی نہیں ہے۔

اسی طرح کا ایک قول سلیمان بن اشعث سے بھی منقول ہے ④۔

مشہور نحوی المبرد کا قول ہے:

"والخوارج فى جميع أصنـافهـا تبرأ من الكاذب ومن ذوى المعصية الظاهرة" ⑤

خوارج کے تمام فرقے جھوٹ اور گناہ کا ارتکاب کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

ان اقوال کی روشنی میں یہ بات پائے ثبوت تک پہنچتی ہے کہ خوارج نقل روایت میں سچے واقع ہوئے تھے اور ان کی کذب بیانی کا کوئی واقعہ تاریخی کتب سے نہیں مل سکا۔

---

① الذھبی، المنتقی من منہاج الاعتدال، ص: ۴۸۰
② الذھبی، المنتقی من منہاج الاعتدال، ص: ۳۲
③ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۱۳۰
④ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۱۳۰
⑤ المبرد، الکامل، ص: ۲/۱۰۶

اسی پہلی رائے کی تائید میں دوسری دلیل یہ ہے کہ تاریخ کے اوراق سے ان کی وضع کردہ روایات کا درج ذیل روایات کے علاوہ کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

۱۔ ابن لہیعہ کہتے ہیں میں نے خوارج کے ایک شیخ سے یہ کہتے ہوئے سنا:

"إن هذه الأحاديث دين فانظروا عمن تأخذون دينكم فإنا كنا إذا هوينا أمراً صيرناه حديثاً" ①

بلاشبہ یہ احادیث دین ہیں اسلئے خوب سوچ سمجھ کر انہیں قبول کرو کہ تم کس قسم کے آدمی سے لے رہے ہو ہم جب کسی بھی کام کا ارادہ کرتے تو اس سے متعلق حدیث گھڑ لیتے۔

۲۔ عبدالکریم بیان کرتے ہیں مجھ سے خوارج کے ایک آدمی نے کہا:

"إن هذا الحديث دين فانظروا عمن تأخذون دينكم فإنا كنا إذا هوينا أمراً جعلناه فى حديث" ②

بے شک یہ حدیث دین ہے اسلئے جس سے تم اپنا دین لیتے ہو اس کے بارے میں غور وفکر کرلیا کرو پس ہم جب کسی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو اس سے متعلق حدیث بنالیتے۔

۳۔ اسی طرح کی ایک دوسری روایت رامہرمزی نے محدث اعمش کے حوالے سے بیان کی ہے③۔

۴۔ امام سیوطی نے اپنی سند سے ایک خارجی شیخ کا قول نقل کیا ہے۔

"إن هذه الأحاديث دين فانظروا عمن تأخذون دينكم فإنا كنا إذا هوينا أمراً صيرناه حديثا" ④

بے شک یہ احادیث دین ہیں اسلئے جس سے تم اپنا دین اخذ کرتے ہو اس کے بارے میں اچھی طرح غور وخوض کرلیا کرو پس ہم جب کسی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو اس سے متعلق حدیث بنا لیتے۔

مختلف طرق سے مروی یہ روایات ایک مفہوم پر دلالت کرتی ہیں کہ ایک خارجی شیخ نے اپنی وضع کردہ مرویات کا اعتراف کرلیا۔

ان مرویات کے بارے میں ڈاکٹر عجاج الخطیب رقمطراز ہیں:

"ان کے بارے میں جو جھوٹ بولنے کا ثبوت مروی ہے (اس سے نکلنے کی صورت یہ ہے کہ) پہلی روایت میں

① الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۱۸ ◉ الخطیب، الکفایۃ، ص:۱۲۳ ◉ ابن الجوزی، مقدمۃ الأحادیث الموضوعۃ، ص:۱/۳۸ ◉ ابن حجر، لسان المیزان، ص:۱/۱۰ ◉ الحاکم، المدخل، ص:۱۹ ◉ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص:۳/۳۶۸

② الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۱۶ ③ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۳۱۶

④ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص:۳/۳۲۸

ان کے ایک شیخ کا اعتراف (وضع حدیث) ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوارج وضع حدیث میں شریک ہیں لیکن ہمیں اس شیخ کے بارے میں کچھ علم نہیں کہ یہ کون ہے؟ خطیب بغدادی نے ابن لہیعہ کی روایت کی طرح حماد بن سلمہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں رافضہ کے شیخ کا اعتراف ہے ①۔ اور خطیب کی یہ روایت اس صفحہ پر ہے۔ جس پر ابن لھیعہ کی نقل کردہ روایت ہے۔ لہٰذا بہت ممکن ہے کہ کسی راوی یا کاتب کی غلطی سے روافض کی بات خوارج سے منسوب ہوگئی ہے۔ جب ہم نے اس غلطی کو مان لیا تو دوسری دو روایات کے بارے میں ہمارا موقف کیا ہوگا جن میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں بلا یہ کہ ہم کہیں کہ وہ روایات جو خوارج کے صادق ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان روایات سے ان کا تعارض (contradiction) ہے۔ بحث وتمحیص کے بعد بھی خوارج کا دین میں وضع حدیث کرنے کی کوئی دلیل نہیں ملتی لہٰذا یا تو ان روایات کو راوی یا خارجی شیخ کے وہم پر محمول کیا جائے لیکن ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بات زیادہ راجح دکھائی دیتی ہے کہ یہ دونوں روایات شیخ کے مجہول ہونے کی بناء پر ضعیف ہیں'' ②۔

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"... أما النص السابق الذی یذکرونه عن شیخ للخوارج فلا أدری من هو هذا الشیخ وقدسبق مثل هذا التصریح یرویه حماد بن سلمة عن شیخ رافضی فلماذا لاتکون نسبته إلیٰ شیخ خارجی خطأ؟ خصوصا ولم نعثر لهم علی حدیث واحد موضوع" ③

قبل ازیں جس خارجی شیخ کا ذکر کیا گیا مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون تھا۔ حماد بن سلمہ نے ایک رافضی شیخ سے اس قسم کی جو روایت بیان کی ہے وہ قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں اس لئے اس روایت کی نسبت خارجی شیخ کی جانب درست معلوم نہیں ہوتی خصوصاً جب کہ ہمیں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملی جو خوارج کی ساختہ پرداختہ ہو۔

ڈاکٹر اکرم ضیاء ان روایات کے بارے میں اپنا فیصلہ یوں صادر فرماتے ہیں:

"فلو صح ما نقل عن ابن لهیعة فإن دور الخوارج فی الوضع ضئیل جدّاً ولا یعدو أن یکون هوی لفرد منهم ولیس صفة تعمهم" ④

اگر ابن لھیعہ سے نقل کردہ روایت صحیح ہو پھر بھی وضع حدیث میں خوارج کا کردار بہت کم ہے اور یہ بات بھی ممکن ہے ان (خوارج) میں کسی شخص کی ذاتی خواہش (وضع حدیث کرنے کی) ہو اور یہ صفت ان سب کو عام نہیں ہے۔

---

① الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۱۸
② عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص: ۲۰۵
③ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۸۳
④ اکرم ضیاء، بحوث فی تاریخ السنۃ، ص: ۳۱

ان اقوال سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ان روایات میں وضع حدیث کے اعتراف کی نسبت میں غلطی ہوگئی ہو یا شیخ کے مجہول ہونے کی وجہ سے یہ روایات ضعیف ہیں، یا پھر کسی خارجی کی وضع حدیث میں انفرادی کوشش ہو۔ کیونکہ خوارج کا یہ طریق کار نہیں ہے۔

ان تمام احتمالات کو یہ امر اور بھی زیادہ قوی کر دیتا ہے کہ موضوع احادیث سے متعلقہ کتب میں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں ملتی جسے خوارج نے اپنے افکار کی تائید میں وضع کی ہو لہٰذا ثابت ہوا کہ خوارج کا وضع حدیث میں کوئی اہم کردار نہیں ہے۔

تاہم عبدالرحمٰن بن مہدی نے سے منقول شدہ قول:

" أن الخوارج والزنادقة قد وضعوا هذا الحديث " إذا أتاكم عني حديث فاعرضوه علىٰ كتاب الله فإن وافق كتاب الله فأنا قلته " (۱)

خوارج اور زنادقہ نے یہ حدیث "جب مجھ سے کوئی حدیث پہنچے تو اسے کتاب اللہ پر جانچ کر دیکھو اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہو تو وہ میری ہی بیان کردہ ہے" وضع کی تھی۔

سے ثابت ہوتا ہے کہ زنادقہ کے ساتھ خوارج بھی اس حدیث کو وضع کرنے میں شریک ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی نے اس قول کے مختلف جوابات دیے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں نہیں سمجھتا ابن مہدی کی طرف اس قول کی نسبت کس حد تک درست ہے اس قول کی کوئی دلیل نہیں ہے اس قول میں یہ مذکور نہیں کہ یہ حدیث کس نے اور کب وضع کی اس امر سے ہمارے شک میں مزید اضافہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کو وضع کرنے کی نسبت خوارج اور زنادقہ دونوں کی طرف سے کی گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ خوارج اور زنادقہ دونوں اس کے وضع کرنے پر کیونکر متفق ہوگئے؟ نیز یہ کہ دونوں نے ایک وقت میں یہ حدیث وضع کی، یا ایک نے پہلے اور دوسرے نے بعد میں۔ مزید برآں عبدالرحمٰن بن مہدی کے علاوہ دوسرے علماء نے صرف زنادقہ کو ہی اس حدیث کا واضع قرار دیا ہے" (۲)۔

شمس الحق عظیم آبادی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

" فأما رواه بعضهم أنه قال " إذا جاء كم الحديث فاعرضوه على كتاب الله فإن وافق فخذوه " فإنه حديث لا أصل له " (۳)

بعض رواۃ نے جو یہ حدیث روایت کی ہے کہ "جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اسے کتاب اللہ پر جانچ کر دیکھو اگر اس کے موافق ہو تو اسے لے لو" تو یہ ایک بنیاد روایت ہے، جس کی کوئی اصل نہیں۔

مزید برآں زکریا الساجی نے یحییٰ بن معین سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

---

(۱) العظیم آبادی، عون المعبود، ص: ۳۲۹/۴ (۲) مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۸۲

(۳) العظیم آبادی، عون المعبود، ص: ۳۲۹/۴

"هذا حديث وضعته الزنادقة" ①

اس حدیث کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔

اس طرح محمد بن طاہر الفتنی نے یحیٰ بن معین سے درج بالا قول نقل کیا ہے ②۔

ان دونوں روایات میں خوارج کا ذکر نہیں ہے۔ علاوہ ازیں بعض حضرات نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ لہذا اس حدیث سے خوارج کو وضع حدیث میں متہم قرار دینا درست نہیں۔

دوسری رائے: یہ ہے کہ دوسرے فرقوں کی طرح اس فرقے (خوارج) کے جاہل افراد نے اپنے مذہب کی تائید میں احادیث وضع کی ہیں۔ تاہم ان کا وضع حدیث میں کردار دوسرے فرق باطلہ کے مقابلے میں بہت کم نوعیت کا ہے۔ اس رائے کے حاملین کا دارومدار اول الذکر روایات پر ہے ③۔

وجہ استدلال: ان کا کہنا ہے کہ ثبوت کے طور پر ان کی وضع کردہ روایات کا وجود ضروری نہیں ان کا بذات خود اعتراف ہی کافی ہے کہ انہوں نے اپنی مرضی کے مطابق احادیث وضع کی ہیں۔

اس رائے کی طرف محمد ابوزھو مائل دکھائی دیتے ہیں۔ آپ وضع حدیث میں خوارج کے کردار پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"هذا و مع أن الخوارج يحكمون بكفر الكاذب فقد وجد من بعضهم الوضع في الحديث والكذب علىٰ رسول الله ﷺ لتأييد مذاهبهم الباطلة حتى تروج لدى أتباعهم" ④

اس بات کے باوجود کہ خوارج جھوٹے شخص کو کافر ٹھہراتے ہیں ان کے بعض لوگوں نے اپنے باطل مذہب کی تائید کے لئے انہوں نے احادیث وضع کیں اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اور یہ کہ ان کے متبعین کے ہاں یہ مذہب رواج پالے۔

محمد ابوزھو مزید لکھتے ہیں:

"....وهذا ليس ببعيد من قوم وقفوا عند ظواهر الكتاب وردوا الحديث إذا جاء من غير مَن ينتمون إليه إلا أن الوضع الخوارج للحديث لم يكن بالكثرة التي جاءت عن الشيعة ..." ⑤

ایسا (وضع حدیث) کرنا ایسی قوم سے بعید بھی نہیں ہے جو صرف ظواہر کتاب کے قائل ہیں اور جب حدیث انہیں ان

---

① الفتنی، تذکرۃ الموضوعات، ص:۴۸
② الفتنی، تذکرۃ الموضوعات، ص:۴۸
③ دیکھئے صفحہ نمبر ۴۵۲
④ محمد ابوزھو، الحدیث والمحدثون، ص:۸۶
⑤ محمد ابوزھو، الحدیث والمحدثون، ص:۸۷

لوگوں کے واسطے سے نہ ملے جن کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں تو یہ (خوارج) حدیث کو رد کر ڈالتے ہیں مگر خوارج کے ہاں وضع حدیث شیعہ کے مقابلہ میں کثرت سے نہیں ہے۔

راجح قول: اس مسئلہ میں طرفین کی ادلہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے راجح قول کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ خوارج کا وضع حدیث میں کوئی اہم کردار نہیں ہے۔ (جیسے کہ پہلی رائے ہے)۔ تاہم خوارج کی طرف منسوب روایات کی توثیق کی صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس فرقے کے جاہل افراد نے بھی اپنے مذہب کی تائید میں احادیث وضع کی ہیں (جیسے کہ دوسری رائے ہے)۔ البتہ دوسرے فرقوں کے مقابلے میں وضع حدیث میں خوارج کا کردار نہایت ہی کم تھا، بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ جس کے درج ذیل دلائل ہیں۔

۱۔ موضوع احادیث سے متعلقہ کتب میں ان کے افکار و مذہب کی تائید میں کوئی ایک روایت بھی نہیں ملتی ہے (۱)۔

۲۔ خوارج کے ہاں جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ان کے نزدیک کافر ہے (۲)۔

۳۔ خوارج قرآنی آیات کے ظواہر سے استدلال کرتے ہیں حدیث سے استدلال کرتے ہی نہیں اس لئے انہوں نے زانی کی سزا سے رجم کو اسلئے ساقط کر دیا کہ اس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے (۳)۔

۴۔ خوارج اپنے مذہب اور افکار کا اعتراف کروانے کیلئے طاقت اور تلوار کا سہارا لیتے ہیں اور لوگوں سے بحث و مباحثہ کرنے کے قائل ہی نہیں ہیں جس کی بدولت انہیں احادیث وضع کرنے کی ضرورت پیش ہو (۴)۔

۵۔ جمہور خوارج خالص عربی الأصل تھے ان میں متوسط درجہ کے لوگ بھی ایسے نہ تھے جو شیعہ کی طرح زنادقہ اور شعوبیہ فرقہ کے لوگوں سے ساز باز رکھیں اور ان کی دسیسہ کاریوں کو قبول کریں وہ بڑے عابد شب، زندہ دار نہایت بہادر، بے باک، صاف گو اور شیعہ کی طرح تقیہ سے کام لینے والے نہ تھے۔ ظاہر ہے کہ ان صفات کی خوگر قوم دروغ گوئی سے کام نہیں لے سکتی اگر خوارج رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کو حلال سمجھتے ہوتے تو خلفاء و امراء پر افتراء پردازی کرنے سے انہیں کیا چیز روک سکتی تھی مگر تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے زیاد اور حجاج جیسے سرکش لوگوں کے خلاف بھی کبھی دروغ گوئی سے کام نہیں لیا بخلاف ازیں وہ خلفاء و حکام کے سامنے ہمیشہ سچ بولتے اور کبھی اخفاءِ حق کے جرم کا ارتکاب نہ کرتے پھر انہیں دروغ گوئی کی کیا ضرورت تھی (۵)۔

۶۔ علاوہ ازیں محدثین اور ائمہ اسلام کی ان کے حق میں صداقت اور جھوٹ سے کنارہ کشی کی شہادت دی ہے (۶)۔

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ خوارج کا وضع حدیث میں کوئی نمایاں کردار نہیں ہے۔

---

(۱) بقول مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۸۳ ● بقول عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص: ۲۰۳

(۲) عبدالقاهر، الفرق بین الفرق، ص: ۴۵

(۳) ابوبکر عبدالصمد، الوضع والوضاعون، ص: ۶۷

(۴) ابوبکر عبدالصمد، الوضع والوضاعون، ص: ۶۷

(۵) مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۸۳

(۶) دیکھئے صفحہ نمبر: ۴۵۱

وضع حدیث کا دوسرا بڑا سبب

۲۔ اسلام دشمنی:

یہ حقیقت ہے کہ اسلامی حکومت نے بہت سی قوموں کے تخت وتاج، ثروت وامارت اور بلند بانگ دعاوی کو خاک میں ملا دیا تھا۔ ان اقوام کی دولت وثروت کا سنگِ بنیاد دوسری قوموں کی فکری تحلیل، معاشرتی تذلیل اور انکو جذبات اور خواہشات کے آگے سرنگوں کردینے پر نصب کیا گیا تھا۔ یہ حرص وآزادی کی پجاری قومیں دوسروں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنساتیں اور اپنی حکومت وسلطنت کے دائرہ کو آگے بڑھانے اور پھیلانے کے لئے ان کو لڑائی کی آگ میں جھونک دیا کرتی تھیں۔

لوگوں نے بچشم خود دیکھا کہ دینِ اسلام کے سایہ تلے آکر فرد کو عزت ملتی ہے۔ اس کے مذہب وعقیدہ کو بنظر اکرام دیکھا جاتا ہے۔ عقل کو آزادی نصیب ہوتی ہے۔ اوہام واباطیل اپنی موت مرجاتے ہیں۔ اور دجل وفریب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جوق در جوق مشرف بہ سلام ہونے لگے۔ اسلام کی بے پناہ سیاسی وعسکری قوت نے ان اقوام کے امراء وزعماء کے قلب ودماغ میں اس امید کی کوئی کرن باقی نہ رہنے دی کہ ان کی عظمت وشوکتِ رفتہ پھر بھی کسی وقت سنبھالا لے سکتی ہے۔

جب اسلام سے انتقام لینے کے سب راستے مسدود ہوگئے تو انہوں نے سوچا کہ اب ہمارے لئے اور کوئی چارہ کار باقی نہیں ماسوائے اس بات کہ اسلام کے عقائد کو بگاڑدیں۔ اس کے محاسن کو نقائص ومصائب کی صورت میں پیش کریں۔ اور اس کے اتباع واحباب کی صفوں میں انتشار پیدا کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس میدان میں اپنی مساعی تیز تر کردیں۔ کبھی تشیّع کے پردہ میں اسلام پر حملہ آور ہوئے۔ اور کبھی زہد وتصوف اور فلسفہ کے رنگ میں اور کبھی حکومت کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی بیخ کنی کرنا چاہی یہ سب جدوجہد اور تمام حربے اس لئے استعمال کیے جارہے تھے کہ اسلام کا جو قصر عالی محمد عربی ﷺ کے ہاتھوں استوار ہوا تھا۔ اس کو منہدم کردیں۔ مگر ان مساعی باطلہ کے علی الرغم خدا کے علم میں مقدر تھا کہ یہ قصر رفیع تا ابد تاباں ودرخشاں رہے گا۔ حوادث روزگار اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتے رہیں گے۔ مگر اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ جو بدبخت لوگ اس کی تخریب کے درپے ہیں۔ وہ اپنے کئے پر نادم ہونگے اور ان کی سب کاوشیں انہی کے حق میں ضرر رساں ثابت ہوں گی (۱)۔

اسلام دشمنی میں فرس، یہودی، مجوسی، رومی تمام قسم کے لوگ شریک تھے مگر وضع حدیث میں جن کا نمایاں کردار ہے وہ زنادقہ ہیں۔

---

(۱) مصطفی السباعی، السنۃ ومکانتھا، ص: ۸۳

وضع حدیث میں زنادقہ کا کردار:

زنادقہ (۱) نے دین حنیف میں بگاڑ پیدا کرنے، عقلاء اور مہذب طبقہ کی نگاہ میں اس کی وقعت کو گرانے اور عوام کے عقائد کو انتہائی پست اور مضحکہ خیز سطح پر لانے کیلئے بے شمار احادیث وضع کیں دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے پیشِ نظر شریعت اسلامیہ میں بگاڑ پیدا کرنا لوگوں کے دلوں میں اس کے بارے میں شک اور تردد پیدا کرنے کا مقصد جاگزیں تھا۔

ابن حبان زنادقہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"....كانوا يدخلون المدن و يتشبهون بأهل العلم ويضعون الحديث على العلماء و يروون عنهم ليوقعوا الشك والريب في قلوبهم فعسى يضلون و يضلون فيسمع الثقات منهم ما يروون و يؤدونه إلىٰ من بعدهم فوقعت في أيدي الناس حتى تداولوها بينهم" (۲)

زنادقہ اہلِ علم کے روپ میں مختلف شہروں میں داخل ہوجاتے تھے اور علماء پر احادیث وضع کرتے اور ان سے روایت کرتے تاکہ ان کے دلوں میں شک وشبہ پیدا کرسکیں اور اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے تھے چنانچہ ثقہ راوی ان کی روایت کردہ احادیث سن کر دوسروں کو سناتے جس کے نتیجہ میں لوگوں کے پاس موضوع روایات گردش کرنے لگی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"كانت الزنادقة الذين قصدهم إفساد الإسلام يأمرون بإظهار التشيع و الدخول إلىٰ مقاصدهم من باب الشيعة كما ذكر ذلك أمامهم صاحب (البلاغ الأكبر) و (الناموس الأعظم)" (۳)

زنادقہ جن کا مقصد اسلام میں فساد ڈالنا ہے وہ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرکے حکم دیتے تھے یعنی شیعہ کے دروازے سے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے جس طرح یہ بات ان کے امام بلاغ اکبر اور ناموس اعظم کے صاحب نے بیان کی ہے۔

---

(۱) زنادقہ زندیق کی جمع ہے۔ فارسی کلمہ ہے جو عربی میں مستعمل ہے۔ اس کلمہ کے اصل کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ اصل میں "زندة" یا "زن دین" ہے جس کا معنی عورت کا دین ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اصل میں "زندہ کر" ہے یعنی جو زمانے کے بقاء دوام کا قائل ہے۔ اور بعض نے اس کا معنی یہ کیا ہے دو خداؤں روشنی اور اندھیرے کو ماننے والا۔ اور بعض نے کہا زندیق وہ شخص ہے جو آخرت کے دن، خالق اور اس کی وحدانیت پر ایمان نہ لائے یا پھر وہ شخص ایمان کو ظاہر کرے اور کفر کو پوشیدہ رکھے۔ زبیدی کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ اس کلمہ کی نسبت "الزند" کی طرف ہے۔ جس سے مجوس کی کتاب "ماني المجوس" مراد ہے جس کے معنی ان کی زبان میں تفسیر ہے۔ یعنی زرتشت کی کتاب کی تفسیر ہے جس میں نور اور ظلمت دو خداؤں کا اعتقاد اور نظریہ دیا گیا ہے۔

الزبیدی تاج العروس، ص: ۳۷۳/۶

(۲) ابن حبان، المجروحین، ص: ۶۲/۱ (۳) ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، ص: ۴۷۹/۸

اسلوب:

۱۔ دین اسلام میں بگاڑ اور اسے بدنام کرنے کیلئے احادیث وضع کرنا:

اعدائے اسلام نے اسلام کے اندر بگاڑ پیدا کرنے اور اسے موردِ طعن بنانے کا ہر حربہ استعمال کیا ان میں سر فہرست زنادقہ تھے جو اسلام کا لبادہ اوڑھے مسلمانوں اور دینِ اسلام کو ختم کرنے کا مصمم ارادہ کئے ہوئے تھے اور اسلامی تعلیمات کی تمام اقسام عقیدہ و ایمان (ذاتِ باری تعالیٰ، نبوت ملائکہ، جنت، جہنم، قبر، حشر، دنیا و آخرت) عبادت، کائنات (آسمان و زمین) حتی کہ ماکولات و مشروبات کے بارے میں طرح طرح کی احادیث وضع کیں۔

اس بارے میں ابنِ قتیبہ رقمطراز ہیں:

"الحديث يدخله الشوب و الفساد من وجوه ثلاثة منها الزنادقة و اجتيالهم للإسلام و تهجينه بدس الأحاديث المستشنعة و المستحيلة كالأحاديث التى قدمنا ذكرها من عرق الخيل ① وعيادة الملائكة ② وقفص الذهب على جمل أورق وزغب الصدر أو نور الذارعين ③ مع أشياء كثيرة ليست تخفى على أهل الحديث" ④

حدیثِ نبوی میں بگاڑ اور دھوکہ تین طرح سے داخل ہوا ان میں سے زنادقہ ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف رخ کیا اور مستحیل اور قبیح قسم کی احادیث (وضع کرکے) انہیں عیب دار بنانے کی سازش (Conspiracy) کی جس طرح وہ احادیث جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں مثلاً گھوڑے کے پسینے والی روایت، ملائکہ کی عیادت کی روایت اور خاکستری رنگ کے اونٹ پر سونے کا پنجرہ، سینے کے بال یا بازؤں کے نور والی روایت ہے اسی طرح کی بہت سی (من گھڑت روایات) جو محدثین سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

---

① گھوڑے کے پسینے کے بارے میں موضوع حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ اس حدیث کی نص یوں ہے "إن الله تعالىٰ لما أراد أن يخلق نفسه خلق الخيل فأجراها حتى عرقت ثم خلق نفسه من ذلك العرق" (اللہ تعالیٰ نے جب اپنے آپ کو پیدا کرنا چاہا تو گھوڑے کو پیدا کیا اور اسے بھگایا جب اسے پسینہ آ گیا تو اس سے اپنے آپ کو پیدا کیا) السیوطی، اللآلی المصنوعہ، ص: ۳/۱

② ملائکہ کی عیادت کے بارے میں موضوع روایت "إن الله تعالىٰ اشتكت عيناه فعادته الملائكة" (اللہ تعالیٰ کی آنکھیں دکھنے لگیں، تو ملائکہ نے اس کی بیمار پرسی کی)۔

③ سینے کے بال یا بازؤں کے نور کے بارے میں موضوع روایت "خلق الله الملائكة من شعر ذراعيه وصدره أو من نور هما" (اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے سینے اور بازؤں کے بالوں یا ان کے نور سے پیدا کیا) ابن قتیبہ، تأویل مختلف الحدیث، ص: ۸۔

④ ابن قتیبہ، تأویل مختلف الحدیث، ص: ۳۵۵

شیخ ابوغدۃ زنادقہ کے وضع حدیث کے دائرہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"وقد تفنن هؤلاء الأعداء بألوان الوضع فی الحدیث کل التفنن للنیل من الإسلام وأهله فوضعوا مایتصل بذات الله تعالىٰ، والملائکة و السموات والأرضین والنبوة والعقیدة والعبادة والشرع والعقل والمأکولات والمشروبات والملبوسات والحیوانات والجمادات والقبر والحشر والجنة والنار والدنیا والأخرة حتی وضعوا فی العدس والبصل والکراث والباقلا ....." ①

ان اعداء اسلام نے طرح طرح کی احادیث وضع کر کے مختلف چالیں چلی ہیں تا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان دے سکیں چنانچہ انہوں نے ذاتِ باری تعالیٰ، ملائکہ، زمین و آسمان، نبوت، عقیدہ، عبادت، شریعت، عقل، کھانے پینے اور پہننے کی اشیاء، حیوانات و جمادات، قبر و حشر، جنت و جہنم، دنیا و آخرت کے بارے میں احادیث وضع کیں یہاں تک کہ انہوں نے مسور کی دال، پیاز، ککڑی، لوبیہ کے بارے میں احادیث گھڑیں۔

محدث مجد الدین الفیروز آبادی زنادقہ کی کارستانیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وباب فضل العدس والباقلاء والجبن والجوز والباذنجان والرمان والزبیب: لم یصح فیه شیئ وإنما وضع الزنادقة فی هذه الأبواب أحادیث وأدخلوها فی کتب المحدثین شینا للإسلام خذلهم الله تعالىٰ" ②

باب ہے مسور کی دال، لوبیہ، پنیر، بادام، بینگن، انار، منقی کی فضیلت کے بارے میں۔ اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے دراصل ان ابواب میں زنادقہ نے احادیث وضع کر کے انہیں محدثین کی کتب میں داخل کر دیا تا کہ اسلام کو مورد طعن ٹھہرایا جائے اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کرے۔

ان بیانات سے جہاں زنادقہ کا وضع حدیث میں دائرہ کار متعین ہوتا ہے وہاں ان کے مقاصد کی نشاندہی بھی ہوتی ہے

❁ مقاصد و امثلہ:

۱۔ اسلام دشمنی:

زنادقہ نے اسلام دشمنی کے پیش نظر اسلامی عقائد عبادات غرضیکہ مأکولات و مشروبات تک احادیث وضع کرنے کی سعی نامبارک کی ہے۔

---

① شیخ ابوغدہ، لمحات من تاریخ السنۃ، ص: ۵۰

② مجد الدین، سفر السعادۃ، ص: ۲۶۳

باری تعالیٰ کے بارے میں انہوں نے بہت سی روایات وضع کیں ہیں مثلاً:

۱۔ (قیل یا رسول اللہ ﷺ مما ربنا؟ قال من ماء مرور لا من أرض ولا من سماء خلق خیلا فأجراها فعرقت فخلق نفسه من ذلك العرق " ①

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا ہمارا رب کس چیز سے ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہ چلتے ہوئے پانی سے نہ زمین سے اور نہ ہی آسمان سے ہیں اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کیا اور اسے بھگایا جب اسے پسینہ آگیا تو اپنے آپ کو پیدا کیا۔

اس حدیث کے بارے میں ابن عساکر رقمطراز ہیں:

" حدیث إجراء الخیل موضوع وضعته الزنادقة لیشنعوا به علی أصحاب الحدیث فی روایتهم المستحیل فقبله من لا عقل له وهو مما یقطع ببطلانه شرعا وعقلاً " ②

گھوڑے دوڑانے والی حدیث موضوع ہے جسے زنادقہ نے وضع کی ہے تاکہ اصحاب حدیث کی روایات میں مستحیل چیزیں داخل کر کے ان پر طعن و تشنیع کریں بے وقوف لوگوں نے اس حدیث کو قبول کر لیا درحقیقت اس حدیث کا عقلی اور شرعی لحاظ سے باطل ہونا قطعی ہے۔

۲۔ "إن الله اشتکت عیناه فعادته الملائکة" ③

اللہ تعالیٰ کی آنکھیں دکھنے لگیں تو ملائکہ نے اس کی بیمار پرسی کی۔

۳۔ عرش کے بارے میں یہ حدیث گھڑی:

"أن نفراً من الیهود أتوا الرسول ﷺ فقالوا من یحمل العرش فقال تحمله الهوام بقرونها والمجرّة التی فی السماء من عرقهم قالوا نشهد أنك رسول الله ﷺ " ④

یہود کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی عرش کو کس نے اٹھایا ہوا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہوام نے اپنے اپنے سینگوں پر اٹھایا ہوا ہے اور مجرہ جو آسمان میں وہ ان کے پسینے سے ہے انہوں نے کہا ہم ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ابوالقاسم بلخی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

" هذا والله تقوّل وقد أجمع المسلمون علی أن الذین یحملون العرش ملائکة " ⑤

① ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص:۱/۱۳۴ ② السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص:۱/۳

③ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص:۱/۳

④ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص:۱۸۳ ④ ابوالقاسم البلخی، قبول الاخبار، ص:۱۳

⑤ ابوالقاسم البلخی، قبول الاخبار، ص:۱۳

بخدا یہ الزام تراشی ہے مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ملائکہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

۴۔ ختم نبوت کے بارے میں یہ حدیث وضع کی:

''أنا خاتم النبيين لانبي بعدي إلا أن يشاء الله" ①

میں انبیاء کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا الا یہ کہ اللہ چاہے۔

اس حدیث میں " إلا أن يشاء الله " کی استثناء محمد بن سعید شامی زندیق نے وضع کی ہے کیونکہ یہ مطعون خود نبوت کا داعی تھا②۔

۵۔ مختلف ترکاریوں اور سبزیوں کے بارے میں یہ روایات وضع کیں:

" عليكم بالعدس فإنه مبارك يرقق القلب ويكثر الدمعة قدس على لسان سبعين نبيا " ③

مسور کی دال کو لازم پکڑو کیونکہ وہ برکت والی ہے۔ دل کو نرم کرتی ہے اور خون کو بڑھاتی ہے اور ستر انبیاء کی زبان پر مقدس ٹھرائی گئی ہے۔

" البازنجان لما أكل له " ④

بینگن ہر مرض کی دوا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس زنادقہ نے عقائد واخلاق، حلال وحرام، اور طب سے متعلق ہزاروں احادیث وضع کر ڈالیں⑤۔

۲۔ موجودہ ذخیرۂ احادیث کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا:

زنادقہ نے وضع حدیث کا دوسرا اسلوب جو اختیار کیا وہ یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے وہ وضع احادیث کا اقرار کرتے اور کہتے یہی احادیث اب لوگوں کے پاس گردش کر رہی ہیں۔ اس اقرار کرنے کا ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کا سرمایہ حدیث سے اعتماد اٹھ جائے۔ اور اس طرح وہ دین اسلام سے متنفر ہو جائیں ایسا عموماً وہ اپنا راز فاش ہونے اور موت کے یقینی ہونے پر کرتے تھے۔

ڈاکٹر ابو بکر عبدالصمد رقمطراز ہیں:

" فإقرار الزنادقة بوضع الحديث و إصرارهم على ذلك إنما هو من تحديهم للمسلمين و إصرارهم علىٰ زندقتهم واعترافهم بالوضع في الحديث بصور هائلة و أرقام خيالية هو جزء من مخططهم الرهيب فقد أبت زندقتهم إلا تنفير الناس من معتقداتهم والطعن عليهم في دينهم فبذلوا جهدهم في ذلك

① الحاکم، المدخل، ص: ۱۸
② ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۱/ ۲۷۹
③ الفتنی، تذکرۃ الموضوعات، ص: ۱۴۷
④ الفتنی، تذکرۃ الموضوعات، ص: ۱۴۷
⑤ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۱۴۸

حال تمتعهم بحرياتهم فلما أخذوا وأيقنوا بالهلاك عملوا على تنفيذ مخططاتهم بالتشكيك فيما أيدى الناس من الأحاديث والروايات إلى جانب وضعهم وكذبهم على رسول الله ﷺ "①

زنادقہ کا وضع حدیث کرنے کا اقرار کرنا اور اس پر ان کا اصرار کرنا دراصل یہ مسلمانوں کے لئے ایک چیلنج ہے نیز ان کا زندیقیت پر اصرار اور وضع حدیث کا بہت بڑی تعداد میں اعتراف کر لینا یہ ان کا ایک بھیانک منصوبہ ہے۔ ان زنادقہ نے لوگوں کو ان کے اعتقادات سے متنفر کرنے اور انہیں ان کے دین میں طعن وتشنیع کرنے کی ٹھان لی ہے وہ اپنی آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس میں بھرپور کوشش کرتے ہیں لیکن جب وہ پکڑے جاتے ہیں اور انہیں اپنی موت کا یقین ہو جاتا ہے تو وہ اپنے منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کے پاس موجود احادیث وروایات میں شک پیدا کرنے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر کذب بیانی اور وضع کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ان زنادقہ میں عبدالکریم بن العوجاء جس نے اپنے قتل کئے جانے سے پہلے وضع حدیث کا اعتراف کیا۔ جب اسے امیر بصرہ محمد بن سلیمان کے پاس لایا گیا تو کہنے لگا۔

"والله لقد وضعت فيكم أربعة الاف حديث أحرم فيها الحلال و أحل فيها الحرام ولقد فطرتكم فى يوم صومكم و صومتكم فى يوم فطركم"②

بخدا میں نے تم میں چار ہزار احادیث وضع کی ہیں جس میں میں نے حلال کو حرام کر دیا ہے اور حرام کو حلال کر دیا ہے اور روزے کے دن میں نے افطار کروا دیا اور افطار کے دن روزہ رکھوا دیا ہے۔

خلیفہ مہدی کا قول ہے۔

"أقر عندى رجل من الزنادقة أنه وضع أربعمائة حديث فهى تجول فى أيدى الناس"③

میرے پاس ایک زندیق نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اس نے چار سو احادیث وضع کی ہیں جو کہ لوگوں کے ہاتھوں میں گردش کر رہی ہیں۔

حماد بن زید کا بیان ہے۔

"وضعت الزنادقة على رسول الله ﷺ اثنى عشر ألف حديث بثوها فى الناس"④

① ابوبکر عبدالصمد، الوضع والوضاعون، ص:۷۳

② ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۱۱ ◉ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص:۲/۳۶۸ ◉ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص:۱۸۳

③ الخطیب، الکفایہ، ص:۴۳۱ ◉ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص:۲/۳۸۲

④ الخطیب، الکفایہ، ص:۴۳۱ ◉ ابن عبدالبر، مقدمۃ التمہید، ص:۱۲

زنادقہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب بارہ ہزار حادیث وضع کر کے لوگوں میں پھیلا دیں

اور ایک دوسری روایت میں حماد بن زید کا بیان ہے۔

"وضعت الزنادقة على رسول الله ﷺ أربعة عشر ألف حديث" ①

زنادقہ نے رسول اللہ ﷺ پر چودہ ہزار احادیث وضع کی ہیں۔

ابن لھیعۃ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک شیخ کے پاس آیا اور وہ رو رہا تھا میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں کہنے لگا۔

"وضعت أربعمائة حديث أدخلتها فی برنامج الناس فلا أدری كيف أصنع" ②

میں نے چار صد احادیث وضع کر کے لوگوں کے پروگرام میں داخل کر دی ہیں مجھے نہیں معلوم اب میں (ان میں تفریق) کیسے کروں۔

۞ وضع حدیث کے دیگر ثانوی اسباب وعوامل

اول الذکر بنیادی عوامل وضع حدیث کے علاوہ کچھ مزید ایسے عوامل و اسباب تھے۔ جنھوں نے وضع حدیث کے فتنہ کو مزید تقویت اور جلا بخشی۔ لیکن ان عوامل کی حیثیت ثانوی تھی۔

۱) عصبیت

وضع حدیث کی ایک وجہ قوم وقبیلہ، زبان ووطن کی طرف رجحان اور جانب داری تھی۔

اس سبب کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب رقمطراز ہیں۔

"اعتمد الأمويون فی إدارة دولتهم و تسير أمورها على العرب خاصاً و تعصب بعضهم للعرب والعربية وربما نظر بعض العرب إلىٰ المسلمين من العناصر الأخرىٰ نظرة لا توافق روح الإسلام حتى إن طبقة الموالی (وهم المسلمون من غير العرب) شعرت بهذه العنصرية فكانوا يحاولون المساواة بينهم و بين العرب وانتهزوا أكثر الاضطربات والحركات الثورية فانضموا إليها فی سبيل تحقيق ذلك" ③

امویوں نے اپنی حکومت کو چلانے میں عربوں پر بالخصوص زیادہ اعتماد کیا۔ اور بعض لوگوں نے عربوں اور عربی زبان

---

① السیوطی، تدریب الراوی، ص:۱۸۶ ⊙ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص:۲/۲۴۸ ⊙ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۱۱ ⊙ السخاوی، فتح المغیث، ص:۱/۲۳۹ ⊙ الصنعانی، توضیح الافکار، ص:۲/۷۵

② ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۷ ③ عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص:۲۰۸

کیلئے تعصب سے کام لیا اور بعض عربوں نے دوسرے قبائل کے مسلمانوں کو ایسی نظر سے دیکھا جو اسلام کی روح کے منافی تھا۔ یہاں تک کہ موالی (غیر عرب مسلمان) نے اس عنصریت کو بھانپ لیا انہوں نے اپنے اور عربوں کے درمیان صلح کرنے کی کوشش کی جس وجہ سے اکثر اضطرابات اور شورشی حرکات سامنے آئیں چنانچہ وہ اس مقصد (مساوات) کو حاصل کرنے کے لئے ان سے جا ملے۔

اس بارے میں سید مناظر احسن گیلانی رقمطراز ہیں:

''بنی امیہ کے یہی حکمران' عربوں کی قدیم جاہلی حمیت جس کا اسلام خاتمہ کر چکا تھا اس کی مردہ لاش میں نئی روح پھونک رہے ہیں اس کا نتیجہ تھا کہ موالی جن کا عموماً عربوں سے نسلی تعلق نہ تھا باوجود مسلمان ہونے کے عموماً ان حقوق سے بنی امیہ کے عہد میں محروم کر دیئے گئے تھے جو اسلام ان کو عطا کر چکا تھا''①۔

مولانا مناظر گیلانی نے اپنے اس بیان کے درج ذیل دلائل دیئے ہیں۔

۱۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد حسن بن زیاد القاضی نے آپ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔

"كانت ولاة بنى أمية لا يدعون بالموالى من الفقهاء للفتيا"②

بنی امیہ کے حکام فتویٰ دریافت کرنے کے لئے موالی کے فقہاء کو نہیں بلایا کرتے تھے۔

۲۔ بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ نے امام عبداللہ بن عون کو صرف اس پاداش میں کہ انہوں نے عربی نژاد عورت سے نکاح کیا باندھ کر کوڑے لگائے③۔

۳۔ عبدالملک بن مروان کو جب یہ اطلاع ملی کہ زین العابدین (علی بن حسینؓ) نے اپنے غلام کو آزاد کیا اور آزاد کرنے کے بعد اپنی بیٹی سے اس کا نکاح کر دیا اور اپنی ایک لونڈی کو آزاد کر کے خود اپنا نکاح اس سے کیا ہے تو سخت ناراض ہوا اور ایک خط ان کے نام لکھا جس میں آپ کے خاندانی شرافت ونجابت کا ذکر کر کے اس واقعہ پر آپ پر طنز وطعن کیا تو زین العابدین نے ان کی طرف لکھا۔

﴿قد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة﴾④ قد أعتق رسول الله ﷺ صفية بنت حى و تزوجها و أعتق زيد بن حارثة وزوّجه ابنة عمته زينب بنت جحش"⑤

---

① مناظر گیلانی، تدوین حدیث، ص:۱۱۲ ② الخوارزمی، المناقب، ص:۷/۰ ⊛ مناظر گیلانی، تدوین حدیث، ص:۱۲۲

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۳/۲۶ ④ الأحزاب:۳۳/۲۱

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۵/۱۵۶⊛ امام بخاری نے آنحضرت ﷺ کا حضرت صفیہؓ بنت حیی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے کی روایت نقل کی ہے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب من جعل عتق الأمة صداقها، حدیث نمبر۵۰۸۶، ص:۹۰۹

⊛ نیز دیکھئے الترمذی، الجامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فى الرجل يعتق الأمة ثم يتزوجها، حدیث نمبر۱۱۱۵، ص:۲۷۰

بلا شبہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں بہترین اسوہ ہے۔ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے صفیہؓ بنت حی کو آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا اور زیدؓ بن حارثہ (اپنے غلام) کو آزاد کیا اور اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے اس کا نکاح کر دیا۔

۴۔ عبدالملک بن مروان کا ابن شہاب زہری سے مکالمہ (جس میں انہوں نے مختلف امصار اور شہروں میں موجود بڑے علماء کے بارے میں آپ سے سوالات کئے تھے) تو جواب میں امام زہری نے تمام بڑے شہروں میں موجود علماء موالی (غیر عرب) بتائے جس پر عبدالملک سخت سیخ پا ہوا۔ بالآخر امام زہری کے بتانے پر کہ ابراہیم النخعی عربی النسل ہیں اور کوفہ میں مسلمانوں کی دینی پیشوائی کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے عبدالملک کا غصہ ٹھنڈا ہوا اس کے بعد اپنے درباریوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"قطعاً یہ موالی عرب کے سردار اور پیشوا بن کر رہیں گے یہ ہو کر رہے گا کہ منبر پر ایک موالی چڑھا ہوا خطبہ پڑھ رہا ہے اور اس منبر کے نیچے عرب بیٹھے ہیں"①۔

۵۔ عبدالملک بن مروان کو اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے معلم کی ضرورت پیش آئی اس خدمت کے لئے انہوں نے اسماعیل بن عبداللہ ② کو مقرر کیا اور پھر کہنے لگے۔

"عرب اور غیر عرب (یعنی عجمیوں) کے تعلقات کی جو نوعیت ہو گئی ہے' عجیب ہے۔ مجھے تو اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ ان ایرانیوں ہی کو دیکھو' حکومت کی باگ صدہا سال ان کے ہاتھوں میں رہی' اس پورے طویل عرصے میں ان کو ہماری یعنی عرب کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی۔ ایک مروک نعمان بن منذر کا نام لیا جاتا ہے۔ جس سے ایرانی حکومت نے کام لیا تھا اور پھر یہ قصہ بھی زیادہ دن تک جاری نہ رہ سکا۔ اس غریب نعمان کو بھی ایرانی قتل کر کے رہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ کتنے دن ہوئے ہمارے ہاتھ حکومت آئی ہے لیکن غیر عربی اقوام سے مدد لینے پر اس مختصر مدت میں بھی ہم مجبور ہو گئے ہیں۔ حد یہ ہے کہ تعلیم تک میں ہم ان عجمیوں کے دستِ نگر ہو چکے ہیں۔ اس اسماعیل بن عبید کو دیکھو! امیر المؤمنین کے بچوں کو پڑھاتا ہے' اور کیا پڑھاتا ہے، عربیت سکھاتا ہے"③۔

---

① الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۸ ◉ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۳۰۲
◉ بعض روایات میں عبدالملک بن مروان کی بجائے کسی دوسرے اموی خلیفہ کی طرف اس مکالمہ کی نسبت کی گئی ہے اس طرح ابراہیم النخعی کی بجائے سعید بن المسیب کا عربی النسل عالم ہونے کا تذکرہ ملتا ہے۔

② آپ کی کنیت ابو المہاجر ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت میں انہیں افریقہ کا گورنر مقرر کیا بقول ابن عساکر "افریقہ کے عالم باشندے جو بربر کہلاتے تھے ان ہی اسماعیل بن عبداللہ کی کوشش سے مسلمان ہوئے، ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳/۲۷

③ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳/۲۷

اگر یہ روایات درست اور صحیح ہیں تب وضع حدیث کا ایک سبب اور عنصر قوم وقبیلہ' زبان و وطن کا تعصب ہوسکتا ہے اور یہ کچھ بعید نہیں کہ اس تعصب سے متاثر افراد نے وضع حدیث میں اپنا کردار ادا کیا ہو۔

ڈاکٹر عجاج الخطیب کا رجحان اسی طرف دکھائی دیتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

"وإلیٰ جانب هذا كانوا يبادلون العرب الإعتزاز والفخار فحملهم هذا على وضع أحاديث ترفع من قدرهم وتبين فضائلهم"(1)

اس وجہ سے موالی' عربوں کی عزت اور قدر ومنزلت کا مقابلہ کرتے تھے اس بات (مقابلہ بازی) سے انہیں ایسی احادیث وضع کرنے پر ابھارا جو ان کے مرتبے کو بلند کرنے اور جن میں ان کے فضائل کا بیان ہو۔

عصبیت کی بنیاد پر وضع کی جانے والی احادیث

چنانچہ اسی مقابلہ بازی کے نتیجے میں درج ذیل احادیث وضع کی گئی۔

☆ إن كلام الذين حول العرش بالفارسية و إن الله إذا أوحى أمراً فی لين أوحاه بالفارسية وإذا أوحى أمراً فيه شدّة أوحاه بالعربية"(2)

بیشک عرش کے قریب ملائکہ فارسی میں کلام کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی ایسے امر میں وحی کرتے ہیں جس میں نرمی ہوتی ہے تو فارسی میں وحی بھیجتے ہیں اور جب کسی سخت معاملہ وحی کرتے ہیں تو عربی میں وحی بھیجتے ہیں۔

عربوں نے اس کے خلاف جوابی کارروائی کرتے ہوئے یہ حدیث وضع کی۔

☆ أبغض الكلام إلى الله الفارسية وكلام الشياطين الخوزية وكلام أهل النار البخارية وكلام أهل الجنة العربية"(3)

اللہ کے نزدیک مبغوض ترین کلام فارسی ہے۔ اور شیاطین کا کلام خوزی زبان میں ہے اور جہنمیوں کا کلام بخاریہ زبان میں ہے اور جنتیوں کا کلام عربی زبان میں ہے۔

اس طرح بعض عربی قبائل کی فضیلت میں غالباً اس وقت احادیث وضع کی گئیں، جب یزید بن معاویہؓ کی وفات کے بعد قبائلی عصبیت کی شورش رونما ہوئی(4)۔

۲) وعظ وقصہ گوئی

لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنا اور انہیں یوم آخرت' اجر وعقاب' جنت وجہنم کے بارے میں آگاہ کرنا نہ صرف اصلاح نفس ومعاشرہ

---

(1) عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص:۲۰۹

(2) ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص:۱/۱۳۶

(3) ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص:۱/۱۳۷

(4) حسن ابراہیم، تاریخ الاسلام، ص:۱/۳۳۷

کیلئے لوگوں کی ایک ضرورت ہے۔ بلکہ اسلام میں ایک مطلوب امر ہے۔ نبی ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ لوگوں کو گاہے بگاہے پندونصائح کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں۔

((كان النبى ﷺ يتخولنا بالموعظة فى الأيام كراهة السامة علينا)) (1)

نبی ﷺ کچھ ایام (گاہے بگاہے) ہمیں وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے ہمارے اکتانے کی کراہت کے سبب (آپ ایسا کرتے)۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ سے روزانہ وعظ کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے یہ کہہ کر معذوری ظاہر کر دی کہ مجھے روزانہ وعظ کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ماسوائے اس بات کہ میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ تم اس سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگو اور میں تمہیں کبھی کبھار اس لئے وعظ و نصیحت کرتا ہوں کیونکہ نبی ﷺ بھی ہمیں کبھی کبھار وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ تا کہ ہم اکتا نہ جائیں" (2)۔

تاہم عہد اول میں قصہ گوئی یا وعظ ونصیحت امیر یا خلیفہ کی اجازت سے مرجط تھی اگر امیر یا خلیفہ کسی کو اس کی اجازت دے دیتا تو وہ شخص وعظ کر سکتا تھا بصورت دیگر اسے اجازت نہیں تھی مثلاً "ایک مرتبہ حضرت تمیم الداریؓ نے حضرت عمرؓ سے قصہ گوئی کی اجازت چاہی، تو حضرت عمرؓ نے انہیں اس کی اجازت نہیں دی" (3)۔

بلکہ اس کی ممانعت کے بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا يقص على الناس إلا أمير أو مأمور أو مُراء)) (4)

لوگوں کے لئے امیر یا مأمور یا مراء کے بغیر کوئی افسانہ گوئی نہ کرے۔

ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب نے قصہ گوئی اور واعظین کے واعظ کے ظہور کو خلافت راشدہ کا آخری عہد قرار دیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

"ظهرت حلقات القصاصين والوعاظ فى أواخر عهد الخلافة الراشدة" (5)

خلافت راشدہ کے آخری عہد میں افسانہ گو اور واعظین کی مجالس ظاہر ہوئیں۔

---

(1) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما كان النبى ﷺ يتخولهم بالموعظة والعلم كى لا ينفروا، حدیث نمبر ۶۸، ص: ۱۷

(2) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلوما، حدیث نمبر ۷۰، ص: ۱۷

(3) ملا علی قاری، تمییز المرفوع عن الموضوع، ص: ۱۶ (4) ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب القصص، حدیث نمبر ۳۷۵۳، ص: ۵۳۶

(5) عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص: ۲۱۰

غالباً ان کا استناد حضرت ابن عمرؓ کی درج ذیل روایت پر ہے۔

((لم یکن القصص فی زمن رسول اللہ ﷺ ولا زمن ابی بکرؓ ولا زمن عمرؓ)) ①

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور نہ ہی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں قصہ گوئی بیان ہوئی۔

اور ایک دوسری روایت میں ابن عمرؓ کے الفاظ یوں منقول ہیں:

((انہ لم یقص علی عهد النبی ﷺ ولا علی عهد ابی بکرؓ ولا عمرؓ ولا عثمانؓ و إنما قص حین و قعت الفتنة)) ②

نبی ﷺ کے عہد میں قصہ گوئی ہوئی اور نہ ہی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بلکہ جب سے فتنہ واقع ہوا تب سے قصہ گوئی کا آغاز ہوا۔

یہ روایات اس بات پر محمول ہوں گی کہ امیر کی اجازت کے بغیر ان زمانوں میں قصہ گوئی نہیں ہوئی۔ ان روایات سے یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جاسکتا ہے کہ ان زمانوں میں قصہ گوئی ہوئی ہی نہیں اس بات کی شہادت "حضرت علیؓ کے اس فعل سے ہوتی ہے کہ آپ قصہ خواں سے سوال کرتے اور ان کا امتحان لیتے اور جسے اس بارے میں کوئی علم وغیرہ نہ ہوتا تو اسے خوب ڈانٹ پلاتے" ③۔

زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عہد خلفاء راشدہ کے بعد فتنہ کے دور میں قصہ گوئی کی لگام آزاد ہوئی اور قصہ گو حضرات بلا اجازت وعظ اور قصہ گوئی کرتے رہے اور یہ لوگ اہل علم بھی نہیں تھے چنانچہ آہستہ آہستہ راہ راست سے منحرف ہوتے گئے ان میں شخصی اور دنیاوی مقاصد کارفرما رہے۔ قصہ گوئی کرنے والا زیادہ تر اپنے قصہ میں غیر ناموس اور عجیب وغریب واقعات کا تذکرہ کرتا اور انتہائی زیادہ مبالغہ سے کام لیتا تھا۔ تاکہ وہ اپنے قصہ میں دلچسپی پیدا کر کے لوگوں کو اپنی طرف راغب کرے۔

اس بارے میں ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی رقمطراز ہیں۔

"فقد تولی مهمة الوعظ قصاص أكثر هم لا یخافون الله ولا یهمهم سوی أن یبکی الناس فی مجالسهم وأن یتواجدوا وأن یعجبوا بما یقولون فکانوا یضعون القصص المکذوبة وینسبونها إلیٰ النبی ﷺ" ④

---

① ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب القصص، حدیث نمبر ۳۷۵۴، ص: ۵۳۷

② المقدسی، کتاب العلم، ص: ۵۳ ◉ أخبار أصبهان، ص: ۱/۱۳۶ ◉ ابن الجوزی، القصاص، ص: ۱۷۶

③ ابن الجوزی، القصاص، ص: ۱۷۹

④ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۸۵

وعظ گوئی کا پیشہ افسانہ گوقسم کے لوگوں نے سنبھال رکھا تھا جن میں ذرا بھی خوف خدا نہیں تھا ان کا مطمع نظر اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ لوگ مجلس وعظ میں ڈھاڑیں مار مار کر روئیں، ان کا وعظ سن کر جھومنے لگیں اور ان پر تعجب کریں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ جھوٹے قصے گھڑتے اور ان کو نبی ﷺ کی جانب منسوب کر دیتے۔

مشہور محدث ابن قتیبہ حدیث نبوی میں فساد پیدا کرنے والے اسباب و وجوہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"والوجه الثانی القصاص فإنهم يميلون وجه العوام إليهم و يشيدون ما عندهم بالمناكير والأكاذيب من الأحاديث و من شأن العوام القعود عند القاص ماكان حديثه عجيبا خارجا عن نظر العقول أوكان رقيقاً يحزن القلب"①

وضع حدیث کا دوسرا سبب افسانہ گوقسم کے لوگ تھے وہ عوام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتے تھے اس مقصد کی تکمیل کے لئے جھوٹی اور منکر احادیث جو انہیں یاد ہوتی تھیں لوگوں میں خوب پھیلاتے تھے عوام الناس کی یہ عادت ہے کہ جب تک ان کو عجیب وغریب خارج از عقل اور دل میں سوز وگداز پیدا کرنے والی احادیث سنائی جاتی رہیں وہ جم کر بیٹھتے ہیں۔

---

① ابن قتیبہ، تاویل مختلف الحدیث، ص: ۳۵۷

فصل ثانی

فتنہ وضع حدیث کا سدِ باب
اور محدثین کی خدمات

فتنہ وضع حدیث کا سد باب اور محدثین کی خدمات

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب امت مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ اہلِ اہواء اور گمراہ کن لوگوں نے جھوٹی احادیث وضع کر کے باطل کو حق کے ساتھ خلط ملط کرنے لگے۔ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت شامل حال نہ ہوتی، جس نے اسلام کو ہر قسم کی تحریف و تبدیل، زیادتی و کمی سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور جس نے اپنے رسول ﷺ کے کلام (حدیث) کو اہل اہواء کی بھینٹ چڑھنے سے محفوظ رکھا۔ تو اعدائے اسلام دینِ اسلام میں وہ کچھ داخل کر دیتے جو اس کی تعلیم سے نہیں تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسے مخلص، امین افراد پیدا کر دیے جنہوں نے اس فتنہ کا بڑی تندہی سے مقابلہ کیا اور ان کے جدل و فریب کو واضح کیا۔ اس بارے میں انہوں نے بے مثال جہود و مساعی انجام دیں، یہ انہی کے مساعی جملیہ کا نتیجہ تھا کہ زنادقہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے بارہ ہزار احادیث ① اور عبدالکریم بن ابی العوجاء ② نے چار ہزار احادیث وضع کی تھیں ③۔ اسی طرح ابو رجاء نے تقدیر کے بارے میں چار ہزار اشخاص داخل کرنے کا اعتراف کیا ④۔

چنانچہ علماءِ کرام نے ہر ممکن طریق سے دشمنانِ حدیث کا مقابلہ کیا اور ان کے سامنے وضع حدیث کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ ابنِ جوزی کا قول ہے۔

> "لما لم يكن لأحد أن يزيد في القرآن أخذ أقوام يزيدون في حديث رسول الله ﷺ ويضعون عليه ما لم يقل فأنشاء الله علماء يذبون عن النقل و يوضحون الصحيح و يفضحون القبيح وما يخلى الله منهم عصرا من العصور غير أنهم قلوا في هذا الزمان وقد كانوا إذا عدوا قليلا صاروا أقل من القليل" ⑤

قرآنِ کریم میں کمی بیشی کرنا کسی کے بس میں نہیں تھا چنانچہ کچھ لوگوں نے حدیثِ رسول میں کمی بیشی کرنے کی ٹھان لی اور احادیث وضع کرنی شروع کر دیں جنہیں آپ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حدیث کے دفاع کیلئے علماء پیدا کیے جنہوں نے صحیح (احادیث) کی وضاحت کی اور قبیح (وضع کردہ احادیث) کا راز فاش کر دیا اور کوئی زمانہ ان علماء سے خالی نہیں تھا اگرچہ وہ اس زمانہ میں قلیل تھے اور جب انہیں شمار کیا جاتا تھا وہ قلیل سے بھی کم دکھائی دیتے تھے۔

---

① الخطیب، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص: ۶۰۳

② مشہور زندیق ہے جو معن بن زائدہ الشیبانی کے ماموں تھے امیر بصرہ محمد بن سلیمان نے اسے حدیث وضع کرنے کی بناء پر قتل کروا دیا۔
الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۴۳/۷ ◉ الصنعانی، توضیح الافکار، ص: ۷۵/۲

③ السیوطی، اللآلی المصنوعۃ، ص: ۴۴۸/۲ ◉ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۱۱/۱ ◉ العراقی، فتح المغیث، ص: ۱۲۸ ◉ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۴۲۷

④ ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص: ۱۶/۱

⑤ ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص: ۱۶/۱

امام سفیان ثوری کا قول ہے:

"الملائكة حراس السماء و أصحاب الحديث حراس الأرض" ①

ملائکہ آسمان کے نگہبان ہیں اور محدثین زمین کے نگہبان ہیں۔

یزید بن زریع کا بیان ہے:

"لكل دين فرسان و فرسان هذا الدين أصحاب الأسانيد" ②

ہر دین کے شاہسوار ہوتے ہیں اور اس دین (اسلام) کے اصحاب اسانید شاہسوار ہیں۔

ابن قتیبہ کا قول ہے:

" التمسوا الحق من وجهته و تتبعوه من مظانه وتقربوا إلىٰ لله بأتبا عهم سنن رسول الله ﷺ وطلبهم لأخباره برّا وبحراً وشرقا وغربا ولم يزالوا فى التنقيب عنها و البحث لها حتى عرفوا صحيحها و سقيمها ونا سنحها ومنسوخها وعرفوا من خالفها إلى الرأى فنبهوا على ذلك حتى نجم الحق بعد أن كان خافيا وبسق بعد أن كان دارساً واجتمع بعد أن كان متفرقاً و انقاد للسنة من كان عنها معرضا و تنبه عليها من كان غافلا وقد يعيبهم الطاعنون بحملهم الضعيف وطلبهم الغريب وفى الغرائب الداء ولم يحملوا الضعيف و الغريب لأنهم رأوها حقا بل جمعوا الغث والسمين و الصحيح و السقيم ليميزوا بينها ويدلوا عليها" ③

انہوں (محدثین) نے حق کو اس کے متوقع مواضع سے تلاش کیا اور سنن رسول ﷺ کی اتباع اور مشرق و مغرب، خشکی و تری وغیرہ میں ان اخبار (احادیث) کو طلب کر کے وہ تقرب الٰہی کے حقدار ٹھہرے اور وہ ان (احادیث) کی کھوج اور بحث و تمحیص میں لگے رہے یہاں تک کہ انہوں نے صحیح و کمزور، ناسخ و منسوخ روایات کو پہچان لیا اور انہوں نے اس کی مخالفت کرنے والوں کی صحیح رائے کی طرف نشاندہی کی یہاں تک کہ حق جو پہلے چھپا ہوا اور مٹا ہوا تھا اب بالکل واضح ہوگیا اور جو پہلے متفرق تھا وہ اکٹھا ہو چکا تھا اس کے نتیجے میں جو لوگ اس (سنت) سے منہ پھیرے ہوئے اور غافل تھے وہ مطیع اور بیدار ہو گئے۔ اور طاعنہ دینے والوں نے ضعیف اور غریب (حدیث) لینے پر انہیں مورد الزام ٹھہرایا کیونکہ کمزور روایات میں بیماری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محدثین نے کمزور اور غریب روایات کو حق سمجھتے ہوئے نہیں لیا تھا بلکہ انہوں نے کمزور اور قوی، صحیح اور ضعیف روایات کو اس لئے جمع کیا تھا تا کہ ان کے مابین خط امتیاز کھینچ سکیں اور ان کے بارے میں بتا سکیں۔

① ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص:۱/۱۶

② ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص:۱/۱۶

③ ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص:۱/۱۶

عبداللہ بن مبارک سے ضعیف احادیث کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا:

" تعیش لها الجهابذة " (۱) ﴿إنا نحن نزلنا الذكر و إنا له لحافظون﴾ (۲)

اس کام کے لیے ماہر ائمہ زندہ ہیں (بیشک ہم نے ذکر (قرآن کریم) اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔

ایک دفعہ ہارون رشید ایک زندیق کو قتل کرنے لگے۔ تو وہ بولا مجھے تو قتل کردو گے، لیکن میں نے جو ایک ہزار خود ساختہ احادیث وضع کیں ہیں۔ ان کا کیا کرو گے؟

ہارون رشید نے جواب دیا۔

" أين أنت يا عدوا الله من ابى اسحاق الفزارى و ابن المبارك يتخلّانها فيخرجانها حرفا حرفا " (۳)

اللہ کے دشمن کس خیال میں ہیں، ہمارے پاس ابو اسحاق فزاری اور عبداللہ بن مبارک موجود ہیں، جو چھان بین کر کے ان کا ایک ایک حرف الگ کردیں گے۔

علمائے امت نے حدیثِ نبوی کی حفاظت اور موضوع حدیث کے سدباب کیلئے درج ذیل اسلوب اختیار کئے:

۱۔ روایت میں احتیاط و تثبت

۲۔ علم الإسناد

۳۔ علم الجرح والتعدیل کا ظہور

---

(۱) السیوطی، تدریب الراوی، ص:۱/۲۸۲ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۳۷ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۱۸
◉ الامیر الحسنی الصنعانی نے اس طرح کا ایک قول عبدالرحمٰن بن مہدی سے نقل کیا ہے۔ توضیح الافکار، ص:۲/۱۸۹

(۲) الحجر:۱۵/۹

(۳) ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص:۱/۱۶

بحث اول

روایت میں احتیاط وتثبیت

روایت حدیث میں احتیاط اور تثبت

صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت قرآن حکیم کی شہادت کے مطابق عدالت کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز تھی [1]۔ ان کے یہاں حدیث کی روایت میں غلط بیانی کرنی تو کجا ان کی عام زندگی میں بھی کذب بیانی کا تصور تک نہیں تھا۔ اس لئے ابتداً حدیث کی روایت میں سند یا رواۃ کے ذکر کی ضرورت پیش ہی نہیں آئی۔ بلکہ بعض اوقات حدیث کی سند کے سوال پر بعض صحابہ کرامؓ کو غصہ ہوتے بھی پایا گیا۔

مثلاً ایک دفعہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا: ''کیا آپ نے یہ حدیثِ رسول ﷺ سے سنی ہے؟ تو آپ غضبناک ہوئے اور فرمایا: "ماكان بعضنا يكذب على بعض" [2] (ہم میں سے کوئی جھوٹ نہیں بولتا تھا)۔

تاہم صحابہ کرامؓ اخبار کے معاملہ میں احتیاط و تحقیق سے کام لیتے تھے اور خصوصاً جب معاملہ حدیث نبوی کا ہوتا تو انتہائی درجہ کی احتیاط سے کام لیتے اور اس خوف سے کہ کہیں کوئی غلط بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے، حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت زیدؓ بن ارقم، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت عبداللہؓ بن سعد، حضرت انسؓ بن مالک اور دوسرے صحابہ کرامؓ حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے اور بعض صحابہ کرامؓ تو ایک سال گزرنے کے بعد بھی وہم کے خوف سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے [3]۔

خلفاء راشدین کے زمانے میں بے شمار روایات نقل کی گئی لیکن انہوں نے جب تک انہوں نے ان کی صحت کا پوری طرح جائزہ نہیں لے لیا انہیں قبول نہیں کیا۔ اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو اس دور میں کئی ایک معاملات و قصص سامنے آتے ہیں جس میں صحابہ کرامؓ کی احادیث کے معاملے میں احتیاط و تحقیق واضح ہوتی ہے۔

---

① عدالت صحابہ کرامؓ کے بارے میں بے شمار آیات کریمہ ہیں:

مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس﴾ ال عمران: ۳/۱۱۰

◉ ﴿وكذلك جعلنا كم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس﴾ البقرة: ۲/۱۴۳

◉ ﴿لقد رضى الله عن المؤمنين إذيبا يعونك تحت الشجرة فعلم ما فى قلوبهم فأنزل السكينة عليهم و أثابهم فتحا قريبا﴾ الفتح: ۴۸/۱۸

◉ ﴿للفقراء المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم يبتغون فضلاً من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله أولئك هم الصادقون﴾ الحشر: ۵۹/۸

◉ ﴿...... والسابقون الأولون......﴾ التوبة: ۹/۱۰۰

② الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۳۵

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳

علامہ ذہبی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوانح حیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کان أول من احتاط فی قبول الأخبار" ①

حضرت ابوبکر الصدیقؓ پہلے شخص ہیں کہ جنھوں نے قبول احادیث میں حزم و احتیاط کا اہتمام کیا۔ ②

حضرت عمرؓ نے بھی روایت حدیث کے بارے میں محدثین کے لئے تحقیق و تثبت کا طریقہ جاری کیا ہے اگر کبھی آپ کو کسی حدیث کی صحت میں تردد ہوتا تو جب تک اطمینان نہ کر لیتے اس کو قبول نہ کرتے ③۔

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳

② قبیصہ بن ذویب فرماتے ہیں: ایک مرتبہ دادی میراث طلب کرنے کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئی، تو آپؓ نے فرمایا: "ما أجد لك فی كتاب الله شيئاً وما علمت أن رسول الله ﷺ ذكر لك شيئا ثم سأل الناس فقام المغيرة فقال حضرت رسول الله ﷺ يعطيها السدس فقال له هل معك أحد فشهد محمد بن مسلمة بمثل ذلك فأنفذه لها ابوبكرؓ" الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳

میں تمہارے لیے کتاب اللہ میں کوئی حصہ نہیں پاتا اور نہ ہی میرے علم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہارے لئے کوئی حصہ مقرر کیا ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے دریافت کیا (کہ کسی کو دادی کی وراثت کے بارے میں علم ہے) تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دادی کو چھٹا حصہ دیتے تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا تمہاری کوئی گواہی دے گا چنانچہ محمد بن مسلمہ نے گواہی دی پھر حضرت ابوبکرؓ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا۔

ابن ابی ملیکہ کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:

"إنكم تحدثون عن رسول الله ﷺ أحاديث تختلفون فيها والناس بعدكم أشد اختلافا فلا تحدثوا عن رسول الله شيأ فمن سألكم فقولوا بيننا و بينكم كتاب الله فاستحلوا حلاله و حرموا حرامه" الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳

تم رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرتے ہو اور اس میں اختلاف کرتے ہو اور تمہارے بعد آنے والے لوگ اس سے زیادہ اختلاف کریں گے۔ لہٰذا تم رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان نہ کیا کرو اگر کوئی مسئلہ پوچھے تو کہو ہمارے اور تمہارے مابین کتاب اللہ موجود ہے اس کی حلال کی ہوئی ہر چیز کو حلال جانو اور حرام چیز کو حرام جانو۔

اس مرسل روایت کے بعد علامہ ذہبی رقمطراز ہیں:

"وهذا المرسل يدل علىٰ أن مراد الصديق التثبت فی الأخبار والتحری فيها لا سد باب الرواية ألا تراه لما نزل به أمر الجدة ولم يجده فی الكتاب كيف سأل عنه فی السنة فلما أخبره الثقة ما اكتفى حتى استظهر بثقة آخر و لم يقل حسبنا كتاب الله كما تقوله الخوارج" الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳

اس مرسل حدیث سے ابوبکر الصدیقؓ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ احادیث بیان کرتے وقت تحقیق و تفحص سے کام لیا جائے آپ کا یہ ہرگز مطلب نہیں تھا کہ حدیث کا دروازہ مطلقاً بند کر دیا جائے جیسے آپ کے سامنے دادی کے ورثہ کا مسئلہ پیش ہوا اور آپ کو یہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہیں ملا تو آپ نے لوگوں سے پوچھا حدیث میں اس کا حل کیا ہے پھر ایک ثقہ نے شہادت دی تو مزید تحقیق کیلئے ایک دوسرے ثقہ شخص سے شہادت لے کر دادی کے حق میں فیصلہ دیا اور خوارج کی طرح یہ نہیں کیا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

امام زہری کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے ایک شخص کو حدیث بیان کی وہ مزید تصدیق کے لئے دوبارہ پوچھنے لگا تو آپ نے کہا حدیث اسی طرح ہے جس طرح میں نے تجھ سے بیان کی ہے مجھے زمین کیسے اٹھائے گی اگر میں وہ بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳

③ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: كنت فی مجلس من مجالس الأنصار إذ جاء ابو موسىٰ كأنه مذعور فقال استأذنت علىٰ عمرؓ ثلاثا فلم يؤذن لی فرجعت قال ما منعك قلت استأذنت ثلاثا فلا يؤذن لی فرجعت و قال رسول الله ﷺ إذا استأذن أحدكم ثلاثا فلم يؤذن له فليرجع فقال والله لتقيمن عليه بينة أمنكم أحد سمعه من النبی ﷺ...... البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الأدب، باب التسليم والإستئذان ثلاثا، حدیث نمبر ۶۲۴۵: ۱۰۸۷

میں انصار کی مجلس میں تھا کہ ابو موسیٰؓ ڈرے ہوئے آئے اور کہنے لگے میں نے عمرؓ سے تین مرتبہ اجازت چاہی مگر انہوں نے مجھے اجازت نہیں دی چنانچہ میں واپس چلا گیا تو حضرت عمرؓ نے کہا تمہیں اندر آنے سے کس چیز نے روکا ہے میں نے کہا میں نے تین مرتبہ اجازت چاہی مگر مجھے اجازت نہیں دی گئی، اور میں واپس لوٹ آیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ دی جائے اور اسے چاہئے کہ وہ واپس لوٹ آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا

بخدا تم اس پر کوئی گواہ پیش کرو کیا تم میں سے کسی ایک نے اس حدیث کو سنا ہے......

حضرت عمرؓ کا حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے گواہی طلب کرنا ان پر شک کی بناء پر نہیں تھا اور نہ اسلئے کہ آپ کو ان پر اعتماد نہیں تھا بلکہ محض احتیاط وحزم کے پیش نظر تھا، کیونکہ ایک دوسری روایت میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے کہا: "أما إني لم أتهمك ولكن خشيت أن يتقول الناس على رسول الله ﷺ" الشافعی، الام، ص:۴۳۵

میں تجھے متہم نہیں کرتا مجھے صرف یہ خدشہ ہے کہ کہیں لوگ حدیث رسول ﷺ میں قیل وقال شروع نہ کردیں۔

امام مالکؒ نے ابن شہاب زہریؒ کی مرسل روایت نقل کی ہے: "أن رسول الله ﷺ قال لا يجتمع دينان في جزيرة العرب قال مالك قال ابن شهاب ففحص عن ذلك عمرؓ بن الخطاب حتى أتاه الثلج واليقين أن رسول الله ﷺ قال لا يجتمع دينان في جزيرة العرب فأجلى يهود خيبر" امام مالک، الموطا، کتاب الجامع، باب ماجاء في إجلاء اليهود من المدينة، حدیث نمبر ۱۸، ص:۳۶۶

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہیں ہوسکتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ابن شہاب کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس بارے میں غور و خوض کیا یہاں تک کہ آپ کو یقین کامل ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہیں ہوسکتے چنانچہ حضرت عمرؓ نے خیبر کے یہود کو جلاوطن کردیا۔

امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں نقل کیا ہے:

عن أمية الضمري أن عمرؓ بن الخطاب مر عليه وهو يساوم بمرط فقال ما هذا قال أريد أن أشتريه وأتصدق به فاشتراه فدفعه إلىٰ أهله وقال إني سمعت رسول الله ﷺ يقول ما أعطيتموهن فهو صدقة فقال عمرؓ من يشهد معك فأتى عائشةؓ فقام من وراء الباب فقالت من هذا قال عمرؓ قالت ما جاء بك قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ما أعطيتموهن فهو صدقة قالت نعم" البیہقی، السنن الکبریٰ، ص:۴/۱۷۸ ⊙ صحیح مسلم میں الفاظ یوں ہیں "وإن ماتأ كل إمرأتك من مالك صدقة" المسلم، الصحیح، كتاب الصدقة، باب الوصية بالثلث، حدیث نمبر ۴۲۱۵، ص:۷۱۵

حضرت امیہ الضمریؓ سے مروی ہے آپ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں چادر کا سودا کررہا تھا کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کا ادھر سے گزر ہوا کہنے لگے کیا کررہے ہو میں نے کہا میں اس چادر کو خرید کر صدقہ دینا چاہتا ہوں چنانچہ میں نے چادر خرید کر اپنی بیوی کو دے دی اور میں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرمارہے تھے جو کچھ تم اپنی بیویوں کو دیتے ہو وہ صدقہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تمہاری گواہی کون دے گا حضرت عائشہ کے پاس آئے اور دروازے کے پیچھے کھڑے ہوگئے حضرت عائشہؓ نے کہا کون ہے (حضرت عمرؓ نے) کہا عمر حضرت عائشہ کہنے لگی، کس غرض کیلئے تشریف لائے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے۔ جو کچھ تم نے اپنی عورتوں کو دیا ہے وہ صدقہ ہے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا ہے جی ہاں۔

الجامع الصحیح اور دوسری کتب میں ہے: "استشار عمرؓ بن الخطاب الناس في ملاص المرأة فقال المغيرةؓ بن شعبة شهدت النبي ﷺ قضىٰ فيه بغرة عبد أو أمة قال فقال عمرؓ ائتني بمن يشهد معك قال فشهد له محمدؓ بن مسلمة" البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الديات، باب جنين المرأة، حدیث نمبر ۶۹۰۷، ص:۱۱۹۰ ⊙ المسلم، الصحیح، كتاب القسامة، باب دية الجنين، حدیث نمبر ۴۳۹۷، ص:۷۳۶ ⊙ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، كتاب الديات، باب دية الجنين، حدیث نمبر ۴۵۷۰، ص:۶۳۶

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے عورت کے مردہ بچہ کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا تو مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا جب آپ ﷺ نے اس کے بارے میں ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنے کا حکم دیا تھا پھر آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا اس کی شہادت دینے کے لئے کوئی شخص لاؤ چنانچہ حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے اس کی گواہی دی۔

علامہ ذہبی نے نقل کیا ہے: "عن عبدالله بن ابی بکرؓ قال كان للعباس بيت في قبلة المسجد فضاق المسجد علىٰ الناس فطلب إليه عمرؓ البيع فأبى فذكر الحديث و فيه فقال عمرؓ لأبيّ لتأتين على ما تقول ببينة فخرجا فإذا ناس من الأنصار قال فذكر لهم قالوا قد سمعنا هذا من رسول الله ﷺ فقال عمرؓ أما إني لم أتهمك ولكن أحببت أن أتثبت" الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۸

عبداللہ بن ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ کا گھر مسجد کے قبلہ کی جانب تھا۔ تنگی کے باعث مسجد کی توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو مکان بیچنے کے لئے کہا لیکن انہوں نے انکار کردیا یہ طویل قصہ ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت اُبیؓ سے کہا جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے ثبوت کے لئے کوئی گواہ پیش کرو (گواہ کی تلاش میں) دونوں باہر نکلے تو انصار کی ایک جماعت ملی حضرت ابیؓ نے ان سے تذکرہ کیا تو وہ سب بولے ہم سب نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابی کو مخاطب کرکے فرمایا میں تمہیں جھوٹا نہیں سمجھتا میں تحقیق اور اطمینان چاہتا ہوں۔

علامہ ذہبیؒ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کے حالات زندگی میں تحریر کیا ہے:

"كان إماما عالما متحريا فى الأخذ بحيث إنه يستحلف من يحدثه بالحديث"①

آپ علم میں امامت کے رتبہ پر فائز تھے اور اخذ حدیث میں اس قدر محتاط تھے کہ حدیث بیان کرنے والے سے پہلے حلف (قسم) لیتے تھے②۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کے عہد خلافت میں صحابہ کرامؓ حدیث کی روایت میں احتیاط و تثبت سے کام لیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب ملتِ اسلامیہ مختلف داخلی اور خارجی فتن سے دوچار ہوئی، مختلف سیاسی، مذہبی گروہ معرضِ وجود میں آئے۔ ہر گروہ اپنے اپنے موقف کی تائید میں احادیث میں غلط بیانی، بلکہ کذب بیانی تک پر آمادہ ہوا۔ اور کثرت سے احادیث وضع کی جانے لگیں۔ تب محدثین کرام اپنے اسلاف کے نمونہ پر چلتے ہوئے حدیث کی حفاظت کے لئے احادیث کے معاملے میں احتیاط اور تثبت سے کام لینے لگے۔ عہد بنو امیہ میں صحابہ اکرامؓ کا احادیث کے بارے میں احتیاط اور تحقیق کے اس رویے کے بارے میں مصادر سے بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

---

① الذهبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰

② اسماء بن حکم کے بارے میں منقول ہے: "أنه سمع علياً يقول كنت إذا سمعت من رسول الله ﷺ حديث نفعني الله بما شاء أن ينفعني الله به وكان إذا حدثني عنه غيره استحلفته فإذا حلف صدقته" ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، حدیث نمبر ۱۵۲۱، ص:۲۲۳ ◎ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب تفسير القرآن، باب و من سورة ال عمران، حدیث نمبر ۳۰۰۶، ص:۶۷۶ ◎ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوٰت، حدیث نمبر ۱۳۹۵، ص:۱۹۹

بیشک انہوں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے وہ کہہ رہے تھے جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو حسب توفیق الٰہی میں اس سے فائدہ اٹھاتا اور جب مجھے کوئی دوسرا شخص آپ ﷺ کی حدیث سناتا تو پہلے اس سے قسم لیتا اگر وہ قسم اٹھالیتا تو میں اس کی حدیث کو سچ مان لیتا تھا۔

علامہ ذہبیؒ نے حضرت علیؓ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے: "حدثوا الناس بما يعرفون و دعوا ما ينكرون أتحبون أن يكذب الله و رسوله" الذهبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۱

لوگوں سے وہی احادیث بیان کرو جو وہ جانتے ہیں اور ان احادیث کو ان کے سامنے بیان کرنا چھوڑ دو جن کو وہ نہیں جانتے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کی جائے۔

اس کے بعد علامہ ذہبیؒ بیان کرتے ہیں: "فقد زجر الإمام عليٌّ عن رواية المنكر وحث على التحديث بالمشهور و هذا أصل كبير فى الكف عن بث الأشياء الواهية و المنكرة من الأحاديث فى الفضائل و العقائد و الرقائق ولا سبيل إلىٰ معرفة هذا من هذا إلا بالأمعان فى معرفة الرجال" الذهبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۱

حضرت علیؓ نے منکر احادیث بیان کرنے سے منع فرمایا ہے اور مشہور اور صحیح احادیث بیان کرنے کی ترغیب دی ہے اور دراصل یہ فضائل اعمال، عقائد اور دل میں رقت اور گداز پیدا کرنے والی اشیاء میں بے بنیاد اور باطل احادیث پھیلانے سے منع کرنے کا ایک عظیم اصول ہے اس کے ساتھ ہی رواۃ حدیث میں گہری چھان بین کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر صحیح اور باطل حدیث میں امتیاز کرنا انتہائی مشکل ہے۔

❁ حضرت زیدؓ بن ثابت کا حدیث کے بارے میں احتیاط وتثبت

صحیح مسلم میں طاؤس کا بیان ہے:

"کنت مع ابن عباسؓ إذ قال زيدؓ بن ثابت تفتي أن تصدر الحائض قبل أن يكون آخر عهدها بالبيت فقال له ابن عباسؓ إما لا فسل فلانة الأنصارية هل أمرها بذلك رسول الله ﷺ قال فرجع زيدؓ بن ثابت إلىٰ ابن عباسؓ يضحك وهو يقول ما أراك إلا قد صدقت" (١)

میں عبداللہؓ بن عباسؓ کے ساتھ تھا، زیدؓ بن ثابت نے (ابن عباسؓ) سے کہا آپ لوگوں کو یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ بغیر طواف (طواف وداع) کیسے واپس جا سکتی ہے۔ ابن عباسؓ نے ان سے کہا کیوں نہیں آپ فلاں انصاریہ عورت سے پوچھ لیں کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اسے اس طرح حکم دیا تھا طاؤس کہتے ہیں زیدؓ بن ثابت' ابن عباسؓ کے پاس ہنستے ہوئے لوٹ آئے اور یہ کہہ رہے تھے میں تمہاری بات کو سچ خیال کرتا ہوں۔

❁ حضرت عمرانؓ بن حصین کا حدیث کے بارے میں احتیاط وتثبت

حضرت حسنؒ، حضرت سمرہؓ بن جندب سے روایت کی ہے۔ حضرت سمرہؓ بن جندب فرماتے ہیں:

"سكتتان حفظتهما عن رسول الله ﷺ فأنكر ذلك عمرانؓ بن حصين قال حفظنا سكتة فكتبنا إلىٰ أبيؓ بن كعب بالمدينة فكتب أن سمرةؓ قد حفظ" (٢)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے یاد کیے ہیں عمرانؓ بن حصین نے ان کا انکار کیا اور کہا ہم نے ایک سکتہ یاد کیا ہے چنانچہ ہم نے مدینہ میں ابیؓ بن کعب کو لکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ سمرہؓ نے صحیح یاد کیا ہے۔

❁ اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط وتثبت

حضرت عروۃ بن زبیرؒ فرماتے ہیں ایک دفعہ مجھ سے حضرت عائشہؓ نے کہا:

"يا ابن أختي بلغني أن عبداللهؓ بن عمرو مار بنا إلىٰ الحج فالقه فاسأله فإنه قد حمل عن النبي ﷺ علما كثيراً قال فلقيته فسألته عن أشياء

---

(١) المسلم، الصحیح، كتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض، حدیث نمبر ۳۲۲۱، ص: ۵۵۷

(٢) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، ابواب تفريع استفتاح الصلاة، باب السكتة عندالإفتتاح، حدیث نمبر ۷۷۷، ص: ۱۳۱

◉ الترمذی، الجامع الترمذی، ابواب الصلاة عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في السكتتين في الصلاة، حدیث نمبر ۲۵۱، ص: ۶۹

◉ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب إقامة الصلوت والسنة فيها، باب في سكتتي الإمام، حدیث نمبر ۸۴۴، ص: ۱۲۰

يذكرها عن رسول الله ﷺ قال عروة فكان فيما ذكر أن النبي ﷺ قال إن الله لا ينتزع العلم من الناس انتزاعا ولكن يقبض العلماء فيرفع العلم معهم و يبقى في الناس رؤساء جهالا يفتونهم بغير علم فيضلون و يضلون قال عروة فلما حدثت عائشة بذلك أعظمت ذلك وأنكرته قالت أحدثك أنه سمع النبي ﷺ يقول هذا؟ قال عروة حتى إذا كان قابل قالت له ان ابن عمروؓ قد قدم فالقه ثم فاتحه حتى تسأله عن الحديث الذي ذكره لك في العلم قال فلقيته فسألته فذكره لي نحوما حدثني به في مرته الأولىٰ قال عروة فلما أخبرتها بذلك قالت ما أحسبه إلا قد صدق أراه لم يزد فيه شيئا ولم ينقص"۔ (۱)

اے بھانجے! مجھے خبر ملی ہے کہ عبداللہؓ بن عمروؓ ہمارے ساتھ حج کیلئے جا رہے ہیں۔ تم ان سے مل کر حدیث کے بارے میں دریافت کرنا کیونکہ نبی ﷺ نے ان سے بہت سی علمی باتیں کی ہوئی ہیں۔ حضرت عروۃ بن الزبیرؓ کہتے ہیں کہ میں ان سے ملا اور بہت سی علمی باتیں ان سے دریافت کیں جن کا اکثر وہ ذکر کیا کرتے تھے۔ انہوں نے جوابا نبی ﷺ سے یہ روایت بیان کی "اللہ تعالیٰ لوگوں سے براہ راست علم نہیں اٹھائے گا بلکہ علماء وفات پا جائیں گے اور اسی طرح ان کا علم بھی ان کے ساتھ ہی اٹھالیا جائے گا اور لوگوں میں جاہل رہنما باقی رہ جائیں گے جو لوگوں کو علم کے بغیر فتویٰ دیا کریں گے اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دیگر لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔" حضرت عروہؓ فرماتے ہیں جب میں نے یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے بیان کی تو انہوں نے اسے بڑی بات سمجھ کر تعجب کا اظہار کیا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا واقعی عبداللہؓ بن عمروؓ نے تجھ سے یہ کہا ہے کہ انہوں نے خود نبی ﷺ کو یہ بات کہتے ہوئے سنا ہے؟ حضرت عروہؓ کہتے ہیں میں دوبارہ حضرت عائشہؓ سے ملا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ عبداللہ بن عمرو یہاں آئے ہوئے ہیں تم ان سے دوبارہ ملو اور یہاں تک کہ تم ان سے پوچھ سکو کہ علم کے بارے میں جو حدیث انہوں نے ذکر کی ہے وہ دوبارہ فرمائیں چنانچہ (ان کے حکم کے مطابق) میں ان سے ملا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے اس حدیث کو (بالکل) اسی طرح بیان کیا جس طرح پہلی دفعہ (ملاقات میں) بیان کیا تھا۔ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے (اس مرتبہ) فرمایا کہ "میرا خیال ہے کہ وہ سچے ہیں اور انہوں نے اپنی طرف سے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی"۔

(۱) البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الإعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يذكر من ذم الرأي و تكلف القياس، حدیث نمبر ۷۳۰۷، ص: ۱۴۵۸
(۲) المسلم، الصحیح، كتاب العلم، باب رفع العلم و قبضه، حدیث نمبر ۶۷۹۹، ص: ۱۱۶۳

❀ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط وتثبت

امام مسلم نے مقدمۃ الصحیح میں امام طاؤس کا قول بیان کیا ہے:

"جاء بُشیر بن کعب إلی ابن عباسؓ فجعل یحدثه فقال له ابن عباسؓ عد لحدیث کذا و کذا فعاد له ثم حدثه فقال له عد لحدیث کذا وکذا فعادله فقال له ما أدری أعرفت حدیثی کله و أنکرت هذا أم أنکرت حدیثی کله و عرفت هذا فقال ابن عباسؓ إنا کنا نحدث عن رسول اللهﷺ إذ لم یکن یکذب علیه فلما رکب الناس الصعب والذلول ترکنا الحدیث عنه" ①

بُشیر بن کعب حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور ان کو احادیث سنانے لگے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فلاں فلاں حدیث ذرا پھر سے سنانا چنانچہ بُشیر نے وہ احادیث دوبارہ سنائیں اور پھر دوبارہ احادیث سنانے لگے پھر حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا فلاں فلاں حدیث دوبارہ سنانا تو بُشیر دوبارہ سنا چکے تو انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا مجھے معلوم نہیں کہ کیا آپ نے جن روایات کو دوبارہ سنانے کو نہیں فرمایا وہ آپ کے ہاں معروف اور مقبول ہیں اور دوسری غیر مقبول ہیں؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث اس وقت بیان کرتے تھے جب آپ ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھا جاتا تھا اور جب لوگوں نے سچ اور جھوٹ کو ملانا شروع کیا تو ہم نے آپ ﷺ سے حدیث بیان کرنی چھوڑ دی۔

اسی طرح ایک دوسرا قول امام مجاہد سے منقول ہے ②۔

❀ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط وتثبت

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نافع کا قول بیان کیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"قیل لا بن عمرؓ إن أبا هریرةؓ یقول سمعت رسول اللهﷺ یقول من تبع جنازة فله قیراط من الأجر فقال ابن عمرؓ أکثر علینا ابو هریرةؓ فبعث إلیٰ عائشةؓ فسألها فصدقت أبا هریرةؓ فقال ابن عمرؓ لقد فرطنا فی قراریط کثیرة" ③

① المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء والإحتیاط فی تحملها، حدیث نمبر ۱۹، ص: ۹
② المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء والإحتیاط فی تحملها، حدیث نمبر ۲۱، ص: ۱۰
③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب فضل اتباع الجنائز، حدیث نمبر ۱۳۲۳، ص: ۲۱۳
⊛ المسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب فضل الصلاة علی الجنازة واتباعها، حدیث نمبر ۲۱۹۳، ص: ۳۸۱

حضرت ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے جو شخص جنازہ کے پیچھے جاتا ہے تو اسے ایک قیراط اجر ملتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا ابو ہریرہؓ بہت زیادہ احادیث بیان کرنے لگے ہیں پھر آپ نے حضرت عائشہؓ کی طرف پیغام بھیج کر اس (حدیث) کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کی تصدیق کی۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا ہم نے بہت سے قراریط کے بارے میں کمی کر دی ہے (یعنی ان کا ثواب حاصل نہیں کر سکے)۔

ایک دوسری روایت میں نافع بیان کرتے ہیں:

"أن ابن عمرؓ قال له رجل من بني ليث إن أبا سعيد الخدريؓ يأثر هذا عن رسول الله ﷺ قال نافع فذهب عبداللهؓ وأنا معه والليثي حتى دخل على ابي سعيد الخدريؓ فقال إن هذا أخبرني أنك تخبر أن رسول ﷺ نهى عن بيع الورق بالورق إلا مثلاً بمثل و عن بيع الذهب بالذهب إلا مثلا بمثل فأشار ابو سعيد بإصبعيه إلىٰ عينيه وأذنيه فقال أبصرت عيناى و سمعت أذناى رسول الله ﷺ يقول لا تبيعوا الذهب بالذهب ولا تبيعوا الورق بالورق إلا مثلا بمثل........" ①

بنولیث قبیلہ کے ایک شخص نے ابن عمرؓ سے کہا کہ ابوسعید الخدریؓ اس (حدیث) کو رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں نافع کہتے ہیں چنانچہ عبداللہؓ بن عمرؓ میرے اور لیثی کی معیت میں ابوسعید خدریؓ کے پاس گئے اور کہنے لگے مجھے اس (لیثی) نے خبر دی کہ آپ یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کو چاندی کے بدلے فروخت کرنے سے منع کیا ہے مگر برابری کے ساتھ سونے کو سونے کے بدلے فروخت سے منع کیا ہے مگر برابری کے ساتھ۔ ابوسعیدؓ نے اپنی انگلیوں سے اپنی آنکھوں اور کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے سونے کو سونے کے بدلے اور چاندی کو چاندی کے بدلے مت فروخت کرو۔ بلا یہ کہ برابر برابر ہوں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط وتثبت

سنن نسائی میں عبداللہ بن خباب کا قول نقل کیا گیا ہے۔ ان کا بیان ہے:

"أن أبا سعيد الخدريؓ قدم من سفر فقدم إليه أهله لحما من لحوم الأضاحى

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البيوع، باب بيع الفضة بالفضة، حدیث نمبر ۲۱۷۶، ص: ۳۴۸
◉ المسلم، الصحیح، کتاب المساقاة، باب الربا، حدیث نمبر ۴۰۵۵، ص: ۶۹۱
◉ النسائی، سنن النسائی، کتاب البيوع، باب بيع الذهب بالذهب، حدیث نمبر ۴۵۷۵، ص: ۶۳۰

فقال ما أنا باكله حتى أسأل فانطلق إلىٰ إخيه لأمه قتادة بن النعمان وكان بدريا فسأله عن ذلك قال إنه قد حدث بعدك أمر نقضاً لما كانوا نهوا عنه من أكل لحوم الأضاحي بعد ثلاثة أيام" ①

ابوسعید الخدریؓ سفر سے آئے تو ان کے گھر والوں نے انہیں قربانی کا گوشت پیش کیا تو آپ نے کہا میں اسے ہرگز نہیں کھاؤں گا یہاں تک اس کے بارے میں، میں کسی سے پوچھ نہ لوں۔ چنانچہ آپ اپنے علاتی بھائی قتادہ بن نعمان کے پاس گئے جو بدری صحابی تھے اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا آپ کے جانے کے بعد ممنوع شدہ حکم قربانی کے گوشت کو تین ایام کے بعد کھانے کی ممانعت ختم کردی گئی ہے یعنی اب تم کھا سکتے ہو۔

الغرض حدیث کی حفاظت اور موضوع اور من گھڑت احادیث سے بچاؤ اور سد باب کے لئے محدثین نے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ کسی حدیث کو اس وقت تک قبول نہ کیا جب تک کہ پوری طرح اس کی صحت کا جائزہ نہیں لے لیا اور جب انہیں اس کی صحت کا پورا یقین ہوگیا تو تب انہوں نے اسے قبول کیا۔ محدثین کا یہ طریقہ کار فتنہ وضع حدیث کی سرکوبی کے لئے بہت کار آمد ثابت ہوا اس طرح صحیح اور موضوع احادیث کے مابین خط امتیاز کرنا آسان ہوگیا۔

---

① النسائی، سنن النسائی، كتاب الضحايا، باب الإذن في ذلك، حدیث نمبر۴۴۳۲، ص:۶۱۳

بحث ثانی

علم الاسناد کا مفہوم، آغاز و اہمیت

علم الاسناد کا مفہوم، آغاز اور اس کی اہمیت

سند و اسناد کا مفہوم:

لغت میں سند کے درج ذیل معانی مستعمل ہیں۔

۱۔ ٹیک لگانا، سہارا لینا۔ علامہ فیومی سند کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

"ما استندت إليه من حائط وغيره"① (کسی چیز کا سہارا لینا یعنی دیوار وغیرہ کا)

۲۔ زمین کا وہ سخت حصہ جو سطح سے کچھ بلند ہو۔ ابن منظور فرماتے ہیں:

"السند ما ارتفع من الأرض فی قُبُل الجبل أوالوادی"② (سند: پہاڑ یا وادی کے سامنے بلند حصہ کو کہتے ہیں)

۳۔ علامہ وحید الزمان نے سند کے رسید، واؤچر، بل، وثیقۂ قرض، رقعۂ قرض، بونڈ، طاقت، دستاویز وغیرہ معانی کا اضافہ کیا ہے③۔

اور لفظ اسناد، أسند سے مصدر ہے۔ جس کا معنی بلند کرنا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔

"أسند الحديث إلى قائله إذا رفعته إليه بذكر ناقله"④

میں نے حدیث کو اس کے قائل کی طرف بلند کیا۔

سند و اسناد کا اصطلاحی مفہوم:

حافظ بدر الدین بن جماعۃ فرماتے ہیں:

"السند هوالإخبار عن طريق المتن وهو مأخوذ إما من السند و هومارتفع و علا من سفح الجبل لأن المسند يرفعه إلىٰ قائله أو من قولهم فلان سند أی معتمد فسمی الإخبار عن طريق المتن سنداً لإعتماد الحفاظ فی صحة الحديث و ضعفه عليه، و أما الإسناد فهو رفع الحديث إلىٰ قائله و المحدثون يستعملون السند والإسناد لشيئ واحد"⑤

سند دراصل وہ متن (TEXT) کے طریق کے بارے میں خبر دینا ہے اور سند یا تو اس سند سے ماخوذ ہیں جو کسی پہاڑ کی چوٹی پر بلند ہو جائے کیونکہ سند بیان کرنے والا (راوی) حدیث کو اس کے قائل کی طرف بلند کرتا ہے یا یہ

---

① الفیومی، المصباح المنیر، ص:۲۹۱ ② ابن منظور، لسان العرب، ص:۳/۲۲۰

③ وحید الزمان، القاموس الوحید، ص:۸۰۸ ④ الجزائری، توجیہ النظر، ص:۲۵

⑤ ابن جماعۃ، المنہل الروی، ص:۲۹ ◉ الطیبی، الخلاصۃ فی أصول الحدیث، ص:۳۰ ◉ السیوطی، تدریب الراوی، ص:۱/۴۱ ◉ ابن حجر، نزھۃ النظر، ص:۱۹ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص:۱/۱۴

(سند) "فلان سند" سے ماخوذ ہے۔ یعنی فلاں شخص قابل اعتماد ہے چنانچہ متن کے ذریعہ پہنچنے والی خبر کو سند اس لئے کہتے ہیں کہ حفاظ (حدیث) حدیث کی صحت اور اس کے ضعیف ہونے کا اعتماد اس (سند) پر ہوتا ہے اور اسناد کا معنی ہے کہ کسی حدیث کو اس کے قائل کی طرف منسوب کرنا اور محدثین کے ہاں سند اور اسناد کا مفہوم ایک ہے۔

علامہ جزائری نے سند کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

"و سند الحديث هو ما ذكر قبل المتن ويقال له الطريق لأنه يوصل إلى المقصود هنا و هو الحديث" (۱)

حدیث کی سند سے مراد یہ ہے جو متن سے پہلے ذکر کی جائے اور اسے طریق بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ہی مقصود کی طرف پہنچاتی ہے جو کہ حدیث ہے۔

علم اسناد کی ابتدا:

مصطفیٰ اعظمی اسناد کی ابتدا کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"يبدو أنه قد استعمل قبل الإسلام فى نقل بعض الكتب أو بعض المعلومات منهج مايشبه الإسناد إلى حد ما لكن دون إعطائه أية أهمية نجد مثال فى كتاب اليهود المشنا مثلا ويبدو أن الإسناد قد استعمل إلىٰ حد ما فى نقل الشعر الجاهلى أيضا لكن أهميته ظهرت فى نقل الأحاديث النبوية فقط ووصلت إلىٰ منتها ها حتى قال ابن المبارك الإسناد من الدين" (۲)

معلوم ہوتا ہے کہ قبل از اسلام بعض کتب یا معلومات کی روایت میں ایسا طریقہ استعمال ہوتا تھا جو کسی حد تک اسناد کے مشابہ تھا لیکن اسے کوئی قابل ذکر اہمیت حاصل نہیں تھی اس کی مثال ہمیں یہود کی کتاب المشنا (MISHNA) میں ملتی ہے نیز دورِ جاہلیت کی شعر و شاعری کی روایت میں بھی کسی حد تک اسناد کا استعمال ہوتا تھا۔ لیکن اس کی اہمیت صرف احادیثِ نبویہ کی روایت کے بعد ہی ظاہر ہوئی اور اپنی انتہا تک پہنچی یہاں تک کہ ابن مبارک نے کہا کہ اسناد دین سے ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دورِ جاہلیت کی شعر و شاعری اور بعض کتب و معلومات وغیرہ کی روایت میں سند کا استعمال کسی حد تک پایا جاتا تھا (۳) لیکن یہ طریقہ شاذ و نادر ہونے کے ساتھ غیر واضح بھی تھا لیکن ظہور اسلام کے بعد جب مسلمانوں کے درمیان حدیث عام ہوئی تو نقل حدیث کے سلسلہ میں سابقہ طریق کار (یعنی روایت میں سند کا استعمال) سے بھر پور استفادہ

---

(۱) الجزائری، توجیہ النظر، ص: ۲۵

(۲) الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۳۹۱/۲

(۳) ناصر الدین، مصادر الشعر الجاہلی، ص: ۲۵۵

کیا گیا اور سند سے استفادہ کرنا ایک لازمی اور طبیعی معاملہ تھا کیونکہ سنت مطہرہ شریعت اسلامیہ کا دوسرا بڑا ماخذ ہے جس کے نقل اور قبول میں حد درجہ احتیاط اور سختی کرنا ضروری تھا۔

عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ وہ احادیث نبویہ کو ایک دوسرے تک پہنچاتے رہے ہیں۔ کیونکہ وہ حکم خداوندی کے اس بات کے پابند تھے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔:

﴿وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون﴾ ①

اور یہ بات مناسب نہیں ہے کہ تمام مؤمنین جہاد کیلئے نکل جائیں ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت کے کچھ لوگ نکلیں تا کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب اپنی قوم کے پاس لوٹیں تو انہیں ڈرائیں تا کہ وہ برے کاموں سے بچیں۔ ②

نیز نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دین کی تبلیغ اور اسے دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا تھا ③'' مثلاً

چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس فریضہ کو بااحسن ادا فرمایا اور ایک دوسرے کی عدم موجودگی میں رسول اللہ ﷺ سے احادیث سن کر اسے دوسروں تک پہنچایا۔

امام بخاریؒ نے اپنی الجامع الصحیح میں ایک باب " بـاب التنـاوب فـي العلم " کے عنوان سے قائم کیا ہے۔ اور اس میں حضرت عمرؓ کا قصہ بیان فرمایا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

---

① التوبۃ: ۹/۱۲۲

② اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں عبداللہ بن عبید بیان کرتے ہیں: ((كان المؤمنون يحرضهم على الجهاد إذا بعث رسول الله ﷺ سرية خرجوا فيها وتركوا النبي ﷺ بالمدينة في رقة من الناس)) آنحضرت ﷺ مومنوں کو جہاد پر ابھارا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ جب کسی قافلہ کو جہاد کے لئے بھیجتے تو صحابہ کرامؓ اس (جہاد) کے لئے نکلتے اور نبی ﷺ کو مدینہ منورہ میں کچھ لوگوں کے پاس چھوڑ جاتے تھے۔ السیوطی، الدر المنثور، ص: ۳/۳۲۳ ⊙ الرازی، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۶/۱۹۱۰

③ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ((.....وليبلّغ الشاهد الغائب)) حاضر شخص غائب کو (علم) پہنچائے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ليبلّغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۴، ص: ۲۳ ⊙ ابن حنبل، المسند، ص: ۱/۳۳۷؛

نیز آپ ﷺ کا ارشاد: ((ألا ليبلغ الشاهد الغائب)) خبردار (آگاہ رہو) حاضر شخص غائب کو پہنچائے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ليبلّغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۵، ص: ۲۳ ⊙ ابن حنبل، المسند، ص: ۱/۳۳۷؛

آپ ﷺ نے وفد عبدالقیس کو تعلیم دینے کے بعد ارشاد فرمایا: ((..... احفظوه و أخبروه من وراء كم)) اسے یاد رکھو اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی اطلاع دو۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب تحريض النبي ﷺ وفد عبدالقيس، حدیث نمبر ۸۷، ص: ۲۰

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: ((نضر الله امراء سمع منا شيئا فبلّغه كما سمعه.....)) اللہ تعالی اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے مجھ سے کچھ سنا اور اسی طرح دوسروں تک پہنچا دیا۔ الترمذی، الجامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء في الحث على تبليغ السماع، حدیث نمبر ۲۶۵۷، ص: ۶۰۳

اور آپ ﷺ کا فرمان: ((نضر الله امراء سمع مقالتي فوعا ها و حفظها و بلّغها.....)) الترمذي، الجامع الترمذي، كتاب العلم، باب ماجاء في الحث على تبليغ السماع، حديث نمبر ۲۶۵۸، ص: ۶۰۳

اللہ تعالی اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسے یاد کیا اور اس کی حفاظت کی اور اسے دوسروں تک پہنچا دیا۔

((کنت أنا وجار لی من الأنصار فی بنی أمیة بن زید۔ وهی من عوامی المدینة۔ وکنا نتناوب النزول علی رسول الله ﷺ ینزل یوما و أنزل یوما فإذا نزلت جئته بخبر ذلك الیوم من الوحی وغیره و إذا نزل فعل مثل ذلك......)) ①

میں اور میرا ایک انصاری ہمسایہ جو مدینہ کے کنارے بنی امیہ بن زید (بستی) میں رہتا تھا ہم باری باری رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے ایک دن وہ آتا اور دوسرے دن میں آتا اور جب میں آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتا تو میں اس دن کی خبر وحی وغیرہ لے آتا (اور اپنے ساتھی کو بتاتا) اور جب وہ آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتا وہ بھی میری طرح کرتا (یعنی مجھے اس دن کے بارے میں خبر دیتا)۔

اسی طرح حضرت سلیطؓ کا قصہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں زمین کا کچھ حصہ دیا چنانچہ اس کے بعد حضرت سلیطؓ زمین کی دیکھ بھال کرنے کے لئے جاتے اور جب واپس لوٹتے تو صحابہ کرامؓ انہیں فرماتے:

"لقد نزل بعدك من القرآن کذا و کذا وقضی رسول الله ﷺ فی کذا و کذا قال فانطلق إلیٰ رسول الله ﷺ فقال یا رسول الله إن هذه الارض التی اقطعتنیها قد شغلتنی عنك فاقبلها منی فلا حاجة لی فی شیئ یشغلنی عنك...." ②

تمہارے بعد (عدم موجودگی میں) قرآن کریم کا فلاں فلاں (حصہ) نازل ہوا، رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں فیصلہ صادر فرمایا چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یہ زمین جو آپ نے مجھے عنایت کی ہے اس نے مجھے آپ (کی احادیث) سے مشغول کر دیا ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں مجھ سے لے لیں کیونکہ اس نے مجھے آپ سے مشغول کر رکھا ہے۔

حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں:

"لیس کلنا سمع حدیث رسول لله ﷺ کانت لنا ضیعة و أشغال ولکن الناس کانوا لایکذبون یومئذ فیحدث الشاهد الغائب" ③

کام کاج اور دوسری مصروفیات کی وجہ سے ہم سب رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو سن نہیں سکتے تھے البتہ اس وقت ہم کسی کو جھٹلاتے نہیں تھے (حضور ﷺ کی مجلس میں) حاضر ہونے والا شخص غائب شخص کو حدیث بیان کر دیا کرتا تھا۔

حضرت ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں:

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، حدیث نمبر ۸۹، ص:۳۱

② ابو عبید، الاموال، ص:۲۷۲

③ الحاکم، المستدرک، کتاب العلم، ص:۱/۱۲۷، ۹۵ ◉ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص:۹۲ ◉ ابن ابی خیثمہ، التاریخ، ص:۳/۵۳

" إنكم تقولون أكثر ابوهريرة" عن النبى ﷺ والله الموعد وتقولون ما للمهاجرين لايحدثون عن رسول الله ﷺ هذه الأحاديث و أن أصحابى من المهاجرين كانت تشغلهم أرضهم والقيام عليها و إنى كنت امرأ مسكينا ألزم رسول الله ﷺ على ملأ بطنى " ①

تم کہتے ہو کہ ابو ہریرۃ " نبی ﷺ سے زیادہ حدیث بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کا متمنی ہے اور تم کہتے ہو کہ مہاجرین کو کیا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے احادیث بیان نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے مہاجر ساتھیوں کو زمین اور اس کا انتظام مشغول رکھتا تھا اور میں ایک مسکین شخص تھا رسول اللہ ﷺ سے پیٹ بھرنے پر ساتھ لگا رہتا۔

نیز حضرت ابو ہریرۃؓ کا قول ہے:

" وكنت أكثر مجالسة رسول الله ﷺ أحضر إذا غابوا و أحفظ إذا نسوا" ②

جب وہ غائب ہوتے تو میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر رہتا تھا اور میں (حدیث) یاد رکھتا تھا جب کہ وہ بھول جاتے تھے۔

اشعث بن سلیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابو ایوبؓ کو حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایت بیان کرتے سنا تو انہوں نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور ابو ہریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں تو حضرت ابو ایوبؓ نے جواب دیا:

" إن أبا هريرة قد سمع ما لم نسمع و إنى إن أحدث عنه أحب إلىّ من أن أحدث عن رسول الله ﷺ يعنى ما لم أسمعه منه " ③

بلاشبہ ابو ہریرۃؓ نے (رسول اللہ ﷺ) سے وہ کچھ سنا ہے جو ہم نے نہیں سنا اور مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں ان سے روایت کروں بنسبت اس کے کہ میں حضور ﷺ سے روایت کروں یعنی وہ جو میں نے ان سے نہیں سنا۔

ان ادلہ اور واقعات سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔

اول: یہ کہ صحابہ کرامؓ احادیث نبویہ خود سن کر دوسروں تک پہنچانے میں کس قدر حریص واقع ہوئے تھے۔

دوم: یہ کہ صحابہ کرامؓ اپنی دوسری مصروفیات کی وجہ سے آپ ﷺ کی مجالس میں باری باری حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ جب ایک دوسرے کو رسول ﷺ کے حوالے سے بات سناتے ہوں گے وہ ضرور اس قسم کے لفظ استعمال کرتے ہوں گے کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا۔ یا آپ ﷺ نے ایسا عمل کیا یا میں نے آپ ﷺ کو دیکھا اس طرح دوسرا شخص جب تیسرے شخص کو حدیث بیان کرتا ہوگا جس نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا تو وہ لازماً اس کے قائل کا حوالہ دیتا ہوگا کہ فلاں حدیث میں نے رسول

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب ماجاء فی قول الله عزوجل ﴿فإذا قضيت الصلوٰة......﴾ حدیث نمبر۲۰۴۷، ص:۳۲۸

② ابن حنبل، المسند، ص:۲۷۰/۱۳ ◉ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص:۳۷۸/۱ ◉ ابن حجر، فتح الباری، ص:۲۲۳/۱

③ الذھبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۴۳۶/۲ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ص:۱۰۹/۸

اللہ ﷺ سے سنی ہے یا فلاں صحابیؓ سے سنی ہے۔ اس طرح تیسرا شخص جو واقعہ کا چشم دید گواہ نہیں تھا اور اس نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے بلاواسطہ نہیں سنی بلکہ کسی دوسرے صحابیؓ سے سنی ہے۔ پھر وہ شخص اگر اس حدیث کو دوسروں تک نقل کرتا ہے۔ یقیناً وہ ان قائلین کا ذکر ضرور کرتا ہوگا اور فی الواقع یہی اسناد ہے۔

مثلاً حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کا نمائندہ ہمارے پاس آیا اور اس نے ہمیں یہ بتایا...... (۱)

عہدِ رسالت میں صحابہ کرامؓ نے حدیث کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کا یہی راستہ اختیار کیا تبلیغ حدیث کے ان مختلف طرق نے اسناد کو جنم دیا اور یہ اس کا ابتدائی مرحلہ تھا۔

۞ حدیثِ نبوی میں اسناد کا باقاعدہ آغاز

گذشتہ سطور میں یہ بات واضح کی گئی تھی کہ عہدِ رسالت میں ہی اسناد کی داغ بیل پڑ چکی تھی لیکن حدیث میں اسناد کی باقاعدہ ابتدا شہادتِ عثمانؓ کے بعد ہوئی جب فتنہ برپا ہوا مختلف فرقے اور گروہ وجود میں آ گئے تو نبی ﷺ کی احادیث کے بارے میں دروغ بیانی کا آغاز ہوا۔ صحابہؓ و تابعینؒ نے وضع حدیث کے ان رجحانات کا نہایت اہتمام سے سدّ باب کرتے ہوئے رواۃ حدیث سے سند طلب کرنے میں سختی کی اور حدیث بیان کرنے کیلئے صحیح سند کو ضروری قرار دیا۔

امام محمدؒ بن سیرین فرماتے ہیں:

"لم يكونوا يسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فينظر إلىٰ أهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر إلىٰ أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم" (۲)

لوگ اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے لیکن جب فتنہ ظاہر ہوا تو علماء نے (رواۃ سے) کہا ان لوگوں کا نام ہمیں بتاؤ جن سے تم نے یہ حدیث سنی ہے۔ اس طرح جو سنت کا حامل ہوتا اس کی حدیث لے لی جاتی اور جو بدعتی ہوتا اس کی حدیث چھوڑ دی جاتی۔

اس بیان سے واضح ہے کہ امام محمد بن سیرین نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ظاہر ہونے والے فتنہ کو اسناد اور رجال حدیث کی تفتیش کا مبدا قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی مسلمانوں کے مابین اہلِ سنت اور اہلِ بدعت کا امتیازی خط بھی کھینچ دیا ہے۔

اس قول کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ فتنہ عثمانؓ سے قبل صحابہؓ و تابعین حدیث' روایت کرنے میں سند کا استعمال نہیں

---

(۱) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب القراءة و العرض على المحدث، حدیث نمبر ۶۳، ص: ۱۵

(۲) المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۲۷، ص: ۱۰ ◉ الخطیب بغدادی، الکفایہ، ص: ۱۲۲ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۰۸

کرتے تھے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس سے قبل کبھی سند بیان کرتے اور کبھی ترک کر دیتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ اس زمانے میں صدق، امانت اور اخلاص کے حامل تھے اور اس کے پروردہ تھے ورنہ بے مثال ایسی واضح امثلہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ فتنہ سے قبل بھی احادیث کو سند کے ساتھ بیان کرتے تھے۔

مثلاً حضرت علیؓ، حضرت براءؓ بن عازب کو حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أن فاطمة أخبرته أن رسول الله ﷺ أمرها أن تحل فحلت ونضحت البيت بنضوح" ①

بیشک فاطمہؓ نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ احرام کھول دیں چنانچہ انہوں نے احرام کھول دیا اور گھر کو صاف ستھرا کیا۔

اس طرح حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ کو رسول اللہ ﷺ سے مروی حدیث بیان کرتے تھے جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست نہیں سنا تھا②۔ اور پھر یہی حدیث دوسرے صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو بیان کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی سند سے حضرت رفاعہؓ بن رافع سے روایت کی ہے۔ حضرت رفاعہؓ بیان کرتے ہیں:

"كنت عند عمرؓ فقيل له إن زيدؓ بن ثابت يفتي الناس في المسجد وفي رواية۔ الناس برأيه في الذي يجامع ولا ينزل فقال أعجل به فأتي به فقال يا عدو نفسه أو قد بلغت أن تفتي الناس في مسجد رسول الله ﷺ برأيك قال ما فعلت ولكن حدثني عمومتي عن رسول الله ﷺ قال أي عمومتك قال ابيؓ بن كعب و ابو ايوبؓ ورفاعةؓ..." ③

میں حضرت عمرؓ کی مجلس میں تھا تو آپ کو کہا گیا کہ زیدؓ بن ثابت لوگوں کو مسجد میں فتوی دیتے ہیں اور ایک روایت میں ہے اپنی رائے سے (لوگوں کو فتوی دیتے ہیں) اس شخص کے بارے میں جو مجامعت کرتا ہے لیکن اسے انزال نہیں ہوتا تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا جلدی سے انہیں لایا جائے چنانچہ حضرت زیدؓ کو لایا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اس کے نفس کے دشمن کیا تمہیں یہ خبر مل چکی ہے کہ تم اپنی رائے سے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں فتوی دیتے ہو تو حضرت زیدؓ نے جواب دیا میں نے ایسا نہیں کیا مجھے تو میرے چچا نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تمہارے چچا کون ہیں حضرت زیدؓ بن ثابت نے جواب دیا ابیؓ بن کعب، ابو ایوبؓ، رفاعہؓ۔

البتہ شہادتِ عثمانؓ کے بعد صحابہؓ اور کبار تابعین اسناد کا شدت سے التزام کرنے لگے اور سند کے بارے میں ان کی یہ شدت

---

① ابن عبدالبر، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۱۸۲

② الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۳/۳۳۶ ◉ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ص:۸/۱۰۹

③ ابن حنبل، المسند، ص:۵/۱۱۵

محض حدیث کو پایہ ثبوت فراہم کرنے کے لئے تھی۔

امام مسلمؒ نے متصل سند سے امام مجاہدؒ کا قول بیان کیا ہے۔

''کہ بُشیر بن کعب عدوی حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث بیان کرنا شروع کی کہنے لگے (قال رسول الله ﷺ قال رسول الله ﷺ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، حضرت ابن عباسؓ نے اس کی طرف کوئی کان نہ دھرے اور نہ اس کی طرح متوجہ ہوئے۔ بُشیر عدوی کہنے لگے۔ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں اور آپ اعراض کر رہے ہیں۔ ابنِ عباسؓ نے انہیں سمجھاتے ہوئے فرمایا۔ ایک زمانہ ہم پر بھی یوں گزرا ہے کہ کوئی شخص جب یہ کہتا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تو ہماری نظریں بے ساختہ ہو جاتی تھیں اور اپنے کانوں کو اسی طرف جھکا لیتے تھے۔ (باقی رہا میرا یہ انداز) تو وجہ یہ ہے، ہم آپ ﷺ کی حدیث بیان کیا کرتے تھے مگر اس وقت آپ ﷺ کی طرف احادیث کو گھڑ کے جھوٹ بولنے کا رواج نہیں تھا۔ مگر اب لوگوں میں جھوٹ اور سچ کی تمیز جاتی رہی تو ہم نے حدیث بیان کرنا ترک کر دیا''۔①

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین حضرات بھی اسناد کے بارے میں سوال کرتے اور روایت بیان کرنے میں اس کا سختی سے التزام کرتے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر اور رامھر مزی نے اپنی سند سے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے اور وہ شعبیؒ سے بیان کرتے ہیں۔ اور وہ ربیع بن خُثیم کا قول نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ((لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو على كل شيئ قدير)) دس بار کہے گا۔ اسے ایک غلام کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا''۔ شعبیؒ کہتے ہیں میں نے ربیع بن خُثیم سے عرض کی آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی کہنے لگے عمرو بن میمون ازدی نے میں عمرو بن میمون ازدی سے ملا ان سے پوچھا یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے چنانچہ میں ابن ابی لیلیٰ سے ملا ان سے دریافت کیا کہ یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی ہے انہوں نے کہا صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے②۔

رامھر مزی نے اس روایت میں امام یحیٰ بن سعید کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"وهذا أول من فتش عن الإسناد"③

یہ (شعبی) پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسناد کے بارے میں تحقیق و جستجو کی۔

ابو العالیہؒ کا قول ہے:

---

① المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب النهي عن الراوية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۱۔ص:۱۰

② ابن عبدالبر، التمهید، ص:۱/۵۵ ® الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۲۰۸

③ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۲۰۸

"كنا نسمع الرواية بالبصرة عن أصحاب رسول لله ﷺ فما رضينا حتى رحلنا إليهم فسمعناها من أفواههم" ①

ہم بصرہ میں صحابہ کرامؓ کے حوالے سے احادیث سنا کرتے تھے مگر ہمیں اس سے تسلی نہیں ہوتی تھی ہم سوار ہو کر ان کے پاس (مدینہ) آتے اور ان سے براہ راست احادیث سنتے تھے۔

عتبہ بن ابی حکیم بیان کرتے ہیں میں اسحاق بن ابی فروہ کے پاس بیٹھا تھا ان کے پاس امام زہری بھی تشریف فرما تھے چنانچہ ابن ابی فروہ کہنے لگے:

"قال رسول الله ﷺ، قال رسول الله ﷺ" (رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا)

تو امام زہری نے ان سے کہا:

"قاتلك الله يا ابن ابى فروة ما أجرأك على الله، لا تسند حديثك تحدثنا بأحاديث ليس لها خطم ولا أزمة" ②

اے ابن ابی فروۃ اللہ تجھے غارت کرے تمہیں اللہ پر (جھوٹ باندھنے) کی جرأت کس نے دی کہ تم اپنی حدیث کی سند بیان نہیں کرتے، تم ہمیں ایسی احادیث بیان کرتے ہو جس کی کوئی لگام اور نکیل (سند) نہیں ہے۔

غرضیکہ تابعین نے اسناد کے بارے میں پختگی کا مظاہرہ کیا اور اس میں وہ ایسے نمایاں رہے جیسے دوسرے علوم میں نمایاں تھے۔

حدیث کے لئے سند ایک لازمی امر بن گئی اور اس بارے میں وہ ایک دوسرے کو نصیحت بھی کیا کرتے تھے۔

ھشام بن عروہ اپنے ایک ساتھی کو سند کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إذا حدثك رجل بحديث فقل عمن هذا" ③

جب تمہیں کوئی حدیث بیان کرے تو اس سے پوچھا کرو کہ یہ (حدیث) کس سے بیان کر رہے ہو۔

وقت کے ساتھ ساتھ اسناد ہر عام وخاص کی ضرورت بن گئی۔ کسی بھی بات کی صحت جاننے کیلئے علماء ہی نہیں بلکہ عام افراد بھی سند کے بارے میں پوچھنے لگے۔

امام اصمعی ① کہتے ہیں میں ابن عیینہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اس نے حال پوچھتے ہوئے کہا شیخ

---

① ابن عبدالبر، الجامع لأخلاق الراوی، ص:۱۶۸

② الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص:۶ ◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص:۳/۳۶۵

③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۳۳

نے صبح کیسی کی تو سفیان نے کہا الحمدللہ خیریت سے کی چنانچہ وہ بدو کہنے لگا کہ جناب یہ بتایئے کہ ایک عورت کو مناسک حج کے دوران بیت اللہ کی طواف سے قبل حیض آ گیا تو وہ کیا کرے؟ سفیان نے کہا وہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج کے تمام افعال ادا کرے گی اعرابی نے کہا کیا کوئی نمونہ ہے؟ سفیان نے کہا جی ہاں حضرت عائشہؓ کو طواف سے قبل حیض آ گیا تھا تو نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ طواف کے علاوہ باقی تمام مناسک حج ادا کریں، اعرابی کہنے لگا کیا آپ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ ہے؟ سفیان نے فرمایا جی ہاں مجھے یہ حدیث عبدالرحمٰن بن قاسم انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے بیان کی ہے۔ اعرابی نے کہا آپ نے بہت اچھا نمونہ پیش کیا اور اچھے طریقے سے روایت بیان کی اللہ تعالیٰ آپ کی مزید رہنمائی فرمائے''۔(۲)

محدثین کرام نے حدیث کی صحت معلوم کرنے کے لئے جو دوسرا طریقہ اختیار کیا تھا وہ حدیث کے لئے اسناد کو لازمی قرار دیا اور انہوں نے کوئی روایت بغیر اسناد کے قبول نہیں کی۔

❁ علم الِاسناد (Chain of Transmitters) کی اہمیت

دینِ اسلام میں اسناد کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اور امت محمدیہ علی صاحبھا الصلاۃ والسلام کی تعلیم کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ کیونکہ درحقیقت اسی کی بدولت امت نے اس دین کو صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا جنہوں نے اسے محمد ﷺ سے حاصل کر کے امت تک پہنچایا اور آپ ﷺ نے دینِ اسلام کو بالواسطہ (جبرئیل امین) یا بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا۔

ذیل میں اسناد کی اہمیت قرآن وسنت آثار صحابہؓ وتابعین وتبع تابعین اور اقوال علماء کی روشنی میں بیان کی جا رہی ہے۔

ا۔ اسناد کی اہمیت' قرآنِ کریم کی روشنی میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إيتوني بكتاب من قبل أو أثرة من علم إن كنتم صدقين﴾ (۳)

اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا علم (انبیاء کرام) سے کوئی روایت پیش کرو(۴)۔

آیت کریمہ میں لفظ 'أثرة' کا لغوی مفہوم۔

(۱) آپ کا نام عبدالملک بن قُریب اور ابوسعید کنیت ہے آپ کے اجداد میں اصمع نامی ایک شخص تھا جس کے نام پر آپ اصمعی کہلاتے ہیں۔ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ عرب کے بہت بڑے عالم تھے۔ ۲۱۶ھ کو فوت ہوئے۔ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۴۱۰ ◉ ابن حزم، جمہرۃ الانساب، ص: ۲۴۴
◉ القفطی، إنباہ الرواۃ، ص: ۲/۱۹۷ ◉ الانباری، نزہۃ الألباء، ص: ۱۵۰ (۲) الخطیب، الکفایہ، ص: ۴۰۳ (۳) الاحقاف، ص: ۲۶/۴

(۴) اس آیت کریمہ میں نبی ﷺ کی زبانی مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو ذرا ان کے بارے میں مجھے خبر تو دو کہ ان کے دعویٰ (کہ انہوں نے زمین میں کوئی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں پائی جانے والی کسی چیز کی تخلیق میں ان کا حصہ ہے جس کے سبب وہ عبادت کے مستحق ہیں) یا قرآن کریم سے پہلے تمہارے پاس کوئی ایسی آسمانی کتاب آئی ہے، جس میں تمہارے عقیدہ کے صحیح ہونے کی دلیل پائی جاتی ہے۔ یا اقوام گذشتہ کے علوم کا کوئی حصہ تمہارے پاس ہے جس میں یہ شہادت موجود ہے کہ تمہارے جھوٹے معبود عبادت کے مستحق ہیں اگر تم سچے ہو تو کوئی بھی دلیل تو لاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے پاس عقلی یا نقلی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

"أثرۃ سے مراد وہ خوبی ہے، جو آباء واجداد سے اولاد کی طرف منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔ اور اس بقیہ علم کو بھی کہتے ہیں جو منقول ہوتا چلا آتا ہے جیسے کہ أثرۃ وأثار کا مفہوم ہے" (۱)۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ لفظ أثرۃ روایت کے مفہوم میں ہے۔

امام شوکانی نے لفظ أثرۃ کی شرح یوں بیان کی ہے۔

"أصل الكلمة من الأثر وهي الرواية يقال أثرت الحديث آثره أثرة و أثراً" (۲)

یہ لفظ (أثرۃ) اثر کے مادہ سے ہے جو روایت کے معنی میں ہے۔ جب کسی دوسرے سے کوئی بات نقل کی جائے اس موقع پر "أثرت الحديث و أثره أثرة و إثارة" بولتے ہیں۔

حضرت عطاءؒ بن ابی رباح ﴿أو ثرة من علم﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

"أوشيئ تأثرونه عن نبی كان قبل محمد ﷺ" (۳)

یا کوئی ایسی چیز پیش کرو جس کو تم محمد ﷺ سے پہلے کسی نبی سے روایت کرتے ہو۔

مفسر قرآن حضرت مقاتلؒ بھی تقریباً یہی معنیٰ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"أو رواية من علم عن الأنبياء" (۴)

یا انبیاء سے علم کی کوئی روایت پیش کرو۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں مشرکین سے ان کے شرک کے ثبوت میں دو چیزیں طلب کی گئیں ہیں۔

۱) کسی گذشتہ کتاب سے اپنے دعویٰ کی دلیل لاؤ۔

۲) کوئی ایسی روایت پیش کرو جس کی بنیاد علم پر ہو۔

یہ ظاہر ہے کوئی بھی روایت راوی کے بغیر اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی اس لئے سند کا اہتمام بہت ضروری ہے اس کے بغیر کسی کلام کی صحت یا عدم صحت واضح نہیں ہوسکتا۔

اسی لئے امام مطر الورّاق قولہ باری تعالیٰ ﴿أو أثارة من علم﴾ کے تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

"اسناد الحديث سنة بالغة مؤكدة" (۵)

اس سے مراد) حدیث کی اسناد ثابت شدہ سنت ہے۔

۲۔ اسناد کی اہمیت، سنت کی روشنی میں

---

(۱) الفیروز آبادی، القاموس، ص: ۱/۳۶۲
(۲) الشوکانی، فتح القدیر، ص: ۵/۱۴
(۳) الشوکانی، فتح القدیر، ص: ۵/۱۴
(۴) الشوکانی، فتح القدیر، ص: ۵/۱۴
(۵) ابن کثیر، القرآن العظیم، ص: ۴/۱۱۲

نبی ﷺ نے حج کے موقع پر یوم النحر کو خطبہ دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

((... لیبلّغ الشاهد الغائب فإن الشاهد عسىٰ أن يبلّغ من هو أوعى له منه)) ①

جو حاضرین ہیں وہ میری باتیں ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں ایسا ممکن ہے کہ حاضر کی نسبت غائب زیادہ قوت حافظہ کا مالک ہو۔

اس حدیث میں غائب سے دو قسم کے لوگ مراد ہو سکتے ہیں۔

اول: وہ لوگ جو اس وقت آپ ﷺ کی مجلس میں موجود نہیں تھے۔

دوم: بعد میں آنے والی نسلیں

اس لئے صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ کے اقوال و افعال وغیرہ کو اپنے ساتھیوں (صحابہ کرامؓ) کو جو اس وقت آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر نہیں تھے اور اپنے بعد والے لوگوں (تابعین) تک پہنچایا، تابعین نے سنت مطہرۃ کا یہ ذخیرہ اپنے تلامذہ (تبع تابعین) کو منتقل کیا اس طرح احادیث مبارکہ سند کے ذریعے امت کے ہر فرد تک بحفاظت پہنچ گی۔

اس حدیث مبارکہ سے جہاں علم کا دوسروں تک پہنچانا اور اس کی نشر و اشاعت کا حکم ثابت ہوتا ہے اسی طرح سند کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ سند ہی وہ ایک واحد ذریعہ ہے جس سے ایک طرف اس حکم کی بجا آوری ہوتی ہے اور دوسری طرف اسی کے توسط ہی سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال وغیرہ امت تک بغیر کسی تغیر و تبدیلی کے پہنچے ہیں۔

۲) حضرت ابن عباسؓ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((تسمعون و يُسمع منكم ويُسمع ممن يسمع منكم)) ②

تم مجھ سے سنتے ہو جو تم سے سنا جائے گا اور جنہوں نے تم سے سنا ان سے آگے بھی سنا جائے گا۔

اس حدیث میں نبی ﷺ جہاں اپنے صحابہ کرامؓ کو دینِ اسلام کو حاصل کرنا اور پھر اسے دوسروں تک پہنچانے کا حکم دے رہے ہیں وہاں آپ ﷺ کا فرمان اس بات کی بھی نشاندہی کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کی احادیث اسناد کے ذریعے ہی دوسروں تک پہنچائی جائیں گی اور ابلاغ کا یہ طریقہ نہایت ہی موزوں اور قابل اعتماد ہے۔

۳۔ اسناد کی اہمیت، آثار صحابہؓ کی روشنی میں

---

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ رب مبلّغ أوعىٰ من سامع، حدیث نمبر ۶۷، ص: ۱۶

② ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث نمبر ۳۶۵۹، ص: ۵۲۵

◉ ابن حنبل، المسند، ص: ۱/۳۲۱ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۰۷

۱) حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا قول ہے:

"إن الشيطان يتمثل في صورة الإنسان فيأتي القوم فيحدثهم بالحديث من الكذب فيتفرقون فيقول الرجل منهم سمعت رجلا أعرف وجهه لا أدري ما اسمه يحدث" ①

بیشک شیطان انسانی بھیس میں لوگوں کے پاس آتا ہے اور انہیں جھوٹی باتیں سناتا ہے پھر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں۔ انہی میں سے ایک شخص کہتا ہے میں نے کسی سے یہ بات سنی ہے اس کی صورت پہنچانتا ہوں مگر میں اس کا نام نہیں جانتا ہوں۔

حضرت ابنِ مسعودؓ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے۔ کہ کسی کی بات پر یقین اور اعتماد کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ اس کی شخصیت کے بارے میں اچھی طرح واقفیت ہو کہ وہ کیسا شخص ہے اور وہ اپنی بات کس شخص کے حوالہ سے بیان کر رہا ہے۔ صرف صورت شناسی کافی نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ اس شخص کی بات کو تب تسلیم کیا جائے جب اس کی بات کی بنیاد سند پر ہوگی ورنہ اس کی بات تسلیم نہیں کی جائے گی۔

اور جب عام بات چیت کے بارے میں سند کی اہمیت اس قدر مسلّم (Anthantic) ہے تو حدیثِ نبوی کے بارے میں سند کی اہمیت ہر چند زیادہ ہے۔

۲) حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

"كان عمرؓ يأمرنا أن لا نأخذ إلا عن ثقة" ②

حضرت عمرؓ ہمیں ثقہ رواۃ سے حدیث اخذ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کا مطلب بالکل واضح ہے کہ کسی سند میں ثقہ رواۃ موجود ہیں تو ان سے حدیث لی جائے گی اور جس سند میں غیر ثقہ رواۃ ہیں ان سے حدیث ہرگز نہ لی جائے گی۔

۳) حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا قول ہے:

"... فلما ركب الناس الصعب و الذلول لم نأخذ من الناس إلا ما نعرف" ③

جب لوگوں نے طریقہ محمود و مذموم (سچ اور جھوٹ) کو ملانا شروع کیا تو ہم نے معروف لوگوں سے احادیث اخذ کیں۔

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگوں نے صحیح اور ضعیف روایات کے مابین امتیاز ختم کر دیا تو ہم

---

① المسلم الصحیح، باب النهي عن الراوية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۱۷، ص: ۹ ◎ البیہقی معرفۃ السنن والآثار، ص: ۱/۱۳۰
② البیہقی، معرفۃ السنن والآثار، ص: ۱/۱۳۰
③ المسلم، الصحیح، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۱۹، ص: ۹

نے معروف رواۃ کے توسط (اسناد) کے ذریعہ جو روایات ہم تک پہنچی انہی کو لیا ہے۔ غیر معروف رواۃ سے منقول شدہ روایات کو ہم نے ترک کر ڈالا۔

۴) نیز آپ کا قول ہے:

"إن هذا العلم دين فانظروا عمّن تأخذون دينكم" ①

بلاشبہ یہ علم دین ہے، دیکھو تم اپنا دین کن لوگوں سے لے رہے ہو۔

۵) حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔

"بحسب المرء من الكذب أن يحدث بكل ما سمع" ②

کسی شخص کے جھوٹے ہونے کیلئے صرف اتنی بات کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات بیان کردے۔

ان اقوال اور حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی بات کو بلا سند (سنی سنائی) بات کو آگے بیان کر دیتا ہے وہ شخص جھوٹا ہے۔ کیونکہ عموماً لوگ سچ اور جھوٹ سنتے ہیں اور یہ نادر یہی ہے کہ کوئی شخص صرف سچ ہی سنے اور جھوٹ کبھی نہ سنے لہٰذا اس کی بات اس وقت قابلِ قبول اور مسلّم ہوگی جب وہ اسے سند کے ساتھ بیان کرے گا۔

۴۔ اسناد کی اہمیت؛ اقوال تابعین و تبع تابعین کی روشنی میں

۱) مشہور تابعی محمدؒ بن سیرین کا قول ہے:

"إن هذا العلم دين فانظروا عمّن تأخذون دينكم" ③

بلاشبہ یہ علم دین ہے، دیکھو تم اپنا دین کن لوگوں سے لے رہے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ دین ان لوگوں سے حاصل کیا جاتا ہے جن کی دین داری پر اعتماد ہو اور لوگوں پر اعتماد کرنے کا طریقہ صرف سند ہی ہے۔ کیونکہ سند کے ذریعہ ہی صحیح اور ضعیف احادیث کے مابین امتیاز کیا جا سکتا ہے۔ جس پر احکام کی معرفت اور دین کی تعلیمات کا انحصار ہے۔

۲) امام زہریؒ جب بھی حدیث بیان کرتے تو سند ضرور ذکر کرتے تھے اور فرماتے:

① ابن حبان، المجروحین، ص:۲۱۔ اسی طرح کا ایک قول حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔ المجروحین، ص:۲۲

② المسلم، الصحیح، باب النهي عن الحديث بكل ماسمع، حدیث نمبر۹،۱۱، ص:۸

اسی مفہوم میں ایک مرفوع حدیث بھی منقول ہے۔ جس کے الفاظ یوں ہیں۔ ((كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع))

کسی شخص کے جھوٹا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات بیان کرے۔ المسلم، الصحیح، باب النهي عن الحديث بكل ماسمع، حدیث نمبر۷، ص:۸

③ المسلم، الصحیح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر۲۶، ص:۱۰۔ اسی طرح یہ قول زید بن اسلم، حسن بصری، ضحاک، ابراہیم نخعی سے بھی منقول ہے، ابن حبان المجروحین، ص:۲۱۔۲۲

"لا يصلح أن يرقى السطح إلا بدرجة" ① چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھنا مناسب نہیں۔

۳) امام عبداللہؒ بن مبارک کا قول ہے۔

"الإسناد من الدين ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء" ②

سند کا تعلق دین سے ہے۔ (کہ اس کے ذریعے دین منقول ہوا ہے اور سند ہی سے سچ اور جھوٹ صحیح اور غلط کی تمیز کی جاتی ہے) اور اگر سند نہ ہوتی تو پھر جس کے دل میں جو کچھ آتا (وہ دین اور حدیث کے نام سے) پیش کرتا۔

۴) نیز امام عبداللہؒ بن مبارک کا قول ہے:

"بيننا وبين القوم القوائم يعني الإسناد" ③

ہمارے اور قوم (فرق باطلہ) کے مابین امتیاز صرف اسناد کا ہے۔

حدیث کو حیوان کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح حیوان بغیر پاؤں کے کھڑا نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح حدیث بھی بغیر سند کے قابل قبول نہیں ہوسکتی ہے۔ اور یہ کہ سند کا امتیاز صرف ہمارا ہے اھل باطلہ کے ہاں سند کا کوئی وجود نہیں ہے۔

۵) امام سفیان ثوریؒ کا قول ہے:

"الإسناد سلاح المؤمن إذا لم يكن معه سلاح فبأي شيئ يقاتل" ④

سند مؤمن کا ہتھیار ہے اگر اس کے پاس ہتھیار نہ ہوتو وہ کس چیز سے لڑے گا۔

۶) امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں:

"ماذهاب العلم إلا ذهاب الإسناد" ⑤ سند گئی تو علم گیا۔

۷) امام شعبہؒ بن الحجاج کا قول ہے:

"كل حديث ليس فيه حدثنا أو أخبرنا فهو خل وبقل" ⑥

جس حدیث میں حدثنا یا اخبرنا (یعنی سند) نہ ہو اس کی حیثیت ساگ سبزی سے زیادہ نہیں ہے۔

---

① الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۶

② المسلم، الصحیح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر۳۲، ص:۱۱

◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۲۰۹ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۱۶

③ المسلم، الصحیح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر۳۲، ص:۱۱

④ ابن حبان، مقدمۃ المجروحین، ص:۱/۲۷ ◉ الخطیب، شرف أصحاب الحدیث، ص:۴۲

⑤ ابن عبدالبر، التمہید، ص:۱/۵۷

⑥ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۵۱۷ ◉ السمعانی، أدب الإملاء والاستملاء، ص:۷

جبکہ ابن الأثير، جامع الأصول، ص:۱/۵۹ میں (خل وبقل) کے الفاظ ذکر کیے ہیں جو خل وبقل سے محرف ہیں۔

۸) نیز آپ سے منقول ہے:

"کل حدیث لیس فیه حدثنا و أخبرنا فهو مثل الرجل با الفلاة معه البعیر لیس له خطام" ①

ہر وہ حدیث جس سے حدثنا اور أخبرنا (کے الفاظ) نہیں وہ اس شخص کی مثل ہے جو چٹیل میدان میں ہے اور اس کے پاس بغیر لگام کے اونٹ ہے۔

۹) امام مالکؒ اور ضحاکؒ بن مزاحم سے مروی ہے:

"إن هذا العلم دین فانظروا عمن تأخذونه" ②

بیشک یہ علم دین ہے۔ دیکھو تم اپنا دین کن لوگوں سے اخذ کرتے ہو۔

۱۰) امام شافعی فرماتے ہیں:

"مثل الذی یطلب الحدیث بلا اسناد کمثل حاطب لیل یحمل حزمة حطب وفیه أفعی وهو لا یدری" ③

جو شخص بغیر اسناد کے حدیث طلب کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو رات کو لکڑیاں اکٹھی کر کے اس کا گٹھا اٹھاتا ہے اور اسی میں گجھ (زہریلا) سانپ بھی ہے اور اسے اس کا علم نہ ہو۔

۱۱) مدائنی کا قول ہے:

"سمع أعرابی رجلاً یحدث بأحادیث غیر مسندة فقال لِمَ ترسلها بلا أزمة ولا خطم" ④

ایک اعرابی نے ایک شخص کو سنا جو بلا سند احادیث بیان کر رہا تھا تو اس اعرابی نے کہا تم بغیر لگام اور نکیل (سند) کے احادیث کیوں بیان کر رہے ہو۔

۵۔ اسناد کی اہمیت، اقوالِ علماء کی روشنی میں

۱) ابوعلی حسین بن محمد الجیلانی فرماتے ہیں:

"خص الله تعالی هذه الأمة بثلاثة أشیاء لم یعطها من قبلها الإسناد و

---

① ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۲۷

② ابن عبدالبر، التمہید، ص:۱/۶۷ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص:۴۱۵ ◉ الخطیب، الکفایہ، ص:۱۳۱

③ الشافعی، الرسالہ، ص:۷۳

④ الخطیب، الکفایہ، ص:۴۰۳

الأنساب والإعراب "①

اللہ تعالیٰ اس امت کو تین اشیاء سے ممتاز کیا جو ان سے پہلے کسی امت میں نہیں پائی گئی۔ اسناد، انساب اور اعراب۔

۲) امام ابن حزم سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

" نقل الثقة عن الثقة يبلغ به النبي ﷺ مع الإتصال، نقلا خص الله عزوجل به المسلمين دون سائر أهل الملل كلها.... وأما مع الإرسال و الإعضال فمن هذا النوع كثير من نقل اليهود بل هو أعلى ما عندهم إلا أنهم لا يقربون فيه من موسىٰ عليه السلام كقربنا فيه من محمد ﷺ بل يقفون بحيث يكون بينهم وبين موسىٰ أكثر من ثلاثين عصراً فی أزيد من ألف و خمس مائة وإنما يبلغون بالنقل إلى شمعون ونحوه و أما النصارى فليس عندهم من صفة هذا النقل إلاتحريم الطلاق وحده فقط على أن مخرجه من كذاب قد صح كذبه "②

ایک ثقہ راوی کا دوسرے ثقہ راوی سے کسی چیز کا یوں منقول کرنا کہ ثقاہت کا یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچے یہ خصوصیت تمام اقوام میں صرف مسلمانوں کو حاصل ہے۔ باقی منقطع روایات کا سلسلہ تو یہود کی کتب میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام تک اتنا قریب نہیں پہنچ پاتے جتنا ہم محمد ﷺ کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین تیس زمانوں سے زیادہ عرصہ کا سقوط نظر آتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ شمعون تک پہنچ پاتے ہیں۔ رہے نصاریٰ اولاً ان کے ہاں کوئی ایسی بات ہی نہیں ملتی جو سند نام کی ہو ماسوائے صرف طلاق کے جس کی بنیاد بھی جھوٹ پر ہے اور اس کا جھوٹ ہونا ثابت ہے۔

۳) ابو عبداللہ الحاکم فرماتے ہیں:

" فلولا الإسناد وطلب هذه الطائفة له وكثرة مواظبتهم علىٰ حفظه لدرس منار الإسلام و لتمكن أهل الإلحاد و البدع فيه بوضع الأحاديث وقلب الأسانيد فإن الأخبار إذا تعرت عن وجود الأسانيد فيها كانت بتراً "③

اگر اسناد نہ ہوتی اور یہ طائفہ (محدثین) اسے طلب نہ کرتے اور اس کے حفظ پر ہمیشگی نہ کرتے تو اس کا مینارہ مٹ جاتا ملحدین اور اہلِ بدعت کو احادیث وضع کرنے اور اسانید کو الٹ پلٹ کرنے کا موقع مل جاتا کیونکہ جو اخبار (احادیث) اسانید سے خالی ہوں وہ ناقص ہوتی ہیں۔

---

① السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲/۱۶۰

② ابن حزم، فصل فی الملل، فصل كيف تم نقل القرآن و أمور الدين، ص: ۲/۲۱۹

③ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۶

۴) قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں:

" واللہ أکرم ھذہ الأمة بالإسناد لم یعطه لأحد غیرھا فاحذروا أن تسلکوا مسلك الیھود و النصاریٰ فتحد ثوا بغیر اسناد فتکونوا سالبین نعمة اللہ عن أنفسکم ......" ①

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اسناد کے ذریعہ عزت بخشی اور یہ عزت کسی اور کو نہیں دی تم یہود و نصاریٰ کی راہ چلنے سے بچو یعنی تم بغیر سند کے حدیث بیان کرنا شروع کردو اگر تم ایسا کروگے تو تم اپنے پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ختم کردو گے۔

۵) امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

" الإسناد من خصائص ھذہ الأمة و ھومن خصائص الإسلام ثم ھو فی الإسلام من خصائص أھل السنة والرافضة أقل عنایة به إذ لا یصدقون إلا بما یوافق أھواء ھم وعلامة کذبه أنه یخالف ھوا ھم " ②

اسناد اس امت اور اسلام کی ایک خصوصیت ہے اور پھر اسلام میں یہ خصوصیت اہل سنت کو حاصل ہے۔ کیونکہ رافضہ اس کا بہت کم اہتمام کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنی خواہشات کے موافق چیزوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور ان کے ہاں جھوٹ کی علامت ان کی خواہشات کے مخالف ہونا ہے۔

۷) ملا علی قاری کا قول ہے:

" أصل الإسناد خصیصة فاضلة من خصائص ھذہ الأمة و سنة بالغة من السنن المؤکدة بل من فروض الکفایة " ③

اسناد دراصل اس امت کی بہت بڑی خصوصیت ہے اور سنن مؤکدۃ بلکہ فرض کفایہ کی بہت بلیغ سنت ہے۔

اسناد کی اہمیت کے بارے میں مزید اقوال کیلئے ملاحظہ فرمائیں④۔

---

① عبدالحی، فہرس الفھارس والأثبات، ص:۱/۵۰

② ابن تیمیہ، منہاج السنة النبویة، ص:۴/۱۱

③ القاری، مرقاۃ المفاتیح، ص:۱/۲۱۸

④ مصطفیٰ، موقف العقل، ص:۴/۸۷ ◉ مصطفیٰ: القول الفصل، ص:۶۷ ◉ المعلمی، المقالات العلمیة، ص:۲۵۳،۲۳۳

بحث ثالث

علم الجرح والتعدیل کا مفہوم،
مشروعیت اور اہمیت

علم الجرح والتعدیل کا مفہوم، مشروعیت اور اس کی اہمیت

جرح وتعدیل کا لغوی مفہوم:

لغت میں جرح کے درج ذیل معانی آتے ہیں۔

۱۔ زخمی کرنا مثلاً شاعر کہتا ہے:

جراحات السنان لها التيام و لا يلتام ما جرح اللسان [۱]

نیزوں کے زخم تو بھر جاتے ہیں مگر زبان کے زخم نہیں بھرتے۔

حدیث شریف میں ہے:

((العجماء جرحها جبار)) [۲] حیوانوں کا زخم رائیگاں ہے۔

اسی لئے زخموں کا علاج کرنے والے، ان کو چیرنے پھاڑنے والے کو جارح (Sergeon) کہتے ہیں۔

۲۔ عیب لگانا' مرتبہ گھٹانا۔ کہا جاتا ہے۔

"جرح الشهادة" [۳] (اس نے گواہی پر عیب لگا دیا یعنی باطل کر دی)

ابن منظور رقمطراز ہیں:

ويقال جرح الحاكم الشاهد إذا عثر منه على ما تسقط به عدالته من كذب وغيره [۴]

کہا جاتا ہے کہ حاکم نے گواہ پر جرح کی جب حاکم کو اس (گواہ) کے بارے میں کسی امر کی اطلاع ملی ہو جس سے اس کی عدالت ساقط ہو جائے مثلاً جھوٹ وغیرہ

۳۔ کمانا ارتکاب کرنا کہا جاتا ہے

"ماله جارحة أي ما له كاسب" [۵]

اس کا کمانے والا کوئی نہیں ہے۔

---

① الشافعی، دیوان الشافعی، ص: ۵۱

② ابو داؤد، سنن ابو داؤد، كتاب الديات، باب العجماء والمعدن والبئر جبار، حدیث نمبر ۴۵۹۳، ص: ۶۳۹

③ البلیاوی، مصباح اللغات، ص: ۱۰۷

④ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۲/۴۲۲

⑤ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۲/۴۲۲

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وھو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنہار﴾ ①

وہی ذات ہے جو تمہیں رات کو فوت کرتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم دن کو کماتے ہو۔

مؤخر الذکر معنی کے علاوہ لفظ 'جـرح' کے پہلے دو معانی عرفی اور اصطلاحی مفہوم کے قریب تر ہیں، یعنی کسی شخص کے عیب اور اس کے نقائص بیان کرنے کو جرح کہتے ہیں۔

جبکہ لفظ تعدیل 'عدل سے مشتق (Derived) ہے جو کہ ظلم کی ضد ہے۔

درج ذیل معانی کا مفہوم دیتا ہے۔

۱۔ سیدھا کرنا' برابری کرنا: کہا جاتا ہے:

"عدل السھم" ② اس نے تیر کو سیدھا کیا۔

نیز "عدل بین الشیئین" ③ اس نے دو چیزوں کے درمیان برابری کی۔

۲۔ معتبر یا عادل قرار دینا: کہا جاتا ہے

"عدل الشاھد" ④ اس نے گواہ کو معتبر جانا

۳۔ انصاف کرنا: کہا جاتا ہے:

"عدل الحاکم فی الحکم" ⑤ حاکم نے حکم میں انصاف کیا۔

گویا عدل سے مراد کسی شے کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا ہے، اور تعدیل کا معنی ہوگا۔ کسی کو معتبر یا عادل قرار دینا۔

جرح وتعدیل کا اصطلاحی مفہوم:

☆ امام حاکم اور خطیب بغدادی نے اس علم کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

علم جرح وتعدیل وہ علم ہے، جو خاص الفاظ کے ذریعے راویوں کی عدالت وثقاہت یا ان کے عیب و ضعف سے بحث کرتا ہے ⑥۔

---

① الانعام: ۶/۶۰
② ابن منظور، لسان العرب، ص: ۲/۴۲۲
③ البلیاوی، مصباح، ص: ۵۴۷
④ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۱۱/۴۳۲ ⊛ البلیاوی، مصباح، ص: ۵۴۷
⑤ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۱۱/۴۳۱
⑥ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۰۱، ۱۸۱

☆ نواب صدیق حسن قنوجی رقمطراز ہیں:

''علم جرح وتعدیل وہ علم ہے، جس میں راویوں کی جرح اور ان کی تعدیل پر مخصوص الفاظ سے بحث کی جائے اور الفاظ کے اس فرق کی بنیاد پر ان کے مراتب وضع کئے جائیں''①۔

☆ بعض محدثین کے نزدیک رواۃ (حدیث) کو ایسی صفت سے متصف کرنے کو جرح کہا جاتا ہے جس سے ان کی روایت کمزور یا مردود ہو جائے۔ ایسی صفات سے متصف کرنے کو تعدیل کہتے ہیں جن سے ان کی روایت قابل قبول ہو②۔

☆ بعض کے نزدیک

"هو علم يبحث فيه عن جرح الرواة و تعديلهم بألفاظ مخصوصة و عن مراتب تلك الألفاظ"③

علم جرح وتعدیل ایسے علم کو کہا جاتا ہے جس میں روایان حدیث پر بحیثیت قبول ورد، مخصوص الفاظ کے ذریعہ گفتگو کی جائے اور ان الفاظ کے مراتب پر بحث کی جائے۔

علم الجرح والتعدیل کی شرعی حیثیت:

شریعت مطہرہ میں اس علم کے جواز ہونے پر بے شمار دلائل ہیں۔ درج ذیل سطور میں ازروئے قرآن، سنت نبوی اور عمل صحابہؓ کی روشنی میں ان دلائل کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

نقد رجال: قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم نے واقعات اور اخبار کی صحت کے بنیادی اصول دیے ہیں۔

<u>پہلا اصول:</u> کوئی واقعہ، خبر یا قول اس وقت تک صحیح قرار نہیں جب تک اس کے بارے میں مکمل تحقیق وتفتیش اور تثبت نہ ہو۔

یہ اصول درج ذیل آیات کریمہ سے ملتا ہے۔

☆ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يـأيها الـذيـن أمـنوا إن جاء كم فاسق بنبإ فتبينوا أن تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم ندمين﴾④

اے ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی

---

① القنوجی، ابجد العلوم، ص: ۲/۲۱۱
② القنوجی، الحطہ فی ذکر صحاح الستۃ، ص: ۸۹
③ الرازی، مقدمہ کتاب الجرح والتعدیل، ص: ۲
④ الحجرات: ۴۹/۶

قوم کو نقصان پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔

علامہ شوکانی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"والمراد من التبيين التعرف ومن التثبت الاناء وعدم العجلة والتبصر فی الأمر الواقع والخبر الوارد حتی يظهر" (۱)

تبین سے مراد پہچان لینا، کھوج لگانا اور تثبت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جلد بازی سے گریز کیا جائے۔ خبر اور امر واقع میں بصیرت سے کام لینا، یہاں تک کہ حقیقت تک رسائی ہو جائے۔

امام قرطبیؒ اس آیت کریمہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"فی هذه الاية دليل علیٰ قبول خبر الواحد إذا كان عدلا لأنه إنما أمر فيها بالتثبت عند نقل خبر الفاسق" (۲)

اس آیت میں خبر واحد کی خبر کو قبول کرنے کی دلالت ہے جبکہ وہ عادل ہو کیونکہ فاسق کی خبر کے نقل کرنے میں توثیق کرنے کا حکم ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"ومن هنا امتنع طوائف من العلماء من قبول رواية مجهول الحال لإحتمال فسقه فی نفس الأمر وقبلها الآخرون لأنا أمرنا بالتثبت عند خبر الفاسق و هذا ليس بمحقق الفسق لأنه مجهول الحال" (۳)

اس آیت سے دلیل لیتے ہوئے بعض علماء نے مجہول الحال (جس کا حال معلوم نہ ہو) کی روایت قبول کرنے کی ممانعت کی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ یہ شخص حقیقت میں فاسق ہو جبکہ کچھ علماء نے ایسے شخص سے روایت لی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمیں فاسق کی خبر قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے اور جس کا حال معلوم نہیں اس کا فاسق ہونا واضح نہیں۔

علاوہ ازیں اس آیت کریمہ کا شانِ نزول (۴) اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ جب تک پوری طرح تحقیق و تفتیش سے اصل حقیقت کی نقاب کشائی نہ ہو جائے اس وقت تک کسی کی خبر پر اعتماد نہ کیا جائے۔

---

(۱) الشوکانی، فتح القدیر، ص: ۶۰/۵ — (۲) القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ص: ۳۱۲/۱۶

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۲۰۸/۴

(۴) حارث خزاعی جب مسلمان ہوا تو اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا اپنی قوم کے مسلمانوں کی زکوۃ جمع کر کے رکھوں گا۔ آپ کا نمائندہ آ کر مجھ سے وہ مال وصول کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو اس کام کے لئے بھیجا۔ لیکن وہ راستہ سے ہی واپس آ گیا، اور آپ ﷺ کو کہہ دیا کہ انہوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا ہے، وہ جھوٹا تھا۔ اس کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، ابن کثیر، تفسیر القرآن، ص: ۲۰۹/۴۔ امام بغوی نے اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں چند اور روایات بیان کی ہیں۔ البغوی، معالم التنزیل، ص: ۳۶۶/۱

☆ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یـأیـهـا الـذیـن أمنوا إذا ضربتم فی سبیل الله فتبینوا و لا تقولوا لمن ألقیٰ إلیکم السلٰم لست مؤمناً ....﴾ ①

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کرو اور جو شخص تمہیں سلام کہے اس کو یہ نہ کہو تم مؤمن نہیں۔

علامہ قرطبی اس آیت کریمہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"والتبیین التثبت فی القتل واجب حضراً و سفراً ولا خلاف فیه و إنما خص السفر بالذکر لأن الحادثة التی فیها نزلت الآیة وقعت فی السفر" ②

حضر اور سفر میں قتل کے بارے میں تحقیق کرنا واجب ہے، اس بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہاں تحقیق کر لینے کا حکم سفر کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے لیکن سفر کی قید بیان واقعہ کے لئے ہے۔

یعنی یہ واقعہ جس کے متعلق آیت نازل ہوئی وہ سفر میں پیش آیا۔ ورنہ جس طرح تحقیق کا حکم سفر میں ہے۔ اسی طرح حضر میں بھی ضروری ہے۔

☆ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وإذا جاء هم أمر من الأمن أوالخوف أذا عوابه ولوردوه إلیٰ الرسول وإلیٰ أولی الأمر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم ....﴾ ③

اور جب انہیں امن یا خوف کی کوئی خبر ملتی ہے تو اسے پھیلانا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ اسے رسول اور اولی الامر کے سپرد کر دیتے تو ان میں تحقیق کی صلاحیت رکھنے والے اس کی تہہ تک پہنچ جاتے۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کریمہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"انکـار عـلـی من یبادر إلیٰ الأمور قبل تحققها فیخبربها ویفشیها وینشرها وقد لا یکون لها صحة" ④

اللہ تعالیٰ نے تحقیق کر لینے سے قبل جلدی سے کسی کام کی اطلاع دینے اور اسے آگے پھیلانے کو ناپسند فرمایا ہے اور کبھی کبھار وہ خبر درست نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا تحقیق کر لینے سے قبل کسی کام کی اطلاع دینا اور اسے آگے پھیلانے کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ہے۔

---

① النساء: ۹۴/۴ ② القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ص: ۳۳۸/۵
③ النساء: ۸۳/۴ ④ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۵۲۹/۱

☆ واقعہ افک ① کے بارے میں نازل ہونے والی آیت کریمہ:

﴿إن الذين جاؤا بالأفك ......﴾ ② سے اگلی آیت کریمہ

﴿ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خيراً وقالوا هذا إفك مبين﴾ ③

جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تو مؤمن مردوں اور عورتوں نے اپنے ہی جیسے مؤمن مردوں اور عورتوں کے بارے میں اچھا گمان کیوں نہیں کیا۔

اور اسی مضمون سے متعلقہ آیت کریمہ:

﴿إذ تلقونه بألسنتكم وتقولون بأفواهكم ما ليس لكم به علم و تحسبونه هينا وهو عندالله عظيم ○ لولا إذ سمعتموه قلتم ما يكون لنا أن نتكلم بهذا سبحنك هذا بهتان عظيم﴾ ④

جب تم لوگ اس بہتان کو ایک دوسرے سے نقل کرتے تھے اور اپنی زبان پر ایسی بات لاتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہیں تھا اور تم لوگ اسے ایک معمولی بات سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی اور جب تم لوگوں نے یہ جھوٹی خبر سنی تو کیوں نہیں کہا ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ایسی بات کریں اے ہمارے رب تو تمام عیوب سے پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

واقعہ افک کے ضمن میں نازل ہونے والی آیات کریمہ میں مسلمانوں کو اخلاقی تربیت دی گئی ہے کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی کے بارے میں بغیر کسی تحقیق وتثبت کے برا گمان نہیں کرنا چاہئے۔ اور اگر کوئی بدطینت شخص ان میں سے کسی کے خلاف افتراء پردازی کرتا ہے۔ تو اس کی تصدیق نہیں کرنی چاہئے۔ اور یہ کہ کسی بھی خبر کو بغیر تحقیق کیے مان لینا یا اسے دوسروں تک پہنچانا بہت بڑا گناہ ہے۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں قرآن حکیم نے واقعات اور اخبار کی صحت کا ایک اصول دیا ہے۔ اور وہ اصول یہ ہے کہ قبول اخبار و واقعات میں احتیاط، تحقیق وتفتیش سے کام لیا جائے اور کسی بات، خبر، واقعہ کو اس وقت تک قبول نہ کیا جائے جب تک وہ تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہ اترتا ہو۔

---

① منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی سلول نے اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کے خلاف افتراء پردازی کرتے ہوئے ان پر صفوان بن معطل انصاری کے ساتھ گناہ کا اتہام لگایا تھا۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص:۳/۲٦۸ ◉ الخازن، تفسیر الخازن، ص:۳/۳۳۹

② النور:۲۴/۱۱ ③ النور:۲۴/۱۲ ④ النور:۲۴/۱۵-۱٦

دوسرا اصول: واقعات اور اخبار کی صحت کا دوسرا قرآنی اصول شرط عدالت سے متصف ہونا ہے۔
یعنی جو شخص عادل (۱) ہوگا، اس کا قول یا نقل کردہ خبر یا واقعہ مسلّم ہوگا۔

قرآن کریم میں جہاں گواہی (Witness) کا ذکر ہوا ہے وہاں عادل ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

☆ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فإذا بلغن أجلهن فأمسكوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف وأشهدوا ذوي عدل منكم﴾ (۲)

پس جب مطلقہ عورتیں اپنی عدت کی انتہاء کو پہنچنے لگیں تو تم معروف طریقے سے انہیں روک لو یا انہیں خوش اسلوبی کے ساتھ جدا کردو اور تم اپنے لوگوں سے دو عادل کو گواہ بنا لو۔

ایک دوسری آیت کریمہ میں گواہوں کا عادل ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

☆ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يأيها الذين امنوا شهادة بينكم إذا حضر أحدكم الموت حين الوصية اثنن ذوا عدل منكم ......﴾ (۳)

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آجائے تو وصیت کرتے وقت آپس میں گواہی کیلئے مسلمانوں میں سے دو عادل گواہ بنا لو۔

ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عادل شخص کی گواہی قابل قبول ہے جبکہ غیر عادل کی گواہی مردود ہے۔
انہی آیات کریمہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام مسلمؒ فرماتے ہیں:

"أن الواجب علىٰ كل أحد عرف التمييز بين صحيح الروايات و سقيمها وثقات الناقلين لها من المتهمين أن لا يروى منها إلا ما عرف صحة مخارجه والستارة فى ناقليه و أن يتقى منها ما كان منها عن أهل التهم والمعاندين من أهل البدع" (۴)

وہ شخص جو صحیح اور ضعیف روایات اور (حدیث کے) ثقہ اور متہم رواۃ کے مابین امتیاز کرسکتا ہے اس پر یہ واجب ہے

(۱) محدثین کی اصطلاح میں عادل کا مفہوم یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو فرائض کو ادا کرتا ہو اور اوامر کو بجالاتا ہو اور نواہی سے پرہیز کرے، اور بے ہودہ گوئی سے تہی پہلو کرتے اور ایسے کاموں سے بچے، جس سے اس کا دین خراب ہوتا ہو اور نہ ہی مروت کیخلاف کوئی کام کرے۔ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۱۳۹

(۲) الطلاق: ۶۵/۲ (۳) المائدۃ: ۵/۱۰۶

(۴) المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب وجوب الرواية عن الثقات و ترك الكذابين، ص: ۷

کہ صرف وہ احادیث روایت کرے جس کا مخرج صحیح ہو اور اس کے ناقلین رواۃ جرح وغیرہ سے محفوظ ہوں اور ان احادیث کو نقل کرنے سے پرہیز کرے جو متہمین یا مبتدعین سے مروی ہوں۔

اس کے بعد امام مسلمؒ مذکورہ بالا آیات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فدل بما ذكرنا من هذه الآى أن خبر الفاسق ساقط غير مقبول و أن شهادة غير العدل مردودة" ①

ہماری ذکر کردہ آیات میں اس بات کی دلیل ہے کہ فاسق کی خبر ساقط اور غیر مقبول ہے اس طرح غیر عادل کی گواہی مردود ہے②۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں قرآن حکیم نے واقعات اور اخبار کی صحت کیلئے درج ذیل اصول دیے ہیں:

۱۔ قبول اخبار و واقعات میں احتیاط اور تحقیق و تفتیش سے کام لیا جائے اور کوئی واقعہ، خبر اس وقت تک قبول نہ کی جائے جب تک وہ تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہ اترتی ہو۔

۲۔ یہ کہ ناقلین و رواۃ صفت عدل سے متصف ہوں۔

❁ نقد رجال: سنت مطہرہ کی روشنی میں

آپ ﷺ واقعات اور اخبار میں تثبت اور تحقیق سے کام لیا کرتے تھے مثلاً:

☆ واقعہ افک③ کے بارے میں آپ ﷺ نے ایک ماہ تک اس واقعہ کے تمام پہلو کا جائزہ لیا اور کوئی فیصلہ صادر نہیں فرمایا۔ یہاں تک آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ حقیقت حال معلوم ہوئی۔

☆ آپ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا:

"إنی رأیت الهلال" میں نے چاند دیکھا ہے۔

---

① المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب وجوب الرواية عن الثقات و ترك الكذابين، ص:۷

② یہاں یہ اشکال کیا جا سکتا ہے کہ شہادت کی آیت کریمہ سے فاسق و فاجر کی خبر کو قبول نہ کرنے پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے؟ حالانکہ شہادت اور خبر کے احکام میں فرق ہے۔ امام مسلمؒ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "والخبر إن فارق معناه معنى الشهادة فى بعض الوجوه فقد يجتمعان فى أعظم معانيها إذ كان خبر الفاسق غير مقبول عند أهل العلم كما أن شهادته مردودة عند جميعهم"
خبر بعض اعتبار سے اگرچہ گواہی سے جدا ہے لیکن دوسری بڑی وجوہ کے اعتبار سے خبر اور شہادت میں اتفاق ہے کیونکہ فاسق کی خبر علماء کے نزدیک غیر معتبر ہے جیسے اس کی شہادت بالاتفاق مردود ہے۔ (المسلم، مقدمة الصحيح، باب وجوب الرواية عن الثقات، ص:۷)
علامہ جلال الدین السیوطی نے خبر اور شہادت کے اکیس وجوہ فرق ذکر کیے ہیں۔ دیکھئے: السیوطی، تدریب الراوی، ص:۱/۳۳۱

③ تفصیل کے لئے دیکھئے: البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضا، حدیث نمبر ۲۶۶۱، ص:۴۳۱
◎ المسلم، الصحیح، کتاب التوبة، باب فی حديث الإفك، حدیث نمبر ۷۰۲۰، ص:۱۲۰۵

تو آپ ﷺ نے بغیر غور و خوض کیے فوراً اس کی بات کو نہیں مانا بلکہ فرمایا: "أتشهد أن لا إله إلا الله؟" کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ بدوی نے جواب دیا جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے مزید تسلی و تشفی اور اطمینان قلب کیلئے پوچھا: "أتشهد أن محمداً رسول الله؟" کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ اعرابی نے اثبات میں جواب دیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بلال لوگوں میں منادی کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں (۱)۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے تحقیق و تفتیش کرنے کے بعد حکم ارشاد فرمایا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

((استأذن رجل على رسول الله ﷺ فقال ائذنوا له بئس أخو العشيرة أو ابن العشيرة فلما دخل ألآن له الكلام قلت يا رسول الله ﷺ قلت الذى قلت ثم ألنت له الكلام قال أى عائشة إن شر الناس منزلة يوم القيامة من تركه الناس أو ودعه الناس اتقاء فحشه)) (۲)

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے اجازت دی جائے۔ جب وہ شخص داخل ہوا تو آپ ﷺ نے نرم لب و لہجہ میں اس سے بات کی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فلاں فلاں بات کہی، پھر آپ نے اس سے نرم لہجے میں کلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ قیامت کے دن لوگوں میں سے سب برا مرتبہ اس شخص کا ہوگا جسے لوگ اس کی فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔

خطیب بغدادی نے اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی کے عادل ہونے یا نہ ہونے کا حکم لگاتے تھے (۳)۔

اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"وهذا الحديث أصل فى المداراة و فى جواز غيبة أهل الكفر والفسق وغيرهم" (۴)

یہ حدیث مدارات اور کافر و فاسق کی غیبت کرنے کے جواز میں اصل و بنیاد ہے۔

(۱) ابو داؤد، سنن ابو داؤد، كتاب الصيام، باب فى شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان، حدیث نمبر ۲۳۳۰، ص: ۳۳۱

(۲) البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الأدب، باب ما يجوز من اغتياب أهل الفساد والريب، حدیث نمبر ۶۰۵۴، ص: ۱۰۵۷

◉ المسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والاداب، باب مداراة من يتقى فحشه، حدیث نمبر ۶۵۹۶، ص: ۱۱۳۲

◉ المالک، الموطا، كتاب حسن الخلق، باب ما جاء فى حسن الخلق، حدیث نمبر ۴، ص: ۳۲۳

(۳) الخطیب، الکفایۃ، ص: ۸۳ (۴) ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱۰/۳۷۳

☆ حدیث فاطمہؓ بنت قیس (۱) میں ہے:

((أن معاوية بن ابی سفيان وأباجهم خطبانی فقال رسول الله ﷺ أما ابوجهم فلا يضع عصاه عن عاتقه و أما معاوية فصعلوك)) (۲)

مجھے معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے شادی کا پیغام بھیجا ہے تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے ابو جہم تو ہمیشہ اپنے دست میں لاٹھی تھامے رکھتا ہے (یعنی عورتوں کو مارتا رہتا ہے) اور معاویہ نان ونفقہ سے خالی ہے (یعنی ضروریات زندگی ادا نہیں کرسکتا)۔

☆ نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((إن عبدالله رجل صالح)) (۳) (بے شک عبداللہ صالح آدمی ہیں)

ان احادیث مبارکہ میں آنحضرت ﷺ نے تحقیق وتثبت سے کام لیا۔ نیز آپ ﷺ کسی بھی شخص کے عادل یا غیر عادل ہونے کا حکم لگاتے تھے۔

علم الجرح والتعدیل کا آغاز واہمیت

حدیث کے رواۃ جب تک صحابہ کرامؓ تھے اس فن کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ تمام صحابہ کرامؓ عادل، انصاف پسند، سچے اور حدیث میں انتہائی محتاط واقع ہوئے تھے (۴)۔

کبار تابعین بھی اپنے علم وتقویٰ کی روشنی میں ہر جگہ لائق قبول سمجھے جاتے تھے لیکن جب سے مختلف فتن کا ظہور ہوا، بدعات شروع ہوئیں جھوٹی احادیث وضع کی جانے لگیں تو اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ رواۃ کی جانچ پڑتال (Scrutiny) کی جائے۔

ان فتنوں کا آغاز پہلے کوفہ جہاں حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت علیؓ کے علمی مراکز تھے، وقوع پذیر ہوا حضرت علیؓ کے خلیفہ بنتے ہی مسلمانوں کا سیاسی اختلاف عراق میں امڈ آیا اور اس سیاسی گروہ بندی سے حضرت علیؓ کے حلقے میں بہت سے غلط قسم کے لوگ شامل ہو گئے جو آپ کی زندگی میں ان اختلافات کو دینی رنگ نہ دے سکے، تاہم آپ کی وفات کے بعد

---

(۱) جب انہیں ان کے شوہر ابو عمرو بن حفص نے طلاق دے دی تو آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو آپ نے فرمایا "ان کے ذمہ تمہارا نان ونفقہ نہیں ہے" اور آپ ﷺ نے انہیں عبداللہؓ بن اُم مکتوم کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا اور فرمایا جب عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتلانا چنانچہ جب عدت پوری ہو گئی تو حضرت فاطمہ بنت قیس رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ انہیں نے بتایا "إن معاوية........"

(۲) المسلم، الصحیح، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، حدیث نمبر ۳۶۹۷، ص: ۶۳۹

(۳) ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۲ (۴) دیکھیے صفحہ نمبر: ۴۷۴

انہوں نے بے سروپا باتیں کہنا شروع کر دیں اور انہیں آپ کی طرف منسوب کیا اس ورطہ شبہات میں انہوں نے دین اسلام کے بنیادی تصور کو بدلنے کی بھرپور سعی لا حاصل کی۔ اس وقت سے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ حدیث بیان کرنے والوں کے حالات کی چھان پھٹک کی جائے ان میں ثقہ اور کمزور، سچے اور جھوٹے، ضابط اور غافل، عادل اور فاسق کے مابین خط امتیاز کھینچا جائے کیونکہ دین اسلام کی عظمت تقاضا کرتی ہے کہ اس کا کوئی مسئلہ تحقیق و تنقیح کے بغیر نہ لیا جائے۔ حضرات تابعین اور تبع تابعین نے قرآن، سنت نبوی اور عمل صحابہؓ کی روشنی میں رواۃ (حدیث) کی معرفت حاصل کی، ان کی زندگی کے ہر ہر لمحہ کو محفوظ کیا، ان میں سے صادق، کاذب کے مابین امتیاز کیا۔ اور اس میں انہوں نے کسی کی ملامت، رشتہ داری کا خیال نہیں رکھا اور اس کام کو کار ثواب سمجھا اور سب کچھ انہوں نے اس لئے کیا وہ صحیح اور جھوٹی احادیث میں امتیاز کر سکیں تا کہ کوئی جھوٹا منافق یا ملحد شخص احادیث میں جھوٹ کی آمیزش نہ کر سکے۔ محدثین کرام نے حدیث کے حوالے سے رجال پر نقد و جرح کے اصول و ضوابط مقرر کیے ہیں۔ اور تعدیل و تجریح رجال (Soundness of naraters) کے معیارات قائم کیے۔ خبر دینے والی کی ثقاہت اور غیر جانبداری (Authenticeity and natralety) اور اس کے انداز معروضیت (Objectivity) کے اصول متعارف کرائے علماء جرح و تعدیل نے اس علم کی ضرورت و اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے رواۃ حدیث کی جانچ پرکھ کا نہایت اہتمام کیا اور ان کے حالات کو باریک بینی میں اس انداز سے جمع کیا کہ ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کے مابین امتیاز کر دیا۔

اس علم کی اہمیت کے پیش نظر امام ابن ابی حاتم رازی رقمطراز ہیں:

> ''کتاب اللہ اور سنت رسول کی معرفت کے لئے اس امر کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم ناقلین و راویان حدیث میں عادل و ثابت (پختہ) اور ثقہ راویوں اور غافل' کمزور حافظہ اور جھوٹے راویوں کے مابین امتیاز و فرق کر لیں چونکہ دین (اسلام) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے راویوں کے نقل کے ذریعہ سے ہی ہم تک پہنچا ہے لہٰذا اب ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم راویوں کے احوال و حالات کی آگاہی حاصل کریں''[1]

اس علم کی اہمیت کے پیش نظر عہد بنو امیہ میں محدثین کرام نے حدیث کی صحت اور اس کے ضعف کو ماننے کے لئے جہاں تحقیق و تثبت سے کام لیا اور حدیث کے لئے راویان حدیث کے احوال کو جاننے کے لئے علم جرح و تعدیل پر بھرپور کلام کیا۔

---

[1] الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۷

امام سخاوی فرماتے ہیں:

"وتكلم فى الرجال كما قاله الذهبى جماعة من الصحابة ثم من التابعين كالشعبى و ابن سيرين ولكنه فى التابعين بقلة لقلة الضعف فى متبوعيهم إذ أكثرهم صحابةؓ عدول و غير الصحابة من المتبوعين أكثرهم ثقات ولا يقاد يوجد فى القرن الأول الذى انقرض فيه الصحابة وكبار التابعين ضعيف إلا الواحد بعد الواحد كا الحارث الأعور والمختار الكذاب" ①

امام ذہبی کے قول کے مطابق صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے رجال (حدیث) کے بارے میں کلام کیا ہے پھر تابعین میں سے شعبی، ابن سیرین نے کلام کیا ہے لیکن تابعین نے رجال کے بارے میں بہت کم کلام کیا ہے کیونکہ ان کے پیش کاروں میں ضعف قلیل تھا اکثر صحابہ کرامؓ عدول تھے اور غیر صحابہؓ میں سے اکثر لوگ ثقہ تھے۔ پہلی صدی ہجری میں جس میں صحابہ کرامؓ اور کبار تابعین اکا دکا ہی ضعیف راوی تھے مثلاً حارث الاعور اور مختار الکذاب۔

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:

"ثم أخذ مسلكهم و استن بسنتهم واهتدى بهديهم فيما استنوا من التيقظ فى الروايات جماعة من أهل المدينة من سادات التابعين منهم سعيد بن المسيب ② والقاسم بن محمد بن ابى بكر ③ و سالم بن عبدالله بن عمرؓ ④ و على بن الحسين بن على ⑤ و ابو سلمة بن عبد الرحمٰن بن عوف ⑥ و عبيدالله بن عبدالله بن عقبه ⑦ و خارجة بن زيد بن ثابت ⑧ و عروه

① السخاوی، فتح المغیث، ص:۲/۳۱۸ ② آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ مدینہ کے سات فقہاء میں سے تھے اور تابعی تھے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۱۸۷
◉ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ص:۲/۱۸۳ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۹۶ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۵/۵۳

③ ثقہ تابعی ہیں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ۳۷ھ کو پیدا ہوئے۔ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ احمد اور اسحاق بن راھویہ کے نزدیک سب سے صحیح ترین سند الزھری عن سالم عن ابیه ہے۔ ۱۰۷ھ کو وفات پائی۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۸۸ ◉ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۳/۴۳۶
◉ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۱۱۹۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۱۸۴

④ آپ زین العابدین کے لقب سے مشہور تھے۔ ۳۸ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ ثقہ، عابد اور تقیہ تابعی تھے۔ حلم اور تقویٰ میں آپ ضرب المثل تھے۔ امام زہری کا بیان ہے: "ما رأيت قرشيا أفضل من على بن الحسين" (میں نے علی بن الحسین سے افضل کوئی قریش میں نہیں دیکھا)۔ آپ ۹۴ھ کو فوت ہوئے۔
ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۱۵۶ ◉ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص: ۷/۳۰۵ ◉ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳/۲۶۶۔

⑤ آپ ثقہ تابعی ہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے: "كان ثقة فقيها كثير الحديث" آپ ثقہ، فقیہ اور کثیر حدیث والے تھے۔ آپ ۹۴ھ کو فوت ہوئے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۱۵۵ ◉ الذہبی، الکاشف، ص:۳/۳۳۲ ◉ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۱۲/۱۱۵ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص:۴/۲۸۷

⑥ آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی جلیل القدر ثقہ تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ فقہاء عشرہ اور فقہاء سبعہ میں سے تھے جن پر فتویٰ کا دارومدار تھا۔ ۹۴ھ کو فوت ہوئے۔
البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۳/۳۸۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۲/۳۱۹ ◉ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص: ۷/۲۳ ◉ ابن حجر، التقریب، ص:۱/۵۳۵

⑦ آپ کی کنیت ابو زید تھی۔ ۲۹ھ کو پیدا ہوئے۔ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ ابن حبان نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے جبکہ امام احمد اور امام الدارقطنی نے آپ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ آپ ۹۹ھ کو فوت ہوئے۔ البخاری، التاریخ الکبیر، ص:۲/۲۰۴
◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۱/۳۷۴ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۱/۶۲۵ ◉ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص:۳/۷۶

بن الزبير و ابوبكر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن هشام (١) و سليمان بن يسار (٢) فجدوا فى حفظ السنن والرحلة فيها والتفتيش عنها والتفقه فيها(٣)۔

صحابہ کرامؓ نے روایات کے نقل کرنے میں جو احتیاط برتی تھی وہی اہل مدینہ کے کبار تابعین نے اختیار کی ان میں سے سعید بن المسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکر، سالم بن عبداللہ، علی بن الحسین بن علیؓ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عبیداللہ بن عبداللہ، خارجہ بن زید، عروۃ بن الزبیر، ابوبکر بن عبدالرحمان اور سلیمان بن یسار تھے جنہوں نے احادیث کی حفاظت کیلئے بہت کوشش کی اور اس میں تفقہ اور اس میں تحقیق وتثبیت کرنے کے لئے سفر کیے۔

اس لئے محدثین کرام نے حضرت علیؓ کی وہی مرویات قابل اعتماد سمجھیں جو حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے تلامذہ کے واسطہ سے آئیں۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ فرماتے ہیں:

"لم يكن يصدق على عليٌّ فى الحديث منه إلا من أصحاب عبداللهؓ بن مسعود" (٤)

حضرت علیؓ کی وہی احادیث قابل قبول سمجھی جاتی تھیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ سے منقول ہوں۔

ابواسحٰق سبیعی فرماتے ہیں:

"لما أحدثوا تلك الأشياء بعد عليٌّ قال رجل من أصحاب عليٌّ قاتلهم الله أى علم أفسدوا" (٥)

جب انہوں (بدعتیوں) نے حضرت علیؓ کے بعد ان بدعات کو پیدا کیا تو حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے ایک نے کہا اللہ تعالیٰ انہیں (بدعتیوں) کو غارت کرے۔ انہوں نے کتنا علم (حضرت علیؓ کا) ضائع کر دیا۔

امام ابن سیرین کہتے ہیں کہ جب یہ فتنہ برپا ہوا تو علماء کرام نے طے کیا:

"سموا لنا رجالكم فينظر إلىٰ أهل السنة فيؤخذ حديثهم و ينظر إلىٰ أهل

---

(١) آپ فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ ابن سعد کا قول ہے: "كان ثقة فقيها عالما عاقلا عاليا سخيا كثير الهديث" آپ ثقہ، فقیہ، عالم، عاقل اور کثیر حدیث والے تھے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۰۷/۵ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۳۷/۴
◉ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص: ۳۰/۱۲ ◉ ابن حجر، التقریب، ص: ۳۹۸/۲

(٢) آپ کی کنیت ابو ایوب ہے۔ ۳۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کا شمار مدینہ کے سات فقہاء میں سے ہوتا ہے۔ ثقہ، فقیہ اور کثیر حدیث والے تھے۔ ۱۰۷ھ کو وفات پائی۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۳۳۳/۲
◉ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ص: ۲۲۸/۴ ◉ ابن حجر، التقریب، ص: ۳۱/۱

(٣) ابن حبان، المجروحین، ص: ۳۸/۱ (٤) المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب النهى عن اروایة عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۵، ص: ۱۰

(٥) المسلم، مقدمۃ الصحیح، حدیث نمبر ۲۳، ص: ۱۰

البدع فلا يؤخذ حديثهم" ①

تم اپنے رواۃ (حدیث) کے نام بتاؤ دیکھا جائے گا اہل سنت کون ہیں انہی کی احادیث لی جائیں گی اہل بدعت کا پتہ لگایا جائے گا اور ان کی احادیث نہیں لی جائیں گی۔

امام شعبی کا قول ہے:

"والله لو أصبت تسعا وتسعين مرة و أخطات مرة لعدوا علىّ تلك الواحدة" ②

بخدا اگر میں ننانوے مرتبہ بھی صحیح بات تک رسائی حاصل کرلوں اور صرف ایک بار مجھ سے غلطی سرزد ہو جائے تو وہ (حاسدین) میری اس غلطی ہی کو شمار کریں گے۔

امام ابن سیرین کا قول ہے:

"إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذونه" ③

بیشک یہ علم (حدیث) دین ہے۔ لہٰذا جن لوگوں سے تم اسے اخذ کرتے ہو اس کے بارے میں غور وفکر سے کام لو۔

امام شعبی فرماتے ہیں:

"حدثني الحارث الأعور الهمداني و كان كذابا" ④

مجھے حارث الأعور الھمدانی نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹا تھا۔

الغرض محدثین کرام نے اس فتنہ (وضع حدیث) کا قلع قمع کرنے میں جہاں حدیث کے قبول اور عدم قبول کے بارے میں ''علم الإسناد'' کو لازمی قرار دیا۔ اور راویان حدیث کو جانچنے کیلئے تحقیق وتثبت کی بنیاد ڈالی، وہاں "علم اسماء الرجال" اور "علم الجرح والتعدیل" جیسے عظیم الشان علوم بھی ایجاد کئے ہیں۔

---

① المسلم، مقدمۃ الصحیح، حدیث نمبر ۲۷، ص: ۱۱

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۲/۱

③ المسلم، مقدمۃ الصحیح، حدیث نمبر ۲۶، ص: ۱۰

④ المسلم، مقدمۃ الصحیح، حدیث نمبر ۴۳، ص: ۱۳

فصل ثالث

علمِ نقدِ حدیث اور ائمہ نقاد

بحث اول

نقدِ حدیث کا مفہوم و اقسام

نقد حدیث کا مفہوم اور اس کی اقسام

نقد کا لغوی معنٰی:

لغت میں نقد کے درج ذیل معانی آتے ہیں۔

پرکھنا، چھانٹنا۔ ابن منظور نقد کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"تمييز الدراهم وإخراج الزيف منها" (۱)

دراہم کی چھانٹ پھٹک کرتے ہوئے کھوٹے اور جعلی درہم کو باہر نکالنا۔

شاعر (۲) کا قول ہے:

تنفي يداها الحصىٰ في كل هاجرة　　　نفي الدنا نير تنقاد الصياريف (۳)

دوپہر کو اس (اونٹی) کے ہاتھ کنکریوں کو اس طرح دور کرتے ہیں کہ جس طرح زرگر صحیح اور کھوٹے سکوں کے درمیان تمیز کرتے ہیں۔

۲۔ قیمت جو فوراً ادا کی جائے گویا کہ نقد، ادھار کی ضد ہے۔

جس طرح کہا جاتا ہے۔ "النقد خلاف النسيئة" (۴) (نقد ادھار کی ضد ہے)

۳۔ کلام کے عیوب و محاسن کو ظاہر کرنا

کہا جاتا ہے کہ "نقدت الناس إذا عبتهم و اغتبتهم" (۵)

تم نے لوگوں کا نقد کیا جب تم ان کے عیب اور کمزوریوں کو بیان کیا۔

اسی سے حضرت ابو درداءؓ کی حدیث ہے۔

"إن نقدت الناس نقدوك و إن تركتهم تركوك" (۶) بمعنى إن عبتهم عابوك

اگر تم نے لوگوں کی عیب جوئی کی تو وہ تمہاری عیب جوئی کریں گے اور اگر تم نے ان کی عیب جوئی اسے ترک کر ڈالی وہ بھی ترک کر دیں گے۔

یہاں نقد کا معنی کسی کے عیوب کا اظہار اور اس کی کمزوریوں کا احاطہ کرنا ہے۔ مؤخر الذکر معنی اصطلاحی مفہوم کے قریب ہے۔

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ص: ۴۲۵/۳

(۲) شاعر سیبویہ ہے۔ جس کی کنیت ابو بشر اور نام عمرو بن عثمان ہے۔ علم نحو کا نامور امام گذرا ہے۔ فارس کے علاقہ میں پیدا ہوا اور بصرہ میں پرورش پائی اور ۱۷۷ھ کو بیضاء شہر میں چالیس سے کچھ زائد عمر میں وفات پائی: ابن کثیر، البداية والنهاية، ص: ۱۰/۱۷۶ ⦿ الزيات، تاريخ الادب العربي، ص: ۲۳۳

(۳) ابن منظور، لسان العرب، ص: ۴۲۵/۳

(۴) حسین یوسف، الافصاح، ص: ۱۲۰۳/۲ ⦿ احمد رضا، معجم متن اللغة، ص: ۵۲۵/۵

(۵) ابن منظور، لسان العرب، ص: ۴۲۵/۳

(۶) یہ حدیث کتب حدیث میں کہیں نہ مل سکی۔

محدثین کی اصطلاح میں نقد حدیث کا مفہوم

(i) ڈاکٹر مصطفیٰ الأعظمی نے نقد کی تعریف یوں کی ہے:

"بأنه تمييز الأحاديث الصحيحة من الضعيفة والحكم على الرواة توثيقا و تجريحاً" (١)

صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کرنا اور رواۃ حدیث پر توثیق یا تجریح کے اعتبار سے حکم لگانا۔

(ii) ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن الأعظمی کے نزدیک نقد کی تعریف:

"هو تمييز الصحيح من السقيم بعد جمع طرق الحديث وإمكان النظر فيها" (٢)

حدیث کے طرق جمع کر کے اور اس میں غور وفکر کرنے کے بعد صحیح احادیث کو کمزور احادیث سے الگ کرنا۔

(iii) ڈاکٹر سہیل حسن نقد حدیث کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''احادیث کے تنقیدی جائزے کو نقد الحدیث کہا جاتا ہے۔ محدثین کے نزدیک اس سے مراد صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کرنا، ان کے طرق جمع کرنا اور پوری طرح مطالعہ کرنے کے بعد ان پر حکم لگانا ہے'' (٣)۔

ان تعریفات سے درج ذیل تین نقاط ثابت ہوتے ہیں۔

١۔ صحیح اور ضعیف احادیث کے مابین امتیاز کرنا۔

٢۔ احادیث کے تمام طرق کو جمع کرنا۔

٣۔ رواۃ حدیث کے حفظ وضبط کا جائزہ لے کر ان کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا حکم لگانا۔

امام علی بن المدینی انہی نکات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الباب إذا لم تجمع طرقه لم يتبين خطؤه" (٤)

باب ہے اس بیان کے بارے میں کہ جب (حدیث) کے تمام طرق جمع نہ کیے جائیں، اس (حدیث) کی غلطی واضح نہیں ہو سکتی۔

---

(١) مصطفیٰ الأعظمی، منہج النقد، ص: ٥ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ٥

(٢) ضیاء الرحمٰن الأعظمی، معجم مصطلحات الحدیث، ص: ٥١٧

(٣) سہیل حسن، معجم اصطلاحات حدیث، ص: ٣٨٩

(٤) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ٢/٢١٢

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

"لو لم نكتب الحديث من ثلاثين وجها ما عقلناه" ①

اگر ہم حدیث کو تیس سندوں سے نہ لکھیں ہم اسے سمجھ نہیں سکتے۔

امام ابن المبارک بیان کرتے ہیں:

"إذا أردت أن يصح لك الحديث فاضرب بعضه ببعض" ②

اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ حدیث تمہارے لئے صحیح ہو جائے تو اس کی اسناد کو ایک دوسرے کے ساتھ ملاؤ۔

امام ایوب سختیانی کا قول ہے:

"إذا أردت أن تعرف خطأ معلمك فجالس غيره" ③

اگر تم اپنے استاد کی غلطی معلوم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو تم دوسرے اساتذہ کی مجلس میں بیٹھو۔

غرضیکہ نقد حدیث ایک خاص علمی منہج پر قائم ہے۔اس علمی منہج پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن رقمطراز ہیں:

''محدثین کے ہاں نقد حدیث کسی محقق کے ذوق نظر کے تابع نہیں بلکہ یہ ایک مضبوط علمی منہج پر قائم ہے جنہیں تین نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ اگر راوی مکثرین میں سے ہے تو اس کی احادیث کے تمام طرق و اسانید جو اس کے تلامذہ کے مابین پھیل چکی ہیں، جمع کی جائے گی تاکہ وہ سچا راوی جو اپنی روایات کو پوری طرح مکمل اور محفوظ رکھتا ہے وہ ضعیف اور جھوٹے راوی سے پہچانا جاسکے۔

۲۔ اگر راوی کثرت حدیث کے سبب مشہور نہ ہو تو اس کی احادیث دیگر رواۃ کی احادیث پر پیش کر کے انہیں پرکھا جائے گا۔

۳۔ تمام رواۃ کو عدالت (راوی) کے قواعد پر پرکھا جائے گا اور ان کے حفظ وضبط کی معرفت حاصل کی جائے گی ④۔

---

① الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۲/۲۱۲

② الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۲/۲۵۳

③ الدارمی، سنن الدارمی، باب الرجل يفتي بشيء، حدیث نمبر ۶۴۳، ص: ۱/۱۶۱

④ ضیاء الرحمٰن الأعظمی، معجم مصطلحات الحدیث، ص: ۵۱۷

نقد حدیث کی اقسام

محدثین کرام نے حدیث کے دونوں حصوں سند اور متن پر نقد کیا ہے۔ چنانچہ نقد حدیث کی پہلی قسم نقد سند ہے۔ نقد سند کے لئے محدثین کرام نے ''علم الإسناد اور علم الجرح والتعدیل'' کا فن ایجاد کیا ہے①۔

امام شافعی نقد سند پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ولا يستدل علىٰ أكثر صدق الحديث وكذبه إلا بصدق المخبر و كذبه إلا فى الخاص القليل من الحديث......"②

اکثر و بیشتر مخبر کی صداقت اور اس کی کذب بیانی پر کسی حدیث کے صدق و کذب پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ماسوائے کچھ خاص احادیث کے،

نقد کی دوسری قسم نقد متن ہے۔ محدثین کرام نے نقد سند کے ساتھ ساتھ حدیث کے متن پر بھی نقد کیا ہے۔ کیونکہ صحت سند صحتِ متن کے لئے ضروری نہیں ہے۔ سند اور متن کے لحاظ سے صحیح اور ضعیف احادیث کی درج ذیل چار صورتیں ہیں:

۱۔ سند اور متن دونوں صحیح ہوں مثلاً آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔

((من كذب على متعمداً فليتبوا مقعده من النار)) ③

جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

۲۔ سند اور متن دونوں باطل ہوں مثلاً موضوع روایت ہے۔

((ربيع أمتى العنب والبطيخ))④ (تربوز اور انگور میری امت کے لئے بہار ہے)

۳۔ سند ضعیف ہو اور متن صحیح ہو اس کی مثال آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔

((من لا يهتم بأمر المسلمين فليس منهم و من لا يصبح و يمسى ناصحاً لله و لرسوله ولكتابه ولإمامه ولعامة المسلمين فليس منهم))⑤

جو مسلمانوں کے معاملہ کے بارے میں اہتمام نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہے اور جو صبح و شام اللہ، اس کے رسول ﷺ، اس کی کتاب، اس کے امام اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں۔

---

① تفصیل کے لئے علم الاسناد: صفحہ نمبر ۴۸۳؛ علم الجرح والتعدیل: صفحہ نمبر ۵۰۱

② الشافعی، الرسالۃ، ص: ۳۹۹

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني اسرائيل، حدیث نمبر ۳۴۶۱، ص: ۵۸۳

④ ابن القیم، المنار، ص: ۵۵ ◉ الألبانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ص: ۱۵۵/۲

⑤ الہیثمی، مجمع الزوائد، ص: ۸۷/۱ ◉ الألبانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ص: ۳۱۲/۳ اس سند میں عبداللہ بن ابی جعفر اور اس کا والد (جعفر) دونوں ضعیف ہیں۔

۴۔ سند صحیح ہو اور متن باطل ہو یہ قسم واقع میں بہت کم اور نادر ہے۔ مثلاً یہ روایت:

((إن الشمس ردت لعلي بعد العصر والناس يشاهدونها)) ①

حضرت علیؓ کے لئے عصر کے بعد سورج واپس لوٹایا گیا اور لوگ اس امر کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ صحت سند، صحت متن (حدیث) کے لئے ضروری نہیں ہے اس بارے میں ابن الصلاح بیان کرتے ہیں۔

"والحكم بالصحة أو الحسن على الإسناد لا يلزم منه الحكم بذلك علىٰ المتن إذ قد يكون شاذا أو معللاً" ②

کسی سند کے صحیح یا حسن ہونے کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا یہی حکم متن کا ہے، کیونکہ کبھی کبھار متن شاذ اور معلول ہوتا ہے۔

متن کے اسی اہمیت کے پیش نظر محدثین نے نقد سند کے ساتھ نقد متن پر بھرپور توجہ دی ہے۔

امام خطیب بغدادی رقمطراز ہیں:

"والأخبار كلها على ثلاثة أضرب فضرب منها يعلم صحته و ضرب منها يعلم فساده و ضرب منها لا سبيل إلىٰ العلم بكونه على واحد من الأمرين دون الأخر...... و أما الضرب الثانى و هو ما يعلم فساده فالطريق إلى معرفته أن يكون مما تدفع العقول صحته بموضوعها والأدلة المنصوصة فيها...... أو يكون مما يدفعه نص القرآن أو السنة المتواترة أو أجمعت الأمة على رده أويكون خبراً عن أمر من أمور الدين يلزم المكلفين علمه و قطع العذر فيه فإذا ورد وروداً لا يوجب العلم من حيث الضرورة أوالدليل علم بطلانه...... ③

احادیث کی تین اقسام ہیں ایک قسم وہ ہے جس کی صحت معلوم ہو اور دوسری قسم وہ ہے جس کا فاسد ہونا معلوم ہو اور تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں (اقسام) میں سے کسی ایک قسم کے ہونے کے بارے میں معلوم نہ ہو اور نہ ہی اسے پہچاننے کا کوئی اور طریقہ ہو دوسری قسم جس کا فاسد ہونا معلوم ہو اس کی معرفت کا راستہ یہ ہے کہ وہ روایت ایسی ہو جس کے موضوع ہونے کی بناء پر عقل اور صریح ادلہ اس کا رد کر دیں یا نص قرآنی اور سنت متواترہ اس کا رد کر دیں یا اس کے مردود ہونے پر امت کا اجماع ہو جائے یا امور دین سے متعلق کوئی معاملہ ہو جس کا علم مکلفین کے لئے ضروری ہو اور اس میں ان کا عذر قابل قبول نہ ہو اور جب کوئی ایسی خبر آئے جس کا جاننا ضرورۃ یا دلیل کی بنا پر لازمی ٹھہرتا ہو اس کے باطل ہونے کا علم حاصل ہو جائے گا۔

---

① ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۳۵۵ ⊙ ابن تیمیہ، منہاج السنہ، ص:۳/۱۸۵ ⊙ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص:۱/۳۷۹
⊙ ابن القیم، المنار، ص:۵۷ ⊙ الطحاوی، مشکل الآثار، ص:۲/۸
⊙ القسطلانی، المذاہب، ص:۱/۳۵۸ ⊙ السخاوی، المقاصد الحسنہ، ص:۲۲۶
② ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص:۵۸ ③ الخطیب، الکفایہ، ص:۱۷

ایک مرتبہ امام ابن قیمؒ سے پوچھا گیا کہ کیا بغیر سند دیکھے کسی موضوع حدیث کی معرفت کا کوئی قاعدہ کلیہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا۔ ''یہ اس شخص کے لئے ممکن ہے جسے سنن صحیحہ کی مکمل معرفت حاصل ہو اور یہ سنن صحیحہ اس کے گوشت اور خون کے ساتھ اس طرح رس بس جائیں کہ اسے سنن اور آثار کی معرفت کا ایک ملکہ اور کامل خصوصیت حاصل ہو جائے......'' (۱)

المختصر یہ کہ محدثین کے نزدیک نقد سند کے ساتھ نقد متن ایک ضروری امر ہے اور نقد متن کے لئے انہوں نے علم التاریخ، علم اصطلاحات حدیث کا فن ایجاد کیا ہے۔

......☆......☆......☆......

(۱) ابن القیم، المنار، ص: ۴۴

بحث ثانی

نقد حدیث کی ابتدا:

ضرورت و اسباب

نقد حدیث کی ابتدا اور ضرورت و اسباب

نقد حدیث کا آغاز اور مختلف ادوار

ڈاکٹر مصطفیٰ الأعظمی نقد حدیث کی ابتدا کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"بدأ البحث والتنقيب فى أحاديث رسول الله ﷺ فى حياته وما كان الأمر يعدو فى حينه سؤال النبى ﷺ نفسه وهذا الإستفسار كان على نطاق ضيق جداً إذ الصحابة ما كانوا يكذبون ولا يكذب بعضهم بعضهم الآخر بل كان غاية البحث فى ذلك الوقت هو التدقيق بل هو نوع من التوثيق للطمانينة القلبية ولهم فى ذلك أسوة فى سيرة أبى الأنبياء عليه السلام ﴿ وإذ قال ابراهيم رب أرنى كيف تحيي الموتى قال أولم تؤمن قال بلىٰ ولكن ليطمئن قلبى ﴾ ① ومحال أن يكون ابراهيم عليه السلام قد شك فى قدرة الله سبحانه و تعالىٰ و هكذا كان تدقيق الصحابة فى حياة النبى ﷺ لمزيد من الإطمئنان القلبى لا غير" ②

حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی احادیث کے بارے میں تحقیق اور کھوج لگانے کی ابتدا ہو چکی تھی اور یہ تحقیق اور استفسار اس وقت صرف نبی ﷺ سے سوال کرنے تک ہی محدود تھا، کیونکہ صحابہ کرامؓ حدیث میں جھوٹ نہیں بولتے تھے اور نہ ہی وہ اس میں ایک دوسرے کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ تحقیق، چھان بین کے معنی میں تصدیق کی ایک قسم تھی جو قلبی اطمینان کے لئے ہوتی ہے اور اس بارے میں ان کے پاس ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت طیبہ سے ایک نمونہ بھی تھا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں شک و شبہ کریں۔ اس طرح صحابہ کرامؓ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں چھان بین سے کام لیتے تھے تا کہ مزید اطمینان قلب حاصل ہو جائے ان کا اس کے علاوہ کوئی مقصد نہیں تھا۔

عہد رسالت میں

عہد رسالت میں نقد حدیث کی کئی مثالیں ملتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں نقد حدیث کا آغاز ہوا اور نقد حدیث کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ ③

---

① البقرہ: ۲/۲۶۰ ② مصطفیٰ الأعظمی، منہج النقد، ص: ۷ ❀ خلدون الأحدب، أسباب اختلاف المحدثین، ص: ۳۵

③ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ کا واقعہ مذکور ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں۔ ''...... ایک بدوی شخص آیا اس نے کہا اے محمد ﷺ ہمارے پاس آپ کا ایک قاصد آیا ہے جس نے ہمیں بتایا ہے کہ آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا...... پھر اس نے کہا آپ کے قاصد نے ہمیں بتایا کہ دن رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا......

امر واقعہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کی ہر حدیث مبارکہ کو براہ راست نبی ﷺ سے نہیں سنی تھی۔ بلکہ کچھ احادیث انہوں نے آپ ﷺ سے براہ راست سنی تھیں اور کچھ اپنے دوسرے ساتھیوں کے واسطے سے، کام کاج اور دوسری مصروفیات کی وجہ سے ان کا ہر مجلس میں حاضر ہونا مشکل تھا اس لئے انہوں نے آپ ﷺ کی مجلس میں حاضری کے لئے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ①

پھر کہا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ ہمارے اموال میں ہمارے ذمہ زکوۃ ادا کرنی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے...... پھر اس نے کہا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ سال میں ہمیں ماہ رمضان کے روزے رکھنے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ بولا ہے...... پھر اس نے کہا آپ ﷺ کے قاصد کا خیال ہے ہم پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے......"

۲۔ سنن نسائی میں ہے کہ "حضرت علیؓ یمن سے قربانی کا جانور لے کر آئے اور رسول اللہ ﷺ مدینہ سے اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے حضرت فاطمہؓ نے رنگ دار کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سرمہ لگایا ہوا تھا حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اشتعال کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فتویٰ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فاطمہؓ نے تو رنگ دار کپڑے پہن لئے ہیں اور سرمہ لگایا ہے اور کہتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ بولا ہے میں نے ہی اسے اس کا حکم دیا تھا"۔ النسائی، سنن النسائی، كتاب مناسك الحج، باب الكراهية فى الثياب المصبغة، حدیث نمبر ۲۷۱۳، ص: ۳۷۵

۳۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں۔ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کو نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے۔ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا میں نے آپ ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا "بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کو نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے" اور آپ ﷺ بیٹھ کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں لیکن میں تم میں سے کسی شخص کی طرح نہیں ہوں۔ المسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز النافلة قائماً و قاعداً، حدیث نمبر ۱۷۱۵، ص: ۲۹۸

۴۔ حضرت ابیؓ بن کعب بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن سورۃ تبارک تلاوت کی، آپ ﷺ کھڑے تھے آپ ﷺ نے ہمیں گذشتہ واقعات کے بارے میں ہمیں وعظ و نصیحت فرمائی حضرت ابو الدرداءؓ یا حضرت ابو ذرؓ مجھے ٹٹولنے لگے (یا آنکھ سے اشارہ کیا) اور کہنے لگے یہ سورت کب نازل ہوئی ہے میں تو اب اسے سن رہا ہوں میں نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا جب سب چلے گئے، کہنے لگے میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہے؟ لیکن تم نے مجھے خبر نہیں دی حضرت ابیؓ نے جواب دیا آج تمہیں اپنی نماز سے صرف لغو بات کا ثواب ملے گا چنانچہ حضرت ابو الدرداءؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور انہیں یہ واقعہ بتایا اور ابیؓ نے جو انہیں کہا اس کی خبر بھی دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابیؓ نے سچ کہا"۔ ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۱۴۳ ◉ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب اقامة الصلوٰت، باب ماجاء فى الإستماع للخطبة، حدیث نمبر ۱۱۱۱، ص: ۱۵۶

۵۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: ایک بار رسول اللہ ﷺ (عید) اضحیٰ یا (عید) فطر کے موقع پر نماز گاہ کی طرف گئے اور انہیں وعظ و نصیحت کی پھر آپ ﷺ عورتوں کے پاس آئے اور انہیں صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا۔۔۔ پھر جب آپ ﷺ گھر واپس جانے لگے تو حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینبؓ نے آپ ﷺ سے ملنے کی اجازت دی تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی حضرت زینبؓ کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے اور میرے پاس زیور ہے جسے میں صدقے میں دینا چاہا لیکن ابن مسعود کا خیال ہے کہ وہ اس کی اولاد زیادہ حقدار ہیں کہ ان پر صدقہ کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا خاوند اور تمہاری اولاد تمہارے صدقہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ البخاری، الجامع الصحیح، كتاب الزكوٰة، باب الزكوٰة على الأقارب، حدیث نمبر ۱۴۶۲، ص: ۲۳۷

① حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

"......كنا نتناوب النزول على رسول الله ينزل يوما و أنزل يوماً فإذا نزلت جئته بخبر ذلك اليوم من الوحى وغيره وإذا نزل فعل مثل ذلك......" ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں باری باری حاضر ہوتے تھے ایک دن میں جاتا اور دوسرے دن وہ جاتا جب میں جاتا تو اس دن کی خبر وحی وغیرہ کی خبر لے آتا اور جب وہ جاتا وہ بھی اسی طرح کرتا۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب فى العلم، حدیث نمبر ۸۹، ص: ۲۱

چنانچہ صحابہ کرامؓ جو کچھ آپ ﷺ سے یا دیگر صحابہ سے سنتے اس پر عمل کرتے اور دوسروں تک اسے پہنچاتے اور کبھی انہیں تاکید وتوثیق کی ضرورت پیش نہ آتی۔ الا یہ کہ انہیں حدیث میں کسی قسم کا اشکال ہوتا تب وہ اس بارے میں تحقیق وتوثیق کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ سے بہت کم سوال کرتے۔ اس لئے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ اصحاب محمد ﷺ پر رحم فرمائے جنہوں نے اپنی زندگی میں صرف چودہ سوال کیے ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہوا ہے''①۔ بلکہ انہیں سوال کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

"نهينا أن نسأل رسول الله ﷺ عن شيئ فكان يعجبنا أن يجئ الرجل من أهل البادية العاقل فيسأله و نحن نسمع ...."②

ہمیں کسی چیز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا ہمیں یہ پسند تھا کہ کوئی عقلمند بدوی شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر سوال کرے اور ہم سن رہے ہوں۔

عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کا حدیث کے بارے میں نقد نہایت ہی چھوٹے پیمانہ پر تھا کیونکہ وہ ایک دوسرے کو حدیث مبارکہ بیان کرنے میں دروغ گوئی کا تصور بھی نہیں کرتے تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں۔

"ماكان بعضنا يكذب على بعض"③ (ہم میں سے کوئی بھی دوسرے کو جھوٹا قرار نہیں دیتا تھا)

☆ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

"ليس كل ماتحدثكم عن رسول الله ﷺ سمعناه منه ولكن حدثنا أصحابنا—"

ہر وہ بات جو ہم تمہیں رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا بلکہ ہمارے اصحاب نے ہمیں حدیث بیان کی ہے۔ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۸۶

☆ حضرت براءؓ بن عازب بیان کرتے ہیں:

"ما كل الحديث سمعناه من رسول الله ﷺ كان يحدثنا أصحابنا عنه كانت تشغلنا عنه رعية الإبل"

ہم نے ہر حدیث رسول اللہ ﷺ سے (براہ راست) نہیں سنی ہمارے اصحاب ہمیں آپ ﷺ سے نقل کردہ حدیث بیان کرتے تھے اونٹوں کی چروانے نے ہمیں اس (حدیث) سے مشغول رکھا۔ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۸۳/۴ ◉ ابن حنبل، العلل، ص: ۵۶۶/۲ ◉ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۸۵

☆ ایک دوسری روایت میں حضرت براءؓ بن عازب سے یہ الفاظ منقول ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"ليس كلنا كان يسمع رسول الله ﷺ كانت لنا ضيعة وأشغال ولكن الناس لم يكونوا يكذبون يومئذ فيحدث الشاهد الغائب"

ہم سب رسول اللہ ﷺ سے (سب کچھ) نہیں سنتے تھے کیونکہ ہم زمین کی دیکھ بھال اور دوسری مصروفیت کی وجہ سے مشغول تھے لیکن اس وقت لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے حاضر شخص غائب کو حدیث بیان کرتا تھا۔ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۳۵

① الرازی، التفسیر الکبیر، ص: ۲۸۱/۴
② المسلم، الصحیح، كتاب الإيمان، باب السؤال عن أركان الإسلام، حدیث نمبر ۱۰۲، ص: ۲۷
③ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۳۵

ایک دوسری روایت میں آپ کا قول ہے

"......و نحن قوم لا یکذب بعضهم بعضاً" ① (اور ہم ایسی قوم ہیں جو ایک دوسرے کو جھوٹا قرار نہیں دیتے تھے)

۞ عہد بنوامیہ میں نقد حدیث

عہد بنوامیہؓ میں نقد حدیث وسیع پیمانے پر ہونے لگا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد وضع حدیث کے مختلف اسباب وعوامل پیدا ہو چکے تھے ②۔ وضع حدیث کے انہی عوامل و اسباب نے علم نقد حدیث کے دائرہ کو وسیع کر دیا تھا۔ گمراہ کن فرقوں نے موضوع احادیث کو وضع کر کے اپنے مذہب کو تقویت دینے کی سعی لاحاصل کی، جس کے نتیجے میں صحیح اور موضوع روایات کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ کلام رسول (احادیث) کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب من گھڑت کلام سے علیحدہ کر دیا جائے۔ چنانچہ محدثین کرام (صحابہؓ و تابعینؒ) نے کلام رسول کی حفاظت کیلئے جہاں علم الاسناد کو ضروری قرار دیا، اور روایان حدیث کو علم جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھا، وہیں حدیث کے متن (Text) کو بھی جانچا اور پرکھا، صحیح اور موضوع روایات کے درمیان امتیاز کو واضح کیا اور اس ضمن میں انہوں نے کسی قسم کی کوتاہی اور سہل انگاری سے کام نہیں لیا یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ کو جب بھی کسی روایت کے بارے میں ذرا سا تأمل ہوا یا اس کی صحت میں شک ہوا تو انہوں نے بلا جھجک اس پر نقد کیا۔

۞ اس عہد میں نقد صحابہؓ حدیث کی امثلہ:

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث بیان کی: ((الوضوء مما مست النار ولو من ثور إقط)) (جس چیز کو آگ چھوئے (اس کے کھانے سے) وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ پنیر کا ایک ٹکڑا ہی ہو)۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ((أنتوضأ من الدهن أنتوضأ من الحميم)) ③ (کیا ہم چکناہٹ اور گرم پانی کے استعمال سے بھی وضو کریں)

۲۔ حضرت عائشہؓ نے جب حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت سنی: ((من غسل ميتاً فليغتسل و من حمله فليتوضأ)) تو حضرت عائشہ کہنے لگی: ((أو نجس موتى المسلمين وما على رجل لو حمل عوداً)) ④ (کیا مسلمانوں کے مردے ناپاک ہیں؟ اگر کوئی شخص لکڑی اٹھالے تو اس پر (وضو) نہیں ہے)

① الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۸۶ ② دیکھئے صفحہ نمبر ۴۳۹

③ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الطهارة، باب الوضوء مما غيرت النار، حدیث نمبر ۷۹، ص: ۲۱

④ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب في الغسل من غسل ا لميت، حدیث نمبر ۳۱۶۱، ص: ۴۶۳

⊙ الزرکشی، الإجابة لإيراد ما استدركته عائشة على الصحابة، ص: ۱۳۵

۳۔ حضرت عائشہؓ کو جب حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت سنائی گئی: ((إن الميت يعذب ببكاء أهله عليه)) (بے شک میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے)۔ تو حضرت عائشہؓ کہنے لگیں: ((والله ما قاله رسول الله ﷺ قط......)) ① (بخدا رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کہا)

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کے الفاظ یوں بیان ہوئے ہیں:

((إنكم لتحدثو نی عن غير كاذبين ولا مكذبين ولكن السمع يخطئ)) ②

بے شک تم نے حدیث بیان کی ہے نہ تم دونوں جھوٹے ہو اور نہ جھٹلاتے ہو لیکن کان سننے میں غلطی کر جاتا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

((وحسبكم القرآن)) ③ "﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾" ④

تمہیں قرآن کریم کافی ہے۔ (جس میں مذکور ہے) "کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"۔

۴۔ حضرت فاطمہؓ بنت قیس نے جب یہ حدیث بیان کی: ((طلقني زوجي ثلاثا على عهد النبي ﷺ فقال رسول الله ﷺ لا سكنى لك ولا نفقة)) (نبی ﷺ کے عہد میں میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے رہائش اور نان و نفقہ نہیں ہے)۔ تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے: ((لا ندع كتاب الله و سنة نبينا ﷺ لقول امرأة لا ندری أحفظت أم نسيت)) ⑤ (ہم کتاب اللہ اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر ترک نہیں کر سکتے۔ کیا معلوم اسے یاد بھی ہے یا بھول گئی ہے)

۵۔ حضرت محمودؓ بن ربیع نے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی: ((فإن الله قد حرم على النار من قال لا إله إلا الله يبتغي بذلك وجه الله)) (جس شخص نے خالص اللہ کی رضا کے لئے "لا الہ الا اللہ" کہا اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی)۔ تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے سن کر فرمایا: ((والله ما أظن رسول الله ﷺ قال ما قلت قط)) ⑥ (خدا کی قسم میرا نہیں خیال کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایسا کہا ہوگا جو تم نے کہا ہے)

---

① مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، حدیث نمبر ۲۱۴۲، ص: ۳۷۳
② مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء أهله علیه، حدیث نمبر ۲۱۴۲، ص: ۳۷۳
③ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء أهله علیه، ص: ۳۷۵
④ فاطر: ۱۸/۳۵
⑤ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی المطلقة ثلاثا، حدیث نمبر ۱۱۸۰، ص: ۲۸۷
⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التهجد، باب صلاة النوافل جماعة، حدیث نمبر ۱۱۸۶، ص: ۱۸۹

ڈاکٹر محمد لقمان السلفی عہدِ صحابہؓ کی نقد حدیث کی بعض امثلہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"والمقصود من هذه الأمثلة هو الإستدلال على أن الصحابة نظروا فى المتون .... ولكن الذى ينبغى أن لا يفوتنى من الذكر أن ردهم لبعض الأحاديث لم يتعدى الإختلاف فى فهم تلك الأحاديث أو أن مدلول الحديث كان معمولا به ثم نسخ بعد ذلك ولم يبلغ راويه هذا النسخ فظل علىٰ العمل بروايته أو توقف الصحابى فيما لم يبلغه من الاحاديث حتى يتأكد من أنها صدرت من رسول الله ﷺ" ①

ان امثلہ سے مقصود دراصل اس بات پر استدلال کرنا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے احادیث کے متون پر نظر رکھی ...... لیکن یہاں پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کا بعض احادیث کو رد کرنے کا مطلب صرف احادیث کو سمجھنے میں اختلاف کی بناء پر تھا یا مدلولِ حدیث پہلے قابل عمل تھا پھر منسوخ ہو گیا لیکن اس کے راوی کو اس کا علم نہ ہو سکا چنانچہ وہ اپنی نقل کردہ روایت پر ہی عمل پیرا رہا یا پھر وہ صحابی جسے احادیث نہیں پہنچیں، اس نے اسے قبول کرنے سے توقف کیا۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں یقین کر لیا کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے صادر ہوئی ہے۔

علامہ خلدون الأحدب عہد صحابہؓ میں نقد حدیث کی امثلہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"بعد هذا يمكن القول بأن نشأة النقد وارتباطه بالقبول والرد كان فى زمن الصحابة رضوان الله عليهم وكان لابد من وجوده حيث إن الضبط والحفظ لا مدخل لها فى العدالة فالصحابة رضوان الله عليهم أجمعين عدول كلهم بتعديل الله سبحانه لهم أما الضبط والحفظ فشيئ آخر فقد حفظ منهم من حفظ، ونسى من نسى وكان بعضهم أحفظ من بعض و لهذا كله نشأ النقد" ②

اس کے بعد یہ کہنا ممکن ہے کہ نقد کی ساخت و پرداخت اور اس کا قبول و رد کے ساتھ وابستگی عہد صحابہؓ میں تھی اور اس (نقد) کا وجود ضروری تھا کیونکہ عدالت میں حفظ و ضبط کا کوئی دخل نہیں ہے تمام صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کی تعدیل کی وجہ سے عدول ہیں البتہ ضبط و حفظ ایک دوسری چیز ہے ان میں سے بعض نے یاد رکھا اور بعض نے بھلا دیا اور بعض، بعض سے زیادہ حافظ تھے ان تمام چیزوں کی وجہ سے نقد کی نشو ونما ہوئی۔

---

① محمد لقمان، اهتمام المحدثین بنقد الحدیث، ص: ۳۱۳

② خلدون الأحدب، أسباب اختلاف المحدثین، ص: ۱/۴۲

حافظ ابن حبان کا تابعین کے بارے میں کلام گذر چکا ہے کہ تابعین بھی صحابہ کرامؓ کی طرح روایات کے نقل کرنے اور بیان کرنے میں محتاط واقع ہوئے تھے۔

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی تابعین کے نقد حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقد أصبح هذا الإتجاه قويا عند التابعين و من بعدهم من الأئمة النقاد من المحدثين فهم بالإضافة إلىٰ اهتمامهم بالإسناد و نقد الرجال الذين هم معيار صدق الحديث أو كذبه كانت لهم نظرات فى متن الحديث و توثيقه بعيداً عن السند" ①

اور یہ رجحان تابعین اور ان کے بعد محدثین ائمہ نقاد کے ہاں قوی ہو گیا اور وہ اسناد اور نقد رجال جو حدیث کے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار ہے کے اہتمام کے ساتھ ساتھ متن حدیث اور اس کی توثیق کے بارے میں سند کے علاوہ بھی غور وخوض کرتے تھے۔

❁ تابعین میں نقد حدیث کی امثلہ:

۱۔ سعید بن مسیب نے عامر بن سعد سے روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے والد (سعد بن وقاص) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کہا:

((أنت مني بمنزلة هارون من موسىٰ إلا أنه لانبي بعدى))

تم میرے نزدیک اس طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

سعید بیان کرتے ہیں:

میں نے یہ چاہا کہ میں سعدؓ بن وقاص سے بالمشافہ ملوں اور اس روایت کے بارے میں پوچھوں چنانچہ میں سعد سے ملا میں نے انہیں عامر کی بیان کردہ حدیث سنائی کہنے لگے میں نے اسے (رسول اللہ ﷺ سے) سنا ہے میں نے کہا کیا آپ نے واقعۃً سنا ہے تو انہوں نے اپنے کانوں پر انگلیاں رکھ کر کہا جی ہاں اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں ②۔

۲۔ ایوب بن کیسان سختیانی نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے ایوب کہتے ہیں مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا:

"ألا تعجب حدثني القاسم عن عائشة أنها قالت أهللت بالحج ...... وحدثني عروة عنها أنها قالت أهللت بعمرة ألا تعجب" ③

---

① لقمان، اهتمام المحدثین بنقد الحدیث، ص: ۳۱۳
② مسلم، الصحیح، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضل علی بن ابی طالب، حدیث نمبر ۶۲۱۷، ص: ۱۰۵۹
③ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۲/۱۲۶

کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں کہ مجھے قاسم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کردہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حج کی نیت کی ...... اور عروہ نے ان سے مجھے حدیث بیان کی کہ عائشہؓ نے کہا میں نے عمرہ کی نیت کی کیا تمہیں تعجب نہیں ہے۔

۳۔ جبیر بن نفیر نے حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت کی ہے حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں:

((کنا مع النبیﷺ فشخص ببصره إلىٰ السماء ثم قال هذا أوان یختلس العلم من الناس حتی لا یقدروا منه علی شیئ......"

ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر کہا یہ وقت ہے کہ جب لوگوں سے علم اچک لیا جائے گا یہاں تک تھوڑے سے علم پر بھی وہ قادر نہیں رہیں گے۔

جبیر کہتے ہیں میں حضرت عبادہؓ بن الصامت سے ملا اور ان سے کہا:

((ألا تسمع ما یقول أخوك ابو الدرداءؓ فأخبرته بالذی قال ابوالدرداءؓ قال صدق ابوالدرداءؓ ......)) ①

کیا آپ نے سنا نہیں جو تمہارا بھائی ابوالدرداءؓ کہتا ہے چنانچہ میں نے انہیں ابوالدرداءؓ کے قول کی خبر دی تو انہوں نے کہا ابوالدرداءؓ نے سچ کہا ہے۔

۴۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں:

"سمعت عبدالله بن عمرؓ عن نبیذ الجر یقول حرم رسول اللهﷺ نبیذ الجر فأتیت ابن عباسؓ فقلت ألا تسمع ما یقول ابن عمرؓ قال وما یقول قلت قال حرم رسول اللهﷺ نبیذ الجر فقال صدق ابن عمرؓ حرم رسول اللهﷺ نبیذ الجر فقلت وأی شیئ نبیذ الجر قال کل شیئ یصنع من المدر" ②

میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے چنانچہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا میں نے کہا کیا آپ نے سنا ہے جو حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہنے لگے وہ کیا کہتے ہیں میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے حضرت ابن عباسؓ نے کہا حضرت ابن عمرؓ نے سچ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے۔ میں نے کہا گھڑے کی نبیذ کس سے ہوتی ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہر وہ چیز جو مٹی سے تیار ہوتی ہے۔

۵۔ سوید بن عبدالعزیز نے مغیرۃ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں:

''ہم ایک شیخ کی طرف گئے جس کے بارے میں ہمیں خبر ملی تھی کہ وہ احادیث بیان کرتا ہے جب ہم ابراہیم

---

① الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی ذهاب العلم، حدیث نمبر ۲۶۵۳، ص: ۶۰۲

② ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الأشربة، باب فی الأوعية، حدیث نمبر ۳۶۹۱، ص: ۵۲۹

النخعی کے پاس پہنچے تو کہنے لگے تمہارا کیا کام ہے ہم نے کہا ہم ایک شیخ کے پاس آئے ہیں جو احادیث بیان کرتا ہے ابراہیم نے کہا ہم تو اس شخص سے احادیث لیتے ہیں جو ان (احادیث) کے علل کو جانتا ہو اور ہم نے ایسے شیخ کو پایا ہے جو حدیث بیان کرتے ہوئے حلال کو حرام سے بدل ڈالتا ہے اور اسے اس کا علم ہی نہیں ہوتا"۔[1]

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تابعین نے بھی حدیث کے بارے میں نقد سے کام لیا تاہم انہیں کسی راوی کی عدالت میں ہرگز شک و شبہ نہیں تھا بلکہ ان کے پیش نظر اس چیز کا امکان باقی تھا کہ شاید کسی سے حدیث سمجھنے میں غلطی لگ گئی ہو یا پھر انہوں نے حدیث سنی ہی نہیں اور جب انہیں حدیث سنائی گئی تو انہیں تعجب ہوا چنانچہ انہیں ان کے بارے میں تحقیق اور تثبت کی ضرورت پیش آئی۔

تبع تابعینؒ کی نقد حدیث

عصر تبع تابعین میں نقد حدیث نے ایک خاص رنگ اور اسلوب اختیار کیا جس کی وجہ شاید یہ تھی کہ صحابہؓ کے عہد میں فتنہ وضع حدیث اس قدر وسیع اور عام نہیں ہوا تھا جس قدر اس دور میں پھیلا تھا چنانچہ اس دور میں ائمہ نقاد حدیث نے اس فتنہ کا قلع قمع کیا۔ انہوں نے رجال، متون حدیث دونوں پر نقد کیا اور اس علم کو انہوں نے اپنے اساتذہ تابعین سے لیا تھا جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا تھا۔ یہ انہی کی مساعی جلیلہ کا نتیجہ تھا کہ آج امت کے ہر فرد کے پاس صحیح احادیث کا مجموعہ موجود ہے۔

حافظ ابن حبان ان ائمہ نقاد کے گراں قدر کام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ثم أخذ عن هؤلاء مسلك الحديث وانتقاد الرجال وحفظ السنن والقدح فى الضعفاء جماعة من أئمة المسلمين والفقهاء فى الدين منهم سفيان بن سعيد الثورى و مالك بن انس و شعبة بن الحجاج و عبدالرحمٰن بن عمرو الأوزاعى و حماد بن سلمه و الليث بن سعد و حماد بن زيد و سفيان بن عيينة فى جماعة معهم إلا أن من أشدهم انتقاء للسنن وأكثرهم مواظبة عليها حتى جعلوا ذلك صناعة لهم لا يشوبونها بشيئ آخر ثلاثة أنفس مالك والثورى وشعبة"[2]

پھر ائمہ مسلمین، فقہائے دین نے ان (صحابہؓ) سے حدیث کے طریق کار، نقد رجال اور حفظ سنن، ضعفاء کی جرح کو اختیار کیا ان میں سفیان بن سعید ثوری، مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی، حماد بن سلمہ، لیث بن سعد، حماد بن زید،

---

[1] ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/۲۹

[2] ابن حبان، المجروحین، ص: ۱/۳۰

سفیان بن عیینہ اور ایک جماعت تھی مگر ان سے زیادہ سنن (احادیث) کا نقد کرنے والے اور اس پر ہمیشگی کرنے والے جنہوں نے اسے ان کے لئے ایک صنعت قرار دی جسے وہ کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے تھے وہ تین اشخاص تھے۔ امام مالک، سفیان ثوری، اور شعبہ۔

نقد حدیث کی ضرورت و اسباب

فتنہ وضع حدیث جب رونما ہوا۔ اہل باطلہ نے دروغ گوئی کا سلسلہ شروع کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہر قسم کی احادیث منسوب کی جانے لگیں۔ اس طرح صحیح اور من گھڑت احادیث کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہوگیا۔ تو حضرات تابعین و تبع تابعین نے وضاعین اور دشمنان حدیث کا مختلف طریقوں سے مقابلہ کیا①۔ ان طریقوں میں سے ایک طریقہ جو انہوں نے اختیار کیا وہ نقد حدیث کا تھا جس کے بارے میں ان کے پاس اپنے اسلاف کا نمونہ تھا اسی ضرورت کے پیش نظر ائمہ دین نے نقد حدیث کا سلسلہ شروع کیا۔ نقد حدیث کے انہی محرکات کی طرف امام ترمذی اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ما حملهم على ذلك عندنا. والله أعلم. إلا النصيحة للمسلمين لا نظن أنهم أرادوا الطعن على الناس أوالغيبة إنما أرادوا عندنا أن يبينوا ضعف هؤلاء لكى يعرفوا لأن بعضهم من الذين ضعفوا كان صاحب بدعة و بعضهم كان متهماً فى الحديث و بعضهم كانوا أصحاب غفلة وكثرت خطاء فأراد هؤلاء الأئمة أن يبينوا أحوالهم شفقة على الدين و تبييناً لأن الشهادة فى الدين أحق أن يثبت فيها من الشهادة فى الحقوق والأموال" ②

ہماری نظر میں انہیں (ائمہ دین کو) مسلمانوں کی خیرخواہی نے راغب کیا ہے یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ انہوں نے لوگوں کی عیب جوئی یا ان کی غیبت کرنے کا ارادہ کیا تھا بلکہ ان کا مقصد تھا ایسے لوگوں کی کمزوری واضح کی جائے کیونکہ بعض وہ لوگ جو ضعیف قرار دیے گئے تھے وہ بدعتی تھے اور بعض پر جھوٹی حدیث بیان کرنے کی تہمت تھی اور بعض غافل اور کثرت سے غلطیاں کرنے والے تھے چنانچہ ان ائمہ نے دین پر جھوٹ گھڑنے کے ڈر سے اور اسے بیان کرنے کی غرض سے ایسے لوگوں کے احوال کو بیان کیا ہے کیونکہ دین کی گواہی کو حقوق اور اموال کی گواہی کے مقابلہ میں بیان کرنا زیادہ ضروری ہوتا ہے۔

حافظ ابن رجب اس بارے میں فرماتے ہیں:

---

① دیکھئے، فتنہ وضع حدیث کا سد باب اور محدثین کی خدمات: صفحہ نمبر ۱۷۔۳۴

② ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۳۴

"وسبب هذا أنه قد كثر الكذب على علي في تلك الأيام كما روى شريك عن ابى اسحاق سمعت خزيمة بن نصر العبسى أيام المختار و هم يقولون ما يقولون من الكذب و كان من اصحاب علي قال: "ما لهم قاتلهم الله أى عصابة شانوا و أى حديث أفسدوا" [1]

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ایام میں حضرت علیؓ پر کثرت سے جھوٹ بولا جانے لگا جس طرح شریک ابو اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ (انہوں نے کہا) میں نے خزیمہ بن نصر عبسی سے جن دنوں میں مختار نے فتنہ برپا کیا اور وہ جھوٹ کہہ رہے تھے اور وہ اصحاب علیؓ میں سے تھا حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ انہیں غارت کرے کس جماعت کا مرتبہ کم کر رہیں ہیں اور کتنی زیادہ احادیث کو انہوں نے فاسد کر دیا ہے۔

اگر علماء امت اس طرح نقد حدیث کا کام شروع نہ کرتے تو صحیح اور کمزور احادیث کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا بہت سی سنتیں و آثار ضائع ہو جاتے ،استنباط اور اعتبار کا معاملہ باطل ٹھہرتا نیز شریعت اسلامی خلط ملط ہو جاتی یہ انہی علماء دین کی شاندار مساعی کا نتیجہ ہے کہ جن کی بدولت شریعت اسلامی کا یہ سرچشمہ صافی اور پاک ہے جس میں کسی قسم آمیزش نہیں ہے۔

جزاهم الله خير الجزاء و أوفاه

......☆......☆......☆......

[1] ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۵۲

بحث ثالث

مشہور ائمہ نقاد اور ان کے
نقد حدیث کا طریقۂ کار

مشہور ائمہ نقاد اور ان کے نقدِ حدیث کا طریقۂ کار

عہد صحابہؓ و تابعینؒ میں فتنۂ وضع حدیث کا جو دروازہ کھلا تھا، بنو امیہ کے آخری دور میں اس فتنہ کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا، چنانچہ اس دور میں ائمہ نقاد نے اس فتنہ کا تدارک کیا، انہوں نے رواۃ حدیث اور متون حدیث دونوں پر نقد کیا، اور اسے ایک صنعت قرار دیا، جس کی وجہ سے نقد حدیث نے ایک خاص رنگ اور اسلوب کی صورت اختیار کر لی۔ صحیح اور موضوع حدیث کے مابین فرق و امتیاز کرنے کیلئے جن ذرائع (یعنی علم الاسناد، علم الجرح والتعدیل، علم التاریخ، علم الرواۃ وغیرہ) سے استفادہ کرنا ممکن تھا، اس دور کے ائمہ نقاد نے ان سے بھرپور طریقے سے استفادہ کیا۔ اس دور کے نمایاں ائمہ نقاد میں درج ذیل سرفہرست ہیں:

1) امام عبدالرحمٰنؒ بن عمرو الاوزاعی (1)
2) امام شعبہؒ بن حجاج (2)
3) امام سفیانؒ بن سعید الثوری (3)
4) امام مالکؒ بن انس (4)
5) امام عبداللہؒ بن مبارک (5)
6) امام سفیانؒ بن عیینہ (6)
7) امام یحیٰی بن سعید القطانؒ (7)

ذیل میں علم نقد حدیث میں ان ائمہ کا مقام و مرتبہ اور ان کا نقد رجال میں طریقۂ کار بیان کیا جاتا ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن عمرو الأوزاعی

آپ اپنے وقت کے جرح وتعدیل کے ائمہ میں سے تھے۔

ابن ابی حاتم کا قول ہے:

"وكان من العلماء الجهابذة النقاد من أهل الشام" (8)

آپ اہل شام کے دانا نقاد علماء میں سے تھے۔

ابن عدی (9)، ابن حبان (10)، اور ذہبی نے بھی آپ کا شمار علمائے نقاد میں کیا ہے (11)۔

---

(1) سوانح حیات کیلئے دیکھئے صفحہ نمبر ۸۵
(2) سوانح حیات کیلئے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۱
(3) سوانح حیات کیلئے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۳
(4) سوانح حیات کیلئے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۸
(5) سوانح حیات کیلئے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۱
(6) سوانح حیات کیلئے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۸
(7) سوانح حیات کیلئے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۱۱
(8) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۸۴
(9) ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۹۹
(10) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱/۴۰
(11) الذہبی، ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل، ص: ۱۶۳

آپ حدیث بیان کرنے میں بہت زیادہ متشدد تھے، صرف اپنے من پسند شخص کو حدیث بیان کرتے تھے۔ چنانچہ بعض طلبہ ائمہ سے سفارش کراتے تھے تاکہ آپ انھیں حدیث بیان کریں۔ اس کی وضاحت ذیل کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے:

ایک شخص سفیان بن سعید ثوری کے پاس آیا اور کہنے لگا اوزاعی کو لکھیں کہ وہ مجھے حدیث بیان کریں۔ تو سفیان نے کہا میں تمھیں لکھ تو دیتا ہوں مگر میرا نہیں خیال کہ وہ تمہیں احادیث بیان کریں (۱)۔

نیز آپ کا قول ہے: آپ نقلِ روایت میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے، آپ کہا کرتے تھے:

"كنا نسمع الحديث فنعرضه علىٰ أصحابنا كما يعرض الدرهم الزيف على الصيارفة" (۲)

ہم حدیث سن لینے کے بعد اسے اپنا اساتذہ کے سامنے پیش کر دیتے تھے جس طرح کھوٹے دراہم زرگر کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں

نیز آپ کا قول ہے۔

"خذ دينك عمّن تثق به و ترضىٰ به" (۳)

تم اپنا دین (احادیث) اس شخص سے لو جس پر تمھیں اعتماد ہے اور جسے تم پسند کرتے ہو۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے بیٹے سے کہا:

"يا بني لو نقبل من الناس كل ما يعرضونه علينا لأوشك بنا أن نهوّن عليهم" (۴)

اے بیٹے! اگر ہم لوگوں کی ہر بات کو قبول کر لیں تو ممکن ہے وہ ہمیں ہیچ سمجھیں۔

جب آپ سے کوئی سائل سوال کرتا کہ آپ نے کس سے سماع کیا ہے تو آپ جواب دیتے

"ليس لك حملته ،حملته لنفسي عمن أثق به" (۵)

میں نے انہیں (احادیث کو) تمھارے لئے نہیں سنا، میں نے تو اپنے لئے ان کا سماع ایسے شخص سے کیا ہے جس پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔

آپ مقطوع (۶) اور اہلِ شام کی مراسیل (۷) کو حجت قرار دیتے تھے (۸)۔

---

(۱) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۱۴/۷ (۲) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۱/۲ (۳) الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۹/۲

(۴) الفسوی، کتاب المعرفۃ والتاریخ، ص: ۹۹/۲ (۵) ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۳۳

(۶) مقطوع سے مراد وہ قول یا فعل ہے جو کسی تابعی یا اس سے پہلے کسی شخص کی طرف منسوب ہو۔ دیکھئے: ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۴۷

(۷) مراسیل مرسل کی جمع ہے۔ مرسل ہر وہ حدیث کہلاتی ہے جس کی سند میں صحابی کا نام نہ ہو۔ تابعی براہ راست رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کر رہا ہو۔ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۲۲۵ ◉ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۵۱ ◉ العراقی، التقیید والایضاح، ص: ۷۱ ◉ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ص: ۳/۲

(۸) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۱۴/۷ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴۲/۶

نقد رجال کی مثال:

یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے

''میں نے اوزاعی سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا جو وہم کا شکار ہو جاتا تھا تو آپ نے کہا اس (شخص) کے وہم کو بیان کرو'' ①

امام شعبہ بن حجاج

محدثین کرام رجالِ حدیث پر شعبہ کے حکم کو تسلیم کرتے تھے دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ شعبہ رجالِ حدیث کے امام تھے۔ امام احمد بن حنبل کہا کرتے تھے:

"کان شعبة أمة وحدة فی هذا الشأن" ②

اس معاملہ (رجال حدیث) میں شعبہ ایک امت کی حیثیت رکھتے تھے۔

یحیی بن سعید کا قول ہے:

"کان شعبة أعلم بالرجال" ③

رجال (حدیث) کے بارے میں امام شعبہ کے پاس سب سے زیادہ علم تھا۔

امام شعبہ ''علم الجرح والتعدیل'' کے بانی تھے۔ ابن رجب کا قول ہے:

"وهو أول من وسّع الکلام فی الجرح و التعدیل واتصال الأسانید وانقطاعها ونقب عن دقائق علم العلل وائمة هذا الشأن بعده تبع له فی هذا العلم ④

امام شعبہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے علم الجرح والتعدیل اور اتصال سند اور انقطاع سند کے بارے میں تفصیلاً کلام کیا اور علم العلل کے باریک بیں مسائل کا کھوج لگایا اور آپ کے بعد اس علم کے ائمہ اس علم میں آپ کے متبعین ہیں۔

علامہ ذہبی کا قول ہے:

"کان ابو بسطام إماماً ثبتاً، حجة ناقداً.... وهو أول من جرّح و عدّل وأخذ عنه فی هذا الشأن یحییٰ بن سعید القطان وابن مهدی وطائفة" ⑤

ابو بسطام (امام شعبہ کی کنیت) امام، ثقہ، ناقد اور صاحب حجت تھے...... سب سے پہلے آپ نے جرح اور تعدیل کی ابتدا کی۔ (بعد

---

① ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۱۳

② ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۵۹ ③ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص: ۴/۳۴۳

③ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۸۵ ④ ابن حجر، تہذیب التھذیب، ص: ۴/۳۴۵

④ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۱۵۹ ⑤ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/۲۰۶

ازاں) یحییٰ بن سعید، ابن مہدی اور ایک جماعت نے آپ سے اس علم کو حاصل کیا۔

امام ابو حاتم کا قول ہے:

"وكان شعبة أبصر بالحديث و بالرجال و كان الثورى أحفظ و كان شعبة بصيراً بالحديث جداً فهما له كأنه خلق لهذا الشأن "①

امام شعبہ حدیث اور علمِ رجال کے بارے میں بہت زیادہ بصیرت رکھتے تھے اور سفیان ثوری حدیث کے بڑے حافظ تھے۔ اور شعبہ حدیث میں بہت زیادہ بصیرت رکھتے تھے پس یہ دونوں حضرات گویا کہ حدیث اور علمِ رجال کے لیے ہی پیدا ہوئے ہیں۔

آپ رجال حدیث پر کلام کو واجب قرار دیتے اور اسے ثواب کا کام سمجھتے اور اسے اللہ کے لئے غیبت کرنے کے مترادف قرار دیتے۔

مکی بن ابراہیم کا قول ہے:

"كان شعبة يجيئ إلى عمران بن حدير فيقول تعال نغتاب ساعة فى الله عزوجل نذكر مساوئى أصحاب الحديث "②

امام شعبہ، عمران بن حدیر کے پاس آ کر کہتے آؤ کچھ دیر اللہ کے لئے غیبت کریں اصحاب حدیث کی (حدیث کے بارے میں) کمزوریاں، برائیاں ذکر کریں۔

نضر بن شمیل شعبہ سے نقل کرتے ہیں۔ امام شعبہ کہا کرتے تھے:

"تعالوا نغتاب فى الله "③ (آؤ اللہ کے واسطے (حدیث نبوی کے لئے) غیبت کریں)

حماد بن زید کا قول ہے:

"ایک مرتبہ شعبہ نے مجھ سے اور عباد بن عباد، جریر بن حازم سے ایک شخص کے بارے میں کلام کیا تو ہم نے شعبہ سے کہا اب بس کرو کہنے لگے ایسا کرنا (حدیث کے رواۃ کے بارے میں کلام کرنا) ہم پر واجب ہے......④

ابن حبان نے حماد بن زید سے نقل کیا ہے:

"......ایک مرتبہ امام شعبہ میرے پاس رات کو آئے اور کہنے لگے تم نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ میں ابان کے بارے میں کچھ نہ بولوں لیکن اس کے بارے میں نہ بولنا جائز نہیں اس لئے کہ وہ رسول ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے"⑤

---

① الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۲۸ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱/۱۷۵
② ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۱۹
③ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۱۱۶
④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۷۱
⑤ ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۲۰

عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے:

"كان شعبة يتكلم في هذا حسبة"①

شعبہ حدیث کے رواۃ کے بارے میں کلام کرنے کو ثواب سمجھتے تھے۔

حماد بن زید سے بھی یہی قول مروی ہے②۔

یزید بن ہارون کا قول ہے:

"لولا أن شعبة أراد الله عزوجل ما ارتفع هكذا يعني كلامه في رواة العلم"③

اگر اللہ تعالیٰ شعبہ کے ذریعے اس علم کی بلندی کا ارادہ نہ فرماتے تو یہ علم ہرگز بلند نہ ہوتا یعنی شعبہ کا رواۃ علم (حدیث) کے بارے میں کلام کرنا۔

امام شعبہ صرف ثقہ رواۃ سے حدیث روایت کرتے تھے۔

علی بن مدینی کہتے ہیں:

ایک بار یحیی بن سعید القطان نے ہم سے قاسم بن عوف کا ذکر کیا۔ یحیی نے کہا کہ شعبہ نے کہا کیا تم اس کے پاس گئے ہو؟ چنانچہ یحیی نے اپنے سر سے اشارہ کیا میں (یعنی ابن المدینی) نے یحییٰ سے کہا اس کا معاملہ کیسا ہے تو آپ بات دھرانے لگے میں نے یحیی سے کہا کیا شعبہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے تو کہنے لگے اگر ضعیف نہ ہوتے تو ان سے یقیناً روایت کرتے"④۔

نیز علی بن مدینی کا قول ہے:

"كل شيئ يحدث به شعبة عن رجل فلا تحتاج أن تقول عن ذلك الرجل إنه سمع فلانا قد كفاك أمره" ⑤

شعبہ جب کسی شخص سے حدیث بیان کرے تو تمھیں اس شخص کے بارے میں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس نے فلاں شخص سے سنا ہے۔ تجھے اس کے معاملہ میں تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں۔

امام شعبہ حدیث کو ایک مرتبہ سن کر مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ کئی بار حدیث سن کر مطمئن ہوتے⑥۔

---

① الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۷۱
② الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۷۱
③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳/۲۱
④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۵۰
⑤ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۶۳
⑥ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۲۶ ◉ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۶۸ ◉ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱/۳۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۹۴ ◉ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۷/۲۱۹ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۳۴۶ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۶۱

نقدِ رجال کی امثلہ

علامہ ذہبی نے امام شعبہ کو ان ائمہ نقاد میں شمار کیا ہے جنہوں نے رواۃ حدیث کے بارے میں بہت زیادہ کلام کیا ہے ①۔

آپ کے کلام کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جرح کے بارے میں بہت متشدد تھے۔ مثلاً:

آپ سے منقول ہے کہ ''آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے جانور کو دوڑا رہا تھا چنانچہ آپ نے اس سے روایت ترک کر دی'' ②

اسی طرح ''آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو وزن کرتے ہوئے ترازو کو جھکا دیتا آپ نے اس سے روایت نہیں لی'' ③

نیز آپ نے ابوزبیر کو دیکھا، جو اچھے طریقے سے نماز نہیں پڑھ رہا تھا آپ نے اس سے روایت نہیں لی ④۔

اور آپ نے منہال بن عمرو کو اس لئے چھوڑ دیا کہ ایک دفعہ آپ نے اپنے گھر میں ان کی آواز سن لی تھی ⑤۔

مذکورہ اسباب کی بناء پر کسی کی روایت کو ترک کر دینا اور اسے مورد جرح قرار دینا درست نہیں کیونکہ یہ اسباب، جرح کا سبب نہیں بنتے اس لئے ابن الصلاح نے ان میں سے بعض اسباب پر تنقید کی ہے ⑥۔

علامہ ذہبی نے بھی منہال بن عمرو کے ترجمہ میں لکھا ہے

"أن ما غمز به شعبة لايوجب غمز الشيخ" ⑦

شعبہ نے جو ان (منہال) پر طعن کیا ہے حقیقت میں یہ شیخ پر کوئی طعن نہیں ہے۔

آپ جرح کے صیغوں میں مبالغہ سے کام لیتے تھے مثلاً آپ کا قول ہے۔

"لأن أرتكب سبعين كبيرة أحب إلىّ من أن أحدث عن أبان بن ابى عياش" ⑧

ستر کبیرہ گناہ کرنا لینا میرے نزدیک زیادہ آسان ہے کہ میں ابان بن ابی عیاش سے حدیث بیان کروں۔

امام شعبہ ضعیف اور متروک رواۃ سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔

امام عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ شعبہ نے کہا:

"هذا عباد بن كثير فا حذروه" ⑨

یہ عباد بن کثیر ہے اس سے بچو (یعنی اس سے روایت مت لو)

---

① الذہبی، ذکر من يعتمد قوله فى الجرح و التعديل، ص:۱۵۸

② ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۳۰

③ ابن حبان، المجروحین، ص:۱/۳۰

④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۵۱

⑤ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۵۳

⑥ ابن الصلاح، مقدمۃ ابن الصلاح، ص:۱۴۰

⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۴/۱۹۲

⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۲۰۶

⑨ مسلم، مقدمة الصحيح، باب بيان أن الإسناد، من الدين، حدیث نمبر ۳۸، ص:۱۲

آپ نے معاذ العنبری کی طرف لکھا:

"لاتکتب عن ابی شیبة قاضی واسط "(۱)

واسط کے قاضی ابوشیبہ سے (احادیث) مت لکھیے۔

آپ نے جریر بن حازم کی طرف پیغام بھیجا:

"لا یحل لك أن تروی عن الحسن بن عمارة فإ نه کذب"(۲)

تمھارے لئے حسن بن عمارۃ سے روایت کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ جھوٹا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں"امام شعبہ بعض دفعہ کسی شخص کو حدیث بیان کرنے سے منع کرتے تھے اور کہتے اگر تم نے حدیث بیان کی تو میں تمہاری بادشاہ سے شکایت کروں گا۔ اس طرح آپ نے سماک بن حرب کی بیان کردہ حدیث کی غلطی کو واضح کیا(۳)۔

امام سفیان بن سعید ثوریؒ

آپ کا شمار متوسط طبقہ کے نقاد میں سے ہوتا ہے جیسا کہ ابن حجر نے بیان کیا ہے(۴)۔

ائمہ نقاد نے آپ کی اس فن (علم الجرح والتعدیل) میں مہارت تامہ کی شہادت دی ہے اور آپ کو اس فن کے بانیوں میں شمار کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے آپ کو ان ائمہ میں ذکر کیا جن کا جرح وتعدیل کے بارے میں قول قابل اعتماد ہے(۵)۔

امام ابن ابی حاتم(۶) اور ابن عدی نے بھی آپ کو ائمہ نقاد میں شمار کیا ہے(۷)۔

امام سفیان کا مشہور قول ہے۔

"لما استعمل الرواة الکذب استعملنا لھم التاریخ "(۸)

جب رواۃ نے جھوٹ بولنا شروع کر دیا تو ہم نے ان کے لئے تاریخ کو استعمال کیا۔

آپ کا مذکورہ قول: "علم الجرح والتعدیل" کا بنیادی اور اہم قاعدہ میں شمار ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

"الثوری أعلم بحدیث الکوفیین و مشایخھم من شعبة" (۹)

ثوری کوفہ کے محدثین اور ان کی حدیث کو شعبہ سے زیادہ جانتے تھے۔

---

(۱) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۳۳ ◉ المسلم، مقدمة الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۲۷، ص:۱۹

(۲) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۳۷ ◉ المسلم، مقدمة الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۲۷، ص:۱۹

(۳) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۵۸ (۴) السخاوی، المتکلمون فی الرجال، ص:۸۸

(۵) الذہبی، ذکر من یعتمد قوله فی الجرح و التعدیل، ص:۱۶۳ ◉ السخاوی، فتح المغیث، ص:۳/۳۱۸ ◉ السخاوی، الإعلان بالتوبیخ، ص:۱۹۳

(۶) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۵۵ (۷) ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۱۳۳

(۸) ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۱۳۹ (۹) ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱/۱۹۳

نیز امام احمد کا قول ہے:

"سفیان أحفظ للإ سناد و أسماء الرجال من شعبة" ①

سفیان اسناد اور اسماء الرجال کا شعبہ سے زیادہ حافظ ہیں۔

ابو حاتم کا قول ہے:

"هو إمام أهل العراق وأتقن أصحاب ابی اسحاق وهو أحفظ من شعبة وإذا اختلف الثوری وشعبة فا الثوری" ②

سفیان اہل عراق کے امام اور ابو اسحاق کے ثقہ اصحاب میں سے ہیں۔آپ شعبہ سے زیادہ حافظ ہیں۔جب شعبہ اور ثوری کسی حدیث کے بارے میں اختلاف کریں تو ثوری کا قول قابل حجت ہوگا۔

علامہ ذہبی کا قول ہے:

"له نقد وذوق" ③ (سفیان ناقد اور نقد کا ذوق رکھنے والے تھے)

◈ نقد رجال کی امثلہ:

آپ سے ثور بن یزید شامی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا۔

خذوا عنه و اتقوا قرنيه إنه كان قدريا" ④

اس سے لے لو اور اس کے سینگوں سے بچو یعنی وہ قدری تھا۔

نیز آپ کا قول ہے:

كان جابر ورعا فی الحديث ما رأيت أرع فی الحديث من جابر "⑤

جابر حدیث میں احتیاط کرنے والا تھا۔ میں نے جابر سے زیادہ حدیث میں احتیاط کرنے والے کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

ابن ابی عمر العطار فرماتے ہیں ایک دفعہ سفیان ثوری کے ساتھ مسجد حرام میں تھا کہ ادھر سے عبدالوہاب بن مجاہد گذرے سفیان کہنے لگے: "هذا كذاب" ⑥ (یہ جھوٹا ہے)۔ایک مرتبہ آپ کو کہا گیا:

"مالك لا تحدث عن ابان بن عياش" آپ کو کیا ہے کہ آپ ابان بن عیاش سے حدیث بیان نہیں کرتے۔

تو آپ نے فرمایا: "كان أبان نسيا للحديث" ⑦ (ابان حدیث کو بھلا بیٹھا ہے۔)

---

① ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱/۱۶۳
② الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۶۶
③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص:۲/۱۶۹
④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۷۴
⑤ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۷۴
⑥ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۷۶
⑦ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۷۷

امام مالک بن انسؒ

آپ نقد رجال کے ائمہ میں سے تھے۔ امام سفیان بن عیینہ کا قول ہے:

"ما کان أشد انتقاد مالك للرجال وأعلمۂ بشأنهم" (۱)

نقد رجال کے سلسلہ میں امام مالک بہت متشدد واقع ہوئے ہیں، اور اس (نقد رجال) کے معاملہ کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

ابن البر کا بیان ہے:

"معلوم أن مالكا كان من أشد الناس تركا لشذوذ العلم وأشدهم انتقاداً للرجال...." (۲)

یہ بات معلوم ہے کہ امام مالک شاذ علم کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ترک کرنے والے تھے اور نقد رجال کے سلسلہ میں بھی آپ سخت ترین تھے۔

یعقوب بن شیبہ کا قول ہے:

"کان مالك ممن ينتقى الرجال" (۳) امام مالک راویوں میں سے انتخاب کرتے تھے۔

ابن حبان کا قول ہے:

"کان مالك أول من انتقى الرجال من الفقهاء بالمدينة....." (۴)

فقہاء مدینہ میں سے امام مالک نے سب سے پہلے رجال (حدیث) کا نقد کیا۔

نیز انہوں نے آپ کو ائمہ نقاد (حدیث) میں شمار کیا ہے (۵)۔

علامہ ذہبی کا قول ہے:

"هو أمة فى نقد الرجال" (۶) (نقدِ رجال کے سلسلہ میں امام مالک ایک امت کی حیثیت رکھتے ہیں)

علامہ ذہبی نے امام مالک کا شمار ان ائمہ میں سے کیا ہے جن کا قول ''علم الجرح والتعدیل'' میں قابل اعتماد ہے۔ اور جنہوں نے رواۃ کے بارے میں بہت زیادہ کلام کیا ہے (۷)۔

---

(۱) الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۳۳ ● ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/ ۶۵ ● ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۳۶ ● ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۶

(۲) ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/ ۶۵

(۳) ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۳/ ۸۱۷

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/ ۹

(۵) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱/ ۴۰

(۶) الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/ ۷۲

(۷) الذہبی، ذکر من یعتمد قوله فى الجرح و التعديل، ص: ۱۵۸

ابن ابی حاتم نے آپ کو چوٹی کے ائمہ نقاد میں شمار کیا ہے۔ ان کا قول ہے:

"فمن العلماء الجهابذة النقاد الذين جعلهم الله علما للإسلام وقدوة في الدين ونقادا لناقلة الآثار من الطبقة الأولى بالحجاز مالك بن انس...."①

طبقہ اولی کے وہ دانا علماء نقاد جنھیں اللہ تعالی نے اسلام کا علم اور دین کا نمونہ قرار دیا ہے اور وہ ناقلین آثار کے نقاد ہیں ان میں سے حجاز میں امام مالک ہیں۔

◈ نقد رجال کی امثلہ

امام مالک رجال حدیث کے نقد کے بارے میں بہت متشدد تھے۔ آپ کہا کرتے تھے:

ا۔ "لا يؤخذ العلم من أربعة ويؤخذ ممن سوى ذلك لا يؤخذ من سفيه معلن بالسنة وإن كان أروى الناس ولا من صاحب هوى يدعوا الناس إلى هواه ولا من كذّاب في أحاديث الناس وإن كنت لا تتهمه أن يكذب على رسول الله ﷺ ولا من شيخ له عبادة وفضل إذا كان لا يعرف ما يحدث"②

چار قسم کے لوگوں سے علم حاصل نہ کیا جائے اور ان کے علاوہ تمام لوگوں سے حاصل کیا جائے۔(وہ چار اشخاص یہ ہیں)

(i) بے وقوف شخص جو اپنی بے وقوفی کی تشہیر کرنے والا ہو۔ اگرچہ ایسا شخص سب سے زیادہ روایت کرنے والا ہو

(ii) ایسا شخص جو اپنی خواہش کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہو۔

(iii) ایسا شخص جو عام گفتگو میں جھوٹ تو بولتا ہو لیکن وہ حدیث رسول ﷺ کے بارے میں جھوٹ بولنے میں متہم نہ ہو۔

(iv) ایسا عبادت گزار اور صاحب مرتبہ شخص جسے حدیث کے بارے میں کچھ علم نہ ہو۔

۲۔ نیز آپ کا قول ہے:

"أدركت في مسجدنا هذا ستين أو سبعين من التابعين لم أكتب إلا عمن يعرف حلال الحديث وحرامه وزيادہ ونقصانه"③

اپنی اس مسجد میں میری ساٹھ یا ستر تابعین سے ملاقات ہوئی ہے۔ مگر میں نے ان میں سے صرف اس شخص سے حدیث لکھی ہے جو حدیث کے حلال و حرام (یعنی صحیح و ضعیف) اور اسکی کمی و بیشی کی معرفت رکھتا تھا۔

۳۔ بشر بن عمر نے امام مالک سے محمد بن عبد الرحمٰن کے بارے میں پوچھا جو سعید بن مسیّب سے روایت کرتے ہیں تو آپ نے جواب دیا "لیس بثقة" (وہ ثقہ نہیں ہیں۔) اسی طرح میں نے آپ سے ابوالحویرث، شعبہ بن دینار الہاشمی جن سے ابن ابی ذئب روایت کرتے ہیں، صالح مولی التوأمہ، حرام بن عثمان کے بارے میں پوچھا تو

---

① الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:۱۰ ② ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۱۰۳

③ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص:۱۰۵

آپ نے جواب دیا۔

"لیسوا بثقه فی حدیثهم" ① (یہ سب اپنی حدیث میں ثقہ نہیں ہیں)

۴۔ یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے۔

"سألت مالك بن انس عن ابراهيم بن ابی یحییٰ أکان ثقة قال لا ولا ثقة فی دينه" ②

میں نے امام مالک بن انس سے ابراہیم بن ابی یحییٰ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وہ ثقہ ہیں تو آپ نے فرمایا جی نہیں اور نہ ہی وہ اپنے دین میں ثقہ ہیں۔

امام مالک ابن اسحاق کے بارے میں فرماتے ہیں:

"دجال من الدجاجلة" ③ (دجالوں میں سے ایک دجال ہے)۔

۵۔ عبدالرحمٰن بن قاسم فرماتے ہیں:

"سألت مالكا عن ابن سمعان فقال كذّاب" ④

میں نے امام مالک سے ابن سمعان کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے۔

۶۔ یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے ابو جابر بیاضی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا:

"لم یکن برضا" ⑤ (وہ پسندیدہ شخص نہیں ہیں)

امام رازی نے آپ کے اس طرح کے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں ⑥۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ

آپ کا شمار متوسط درجہ کے نقاد میں سے ہوتا ہے۔ جرح و تعدیل کے بارے میں آپ کا کلام لطیف نوعیت کا ہوتا ہے۔ احوال رجال اور اسناد کے بارے میں آپ نے بہت زیادہ کلام اور بحث و تمحیص سے کام لیا ہے۔ اسناد کے بارے میں آپ سے منقول اقوال اس بات کی نشاندھی کرتے ہیں کہ آپ صحیح اور ضعیف حدیث کے مابین امتیاز کرنے میں کس قدر حریص واقع ہوئے تھے اور اسناد کو کس قدر اہمیت دیتے تھے۔

آپ کا قول ہے۔

"بیننا و بین القوم القوائم" ⑦ (ہمارے اور قوم کے مابین امتیاز حدیث کے پائے ہیں)

---

① مسلم، مقدمة الصحيح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۸۵، ص: ۱۸

② الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۹ ④ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۰

③ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۱ ⑤ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۳

⑥ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۳

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸۶/۵ ◉ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۰۶ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۶/۲

نیز آپ کا قول ہے:

"الإسناد من الدین و لولا الإ سناد لقال من شاء ما شاء" ①

(اسناد دین کا حصہ ہے، اگر اسناد نہ ہوتی جس کا دل چاہتا سو کہتا۔)

اور آپ کا قول ہے:

"لیس جودة الحدیث فی قرب الإسناد ولکن جودة الحدیث فی صحة الرجال" ②

علو اسناد میں حدیث کی کوالٹی (Quality) نہیں بلکہ صحت اشخاص میں حدیث کی کوالٹی ہے۔

آپ کا قول ہے:

"بعد الإسناد أحب إلیّ إذا کانوا ثقات لإنهم قد تربصوا به و حدیث بعید الإسناد صحیح خیر من قریب الإسناد سقیم" ③

جب تمام رواۃ ثقہ ہوں تو بعید سند میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیونکہ اس کے تمام رواۃ دیکھے ہوئے ہوتے ہیں اور بعید سند کی صحیح حدیث، قریب سند کی ضعیف حدیث سے بہتر ہے۔

◈ نقد رجال کی امثلہ

آپ حتی الوسع متہم اور ضعفاء رواۃ سے روایت نہیں کرتے تھے اور رجال حدیث کو خوب پرکھتے یہی وجہ ہے آپ نے چار ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا لیکن ان میں سے صرف ایک ہزار شیوخ سے روایت کی۔

عبدان کا بیان ہے۔

"سموا لعبد الله رجلا یتهم فی الحدیث فقال لأن أقطع الطریق أحب إلیّ من أن أحدث عنه" ④

عبداللہ بن المبارک کے سامنے ایک شخص کا نام لیا گیا جو حدیث میں متہم تھا تو آپ کہنے لگے ڈاکو بن جانا میرے لئے پسندیدہ ہے کہ میں ایسے شخص سے حدیث بیان کروں۔

بلکہ آپ ایسے شخص کے پاس بیٹھنا گوارہ نہیں کرتے تھے۔

آپ کا اپنا بیان ہے:

"رأیت روح بن غطیف صاحب الدم قدر الدرهم وجلست إلیه مجلسا فجعلت أستحیی من أصحابی أن یرو نی جالسا معه کره حدیثه" ⑤

---

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۱/ ۸۷ ⊛ المسلم، مقدمه الصحیح، باب بیان أن الا سناد من الدین، حدیث نمبر ۳۲، ص:۱۱

② ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱/ ۶۲ ③ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱/ ۶۳

④ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص:۱/ ۶۳ ⑤ المسلم، مقدمة الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۳۲، ص:۱۳

میں نے روح بن غطیف کو دیکھا جو حدیث صاحب دم درہم کی مقدار (یعنی جو حدیث ''درہم کی مقدار میں اگر خون نکل جائے تو نماز کو لوٹانا چاہئے'' کے) راوی ہیں۔ تو میں ان کی مجلس میں بیٹھ گیا لیکن مجھے اپنے ساتھیوں سے حیا آ رہی تھی کہ کہیں وہ مجھے ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھ نہ لیں کیونکہ وہ ان کی بیان کردہ حدیث کو مکروہ جانتے تھے۔

آپ نے بعض ضعفاء (رواۃ) سے احادیث لینے کا راز بھی بتا دیا۔ آپ کا قول ہے:

"إنی لأسمع الحديث فأكتبه وما أرى أن أعمل به ولا أحدث به ولكن اتخذته عدة لبعض أصحابی إن عمل به أقول يعمل بالحديث" ①

بعض اوقات میں (ضعیف) حدیث سنتا اور اسے لکھ لیتا اس پر عمل کرنے یا اسے بیان کرنے کا میرا ارادہ ہرگز نہیں ہوتا ہے بلکہ اسے اس لئے لے لیتا ہوں تاکہ اپنے بعض اصحاب کے لئے تیار رکھو اگر وہ اس (حدیث) پر عمل کریں گے تو میں انہیں کہوں گا (صحیح) حدیث پر عمل کرو۔

نیز آپ کا قول ہے:

"من رضيه أهل العلم فكتبوا عنه فهو عدل جائز الشهادة" ②

جس شخص پر اہل علم نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر کے اس سے لکھ لیا تو یہ (شخص) عادل ہے۔ جس کی شہادت جائز ہے۔

نعیم بن حماد کا قول ہے:

"كان ابن المبارك لا يترك حديث الرجل حتى يبلغه الشئی الذی لا يستطيع أن يدفعهٔ" ③

ابن مبارک کسی شخص کی حدیث کو ترک نہیں کرتے تھے الا یہ کہ آپ کو ایسی چیز پہنچ جاتی جس کا روکنا آپ کے لئے ممکن نہ ہوتا۔

آپ کا قول ہے:

"يكتب الحديث إلا من أربعة غلاط لا يرجع وكذاب و صاحب هوی يدعو إلیٰ بدعته رجل لا يحفظ فيحدث من حفظه" ④

چار اشخاص کے علاوہ تمام لوگوں سے حدیث لکھی جائے وہ یہ ہیں۔

۱۔ غلطی کرنے والا شخص جو اپنی غلطی سے رجوع نہ کرے۔

۲۔ جھوٹا شخص۔

۳۔ اپنی خواہش کا ساتھی جو اپنی بدعت کیطرف بلائے۔

۴۔ وہ شخص جو یاد نہ رکھ سکتا ہو اور وہ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرے۔

---

① ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۶۸ ② ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۶۸

③ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۷۰ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۳/۱

④ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۲۳۳

امام سفیان بن عیینہؒ

ابن ابی حاتم ①، ابن عدی ②، ابن حبان ③، اور ذہبی نے آپ کو کبار نقاد میں سے شمار کیا ہے ④۔
امام سفیان ثوری آپ کے نقدِ حدیث کا برملہ اظہار کیا کرتے تھے۔
عبدالحمید بن عبدالعزیز کا قول ہے۔

"كان سفيان إذا لم ير أصحاب الحديث أسندوا الأحاديث فكنت آتى ابن عيينة .فيقول هذا خطأ وهذا كذا فاتى الثورى فيقول لى أتيت ابن عيينة فأخبره بما قال ابن عيينة فيقول هو كما قال" ⑤

سفیان ثوری جب اصحاب حدیث کو دیکھتے کہ وہ احادیث کی اسناد بیان نہیں کرتے تو میں ابن عیینہ کے پاس چلا آتا تو آپ کہتے یہ غلطی ہے اور یہ اسطرح ہے۔ پھر میں سفیان ثوری کے پاس دوبارہ جاتا تو وہ مجھے کہتے کیا تم ابن عیینہ کے پاس گئے تھے؟ تو میں جو کچھ ابن عیینہ نے کہا ہوتا انہیں بتاتا تو آپ کہتے یہ اس طرح ہے جس طرح انہوں نے ارشاد فرمایا ہے۔

◈ نقد رجال کی امثلہ

آپ فرماتے ہیں: "كنا نتقى حديث داؤد بن الحصين" ⑥ ہم داؤد بن حصین کی حدیث (لینے سے) بچتے تھے)
نیز آپ کا قول ہے: "كان ابن عقيل فى حفظه شئ فكر هت أن ألقاه" ⑦

ابن عقیل کے حافظہ میں ایک چیز تھی جسے میں نے پھینکنے کو مکروہ سمجھا۔

یحیٰ بن مغیرہ بیان کرتے ہیں میں نے ابن عیینہ سے سنا آپ کہہ رہے تھے:

لا تسمعوا من بقية ما كان سنة و اسمعوا منه ما كان فى ثواب وغيره ⑧

بقیہ سے سنت کے بارے میں سماع نہ کرو اور کسی دوسری چیز کے ثواب کے بارے میں سماع کرلو۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

لم يكن من ولد ابى اسحاق أحد أحفظ عندى من يوسف بن اسحاق. ⑨

میرے نزدیک ابو اسحاق کی اولاد میں سے یوسف بن اسحاق سے زیادہ حافظ کوئی نہیں ہے۔

امام رازی نے نقد رجال کے بارے میں آپ کے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں ⑩۔

---

① الرازی، الجرح والتعدیل، ص:۳۳۱
② ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۶۸
③ ابن حبان، الثقات، ص:۶/۴۰۳
④ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/۴۶۴
⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۱۸۱
⑥ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۴۰
⑦ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۴۰
⑧ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۴۱
⑨ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۴۵
⑩ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۴۵

امام یحییٰ بن سعید القطان

ائمہ نقاد نے آپ کو اس فن (علم الجرح والتعدیل) کے اولین بانیوں میں شمار کیا ہے اور اس فن میں آپ کی مہارت تامہ کی شہادت دی ہے۔ ①

ابو ولید ② کا قول ہے:

"ما رأيت أحداً كان أعلم بالحديث ولا بالرجال من يحيىٰ بن سعيد" ③

میں نے یحییٰ بن سعید (القطان) سے زیادہ علم حدیث اور "علم الرجال" کا علم رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا ہے۔

امام ابن مدینی کا قول ہے:

"ما رأيت أعلم بالرجال من يحيىٰ القطان" ④

میں نے یحییٰ (بن سعید) القطان سے زیادہ "علم الرجال" کا علم رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے:

"ما رأيت مثل يحيىٰ بن سعيد في هذا الشأن يعني في معرفة الحديث و معرفة الثقات و غير الثقات فقيل له: ولا هشيم؟ فقال: هشيم شيخ، ما رأيت مثل يحيىٰ" ⑤

میں یحییٰ بن سعید کی مثل اس معاملہ یعنی حدیث کی معرفت اور ثقہ اور غیر ثقہ رواۃ کی معرفت میں کسی کو نہیں دیکھا چنانچہ آپ سے پوچھا گیا کیا ھشیم بھی نہیں تو آپ نے جواب دیا ھشیم تو شیخ ہیں میں نے یحییٰ کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کا بیان ہے:

"اختلفوا يوما عند شعبة، فقالوا: اجعل بيننا وبينك حكما، فقال: قد رضيت بالأحول [يعني يحيىٰ بن سعيد القطان] فما برحنا حتى جاء يحيىٰ، فتحاكموا إليه، فقضى على شعبة، فقال له شعبة: ومن يطيق نقدك يا أحول أو من له مثل نقدك" ⑥

---

① السخاوی، فتح المغیث، ص: ۳/۳۱۸

② آپ کا نام ہشام بن عبدالملک الباہلی ہے، بصرہ کے کبار حفاظ حدیث میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ امام بخاری نے آپ سے ۱۰۷ احادیث روایت کی ہیں آپ نے ۲۲۷ھ کو وفات پائی۔ دیکھئے الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۸۷ ◉ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۳۰۱ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۴۵ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۳۱۹

③ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱/۵۲ ④ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۹/۱۷۷

⑤ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲/۳۱

⑥ الرازی، تقدمۃ، الجرح والتعدیل، ص: ۲۳۳ ◉ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۱۷۱ ◉ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۹۹

ایک دن امام شعبہ اور دوسرے محدثین کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا وہ کہنے لگے کوئی منصف مقرر کیجئے جس سے فیصلہ کرالیں تو امام شعبہ نے کہا میرے اور تمہارے مابین احول (یعنی یحییٰ بن سعید القطان) منصف ہے۔ اتفاقاً یحییٰ بھی آگئے چنانچہ انہوں نے اپنا مسئلہ انہیں بتایا تو انہوں نے امام شعبہ کے خلاف فیصلہ دے دیا اس پر امام شعبہ بولے اے احول تمہارے نقد کے سامنے کون کھڑا ہو سکتا ہے یا آپ نے کہا تمہارے طرح کون نقد کر سکتا ہے۔

علامہ ذہبی نے تو آپ کو اولین جامعین "علم الجرح والتعدیل" میں شمار کیا ہے [1]۔

نیز علامہ ذہبی کا بیان ہے:

"عبدالرحمن بن مهدی کان هو و یحیی القطان المذکور، قد انتدبا لنقد الرجال وناهيك بهما جلالة و نبلا و علما و فضلا فمن جرحه لا يكاد والله يندمل جرحه، ومن وثقاه فهو الحجة المقبول ومن اختلفا فيه اجتهد فی أمره ونزل عن درجة الصحيح إلى الحسن، وقد وثقا خلقا كثيرا وضعفا آخرين" [2]

عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحییٰ بن سعید القطان دونوں نے نقد رجال کی نمائندگی کی ہے تمہیں ان دونوں کی بزرگی، عالی ظرفی اور علم وفضل کافی ہے۔ جس شخص کی یہ حضرات جرح کریں بخدا اس کی مجروحیت کبھی مندمل نہیں ہوتی اور جس کی یہ توثیق کر دیں وہ قابل حجت اور مقبول شخص ہے، اور جس کے بارے میں یہ دونوں اختلافی رائے رکھیں اس کے معاملہ میں غور وخوض کیا جائے گا اور وہ شخص صحیح کے درجہ سے نکل کر حسن کی طرف چلا جائے گا۔ انہوں نے خلق کثیر کی توثیق کی ہے اور دوسروں کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن رجب نے اس بارے میں آپ کی توصیف یوں بیان کی ہے:

"هو خليفة شعبة والقائم بعده مقامه فی هذا العلم و عنه تلقّاه أئمة هذا الشأن كأحمد وعلى ويحيىٰ ونحوهم وقد كان شعبة يحكمه على نفسه فی هذا العلم" [3]

یحییٰ بن سعید امام شعبہ کے بعد اس علم میں ان کے خلیفہ اور ان کے قائم مقام ہیں اس شأن (علم الجرح والتعدیل) کے ائمہ مثلاً امام احمد، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین وغیرہ نے آپ ہی سے علم حاصل کیا ہے اور اس علم میں امام شعبہ آپ کو اپنے اوپر حکم (فیصل) مانتے تھے۔

---

(1) الذہبی، مقدمۃ المیزان، ص: ۱/۱۰

(2) الذہبی، ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل، ص: ۱۶۷

(3) ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۱۷۱

ابوبکر بن خلاد ① کا قول ہے۔ ایک مرتبہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے کہا:

"أما تخشى أن يكون هؤلاء الذين تركت حديثهم خصمائك عند الله عزوجل قال لأن يكون هؤلاء خصمائى أحب إلى من أن يكون النبى ﷺ خصمى يقول لى لِمَ لم تذب الكذب عن حديثى" ②

کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں کہ جن لوگوں سے آپ نے حدیث نہیں لی وہ (قیامت کے روز) اللہ کے پاس آپ سے اس بارے میں جھگڑا کریں گے تو آپ نے جواب دیا ان کا جھگڑا کرنا نبی ﷺ کے جھگڑا کرنے سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ کہ نبی ﷺ کہیں مجھے یہ نہ کہہ دیں کہ تم نے میری حدیث سے جھوٹ کا دفاع کیوں نہیں کیا۔

آپ ''علم الجرح'' میں بہت زیادہ متشدد واقع ہوئے تھے۔ امام علی بن المدینی کا قول ہے:

"إذا اجتمع يحيى بن سعيد و عبدالرحمٰن بن مهدى على ترك رجل لم أحدث عنه فإذا اختلفا أخذت بقول عبد الرحمٰن لأنه أقصد هما وكان فى يحيىٰ تشدد ③

امام یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن مہدی جب کسی شخص کے متروک ہونے پر اتفاق کر لیں تو میں اس شخص سے حدیث بیان نہیں کرتا اور اگر باہم اختلاف کریں تو میں عبدالرحمٰن بن مہدی کے قول پر عمل کرتا ہوں کیونکہ ان دونوں میں ان کا قول معتدل ہوتا ہے جبکہ امام یحییٰ کے قول میں سختی ہوتی ہے۔

علامہ ذہبی کا قول ہے:

"كان يحيى بن سعيد متعنتا فى نقد الرجال فإذا رأيته قد وثق شيخا فأعتمد عليه، أما إذا لين أحداً فتأنَّ فى أمره حتى ترى قول غيره فيه فقد ليّن مثل اسرائيل وهمام و جماعة احتج بهم الشيخان وله كتاب فى الضعفاء لم أقف عليه ينقل منه ابن حزم وغيره ويقع كلامه فى سؤالات عليّ وأبى حفص الصيرفى وابن معين له" ④

یحییٰ بن سعید نقدِ رجال کے سلسلہ میں متشدد تھے جب وہ کسی شیخ کی توثیق کر دیں تو اس پر اعتماد کرنا چاہئے اور اگر وہ کسی کے بارے میں قابل اعتراض باتیں منسوب کریں تو اس کے معاملہ میں انتظار کیا جائے گا یہاں تک اس کے بارے میں کسی دوسرے کا قول دیکھ لیا جائے مثلاً انہوں نے اسرائیل، ہمام اور ایک جماعت کو لیّن قرار دیا حالانکہ امام بخاری و امام مسلم نے انہیں قابل حجت قرار دیا ہے۔ آپ کی ایک کتاب ضعیف رواۃ کے بارے میں ہے جس سے ابن حزم وغیرہ نقل

---

① آپ کا نام محمد بن خلاد الباہلی ہے۔ آپ دسویں طبقہ کے ثقہ راوی اور بصرہ اور بغداد کے امام تھے۔ امام یحییٰ بن سعید القطان کے تلمیذ رشید تھے۔
البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۷۶/۱/۱ ◉ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۲۳۶/۳ ◉ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۲/۹ ◉ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱۵۹/۲

② السیوطی، تحذیر الخواطر، ص: ۱۱۵ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۰/۶

④ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۸۳/۹

کرتے ہیں۔ جس میں علی، ابو حفص الصیرفی، ابن معین نے آپ سے سوالات کیے اور آپ نے ان کا جواب دیا تھا۔

نیز علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

"إن يحيى متعنت فی الرجال" ① (بلاشبہ امام یحییٰ (بن سعید) نقد رجال میں متشدد ہیں)

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں:

"إذا وثق ابن مهدی شخصا وضعفه القطان فإنه لا يترك لما عرف من تشديد يحيى ومن هو مثله فی النقد" ②

جب ابن مہدی کسی شخص کو ثقہ قرار دے دیں اور یحییٰ بن سعید القطان اسے ضعیف قرار دیں تو ایسے راوی کی روایت کو ترک نہیں کیا جائیگا کیونکہ یحییٰ کی سختی معروف ہے۔ اور نقد میں ان کی طرح (متشدد) کون ہوسکتا ہے۔

نیز حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"ويحيىٰ بن سعيد شديد التعنت و خاصة فی الأقران" ③

یحییٰ بن سعید سخت متشدد تھے خصوصاً ہمعصر لوگوں کے بارے میں۔

◈ نقد رجال کی امثلہ

آپ نے عمرو بن علی سے کہا: "لا تكتب عن كل واحد ممن لا تعرف فإنه لا يبالی عمن حدث" ④

ہر اس شخص سے جسے تم پہچانتے نہیں مت لکھو۔ کیونکہ وہ جس شخص سے حدیث بیان کررہا ہے اس بارے میں بے پرواہی کرے گا۔

نیز آپ کا قول ہے: "ما تركت حديث محمد بن اسحاق إلا لله" ⑤

خوف خدا کے باعث میں نے محمد بن اسحاق کی احادیث ترک کردیں۔

آپ نے نقد کے ایک اہم اصول کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

"إذا كان الشيخ يثبت على شيئ واحد خطأ كان أصوابا فلا بأس به و إذا كان الشيخ كل شيئ يقال له يقول فليس بشيئ" ⑥

جب شیخ کسی ایک چیز پر اس بات کا اظہار کرے چاہے وہ غلط ہو یا درست تو کوئی حرج نہیں اور جب شیخ ہر چیز کے لئے کہے اس طرح کہا جاتا ہے "فليس بشيئ" تو یہ کوئی چیز نہیں۔

---

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۶/۴
② السخاوی، الاعلان بالتوبیخ، ص: ۱۶۸
③ ابن حجر، ھدی الساری، ص: ۴۲۴
④ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۰
⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۱
⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۰

باب رابع

عہد بنوامیہ میں علمِ حدیث اور
رواۃ حدیث پر معترضین کے
اعتراضات کا جائزہ

فصل اول

استشراق: مفہوم اور تحریک

استشراق کا آغاز و ادوار

علم حدیث اور رواۃ حدیث پر ہونے والے اعتراضات کا جائزہ

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے یہ جہالت کی تاریکیوں میں ہدایت کی روشن شمع ہے۔

اسلام کی مثال اس شجرہ طیبہ کی سی ہے جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں بارآور ہیں اَن گنت انسان اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر اس کے شیریں پھلوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ألم تر كيف ضرب الله مثلاً كلمة طيبة كشجرة طيبة أصلها ثابت و فرعها في السماء تؤتي أكلها كل حين بإذن ربها و يضرب الله الأمثال للناس لعلهم يتذكرون﴾ (۱)

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پاکیزہ کلمہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے بیان کی ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

روز اول ہی سے اسلام دشمن قوتوں نے اس شجرہ طیبہ کو کاٹ دینے کا تہیہ کر لیا ان سے اسلام کی شان و شوکت اور اس کی عظمت دیکھی نہ گئی چنانچہ انہوں نے اسلام کی مخالفت کو اپنا وظیفہ حیات بنا لیا مشرکین مکہ نے اسلام کے طلوع ہوتے ہی کائنات کو اس کی نورانی کرنوں سے محروم کرنے کی کوششیں شروع کر دی تھیں جس نے تمام کائنات کو روشن کیے ہوا تھا۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے انہیں اس امر کی اجازت نہیں دی وہ نور الہٰی (اسلام) کو بجھا نہ سکے۔

﴿يريدون أن يطفئوا نور الله بأفواههم و يأبى الله الا أن يتم نوره ولو كره الكافرون﴾ (۲)

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے۔ وہ اپنا نور پورا کرے گا اگرچہ کافر ناپسند کریں۔

انہیں اسلام اور بانیٔ اسلام میں کوئی خامی نظر نہ آئی تھی لیکن وہ اپنے زعم اور تخیل کے بل بوتے اسلام اور پیغمبر اسلام کی طرف بے بنیاد خامیوں کو منسوب کرتے رہے، انہیں اگر اسلامی تعلیمات میں کوئی حقیقی خامی نظر آتی تو وہ اس پر متفق ہو جاتے، لیکن سرے سے کوئی خامی تھی ہی نہیں۔ ان کا دل اور ضمیر شہادت دیتا ہے کہ یہ شخص جو کچھ کہتا ہے وہ نہ صرف یہ کہ سچ ہے بلکہ اس جیسا معجز کلام کسی انسان کا ہو ہی نہیں سکتا لیکن اس کے باوصف انہوں نے اس پیغام اور پیغمبر کی مخالف میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ بالآخر وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے کچھ تو اس کے ابدی قانون کے سامنے سر تسلیم خم ہو گئے اور اسلام کے علمبردار بن کر اٹھے اور انہوں نے اسلام کے نور کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور کچھ ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹ گئے اور پھر انہیں کبھی سر اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ اہل مغرب کو جنہیں دنیا مستشرقین کے نام سے جانتی ہے بھی اسی طبقے کی بدبختی ورثے میں ملی ہے انہوں نے حق کی اسی شمع

(۱) ابراہیم: ۱۴/ ۲۵، ۲۶ (۲) التوبۃ: ۹/ ۳۲

کوگل کرنے کا عزم صمیم کرلیا ہے جسے مشرکین مکہ کی پھونکوں نے روشن کر دیا تھا۔

ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں اسلام جس تیزی سے پھیلا تھا اور جس سرعت کے ساتھ اسلام نے لا تعداد انسانوں بے شمار علاقوں اور کئی تہذیبوں کو مسخر کرلیا تھا وہ اہل مغرب کے لئے لمحہ فکریہ بن گئی تھی انہیں اس چیز نے بے چین کر رکھا تھا کہ اگر اسلام کی اشاعت اسی رفتار سے جاری رہی تو ساری دنیا پر اسلام کا پرچم لہرانے لگے گا، صلیب ٹوٹ جائے گی اور قوم بنی اسرائیل جو صدیوں نبوت وحکومت کے عظیم مناصب پر سرفراز رہی ہے وہ نہ صرف ان عظمتوں سے محروم ہو جائے گی بلکہ اس کا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ یہ خوف انہیں اس لئے لاحق تھا کہ وہ مسلمانوں کی جرأت، حوصلے اور ایثار کے سینکڑوں مظاہرے بارہا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ ان کے سامنے اپنی قومی بقا کا مسئلہ درپیش تھا ان خطرات کے پیش نظر یہود ونصاریٰ نے اسلام کے راستے میں بند باندھنے کی کوششیں کیں اس مقصد کے لئے انہوں نے مختلف روپ دھارے، زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ ان کے طریقہ ہائے واردات میں تو تبدیلیاں آتی رہیں لیکن ان کا ہدف ہمیشہ ایک رہا، گویا کہ ان کے رویے میں تبدیلی مقصد کی تبدیلی نہیں بلکہ حکمت عملی کی تبدیلی ہے۔ چنانچہ انہوں نے قصرِ اسلام کے ان ستونوں کے گرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور پیغمبر اسلام کے پاکیزہ دامن کو آلودہ کرنے کی سعی نامبارک کی، مستشرقین کے اس پروپیگنڈے میں نہ انسانیت تھی اور نہ ہی شرافت، اس میں نہ تو صداقت کا کوئی پہلو تھا اور نہ ہی اس کی بنیاد کسی علمی تحقیق پر تھی۔ ان کے اسلاف نے اسلام کے خلاف جو بے بنیاد الزام تراشیاں کی تھیں انہیں بے بنیاد اور لغو ثابت کرنے کا کام بھی اللہ تعالے نے انہی متاخرین مستشرقین سے لیا ہے جو خود بھی اسلام دشمنی میں کسی سے کم نہیں ہیں۔

مستشرقین کے نزدیک اسلام کو ختم کرنا ایک عظیم مقصد تھا، اس مقصد کے لئے انہوں نے ہر حربہ استعمال کیا، میکاولی نے انہیں یہ سنہری اصول بھی سکھا دیا تھا کہ مقصد عظیم ہو تو اس کے حصول کے لئے ہر ذریعہ استعمال کرنا جائز ہے۔ ان کے راہبوں، پادریوں نے ان کے سامنے اس مقصد کی عظمت کو بڑے شاطرانہ انداز میں بیان کیا تھا اور انہیں بتایا تھا کہ ان کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے سے بڑا مقصد کوئی نہیں ہوسکتا، یہ مقصد ان کی نگاہ میں اتنا عظیم تھا اس کے حصول کی خاطر انہوں نے جھوٹ، فریب، دھوکہ اور بہتان تراشی کے کس حیلے کو بھی کراہت کی نظر سے نہیں دیکھا، چنانچہ انہوں نے ملت اسلامیہ کی قوت کے سوتوں کا سراغ لگانا شروع کر دیا جن سے اس شجرہ طیبہ کو مسلسل آبیاری ہو رہی ہے۔ بالآخر انہیں معلوم ہوا کہ اسلام کے شجرہ طیبہ کو تین سرچشموں سے مسلسل غذا مل رہی ہے، انہیں اس حقیقت کو سمجھنے میں ذرا تامل نہ ہوا کہ جب تک قوت اور طاقت کے یہ سرچشمے موجود ہیں اس وقت تک نہ اسلام کے مضبوط درخت کو زمین بوس کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی ٹھنڈی چھاؤں اور لذیذ میوؤں سے انسانیت کو محروم کیا جا سکتا ہے، اور وہ سرچشمے قرآن کریم، احادیث نبویہ اور سیرت رسول ہیں چنانچہ انہوں نے اسلام کے ان ستونوں کو گرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، لیکن انہیں ہمیشہ اپنی ناکامیوں پر کفِ افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، وہ شمع اسلام جو مشرکین مکہ کی پھونکوں سے نہ بجھی، اور نہ ہی

مدینہ کے یہود کی کوششوں سے ماند پڑی، اسے ان دیگر دشمنان اسلام کی صدیوں کی کوششیں بھی نہ گل کر سکیں۔

ان ناکامیوں کے بعد مستشرقین نے اسلام دشمن کاروائیوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کرلیا اور اسی تقسیم کار کے اصول پر عمل کیا، کسی نے قرآن کریم کو اپنی مشق ستم کا نشانہ بنایا اور اس پر دل کھول کر اعتراضات کیے، کسی نے احادیث مبارکہ پر طبع آزمائی کی، کسی نے سیرت پیغمبر اسلام کے عفت ماب دامن کو آلودہ کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، کسی نے شریعت اسلامیہ کو صحرائی اور بدوی مزاج کے موافق قرار دے کر دور حاضر کے لئے نا قابل عمل قرار دینے کی سعیٔ نا مبارک کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور کسی نے اسلام کی درخشندہ اور تابندہ تاریخ کو مسخ کرنے کے لئے دنوں کا آرام اور راتوں کی نیند قربان کر دی، انہوں نے اسلامی ادب کا گہری نظر سے مطالعہ کیا اور جہاں کہیں بھی اسلام پر اعتراض کرنے کی معمولی سی گنجائش ملی، وہاں انہوں نے اپنے ذہنوں کی اختراع و زرخیزی اور قلم کی جولانی کے خوب جوہر دکھائے، الزامات کو ثابت کرنے کے لئے مشرق و مغرب کے قلابے کو باہم ملایا اور من پسند نتیجے اخذ کیے، مسلم مصنفین کی عبارتوں کو توڑ موڑ کر پیش کیا، مستند احادیث کو رد کر کے کمزور اور ضعیف روایات کو قبول کرنے میں جرح و تعدیل کے اصولوں کو جی بھر کر پامال کیا۔

مستشرقین نے قرآن کریم کے خلاف اپنے ترکش کا ہر تیر آزمایا اور اس پر تابڑ توڑ حملے کیے لیکن ان کی ہر کوشش رائیگاں گئی، ہزاروں سالوں کی تخریبی کاوشوں کے باوجود وہ اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے اس ناکامی نے انہیں اسلام کے خلاف ایک نیا محاذ کھولنے پر مجبور کر دیا اور وہ محاذ احادیث کا تھا، انہیں معلوم تھا کہ مسلمانوں کی قوت اور اسلام کی ابدیت کا راز کن چیزوں میں پوشیدہ ہے اور وہ دو چیزیں قرآن کریم وسنت مطہرہ تھی جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

((تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما مسكتم بهما كتاب الله وسنة نبيه))[1]

میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھوں گے تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔

قرآن کریم کے بارے میں ان کا جادو نہ چل سکا تو انہوں نے اسلام کے دوسرے مأخذ (یعنی حدیث) پر دل کھول کر تیشہ زنی شروع کی، احادیث مبارکہ کی وقعت و مرتبہ کو کم کرنا اسی صورت میں ممکن تھا جب احادیث کے رواۃ کے دامن کو آلودہ کر کے لوگوں کو دکھایا جاتا، اس گھناؤنے مقصد کے لئے مستشرقین نے رواۃ حدیث اور علوم حدیث کے ماہرین پر انتہائی گھٹیا الزامات لگائے، تاکہ ان کی ثقاہت مجروح ہو اس کے نتیجے میں احادیث کی اہمیت ختم ہو جائے گی اور مسلمانوں کا اعتماد ان سے اٹھ جائے گا پھر ہر شخص کو اپنی مرضی سے قرآن کریم کی تفسیر کی کھلی چھٹی مل جائے گی جس سے ہدم اسلام کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ مستشرقین کے دام فریب میں آنے والے

---

[1] المالک، المؤطا، كتاب القدر، باب النهي عن القول بالقدر، حدیث نمبر۳، ص:۳۲۱/۲

چند نام نہاد مسلم سکالروں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس دور کی مقدس شخصیات کو مورد طعن بنانے میں وہ اپنے پیشرو مستشرقین سے آگے نکل گئے۔

متقدمین مستشرقین کے اسلام پر اعتراضات اپنی لغویت اور غیر معقولیت کی بناء پر قابل التفات نہیں کہ سلیم الفطرت انسانوں کے ذوق کو مجروح کیا جائے۔ ان اعتراضات کے درخور اعتناء سمجھنے کی ضرورت اس لئے بھی نہیں کہ متاخرین مستشرقین نے خود اپنے پیشروؤں کی ان علمی بد دیانتیوں اور اخلاقی دیوالیہ پن کا پردہ چاک کر دیا ہے، اس لئے ان الزامات اور ھفوات اور ان کے جوابات کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ بات ان مستشرقین کی ہے جنہوں نے اسلام دوستی اور انصاف پسندی کا لبادہ اوڑھنے کی کوشش کی ہے جنہوں نے اپنا مطمع نظر حق کی تلاش قرار دی ہے اور اپنی اس کاوش کو علمی رنگ دینے کی سعی کی ہے جس میں وہ برے طریقے سے ناکام ہوئے ہیں، چونکہ ہمارا موضوع تحقیق احادیث نبویہ ہیں اس لئے مؤخر الذکر مستشرقین کے احادیث نبویہ پر صرف انہی اعتراضات کا تعاقب کیا جائے گا جو ان کے سب سے بڑے ہتھیار ہیں۔ اگر چہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کے تمام شعبے باہم مربوط ہیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ کرنا ممکن نہیں جو اعتراض احادیث نبویہ پر کیا جائے گا، وہ براہ راست قرآن کریم پر اعتراض ہے اور جن اعتراضات کا تعلق شریعت سے ہے وہ بھی سیرت طیبہ پر ہی اعتراض شمار ہوں گے۔

یہ امر قابل ذکر رہے کہ مقالہ میں مستشرقین اور ان کے پروردہ منکرین حدیث کے احادیث پر صرف وہی اعتراضات زیر بحث آئیں گے جو حدیث اور رواۃ حدیث کے حوالے سے ہوں گے، اور جن کا تعلق براہ راست عہد بنوامیہ سے ہوگا۔ حدیث کا انکار یا پھر مطلقاً متن حدیث پر اعتراض یا شخصیات کی ذاتیات کے حوالے سے اعتراضات یا وہ احادیث جن کا تعلق سیرت رسول سے ہے ہمارے موضوع تحقیق سے خارج ہیں، نیز یہ کہ مستشرقین اور دیگر معارضین کے تمام اعتراضات کا احاطہ کرنا مقصود بھی نہیں ہے بلکہ ان کی چند امثلہ ذکر کر کے ان کی نوعیت تحقیق کا پردہ چاک کرنا ہے جنہیں دنیائے علم کا امام اور غیر جانبدارانہ محقق سمجھا جاتا ہے، ویسے تو بہت سے علمائے اسلام نے ان کے اعتراضات اور لغویات کا تعاقب کر کے انہیں منہ توڑ جواب دیا ہے اور ان کی غیر جانبداری کا بھانڈا بیچ چوراہے میں پھوڑا ہے، ہم اس خالص علمی اور دینی بحث میں مستشرقین کی نقالی نہیں کریں گے، ان کا رویہ تو یہ ہے کہ اسلام اور مسلمان جن عقائد اور نظریات سے بری الذمہ ہیں ان کو اسلام کے سر تھوپ کر وہ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں اور ان کا مطمع نظر صرف اسلام کی بیخ کنی کرنا ہے، وہ اسلام کے خلاف خود ہی مقدمہ دائر کرتے ہیں، خود ہی اس کی وکالت کرتے ہیں اور پھر خود ہی جج بن کر اس کے خلاف فیصلہ بھی سنا دیتے ہیں، ہمارا انداز تحقیق اور اسلوب تحقیق خالص علم کی کسوٹی پر ہوگا جو کہ ہمارے اسلاف کا طریقۂ کار اور طرۂ امتیاز ہے، مستشرقین کے اعتراضات اور دلائل کا ان کی کتب کے حوالے سے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث اور اسلامی تاریخ کے حوالے سے اس کا محاکمہ کیا جائے گا۔ اور حق کو حق سے ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

بحث اول

"استشراق" (Orientalism) اور

"مستشرق" (Orientalist) کا مفہوم

استشراق اور مستشرق کا مفہوم

استشراق کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

عربی قواعد کے لحاظ سے لفظ استشراق ثلاثی مزید فیہ کا باب استفعال سے ہے۔ جس کا مادۃ (Root) ش، ر، ق ہے اور یہ مادۃ کسی چیز کی روشنی اور اس کے کھلنے پر دلالت کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے: ''شرقت الشمس شروقا إذا طلعت ''(1) (سورج روشن ہوا جب وہ طلوع ہو جائے)۔

عربی، اردو اور فارسی کی قدیم لغات میں استشراق کا مادہ ش، ر، ق تو موجود ہے لیکن زیر بحث الفاظ باب استفعال میں اس کے معنی و مفہوم یا بطور فعل ان لغات سے بحث نہیں پائی جاتی(2)۔

عربی میں 'مستشرق' ہی نہیں، بلکہ خود اس کا اسم یا مصدر 'استشراق' بھی نیا اور بعد کی پیداوار ہے۔ اسی وجہ سے قدیم عربی لغات میں اس مادہ ش، ر، ق کا باب استفعال سرے سے مفقود ہے۔ البتہ مستشرق اور استشراق کے الفاظ بطور اسم فاعل اور اسم مصدر کے ملتے ہیں جو مخصوص اور محدود معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور استشراق بطور فعل ان لغات میں بھی مذکور نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ استشراق اور مستشرق اصطلاحیں لفظی اعتبار سے زیادہ قدیم نہیں ہیں۔ انگریزی زبان و ادب میں ان کا ستعمال اپنے مخصوص اصطلاحی معنوں میں اٹھارہویں صدی عیسویں کے آخر میں شروع ہوا ہے۔ بقول اربری (Arbery):

> ''Orientalist کا لفظ پہلی بار ۱۶۳۰ء میں مشرقی یا یونانی کلیسا کے ایک پادری کیلئے استعمال ہوا''(3)

روڈنسن (Rodenson) کہتا ہے:

> ''Orientalist یعنی استشراق کا لفظ انگریزی زبان میں ۱۷۷۹ء میں داخل ہوا اور فرانس کی کلاسیکی لغت میں استشراق کے لفظ کا اندراج ۱۸۳۸ء میں ہوا''(4)

غرضیکہ مستشرق استشراق سے مشتق ہے جس کا مادہ ش، ر، ق ہے۔ باب استفعال جس کے وزن پر استشراق بنایا گیا ہے۔ اس کی ایک خاصیت اتخاذ اور صیرورت ہے جس میں پکڑنا، اپنانا یا حاصل کرنا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے "**استوطن القرية**" (بستی کو اپنا وطن بنالیا) اس طرح مثال ہے۔ "**استحجر الطين**" (مٹی پتھر بن گئی)(5)۔

عرب کی قدیم تاریخ میں عرب عاربہ اور عرب مستعربہ کی اصطلاحیں ملتی ہیں مؤخر الذکر اصطلاح اسی قاعدہ اور اصول کے تحت

---

(1) ابن منظور، لسان العرب، ص: ۱۰/۳۶۲ ◉ ابو الحسین، معجم مقاییس، ص: ۳/۲۳۱ ◉ الجوہری، مختار الصحاح، ص: ۳۳۶

(2) ابن منظور، لسان العرب، ص: ۱۰/۳۶۲ ◉ فیروز الدین، فیروز اللغات، ص: ۲/۱۲۷ ◉ معین، فرہنگ فارسی، ص: ۲/۲۰۳۹ ◉ علی رضا، فرہنگ، جامع، ص: ۲۰۰

(3) محمد ابراہیم، الاستشراق: ص: ۱۳۲ (4) محمد ابراہیم، الاستشراق: ص: ۱۳۲

(5) البلیاوی، مصباح اللغات، ص: ۳

ہے کہ جب کچھ لوگوں نے باہر سے آ کر جزیرہ عرب میں بودو باش اختیار کی اور وقت گذرنے کے ساتھ وہ بھی عرب ہو گئے تو عرب کے اصلی باشندوں سے ممیز کرنے کے لئے انہیں 'مستعربہ' کہا جانے لگا[۱]۔ لہٰذا استشراق کا معنی ہوا بہ تکلف مشرقی بننا اور مستشرق کا مطلب ہوگا وہ شخص جس نے بہ تکلف مشرقیت اختیار کی ہو۔

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کے مطابق استشراق (Orientalism) اور مستشرق (Orientalist) لفظ '**Orient**' سے مشتق ہیں، جس کے معنی ہیں: شرق یا مشرق جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر اس سے Oriental ہے یعنی مشرقی جو اپنے تمام معانی میں Occidental کا ضد ہے[۲]۔

اس لحاظ سے مستشرق سے مراد "وہ شخص ہے جو مشرقی زبانوں، علوم وفنون، آداب وثقافت اور تہذیب وتمدن وغیرہ پر عبور رکھتا ہو"۔ یا مستشرق وہ ہے جو مشرقی علوم وآداب میں مہارت حاصل کرے"[۳]

اردو لغت میں بھی مستشرق کا تقریباً یہی مفہوم ہے یعنی وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو[۴]۔ یا وہ فرنگی یا امریکی جو مشرقی زبان یا علوم کا ماہر ہو[۵]۔ المنجد میں مستشرق کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے:

"العالم باللغات والآداب والعلوم الشرقية والإسم الإستشراق"[۶]

مشرقی زبانوں، آداب اور علوم کے عالم کو مستشرق کہا جاتا ہے۔ اور اس علم کا نام استشراق ہے۔

انگلش ڈکشنری میں مستشرق کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے۔

"An expert in eastern languages and history"[۷]

مستشرق وہ ہے جو مشرقی زبانوں اور تاریخ کا ماہر ہو۔

"English-Arabic Lexicon" میں (Orientalism) کا معنی یہ بیان ہوا ہے:

"عبارة شرقية أو لغة شرقية"

اور (Orientalist) کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے:

"من المتضلعين باللغات الشرقية و أدابها"[۸]

مشرقی زبانوں اور آداب معاشرت میں مہارت رکھنا۔

Merriam Webster نے Third International Dictionary میں Orientalism کے معنی درج ذیل کئے ہیں:

---

۱. الزیات، تاریخ الادب العربی، ص: ۱۰
۲. J.A.Simpson and E.S.C. Weniner, The Oxford English Dictionary p: 10/930
۳. محمد ابراہیم، الاستشراق، ص: ۱۴۳
۴. فیروز الدین، فیروز اللغات، ص: ۲/۱۲۷
۵. محمد عبداللہ، فرہنگ عامرہ، ص: ۵۷۷
۶. المالوف، المنجد، ص: ۶۳۲
۷. Ashornby, Oxford Advanced, P-818
۸. George P., An English Arabic Lexicon, P-700

"A Trait Custom or Habit or Expression, Characteristic of Oriental People"

ایسی امتیازی خصوصیات' رواج' عادات کا اظہار جو مشرقی اقوام کے ساتھ مخصوص ہو۔

Learning in Oriental Subjects. (یعنی علوم شرقیہ کا مطالعہ)

An Oriental Turn of Thought Adopted by a Estern Thinker.(1)

یعنی مشرقی انداز فکر جو کہ مغربی مفکر نے اپنایا ہو۔

بقول مولوی عبدالحق Orientalist کا معنی ہے , جو مشرقیات علوم کا ماہر ہو(2)۔

ایڈورڈ سعید اس بارے میں رقمطراز ہیں:

''جو شخص مشرق اور مشرقی علوم پڑھتا ہے ان کے بارے میں لکھتا ہے یا تحقیق کرتا ہے وہ ماہر انسانیات ہو' ماہر عمرانیات ہو یا مورّخ ہو یا ماہر لسانیات مستشرق کہلاتا ہے اور وہ جو کام کرتا ہے یا کرتی ہے اسے استشراق کہتے ہیں''(3)۔

یہ امر قابل غور ہے کہ تحریک استشراق صدیوں اپنے مشن میں مصروف عمل رہی ہے لیکن اس تحریک کا کوئی باضابطہ نام نہیں ملا اور نہ ہی ان کی جامع تعریف سامنے آئی ہے، اسی وجہ سے محققین ان کی تعریف بیان کرنے میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔

استشراق کے مفہوم پر بحث کرتے ہوئے جسٹس کرم شاہ رقمطراز ہیں:

''یہ ایک حیران کن حقیقت ہے کہ وہ علمی مصادر جو مستشرقین کی مساعی کا نتیجہ ہیں وہ یا تو اس تحریک کے بارے میں کلیۃ خاموش ہیں اور اگر وہاں (Orientalism) یا (Orientalist) کا کوئی ذکر ملتا بھی ہے تو وہ انتہائی ناکافی اور باہم مختلف ہے اس کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ جس طرح مستشرقین اپنے مقاصد کو پوشیدہ رکھنے کی حکمت عملی پر کاربند ہیں اسی طرح وہ اپنے نام کی بھی تشہیر نہیں چاہتے''(4)۔

تاہم جن محققین نے تحریک استشراق کا تفصیلی جائزہ لیا ہے انہوں نے مستشرقین کے مقاصد' نظریات اور مساعی کے پیش نظر استشراق کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

ڈاکٹر احمد غراب نے محققین کے حوالے سے چند ایک تعریفات بیان کی ہیں:

۱۔ استشراق مغربی اسلوب فکر کا نام ہے۔ جس کی بنیاد مشرق و مغرب کی نسلی تقسیم کے نظریہ پر قائم ہے جس کی رو سے اہل مغرب کو اہل مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری حاصل ہے(5)۔

---

(1) Webster, Third International Dictionary, p. 2/1591, Webster Biographical Dictionary, p. 1046

(2) Abd-ul-Haq "The Standard English Urdu Dictionary". p. 796

(3) Said, E, Orientalism, p: 2

(4) جسٹس کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۱۳۰/۶

(5) احمد عبدالحمید، رؤیۃ اسلامیہ للاستشراق، ص: ۷

۲۔ استعماری مغربی ممالک کے علماء اپنی نسلی برتری کے نظریے کی بنیاد پر مشرق پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اس کی تاریخ، تہذیبوں، ادیان، زبانوں، سیاسی اور اجتماعی نظاموں، ذخائر دولت اور امکانات کا جو تحقیقی مطالعہ غیر جانبدارانہ تحقیق کے بھیس میں کرتے ہیں (۱)۔

۳۔ استشراق اس مغربی اسلوب کا نام ہے جس کا مقصد مشرق پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اس کی فکری اور سیاسی تشکیل نو کرنا ہے (۲)۔

ڈاکٹر احمد غراب نے درج بالا تعریفات پر تبصرہ کرتے ہوئے انہیں غیر جامع قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ تعریفات استشراق کا مکمل مفہوم ادا نہیں کرتی، بعدازاں انہوں نے استشراق کی درج ذیل تعریف کو راجح قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"أن الاستشراق دراسات أكاديمية يقوم بها غربيون من أهل الكتاب للاسلام والمسلمين من شتى الجوانب: عقيدة و ثقافة و شريعة و تاريخا و نظما و ثروات و امكانيات بهدف تشويه الاسلام و محاولة تشكيك المسلمين فيه و تضليلهم عنه، و فرض التبعية للغرب عليهم و محاولة تبرير هذه التبعية بدراسات و نظريات تدعى العلمية والموضوعية و تزعم التفوق العنصرى و الثقافى للغرب المسيحى على الشرق الاسلامى" (۳)

مغربی اہل کتاب، مسیحی مغرب کی اسلامی مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری کے زعم کی بنیاد پر، مسلمانوں پر اہل مغرب کا تسلط قائم کرنے کے لئے مسلمانوں کو اسلام کے بارے میں گمراہی اور شک میں مبتلا کرنے اور اسلام کو مسخ شدہ صورت میں پیش کرنے کی غرض سے، مسلمانوں کے عقیدہ، ثقافت، شریعت، تاریخ، نظام اور وسائل و امکانات کا جو مطالعہ غیر جانبدارانہ تحقیق کے دعوے کے ساتھ کرتے ہیں اسے استشراق کہا جاتا ہے۔

جسٹس محمد کرم شاہ اس تعریف پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''یہ تعریف گو مستشرقین کے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں عزائم کا پردہ چاک کرتی ہے لیکن اس تعریف میں ایک تو مشرق کے لفظ کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کا وہ مستحق ہے کیونکہ اسی کی بنیاد پر مستشرقین کو مستشرقین کہا جاتا ہے اس تعریف میں دوسری خامی یہ ہے کہ اس کی رو سے تمام مستشرقین ایک ہی زمرے میں شمار ہو جاتے ہیں حالانکہ مستشرقین کو بڑی آسانی سے کئی گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اس تعریف میں تیسری خامی یہ ہے کہ جو مستشرقین اسلام کے علاوہ دیگر مشرقی علوم اور تہذیبوں کے میدان میں مصروف عمل ہیں وہ

---

(۱) احمد عبدالحمید، رؤیۃ اسلامیۃ للاستشراق، ص: ۸

(۲) احمد عبدالحمید، رؤیۃ اسلامیۃ، ص: ۹

(۳) احمد عبدالحمید، رؤیۃ اسلامیۃ، ص: ۹

مستشرقین کے دائرے سے خارج ہو جاتے ہیں حالانکہ معروف معنوں میں وہ مستشرق ہیں (۱)''۔

جسٹس کرم شاہ نے مستشرقین کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

''اہل مغرب بالعموم اور یہود و نصاریٰ بالخصوص جو مشرقی اقوام خصوصاً ملت اسلامیہ کے مذاہب' زبانوں' تہذیب و تمدن' تاریخ' ادب' انسانی قدروں' ملی خصوصیات' وسائل حیات اور امکانات کا مطالعہ معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور اپنی تہذیب مسلط کر سکیں اور ان پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائل حیات کا استحصال کر سکیں' ان کو مستشرقین کہا جاتا ہے اور جس تحریک سے وہ لوگ منسلک ہیں وہ تحریک استشراق کہلاتی ہے''(۲)۔

ڈاکٹر محمد احمد دیاب نے استشراق کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

''غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں' تہذیب' فلسفے' ادب اور مذہب کے مطالعے میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے(۳)۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی مستشرقین کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

''مستشرقین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا تعلق مغرب سے ہے اور جنہوں نے اسلامیات کے مطالعے کے لئے زندگیاں وقف کر دیں یہ لوگ مشرقی علوم میں دلچسپی رکھنے کی بناء پر مشرق و مغرب کے علمی حلقوں میں شہرت کے مالک ہیں۔ اس گروہ نے مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے' اسلام کے ماضی کے بارے میں بد گمانیاں پیدا کرنے' اسلام کے حال کی طرف سے بیزاری اور اس کے مستقبل سے مایوسی' اسلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے اور اصلاح مذہب (تجدد و جدیدیت) اصلاح قانون اسلامی کے بارے میں اس گروہ نے بڑی سرگرمی سے کام کیا''(۴)۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ مستشرقین کی اصطلاح اگرچہ زیادہ تر ان غیر مسلم مصنفین کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ جن کا تعلق یورپین ممالک سے ہو جنہوں نے اسلام' اسلامی تعلیمات' اسلامی تہذیب و تمدن کے بارے میں کچھ لکھا ہو۔ لیکن زیادہ وسیع مفہوم میں وہ تمام غیر مسلم مصنفین بھی آتے ہیں۔ جنہوں نے اسلام کے بارے میں بالعموم حدیث و سیرت کے بارے میں بالخصوص لکھا ہو (۵)۔

---

(۱) جسٹس کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۱۲۲/۶

(۲) جسٹس کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۱۲۳/۶

(۳) محمد احمد دیاب، أضواء علی الاستشراق، ص: ۱۰

(۴) ابوالحسن ندوی، اسلام اینڈ ویسٹرن اورینٹلسٹ، ص: ۳۵۶

(۵) صبرہ عفاف، المستشرقون ومشکلات الحضارة، ص: ۹

بحث ثانی

تحریکِ استشراق کا آغاز وادوار

تحریک استشراق کا آغاز وادوار

تحریک استشراق کا آغاز

تحریکِ استشراق کو اگر خلاف اسلام سرگرمیوں کا محور قرار دیا جائے تو یہ امر واقعہ ہے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کا آغاز دراصل ظہور اسلام کے ساتھ ہی ہوگیا تھا۔ اور باقاعدہ ایک تحریک کی صورت اختیار کرنے سے قبل بھی غیر مسلم کی جانب سے اسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام کے خلاف بالخصوص پروپیگنڈا' مخالفت ومخاصمت اور بغض وعناد کا موقع بہ موقع اظہار مختلف ادوار میں ہوتا رہا ہے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ استشراقی تحریک کا نقطہ آغاز اس وقت شروع ہوگیا تھا جب اسلام نے ارض مقدس میں اس دعویٰ کے ساتھ جنم لیا کہ یہ مذہب (اسلام) یہودیت اور عیسائیت کی تکمیل کرتا ہے۔

چنانچہ عہد رسالت میں جب تک مسلمان مکہ میں تھے۔ یہود کو اسلام سے کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ مکہ میں یہودیوں کا کوئی طاقتور قبیلہ آباد نہیں تھا جس کے مفادات اسلام کی اشاعت سے متاثر ہوتے اور دوسری بات یہ ہے کہ مکہ میں خود مسلمان کمزور تھے کفار مکہ نے ان کا عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا' لیکن مدینہ میں جوں جوں مسلمانوں کی پوزیشن مضبوط ہوتی گئی یہودیوں کی اسلام دشمنی میں اضافہ ہوتا گیا ان کی اسلام دشمنی نے کئی شکلیں اختیار کیں' انہوں نے اوس وخزرج کے قبائل کے دلوں میں قبائلی تعصب کو دوبارہ زندہ کیا' مدینہ کے باہر افراد اور قبائل سے روابط قائم کیے منافقین کی پشت پناہی کی لیکن اس سب کچھ کے باوجود ان کا مقصد بار آور نہیں ہوا چنانچہ انہوں نے کفار مکہ کے ساتھ روابط بڑھانے اور مدینہ پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی ترغیب دی لیکن انہیں ذلت آمیز انجام سے دوچار ہونا پڑا[1]۔

لیکن طلوع اسلام کے وقت سے عیسائیوں کے حالات یہودیوں سے مختلف تھے۔ ابتدا میں ان کا رویہ خاصا مصالحانہ رہا لیکن جب انہیں اسلام سے خطرہ لاحق ہوا انہوں نے اسلام کی مخالفت کا تہیہ کر لیا آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ میں مسلمانوں کی عیسائیوں سے باقاعدہ مسلح جنگ صرف ایک مرتبہ جنگ موتہ [2] کی صورت میں پیش آئی [3]۔ ایک دوسری فوجی مہم جو عیسائیوں کے خلاف مدینہ سے روانہ ہوئی وہ سفر تبوک [4] تھا۔ تاہم اس میں مسلح تصادم کی نوبت نہیں آئی [5]۔

---

[1] ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۱/۵۱۳

[2] شام میں موتہ کے مقام پر ۸ھ میں مسلمانوں کی قیصر روم کے لشکر کے ساتھ جنگ ہوئی اس جنگ میں تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ لشکر کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اس جنگ میں حضرت زید بن حارثہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے لشکر کے سالار تھے۔ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۳۷۳

[3] ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۳۷۳

[4] ۹ھ میں رومی سلطنت کی اسلامی حکومت پر حملہ کی خبر پا کر آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کو مدینہ چھوڑ کر تیس ہزار کا لشکر جس میں دس ہزار سوار تھے شام روانہ کیا تبوک پہنچ کر آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ حملہ کی افواہیں غلط تھیں چنانچہ آپ ﷺ نے بیس دن تک تبوک میں قیام فرما کر واپس مدینہ لوٹ آئے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۱۶۵

[5] ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۵۱۵

اسلام جب تک جزیرہ عرب کے اندر رہا عیسائیوں نے اسے اپنے لئے بڑا خطرہ نہ سمجھا لیکن جب اسلام انتہائی تیزی سے پھیلتے ہوئے عرب کی سرحدوں سے باہر نکلنے لگا تو عیسائی حکمرانوں نے اسلام کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کرنے کا عزم کرلیا چنانچہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جنگوں کا ایک وسیع سلسلہ چل نکلا جس میں اسلام سربلند رہا اور عیسائیت کو ہزیمت اٹھانی پڑی جس کے نتیجہ میں ان کے دل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت سے معمور ہو گئے بالآخر عیسائیوں نے مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد ان سے اپنی مرضی کی شکستوں کے دل کھول کر بدلے بھی لئے ہیں لیکن ان کے انتقام کی چنگاریاں آج بھی سلگ رہی ہیں اور وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے نت نئے پروگرام مرتب کررہے ہیں ①۔اور وہ وہی کچھ ہو رہا ہے۔جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے:

﴿ولن ترضى عنك اليهود ولاالنصارى حتى تتبع ملتهم﴾ ②

اور ہرگز آپ سے یہود ونصاریٰ خوش نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کے دین کی پیروی کرنے لگیں۔

اس بارے میں آصف حسین لکھتے ہیں:

For almost a millennium, Europe felt itself challenged by this last monotheistic religion which claimed to complete its two predecessors.③

تقریباً ایک صدی تک یورپ اسلام کے حوالے سے یہ چیلنج محسوس کرتا رہا ہے جو اپنے دو پیشوا مذاہب کو مکمل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

بقول برنارڈ لوئیس:

Struggle between These rival systems has now lasted for some fourteen centuries. It began with the advent of Islam, in the seventh century, and has continued virtually to the present day.④

قبائل کے درمیان یہ کوشش چودہ صدیوں تک جاری رہی ہیں، یہ ساتویں صدی میں ظہور اسلام کے ساتھ شروع ہوئیں، اور آج تک بخوبی جاری ہے۔

باقاعدہ طور پر تحریک استشراق کب معرض وجود میں آئی اس بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی ہے اس باب میں علماء کی متعدد آراء درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر محمد احمد دیاب نے اس بارے میں ایک رائے نقل کی ہے۔

۱۔ تحریک استشراق کا آغاز دسویں صدی عیسوی میں ہوا جب فرانس کا ایک راہب جربردی اورالیاک (۹۴۰ء۔ ۱۰۰۳ء) حصول علم کے لئے اندلس کا سفر کیا اور وہاں اشبیلیہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم رہا اور بعد میں

---

① جسٹس محمد کرم، ضیاء النبی، ص:۶/۴۵

② البقرۃ:۲/۱۲۰

③ Hussain, A. The Idelogy of Orientalism, p. 47

④ Lewis, B. The Roots of Muslim Rage.p. 107

یورپ میں عربی زبان و ادب اور ثقافت کا سب سے بڑا عالم قرار دیا گیا اور بعد ازاں ۹۹۹ء تا ۱۰۰۳ء تک سلفستر ثانی کے لقب سے پاپائے روم کے منصب پر فائز رہا (۱)۔ یہ رائے شیخ احمد محمد جمال کی ہے (۲)۔

۲۔ ایک رائے ہے کہ یورپ کی صلیبی جنگوں میں ناکامی اس تحریک کا محرک اور سبب بنی اہل مغرب کا جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد ذہنی اور فکری محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیر ان کے نزدیک اس سے بہتر اور کوئی نہ تھی کہ اسلام، اسلامی عقائد، شریعت کے بنیادی مصادر، پیغمبر اسلام اور اسلامی معاشرہ و تہذیب کو مورد تنقید بنایا جائے (۳)۔

اس بارے میں البرٹ رقمطراز ہیں:

The Main reason among the Christians and Muslims which led them a part, was that there existed holy wars of crusade and jehad. (۴)

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہونے والی صلیبی جنگوں اور جہاد نے ان کے درمیان اختلافات کی خلیج حائل کر دی۔

۳۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے "اس کا آغاز بارہویں صدی عیسوی میں ہوا، جب ۱۱۴۳ء میں پطرس محترم (۵) کے حکم سے ایک انگریز عالم (Robert of Ketton) نے قرآن کریم کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا علاوہ ازیں اس نے علوم اسلامیہ کے مغربی زبانوں میں تراجم کیلئے ایک باقاعدہ جماعت تیار کر رکھی تھی۔ پطرس کا ان تراجم کا مقصد اسلام کے خلاف عیسائیوں کو مواد فراہم کرتا تھا" (۶)۔ یہ رائے ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی ہے (۷)۔

۴۔ جبکہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس تحریک کا آغاز تیرہویں صدی عیسوی میں ہوا جب ۱۲۶۹ء میں الفونس دہم نے مریسلیا میں اعلیٰ تعلیم کا ادارہ قائم کیا جس میں ابوبکر الرقوطی کی سربراہی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص مقرر ہوئے اس ادارے نے انجیل تلمود اور قرآن کا ہسپانوی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ اس صدی میں شاہ سسلی فریڈرک ثانی نے مائیکل سکاٹ کی سرکردگی میں دار الترجمہ کیا اور بعض اسلامی علوم کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ فریڈرک نے ان ترجمہ شدہ کتب کے کئی نسخے تیار کروا کے یورپ کی یونیورسٹیوں اور مختلف مدارس اور دیگر علوی اداروں میں تحفے ارسال کیے (۸)۔ علی محمد جریشہ اور محمد شریف زیبق نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے (۹)۔

---

(۱) علی النملہ، الاستشراق، ص:۳۰ ⊙ نجیب العقیقی، المستشرقون، ص:۱/۵۶ ⊙ علیان، أضواء علی الاستشراق، ص:۲۲ ⊙ علی جریشہ، الغزو الفکری، ص:۲۸۱

(۲) احمد محمد جمال، مفتریات علی الاسلام، ص:۱۰

(۳) احمد الشرباصی، التصوف عند المستشرقین، ص:۷ ⊙ عرفان عبد الحمید، المستشرقون والاسلام، ص:۱۲ ⊙ غازی عرفان، مستشرقین اور سنت نبوی، ص:۳۹۲

⊙ Hart, Michael H, The 100. Hart. p. 269

(۴) Hourani, A. Islam in European Thought, p13

(۵) دریکلونی کا رئیس تھا جو اسلام کے خلاف بغض و کینہ اور تعصب رکھتا تھا اور عیسائیوں کو مسلمانوں کے ساتھ مصالحانہ رویہ اختیار کرنے سے منع کرتا اور انہیں مسلمانوں سے متنفر کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ محمود حمدی، الاستشراق والخلفیہ، ص:۳۲

(۶) محمود حمدی، الاستشراق والخلفیہ، ص:۳۲ ⊙ احمد سمایلوفتش، فلسفۃ الاستشراق، ص:۵۵ ⊙ قاسم السامرائی، الاستشراق، ص:۲۲ ⊙ اسماعیل احمد، المستشرقون، ص:۲۸

(۷) السباعی، الاستشراق والمستشرقون، ص:۱۵

(۸) احمد دیاب، أضواء علی الاستشراق، ص:۱۴ ⊙ محمد البہی، الفکر الاسلامی، ص:۵۳۲

(۹) علی محمد جریشہ، اسالیب الغزو الفکری، ص:۱۸

۵۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تحریک استشراق کا آغاز ۱۳۱۲ء میں ہوا جب فینا میں کلیسا کی کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ یورپ کی مختلف جامعات میں عربی زبان واسلامیات کی تدریس کے لئے باقاعدہ Chairs قائم کی جائیں (۱)۔

۶۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ عملی طور پر استشراق کا آغاز سولہویں صدی عیسوی میں ہوا جب ۱۵۳۹ء میں کلیہ فرانس قائم کیا گیا تو گلیوم پوسٹل (Guillaume Postel) (۲) کو عربی کی پہلی صدارت پر فائز کیا گیا۔ بعد ازاں پوسٹل کے کام کو لغت و لسانیات کے ہی مکرر حوالے سے اس کے شاگرد رشید جوزف اسکالیجر (Joseph Schanger) نے آگے بڑھایا جس کے بعد ۱۵۸۶ء میں عربی مطبوعات کا سلسلہ یورپ میں شروع ہوا (۳)۔

۷۔ بقول ایڈورڈ سعید اٹھارہویں صدی استشراقی تحریک کا نقطہ آغاز بنی اس بارے میں رقمطراز ہیں:

Orientalism developed or rather started in the eighteenth century when British France Imperialism in the far and near East served the cause of European esteem (۴)

اٹھارویں صدی عیسوی میں استشراقیت اس لئے شروع یا ترقی کر گئی جب انگریز فرانسیسی سامراجیت دور ونزدیک مشرق میں یورپی مقاصد کی وجہ بنی۔

مزید اقوال کیلئے مزید ملاحظہ کریں (۵)۔

تحریک استشراق کے آغاز کے حوالے سے مذکورہ بالا آراء کے بارے میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں تحریک استشراق کی تاریخ کے مختلف مراحل تو کہا جا سکتا ہے لیکن انہیں تحریک استشراق کا نقطہ آغاز قرار دینا قطعاً درست نہیں کیونکہ جس کام کا بیڑا مستشرقین نے اٹھا رکھا ہے وہ دسویں صدی عیسوی سے بہت پہلے اس کی ابتدا ہو چکی تھی۔

درحقیقت استشراق کی تحریک کو مشرق اور مغرب کے اہل کتاب نے باہم آٹھویں صدی عیسوی میں شروع کیا کیونکہ اس صدی میں مسلمانوں نے اندلس کو نہ صرف عسکری طور پر فتح کیا بلکہ ان کے مذہب اور تہذیب وتمدن نے بھی وہاں پر اپنا تسلط پیدا کر لیا تھا تو اہل مغرب کو مسلمانوں کے علوم وفنون اور ان کی ثقافت کی ترقی کے اسباب معلوم کرنے کی فکر ہوئی چنانچہ عیسائی پادری اور راہب اپنے گرجوں سے نکلے اور حصول علم کے لئے مرکز علم اندلس کا رخ کیا ان کا حصول علوم کا مقصد صرف مسلمانوں کی قوت کا راز معلوم کر کے اور ان کی خامیوں اور کمزوریوں کو تلاش کر کے انہیں نقصان پہنچانا تھا ان کے سینوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف عداوت

---

(۱) محمود حمدی، الاستشراق والخلفیۃ، ص:۲۵ ◉ Said, E. Orientalism, p. 80

(۲) فرانسیسی مستشرق تھا جو اپنے زمانے (۱۵۱۰ء تا ۱۵۸۱ء) کا زبردست سیکی عالم تھا جبکہ ایڈورڈ سعید اس کا شمار یورپی نشأۃ ثانیہ کے مستشرقین میں ہوتا ہے پوسٹل کا اصل کام ابجدیات پر ہے۔ دیکھئے: الحسانی، المنجد فی الأدب والعلوم، ص:۸۹

(۳) روڈنس، میراث اسلام، ص:۳۵

(۴) Said, E. Orientalism, p:2

(۵) محمود حمدی، الاستشراق والخلفیۃ، ص:۲۹ ◉ الموسوعۃ المیسر ۃ، ص:۳۳

اور بغض و کینہ کا سمندر موجزن تھا چنانچہ انہوں نے مختلف بھیس بدل کر مختلف علوم حاصل کیے اور پھر انہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کی مخالفت اور تردید کے لئے وقف کر دیں ①۔

مزید برآں بارو قرطبی جو نویں صدی عیسوی کا مورخ ہے لکھتا ہے۔

''اہل مالقہ یا تو مسلمانوں کی تہذیب سے استفادہ کرنے یا اس کی تردید کرنے کے لئے ادب، فقہ وغیرہ پر مسلمان مصنفین کی تصانیف کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ عربی تصنیفات کے کتب خانے قائم کرنے کے لئے بہت زیادہ رقم خرچ کرتے ہیں'' ②۔

بارو کے مذکورہ بالا قول سے معلوم ہوتا ہے کہ نویں صدی عیسوی سے قبل تحریک استشراق کا آغاز ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر محمد احمد دیاب نے بھی تحریک استشراق کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی کو قرار دیا ہے۔ اس قول کے حق میں انہوں نے ایک تو بارو قرطبی کا مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ یوحنا دمشقی (۶۷۶ء-۷۴۹ء) جو خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دور حکومت میں بیت المال کا ملازم تھا۔ جس نے ملازمت ترک کر کے فلسطین کے ایک گرجے میں بیٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کتب لکھنے لگا۔ جن میں ایک کتاب کا نام "**محاورة مع المسلم**" اور دوسری کا نام "**ارشادات النصاریٰ فی جدل المسلمین**" تھا چونکہ یہ دونوں کتب مسلمانوں کی تردید میں لکھی گئی تھیں اس لئے یوحنا کی اس مساعی کو تحریک استشراق کا نقطہ آغاز قرار دیا جا سکتا ہے ③۔

جسٹس محمد کرم الازہری نے بھی اس رائے کو مختلف دلائل سے راجح قرار دیا ہے ④۔

✿ تحریک استشراق کے ادوار

تاریخ تحریک استشراق کو سامنے رکھتے ہوئے اسے پانچ ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ⑤۔ لیکن یہاں یہ بات مدنظر رہنی چاہیے کہ تاریخی ادوار کی یہ تقسیم مستشرقین کے رویوں اور ان کے کام کی نوعیت کے اعتبار سے ہے، زمانے کے لحاظ سے نہیں کیونکہ ان کے زمانے کو متعین کرنا ممکن نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ مشرقی علوم کو مغرب کی طرف منتقلی کا کام صدیوں جاری و ساری رہا ہے اور صلیبی جنگوں کا دورانیہ (۱۰۹۹ء تا ۱۴۶۴ء) بھی صدیوں پر محیط ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مستشرقین کا جو رویہ اور انداز گیارہویں اور بارہویں صدی میں صلیبی جنگوں کے ردعمل کے نتیجہ میں ہوا ہو اس کی جھلک نویں اور دسویں صدی میں بھی نظر آ جائے اس طرح جس عہد میں مستشرقین اسلام کے خلاف فرضی اور خود ساختہ مفروضوں اور افسانہ طرازیوں میں مشغول تھے اسی عہد میں ایسے اشخاص بھی مل جائیں جو

---

① احمد دیاب، أضواء علی الاستشراق، ص:۱۳ ② احمد دیاب، أضواء علی الاستشراق، ص:۱۵

③ احمد دیاب، أضواء علی الاستشراق، ص:۱۵ ④ محمود حمدی الاستشراق، ص:۱۹ ⑤ عثمان جمعہ، مدخل لدراسة العقيدة، ص:۶۵

④ جسٹس محمد کرم، ضیاء النبی، ص:۶/۱۳۵

⑤ خلیق احمد نظامی نے اپنے ایک مقالہ میں مستشرقین کی تاریخ کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ یہ مقالہ انہوں نے ۱۹۸۲ء کو اسلام اور مستشرقین کو موضوع پر ہونے والے سیمینار میں پڑھا تھا۔ نیز جسٹس محمد کرم شاہ ازہری نے مستشرقین کی تاریخ کو چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ مذکورہ بالا ادوار کی یہ تقسیم انہی حضرات کی تقسیم کے سامنے رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔

اسلام دشمنی کی وجہ سے قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام کے مطالعہ میں مصروف ہوں لہٰذا ان کی یہ تقسیم ان کے رویوں کے پیش نظر ہے زمانے کے پیش نظر نہیں ہے جو وقتاً فوقتاً بدلتے رہے ہیں اور تحریک استشراق اپنے مقاصد اور طریقہ کار میں ضروری تبدیلیاں بھی کرتی رہی ہیں۔

پہلا دور:

حقیقت یہ ہے کہ یورپ قرون وسطیٰ (۷۴۲ء) سے ہی جہالت کی ان تاریکیوں سے گزرا ہے جن سے شاید کسی دوسرے انسانی معاشرے کو واسطہ نہ پڑا ہو۔ پوپ مذہبی ادب کے بغیر تمام اصناف علم کا دشمن تھا اور جہاں کوئی عالم یا فلسفی یا مفکر سر اٹھاتا اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس دور میں مدارس حکما بند ہوئے' لاکھوں کتب حوالہ آتش کی گئی غرض کہ ان کی تاریخ انسان دشمنی' علم دشمنی' عالم کشی کے واقعات سے آلودہ ہے۔ ان کی معاشی' معاشرتی' علمی اور اخلاقی حالت روبہ تنزل تھی①۔

یہی دور طلوع اسلام اور اسلامی عروج وارتقاء کا دور ہے۔ اس دور میں مسلمانوں نے ایک طرف سیاسی اور عسکری فتوحات کے ذریعے ایک عالم کو اپنے زیر نگیں بنایا تو دوسری طرف انہوں نے علم اور تہذیب وتمدن کے میدان میں وہ ترقی کی جس کی مثال نہیں پائی جاتی ہے②۔ غرض کہ مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کے علمی' ثقافتی' معاشی' اخلاقی اور سیاسی حالات میں بعد المشرقین فرق تھا۔

مستشرقین کی تاریخ کا پہلا دور اس زمانے پر مشتمل ہے جب یورپ پر جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے اس کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی سے ہوتا ہے③۔

یہ وہ زمانہ تھا جب اندلس اور سسلی اور دوسرے اسلامی ممالک سے اسلامی علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کی نورانی لہریں اٹھ رہی تھیں اور ایک عالم کو بقعہ نور بنا رہی تھیں۔ اہل یورپ کو جب اپنے ہاں ہر طرف تاریکی اور ظلمت نظر آئی تو انہوں نے علم' تہذیب اور خوش حالی کا سبق لینے کے لئے مسلمانوں کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی قوت اور شان وشوکت کا راز ان کے علم میں مضمر ہے۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد اہل یورپ نے بالعموم اور کلیسا نے بالخصوص یورپ کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے مستقل بنیادوں پر کارروائیاں شروع کر دیں انہوں نے اپنے رویے جو علم کی دشمنی پر مبنی تھا اس میں تبدیلی کی چنانچہ علم کے پیاسوں نے یورپ کے طول وعرض سے اسپین کے اسلامی مدارس کی طرف رخ کیا انہوں نے عربوں سے علم اور ان کی تہذیب سیکھیں اور پھر یورپ کو علم وتہذیب کے نور سے منور کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں④۔

اس کام میں ایک طرف حکمران دلچسپی لے رہے تھے اور دوسری طرف عیسائی راہبوں کی کثیر تعداد نے بھی اپنے آپ کو مختلف مقاصد کے تحت اسلامی علوم کو حاصل کرنے کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ دسویں صدی عیسوی اور بعد کے ادوار میں یورپ کے حکمران عربی

---

① تفصیل کے لئے دیکھئے غلام جیلانی، یورپ پر اسلام کے احسانات، ص:۷۶

② غلام جیلانی، یورپ پر اسلام کے احسانات، ص:۱۰۳ ◉ Will Duran, The Eage of Faith, p. 230

③ گذشتہ صفحات میں یہ بات تاریخی دلائل سے ثابت کی گئی کہ تحریک استشراق کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی کو ہو چکا تھا۔ دیکھئے صفحہ نمبر:۵۶۳

④ محمود حمدی، الاستشراق والخلفیہ، ص:۲۶ ◉ احمد دیاب، أضواء علی الاستشراق ص:۱۸ ◉ عبدالمتعال، الاستشراق، ص:۵۵

علمی سرمایہ کو مغربی زبانوں میں منتقل کرنے کے لئے بے بہا مال خرچ کر رہے تھے اور کلیسا پوری دلجمعی سے اس کام میں حصہ لے رہے تھے مختلف کتب کے ترجے ہو رہے تھے۔ ہر طرف مدارس قائم ہو رہے تھے اور کلیسا خود مدارس قائم کرنے اور انہیں ترقی دینے میں مشغول ہو گیا تھا۔ ان کے کچھ مدارس ترقی کر کے یونیورسٹیوں کی صورت اختیار کر گئے اور کچھ نئی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں اس طرح انہوں نے اسلامی علوم کو یورپ میں پھیلانے کے لئے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ ان کے پیش نظر اسلام کو نقصان پہنچانے کا مقصد پنہاں تھا①۔
بلاشبہ یورپ میں علم دوستی کی یہ لہر بھی مسلمانوں کی مرہون منت ہے۔

دوسرا دور:

استشراق کی تاریخ کے اس دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب صلیبی جنگوں نے پورے مغرب میں اسلام دشمنی کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا۔ صلیبی جنگوں کے طویل محاربات میں دنیائے مغرب کی ناکامی سے نہ صرف یہ کہ یورپ کے مشترکہ عسکری قوت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی بلکہ یہی شکست اس بات کا زبردست محرک بن گئی کہ جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد فکری و ذہنی محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو نقصان پہنچایا جائے۔ چنانچہ اسلام کے خلاف کارروائیوں میں انہوں نے پہلے فرضی تصویروں' کہانیوں' افسانوں اور خود ساختہ مفروضوں کے ذریعہ پیغمبر اسلام کی ذات کو مورد طعن ٹھہرایا وہ تو اسلام کو سب سے بڑی برائی سمجھتے تھے اور پیغمبر اسلام ﷺ کو وہ ہر برائی کا منبع قرار دیتے تھے۔ اس لئے ان کے نزدیک اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف لکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی سیرت وسوانح کے بارے میں مہمل کہانیاں' دیومالی قصے اور بے سروپا باتیں کہی گئیں②۔

مستشرقین کے اس رویہ کو صرف صلیبی جنگوں کا ردعمل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس طرز عمل کی جڑیں صلیبی جنگوں سے پہلے بھی موجود تھیں البتہ صلیبی جنگوں نے اس رویے کو کمال عروج تک پہنچایا ہے۔

پہلے اور دوسرے دور میں فرق یہ ہے کہ پہلے دور کے مستشرقین اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے تاریخ اسلام اور اس کی تعلیمات میں ہی اپنے اعتراض کی بنیاد تلاش کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جبکہ اس دوسرے دور کے مستشرقین کا تکیہ صرف اپنے تخیل کی پرواز پر تھا اور ان دونوں ادوار میں ان کا تعصب اور اسلام دشمنی اپنے پورے شباب پر تھا۔

تحریک استشراق کے دوسرے دور میں اسلام اور پیغمبر ﷺ کے خلاف جو کچھ لکھا گیا۔ اس پر بعد کے مستشرقین خود بھی شرمندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی طرف سے اپنے متقدمین کے اس رویے پر شرمندگی کا اظہار اس وجہ سے نہیں کہ وہ اسلام کے بارے میں منصفانہ رویے کو ضروری سمجھتے ہیں بلکہ اس لیے کہ علمی ترقی کے اس دور میں اس قسم کی فرضی داستانیں اور الزام تراشیاں، اسلام کی نسبت، ان کی تحریک کو زیادہ نقصان پہنچائیں گی اور یہ غیر علمی اور غیر منطقی رویہ مستشرقین اور ان کی تحریک کے متعلق منفی تاثرات پیدا کرے گا۔

اس دور میں مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں جس رویے کو اختیار کیا وہ بعد کے مستشرقین کے الفاظ میں

① احمد دیاب، أضواء علی الاستشراق، ص:۱۸
② انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ص:۶۰۵/۱۲

پیش خدمت ہے۔

مشہور مستشرق منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) اپنی کتاب (Muhammad Prophet and Statesman) میں لکھتا ہے:

Of all the world "great men none has been so much maligned as Muhammad ..... For centuries, Islam was the great enemy of Christendom, since Christendom was in direct contact with no other organized states comparable in power to the Muslims. The Byzantine Empire, after losing some of its best provinces to the Arabs, was being attacked in Asia Miner, while Western Europe was threatened through Spain and Sicily. Even before the crusades focused attention on the expulsion of the Saracens from the Holy Land, medieval Europe was building up a conception of a great enemy. At a point Muhammad was transformed into Mahound, the Prince of darkness. By the twelfth century, the ideas about Islam and Muslims current in the crusading armies were such Travesties that they had a bad affect on moral.[1]

محمد (ﷺ) کو بدنام کرنے کی جتنی کوششیں کی گئی ہیں اتنی کوششیں تاریخ انسانی کی کسی عظیم شخصیت کو بدنام کرنے کے لیے نہیں کی گئیں۔ صدیوں اسلام کو عیسائیت کا سب سے بڑا دشمن تصور کیا جاتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیت کو اسلام کے علاوہ کسی منظم طاقت سے واسطہ نہ پڑا تھا۔ جو اتنی ہی طاقتور ہو جتنے مسلمان تھے۔ عربوں کے ہاتھوں اپنے چند بہترین صوبوں سے ہاتھ دھونے کے بعد بیزنطینی حکومت کو ایشیائے کوچک، سپین اور سسلی میں اسلام کا چیلنج درپیش تھا۔ مسلمانوں کو ارض مقدس سے نکالنے کی صلیبی کوششوں سے پہلے ہی یورپ میں "دشمن اعظم" کا تصور جڑ پکڑ چکا تھا۔ ایک وقت یہ بھی تھا۔ جب محمد کو (Mahoun) کی شکل میں پیش کیا گیا تھا۔ جس کا مطلب تھا "برائی کا شہزادہ" بارھویں صدی عیسوی میں صلیبی فوجوں کی اذہان میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جو تصورات تھے وہ بڑے مضحکہ خیز تھے اور انہوں نے اخلاق پر منفی اثرات مرتب کئے۔

ایک اور مستشرق فلپ کے ہٹی (Philip.K.Hitti) رقمطراز ہے۔

Christians of medieval times misunderstood Muhammad and considered him a despicable character. The reasons as will be shown later were more historical, that is economic and political than ideological. His earliest portrait as a false prophet and importers, sketched by a ninth-century Greek chronicler as later embellished with the bright colors of ever sexuality, dissoluteness, blood thirstiness and brigandage. In clerical circles Muhammad became the antichrist. His dead body was suspended some where between heaven and earth until and Italian convert in 1503 visited Medina and was evidently surprised not to find it in that position. Dente bisected the trunk of Muhammad's body and consigned it to the ninth hell as befits the chief of the damned souls, bringers of schism into religion.

Western fablers used Maumet, one of forty-one variants of Muhammad's name

---

[1] Montgomery, W, Muhammad Prophet, p: 231

listed in the Oxford English Dictionary in the sense of idol. It came to mean "Puppet" or "Doll". In this sense Shakespeare used the world in "Romeo and Juliet". Another variant of the same name Maumet, was used in English medieval encyclical plays as an object of worship. Ironically the greatest in iconoclast and the leading champion of the oneness of God in history was metamorphosed into an object of worship.(1)

قرون وسطٰی کے عیسائیوں نے محمد (ﷺ) کو سمجھنے میں غلطی کی اور انہیں (نعوذ باللہ) حقیر کردار کا مالک تصور کیا۔ اس منفی سوچ کے اسباب نظریاتی سے زیادہ معاشی اور سیاسی تھے۔ نویں صدی عیسوی کے ایک یونانی قصہ گو نے محمد (ﷺ) کی تصویر کشی ایک جھوٹے مدعی نبوت اور دغاباز کے طور پر کی تھی۔ اس تصویر کو بعد میں جنس پرستی، بدچلنی، خون آشامی اور قزاقی کے چمکدار رنگوں سے مزین کیا گیا۔ مذہبی حلقوں میں محمد (ﷺ) کو دشمن مسیح کے طور پر پیش کیا گیا۔ یہ تصور پیش کیا گیا کہ محمد (ﷺ) کی نعش زمین اور آسمان کے درمیان معلق ہے۔ اس افسانے نے اتنی شہرت حاصل کی کہ جب ۱۵۰۰ء میں ایک اطالوی نومسلم مدینہ گیا۔ تو وہ محمد (ﷺ) کی نعش کو مذکورہ مقام پر نہ پا کر متحیر ہوا۔ ڈانٹے نے محمد (ﷺ) کے دھڑ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی کہ وہ جسم جہنم کے نویں درجے میں پڑا ہوا ہے۔ جو ایسی ملعون روحوں کے لئے مناسب مقام ہے۔ جو مذاہب میں فرقہ بندیوں کے ذمہ دار ہیں۔ مغربی قصہ گوؤں نے "Maumet" کو (جو لفظ محمد کی بگڑی ہوئی ان چالیس شکلوں میں سے ایک ہے۔ جن کا ذکر آکسفورڈ ڈکشنری میں ہوا ہے۔) بت بنا کر پیش کیا۔ یہ لفظ پتلی اور گڑیا کا ہم معنی بن گیا۔ شیکسپیئر نے Remeo and Juliet میں اس لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال کیا۔ محمد کے نام کی ایک اور بگڑی ہوئی شکل Mohoun کو قرون وسطٰی کے ایک گشتی ڈرامے میں ایک ایسی چیز کے طور پر پیش کیا گیا۔ جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ یہ حقیقت کے ساتھ کتنا بڑا مزاح ہے۔ کہ ایک بت شکن اور تاریخ انسانی میں توحید خداوندی کے سب سے بڑی چمپئن کو معبود بنا کر پیش کیا گیا۔

جسٹس محمد کرم شاہ الازہری مستشرق (Phili. K. Hitti) کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''فلپ۔ کے۔ ہٹی نے حضور اکرم ﷺ کی ذات پر ان بے بنیاد الزامات کو اپنے پیشروؤں کی غلط فہمی کہہ کر ان کے جرم کی شناخت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ تھے بلکہ وہ حضور ﷺ کو پہچانتے تھے کیونکہ اس بات میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی مخالفت کی' ہر دور میں ان کی اکثریت مذہبی لوگوں پر مشتمل تھی اور اہل کتاب کے مذہبی راہنما حضور ﷺ کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ تھے ہمارے رب نے صدیوں پہلے اس حقیقت کا اعلان فرما دیا تھا۔

﴿الذین أتینٰھم الکتٰب یعرفونہ کما یعرفون أبناء ھم و إن فریقاً منھم لیکتمون الحق و ھم یعلمون﴾(2)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں انہیں جسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بیشک ایک گروہ ان میں سے چھپاتا ہے حق کو جان بوجھ کر(3)۔

---

(1) Philip. K. Hitti, Islam a Way of life, p: 22

(2) البقرۃ:۲/۱۴۶

(3) جسٹس محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، ص:۶/۱۴۵

ایک اور مستشرقہ، جس کا نام کیرن آرمسٹرانگ (Keren Armstrong) ہے، نے اپنی کتاب (Muhammad A Western Attempt understand Islam) میں ایک باب جس کا نام (Muhammad, the Enemy) رکھا ہے، اس میں اس نے یورپ کی اسلام دشمنی کی کہانی لکھی ہے ①۔

ایک اور مستشرق روڈی حقد مین مستشرقین کے رویے کی قلی ان الفاظ سے کھولتا ہے۔

> ''درحقیقت قرون وسطیٰ میں علمائے مغرب اور کلیسا کے راہنماؤں کی رسائی اسلام کے اصل مصادر تک بڑی وسیع تھی لیکن ان مصادر کا معروضی مطالعہ کرنے کی کوشش اس سابقہ عقیدے کے ساتھ ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی تھی کہ اسلام عیسائیت کا دشمن ہے اور اس میں کسی خیر کا وجود ممکن نہیں اس لئے لوگ صرف ان معلومات کو اہمیت دیتے تھے جو اس نظریے کی تقویت کا باعث ہوتی تھیں اس لئے وہ ایسی خبر کی طرف جھپٹتے تھے جس میں دین اسلام یا پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق برائی کا کوئی پہلو نظر آتا'' ②۔

تیسرا دور:

اس دور کا تعلق اس زمانہ سے ہے، جب مسلمان کمزور ہو چکے تھے ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اہل مغرب انہیں اپنے استعماری شکنجے میں کسنے لگے تھے اور ان کے علاقوں پر پوری طرح سے تسلط قائم کر لیا تھا۔ اب وہ اس فکر میں تھے کہ وہ اپنے تسلط کو کس طرح دوام بخشیں چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، دینی، اخلاقی اور معاشی حالات کا تفصیلی مطالعہ شروع کر دیا انہوں نے یہ ضروری سمجھا کہ مغرب میں اسلامی تہذیب و تمدن اور عربی زبان کو سمجھنے والے علماء کثیر تعداد میں موجود ہونے چاہیے تا کہ ان کی کوششیں عالم اسلام پر مغرب کے استعماری تسلط کی راہ ہموار کر سکیں۔

اس مقصد کے تحت مستشرقین نے مختلف علوم جن میں علم الأفلاک، تاریخ، جغرافیہ، طب، ریاضی اور فلسفہ وغیرہ کتب کا مغربی زبانوں میں تراجم کروا کر انہیں شائع کیا نیز عربی علمی مصادر کو اصل صورت میں شائع کیا گیا ③۔

تمام اسلامی ممالک سے بیشمار مخطوطات جمع کئے گئے ڈاکٹر منجن اور ماگولیتھ نے بالخصوص مخطوطات کی ایک فہرست مرتب کی ہے۔ برلن، پیرس، روم، لندن، آکسفورڈ، کیمبرج، ڈبلن، ایڈنبرا، برٹش ایشیاٹک سوسائٹی اور اسکوریال کی لائبریریوں میں اڑھائی لاکھ کے قریب مخطوطات محفوظ ہیں۔ بودلی کی لائبریری مخطوطات کے لئے خصوصی طور پر شہرت رکھتی ہے۔ اس میں تین ہزار دو سو چوہتر مخطوطات محفوظ ہیں۔ اس طرح برٹش میوزیم کی لائبریری میں بھی بے شمار مخطوطات محفوظ ہیں۔ دی کاسٹل نے عربی مخطوطات کی ایک خاص لائبریری قائم کی ہے علاوہ ازیں اٹلی اور روس کی لائبریریوں میں کئی ہزار مخطوطات محفوظ ہیں۔ علاوہ ازیں علمی مہمیں بھی اس دور میں مسلسل جاری رہیں ④۔

---

① Keren, A. Muhamam A Western, p: 22

② محمود حمدی، الاستشراق والخلفیۃ، ص: ۳۳

③ مستشرقین کی طرف سے شائع کی جانے والی کتب کے بارے میں دیکھیے، عبدالمتعال، الاستشراق، ص: ۱۷

④ عبدالمتعال، الاستشراق، ص: ۲۳

اس دور میں عربی علوم اور مشرقی تہذیب وتمدن کو سمجھنے کے لئے مستشرقین نے مراکز کا قیام کیا چنانچہ ۱۵۳۹ء میں فرانسو اول نے پیرس میں کالج آف فرانس کی بنیاد رکھی ۱۵۸۷ء میں ہنری ششم نے کالج آف فرانس قائم کیا جس میں عربی کے شعبے کو نئی بنیادوں پر استوار کیا مختلف یونیورسٹیوں جن میں آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیاں قابل ذکر ہیں۔ میں عربی زبان کے لئے خاطر خواہ کام ہوا۔ لندن، پیرس، روس اور فرانس کے زیر اثر ممالک میں عربی تدریس کا وسیع پیمانے پر انتظام کیا گیا۔

غرضیکہ مستشرقین نے یورپ، امریکہ اور دوسرے ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں مشرقی زبانوں کی تدریس کے لئے مدارس قائم کیے ایک اندازے کے مطابق ۱۹۶۷ء میں امریکہ میں ساٹھ یونیورسٹیاں، چالیس لائبریریاں اور اٹھارہ مراکز تھے جو مشرق وسطی کے علوم کی تدریس میں مشغول تھے۔ عربی تدریس کو عام کرنے کے لئے گلیوم پوسٹل (Guillaume Postel)، جوزف سکالیجر (Joseph Scaliger)، تھامس ارپینیس (Thomas Erphenius) کا نمایاں کام ہے①۔

مستشرقین نے اپنے عمل کو منظم کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں کئی سوسائٹیاں قائم کیں۔ ''منسوتا'' یونیورسٹی میں ایک سوسائٹی قائم ہوئی جس نے بدھ مت، عیسائیت اور اسلام کی درس وتدریس کے لئے مخصوص منصوبہ شروع کیا ابتدا میں یہ انجمنیں ثانوی مدارس کے طلبہ تک محدود تھیں بعد ازاں کالج اور یونیورسٹی سطح تک پھیل چکی تھیں۔ یہ انجمنیں ان طلبہ کی مدد اور حوصلہ افزائی کرتی تھیں جو اسلامی تہذیب، تاریخ اور دیگر علوم اسلامیہ میں تخصص حاصل کرنا چاہتے تھے②۔

ان کے علاوہ انہوں نے مختلف زمانوں میں ایشیائی سوسائٹیاں بھی قائم کیں جس نے مشرقی مخطوطات، اسلامی کتب، عربی علوم سے متعلقہ کتب شائع کیں اور ایک ایشیائی مجلّہ جاری کیا جس نے مسلمانوں کے گروہ فرقوں کو بطور خاص نشانہ بنایا تاکہ مغرب کے سامنے اسلام کی تصویر کو مسخ کرکے پیش کیا جاسکے③۔

اس دور میں مستشرقین نے کئی ایک بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کیں اور یہ کانفرنسیں مختلف وقفوں کے ساتھ مسلسل منعقد ہوتی رہیں۔ ان بین الاقوامی کانفرنسوں کے علاوہ مختلف ممالک کے مستشرقین کی قومی کانفرنسیں بھی منعقد ہوتی رہیں، چنانچہ استشراق کے کام کا جامع پروگرام وضع کرنے، ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانے اور اپنی کوششوں کو تقسیم کار کے اصول پر منظم کرنے کے لئے یہ کانفرنسیں بہت مفید ثابت ہوئیں جس سے تحریک استشراق کے کام کی رفتار تیز تر ہوگئی④۔

چوتھا دور:

اس دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب نو آبادیاتی (Colonolism) نظام کی گرفت کمزور پڑنے لگی اور مسلم ممالک میں آزادی کی تحریکوں نے استعماری وتبشیری طاقتوں کے لئے خطرے کا الارم بجادیا تھا ان حالات میں استعماری طاقتیں ایک نئی صورتحال

① عبد المتعال، الاستشراق، ص:۲۷ ② عبد المتعال، الاستشراق، ص:۳۳
③ اسلام اور مستشرقین، ص:۱۴/۳ ⑤ عبد المتعال، الاستشراق، ص:۳۹ ⑥ محمود حمدی، الاستشراق والخلفیۃ، ص:۳۸
④ عبد المتعال، الاستشراق، ص:۳۶

سے دوچار ہوئی ان میں مسلمانوں سے تلوار سے مقابلہ کرنے کی سکت باقی نہیں تھی کیونکہ انہوں نے مسلمانوں سے تلوار کے ذریعے معاملات طے کرنے کی بارہا کوششیں کی تھیں لیکن ہر مرتبہ انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا علاوہ ازیں صلیبی جنگوں کی طویل تاریخ کے ہولناک مناظر بھی ان کے سامنے تھے اس لئے اہل مغرب نے نوآبادیات کو آزادی دینے کا فیصلہ کرلیا ان کے پیش نظر یہ امر تھا کہ مسلمان ان کے غلبے سے آزادی حاصل کر کے بھی ذہنی طور پر غلام رہیں اس وجہ سے انہوں نے مسلمانوں کی دوستی اور خیر خواہی کا لبادہ اوڑھ لیا اس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ وہ ایسی تمام امور جو مسلمانوں کے دلوں میں اہل مغرب کے خلاف نفرت پیدا کرتے ہیں ان کے اثرات کو کم کرنے کی کوشش کی جائے اہل مغرب کے متقدمین نے کئی صدیاں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زہریلا زہر اگلا تھا مسلمانوں کو عیسائیوں سے متنفر کرنے کے لئے ان کی کتب بہت خطرناک ثابت ہوسکتی تھیں اس لئے اس دور کے مستشرقین کے اپنے رویے میں تبدیلی لائے اور بحیثیت مجموعی اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ ان کا رویہ پہلے جیسا نہ رہا بلکہ مختلف عوامل ① کے نتیجہ میں نرم، حقیقت پسندانہ اور معقول ہوتا چلا گیا چنانچہ اس دور میں مستشرقین کے ہاں بے بنیاد اور من گھڑت روایات کا سلسلہ کم ہوتا گیا الزامات کا دائرہ سمٹ کر محدود ہوگیا اور صورتحال نے کلیسا کا طلسم توڑ کر ایسے مستشرقین بھی جنم دیئے جنہوں نے جرأت سے کام لے کر اپنے اسلاف مصنفین کے خیالات اور تجزیات کو غلط قرار دیا اور ان کی اسلام کے بارے میں پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کیا اس قسم کے مصنفین کی تحریروں میں گو انصاف کی جھلک نظر آتی ہے لیکن دینی اور نسلی تعصب نے ان کو بھی انصاف کے آئینے میں حقائق کو دیکھنے کی توفیق نہ بخشی ②۔

حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین اس فکری تبدیلی کی تہہ میں نہ تو اخلاص جلوہ گر تھا اور نہ ہی نفرت و کدورت پر محبت کے جذبات غالب آ گئے بلکہ حالات کی ستم ظریفی نے انہیں نقطۂ نظر بدلنے پر مجبور کیا تھا ان کا مقصد حق کی جستجو تھا ہی نہیں ان کا مقصد تو صرف مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنا تھا اور اپنے رویے میں معمولی سی تبدیلی سے انہوں نے یہ مقصد حاصل کرلیا تھا۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد برطانیہ میں سکار برور رپورٹ (Scarbrough Report) تیار کی گئی اس رپورٹ میں مشرق میں برطانوی مفادات کے تحفظ کے لئے نیا لائحہ عمل پیش کیا گیا۔ مشہور مستشرق ایچ۔اے۔آر۔گب (H.A.R. Gibb) نے اپنی کتاب (Modern Trends in Islam) میں نئے تقاضوں کے پیش نظر مسلمانوں کے حالات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے ③۔

اس دور کے بارے میں جسٹس کرم شاہ تبصرہ کرتے ہیں:

> ''حقیقت یہ ہے کہ استعماری طاقتوں کے چلے جانے کے بعد بھی مسلمان عملاً ان کے غلام ہیں استعماری طاقتیں اب کمزور اقوام کو قرضے فراہم کر کے انہیں اپنے سودی شکنجوں میں کستی ہیں اور پھر ان ممالک کی داخلی اور خارجہ پالیسیاں انہی کے اشارے میں بنتی ہیں...... اگر ذرا دقت نظر سے دیکھا جائے تو انسان اس حقیقت کا فوراً ادراک کرلیتا ہے کہ اس دور کے مستشرقین کا پھیلایا ہوا زہر، ہر دور کے مستشرقین کے پھیلائے ہوئے زہر سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے'' ④۔

---

① ان عوامل میں سے سرفہرست مشرقی مصادر تک ان کی رسائی مشرقی زبانوں سے خصوصاً عربی زبان سے آگاہی تھی نیز مشرقی ممالک کے سفر اور مشاہدات نے ان کے اپنے پیشروؤں کی لاعلمی اور افکار و خیالات کی بے بنیادی ثابت کردی تھی دوسری بڑی وجہ خود یورپ کی بدلتی ہوئی فضا تھی نیز جدت پسندی، سائنسی ایجادات، تعصب کے خلاف عام بے چینی اور وقت کی ضرورت موثر عوامل تھے۔

② نجیب العقیقی، المستشرقون، ص: ۱/۱۶۸ ③ اسلام اور مستشرقین، ص: ۲/۱۶ ④ جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۶/۱۶۷

پانچواں دور:

یہ دور اپنے ساتھ نت نئے رجحانات لے کر آیا' سیاسی' معاشی اور معاشرتی سطح پر گزشتہ باتوں کو درہم برہم کر گیا' چنانچہ عالمی جنگیں اور اس کے نتیجہ میں مشرقی و مغربی معاشروں پر ہمہ گیر اثرات' نو آبادیاتی علاقوں کی بیداری' ظلم و ستم کی تاریکیوں کے خلاف حریت و آزادی کی روشنی' استعماری قوتوں کی شکست' ایجادات و اختراعات کے ظہور' سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظریات کی نشوونما اور تہذیب و تمدن کے تنوع نے حالات و مسائل کی نوعیت کو ہر طرح سے بدل ڈالا چنانچہ مستشرقین کی یہ کوشش رہی کہ جو کچھ حاصل کر لیا گیا ہے اسے بہر صورت باقی رکھا جائے ساتھ ساتھ مصادر شریعت اور عالم اسلام کے بارے میں زیادہ توجہ اور انہماک سے مطالعہ ہونے لگا جز وقتی علماء کی بجائے کل وقتی علماء نے جگہ حاصل کی اور مغرب کی یونیورسٹیوں بالخصوص آکسفورڈ' کیمبرج' لندن وغیرہ میں قرآن و حدیث' فقہ' تصوف اور دوسرے اسلامی و معاشرتی علوم کے بارے میں باقاعدہ نشستیں مخصوص کی جانے لگیں ①۔ اس دور میں اسلام اور اسلامی ادب کے حوالے سے کسی حد تک اعتدال اور انصاف پسندی کی روایت جسے ویل' گوئٹے اور کارلائل وغیرہ نے آگے بڑھایا تھا وہ جاری و ساری رہا' اسلامی مصادر کی تحقیق و دریافت' ان کی ابواب بندی اور اشاریہ سازی کا کام نہ صرف آگے بڑھا بلکہ ایک طرف تو مستشرقین نے اس بارے میں اپنی محنت و ریاضت سے ایک طرح کی اجارہ داری حاصل کر لی اور دوسری طرف اسلامی مصادر پر نقد و جرح کے کام کو بھی وسیع پیمانے پر انجام دیا جانے لگا اور ان کا یہ کام صرف ان ماخذ اسلامیہ کے بارے میں اہل مشرق کے قلوب و اذہان میں تردد اور شک پیدا کرنے کے لیے تھا۔ چنانچہ اس دور میں قرآن و حدیث اور دوسرے مصادر کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا ②۔

اس دور میں مستشرقین نے اسلام کے روایتی مطالعے پر توجہ کم کر دی اور دور حاضر کے مسلمان معاشروں میں پائے جانے والے رجحانات کا تفصیلی مطالعہ شروع کر دیا اب ان کے توجہ کا مرکز پورا مشرق نہیں تھا بلکہ صرف وہ ممالک تھے جو زر سیال کی دولت سے مالا مال تھے اب مستشرقین نے ایشیائی سوسائٹیوں کی بجائے مشرق وسطی کے نام سے سوسائٹیاں قائم کرنا شروع کر دیں۔

چنانچہ ۱۹۲۶ء میں امریکہ نے جنوبی امریکہ کی مطالعاتی ایسوسی ایشن برائے مشرق وسطی (The Middle East studies assoication of North American) قائم کی۔ دس سال کے بعد یعنی ۱۹۷۶ء میں برطانیہ کی مطالعاتی سوسائٹی برائے مشرق وسطی (British Society of Middle East Studies) قائم ہوئی ③۔

تحریک استشراق کے تاریخی ادوار پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سمجھ آتی ہے کہ مستشرقین نے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ ان کے طریقہ ہائے واردات میں تو نت نئی تبدیلیاں آتی رہیں ہیں لیکن جو مقصد اس تحریک کا روز اول سے تھا وہ ان کی آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوا اور وہ مقصد تھا کہ اسلام کی بیخ کنی کی جائے مسلمانوں کے دین' ان کی تاریخ اور ان کی تہذیب کو مسخ کر دیا جائے مسلمانوں کو ان کے دین سے بیگانہ کر دیا جائے اور غیر مسلم لوگوں کو اس دین سے متنفر کر دیا جائے اور اس کے لیے انہوں نے مختلف قسم کے لبادے اوڑھے کبھی حصول علم کے شیدائیوں کا روپ اختیار کیا اور کبھی تحقیق کے نام پر اسلامی ممالک کے کونے کونے تک جا پہنچے کبھی جسموں پر صلیبیں سجائیں' کبھی مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ بن کر منظر عام پر آئے اور کبھی پسماندہ اقوام کے لیے مشفق و مربی کا روپ دھارا لیکن اتنے روپ بدلنے کے باوجود ان کا مقصد ہمیشہ ایک رہا اور وہ تھا اسلام کی مخالفت کرنا ④۔

---

① ذکریا ہاشم، المستشرقون، ۱۶۹
② اسلام اور مستشرقین، ص: ۳۱۵
③ اسلام اور مستشرقین، ص: ۲/ ۱۷
④ جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۶/ ۱۷۲

فصل ثانی

مستشرقین ومعترضین کے علمِ حدیث و رواۃِ حدیث پر اعتراضات، محرکات ومقاصد اور ان کا تجزیہ

بحث اول

علم حدیث اور رواۃ پر مستشرقین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ

علم حدیث اور رواۃ پر مستشرقین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ

انیسویں اور بیسویں صدی میں مستشرقین نے قرآن کریم، اسلامی ادب، تاریخ اور دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی موضوع بحث بنایا۔ اس بارے میں پہلی کوشش گولڈز یہر (Ignaz Goldziher) نے کی جس نے اپنی ریسرچ "Muhammaden Studies" کے نام سے مکمل کی۔ عصر حاضر کے مستشرقین کے یہاں اس کی تصنیفات اور مضامین ایک اہم مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پروفیسر گلیوم (Guillaume) نے اپنی تصنیف "The Traditions of Islam" میں گولڈز یہر اور مارگولیتھ (Margoliouth) کی پیروی میں ان کے خیالات کو مزید پروان چڑھایا اور قانونی احادیث کو موضوع بحث بنایا۔ جرمن مستشرق شاخت (Schacht) کی ریسرچ پر ایک مستشرق پروفیسر گب (Gibb) نے اگرچہ تنقید کی تاہم اس کا لب ولہجہ بھی حدیث کے مخالف ہی رہا۔

ان کے علاوہ ڈیورنٹ (Durant) آرتھر جیفری (Arthor Jafery)' منٹگمری واٹ (Montgomery Watt)' ہوروفتیش (Horowitz)' وان کریمر (Von Kremer)' کیتانی (Catani)' نکلسن (Nicolson) نے بھی حدیث کے متعلق اپنے اپنے مخالفانہ نظریات پیش کئے[1]۔

دیگر مستشرقین نے بھی نقد حدیث سے بھی آگے بڑھ کر انکار حدیث کی داغ بیل ڈالی ہے، حدیث کے سلسلے میں ہر بات اور ہر پہلو کو غلط زاویوں سے دیکھا اور سوچا ہے لیکن حدیث کے بارے میں ان سب میں سے زیادہ وسیع علم خطرناک اور مفسد یہودی مستشرق گولڈز یہر رکھتا ہے حتی کہ اس کو شیخ المستشرقین کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ اس نے اپنی تصنیف دراسات محمدیہ (Muhammaden Stusies) میں حدیث کے ارتقاء پر بحث کی ہے۔ اس بحث نے اسے حدیث کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیا ہے، جس کے نتیجہ میں اس نے حدیث پر بہت سے اعتراضات کئے ہیں۔ مستشرقین نے مسلمانوں کو دین اسلام سے بدظن کرنے کے لئے حدیث نبوی کو ہدف طعن وجرح بنایا۔ اسکا نام انہوں نے اپنی اصطلاح میں "آزادانہ بحث ونظر" رکھا[2]۔

ذیل کی سطور میں حدیث کے بارے میں مستشرقین کے نظریات اور اعتراضات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ احادیث قابل حجت نہیں

مستشرقین نے حجیت حدیث پر مختلف طریقوں اور زاویوں سے اعتراضات کیے ہیں، تاکہ اس کے بارے میں مختلف شکوک و شبہات پیدا کر کے مسلمانوں کا اس پر اعتماد ختم کر سکیں، وہ کبھی احادیث کو پہلی اور کبھی دوسری صدی ہجری میں اسلام کے دینی، تاریخی اور اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور کبھی یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ حدیث کا آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ کہ احادیث سیاسی مقاصد کے لئے وضع کی گئی ہیں۔

---

[1] سیزگن، مقدمہ تاریخ تدوین حدیث، ص: ۱۸

[2] محمد ابوزھو، الحدیث والمحدثون، ص: ۳۰۲

۱۔ مشہور مستشرق گولڈ زیہر حدیث کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"The word **Hadith** means **tale communication**, not only are communications among those who have embraced the religious life called Hadith, But also historical information whether secular or religious and whether of times long past or of more recent events."(۱)

لفظ حدیث کا مطلب کہانی اور مواصلات یا خبر رسانی ہوتا ہے صرف ان لوگوں کے درمیان مواصلات نہیں جنھوں نے مذہبی زندگی کو قبول کیا بلکہ مذہبی یا غیر مذہبی، جدید ترین یا قدیم ترین تاریخی مواصلات کو حدیث کہتے ہیں۔

گولڈ زیہر کا 'حدیث' کو "Tale" اور "Communication" سے تعبیر کرنا اسکی علمی خیانت ہے یا اس کی جہالت کی عکاسی کرتا ہے۔

المورد (انگلش عربی ڈکشنری) کے لحاظ سے لفظ Tale کا معنی ہے:

"اشاعة (عن حياة الناس الخاصة)" (۲)

لوگوں کی زندگی کی خاص کہانی۔

اور بقول مولانا عبدالحق اس کا معنی "کہانی اور قصہ" ہے (۳)۔

گویا کہ اس کے نزدیک احادیث کی حیثیت کہانی اور قصہ پارینہ کی ہے۔ کاش کہ گولڈ زیہر محدثین کے نزدیک حدیث کا مفہوم جان لیتا، تو اس طرح کی بودی اور بے وزنی بات نہ کرتا۔

گولڈ زیہر کے نزدیک حدیث کی حیثیت تاریخی بھی نہیں ہے۔ اس بارے میں کہتا ہے۔

"The Hadith not serve as a document for the history of the infancy of Islam, but rather as reflection of the tendencies which appeared in the community during the mature stages of its develpment.".(۴)

حدیث کو اسلام کے ابتدائی دور کی تاریخ کے لئے سند کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے بجائے ان کی حیثیت ان رجحانات کے عکس کی سی ہے جو کسی قوم کی ارتقاء کے بلند ادوار میں نمایاں ہوئے۔

گولڈ زیہر حدیث اور سنت کو بطور متضاد پیش کرتے ہیں، اکثر جگہوں پر حدیث کے لیے Tradition (یعنی روایت) کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ شریعت اسلامی کے احکام اسلام کے عہد اول میں مسلمانوں کے نزدیک جانے پہچانے نہ تھے۔

(۱) Goldziher, Muslim Studies, p:2/7

(۲) منیر بعلبکی، المورد، ص: ۸۴۷

(۳) Abd-ul-Haq, Advanced, p:668

(۴) Goldziher, Muslim studies, p:2/19

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا (Encyclopedia of Britannica) کا مصنف مقالہ "محمد" میں احادیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"احادیث کا رسمی مجموعہ یا وہ قصے کہانیاں، جو آپ (ﷺ) کے اقوال و افعال سے متعلق ہیں، تاریخی طور پر ناقابل اعتماد ہیں۔ شاید ہی ایسا ہو کہ ان میں محمد (ﷺ) کی زندگی سے متعلق کوئی کام کی بات نظر آئے"۔ (۱)

فانسلر (Pfannmueller) گولڈ زیہر کی حدیث کے بارے میں تحقیقات کا نچوڑ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

"گولڈ زیہر احادیث نبوی کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے اپنی کتاب "دراسات محمدیہ" کے دوسرے حصے میں حدیث کے ارتقاء پر بڑی عمیق بحث کی ہے۔ حدیث کے متعلق اسے جو گہری معلومات اور بے مثال ملکہ حاصل تھا اس کی بنا پر اس نے حدیث کے داخلی اور خارجی ارتقاء پر ہر پہلو سے بحث کی ہے۔ حدیث کے موضوع پر مسلسل اور عمیق تحقیق نے اس کے دل میں حدیث کے متعلق شکوک پیدا کر دیئے اور احادیث پر سے اس کا اعتماد ختم ہو گیا...... بلکہ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ گولڈ زیہر احادیث کو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں اسلام کے دینی، تاریخی اور اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ لہٰذا گولڈ زیہر کے نقطہ نگاہ سے حدیث کو اسلام کے دور اوّل یعنی عہد طفولیت کی تاریخ کے لئے قابل اعتماد دستاویز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ حدیث ان کوششوں کا نتیجہ ہے جو اسلام کے دور عروج میں اسلام کے ارتقاء کے لئے کی گئیں۔ گولڈ زیہر اس بات پر بڑے پر زور دلائل پیش کرتا ہے کہ اسلام متحارب قوتوں کے درمیان ارتقائی منازل طے کرتا ہوا منظم شکل میں رونما ہوا۔ وہ حدیث کے تدریجی ارتقاء کی بھی تصویر کشی کرتا ہے اور ناقابل تردید دلائل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ حدیث کس طرح اپنے زمانے کی روح کا عکس تھا اور کس طرح مختلف نسلوں نے احادیث کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کیا اور کس طرح اسلام کے مختلف گروہ اور فرقے اپنے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے مؤسس اسلام کا سہارا لیتے تھے۔ اور کس طرح انہوں نے ایسی باتوں کو اپنے رسول (ﷺ) کی طرف منسوب کیا جو ان کے موقف کی حمایت کرتی تھیں۔" (۲)

آرتھر جیفری (Arthor jeffery) حدیث کے بارے میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتا ہے:

"After the Prophet's death, however, the growing community of his followers found that a great many problems of religion, and even more of community life, were arising for which there was no specific guidance in the Quran.

---

(۱) انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا، ص: ۱۳/۶۰۹ (۲) محمود حمدی، "الاستشراق والخلفیۃ الفکریۃ للصراع الحضاری" ص: ۱۲۳

Guidance was therefore sought in the Traditions, Hadith, as to what the prophet had said and done, or was reported to have said and done. This vast accumulation of genuine, partly genuine, and quite spurious traditions was presently digested into the collections of Hadith, six of which are considered to be the canonical collections. But as these canonical collections were primarily concerned with material of juristic nature, it follows that much material of importance for the religion of Islam had to be drawn from the other, un-canonical collections. It was well known to Muslims that much of the Hadith material was spurious, but for the study of Islam even those traditions which the community invented and attributed to Muhammad have their value, often as much value as thse which may actually have come from him." (1)

"تاہم پیغمبر (ﷺ) کے انتقال کے بعد، ان کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی جماعت نے محسوس کیا کہ مذہبی اور معاشرتی زندگی میں بے شمار ایسے مسائل ابھر رہے ہیں جن کے متعلق قرآن میں کوئی راہنمائی موجود نہیں، لہذا ایسے مسائل کے متعلق راہنمائی حدیث میں تلاش کی گئی۔ احادیث سے مراد وہ چیزیں ہیں جو پیغمبر (ﷺ) نے اپنی زبان سے کہیں یا آپ ان پر عمل پیرا ہوئے۔ یا وہ چیزیں جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ پیغمبر (ﷺ) کے اقوال یا افعال ہیں۔ صحیح، جزوی طور پر صحیح اور جعلی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ حدیث کی کتابوں میں جمع کر دیا گیا۔ حدیث کے چھ مجموعوں کو مستند تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ کتب صحاح میں زیادہ تر وہ احادیث تھیں جن کا تعلق فقہی مسائل سے تھا، اس لئے اکثر دیگر مذہبی اہمیت کے معاملات کے لئے غیر مستند مجموعوں کی احادیث پر اعتماد کرنا ضروری تھا۔ اس بات کا مسلمانوں کو اچھی طرح علم تھا کہ حدیث کا اکثر مواد جعلی ہے، لیکن اسلام کے مطالعہ کے لئے ان احادیث کی بھی اہمیت تھی جو مسلمانوں نے خود گھڑی تھیں اور انہیں محمد (ﷺ) کی طرف منسوب کر دیا بلکہ ایسی موضوع احادیث کو بعض اوقات ان احادیث جیسی اہمیت دی جاتی ہے جو سچ مچ پیغمبر (ﷺ) سے منقول ہے۔"

آرتھر جیفری اپنی اس تحریر میں گولڈ زیہر کی پیروی کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ حدیث کا عہد رسالت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ آپ ﷺ کے انتقال کے بعد جب نئے مسائل پیش آئے تو مسلمانوں نے ان کا حل تلاش کرنے کے لئے حضور ﷺ کے افعال و اقوال کا سہارا لیا، احادیث گھڑ کر آپ کی طرف منسوب کیں اور موضوع احادیث کو بعض اوقات صحیح احادیث پر فوقیت بھی دی۔

ایچ۔اے۔آر۔گب (H.A.R Gibb) کے بقول:

"Where such traditions were found to exist, it was held the rulings they contained, explicitly or implicitly, were decisive and mandatory for all Muslims. The sunna (Practice) of the Prophet obviously supersedes other sunnas, and still more any spectacular reasoning. This argument (elaborated by the jurist al-Shifai-i, d 820) was clearly unchallengeable that it was perforce accepted in principle by all the schools of law". (2)

---

(1) Arthor Jeffery, Islam ,Muhammad and his religion p.12

(2) گب، "اسلام مشمولہ" دی انسائیکلو پیڈیا آف لونگ فیتھ ص:۱۷۱

''یہ فیصلہ کیا گیا کہ جہاں اس قسم کی احادیث موجود ہوں ان سے جو احکام صراحتہً یا ضمناً مستنبط ہوں وہی فیصلہ کن ہوں گے اور تمام مسلمانوں کے لئے ان پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ پیغمبر (ﷺ) کی سنت کو دیگر تمام سنتوں اور قیاسی فیصلوں پر فوقیت حاصل ہو گئی۔ احادیث کی حجیت کے تصور کی وضاحت امام شافعی نے ایسے مدلل اور لا جواب انداز میں کی تھی کہ تمام مکاتب فکر کو اسے مجبوراً تسلیم کرنا پڑا۔

گب یہ تو تسلیم کر رہا ہے کہ مسلمانوں نے حضور ﷺ سے مروی احادیث کو تلاش کیا، لیکن وہ ساتھ ہی وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ احادیث کو حجت بعد کے مسلمانوں نے قرار دیا، یعنی عہد رسالت میں حدیث کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی گئی۔ گب کی تحریر کو آغاز سے پڑھنے والا شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ احادیث کے متعلق مثبت رویہ اختیار کر رہا ہے۔ لیکن اس کے مذکورہ بالا جملوں نے اس حقیقت سے پردہ ہٹا دیا ہے کہ وہ بھی اپنے دیگر مستشرق بھائیوں کا ہمنوا ہے۔ اور وہ احادیث پر حملہ کرتے ہوئے قدرے مہذب انداز اختیار کرنے کی کوشش کر رہا ہے وگرنہ اس کا یہ کہنا کہ احادیث کی حجیت کو امت میں متعارف کرنے کا سہرا حضرت امام شافعی کے سر ہے، اسلام کی بنیادیں ہلا دینے کے مترادف ہے۔

مستشرقین نے حدیث کے حجیت کے بارے میں جو زہر اگلا ہے ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، وہ موضوع اور کمزور روایات کی بنیاد پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھتے ہیں۔

ان کے بقول احادیث مبارکہ امت مسلمہ کی تاریخ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کا نتیجہ ہیں اور جس چیز نے حالات کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے جنم لیا ہوا اسے شریعت اسلامیہ کا ماخذ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

اگر احادیث کی حجیت اور اہمیت کا ثبوت صرف احادیث اور تاریخ اسلام کے حوالے سے پیش کرنا پڑتا تو مستشرقین اپنے گمان کے مطابق اسے بڑی آسانی سے رد کر سکتے تھے کیونکہ انہوں نے احادیث کے بارے میں ایک موقف اختیار کیا ہوا تھا۔ کہ وہ کسی حدیث کو کسی بھی وقت مسترد کر سکتے تھے اور کسی حدیث کو ان کے خلاف بطور ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے احادیث کی اہمیت اور حجیت کو قرآن کریم کے ذریعے بیان کر دیا ہے۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات احادیث کی اہمیت کو بیان کر رہی ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ عہد رسالت کے مسلمانوں نے احادیث کو کوئی اہمیت نہیں دی اور صدی، ڈیڑھ صدی بعد مسلمانوں کو مجبوراً احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑا۔

قرآن کریم کے متعلق مستشرقین کی ایک معقول تعداد اب یہ تسلی کرتی ہے کہ آج مسلمانوں کے پاس جو قرآن کریم ہے یہ وہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے سامنے پیش کیا تھا اور قرون اولی کے مسلمانوں کے پاس یہ کتاب ہدایت موجود تھی۔ درج ذیل قرآنی آیات کے ذریعے احادیث کی اہمیت و حجیت واضح کی جارہی ہے کیونکہ قرآن کریم کی کسی آیت کے بارے میں مستشرقین یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بعد کے مسلمانوں نے وضع کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم﴾ ①

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالے تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور اللہ تعالے بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں محبت الٰہی کی دلیل آنحضرت ﷺ کی اتباع کو قرار دیا گیا ہے۔ اور حضور ﷺ کی اتباع جو محبت الٰہی کے لئے ضروری ہے اور جو گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بھی ہے۔ وہ حدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں کیونکہ اتباع کا مفہوم ہے۔

"الإتباع فى الفعل هو التأسى بعينه والتأسى أن تفعل مثل فعله على وجهه من أجله" ②

کسی کے فعل کے اتباع کا یہ معنی ہے کہ اس کے فعل اسی طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لئے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے۔

لہذا آنحضرت ﷺ نے جو کام کیے ہیں وہ اسی طرح کیے جائیں جس طرح آپ ﷺ نے کیے اور حدیث آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کو بجالانے کا نام ہے۔ قرآن کریم کے اس ارشاد پر عمل کرنے اور اس میں جن انعامات کا ذکر ہے ان کو حاصل کرنے کے لئے ہم احادیث کے محتاج ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کے اس فرمان پر احادیث کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ آنحضرت ﷺ جن کے اقوال و افعال کا علم صرف احادیث سے ہی ملتا ہے۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يأيها الذين أمنوا أطيعوا الله و أطيعوا الرسول ولا تبطلوا أعمالكم﴾ ③

اے ایمان والوں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

۳۔ نیز قول باری تعالیٰ ہے۔

﴿و إن تطيعوا الله و رسوله لا يلتكم من أعمالكم شيئا إن الله غفور رحيم﴾ ④

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہارے اعمال میں ذرا کمی نہیں کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

۴۔ قول باری تعالیٰ ہے۔

﴿قل أطيعوا الله والرسول فإن تولوا فإن الله لا يحب الكفرين﴾ ⑤

کہہ دیجئے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم نے منہ موڑا تو جان لو بیشک اللہ تعالے کافروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

---

① آل عمران: ۳/۳۱
② جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ص: ۱/۲۲۳
③ محمد: ۴۷/۳۳
④ الحجرات: ۴۹/۱۴
⑤ آل عمران: ۳/۳۲

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم ہے اللہ کی اطاعت تو قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کر کے کیا جا سکتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب آپ ﷺ کے اقوال، افعال وغیرہ کی تفصیلات سامنے ہوں یہ تمام تفصیلات احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے قرآن کریم کے اس حکم پر احادیث کے بغیر عمل کرنا ناممکن ہے۔

۵۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿و ما اتکم الرسول فخذوہ و ما نھکم عنه فانتھوا﴾ ①

جو تمہیں رسول ﷺ دیدیں اسے لے لو اور جس سے منع کردیں اس سے باز آجاؤ۔

اس آیت کریمہ میں آنحضرت ﷺ کے اوامر کو بجالانے نواہی سے رکنے کا حکم ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے اوامر و نواہی کا علم احادیث کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

۶۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿یایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی الله و رسوله واتقوا الله إن الله سمیع علیم﴾ ②

اے ایمان والو اللہ اور رسول ﷺ سے آگے مت بڑھو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو بیشک اللہ تعالےٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

علامہ ابن جریر اس آیت کریمہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:۔

"جب کوئی شخص اپنے امام یا پیشوا کے حکم کے بغیر خود ہی امر و نہی کے نفاذ میں جلدی کرے تو اہل عرب کہتے ہیں۔

فلان یقدم بین یدی امامه" ③ (فلاں شخص اپنے امام کے آگے آگے چلتا ہے)۔

حافظ ابن کثیر نے حضرت ابن عباسؓ کے قول سے اس کی تفسیر کی ہے۔ آپ کا قول ہے۔

"لا تقولوا خلاف الکتاب والسنة" ④ (کتاب و سنت کی خلاف ورزی نہ کرو)۔

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھیں آگے بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت کی خلاف ورزی نہ کریں لہٰذا جہاں قرآن کریم کی اتباع ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی جائز نہیں اس طرح آنحضرت ﷺ کی اتباع ضروری ہے۔ اور آپ ﷺ کی اتباع بغیر احادیث کے ممکن نہیں۔

ان تمام آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اتباع، اطاعت، اور ان کے حکم کو ماننا لازم قرار دے دیا گیا ہے۔ کیونکہ اطاعت رسول ﷺ محبت الٰہی، اخروی کامیابی اور ایمان و اعمال صالحہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اور اطاعت رسول

---

① الحشر: ۵۹/۷ ② الحجرات: ۴۹/۱

③ الطبری، جامع البیان، ص: ۲/۹۷ ④ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۴/۲۱۵

ﷺ کے لئے ہم آپ ﷺ کے افعال واقوال کے محتاج ہیں اور آپ ﷺ کے افعال واقوال اور تقریرات کا نام ہی حدیث ہے۔

احادیث کی اہمیت وضرورت صرف انہی آیات پر عمل کرنے تک محدود نہیں جن میں براہ راست آنحضرت ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ بلکہ لاتعداد اسلامی احکام پر حضور ﷺ کی عملی یا قولی راہنمائی کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ میں تمام تفصیلات احادیث سے ہی ملتی ہیں۔

۷۔ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿و أنزلنا إليك الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم﴾ ①

اور ہم نے تمہاری طرف ذکر (قرآن کریم) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے کھول کر بیان کردیں جو ان کیطرف نازل کیا گیا ہے۔

گویا وحی جلی (قرآن کریم) کے ذریعے جو احکام نازل ہوئے ہیں وحی خفی (احادیث) کے ذریعے ان کی تفصیل اور تشریح بیان کردی جاتی ہے علاوہ ازیں قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب کوئی رسول مبعوث فرماتا ہیں تو اسے صرف کتاب ہی عطا نہیں کرتا بلکہ کتاب کے ساتھ ساتھ اسے حکمت بھی عطا کرتا ہے۔

۸۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿و إذ أخذ الله ميثاق النبيين لما أتيتكم من كتاب و حكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به و لتنصرنّه......﴾ ②

اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس موجود چیز کی تصدیق کرے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔

قرآن کریم یہ آیت کریمہ منصب رسالت کے بارے میں اس حقیقت کو واضح کر رہی ہے کہ رسول جب مبعوث ہوتا ہے تو صرف کتاب لے کر ہی نہیں آتا بلکہ اس کتاب کی تعلیمات کی وضاحت کے لئے اسے بارگاہ الٰہی کی طرف سے حکمت بھی عطا ہوتی ہے۔

۹۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وأنزل الله عليك الكتب والحكمة و علمك ما لم تكن تعلم﴾ ③

اور اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو وہ کچھ سکھادیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے۔

۱۰۔ نیز فرمان باری تعالیٰ

﴿واذكرن ما يتلى فى بيوتكن من ايت الله والحكمة﴾ ④

---

① النحل:۱۶/۴۴ ② آل عمران:۳/۸۱
③ النساء:۴/۱۱۳ ④ الاحزاب:۳۳/۳۴

اور یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی باتوں کو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔

قرآن کریم ہمیں صرف یہ نہیں بتاتا کہ حکمت کتاب کے ساتھ نازل ہوتی ہے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ کاشانۂ نبوت میں کتاب کے ساتھ ساتھ حکمت کی تلاوت بھی ہوتی ہے۔

قرآنی اصطلاح میں حکمت سے کیا مراد ہے؟ اسے سمجھنے کے لئے اس کا مفہوم جاننا ضروری ہے۔

صاحب تاج العروس حکمت کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

"الحكمة العدل فی القضاء والعلم بحقائق الأشياء على ما عليه والعمل بمقتضاه ولهذا انقسمت إلى علمية و عملية." ①

کسی جھگڑے کا عادلانہ فیصلہ کرنے کو حکمت کہتے ہیں اور اشیاء کی صحیح حقیقت کو جان لینا او اس (صحیح علم) کے مطابق اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اس لئے حکمت کی دو اقسام ہیں حکمت علمی (یعنی اشیاء کی ماہیت وحقیقت کا صحیح علم) اور حکمت عملی (یعنی اس صحیح علم کے مطابق عمل کرنا)۔

گویا کہ حکمت سے مراد حکمت کتاب ہے یعنی کتاب (قرآن کریم) میں جو احکام وارشادات، اوامر ونواہی، دروس وعبر، پند و نصائح مذکور ہیں ان کی ماہیت وحقیقت کا صحیح علم اور ان پر صحیح عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر رسول کو کتاب کے ساتھ عطا کیا جاتا ہے۔ اس طرح آنحضرت ﷺ کو بھی اپنی کتاب کا علم وعمل اللہ تعالیٰ نے ہی مرحمت فرمایا اور یہی آپ ﷺ کا علم وعمل ہے جو قرآنی اصطلاح میں حکمت کہلاتا ہے اور جسے حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے ②۔

معلوم ہوا کہ حکمت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزل ہے جس طرح قرآن ہے اسی کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنی بہت سی احادیث میں اشارہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ألا إنی أوتيت الكتاب و مثله معه)) ③

خبردار مجھے کتاب اور اس کے ساتھ اسکی مثل (حدیث) عطا کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے مستشرقین کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں ہی مسلمان حدیث پر عمل پیرا تھا اور بعد کے مسلمانوں تک آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال اور تقریرات قابل اعتماد ذرائع سے منتقل ہوئے۔

فلپ۔کے۔ہٹی احادیث کے بارے میں اظہار خیال کرتا ہوا کہتا ہے۔

"Throughout his lifetime Muhammad served as God's spokesman, thereby performing the triple function of legislation judge, and executive."

---

① الزبیدی، تاج العروس، ص: ۲۳۱/۷ ② جسٹس محمد کرم شاہ، سنت خیر الانام، ص:۵۶

③ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، حدیث نمبر ۴۶۰۴، ص:۶۵۱

The usage of prophet (sunnah, "custom," "use") including his deeds, utterances and tacit approval was available. It clarified the scriptural text, elaborated on it, supplemented it, and thus fulfilled new demands. The prophetic sunnah became in the first century after the hijrah the object of intensive study, next to the study of the Koran itself, the research involved collection, verification and recording".(1)

محمد (ﷺ) نے اپنی پوری زندگی خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیئے اس طرح وہ ایک قانون ساز جج اور منتظم کے سہ گونہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔ (حضور ﷺ کے بعد) آپ کی سنت یعنی آپ کی عادات' آپ کا طریقہ کار' آپ کے اقوال' آپ کے افعال اور آپ کی تقریرات دستیاب تھیں۔ یہ چیزیں وحی کے متن کی تبیین اور تفسیر کرتیں اور اس طرح نئے تقاضوں کو پورا کرتی تھیں۔ ہجرت کے بعد کی پہلی صدی میں احادیث قرآن کریم کے بعد زبردست تحقیق اور مطالعہ کا موضوع قرار پائیں۔ احادیث کی تحقیق میں احادیث کو جمع کرنے ان کی جانچ پڑتال کرنے اور ان کو ریکارڈ کرنے کے مقاصد کو پیش نظر رکھا گیا۔

فلپ حضور ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے اقوال کی تشریحی حیثیت اور احادیث کو قرآن کریم کے بیان اور تفسیر ہونے کو تسلیم کر رہا، ہجرت کے بعد پہلی صدی میں احادیث کی زبردست تحقیقات پر اقرار کرتا ہے اس کے مطابق اس دور میں احادیث کو جمع کر کے انہیں پرکھا گیا اور انہیں ریکارڈ بھی کیا گیا۔ یہ تمام باتیں دیگر مستشرقین کے مزعومات کے خلاف ہیں اور یہ باتیں احادیث کی اہمیت اور ان کی حفاظت کے لئے کی جانے والی کوششوں کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

جان بیگٹ گلب (John. Bagot Glubb) لکھتا ہے:

"There were many minor legal and administrative problems to settle, his decisions in which were passed down in Muslim tradition and became unchanging laws for hundreds of millions of millions of persons, for centuries to come." (2)

بہت سے کم اہمیت کے قانونی اور انتظامی امور کے مسائل طے کرنا باقی تھا۔ ایسے امور کے متعلق محمد (ﷺ) کے فیصلے اسلامی روایات کی شکل میں بعد کے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے اور صدیوں تک کروڑوں مسلمانوں کے لئے ناقابل تغیر قانون کی حیثیت اختیار کر گئے۔

یہاں مسٹر گلب کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے فیصلے اسلامی روایات کا حصہ بنے اور کروڑوں انسانوں کے لئے ناقابل تغیر قانون بنے۔ جبکہ دیگر مستشرقین احادیث کو حضور ﷺ کے فیصلے یا اقوال نہیں مانتے بلکہ انہیں بعد کے مسلمانوں کی اختراع قرار دیتے ہیں۔

---

(1) فلپ کے ہٹی، اسلام اے وے آف لائف، ص: ۳۲

(2) John. Bagot Glubb, The lifetime of Muhammad, p. 359

ڈاکٹر مورس بکائے (Maurice Bucaille) لکھتے ہیں:

"During Muhammad's life and after his death, complementary information of legislative nature was indeed sought in the study of the words and deeds of the prophet." (۱)

محمد (ﷺ) کی زندگی میں اور آپ کے انتقال کے بعد قانونی نوعیت کی اضافی معلومات کو آپ کے افعال و اقوال میں تلاش کیا جاتا تھا۔

احادیث کی جانچ پڑتال اور حفاظت کے متعلق مسلمانوں کی کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر بکائے لکھتے ہیں:

"Those who undertook to assemble them in collections made the kind of enquiries which are always very taxing before recording accounts of past events. They nevertheless had a great regard for accuracy in their arduous task of collecting information. This is illustrated by the fact that for all of the prophet's sayings, the most venerable collections always bear the names of those responsible for the account, going right back to the person who first collected the information from members of Muhammad's family or his companions." (۲)

جن لوگوں نے احادیث کو مجموعوں میں مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا انہوں نے احادیث کی جانچ پڑتال کے لئے وہ طریقے اختیار کئے جن کو تاریخی واقعات کو قلمبند کرنے سے پہلے اختیار کرنا بڑا صبر آزما ہوتا ہے۔ احادیث جمع کرنے کے کٹھن کام میں روایات کی صحت ہمیشہ پورے احترام سے ان کے پیش نظر رہی۔ اس بات کا ثبوت اس حقیقت سے ملتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں احادیث کے جو مجموعے زیادہ مستند ہیں ان کی تمام احادیث کی اسناد صحابہ کرامؓ یا اہل بیت عظام تک متصل ہیں۔

درج بالا اقتباسات احادیث کے متعلق مستشرقین کی مذکورہ دعویٰ کی نفی کر رہے ہیں۔

ان دلائل اور حقائق کی روشنی میں مستشرقین کے حدیث کے بارے میں مفروضہ کہ "دور اول کے مسلمانوں کو نہ حدیث کی ضرورت پڑی اور نہ ہی انہوں نے حدیث کو کوئی اہمیت دی اور یہ کہ حدیث میں معاشرہ کی عادات شامل ہو چکی تھیں"۔ بالکل غلط اور بے بنیاد ٹھہرتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے کسی دور میں بھی مسلمانوں کے لئے احادیث سے بے نیاز رہنا ممکن نہیں تھا انہیں قدم قدم پر ان کی ضرورت تھی اور وہ ہر دور میں احادیث کو قرآن کریم کے بعد علوم و معارف کا سب سے بڑا سرچشمہ سمجھتے تھے۔ ثابت ہوا کہ احادیث معتبر دینی دستاویز بھی ہیں اور مستند تاریخی دستاویز بھی لہذا مستشرقین کا احادیث کی حیثیت کو کلیۃ مسترد کر دینا تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔ جو مستشرقین کی تحریک کے اساسی ستون ہیں۔

---

(۱) Maurice Bucaille, The Bible , The Quran and Science, p. 259

(۲) Maurice Bucaille, The Bible , The Quran and Science, p. 259

۲۔ وضع حدیث کا الزام:

مستشرقین احادیث کے وضع کرنے کا الزام اولین مسلمانوں کے ذمے کتنی سحر طراز اور ادیبانہ اسلوب سے لگایا ہے۔

"When the rapid succession of conquests led them to distant countries, they handed on these hadith of the prophet to those who had not hear them by their own ears and after his death they added many salutary sayings when were taught to be in accord with his sentiments and could therefore, is their view legitimately be ascribed to him or of whose soundness they. Where in general convinced, these hadith dealt the religious and legal practices which had been developed under the prophet and were regarded as setting the norm for the Islamic world. They formed the basic material of the hadith."(1)

جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ بڑھا اور مسلمان دور دراز ملکوں میں پہنچے تو انہوں نے ان احادیث سکھائی کو ان لوگوں کو سنایا جنہوں نے اپنے کانوں سے نہیں سنا تھا اور آنحضورﷺ کے انتقال کے بعد انہوں نے آپ ﷺ کی سکھائی ہوئی باتوں میں مفید اقوال کا اضافہ کیا۔ ان احادیث کا تعلق مذہبی اور قانونی امور سے ہے اور جن کی مدد سے پوری اسلامی دنیا میں نمونہ قائم کیا گیا۔ انہوں نے حدیث کا اصل مواد وضع کیا۔

ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر نے گولڈ زیہر کا حدیث کے بارے میں نقطہ نظر یوں بیان کیا ہے۔

"وهنا مسئلة خطيرة نريد أن نعرض لها ببعض التفصيل وهى (وضع الحديث) فى هذا العصر ولقد ساد إلىٰ وقت قريب فى أوساط المستشرقين الرأى القائل بأن القسم الأكبر من الحديث ليس إلا نتيجة للتطور الدينى والسياسى والإجتماعى للإسلام فى القرنين الأول والثانى و أنه ليس صحيحا ما يقال من أنه وثيقة للإسلام فى عهده الأول عهد الطفولة ولكنه أثر من آثار جهود الإسلام فى عصر النضوج"۔(2)

ایک نہایت اہم مسئلہ درپیش ہے جس پر ہم تفصیلی بحث کرنا چاہتے ہیں وہ عصر حاضر میں وضع حدیث کا مسئلہ ہے۔ تھوڑا عرصہ قبل مستشرقین کے ہاں یہ رائے غالب رہی کہ اکثر احادیث آغاز اسلام کے عہد کی دستاویز نہیں ہیں بلکہ یہ ان مساعی وجہود کا نتیجہ ہیں جو مسلمانوں نے پچھلے تاریخی ادوار میں انجام دیں۔

---

(1) Goldziher, Muslim Studies, p. 2/18

(2) علی حسن، نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی، ص:۱۳۶

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی گولڈ زیہر کی اس رائے کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''اسلام کے عصر اول میں بنوامیہ اور علماء اسلام کے مابین نزاع نے نہایت خطرناک صورت اختیار کر لی تھی علماء احادیث کی جمع وتدوین میں لگ گئے جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے پاس جو احادیث موجود ہیں ان سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوتا تو انہوں نے حسب مرضی احادیث وضع کرنے کا آغاز کیا وضع کردہ احادیث روح اسلام کے منافی نہیں ہوا کرتی تھیں اس لئے وہ اپنے ضمیر کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کرتے تھے کہ ہم الحاد و دہریت اور سنت رسول ﷺ سے انحراف کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ احادیث وضع کر رہے ہیں......''[1]

ایک اور مقام پر گولڈ زیہر کہتا ہے:

"We are unlikely to have even as much confidence as Dozy regarding large part of the hadith. But will probably consider by for the greater part of it, as the results of religious historical and social development of Islam during the first centuries."[2]

ہم بدقسمتی سے اتنے ہی پر اعتماد ہیں جس طرح ڈوزی حدیث کے ایک بڑے ذخیرے کے متعلق ہے۔ اس کے ایک بہت بڑے حصے کے بارے میں اندازہ لگائیں گے جیسے کہ پہلی صدی کے دوران اسلام کی سماجی ترقی اور مذہبی تحریک کے نتائج کے بارے میں۔

ایک اور رائے جس کا اظہار گولڈ زیہر نے اپنی کتاب ''دراسات اسلامیہ'' اور ''العقیدۃ والشریعۃ'' میں کیا ہے۔

''علماء مدینہ اور بنوامیہ میں عداوت پائی جاتی تھی چنانچہ علمائے مدینہ نے سب سے پہلے بنوامیہ سے انتقام لینے کے لئے احادیث وضع کرنے کی بنیاد ڈالی''[3]۔

ول ڈیوران (Will Durant) ان احادیث کے متعلق جن میں رسول اللہ ﷺ کی کسی معجزانہ شان کا ذکر ہے' یہ تبصرہ کرتا ہے۔

"Many of the traditions put a new color upon the Moslem creed. Mohamad had not claimed the power of miracles, but hundreds of pretty traditions told of his wonder-working: how he fed a multitude from food hardly adequate for one man; exorcised demons; drew rain from heaven by one prayer, and stopped it by another; how he touched the udders of dry goats and they gave milk; how the sick were healed by confect with his clothes or his shorn hair. Christian influences seem to have molded many of the traditions; love

---

[1] السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۱۹۰

[2] Goldziher, Muslim Studies, p. 2/19 ◉ H.A.R. Gibb and J.H. Kramers, Shorter, Encyclopedia of Islam, p: 116

[3] گولڈ زیہر، دراسات اسلامیہ، ص: ۸۱/۲

towards one's enemies was inculcated, though Mohammad had sterner views: the Lord's Prayer was adopted from the Gospels; the parables of the sower, the wedding guests, and the labourers in the vineyard were put into Mohammed's mouth; all in all, he was transformed into an excellent Christian, despite his nine wives".①

بہت ساری احادیث نے مذہب اسلام کو ایک نیا رنگ دے دیا ہے۔ محمد (ﷺ) نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ ان کے پاس معجزات دکھانے کی قوت ہے' لیکن سینکڑوں احادیث ان کے معجزانہ کارناموں کا پتہ دیتی ہیں' کہ کس طرح انہوں نے اس کھانے سے ایک مجمع کو سیر کیا جو صرف ایک آدمی کے لئے بمشکل کافی تھا' اور کس طرح وہ جن نکالتے تھے' ایک دعا سے آسمان سے بارش اتارتے اور دوسری دعا کے ذریعے اسے روک دیتے' وہ ایک بے شیر بکری کی کھیری کو ہاتھ لگاتے اور وہ دودھ دینے لگتی' بیمار ان کے کپڑوں یا تراشیدہ بالوں کو چھو کر صحت یاب ہو جاتے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اکثر احادیث عیسائی تعلیمات کے زیر اثر تشکیل پذیر ہوئیں۔ دشمن کے ساتھ محبت کرنے کی تعلیم دی گئی حالانکہ محمد (ﷺ) کا موقف سخت تر تھا۔ خدا کے حضور دعا کا تصور بائبل سے لیا گیا۔ کاشتکار' شادی کے مہمانوں اور انگور کے کھیت کے مزدوروں کی (بائبل کی نقل میں) محمد (ﷺ) کی زبان سے ادا کروائی گئیں۔ مختصر یہ کہ نو بیویوں کے باوجود انہیں ایک بہترین عیسائی کے روپ میں پیش کیا گیا۔

''ول ڈیوران'' کا یہ اقتباس بتا رہا ہے کہ اس کی نظر میں وہ تمام احادیث جن میں آنحضرت ﷺ کی کسی معجزانہ شان کا ذکر ہے یا وہ احادیث جن میں کوئی ایسی بات بیان کی گئی ہے جو عیسائیت کے ہاں بھی متعارف تھی' ایسی تمام احادیث بعد کے مسلمانوں نے خود گھڑ کر آپ ﷺ کی طرف منسوب کی ہیں۔

شاخت صحابہؓ و محدثین پر وضع حدیث کی تہمت لگاتے ہوئے کہتا ہے۔

"وقال أما حركة المحدثين...... فى القرن الثانى فهى فى الواقع نتيجة طبيعية لإستمرار حركة المعارضة للمدارس الفقهية القديمة والتى كانت متأثرة بالدين والأخلاق والفكرة الرئيسية التى كانت عند المحدثين هى أن الأحاديث المأخوذة عن النبى ﷺ يجب أن تغلب علىٰ سنن المدارس الفقهية ولهذا الغرض اخترع المحدثون بيانات مفصلة أو أحاديث وا دعوا أنها من مرئيات أومسموعات أقوال النبى ﷺ و أفعاله و تقريراته و أنها وصلت إلينا شفهيا بأسانيد غير منقطعة و عن طريق رولة موثوقين و من الصعوبة بمكان أن نعتبر أى حديث منها خاصة فيما يتعلق بالأحاديث الفقهية صحيحاً موثوقا به" ②

دوسری صدی ہجری میں محدثین کے طبقہ کا وجود فقہ اسلامی کی تاریخ میں ایک بڑا اہم واقعہ تھا۔ جو درحقیقت قدیم فقہی مکاتب کے

① Will Durant, Aige of Faith, p. 211

② Schacht, Introduction, p:34

خلاف ایک ردعمل تھا۔ محدثین پر دین واخلاق کا زیادہ اثر تھا۔ اور ان کی فکر ونظر کا بنیادی تقاضا یہ تھا۔ کہ رسول اللہ ﷺ سے منقول شدہ احادیث کا حق یہ ہے کہ وہ فقہی احادیث پر غالب رہیں اس مقصد کے لئے محدثین نے احادیث کو وضع کیا اور یہ دعوٰی کیا کہ یہ روایات رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال میں یا پھر تقریر رسول اللہ ﷺ کی قسم سے ہیں اور یہ تمام روایات ان تک غیر منقطع اسانید اور معتبر رواۃ کی زبانی پہنچی ہیں اس لیے ہمارے لئے دشوار ہے کہ فقہی احادیث میں کسی بھی حدیث کے بارے میں فیصلہ کریں کہ وہ صحیح اور معتبر ہے۔

شاخت کی رائے میں وضع حدیث کی مدت معلوم کرنے کا آسان ترین اصول یہ ہے:

"The best way of proving that a tradition did not exist at a certain time is to show that it was not used as a legal argument in a discussion which would have made reference to it imperative, if it had existed" ①

کسی دور میں وضع حدیث کو ثابت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس زمانہ کے فقہاء نے اپنی بحثوں میں اس حدیث کو شامل کیا ہے یا نہیں؟ اگر حدیث کا وجود ان فقہاء کی بحثوں میں شامل نہیں ہے تو پھر یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیث بعد کے دور میں وضع کی گئی۔

شاخت کا کہنا ہے کہ اس نے حدیث کے بارے میں اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے فقہی اور قانونی احادیث سے سینتالیس مثالیں پیش کی ہیں ②۔

گولڈ زیہر کی زبان میں مستشرقین کے احادیث کے بارے میں مذکورہ بالا بیانات سے ان کے نقطہ نظر کو دو نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ احادیث کا ظہور وشیوع مسلمانوں کے ان دینی سیاسی اور اجتماعی منازعات کے نتیجہ میں ہوا جو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں رونما ہوئے۔ (یعنی تمام احادیث موضوع ہیں)۔

۲۔ اولین مسلمان (صحابہؓ وتابعین) نے وضع احادیث کی بنیاد رکھی تھی (یعنی صحابہ وتابعین نے احادیث گھڑیں)

احادیث کے بارے میں مستشرقین کے درج بالا نکات کا دیگر ائمہ کے اقوال کی روشنی میں تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔

اول الذکر نکتہ کے بارے میں ڈاکٹر عجاج خطیب بیان کرتے ہیں۔

"إن ما ادعاه من أن أكثر الحديث نتيجة للتطور غير صحيح لأن المسلمين منذ القرن الأول و من عهد الصحابة كانوا يتثبتون فى قبول الأحاديث و كانوا يتبعون الكذابين والوضاعين و عرفوا الأحاديث الموضوعة والصحيحة ثم إن القرآن الكريم

① Schacht, The Origins, P:140

② Schacht, The Origins, P:140

قد جاء بالقواعد الكلية التى تناسب كل زمان و مكان و لم يتعرض للجزئيات وطرق تنفيذ ها التى يمكن أن تتبدل و تتغير حسب البيئة والزمان دون أن تؤثر على القواعد الكبرىٰ والأ هداف العليا للإسلام و ترك الله تعالىٰ للحكام وسائل التطبيق و التنفيذ فى ظلال الكتاب والسنة والأصول التى تليها فالمسلمون ليسوا بحاجة إلىٰ اختلاق أحاديث تبرر ما يقومون به نتيجة لحياتهم الجديدة فقد كنا هم الله عزوجل هذا بما شرعه لهم من أسس و قواعد خالدة إلىٰ يوم الدين ...... (۱)

ان کا یہ دعویٰ کہ اکثر و بیشتر احادیث (مسلمانوں کی) ترقی کا نتیجہ ہیں درست نہیں کیونکہ مسلمان قرن اول اور عہد صحابہؓ سے احادیث کو تحقیق و تمحیت کے بعد قبول کرتے تھے۔ اور وہ جھوٹوں اور وضاعین کا پیچھا کیا کرتے تھے انہوں نے صحیح اور موضوع احادیث کو پہچان لیا تھا، پھر قرآن کریم وہ قواعد کلیہ لے آیا جو ہر زمانے اور ہر جگہ کیلئے موزوں تھا اور وہ جزئیات اور اس کے ترک نفاذ کے درپے نہیں ہوا، جو معاشرے اور زمانے کے مطابق بدلتا رہتا تھا، جو اسلام کے بلند مقاصد اور اس کے قواعد کبریٰ پر اثر انداز نہیں ہوسکتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حکام کیلئے کتاب وسنت اور اسکے زیر اثر اصول کی روشنی میں وسائل تنفیذ کو چھوڑا ہے، چنانچہ مسلمانوں کو پیش آمدہ نئے حالات کے لئے احادیث وضع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی مشروع کردہ بنیادیں وقواعد قیامت تک کیلئے کافی تھیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ عالم آخرت کو تشریف لے گئے اس وقت اسلام کامل ہو چکا تھا۔

﴿اليوم أكملت لكم دينكم و أتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الإسلام ديناً﴾ (۲)

آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو ایک دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔

البتہ اسلامی فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل اسلام بعض ایسے حوادث سے دوچار ہوئے جن کا ذکر صراحۃً کتاب وسنت میں نہ تھا۔ مسلمانوں نے قیاس و استنباط کی مدد سے ان سے متعلق احکام وضع کر لیے۔ اس کے باوصف وہ اسلام کے دائرہ اور اس کی تعلیمات کی حدود سے باہر نہ نکل سکے۔ عصر اول میں اسلام کی پختگی ثابت کرنے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر قابض ہو گئے۔ یہ دونوں ملک ان دنوں تہذیب و حضارت کی اوج کمال پر فائز تھے۔ آپ نے امور سلطنت کے انتظام و انصرام میں قیصر و کسریٰ سے بڑھ کر عدل و کمال کا مظاہرہ کیا۔ اگر اسلام ناپختہ ہوتا تو حضرت عمرؓ اس عظیم ذمہ داری سے کیونکر عہدہ برآ ہو سکتے۔ اور اتنی بڑی سلطنت کا نظم ونسق کیسے سنبھال سکتے تھے۔ حالانکہ آپ کے عہد خلافت میں یہ دونوں ملک اس قدر خوشحال اور فارغ البال تھے کہ ایسا امن وسکون ان کو قیصر و کسریٰ کے عہد میں بھی نصیب نہ ہوا تھا۔

نیز یہ کہ اہل اسلام کائنات ارضی کے جن دور افتادہ گوشوں تک پہنچے تھے ان کے ہاں عبادات، معاملات اور عقائد و عادات میں کامل یگانگت پائی جاتی تھی یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب جزیرہ عرب چھوڑنے سے پہلے ان کا نظام پختہ ہو چکا ہوتا اور زندگی کے مختلف

(۱) عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص: ۲۵ (۲) المائدۃ: ۵/۳

گوشوں کی بنیادیں مستحکم ہو چکی ہوں۔ اور اگر حدیث کی اکثریت ابتدائی دو صدیوں کے خلفشار و انتشار کا نتیجہ ہوتی تو اس کا حتمی نتیجہ یہ ہوتا کہ دنیا کے کسی ایک خطے میں بودوباش رکھنے والے مسلمان کی عبادت ایک دوسرے خطے میں رہنے والے مسلمان سے قطعی مختلف ہوتی اس لیے کہ دونوں کے آداب و اطوار اور طرز بود میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی عبادات عقائد اور زندگی کے آداب و اطوار میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ پہلی صدی ہجری کے بعد مختلف فقہی مذاہب قائم ہو گئے تھے۔ تو بلاشبہ یہ کتاب و سنت اور ان کے فہم وادراک میں صحابہ کرامؓ کے مختلف مکتبہ ہائے فکر پر مبنی تھے۔ جہاں تک کتاب اللہ کا تعلق ہے وہ محفوظ و متواتر تھی ائمہ مذاہب میں سے جس امام نے سنت کے بارے میں کسی بات کا اظہار کیا وہ قبل ازیں کسی صحابی یا تابعی سے صادر ہو چکا تھا۔ یہ انتشار کے ظہور وشیوع سے پہلے کی بات ہے اس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ مستشرق نے جو بات کہی ہے وہ کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے انہوں نے اپنے نظریہ کے اثبات میں جو دلائل و براہین پیش کیے ہیں وہ انتہائی ناقص اور کمزور ہیں[1]۔

گولڈ زیہر حدیث نبوی پر مزید اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"علماء کے پاس جو احادیث تھیں چونکہ ان سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوتا تھا اس لئے انہوں نے ایسی احادیث وضع کرنا شروع کر دیں جن کو وہ پسند کرتے تھے اور وہ اسلامی روح کے منافی بھی نہ تھیں انہوں نے یہ کہہ کر اپنے ضمیر کو مطمئن کر لیا کہ وہ دہریت اور الحاد اور دینی احکام سے نفرت و بعد کا مقابلہ کرنے کے لئے احادیث وضع کر رہے ہیں"[2]۔

اگر علمائے مدینہ نے وضع حدیث کا آغاز کیا تھا۔ تو کیا اس وقت کچھ اور علماء بھی موجود نہیں تھے مکہ، دمشق کوفہ، بصرہ اور دیگر اسلامی بلاد و امصادر میں حضرات صحابہؓ و تابعین کی کثیر تعداد تھی مکہ میں اس وقت ان صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر جو سب سے آخر میں فوت ہوئے عطاء، طاؤس، مجاہد، عمرو بن دینار، ابن جریج اور ابن عیینہ جیسے لوگ تھے[3]۔ بصرہ میں حسن بصری، ابن سیرین، ابوالعالیہ' قتادۃ' ایوب سختیانی اور ثابت البنانی بقید حیات تھے[4]۔ کوفہ میں علقمہ، اسود' عمرو بن شرحبیل، مسروق، عبیدہ سلمانی، سوید بن غفلہ، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، عمرو بن میمون، ابراہیم نخعی، عامر شعبی، سعید بن جبیر، قاسم بن عبدالرحمٰن بن مسعود جیسے علماء زندہ تھے[5]۔

شام میں ابوادریس خولانی، قبیصہ بن ذویب، سلیمان بن حبیب، خالد بن معدان، عبدالرحمٰن بن غنم اشعری، عبدالرحمٰن بن جبیر اور مکحول زندہ تھے[6]۔ مصر میں یحییٰ بن ایوب' حیوۃ بن شریح' لیث بن سعد، یزید بن ابی حبیب، بکیر بن عبداللہ، عمرو بن حارث[7]، اور یمن

---

① السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۱۹۶
② Goldziher, Muslim Studies, p. 2/18
③ الذہبی، الأمصار، ص:۱۷
④ الذہبی، الأمصار، ص:۱۳
⑤ النسائی، الضعفاء والمتروکین، ص:۳۱۲
⑥ النسائی، الضعفاء والمتروکین، ص:۳۱۳
⑦ الذہبی، الامصار، ص:۲۸ ⑧ النسائی، الضعفاء، ص:۳۱۳

میں وھب بن منبہ، قدامہ بن منبہ، طاؤس بن کیسان، عبداللہ بن کیسان، معمر بن راشد وغیرہ بقید حیات تھے [1]۔

یہ تھے اموی خلافت کے اکابر اہل علم! اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ بھی وضع حدیث میں علمائے مدینہ کے ساتھ شامل تھے؟ ایسا کیسے ہوا اور کس مجلس میں جمع ہو کر انہوں نے وضع حدیث کی سازش تیار کی؟ اور اگر اہل مدینہ کے ساتھ شامل نہیں ہوئے تو پھر یہ خاموش کیوں رہے اور اہل مدینہ کی روایت کردہ احادیث ان سے کیونکر اخذ کرتے رہے۔؟ تاریخ اسلام میں یہ کہاں لکھا ہے کہ انہوں نے اس فعل پر اہل مدینہ کو معتوب کیا تھا؟ جب کہ امر واقعہ یہ ہے کہ علمائے امصار اہل حجاز کی روایات کو صحیح و اقویٰ تصور کیا کرتے تھے۔ عبدالملک اموی علمائے مدینہ کی روایت کردہ احادیث کو صحیح تر خیال کرتا تھا۔ اس نے امام زہری کو مشورہ دیا تھا کہ انصار مدینہ سے علم حدیث اخذ کرے [2] اگر مدینہ کو وضع حدیث کی ٹکسال کی حیثیت حاصل تھی تو پھر ان کی مرویات کو صحیح کس طرح قرار دیا جاسکتا تھا؟ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک بے بنیاد دعوٰی ہے جو نقد و جرح کے معیار پر پورا نہیں اترتا ہے [3]۔

گولڈ زیہر کے اس دعوٰی کے لئے بنیاد ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے ابن مسیب کی عبدالملک کے ساتھ عداوت کو اس امر کا موجب قرار دیا ہے کہ اہل مدینہ سب کاذب اور احادیث وضع کرنے والے تھے۔ مگر گولڈ زیہر یہ نہیں بیان کرتا کہ ابن مسیب نے اس میں کیا کردار ادا کیا؟ چاہیئے یہ تھا کہ وہ واضعین کے سرخیل ہوتے کیونکہ آپ ان علماء میں سے تھے جو بنوامیہ سے ناراض تھے اس نے اس ضمن میں ابن مسیب کا ذکر نہیں کیا در اصل وہ ان کو بھی وضع حدیث سے متہم کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کی جسارت نہ کر سکا؟ اس لئے کہ اس کو کوئی ایک بھی جھوٹی روایت نہیں مل سکی جس کو گھڑنے کی نسبت وہ ابن مسیب کی طرف کرتا۔ ظاہر ہے کہ ایسی بات کہنے والا شخص ان علماء کے اخلاق جلیلہ کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ وہ کذب اور افتراء سے اس حد تک پاک ہوسکتا ہے۔ جس حد تک ان علماء کی زندگی پاک تھی۔ اس شخص میں خشیت ایزدی بھی اس درجہ کی نہیں پائی جاسکتی جو ان علماء کا طرہ امتیاز تھا۔ جو علماء رسول اللہ ﷺ پر افتراء پردازی کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے وضاعین کا کھوج لگایا اور ان کو زندیق اور فاسق قرار دیا۔ بعض علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے والا کافر اور واجب القتل ہے اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں [4] یہ کیسے ممکن ہے کہ سعید بن مسیب جیسا شخص مار کھانے اور ذلت و رسوائی کے لئے تیار ہو مگر بیک وقت دو شخصوں کی بیعت اس لئے نہ کی کہ یہ خلاف سنت ہے۔ پھر اس کے بعد سنت رسول کے دفاع کے لئے دروغ گوئی کو جائز قرار دے۔ جو لوگ اپنے ولاۃ و حکام کے احکام اعلانیہ خلاف ورزی صرف اس لئے کرتے تھے کہ ان کے فرامین خلاف سنت تھے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ سنت میں سے ایسے احکام کا اضافہ کرنے کے لئے تیار ہوں جو رسول ﷺ سے منقول نہ ہوں انہوں نے در اصل آنحضرت ﷺ کے کلام کو وضاعین کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیا اور

---

① الذہبی، الامصار، ص: ۲۸ ◎ النسائی، الضعفاء، ص: ۳۱۳ ◎ ابن القیم، اعلام الموقعین، ص: ۱/ ۱۷

② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۵/ ۱۳۸ ③ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۰۰

④ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱/ ۲۳۵

اس کی پوری طرح پاسداری کی مگر افسوس ہے کہ گولڈ زیہران وضاعین کو "متقی علماء" قرار دیتا ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ مدینہ کو ان کی جائے سکونت ٹھہراتا ہے۔ حالانکہ مدینہ میں عالم اور متقی لوگ بودوباش رکھتے تھے۔ یہاں علم وتقوٰی کا وہ مفہوم مراد ہے جو مسلمانوں کے یہاں معتبر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی نشرواشاعت کے لئے کوشش کرنا اور وضاعین حدیث کو کیفر کردار تک پہنچانا علم وتقوٰی کا وہ مفہوم مراد نہیں جو اس کے ہاں ہے اس کے نزدیک علم وتقوٰی کے معنی جھوٹی احادیث گھڑنا اور دین اسلام کے دفاع کیلئے آپ ﷺ پر افتراء پردازی کرنا ہے (١)۔

باقی رہا شاخت کا وضع حدیث سے متعلق بیان کردہ اصول (٢) اور اس کا کہنا ہے کہ اس نے حدیث نبوی سے متعلق اپنے اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے فقہی اور قانونی احادیث سے سینتالیس مثالیں پیش کی ہیں (٣)۔

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے ان احادیث کا مکمل جائزہ لیا ہے۔ اس بارے میں آپ رقمطراز ہیں:

"ہم نے موضوع سے متعلق چوبیس احادیث کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان چوبیس احادیث میں سے صرف آٹھ احادیث ایسی ہیں جن کا تعلق فقہ سے ہے۔ (یعنی بالترتیب ۴، ۶، ۷، ۱۰، ۱۷، ۱۹، ۲۳، ۲۴) چھ احادیث ایسی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں ہیں اور باقی تیرہ احادیث کا تعلق عبادات سے ہے۔ جن کو فقہی یا بقول شاخت قانونی حدیث نہیں کہا جاسکتا۔"

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ کس طرح قطع وبرید اور علمی خیانت کے ساتھ آٹھ کو چوبیس بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس کے باوجود جب ان کا اصل مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ تو پھر وہ اپنے ہی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر دوسرے طریقوں سے مرضی کے مطابق نتائج پیش کرتے ہیں۔ شاخت وضع حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ اس ضمن ان کی مثالوں سے دعوٰی کی صراحت کے ساتھ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ احادیث کے راویوں کو اپنی روایت کا کسی دوسرے کے پاس موجود ہونے کا علم نہیں تھا۔ اس صورت حال کو وہ 'استنتاج سکوتی' یعنی 'خاموش طریقہ استدلال' کی ایک قسم قرار دیتے ہیں۔ اور تائید میں کتاب الام سے امام محمد شیبانیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

"المسألة كذا إلا أن يأتى أهل المدينة فيما قالوا من هذا بأثر فننقاد له وليس عندهم فى هذا أثرا يفرقون بين هذه الأ شياء فلو كان عندهم جاء وا به فيما سمعنا من أثارهم" (٤)

مسئلہ اسی طرح ہے بجز اس کے اہل مدینہ اپنے اس قول کی تائید میں کوئی قول نقل کرتے تو ہم اس کو مان لیتے، ان کے پاس اس مسئلہ میں کوئی ایسا قول نہیں ہے جس سے وہ ان (مذکورہ) چیزوں کے درمیان تفریق کرسکیں۔ اگر ان کے پاس کوئی قول ہوتا تو ہم

---

(١) السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۰۰

(٢) "کسی دور میں وضع حدیث کو ثابت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس زمانہ کے فقہاء نے اپنی مباحث میں اس حدیث کو شامل کیا ہے یا نہیں اگر حدیث کا وجود ان فقہا کے مناقشات میں نہیں ہے تو پھر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ حدیث بعد کے دور میں وضع کی گئی"۔

(٣) Schacht, The Origins, p. 140

(٤) الشافعی، الام، ص: ۷/ ۲۸۷

نے ان کی جو روایات سن رکھی ہیں' ان ہی میں سے وہ اس کو پیش کرتے۔

امام محمدؒ کے اس قول پر شاخت یہ تبصرہ کرتے ہیں

''ہم پورے اطمینان کے ساتھ یہ فرض کر سکتے ہیں کہ ہماری زیر بحث، فقہی احادیث مذہبی مباحث میں اس وقت شامل اور استعمال کی گئیں جب مختلف طبقوں نے اپنے اپنے مسلک کی تائید میں ان کو وضع کر کے عوام میں رائج کر دیا تھا'' (۱)۔

شاخت کے اس مفروضہ کی حقیقت جاننے کیلئے کتاب الأم کی مذکورہ عبارت ملاحظہ ہو۔

''ہر ایسی چیز جس سے غلام کے ہاتھ یا پیر زخمی ہوں ......تو اس کا معاوضہ اسی مقدار کے مطابق، غلام کی قیمت سے ہوگا......اور غلام کی تصریح میں مدینہ والے، اس کی قیمت کا بیسواں حصہ متعین کرتے ہیں۔...... تو وہ امام ابو حنیفہؒ سے ان چار باتوں میں متفق ہیں لیکن ان چار کے علاوہ میں ان کا قول یہ ہے کہ اس کی قیمت میں کم نہیں ادا کیا جائے گا۔ محمد بن حسن کہتے ہیں کہ مدینہ والوں کے لئے اس قول میں کوئی ایسی روایت کیونکر ممکن ہے۔ جسکو ہم مان لیں۔ جبکہ ان کے پاس کوئی ایسی روایت نہیں ہے۔ جس سے وہ ان چیزوں کے درمیان فرق بیان کریں۔ اگر انکے پاس ایسی کوئی روایت ہوتی تو وہ انہی میں سے پیش کرتے۔ جن کو ہم نے ان سے سنا ہے۔ تو جب واقعہ ایسا نہیں ہے تو پھر انصاف کیا جانا چاہیئے ......'' (۲)۔

اب اس پوری عبارت کے پڑھنے سے پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں کہیں قرآن مجید یا حدیث نبوی یا آثار صحابہ و تابعینؒ کی جانب اشارہ نہیں ہے۔ شروع سے آخر تک مسئلہ کا تعلق امام ابو حنیفہؒ کی اجتہادی رائے سے ہے۔ بعض صورتوں میں فقہائے مدینہ امام صاحب کی رائے سے متفق ہیں اور بعض میں ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ لیکن شاخت کی تحقیق اس مفروضہ کے بعد نہایت مطمئن ہے کہ اس عبارت سے وضع حدیث اور زمانہ وضع حدیث متعین ہو جاتا ہے۔ شاخت کی اولین اور مضبوط ترین دلیل کا یہ عالم ہے۔ عقل حیران ہے کہ اس قسم کی تحقیق و بحث کو کیا نام دے (۳)۔

---

(۱) Schacht, Origins, p. 140

(۲) الشافعی، الأم، ص: ۷/ ۲۸۷

(۳) الأعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۲/ ۴۳۹

۳۔ اموی حکومت نے احادیث وضع کیں

مستشرقین دین اسلام کی دشمنی میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ وہ اس کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اسلام کی مخالفت میں جھوٹ بولنا، غلط بیانی سے کام لینا، علمی خیانت کا ارتکاب کرنا غرضیکہ سب کچھ ان کیلئے جائز ہے۔ معلوم دکھائی دیتا ہے کہ اس مخالفت اور تعصب نے ان کی عقل چھین لی ہے۔ اولاً تو حدیث کی حجیت سے انکار کر دیا، پھر اسے آغاز اسلام کے عہد کی دستاویز نہ مان کر موضوع قرار دے دیا، بعد ازاں محدثین، صحابہؓ و تابعینؒ اور اموی حکومت کو اس کا واضع قرار دے دیا۔

گولڈ زیہر نے حدیث کے بارے میں اپنے ان نظریات کی اساس اس خلاف و نزاع پر قائم کی ہے جو بقول اس کے اموی خلفاء اور علماء دین کے مابین برپا تھا۔ اس بارے میں اپنا تبصرہ یوں کرتا ہے۔

> "اس طرح اموی دور میں جب امویوں اور علمائے صالحین کے درمیان نزاع نے شدت اختیار کی تو احادیث وضع کرنے کا کام ہیبت ناک سرعت سے مکمل ہوا۔ فسق و ارتداد کا مقابلہ کرنے کے لئے علماء نے ایسی احادیث گھڑنی شروع کر دیں جو اس مقصد میں ان کی مدد کر سکتی تھیں۔ اس زمانے میں اموی حکومت نے بھی علماء کے مقابلے میں یہ کام شروع کر دیا وہ خود بھی احادیث گھڑتی اور لوگوں کو بھی ایسی احادیث گھڑنے کی دعوت دیتی جو حکومتی نقطہ نظر کے موافق ہوں۔ حکومت نے بعض ایسے علماء کی پشت پناہی بھی کی جو احادیث گھڑنے میں حکومت کا ساتھ دیتے تھے احادیث گھڑنے کا معاملہ سیاسی مسائل تک محدود نہ رہا بلکہ یہ آگے بڑھ کر دینی معاملات اور عبادات میں بھی داخل ہو گیا اور کسی شہر کے لوگ جن باتوں کو اپنے خیال کے مطابق نہیں سمجھتے تھے، ان کے خلاف احادیث گھڑ لیتے تھے۔ احادیث گھڑنے کا یہ کام دوسری صدی ہجری میں بھی جاری رہا"[1]۔

گولڈ زیہر عہد بنو امیہ کا نقشہ یوں کھینچتا ہے:

> "پھر معاملہ اسی پر ختم نہیں ہوا کہ سیاسی مقاصد اور بنو امیہ کے مفاد کے لیے احادیث وضع کی گئیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ وبا عبادت سے متعلق ان امور تک پہنچ گئی۔ جو اہل مدینہ کے افکار و آراء سے ہم آہنگ نہ تھے۔ مثلاً یہ کہ جمعہ کے دو خطبے ہوتے تھے۔ اور خلفاء کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے اسی طرح عید کا خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا۔ بنو امیہ نے ان امور کو تبدیل کر دیا۔ چنانچہ خلیفہ دوسرا خطبہ بیٹھ کر دیا کرتا تھا۔ اموی خلفاء عید کا خطبہ نماز سے پہلے دیا کرتے تھے۔ وہ رجاء بن حیوۃ کی اس روایت سے استدلال کرتے تھے۔ کہ رسول ﷺ اور خلفاء راشدین بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ دوسری جانب حضرت جابرؓ بن سمرہ کہتے ہیں: "جو شخص تمہیں بتائے کہ آنحضور ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے اُس نے جھوٹ بولا" نیز یہ کہ امیر معاویہؓ نے منبر کی سیڑھیوں میں اضافہ کر دیا۔ اور مسجد کے پاس ایک حجرہ تعمیر کیا تھا۔ جس کو خلفائے عباسیہ نے

---

[1] حمدی زقزوق، الاستشراق والخلفیۃ، ص: ۱۲۳

مسمار کر دیا تھا۔ کسی شک وشبہ کے بغیر کہا جاسکتا ہے کہ بعض احادیث جن سے بنو امیہ کا مفاد وابستہ تھا۔ عباسی خلافت کے زمانہ میں ناپید ہو گئی تھیں"[1]

گولڈ زیہر کے مذکورہ بالا بیانات سے درج ذیل اعتراض سامنے آتے ہیں:

۱۔ بنو امیہ دینی تحریف کے مرتکب ہوئے تھے۔

۲۔ اموی خلفاء نے وضع حدیث میں حصہ لیا تھا۔

ان واقعات کے رونما ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف ہے صرف اس بات سے ہے کہ یہ واقعات جو اجتہاد کی بناء پر ان اصحاب سے خاص احوال وظروف میں صادر ہوئے تھے گولڈ زیہر نے ان کو اس بات کی دلیل میں پیش کیا ہے کہ اموی حکام زندگی کے آداب واطوار کو بدل دینا چاہتے تھے۔ اور اسی لئے انہوں نے احادیث وضع کی تھیں حالانکہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔

امر واقعہ ہے کہ لوگ شروع سے لیکر آج تک دیکھتے چلے آئے ہیں۔ کہ ملوک وسلاطین اپنی زندگی کے تحفظ اور شان وشوکت کے اضافہ کے لیے یا اپنے بلاد وامصار اور عبادت گاہوں کی آرائش وزیبائش کے لیے کئی قسم کے نئے نئے کام کرتے رہے ہیں۔ کسی شخص نے سلاطین کا یہ اقدام دین کے خلاف نہیں سمجھا اور نہ ہی علماء کا حکومت کا اہل کار ہونا لازم آتا ہے۔ عصر صحابہؓ سے لے کر تا ہنوز ملوک وسلاطین کا یہی شیوہ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قرآن کریم کو جمع کیا[2]۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو نماز تراویح پر اکٹھا کیا[3]۔ حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے روز بیرون مسجد پہلی آذان کی طرح ڈالی[4]۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے مسجد نبوی میں توسیع کی[5]۔

ملوک وسلاطین مساجد کی تجدید کرتے رہے ہیں۔ نماز کے لیے مسجد کو جاتے وقت اس قسم کے حفاظتی اقدامات کرتے جس سے متوقع خطرہ ٹل جاتا۔ مگر ان کے عمل کو کسی نے بھی دین میں اضافہ اور تحریف پر محمول نہ کیا گیا۔ بخلاف ازیں جب حضرت معاویہؓ منبر کی سیڑھیاں بڑھالیتے ہیں۔ یا مسجد کے پاس ایک حجرہ تعمیر کر لیتے ہیں۔ تو اس سے نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اموی حکام نے دینی احکام کو بدل دیا۔ اور ان میں تحریف کے مرتکب ہوئے۔ منبر میں تبدیلی تو عہد رسالت ہی میں آگئی تھی۔ آپ ﷺ پہلے کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک منبر بنوالیا۔ جس کی تین سیڑھیاں تھیں[6]۔ اس لیے کہ لوگ مسجد میں زیادہ آنے لگے تھے۔ اور ضرورت کا تقاضا یہ تھا کہ اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا جائے۔ تا کہ دور کے لوگ سن سکیں اگر حضرت امیر معاویہؓ نے ضرورت کی بناء پر منبر کی سیڑھیاں بڑھائی تھیں تو شرعی لحاظ سے اس میں کیا قباحت ہے۔ مسجد کے قرب وجوار میں کمرہ تعمیر کرنے کا مقصد حفاظت کے پیش تھا ظاہر ہے کہ خوارج، حضرت علیؓ ومعاویہؓ اور عمروؓ بن العاص تینوں کو قتل کرنے کی سازش کر رہے تھے[7]۔ جب حضرت علیؓ نے شہادت پائی۔ اور حضرت معاویہؓ واور حضرت عمروؓ بن العاص بچ گئے۔ تو حضرت معاویہؓ نے مصلحت اس میں دیکھی کہ

---

① علی حسن، نظرۃ عامۃ، ص: ۱۲۸

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث نمبر ۴۹۸۶، ص: ۸۹۳

③ المالک، الموطا، کتاب الصلاۃ فی رمضان، حدیث نمبر ۳، ص: ۱/۷۳

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب الأذان یوم الجمعۃ، حدیث نمبر ۹۱۲، ص: ۱۳۶

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۱۹

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب الخطبۃ علی المنبر، حدیث نمبر ۹۱۸، ص: ۱۴۷

⑦ الدینوری، الأخبار الطوال، ص: ۲۲۰

لوگوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کے بجائے مسجد سے متصل کمرہ میں نماز ادا کیا کریں (۱)۔

جہاں تک جمعہ کے دوسرے خطبہ میں بیٹھنے کا تعلق ہے حضرت معاویہؓ نے ایسا دانستہ نہیں کیا تھا بلکہ اس لیے کیا کہ جب آپ کا جسم بھاری ہو گیا تھا۔ اور آپ زیادہ دیر تک کھڑے ہونے سے معذور تھے۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے بیٹھ کر خطبہ حضرت معاویہؓ نے دیا تھا۔ یہ اس وقت ہوا جب آپ کا بدن بھاری ہو گیا۔ اور پیٹ بڑھ گیا تھا۔'' (۲)

علماء نے حضرت معاویہؓ کے اس فعل پر تنقید کی تھی۔ اور پھر حضرت معاویہؓ نے بیٹھ کر خطبہ دینے مسجد کے پاس حجرہ بنانے اور منبر کی سیڑھیوں میں اضافہ کرنے کے بارے میں کسی حدیث سے استدلال نہیں کیا۔

باقی رہا گولڈ زیہر کا یہ دعویٰ کہ رجاء بن حیوۃ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اور خلفائے راشدین بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے'' یہ رجاء جیسے محدث پر افتراء پردازی ہے یہ ممکن نہیں کہ رجاء ایسے زمانہ میں یہ بات کہتے جس میں صحابہؓ اپنی جان پر کھیل کر سنت کا تحفظ و دفاع کرتے تھے۔ حدیث کی کسی معتمد کتاب میں یہ روایت رجاء سے منقول نہیں ہے۔ یہ روایت ''الف لیلہ'' اور علامہ دمیری کی ''حیاۃ الحیوان'' میں ہے اس لئے کہ مستشرقین نے اکثر علمی مباحث میں ایسی کتب پر اعتماد کیا ہے۔ رجاء بن حیوۃ ائمہ حدیث کے نزدیک عظیم حافظ حدیث تھے (۳)۔

رجاء جیسے ثقہ حافظ حدیث کا جرم گولڈ زیہر کی نگاہ میں یہ ہے کہ وہ شام میں بود و باش رکھتے تھے۔ اور اموی خلفاء کے ساتھ ان کے مراسم تھے۔ نیز حضرت جابرؓ بن سمرہؓ کا قول ''جو شخص تمہیں یہ بتائے کہ رسول ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے اس نے جھوٹ بولا'' (۴) اس میں کسی موضوع حدیث کی تردید نہیں کی گئی۔ بلکہ اس امر کا احتمال ہے کہ صحابہؓ کے ذہن میں بیٹھ کر خطبہ دینے کے جواز کا جو خیال آ سکتا تھا۔ حضرت جابرؓ نے اس کی تردید کی اور قطعی طور سے بیان کر دیا کہ یہ سنت کے منافی ہے۔

نماز عید سے قبل خطبہ دینے کا عذر مروان نے یہ بیان کیا تھا کہ اس نے مجبوراً ایسا کیا ہے۔ اگر لوگ پہلے نماز پڑھ لیتے تو وہ خطبہ سُننے کے لئے نہیں ٹھہرتے تھے۔ مروان نے یہ نہیں کہا کہ اس نے کسی حدیث کی بناء پر ایسا کیا یا اس کی تائید میں اپنے اتباع کو حدیث وضع کرنے کے لئے کہا تھا۔ اس کے باوجود صحابہ و تابعین نے اس پر شدید تنقید کی تھی (۵)۔

یہودی مستشرق کا یہ دعویٰ کہ ''بعض احادیث جن سے بنو امیہ کا مفاد وابستہ تھا، عہد عباسی میں غائب ہو گئی تھیں'' سراسر بہتان

---

(۱) ابن خلدون، مقدمہ، ص: ۲۹۹ (۲) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۴۳

(۳) امام ذہبی لکھتے ہیں: ''ابن سعد فرماتے ہیں۔ رجاء بہت بڑے حافظ، ثقہ اور کثیر العلم تھے۔ ابن عون کا قول ہے میں نے شام میں رجاء عراق میں ابن سیرین اور نہ حجاز میں قاسم جیسا شخص نہیں دیکھا۔ رجاء وہی شخص ہے جس نے سلیمان کو مشورہ دیا تھا کہ عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ بنا ئیں'' ۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۷

(۴) المسلم، الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب ذکر الخطبتین قبل الصلاۃ، حدیث نمبر ۱۹۹۶، ص: ۳۳۶

(۵) صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جب امیر معاویہؓ کے عامل مدینہ مروان نے نماز سے پہلے خطبہ دیا تو وہ اس پر معترض ہوئے۔ اور اس کا کپڑا پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ مروان نے اپنی طرف کھینچا۔ اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگا۔ ابو سعید خدریؓ نے کہا۔ بخدا تم نے دینی احکام بدل ڈالا۔ مروان بولا، ''ابو سعید'' وہ پرانی باتیں جو تمہیں معلوم ہیں رخصت ہوئیں'' ابو سعیدؓ نے کہا ''خدا کی قسم جو باتیں مجھے معلوم ہیں وہ ان سے بہتر ہیں جو مجھے معلوم نہیں'' ۔ مروان نے کہا ''اگر ہم نماز پہلے پڑھ لیتے تو لوگ خطبہ سُننے کے لئے ہرگز نہ بیٹھتے۔

ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ احادیث کہاں پوشیدہ ہو گئیں؟ عباسی خلفاء نے ان کو کہاں چھپا دیا؟ کیا انہوں نے محدثین کو ان کی نقل و روایت سے روک دیا تھا؟ اور اگر بعض احادیث ایک خاص عہد میں چھپ گئیں تو دوسرے عہد میں کیسے معرض وجود میں آ گئیں؟ البتہ کتب صحیحہ اور مسانید معتبرہ سے ان روایات کا غائب ہو جانا تو ممکن ہے مگر احادیث کا ان کے اصحاب و رواۃ اور مدونین سے بالکل ہی پوشیدہ رہ جائیں تو ایسا کبھی نہیں ہوا نہ ہی اس کی کوئی مثال موجود نہیں۔

تاریخ اس بات کی شہادت نہیں دیتی کہ اموی خلافت نے اپنے کسی نظریہ کی تشہیر کے لئے احادیث وضع کی ہوں اور پھر اموی خلفاء کی وضع کردہ احادیث کہاں گئیں؟ ہمارے علماء ہر حدیث کو نقل کرتے وقت اس کی سند بھی بیان کر دیتے ہیں احادیث صحیحہ کی اسانید کتب حدیث میں محفوظ ہیں۔ ہزار ہا احادیث میں سے کسی ایک حدیث کی سند میں بھی عبدالملک یا یزید یا ولید یا ان کے کسی عامل مثلاً حجاج، خالد بن عبداللہ تستری یا کسی اور حاکم کا نام مذکور نہیں، اگر ایسی احادیث موجود تھیں تو وہ تاریخ کے اوراق میں کہاں گم ہو گئیں۔ اور اگر اموی خلافت نے احادیث خود وضع نہیں کی تھیں بلکہ وضع کی دعوت دی تھی۔ تو اس کی دلیل کیا ہے؟"①۔

گولڈ زیہر نے اپنے قول کی تائید وحمایت میں ایسے اقوال پیش کیے ہیں جن میں بعض علماء پر نقد و جرح کی گئی ہے۔ مثلاً محدث ابو عاصم النبیل فرماتے ہیں:

"ما رأيت الصالح يكذب فی شیئ أكثر من الحديث"②

میں نے کسی نیک آدمی کو اس قدر جھوٹ بولتے نہیں دیکھا جتنا جھوٹ وہ حدیث میں بولتے ہیں۔

یحیٰی بن سعید القطان سے بھی اسی قسم کا قول منقول ہے③۔ وکیع، زیاد بن عبداللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"إنه مع شرفه فی الحديث كان كذوباً"④

وہ عزوشرف کے باوجود حدیث میں جھوٹ بولا کرتا تھا۔

علماء کرام نے وضع حدیث اور وضاعین کے مقابلہ کے لئے جو جو مساعی جمیلہ انجام دی تھیں۔ ان جہود و مساعی کے مظاہر میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ روایوں پر سخت تنقید کی جاتی تھی۔ رواۃ حدیث کی درجہ بندی کر کے بعض کی مرویات کو قبول اور بعض کو رد اور بعض کے قبول کرنے میں توقف سے کام لیا جاتا تھا۔ علماء حدیث نے وضاعین کو چند گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان میں ایک گروہ ان جاہل زاہدوں کا تھا جو جہالت کی وجہ سے احادیث گھڑ کر ان کو آنحضرت ﷺ کی جانب منسوب کر دیا کرتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ہمیں اس پر اجر و ثواب ملے گا، علماء نے ان کی حقیقت آشکار کر دی تھی۔ تا کہ لوگ ان کے زہد و تقویٰ کے دام فریب میں آ کر دھوکہ نہ کھا جائیں۔ ابو عاصم النبیل کا مذکورہ قول اسی قبیل سے ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نیک خصلت ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ در

---

① السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۲۰۳
② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۳۳۳
③ مسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر۴۰، ص:۱۲
④ ابن العجمی، نہایۃ السؤال، ص:۳/۹۰۷

حقیقت صالح تھے۔ جس طرح علماء ائمہ دین اور حفاظ حدیث ہوتے ہیں۔ اگر یہ معنی مراد نہ لئے جائیں تو اس سے لازم آئے گا کہ سعید بن المسیب، عروہ، شافعیؒ، مالک، احمد، ابوحنیفہؒ، حسن بصریؒ اور زہریؒ حدیث کی نقل روایت میں اکذب الناس تھے۔ حالانکہ کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان کا مذکورہ قول مقدمہ صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ امام مسلم نے جہاں قبول احادیث میں احتیاط کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ جس راوی کی غلطیاں زیادہ ہوں۔ جس کا عقیدہ خراب ہو، غافل مزاج ہو۔ اس کی مرویات کے قبول کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ وہاں یحییٰ کا قول بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد امام مسلمؒ فرماتے ہیں:

''یعنی جھوٹ نیک لوگوں کی زبان پر جاری ہو جاتا تھا۔ اور وہ دانستہ اس کے مرتکب نہیں ہوتے تھے''①۔

کوئی مسلم اس بات کی جسارت نہیں کرسکتا کہ صالحین سے حدیث کے ائمہ مراد لے۔ اور ان کو کاذب ٹھہرائے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ اور امام زہریؒ جیسے ائمہ حدیث صالحین کے زمرہ سے نکل جائیں گے۔ امام شعرانیؒ رقمطراز ہیں۔

میں نے اپنے استاد شیخ الاسلام زکریا سے سنا فرماتے تھے۔ ''بعض محدثین نے کہا ہے کہ صالحین سب لوگوں سے زیادہ جھوٹے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے باطن پر سلامت روی کا غلبہ ہوتا ہے۔ لہذا لوگوں کے بارے میں ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ رسول ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھتے۔ صالحین سے ان کے نزدیک وہ عبادت گزار مراد ہیں جو علم بلاغت سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ اور نبی وغیر نبی کے کلام میں فرق و امتیاز نہیں کر سکتے۔ جب کہ دوسرے لوگ اس فرق سے آگاہ ہوتے ہیں''②۔

مزید برآں گولڈ زیہر نے وکیع کا جو قول زیاد بن عبداللہ کے بارے میں نقل کیا ہے ''وہ معزز ہونے کے باوجود احادیث میں دروغ گوئی سے کام لیا کرتے تھے'' یہ گولڈ زیہر کی تحریفات میں سے ایک ہے۔ امام بخاریؒ کی تاریخ کبیر میں اصل عبارت یوں ہے:

"وقال ابن عقبة السدوسی عن وکیع هو أشرف من أن یکذب" ③

ابن عقبہ السدوسی وکیع سے نقل کرتے ہیں اس (زیاد بن عبداللہ) کا مقام دروغ گوئی سے بلند تر ہے۔

وکیع نے زیاد بن عبداللہ سے متعلق ہر قسم کے جھوٹ کی نفی کی اور بتایا ہے کہ ان کا مقام دروغ گوئی سے بلند تر تھا۔ جبکہ گولڈ زیہر نے اسی عبارت کو یوں تبدیل کر دیا کہ زیاد باعزت ہونے کے باوجود احادیث روایت کرنے میں دروغ گوئی سے کام لیا کرتے تھے۔ کیا مستشرقین کی علمی امانت یہی ہے ④۔

غرضیکہ گولڈ زیہر بنوامیہ کی تصویر اس انداز میں پیش کرتا ہے کہ وہ خالصۃً دنیا دار لوگ تھے۔ ان کے سامنے صرف سامراجی عزائم تھے۔ بنوامیہ جاہل مطلق و اسلامی تعلیمات و آداب سے یکسر بیگانہ تھے۔ یہ تاریخی حقائق پر عظیم افتراء ہے یہ ایک طے شدہ بات

---

① المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۳۰، ص: ۱۳

② القاسمی، قواعد التحدیث، ص: ۱۴۷ ③ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۳۲۹/۲

④ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۳۰

ہے کہ جن کتب تاریخ میں اموی دور کی عکاسی کی گئی ہے وہ تمام تر خلافت عباسیہ میں تصنیف کی گئی ہے۔ خلفاء بنوعباس کا عہد بنوامیہ کی عداوت سے بھر پور تھا۔ مورخ اور واقعہ نویس عباسی دور میں من مانی کاروائیاں کرتے رہے تھے۔ اس عہد کے مؤرخین نے بنوامیہ کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا تھا۔ اس نے اسلامی تاریخ میں ایک خطرناک کردار ادا کیا۔ جن کی حیثیت بے بنیاد واقعات سے زیادہ نہ تھی۔ یہ من گھڑت واقعات عباسیہ اور غالی شیعہ و روافض کے ساختہ پرداختہ تھے۔ لہٰذا بنوامیہ کے بارے میں نقد و تبصرہ کے بغیر کتب تاریخ و اخبار کے مندرجات کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔

اسلامی فتوحات کے سلسلہ میں بنوامیہ کا نام تاریخ اسلام میں ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رہے گا۔ اموی خلفاء نے اسلامی حکومت کو جس قدر وسعت بخشی تھی۔ عباسی خلافت میں اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ اس کا سہرا اموی خلفاء کے سر ہے۔ جو اعلاء کلمۃ اللہ اور دین اسلام کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں بذات خود فوجوں میں شامل ہو کر اعداء دین سے لڑتے تھے۔ پھر ان سے عداوت کیوں رکھی جائے۔ البتہ یہ درست ہے کہ اموی خلفاء خوارج اور علویہ کے سخت دشمن تھے۔ اور انکے درمیان شدید عداوت پائی جاتی تھی۔ مگر خوارج اور علویہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حدیث نبوی کی تدوین اور اس کے نقد و نقل کے ضمن میں کوئی خدمت انجام نہیں دی۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ گولڈ زیہر کا قول بے بنیاد اور جھوٹ پر مبنی ہے۔

۴۔ رواۃ حدیث نے احادیث وضع کیں

مستشرقین نے مختلف انداز سے حدیث رسول ﷺ پر الزمات و اتہامات لگائے ہیں اُنہوں نے اس کی کوئی جہت نہ چھوڑی جسے مورد طعن نہ بنایا ہو البتہ اس بارے میں صرف ایک باب باقی رہ گیا تھا اور وہ تھا راویان حدیث کا ان کیلئے ہزاروں بلکہ لاکھوں روایان حدیث کو نشانہ بنانا ممکن نہیں تھا چنانچہ کافی غور خوض کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ صرف ان راویوں کو اپنا موضوع اور ہدف بنایا جائے جن سے سب سے زیادہ روایات مروی ہیں اس طرح ان کے خیال میں اکثر و بیشتر احادیث نا قابل اعتماد ٹھہریں گی ان روایان حدیث میں سے اُنہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن شہاب زہری کو منتخب کیا۔

ا۔ گولڈ زیہر درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہؓ پر وضع کا اتہام کس مہارت سے لگاتا ہے:

(("أن رسول الله ﷺ أمر بقتل الكلاب إلا كلب صيد أو كلب غنم أو كلب ماشية فقيل لابن عمرؓ إن أبا هريرةؓ يقول أو كلب زرع فقال ابن عمرؓ إن لأبي هريرةؓ زرعاً)) ①

بیشک رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتے اور مویشیوں کی حفاظت کیلئے پالتو کتے کے علاوہ تمام کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا حضرت ابن عمرؓ کو کہا گیا کہ ابو ہریرہؓ کھیتی کی حفاظت کیلئے جو کتا ہو (اس کو بھی نہ مارا جائے) کا اضافہ کرتے ہیں تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ ابو ہریرہؓ کی کھیتی تھی۔

---

① المسلم، الصحیح، کتاب المساقاة، باب الأمر بقتل الكلاب، حدیث نمبر ۴۰۱۹، ص: ۶۸۶

گولڈ زیہر نے اس حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ابو ہریرہؓ پر نقد و جرح کی تھی ان کا کہنا ہے کہ ابن عمرؓ کے تبصرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ روایان حدیث ذاتی غرض کی بناء پر احادیث میں اس قسم کا اضافہ کرلیا کرتے تھے (١)۔

یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حدیث نبوی میں "أو کلب زرع" کے الفاظ ذاتی مصلحت کی بناء پر اپنی طرف سے بڑھا دیئے تھے۔ صحیح یہ کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول حضرت ابو ہریرہؓ کی تائید ہے تردید نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن عمرؓ بعد ازاں خود بھی اس حدیث کو ابو ہریرہؓ کی طرح روایت کیا کرتے تھے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ "أو کلب زرع" کے الفاظ روایت کرنے میں حضرت ابو ہریرہؓ منفرد نہیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہؓ بن مغفل اور حضرت سفیانؓ بن ابی زہیر نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ کی طرح روایت کیا ہے (٢)۔

امام نووی فرماتے ہیں:

''حضرت ابن عمرؓ کا یہ ارشاد کہ ''ابو ہریرہؓ کھیتی باڑی کرتے تھے'' ابو ہریرہؓ کی توہین نہیں ہے اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ابن عمرؓ، ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث میں شک و شبہ کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ کا یہ کہنا چاہتے تھے کہ چونکہ ابو ہریرہؓ کسان تھے۔ اس لئے اُنھوں نے ''إلا کلب زرع'' کے الفاظ کو خصوصی طور سے نوٹ کیا اور اچھی طرح ذہن نشین کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کا کسی بات سے عملی تعلق ہوتا ہے۔ جس طرح وہ اس بات کو محفوظ رکھتا ہے دوسرا نہیں رکھ سکتا۔ امام مسلمؒ نے ''إلا کلب زرع'' کا اضافہ بروایت ابن مغفلؓ و سفیانؓ بن ابی زہیر از رسول اللہ ﷺ بھی نقل کیا ہے۔ مزید برآں امام مسلمؒ نے یہ زائد الفاظ بروایت ابن الحکم از ابن عمرؓ بھی ذکر کئے ہیں ابن الحکم کا نام عبدالرحمٰن بن ابی نعیم البجلی ہے ممکن ہے کہ جب حضرت ابن عمرؓ نے یہ زائد الفاظ ابو ہریرہؓ سے سنے ہوں۔ اور ان پر واضح ہو گیا ہو کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے فرمودہ ہیں تو وہ خود بھی یہ الفاظ روایت کرنے لگے ہوں۔ اور ابن عمرؓ نے اس حدیث میں جو الفاظ کے بغیر روایت کیا کرتے تھے۔ ان الفاظ کا اضافہ بھی کرلیا ہو۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو یاد آ گیا ہو کہ اُنھوں نے یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے سنے تھے۔ مگر انہیں یاد نہ رہے۔ اور اس لئے اُنھوں نے ترک کر دیئے دوبارہ یاد آنے پر وہ اس اضافہ کو روایت کرنے لگے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس اضافہ کی نقل و روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ منفرد نہیں ہیں بلکہ صحابہؓ کی ایک جماعت اس اضافہ میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے میں انکی ہمنوا ہے۔ اگر بفرض محال حضرت ابو ہریرہؓ تنہا بھی یہ الفاظ روایت کرتے تو ان کا یہ اضافہ محدثین کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ ہوتا (٣)۔

گولڈ زیہر امام زہری پر وضع حدیث کا الزام لگاتے ہوئے کہتے ہیں۔ ''عصر اول میں بنو اُمیہ اور ان ارباب تقویٰ علماء کے مابین تنازعات بپا تھے۔ جو احادیث کی جمع و تالیف میں لگے ہوئے تھے۔ جب ان ارباب علم نے دیکھا کہ جو احادیث قبل ازیں اُن کے

---

(١) Gold, Muslim Studies , P:2/18

(٢) المسلم، الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب الأمر بقتل الکلاب، حدیث نمبر ۴۰۳۶، ص: ۶۸۸

(٣) النووی، شرح صحیح مسلم، ص: ۱۰/۲۳۶

یہاں موجود ہیں۔ ان سے اُن کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ تو اُنہوں نے اہل بیت کی مدح و توصیف میں ایسی احادیث وضع کرنا شروع کر دیں۔ جو بظاہر اسلامی روح کے منافی نہ تھیں۔ اس طرح اُنہوں نے بنو اُمیہ کی مذمت کا بیڑا اٹھایا۔ اگرچہ وہ براہ راست نہیں، بلکہ بالواسطہ تھا۔ اُنہوں نے اپنے اس فعل کی یہ توجیہ کی کہ وہ ظلم وجور کے خلاف نبرد آزما تھے۔ بنو امیہ کی طرف سے اس کا ردعمل یہ ہوا کہ انہوں نے ایسے لوگوں کی تردید کے لیے احادیث وضع کرنے کا حکم دیا ان کے طرز عمل کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے جو حضرت معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے کہی تھی۔ کہ حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے اور حضرت عثمانؓ کے لیے رحمت طلب کرنے میں کوتاہی سے کام نہ لیجیے۔ حضرت علیؓ کی مدح میں وارد شدہ احادیث کی مخالفت کیجیے۔ اور حضرت عثمانؓ اور ان کے رفقاء کی مدح و ستائش کیجئے ان کو اپنا مقرب بنائیے اور ان کی بات توجہ سے سنیئے۔ وضع حدیث کے سلسلہ میں بنو امیہ نے امام زہریؒ جیسے لوگوں سے کام لیا تھا۔ ان خود ساختہ احادیث میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔

((لا تشدوا الرحال إلا إلىٰ ثلاثة مساجد مسجدی هذا و مسجد الحرام و مسجد الأقصى))[1]

اہتمام کے ساتھ صرف تین مساجد کی جانب سفر کیا جائے۔ میری یہ مسجد (مسجد نبوی) مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ

اس حدیث سے بنو امیہ کے سیاسی رجحانات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ بیت المقدس کو خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کا درجہ دینے کے متمنی تھے۔ چونکہ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے اہل شام کو خانہ کعبہ کا حج کرنے سے روک دیا تھا۔ اس لیے بنو امیہ چاہتے تھے کہ لوگ خانہ کعبہ کی بجائے بیت المقدس کا حج کرنے آیا کریں۔ اسی طرح بنو امیہ نے بیت المقدس اور شام کی مدح میں احادیث وضع کی تھیں"[2]۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بنو امیہ اور شیعہ میں سیاسی تنازعات بپا تھے۔ یہ بھی درست ہے کہ شیعہ نے حضرت علیؓ کے مناقب میں احادیث وضع کیں۔ اور ردّعمل کے طور پر بنو امیہ نے حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ و معاویہؓ کی مدح و توصیف میں احادیث وضع کرائیں[3]۔ مگر احادیث وضع کرنے والے فریقین نہ محدث تھے۔ نہ اہل تقویٰ علماء میں سے تھے اصحاب تقویٰ علماء تو ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، زہریؒ، سعید بن مسیبؒ، جیسے لوگ تھے۔ جو احادیث صحیحہ کی حفاظت اور ان کی نشر و اشاعت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ جھوٹی احادیث کا راز افشا کرتے اور فرمایا کرتے تھے ایسی احادیث کو روایت کرنا شرعاً درست نہیں ایسا کرنے میں وہ نہ کسی کی ملامت کی پرواہ کرتے تھے اور نہ کسی ظالم سے خائف و ہراساں تھے حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مستشرقین، واضعین احادیث کو اصحاب تقویٰ علماء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے جن کو نبی ﷺ نے کتابتِ وحی کے لیے منتخب کیا تھا اور تینوں خلفائے راشدین نے

---

[1] المسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب الفضل المساجد الثلاثة، حدیث نمبر ۳۳۸۴، ص: ۵۸۳ ◉ صحیح بخاری میں الفاظ یوں ہیں المسجد الحرام، و مسجد الرسول ﷺ و مسجد الأقصى کتاب فضل الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ، حدیث نمبر ۱۱۸۹، ص: ۱۹۰

[2] Gold, Muslim Studies , P:2/18 ◉ علی حسن، نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ، ص: ۱۲۷

[3] دیکھیے صفحہ نمبر ۳۳۸

انہیں ملک شام کی امارت تفویض کی تھی حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے مابین جو نزاع و جدال بپا ہوا، وہ اجتہاد پر مبنی تھا یہ کبھی نہیں ہوسکتا امیر معاویہؓ حضرت مغیرہؓ کو حکم دیتے کہ وہ حضرت علیؓ کو بُرا بھلا کہیں اور ان کی مدح میں وارد شدہ احادیث کو چھپائیں تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ بخوشی امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے۔ اور ایک دن بھی ان کے خلاف نبرد آزما نہ ہوئے۔ آپ حضرت علیؓ کے لیے رحمت کی دعا کیا کرتے تھے۔ روایات میں منقول ہے کہ امیر معاویہؓ نے ضرار صدائی سے حضرت علیؓ کے لیے اوصاف بیان کرنے کو کہا ضرار نے معذرت چاہی جو حضرت معاویہؓ نے قبول نہ کی ضرار نے تفصیلاً حضرت علیؓ کے اوصاف و محاسن پر روشنی ڈالی حضرت معاویہؓ یہ سن کر رو پڑے اور کہا اللہ تعالیٰ ابوالحسن (حضرت علیؓ کی کنیت) پر رحم فرمائے وہ اور دراصل ایسے ہی تھے حضرت معاویہؓ بڑے بُردبار اور معتدل سیاست دان تھے ان تمام امور کی موجودگی میں یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ یا کسی اور کو ایسی فتنہ پردازی کا مشورہ دیا ہو جس سے امت مسلمہ کی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی اور اس کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے۔

باقی رہا مستشرقین کا یہ دعویٰ کہ بنو امیہ نے اپنے سیاسی اغراض کے پیش نظر احادیث وضع کرنے کے سلسلے میں امام زہری جیسے لوگوں کو استعمال کیا تھا تو یہ ائمہ دین پر ایک عظیم افترا ہے۔ جس کی کوئی سند موجود نہیں حقیقت یہ ہے کہ امام زہری اور حفظ وضبط کے بارے میں سینکڑوں جید علماء نے شہادت دی ہے۔ اب ان کی باتوں میں آکر امام زہری کے بارے میں علماء کی شہادتوں کو کیسے نظر انداز کر دیں۔

جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ حدیث "لا تشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد........." امام زہری نے بنو امیہ کی خوشنودی کے لیے وضع کی تھی تو یہ ایک بے بنیاد الزام ہے۔ اس لیے کہ زہری باجماع ائمہ، ثقہ روای تھے۔ اگر وہ اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد بھی ہوتے تو بھی اس کی صحت میں کوئی شبہ نہ ہوتا حالانکہ وہ اس کی نقل و روایت میں منفرد نہیں امام بخاری اور امام مسلم نے زہری کے علاوہ دوسری سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدریؓ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے [1]۔

مزید برآں اس حدیث کا لوگوں کو بیت اللہ سے ہٹا کر بیت المقدس کی جانب متوجہ کرنے سے کیا تعلق ہے؟ اس حدیث سے تو صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے اس کے لیے سفر کا اہتمام نہ کیا جائے۔ اس سے صرف ان مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ آغاز اسلام سے مسلمان بیت اللہ کی جانب رخ کرنے سے پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عہد رسالت سے ہی بیت المقدس کا احترام کرتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ فضیلت درج ذیل آیت کریمہ سے واضح ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿سبحن الذی أسری بعبده لیلاً من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى الذی

---

(1) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضل الصلوٰة، باب مسجد بیت المقدس، حدیث نمبر ۱۱۹۷، ص: ۱۹۰
◉ المسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم، حدیث نمبر ۳۲۶۱، ص: ۵۶۵

بارکنا حولہ﴾ ①

اللہ کی ذات پاک ہے۔ جس نے اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی جس کے گرد ونواح میں ہم نے برکت کی ہے"

اگر بنوامیہ بیت المقدس کی فضیلت کے اثبات کے لیے دلائل کے محتاج ہوتے تو ان کے لیے یہی ایک آیت کافی تھی۔ کیا یہاں بھی گولڈ زیہر یہ بات کہیں گے کہ یہ آیت زہری کی من گھڑت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گولڈ زیہر کا الزام بے بنیاد اور حقیقت حال سے مطابقت نہیں رکھتا ②۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے واقعہ صخرہ ③ اور حدیث "لا تشدوا الرحال......" زہری پر وضع کرنے کا الزام لگانے کا آٹھ طرح سے رد کیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ معتبر مؤرخین ابن عساکر، امام طبری، ابن اثیر، ابن خلدون اور حافظ ابن کثیر اور دیگر مؤرخین کا اس امر میں اتفاق ہے کہ صخرہ کی تعمیر ولید بن عبدالملک کے ہاتھوں انجام پائی البتہ علامہ دمیری، کتاب الحیوان میں ابن خلکان سے یوں نقل کرتے ہیں۔

"بناها عبدالملك و كان الناس يقفون عند ها يوم عرفة" ④

صخرہ کو عبدالملک نے تعمیر کیا تھا لوگ عرفہ کے دن اس کے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔

صخرہ کی تعمیر کی نسبت عبدالملک کی جانب درست نہیں کیونکہ یہ بات مستند مؤرخین کے بیان کے خلاف ہے تاہم اس میں یہ مذکور نہیں کہ عبدالملک نے اس کو بیت اللہ کے متبادل حیثیت سے تعمیر کیا تھا۔ بخلاف ازیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اپنی مرضی سے اس کے پاس ٹھہرتے تھے اس میں بیت اللہ کے بجائے اس کا حج کرنے کا بھی کوئی ذکر نہیں البتہ عرفہ کے دن اس کے پاس ٹھہرنے کا ذکر ہے اسلامی شہروں میں یہ عادت عموماً پائی جاتی تھی جسے فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ بیت اللہ کی بجائے اس کا حج کرنے اور اس کے پاس اس طرح ٹھہرنا جیسا عرفہ میں ٹھہرا جاتا ہے واضح فرق ہے تاکہ جو شخص حج نہیں کر سکتا کسی حد تک وہ بھی حج کا اجر وثواب پالے اس میں صخرہ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر اسلامی شہر کے لوگ عرفہ کے دن شہر سے باہر نکل کر حجاج کی طرح ٹھہرا کرتے تھے۔

۲۔ واقعہ صخرہ کے بارے میں بیان کردہ واقعہ بالکل باطل ہے اسلیئے کہ کوئی ایسی عمارت تعمیر کرنا جس کے حج کیلئے لوگوں کو بلایا جانا کفر ہے پھر عبدالملک اس کی جسارت کیونکر کر سکتا تھا وہ اس قدر عبادت گذار تھا کہ لوگ انہیں ''حمامۃ المسجد'' مسجد کی کبوتری کہا کرتے تھے علاوہ ازیں عبدالملک کے دشمنوں نے اس پر بہت طعن کیے ہیں مگر

---

① الاسراء: ۱/۱۷ ② محمد ابوزھو، الحدیث والمحدثون، ص: ۳۰۵

③ بقول گولڈ زیہر، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے فتنہ کے ایام میں عبدالملک بن مروان نے لوگوں کو حج سے روک دیا تھا اس نے مسجد اقصیٰ میں قبۃ الصخرۃ تعمیر کیا تاکہ لوگ اس کا حج اور طواف کریں اور خانہ کعبہ کو چھوڑ دیں۔ ④ الدمیری، حیاۃ الحیوان، ص: ۱/۵۶

اسے کافر نہیں کہا اور نہ ہی اسے صخرہ کی تعمیر پر مطعون کیا ہے اور اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اس کے اولین نقائص میں شمار ہوتی۔

۳۔ امام زہری ۵۱ھ یا ۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ ۷۳ھ کو قتل ہوئے پہلی روایت کے مطابق زہری کی عمر عبداللہؓ بن زبیرؓ کے قتل کے وقت بائیس برس اور دوسری روایت کے مطابق پندرہ برس بنتی ہے یہ کس طرح صحیح ہے کہ اس قدر چھوٹی عمر میں زہری پوری امت اسلامیہ میں اس حد تک مشہور ہوں کہ ان کی صخرہ کا حج کرنے سے متعلق وضع کردہ حدیث کو عام طور سے قبول کرلیا جائے اور بیت اللہ کو ترک کردیا جائے۔

۴۔ تاریخی حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن زبیرؓ کے عہد میں زہریؒ عبدالملک سے آگاہ ہی نہ تھے اور نہ ہی انہیں دیکھا تھا بقول امام ذہبی زہری کی پہلی ملاقات عبدالملک سے ۸۰ھ کو ہوئی ابن عساکر اس کو ۸۲ھ کا واقعہ قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبدالملک سے زہری کی جان پہچان ابن زبیرؓ کے قتل کے چند سال بعد ہوئی زہری اس وقت نوجوان تھے عبدالملک نے آپ کا امتحان لیا اور یہ نصیحت کی کہ انصار کے گھروں میں جا کر علم حاصل کرو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ زہری نے اپنے دوست عبدالملک کی خوشنودی کیلئے ابن زبیرؓ کے عہد میں یہ حدیث وضع کی۔

۵۔ مذکورہ حدیث تمام کتب حدیث میں موجود ہے یہ زہری کے علاوہ دیگر متعدد طرق سے بھی منقول ہے امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے اس سند میں زہری کا نام نہیں ہے امام مسلم نے اس کو تین مختلف طرق واسانید سے روایت کیا ہے ایک سند میں زہری ہیں اور دوسری دو سندوں میں سے ایک بطریق جریر از ابن عمیر از ابو سعید خدریؓ منقول ہے اور دوسری حضرت ابو ہریرہؓ سے ان دونوں سندوں میں امام زہری شامل نہیں ہیں اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ زہری اس حدیث کی نقل و روایت میں منفرد نہیں ہیں جیسا کہ گولڈ زیہر نے دعوی کیا ہے بخلاف ازیں امام زہری کے ساتھ دوسرے راوی بھی شامل ہیں۔

۶۔ یہ حدیث امام زہری نے اپنے شیخ سعید بن میسب سے روایت کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر زہری نے یہ حدیث بنو امیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وضع کر کے سعید بن میسب کی جانب منسوب کی ہوتی تو سعید ہرگز خاموش رہنے والے نہ تھے۔ حالانکہ سعید بنوامیہ کے ستم رسیدہ تھے اور ان کو پیٹا بھی گیا تھا۔ سعید بن میسب نے ۹۳ھ میں

ابن زبیرؓ کے قتل کے بیس سال بعد وفات پائی حیرت ہے کہ سعید اس قدر طویل عرصہ تک کیسے خاموش رہ سکتے تھے؟ باوجودیکہ سعید حق وصداقت کے ایک کوہ گراں تھے اور کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔

۷۔ اگر فرض بھی کرلیں کہ زہری نے یہ حدیث عبدالملک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وضع کی تھی تو اس میں قبۃ الصخرۃ کی فضیلت کیوں نہ بیان کی جس کے حج کی طرف عبدالملک لوگوں کو راغب کرنا چاہتے تھے۔ مذکورہ صدر حدیث اور اس ضمن میں وارد شدہ دیگر احادیث صحیحہ میں صرف بیت المقدس میں نماز ادا کرنے اور اس کی زیارت کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کے لئے کوئی وقت معین نہیں کیا گیا یہ چیز اجمالاً قرآن نے بھی بیان کی ہے پھر اس سے عبدالملک کا مقصد کیوں کر پورا ہوسکتا ہے جو ایام حج میں لوگوں کو اس امر کی ترغیب دلانا چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ کے بجائے صخرہ کا حج کیا کریں۔

۸۔ حدیث ''لا تشدوا الرحال'' کو علماء نے صحیح قرار دیا ہے بیت المقدس اور صخرہ کے فضائل کے بارے میں وارشدہ احادیث موضوعہ کا اس سے کچھ تعلق نہیں یہ احادیث زہری سے منقول بھی نہیں ہیں علماء نے ان پر شدید نقد و جرح کی اور کہا ہے کہ صخرہ سے متعلق تمام احادیث جھوٹی ہیں۔ علماء کا قول ہے کہ بیت المقدس کی فضیلت کے بارے میں صرف تین احادیث صحیح ہیں ①۔

۲۔ امام ابن شہاب زہری پر ایک اور اعتراض کرتے ہوئے گولڈ زیہر رقمطراز ہے۔

ولید بن ابراہیم اموی زہری کے پاس ایک رسالہ لایا اور کہا ''اس رسالہ میں احادیث درج ہیں آپ مجھے ان کی نقل و روایت کی اس حیثیت سے اجازت دیں کہ یہ میں نے آپ سے سنی ہیں۔'' زہری نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اجازت دے دی اور کہا ''میرے سوا اور کون آپ کو یہ احادیث سنا سکتا ہے'' چنانچہ ولید بن ابراہیم ان احادیث کو زہری کی مرویات کی حیثیت سے روایت کرتا رہا'' ②۔

غالباً واقعہ یوں ہوا کہ ابراہیم نے ایک تحریر استاد کے سامنے پیش کی قبل ازیں ابراہیم ان سے وہ احادیث سن چکا تھا اس کو محدثین کی اصطلاح میں ''عرض المناولۃ'' ③ کہتے ہیں۔

''بہت سے متقدمین کے نزدیک یہ بھی سماع کی ایک قسم ہے امام مالک، زہری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید، مجاہد اور سفیان سے اسی طرح منقول ہے ④۔ امام زہری کے اکثر تلامذہ کا بیان ہے کہ وہ ان سے احادیث سن کر بعد ازاں ان کو سنایا کرتے تھے۔ اور غور سے

---

① السباعی' السنۃ و مکانتہا' ص: ۲۱۷ ② Gold, Muslim Studies , P:2/18

③ استاذ طالب علم کو ایک ایسی کتاب دے جو اس نے اپنے شیخ سے سنی ہو اور کہے یہ مجھ سے روایت کیجئے یا شاگرد ایک ایسی کتاب لائے جو اس نے شیخ سے سنی ہو شیخ غور سے دیکھ کر کہے ''اسے روایت کیجئے'' تو اس کو ''عرض المناولۃ'' کہتے ہیں۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۱۳۷

④ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۴۳۳ ® الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۰۷

⑤ الذہبی' تذکرۃ الحفاظ' ص: ۱/۱۱۰

سن کر ان کی تائید کیا کرتے تھے۔ایوب کہتے ہیں ''ہم زہری کے سامنے علم پیش کیا کرتے تھے''⑤۔

عبیداللہ بن عمر کا قول ہے: ''میں زہری کے پاس ایک کتاب لایا۔نہایت غور سے دیکھ کر کہا ''میں نے تجھے اس کے روایت کرنے کی اجازت دی''①۔

ابراہیم بن ولید کی روایت کو اگر صحیح قرار دیا جائے تو وہ حتماً اسی قبیل سے ہے۔اس کی تائید مزید اس بات سے ہوتی ہے کہ ابن عساکر کی روایت میں ''عرض'' کا لفظ ہے یا تو ابراہیم نے بذات خود کچھ احادیث جمع کی ہوں گی اور پھر امام زہری سے کہا کہ اپنی طرف سے ان کے روایت کرنے کی اجازت دے دیں اور امام زہری نے اس کو تسلیم کر لیا ہو ایسی بات زہری سے صادر نہیں ہو سکتی جو پوری امت اسلامیہ میں مشہور تھے۔ظاہر ہے کہ ان کی شہرت کی وجہ ان کی علمی امانت و دیانت اور ان کی زبردست قوت حافظہ ہی تھی۔

باقی رہا امام زہری کا قول ''تجھے کون اس کی اجازت دے سکتا ہے''؟ بقول ابن عساکر دراصل الفاظ یوں ہیں ''میرے سوا کون تجھے اس کی اجازت دے سکتا ہے؟''② اور یہ بات درست بھی ہے اس لیے کہ دوسرا کوئی شخص امام زہری کے تلامذہ کو وہ احادیث روایت کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا جو انہوں نے اپنے شیخ کے سوا اور کسی سے نہیں سنیں۔

مزید برآں یہ بھی حقیقت ہے کہ امام زہری اپنے زمانہ کے بڑے حافظ حدیث تھے۔امام مسلم نے بیان کیا ہے ''زہری ایسی نوے احادیث روایت کرتے تھے۔جو اور کسی کو یاد نہ تھیں③۔لہٰذا امام زہری نے ابراہیم کو جو بات کہی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے سوا اور کون شخص ان احادیث سے آگاہ ہے جو تجھے ان کے روایت کرنے کی اجازت دے گا؟ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ میرے سوا ان کو وضع کرنے کی جرأت اور کون کر سکتا ہے؟

اور پھر کتب حدیث میں ابراہیم کی کوئی روایت مذکور نہیں اور نہ کتب جرح و تعدیل میں اس کا کہیں ذکر ہے۔اس کو ثقہ راویوں میں شمار کیا گیا ہے اور نہ ضعیف و متروک رواۃ میں۔اب سوال یہ ہے کہ امام زہری کی اجازت سے جو احادیث ابراہیم نے لوگوں میں پھیلائیں تھیں وہ کہاں گئیں؟ کن کتب حدیث میں درج ہیں اور کس کی روایت سے ہیں؟ وہ رسالہ کہاں غائب ہو گیا؟④

۳۔ گولڈ زیہر ابن شہاب زہری پر مزید اعتراض کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے۔

بروایت معمر زہری نے خود اعتراف کیا تھا کہ ''امراء نے ہمیں احادیث لکھنے پر مجبور کیا تھا''۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زہری اپنی شہرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت وقت کی خواہشات کی تکمیل کیا کرتے تھے''⑤۔

ایک روایت ہے کہ امام زہری تاریخ انسانیت کے وہ عظیم فرد تھے جن کی تربیت صحابہ کرامؓ نے فرمائی تھی اور ان کی صداقت

---

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۱۰
② ابن عساکر، تاریخ دمشق (بحوالہ السباعی، السنۃ و مکانتہا، ص: ۲۲۰)
③ السباعی، السنۃ و مکانتہا، ص: ۲۲۱
④ مصادر سے ابراہیم بن ولید کا تذکرہ نہیں ملتا ہے۔
⑤ Gold, Muslim Studies , P:2/18

بیانی، بلند خیالی اور دروغ گوئی سے پاکیزگی کی ایک عظیم نشانی کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔

امام زہری خلیفہ ولید بن عبدالملک کے پاس گئے ولید نے کہا وہ کیسی حدیث ہے جو اہل شام ہمیں سناتے ہیں؟ زہری نے کہا امیر المومنین وہ کیا ہے؟ ولید نے کہا اہل شام یہ حدیث سناتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو رعیت سپرد کرتے ہیں تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں نہیں لکھی جاتیں" زہری نے کہا امیر المؤمنین! یہ جھوٹ ہے، کیا ایک خلیفہ جو نبی بھی ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ باعزت ہے یا صرف خلیفہ جو نبی نہ ہو؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب کرکے قرآن کریم میں فرمایا ہے:۔

﴿یا داؤد إنا جعلنك خليفة فی الأرض فاحكم بين الناس بالحق و لا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله﴾ ①

"اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے، آپ لوگوں میں حق کے مطابق فیصلہ کیجیے اور خواہش کی پیروی نہ کیجیے، وہ آپ کو خدا کے راستہ سے برگشتہ کردے گی۔

ولید نے یہ سن کر کہا "لوگ کس طرح ہمیں دین سے منحرف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں"②۔

امام ابن عساکر نے اپنی سند سے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے سلیمان بن یسار سے آیت قرآنی ﴿والذی تولی کبره منهم له عذاب عظيم.﴾ ③ کی تفسیر کے بارے میں پوچھا کہ تولی کبرہ (جس نے بڑا کام انجام دیا) سے کون شخص مراد ہے؟ سلیمان نے کہا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔ خلیفہ ہشام نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو اس سے علیؓ بن ابی طالب مراد ہیں۔ (دراصل ہشام یہ بات سنجیدگی سے نہیں کہہ رہا تھا وہ آزمانا چاہتا تھا کہ حق و صداقت سے ان کو کس قدر لگاؤ ہے۔) سلیمان بن یسار نے کہا امیر المؤمنین آپ ٹھیک فرماتے ہیں اتنے میں امام زہری بھی پہنچ گئے ہشام نے ان سے بھی یہی سوال کیا۔ آپ نے کہا اس سے عبداللہ بن ابی بن سلول مراد ہے ہشام نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اس سے علیؓ بن ابی طالب مراد ہیں۔ امام زہری نے غصہ سے کہا تو کیا میں جھوٹ بولتا ہوں؟ اگر آسمان سے بھی یہ ندا آئے کہ میں نے جھوٹ کو حلال قرار دیا ہے تو بھی میں جھوٹ نہ بولوں گا مجھے فلاں فلاں شخص نے بتایا کہ اس سے عبداللہ بن ابی مراد ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ ہشام کو زہری کے خلاف بھڑکاتے رہے یہاں تک کہ ہشام نے زہری سے کہا چلے جائیے اللہ کی قسم تیرے جیسے انسان کا بوجھ ہمیں برداشت نہیں کرنا چاہیے تھا④۔

ان واقعات کی روشنی میں امام زہری پر دروغ گوئی کا الزام لگا کر ان کی دین داری پر کیسے حملہ کیا جا سکتا ہے۔ کیا یہ واقعہ امام زہری کی امانت و دیانت کی غمازی نہیں کرتا؟ اور پھر امام زہری کو اموی خلفاء کی خواہشات کی پیروی کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کیا وہ مال کے طلب گار تھے؟ امام زہری کے بارے میں عمرو بن دینار کا قول نقل ہے۔

"کسی شخص کے یہاں درہم و دینار کی اس قدر ناقدری نہ تھی، جتنی زہری کے نزدیک وہ ان کو مینگنی سے زیادہ وقعت

① ص: ۳۸/۲۶
② ابن عبد ربہ، عقد الفرید، ص: ۱/۰۷
③ النور: ۲۴/۱۱
④ ابن عساکر، تاریخ دمشق (بحوالہ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۱۵)

واہمیت نہیں دیا کرتے تھے''(۱)۔

تو پھر کیا امام زہری جاہ ومنصب کے خواہاں تھے؟ جبکہ پوری ملت اسلامیہ امام زہری کو عزت ووقار کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ پھر انہیں کس منصب کی تلاش تھی؟ تو جب شہرت، جاہ ومال کے طلب گار نہ تھے بلکہ نہایت متشرع اور بہادر واقع ہوئے تھے تو پھر وہ کیسے ممکن تھا کہ اپنا دین بنوامیہ کے پاس فروخت کردیتے اور مسلمانوں میں جو اکرام واحترام انہیں حاصل تھا اس کو کھودیتے اور اگر وہ بنوامیہ کی خوشنودی کے لیے احادیث وضع کرتے تھے تو علمائے مدینہ نے ان کی تکذیب کیوں نہ کی؟ اور ان کے دشمن کیوں نہ بن گئے پھر زہری کے استاد سعید بن میسب نے ان سے اظہار برأت کیوں نہ کیا؟ حالانکہ وہ عبدالملک تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے کیا وہ اس لیے خاموش رہے کہ زہری سے خائف تھے؟ جبکہ رجال ورواۃ کی تنقید کے سلسلہ میں وہ خلیفہ سے لے کر معاشرے کے ادنیٰ آدمی تک کسی سے ڈرتے نہ تھے۔ اور اگر وہ زہری سے ڈرتے تھے تو عباسی خلافت کے علماء نے ان پر تنقید کیوں نہ کی؟ جس طرح وہ بنوامیہ کے خلفاء وامراء کو تنقید کا نشانہ بناتے تھے۔

علاوہ ازیں ائمہ جرح وتعدیل ان کے بارے میں کیوں کر خاموش رہے؟ جو دینی امور میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ پھر وہ ایسے شخص کو کیوں کر معاف کرسکتے تھے جو اموی دور کے سرکردہ اور مشہور لوگوں میں سے تھا اور جبکہ علمائے جرح وتعدیل نے زہری کی توثیق کی ہے کیا یہ جملہ امور اس بات کی زندہ دلیل نہیں ہیں کہ امام زہری کا دامن ایسی آلائشوں سے پاک تھا جبکہ گولڈزیہر ان میں سے بعض امور کا اعتراف بھی کرتا ہے(۲)۔

گولڈزیہر نے جو عبارت نقل کی ہے وہ ایسی تحریف پر مشتمل ہے جس سے معنی ومفہوم یکسر بدل جاتا ہے۔ ابن عساکر اور ابن سعد میں اصل عبارت یوں ہے کہ ''زہری لوگوں کو احادیث لکھنے سے منع کیا کرتے تھے تاکہ وہ کتب کی بجائے اپنی قوت حافظہ پر بھروسہ کریں۔ جب ہشام نے امام زہری سے پرزور مطالبہ کیا کہ وہ اس کے بیٹے کو احادیث لکھوائیں تو امام زہری نے چار سو احادیث املاء کرا دیں اور بلند آواز یہ بات کہتے ہوئے چل دیے۔

((یاأیها الناس إنا کنا منعنا کم أمرا قد بدلناه الان لهٰؤلاء و إن هؤلاء الآمراء أکرهونا علیٰ کتابة الأحادیث)) (۳)

لوگو! ہم تمہیں ایک بات سے منع کیا کرتے تھے اب وہی کام ہمیں ان لوگوں کے لیے کرنا پڑا امراء نے ہمیں کتابت حدیث پر مجبور کر دیا ہے۔

خطیب نے اس واقعہ کو بالفاظ دیگر نقل کیا ہے وہ الفاظ یہ ہیں۔

---

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص:۱/۱۰۹

(۲) مثلاً یہ کہ زہری ایسے شخص نہ تھے جنہیں مال سے خریدا جاسکتا ہے نیز یہ کہ پوری ملت اسلامیہ زہری کو عزت ووقار کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص:۱/۳۲۱

((كنا نكره كتاب العلم أى كتابته حتى أكرهنا عليه هؤلاء الآمراء فر أينا أن لا نمنعه احداً من المسلمين)) ①

ہم علمی باتوں کے لکھنے کو ناپسند کیا کرتے تھے۔ حتی کہ ان امراء نے ہمیں اس پر مجبور کر دیا۔ اب ہم نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ کسی مسلمان کو لکھنے سے منع نہ کریں۔

مؤرخین کے نقل کردہ الفاظ اور گولڈ زیہر کے الفاظ میں کس قدر بُعد وتفاوت پایا جاتا ہے۔ گولڈ زیہر نے ''کتابۃ احادیث'' کا لفظ نقل کیا ہے۔ جبکہ مورخین نے ''کتابۃ الأحادیث'' اور ''کتاب العلم'' لکھا ہے۔ اب ذرا گولڈ زیہر کی علمی امانت دیکھیے کہ ''الأحادیث'' سے ''أل'' حذف کر دیا۔ اصلی عبارت سے زہری کی امانت و دیانت ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی زہری کو یہ ناپسند تھا کہ امراء کے سامنے علم کی اشاعت کریں اور لوگوں سے اسے چھپائے رکھیں۔ اور گولڈ زیہر امام زہری کی جانب اس بات کو منسوب کرتا ہے کہ امراء نے ان کو احادیث وضع کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اس سے اس یہودی کی علمی امانت کا پردہ چاک ہوتا ہے ②۔

۴۔ گولڈ زیہر امام زہری پر مزید الزام لگاتے ہوئے لکھتا ہے:۔

''زہری ان لوگوں میں سے نہ تھے جن کے ساتھ ساز باز ممکن ہوتی بلکہ وہ حکومت کے ساتھ مل جل کر رہنے کے حق میں تھے۔ قصر خلافت میں جانے سے اجتناب نہیں کرتے تھے اور اکثر و بیشتر سلطان کے آس پاس چلتے پھرتے نظر آیا کرتے تھے'' ③۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام زہری اور اموی خلفاء کے درمیان گہرے مراسم و روابط پائے جاتے تھے اور دربار خلافت میں آپ کا بہت بڑا مرتبہ تھا لیکن اس کے باوجود جب بھی آپ نے اظہار حق و صداقت کی ضرورت محسوس کی تو پوری بے باکی کے ساتھ اسے خلیفہ کے منہ پر کہہ دیتے تھے اور اس بارے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ بھلا اس سے یہ نتیجہ کیسے نکالا جا سکتا ہے کہ علماء کا خلفاء کی مجالس میں آنے جانے سے ان کی امانت و دیانت پر حرف آتا ہے۔ قبل ازیں صحابہؓ حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ تابعین اموی خلفاء کے دربار میں جایا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ کی منصور کے یہاں آمد و رفت تھی قاضی ابو یوسف ہمیشہ ہارون الرشید کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ مگر کسی نے نہ ان کو مطعون کیا اور نہ ان کی عدالت و ثقاہت میں کوئی فرق آیا ④۔

۵۔ گولڈ زیہر نے دعویٰ کیا ہے کہ زہری پر یہ بھی طعن کیا جاتا ہے کہ وہ حج کے موقع پر حجاج کے ہم رکاب تھے اور یہ کہ خلیفہ ہشام نے ان کو اپنا ولی عہد کا اتالیق مقرر کیا تھا ⑤۔

یہ دعویٰ زہری سے نفرت دلانے اور یہ ثابت کرنے کے لیے کیا گیا ہے کہ وہ بے دین تھے کیونکہ تاریخ میں حجاج اور ولید بن یزید کا اچھے الفاظ میں تذکرہ نہیں ہے یہ دعویٰ باطل اور بے بنیاد ہے امام زہری حج کے موقع پر حجاج کے ساتھ ہرگز نہیں تھے۔ دراصل

① الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۷
② السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۲۳
③ Gold, Muslim Studies , P:2/18
④ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۲۲۳
⑤ Gold, Muslim Studies , P:2/18

بات یہ تھی کہ جب حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حجاج سے ملے اس وقت زہری ان کے ساتھ تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔

''عبدالرزاق نے مصنف میں زہری سے روایت کی ہے کہ عبدالملک نے حجاج کو لکھا احکام حج میں ابن عمرؓ کی پیروی کریں۔ حجاج نے ابن عمرؓ کو عرفہ کے دن کہلا بھیجا کہ جب آپ کوچ کرنا چاہیں ہمیں آگاہ کر دیں چنانچہ ابن عمرؓ اور سالم جب چلے تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ زہری کہتے ہیں کہ میں روزہ سے تھا اور گرمی کی وجہ سے مجھے سخت پیاس لگ رہی تھی''(۱)۔

اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جب عبداللہؓ بن عمرؓ حجاج سے ملے تو امام زہری ان کے ہمراہ تھے حجاج کے ساتھ نہ تھے۔ باقی رہا گولڈ زیہر کا یہ کہنا ہے کہ زہری کو خلیفہ ہشام نے اپنے ولی عہد کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ تاریخی اعتبار سے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ہشام کا ولی عہد اس کا بھتیجا ولید بن یزید تھا جس کے زہری کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں تھے کیونکہ زہری نے ہشام کو اس کی بدروش کی وجہ سے اسے ولی عہد سے معزول کرنے کا کئی بار مشورہ دیا تھا جس کی خبر ولید بن یزید کو ہو گئی تھی اس بناء پر دونوں کے مابین عداوت کی خلیج حائل ہو گئی تھی اور ولید نے زہری کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا تھا لیکن ولید کے منصب خلافت پر جانشین ہونے سے پہلے ہی زہری وفات پا گئے تھے(۲)۔ گولڈ زیہر جسے زہری کے حرکات وسکنات کے جاننے کا دعویٰ ہے اسے زہری اور ولید کے مابین اتنا مشہور ومعروف واقعہ آنکھوں سے کیسے اوجھل ہو گیا البتہ زہری ہشام کی اولاد کے اتالیق اس وقت مقرر ہوئے جب وہ ہشام کے ہمراہ ۱۰۶ھ میں حج کے لیے تشریف لے گئے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے اس روایت کو غلط قرار دیا ہے اس بارے میں آپ کا تبصرہ یوں ہے۔ ''اگر چہ تاریخی اعتبار سے یہ غلط ہے تاہم یہ بات ہمارے لیے ادراک سے بالا ہے کہ اولاد ہشام کی تربیت سے زہری کس لیے مطعون ٹھہرے؟ کیا زہری کا اتالیق قرار دیا جانا اس سے بہتر نہیں کہ کسی غنڈے آوارہ مزاج اور اللہ اور رسول ﷺ کے دشمن کو یہ خدمت تفویض کی جاتی؟ تاریخ کے اوراق اس امر کے شاھد ہیں کہ ہشام کی اولاد نے روم میں شاندار فتوحات حاصل کی تھیں مختلف دیار وامصار میں انہوں نے اسلام کی دعوت وتبلیغ میں نمایاں حصہ لیا۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اولاد ہشام کے ان فضائل واوصاف میں ان کے استاذ امام زہری برابر کے شریک ہیں خصوصاً جبکہ مؤرخین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ ''زہری ایک عظیم سپاہی تھے اور وہ جہاد میں شرکت کے لیے سرزمین شام میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زہری فوجی لباس زیب تن کیا کرتے تھے''(۳)۔

۶۔ گولڈ زیہر نے امام زہری پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے

''انہوں نے خلیفہ یزید ثانی کے عہد خلافت میں منصب قضاء کو قبول کر لیا تھا اگر زہری متقی ہوتے امام شعبی اور دیگر صلحاء کی طرح اس منصب سے دور بھاگتے تھے۔''(۴)

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص:۹/۴۵۱
(۲) السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۲۲۲
(۳) السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۲۲۳
(۴) Gold, Muslim Studies , P:2/18

منصب قضا کے بارے میں علامہ ابن قدامہ رقمطراز ہیں:

''اسلام میں قضا ایک بلند منصب ہے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ لوگوں کے مابین فیصلہ کرنے کے لیے قضا کے عہدے کو قائم کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے بغیر لوگوں کے امور درست نہیں رہتے''①۔

اسلام میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ اللہ کی جانب سے قاضی مقرر ہوئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وأن احكم بينهم بما أنزل الله ولا تتبع أهواء هم﴾ ②

اور آپ ان کے مابین جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کے مطابق فیصلہ کیجئے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

نیز قولِ باری تعالیٰ

﴿فلا وربك لا يؤمنون حتىٰ يحكموك فيما شجر بينهم......﴾ ③

تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے جھگڑوں میں آپ کو حاکم تسلیم نہیں کرلیں۔

مصادر اسلامیہ میں آنحضرت ﷺ کے بے شمار فیصلے ملتے ہیں علاوہ ازیں خود رسول ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب معاذؓ بن جبل، حضرت معقلؓ بن یسار اور دیگر صحابہؓ کو قاضی مقرر کیا تھا۔ متعدد تابعین اموی خلافت میں منصب قضا پر مامور کیے گئے تھے۔ قاضی شریح، ابو ادریس خولانی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، حسن بصری، عبدالملک بن یعلی، مسروق، عمر بن عبدالعزیز، ابو بکر بن حزم، یحییٰ بن سعید، سلیمان بن حبیب، قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ اور دیگر تابعین اس منصب پر فائز ہوئے۔ جن کی عدالت اور ثقاہت پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے انہوں نے منصب قضا کو قبول کیا تھا کسی نے بھی ان کو یہ منصب قبول کرنے کی وجہ سے مطعون نہیں کیا۔

باقی رہی یہ بات کہ شعبی منصب قضاء سے نفرت کرتے تھے اور انہوں نے ابن اشعث کے ساتھ مل کر حجاج کے خلاف جنگ لڑی تھی یہ درست نہیں ہے۔ دراصل واقعہ یوں ہوا کہ شعبی نے حجاج کے خلاف نبرد آزما ہونے کے بعد، جب ابن اشعث کا فتنہ فرو ہوا، تو یزید بن عبدالملک کے حکم سے حجاج کے عہد ہی میں قضاء کا منصب قبول کرلیا تھا۔ گولڈ زیہر نے یہ بات بیان نہیں کی کہ شعبی نے اپنی زندگی کے آخری دور میں یہ منصب قبول کیا تھا۔ بعض تابعین اور تبع تابعین نے عہدہ قضاء سے احتراز کیا تھا جن میں ابوقلابہ، ابوحنیفہ، سفیان ثوریؒ وغیرہ شامل تھے دراصل ان کے پیش نظر رسول ﷺ کی حدیث تھی:

((من ولي القضاء أوجعل قاضيا بين الناس فقد ذبح بغير سكين)) ④

جسے لوگوں کے مابین قاضی بنایا گیا گویا اسے الٹی چھری کے ساتھ ذبح کیا گیا

ابن العربی مالکی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں:۔

---

① ابن قدامہ، المغنی، ص: ۳۴/۹　② المائدۃ: ۴۹/۵　③ النساء: ۶۵/۴

④ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الأحكام، باب ما جاء عن رسول الله ﷺ في القاضي، حدیث نمبر ۱۳۲۵، ص: ۳۲۱

"والولاية ليست بفرض على الأعيان و إنما هو على الكفاية فلو دعا الإمام الى العون جميع الناس فلم يقبلوا لأثموا و إذا قبل بعضهم أجروا و سقط الفرض عن الباقين" [1]

''منصب قضاء کو قبول کرنا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے۔ اگر خلیفہ سب لوگوں کو تعاون کی دعوت دیتے اور وہ قبول نہ کریں تو گناہ گار ہوں گے اور اگر بعض لوگ اس دعوت کو قبول کر لیں تو وہ اجر پائیں گے اور باقی لوگوں سے بھی یہ فریضہ ساقط ہو جائے گا''۔

ابن العربی بعض صحابہؓ کے قضاء کو قبول نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''آدمی جو نیک اعمال انجام دیتا ہے مناسب یہ ہے کہ ان میں ڈرتا رہے کہ مبادا اس سے کوتاہی سرزد ہوئی ہو۔ یا وہ اس لیے بارگاہ ربانی میں بار نہ پاسکیں کہ ان میں متعدد غلطیاں شامل ہوگئی ہوں۔ یہ ان عبادات کا حال ہے، جو انسان کی اپنی ذات تک محدود ہیں۔ پھر حقوق العباد کا کیا بنے گا۔ جو انسان کے گلے کا ہار ہیں ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ ڈرنا چاہیے اور مقابلۃً ان میں زیادہ احتراز و اجتناب لازم ہے'' [2]۔

ابن فرحون لکھتے ہیں:۔

"واعلم ان كل ماجاء من الاحاديث فيها تخويف و وعيد فإنما هى فى حق قضاء الجور العلماء أو الجهال الذين يدخلون أنفسهم فى هذا المنصب بغير علم ففى هذين الصنفين جاء الوعيد" [3]

جن احادیث میں منصب قضا قبول کے بارے میں وعید آئی ہے وہ یا تو ان عالم قاضیوں کے بارے میں ہے جو ظالم ہوں۔ یا ان جاہل قضاۃ سے متعلق ہے جو علم کے بغیر اس منصب پر فائز ہو گئے ہوں۔ وعید ان دونوں قسم کے قاضیوں کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔"

یہ بیانات اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ منصب قضاء سے کسی شخص کی عدالت ساقط نہیں ہو جاتی جیسے گولڈ زیہر کا دعویٰ ہے بخلاف ازیں یہ منصب عزت وعظمت کا موجب ہے اور اگر اس منصب میں فضیلت کا پہلو صرف یہ ہو کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں قاضی، رسول اللہ ﷺ کا قائم مقام ہوتا ہے تو اس کی شرافت وفضیلت کے لیے یہی امر کافی ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ بہت سے علماء نے اس منصب کو ٹھکرایا بھی تھا بعض علماء اس کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے مختلف حوادث و آلام میں مبتلا کیے گئے ان کے اس منصب کو ٹھکرانے کی وجہ یہ نہ تھی کہ آدمی اس سے ساقط العدالت اور مجروح ہو جاتا ہے۔ بخلاف ازیں ورع و زھد کے جذبات نے ان کو ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا مبادا وہ لوگوں کے حقوق اپنے سر پہ لیے بارگاہ خدا میں حاضر ہوں [4]۔

۵۔ احادیث کی اسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بہت بعد کی پیداوار ہے۔

---

[1] ابن العربی، شرح کتاب القضاء للترمذی، ص:۱/۹

[2] ابن العربی، شرح کتاب القضاء للترمذی، ص:۱/۹

[3] ابن فرحون، تبصرۃ الحکام، ص:۱/۹

[4] السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص:۲۲۳

مستشرقین اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ احادیث کی صحت اور ضعف کا دارومدار اسناد پر ہے اگر اسناد متصل اور قوی ہے تو حدیث قابل اعتبار اور قابل عمل ٹھہرتی ہے وگرنہ حدیث ساقط الاعتبار اور ناقابل عمل ہوتی ہے۔ اسناد کی اسی اہمیت کے پیش نظر انہوں نے اسناد کے بارے میں مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کسی نے اسے فرضی اور بے حقیقت قرار دیا ہے اور اگر کسی نے اس کی حقیقت کو تسلیم بھی کیا ہے لیکن اس نے اس کے بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے کہ اسناد کا آغاز دوسری صدی ہجری کے اختتام یا تیسری صدی ہجری کے وسط سے ہوا ہے جس سے ان کا مقصد اسناد کو مشکوک بنانا ہے اور نتیجۂ احادیث خود بخود پایہ اعتبار سے گر جائیں گی۔

مشہور مستشرق سپرنگر' اسناد کے بارے میں دیگر مستشرقین کے نظریات یوں بیان کرتا ہے:

"Among the orientalists there have been differences of opinion about the beginning of 'isnad'. According to Caetani, 'Urwah (d. 94), the oldest systematic collector of traditions as quoted by Tabari, used no isnads and quoted no authority but the Qur'an. Caetani, therefore, holds that in the time of 'Abd al-Malik (d. 70-80), more than sixty years after the Prophet's death, the practice of giving isnad did no exist. So, he concludes that the beginning of the isnad system may be placed in the period between 'Urwah and Ibn Ishaq (d. 151). In his opinion the greater part of the isnad was put together and created by traditionalists belonging to the end of the second century, and perhaps also by those belonging to the third.

Sprenger has also pointed out that the writing of 'Urwah to 'Abd al-malik does not contain isnad and it was only later that he was credited with it".[1]

مستشرقین کے ہاں اسناد کی ابتدا کے بارے میں رائے کا فرق رہا ہے۔ کاکتانی کے مطابق عروہ (۹۴ھ) جو مربوط روایات کا سب سے قدیم جمع کنندہ ہے جیسا کہ طبری نے نقل کیا ہے' نے قرآن کے علاوہ اسانید بیان کی ہیں اور نہ کوئی مصدر نقل کیا ہے۔

کاکتانی کا خیال ہے کہ عبدالملک کے عہد (۷۰-۸۰ھ) میں یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات کے ساٹھ سال بعد احادیث کی اسناد بیان کرنا مستعمل نہیں تھا، اس لئے وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اسناد بیان کرنے کا سلسلہ عروہ اور ابن اسحاق (۱۵۱ھ) کے دور کے درمیان شروع ہوا ہوگا۔ اس کے خیال میں کتب سنت میں موجود اسناد کی کثیر تعداد ان راویوں نے جمع کی اور پیش کی جو دوسری صدی کے اختتام یا شاید تیسری صدی سے تعلق رکھتے تھے۔

سپرنگر یہ بھی بیان کرتا ہے کہ عروہ کی عبدالملک سے خط و کتابت میں اسناد نہیں تھیں اور اسے اس دور کے بعد اس کو عروہ سے منسوب کیا گیا ہے۔

منٹگمری واٹ' احادیث کی اسناد کے بارے میں یوں تبصرہ کرتا ہے۔

---

[1] Robson, The Isnad in Muslim Traditions, p: xv/18,19

"The insistence on complete chains is to be associated with the teaching of ash-shafi-i, who was roughly a contemporary of al-Waqidi. Once it became fashionable to give complete insads, scholars must have been tempted to extend their chains backwards to contemporaries of Muhammad. Even when thus added to the chains, however, their additions may have been sound, since they probably knew in a general way where their predecessors had obtained information. This means only that we cannot rely so fully on the early links of the chains as on the later ones."[1]

احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کو "الشافعی" کی تعلیمات کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے جو تقریباً واقدی کے ہم عصر تھے۔ جب احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کا رواج ہو گیا تو لازماً علماء کی یہ خواہش ہوتی ہو گی کہ وہ اپنی اسناد کو حضرت محمد (ﷺ) کے صحابہ تک پہنچائیں۔ خواہ انہیں اپنی اسناد میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا پڑے۔ تاہم اس قسم کے اضافوں کو بھی قابل اعتبار سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ غالباً وہ عام طور پر جانتے تھے کہ ان کے پیشرووں نے یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم جس طرح اسناد کی آخری کڑیوں پر اعتبار کر سکتے ہیں اس طرح ان کی ابتدائی کڑیوں پر اعتبار نہیں کر سکتے۔

جوزف شاخت احادیث کی اسانید پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے:

"احادیث کی اسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی ہے...... یہ سب کو معلوم ہے کہ اسانید ابتدائی شکل میں شروع ہو کر تیسری صدی ہجری کے نصف ثانی میں اپنے درجہ کمال کو پہنچیں۔ اسانید کا زیادہ تر حصہ ایسا ہے جو معمولی توجہ کا بھی مستحق نہیں ہے جو جماعت اپنی راویوں کو متقدمین سے منسوب کرنا چاہتی وہ اپنی پسندیدہ شخصیات کا انتخاب کر کے اسناد میں شامل کر دیتی"۔[2]

درحقیقت مستشرقین اسناد (حدیث) کے بارے میں مختلف مغالطوں کا شکار ہیں امیر کائتانی کا کہنا ہے کہ تاریخ طبری میں عروہ بن زبیرؓ کے اقتباسات میں اسناد کا ذکر نہیں ہے درست نہیں ہے اس لئے کہ تاریخ طبری کے علاوہ بہت سی کتب احادیث میں عروۃ کے رسائل کا تذکرہ ملتا ہے[3]۔ بلکہ تاریخ طبری کے ایک اقتباس میں عروہ نے حضرت عائشہؓ کا حوالہ بھی نقل کیا ہے[4]۔

دراصل عروہ کے مصادر کی کھوج لگانے میں بڑی مشکل عروہ کی مستقل تالیف کی عدم دستیابی ہے۔ مصادر میں صرف اقتباسات کی صورت میں آپ کے رسائل کا کچھ حصہ موجود ہے۔ چونکہ عروہ کے عہد میں بہت سے صحابہؓ موجود تھے اور عموماً آپ کے اقوال کا

---

① Watt, Muhammad At Madina, p:338

② Schacht, The Origins, P:163

③ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۸، ۳۳۱

④ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۲۱۲

مصدر صحابہ کرامؓ تھے اس لئے آپ کے اقوال کی اسناد میں صرف صحابہؓ تھے بہت ممکن ہے انہوں نے انہیں حذف کر دیا ہو۔ علاوہ ازیں عروہ کی کتاب کے ناقلین میں سے امام زہری ہیں، امام زہری کی ان روایات میں عروہ کبھی مفرد اسناد استعمال کرتے ہیں اور کبھی مرکب (۱) لہٰذا کائتانی اور سپرنگر کا دعویٰ غلط ہے کہ عروہ اسناد استعمال نہیں کرتے تھے۔

ہورووٹز (Horovitz) نے بھی مختلف دلائل سے کائتانی اور سپرنگر کے دعویٰ کو غلط ثابت کیا ہے۔ بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ احادیث میں اسناد کی ابتدا پہلی صدی ہجری کی ثلث اخیر میں ہوئی ہے (۲)۔

مستشرقین میں سے روبسن (Robson) نے بھی اسناد کے بارے میں قدرے تفصیلی گفتگو کی ہے جس کا ماحاصل یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں اسناد کے مشابہ چیز موجود تھی کیونکہ اس وقت بہت سے صحابہ کرامؓ وفات پا چکے تھے اور جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ ﷺ کے بارے میں قصے بیان کرتے ہونگے اور قدرتی طور پر کچھ سامعین نے ان سے ان کے مصادر یا ان کے بارے میں معلومات طلب کی ہونگی، جن کو انہوں نے براہ راست آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا تھا۔ البتہ اسانید کا واضح نظام کا ارتقاء بتدریج ہوا ہوگا...... ہمیں اس بات کا علم ہے کہ دوسری صدی ہجری کے نصف اول میں ابن اسحاق اپنی بیشتر معلومات بغیر اسناد کے مہیا کر سکا اور باقی مکمل حالت کو نہ پہنچ سکی۔ اس کے پیشرو اپنی معلومات کو ضبط تحریر میں ان سے کم تھے لیکن اس کے باوصف ہم یہ خیال کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں گے کہ ہم یہ کہیں کہ اسناد زہری کے عہد کی پیداوار ہے اور عروہ کے دور میں اس کا وجود نہیں تھا (۳)۔

روبسن کی اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ حقیقت تسلیم کرتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں کسی نہ کسی شکل میں اسناد کا وجود تھا اور یہ اس نے دیگر مستشرقین کے اس نظریہ کو غلط قرار دیا ہے کہ ابن اسحاق کے عہد میں اسناد کا کوئی وجود نہیں تھا۔ تاہم وہ اسناد کے مستقل نظام کو مؤخر قرار دیتا ہے۔

منٹگمری واٹ کا اسناد کے بارے میں تبصرہ اصول حدیث سے اس کی کلیۃً جہالت کا نتیجہ ہے، گویا کہ وہ اسناد کو پہلی صدی ہجری کے آخر یا دوسری صدی ہجری کے آغاز کا دور قرار دیتا ہے۔ ایک دوسرے مستشرق کا گذشتہ موقف اس کے ابطال کے لئے کافی ہے۔

منٹگمری کا بظاہر یہ دعویٰ ہے کہ مسلمان احادیث وضع کرتے تھے بلکہ وہ اس بات کا دعوے دار ہے کہ مسلمان احادیث کی اسناد گھڑا کرتے تھے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ اسناد کے ذریعہ احادیث قابل اعتماد ٹھہرتی ہیں اور جب اسناد ہی مشکوک ہو جائیں گی تو احادیث خود بخود ساقط الاعتبار ہو جائیں گی۔

باقی شاخت کے اسناد کے بارے میں مفروضہ کی بے مائیگی کا اندازہ گذشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے مزید اس مفروضہ کے بارے میں یہ کیا جا سکتا ہے کہ شاخت نے فقہ اور حدیث کی کتب سے ایسے مسائل کا انتخاب کیا ہے جو اسانید کے بحث اور مطالعہ کے

---

(۱) ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۲۱۲، ۴/۳۲۳ ◉ الطبری، التاریخ، ص: ۱/۱۵۲۹، ۱۲۳۴، ۱۵۴۹

(۲) Horouitz, Alter and Ursprung des isnad, p: xiii/47

(۳) Robson, Isnad in Muslim Tradition, p: 21

لئے کارآمد نہیں اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ محدثین اسانید اور متون اور ان کے درجات وغیرہ کی تعین کرتے ہیں اور فقہاء کا اصل کام یہ ہے کہ وہ فقہی مسائل کا استنباط کریں۔ شاخت کے نتائج تحقیق حقیقت سے بعید اور غلط ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اسانید کے مطالعہ میں غیر متعلق موضوعات کو مدنظر رکھتے ہیں، مگر پھر بھی یہ غلط نتائج ان کے مطلوبہ مقاصد کی تکمیل نہیں کرتے [1]۔

شاخت نے اپنے مفروضہ کے پیش نظر اسناد کے بارے میں ابن سیرین کے اثر [2] کو موضوع قرار دیا ہے۔

اس بارے میں شاخت کہتا ہے:

''اسناد کا رواج دور فتنہ سے شروع ہوا جب تحقیق و تفتیش کے بغیر لوگوں کا اعتبار جاتا رہا ہم بعد میں دیکھیں گے کہ دور فتنہ جو (اموی خلیفہ) ولید بن یزید (۱۲۶ھ) کے قتل کے ساتھ شروع ہوا۔ اموی سلطنت کے خاتمہ کی طرف اچھے دور کے خاتمہ کی ایک رواجی تاریخ ہے۔ جس میں آنحضرت (ﷺ) کی سنت مستعمل تھی اور جب کہ ابن سیرین کی تاریخ وفات ۱۱۰ھ ہے اس لئے ہمیں یہ اخذ کرنا چاہیے کہ ابن سیرین کی طرف اس کلام کی نسبت صحیح نہیں اس لئے یہ اثر موضوع ہے تاہم کسی بھی صورت میں یہ خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ہم یہ قبول کریں کہ اسناد استعمال کرنے کا عمل دوسری صدی ہجری سے پہلے کا ہے'' [3]۔

شاخت کی ساری دلیل اپنے وضع کردہ لفظ فتنہ کی تفسیر پر منحصر ہے۔ فتنہ کی یہ تفسیر اس کی خواہشات پر مبنی ہے درحقیقت اسلامی تاریخ میں ۱۲۶ھ (ولید بن یزید کے قتل کی تاریخ) کبھی بھی رواجی نہیں رہی اور نہ ہی اسے اچھے دور کے خاتمہ شمار کیا جاتا ہے یہ دور صرف خلفائے راشدین تک محدود ہے۔

مزید برآں اس تاریخ سے قبل بھی کئی قسم کے فتنے برپا ہوئے ۷۰ھ میں عبدالملک بن مروان اور ابن زبیرؓ کے درمیان خانہ جنگی ہوئی اور اس جنگ سے قبل بھی سب سے بڑی جنگ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین ہوئی جس نے مسلمانوں کے درمیان ایک خلیج پیدا کر دی جو اب تک موجود ہے۔ اس جنگ کے بارے میں طٰہٰ حسین نے بجا طور پر کہا ہے کہ یہ اسلامی تاریخ کی سب سے خونخوار لڑائی تھی [4]۔

ان حقائق کی روشنی میں اس فتنہ کی تفسیر ولید بن یزید کے قتل کے فتنہ پر کرنی کیسے درست ہوسکتی ہے لیکن اگر اپنی خواہشات کی

---

(۱) مصطفیٰ اعظمی نے شاخت کے مذکورہ مفروضہ پر مدلل گفتگو کی ہے اور اسے غلط قرار دیا ہے۔ دراسات فی الحدیث، ص: ۳۹۸

(۲) آپ کا قول ہے: کم یکونوا یسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم۔۔۔۔ "۔ المسلم، مقدمہ الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۲۷، ص: ۱۰

(۳) Schacht, Origins, p: 36 (۴) طٰہٰ حسین، الفتنۃ الکبریٰ، ص: ۵ (۵) Nicholson, History of the Arabs, p:193

(۵) کیونکہ ابن سیرین ۳۳ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے دو سال قبل پیدا ہوئے اور فتنہ ابن زبیرؓ ۷۵ھ میں عبدالملک بن مروان کے عہد میں وقوع پذیر ہوا۔

اتباع کرنی ہو اور تاریخی حقائق کو پس پشت ڈالا مقصود ہو تو یہ بھی ممکن ہے کہ اس فتنہ کی تفسیر ہلاکو اور تاتار کے فتنہ سے کی جائے۔ جبکہ روبسن اس فتنہ کی تفسیر ابن زبیرؓ کے فتنہ سے کرتا ہے انہوں نے ابن سیرین کی تاریخ ولادت ⑤ اور مؤطا امام مالک میں موجود لفظ فتنہ (جو کہ فتنہ ابن زبیرؓ کی طرف اشارہ کرتا ہے) سے استدلال کیا ہے ①۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ ابن سیرین کے کلام میں فتنہ سے مراد حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے مابین ہونے والے جنگ (صفین) مراد ہے جس کے نتیجہ میں امت میں فتنہ برپا ہوا اس کے درج ذیل دلائل ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے مابین ہونے والی جنگ صفین کے بعد وضع حدیث کا دروازہ کھلا اور فریقین میں سے غلط قسم کے لوگوں نے بالعموم اور حضرت علیؓ کے متبعین نے بالخصوص احادیث وضع کیں ②۔ چنانچہ اس وقت سے محدثین اپنے مشائخ کے انتخاب میں احتیاط کرنے لگے۔

۲۔ ابن سیرین کا بیان اس رائے پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ ان کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اس عمل کو اپنے دور سے قبل تصور کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے پوری نص میں غائب کی ضمائر استعمال کی ہیں اور ضمیر متکلم کو استعمال نہیں کیا حالانکہ لغت عربیہ میں اس کا استعمال عام تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے قول میں شروع کے عہد کے عمل کی نشاندہی ہوتی ہے۔

نیز یہ کہ ابن سیرین کے قول "ما کانوا یسألون......" میں اس بات کی نشاندہی ہو رہی ہے کہ محدثین اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے یہ نہیں کہا کہ اسناد اس وقت موجود ہی نہیں تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسانید کا استعمال اس وقت معروف تھا۔ بات صرف یہ تھی کہ لوگ اسناد کے بارے میں بحث و تمحیص نہیں کرتے تھے اور راوی پر چھوڑ دیا جاتا کہ وہ اپنا ماخذ بیان کرے یا نہ کرے۔

معلوم ہوا اسناد کی ابتدا کو دوسری یا تیسری صدی ہجری قرار دینا غلط ہے نیز یہ کہ ابن سیرین کے قول کو بلا تحقیق اور بلا دلیل موضوع قرار دینا قرین صواب نہیں۔ باب ثالث میں بدلائل یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اسناد کا آغاز عہد رسالت میں ہو چکا تھا اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حدیث نبوی میں اسناد کا باقاعدہ آغاز ہوا تھا ③۔

۶۔ احادیث کی تدوین ڈیڑھ صدی بعد عمل میں آئی۔

مستشرقین نے تدوین حدیث کو دوسری صدی ہجری قرار دے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ تاریخ اسلام کے ابتدائی ادوار میں چونکہ احادیث مدون نہیں ہوئی تھیں اور ان کی تدوین ڈیڑھ دو صدی بعد عمل میں آئی اس لئے حدیث کو دین اسلام کا مصدر ثانی

---

① المالک، الموطا، کتاب الحج، باب ماجاء فیمن أحصر بعدو، حدیث نمبر ۹۹، ص: ۴۳۶
② تفصیل کے لئے دیکھئے الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۳۲۰
③ دیکھئے صفحہ نمبر ۴۸۳
④ انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا، ص: ۹۲۱/۹

قرار دینا درست نہیں۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا کے مقالہ "محمد" میں صاحب مقالہ رقمطراز ہیں:

"پس ابتدائی دور میں تعلیم کا انداز تقلیدی اور رسمی تھا چنانچہ احادیث نبویہ دوسری صدی ہجری میں تحریر لائی گئیں" ⓘ

بقول شاخت

"حدیث نبوی دوسری صدی ہجری کے وسط تک موجود نہیں تھی اور جب حدیث کو جمع کیا گیا اس وقت وہ اصلی حالت میں موجود نہیں تھی بلکہ اس میں معاشرہ کی عادات شامل ہو چکی تھیں" ①

مستشرقین اسلام کے ابتدائی عہد میں احادیث کے نہ لکھے جانے کے نظریے کی تائید مختلف مفروضات سے کرتے ہیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ عرب پڑھنے لکھنے سے بالکل بے بہرہ تھے، تہذیب وتمدن سے نا آشنا تھے اور بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کبھی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے احادیث لکھنے کی سختی سے ممانعت فرما دی تھی، اور صحابہ کرامؓ اور تابعین میں بکثرت لوگ ایسے تھے جو کتابت احادیث کے مخالف تھے۔ اس لئے ان حضرات نے احادیث کو لکھنے کی کوشش نہیں کی لہذا ان میں کتابت حدیث کا رواج پذیر ہونا ناممکن تھا۔ ان مفروضات کی بنیاد پر وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حدیث کی تدوین دوسری صدی یا تیسری صدی ہجری میں ہوئی۔

جہاں تک ان کے پہلے مفروضے کا تعلق ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر فواز سزگین رقمطراز ہیں۔

"اسلام سے ایک صدی قبل کے شعراء کی روایات سے ہم کو کم از کم یہ پتہ چلتا ہے کہ "دواوین" سے روایت ان کے ہاں ایک رائج طریقہ تھا اور بعض شعراء کو تو لکھنے کی بھی عادت تھی...... زہیر بن ابی سلمہ شاعر خود اپنے قصائد کی تنقیح کیا کرتے تھے ...... یہ نظریہ کہ جاہلی شاعری کا سارا ذخیرہ زبانی روایات پر مبنی ہے دور جدید ہی کی تخلیق ہے اسی طرح یہ بھی ایک غلط خیال ہے کہ حدیث کی روایت محض زبانی ہوتی رہی ہے بلکہ صدر اسلام میں نصوص مدونہ کو روایت کرنے کا رواج دور جاہلیہ کی عادت پر مبنی ہے" ②۔

عربوں میں نوشت وخواند کے رواج کے متعلق ڈاکٹر محمد عجاج لکھتے ہیں۔

"تدل الدراسات العلمية على أن العرب كانوا يعرفون الكتابة قبل الإسلام فكانوا يؤرخون أهم حوادثهم على الحجارة" ③

علمی تحقیقات اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل عرب اسلام سے قبل لکھنا جانتے تھے اور وہ اپنی اجتماعی زندگی کے اہم واقعات کو پتھروں پر لکھتے تھے۔

درج بالا اقتباسات قبل از اسلام عرب میں کتابت کے رواج پانے کا پتہ دیتے ہیں اور ظہور اسلام کے بعد اسلامی تعلیمات

---

① Schacht, The Origins, p. 163

② فواد سزگین، مقدمہ تاریخ تدوین حدیث، ص:۳/

③ محمد عجاج، السنہ قبل التدوین، ص: ۲۹۵

نے جہاں زندگی کے دیگر شعبوں میں دور رس تبدیلیاں کیں وہاں اس نے عربوں کی علمی حالت میں بھی ایک انقلاب برپا کیا قرآن کی بے شمار آیات کتابت اور علم کے تعلق کو ظاہر کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فن کتابت کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا اور کسی بھی مرحلے پر فن کتابت کو بحیثیت فن کے نظر انداز نہیں کیا۔

آنحضرت ﷺ کی فن کتابت کی حوصلہ افزائی اور ترغیب کی بدولت عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ نے دیگر ذرائع کے ساتھ ساتھ کتابت کے ذریعے احادیث کو محفوظ کیا اور اپنے لئے خاص صحائف تیار کر لئے۔

علاوہ ازیں عہد بنو امیہ میں بے شمار صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے پاس احادیث کے تحریری مجموعے تھے ①۔

باقی رہا احادیث لکھنے کی ممانعت کا مسئلہ تو اس بارے میں یہ معلوم ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ سے کتابت حدیث کی ممانعت کی روایات منقول ہیں اسی طرح آپ ﷺ سے کتابت حدیث کی اجازت کے بارے میں بھی بے شمار روایات مروی ہیں ②۔

روایات کے مابین اس تعارض کے بارے میں محمد بن علوی رقمطراز ہیں:

"ہمیں دیکھنا ہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت پر دلالت کرنے والی احادیث کا زمانہ مقدم ہے یا ان احادیث کا جن میں کتابت حدیث کی اجازت دی گئی ہے اگر ممانعت والی احادیث ابتدائی زمانے کی ہوں اور اجازت والی احادیث بعد کے زمانے کی تو مسئلہ ہی حل ہو جاتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ جن احادیث میں کتابتِ حدیث کی اجازت ہے وہ مقدم ہیں اور ممانعت والی مؤخر تو اس سے وہ حکمت ہی فوت ہو جاتی ہے جس کے تحت احادیث لکھنے کی ممانعت کی گئی وہ حکمت یہ تھی کہ قرآن کریم اور حدیث میں التباس پیدا نہ ہو جائے جیسے کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان سے ظاہر ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((أمحضوا كتاب الله و أخلصوه)) ③

کتاب اللہ کو ہر قسم کے شائبہ التباس سے پاک رکھو۔

قرآن اور حدیث کے درمیان ابتدائی دور میں التباس کا خدشہ تھا اس لئے احادیث کی کتابت سے منع کر دیا گیا تاکہ لوگ قرآن کریم کی طرف بھرپور توجہ دیں اور کتابت قرآن کے ساتھ کتابت حدیث کی وجہ سے دونوں میں التباس پیدا نہ ہو لیکن یہ بات ناقابل فہم ہے کہ ابتدا میں تو احادیث لکھنے کی اجازت ہو اور جب کتابت فن عام ہو گیا اور قرآن و حدیث میں التباس کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا تو احادیث لکھنے کی ممانعت کر دی گئی اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ ممانعت والی احادیث اجازت والی احادیث سے مقدم ہیں اور ممانعت

---

① تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۹۹
② تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۷۹
③ ابن علوی، المنہل اللطیف، ص: ۱۸
④ دیکھئے صفحہ نمبر ۱۹۷

والی احادیث منسوخ ہیں۔ علماء نے ان احادیث کے مابین تعارض کو دور کرنے کی بہت سی توجیہات بیان کی ہیں(۳)۔ صحابہؓ اور دیگر تابعین کا کبھی احادیث لکھنے کی طرف مائل ہونا اور پھر اس کام سے کنارہ کشی اختیار کرنا صرف اس لئے تھا کہ آپ ﷺ نے احادیث کو لکھنے کی صرف اجازت فرمائی تھی نہ حکم دیا تھا اور نہ منع فرمایا تھا گویا کہ احادیث کو لکھنے یا نہ لکھنے کا عمل ان کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

مزید برآں کتابت حدیث کے جواز اور ممانعت کا موقف اختیار کرنے والے دو مختلف فریق نہیں ہیں بلکہ جو لوگ ایک طرف حدیث کی کتابت سے منع کرتے ہیں بعینہ وہی حضرات دوسری طرف اس کی اجازت بھی دیتے ہیں اور عملاً خود احادیث کو لکھتے بھی تھے۔ ان کا یہ رویہ قرآن و حدیث کی حفاظت کی خاطر تھا جب انہیں احادیث کے ضائع ہو جانے کا خیال پیدا ہوتا تو وہ کتابت احادیث کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے اور اس کی کتابت پر زور دیتے اور جب ان کے ذہن میں یہ خیال آتا کہ کہیں ان کے ان عمل سے احادیث میں کوئی غلطی نہ ہو جائے یا اس کی کتابت کے اہتمام سے قرآن کریم کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ نہ جائے تو وہ کتابت سے لوگوں کو روکتے اور بعض حضرات اپنے پاس موجود کتابت شدہ احادیث کو مٹا دیتے یا جلا دیتے تھے۔

ان دلائل اور حقائق کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے کتابتِ حدیث کی ممانعت، تدوین حدیث کے راستے میں رکاوٹ نہیں تھی۔ اس لئے مستشرقین نے جو یہ تأثر دینے کی سعی کی ہے کہ دور اول کے مسلمانوں میں لکھے پڑھے لوگوں کی کمی تھی اور حضور ﷺ نے انہیں احادیث لکھنے سے روک بھی دیا تھا اس لئے انہوں نے حدیث کی تدوین کا اہتمام نہیں کیا یہ دونوں مفروضے درست نہیں۔

امر واقعہ ہے کہ تدوین حدیث جس کی ابتدا عہد رسالت میں ہو چکی تھی خلفائے راشدین کے دور میں تدوین کا یہ کام مسلسل جاری رہا اور پھر عہد بنو امیہ میں تو مصادر سے بے شمار تحریری ذخیرہ احادیث کا تذکرہ ملتا ہے۔ نیز مسلمانوں نے اپنے مصدر ثانی کی حفاظت کے معاملے میں کبھی کوتاہی نہیں کی البتہ انہوں نے ہر زمانے میں اس کی حفاظت کا وہی طریقہ استعمال کیا جو اس زمانے کے تقاضوں پر پورا اترتا تھا اور جب حالات کا نقشہ تبدیل ہوتا اور دین کی حفاظت کے لئے نئے ذرائع استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو انہوں نے وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جہاں تک شاخت کا یہ دعویٰ ہے کہ حدیث میں معاشرہ کی عادات شامل ہو چکی تھیں۔ گذشتہ سطور میں اس دعویٰ کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جا چکا ہے۔

☆ ☆

بحث ثانی

مستشرقین کے اعتراضات کے اسباب ومحرکات اور مقاصد

مستشرقین کے اعتراضات کے اسباب ومحرکات اور مقاصد

عالم اسلام جب سیاسی انتشار کا شکار ہوا۔ تو یہی انتشار عالم اسلام کے معاشرتی، اخلاقی، تہذیبی اور ثقافتی تنزل کا باعث ہوا۔ اور اہل مغرب کی ہمتیں بڑھنا بھی شروع ہوگئیں۔ جب اندلس مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا تو اہل مغرب نے صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع کیا، صلیبی جنگوں کے کافی عرصہ بعد جب انہیں سیاسی عروج حاصل ہونا شروع ہوا تو انہوں نے ایشیا، افریقہ اور بہت سے دوسرے مشرقی علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے نتیجہ میں ان مشرقی علاقوں میں مغربی تہذیب وتمدن کا غلبہ ہونا شروع ہو گیا۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہا۔ جس کا سلسلہ اب بھی جاری و ساری ہے۔ آہستہ آہستہ مسلم تہذیب و ثقافت مغلوب ہونا شروع ہوگئی۔ اس غلبے نے مستشرقین کو خوب موقع فراہم کیا۔ اور انہوں نے مسلمانوں کی زبانوں سے واقفیت حاصل کرنا شروع کر دی۔ تا کہ وہ اسلامی علوم اور مسلمانوں کے اصل مصادر میں کمزوریوں کو وجہ بنا کر شکوک وشبہات مسلمانوں میں پیدا کریں۔ چنانچہ مستشرقین نے مسلمانوں کے سیاسی انتشار، زوال و انحطاط سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیرت طیبہ، احادیث نبویہ اور بہت سے دوسرے اسلامی علوم پر اعتراضات اور جرح وتنقید کرنے کی ٹھان لی۔

اسلام اور اس کے مأخذ پر مستشرقین کی طرف سے کیے جانے والے اعتراضات کے بارے میں محققین اور مفکرین نے ان کے مختلف اسباب ومحرکات اور مقاصد بیان کیے ہیں۔ ذیل میں ان کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

❁ اسباب ومحرکات

دینی و مذہبی محرک:

دینی محرک واضح ہے کہ اس کا سب سے بڑا مقصد مذہب عیسوی کی اشاعت وتبلیغ اور اسلام کی ایسی تصویر پیش کرنا ہے کہ عیسائیت کی برتری اور ترجیح خود بخود ثابت ہو اور نئے تعلیم یافتہ اصحاب اور نئی نسل کے لئے اس میں کشش پیدا ہو۔ ان کے بقول نعوذ باللہ اسلام دورِ جدید کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ ﷺ کے احکام وفرامین اس دور تک محدود تھے۔ اب وہ دور گزر چکا ہے کہ اس کے مقاصد پورے ہو چکے ہیں لہذا وہ قوانین اور ضابطے موجودہ دور پر منطبق نہیں کیے جا سکتے۔ کیونکہ عصر حاضر کے تقاضوں اور سابقہ ادوار کے مقاصد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی نے نئی نت ایجادات کی ہیں۔ لہذا یہ کوئی عقل مندی نہیں کہ ہم فرسودہ نظام حیات کو اس ترقی یافتہ دور کی موجودگی میں گلے لگالیں۔ اور اسے من وعن قبول کر لیں۔

چنانچہ اکثر استشراق اور تبلیغ ساتھ ساتھ چلتے ہیں مستشرقین کی بڑی تعداد اصلاً پادری ہے۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد نسلاً و مذہباً یہودی ہے[1]۔

---

① السباعی، المستشرقون والاسلام، ص: ۷ ◉ عبدالرحمٰن حسن، أجنحة المكر الثلاثة، ص: ۹۱

دینی محرک کی نوعیت کا اندازہ کرنا ہو تو ایک مصری فاضل ڈاکٹر محمد البہی کے وہ خیالات جو اکثر و بیشتر مستشرقین کی کتابوں کا قدر مشترک اور ان کے خیالات کا عکس ہے۔ قابل ذکر ہیں:

''اسلامی تعلیمات کا نافذ نہ کر سکنا، اجتماعی ضرورت کا عین تقاضا ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے روز بروز بدلتی ہوئی زندگی کے ان حالات کا جن کو اسلام اپنی تعلیمات کی روشنی میں اپنے مطابق نہیں بنا سکا۔ اور ان کے اور اسلامی تعلیمات کے درمیان ہم آہنگی نہیں پیدا کر سکا۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے پر زور دینے کے معنی اس زمانے میں اس کے سوا کچھ اور نہیں ہیں کہ زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔ تمدن جدید کے وسائل سے فائدہ اٹھانے میں دُنیا سے پیچھے رہ جائیں۔ مسلمان ممالک میں غربت، بیماریوں اور جہالت کو بخوشی گوارا کیا جائے۔ جیسا کہ اس وقت سعودی حکومت میں حال ہے۔ یہ وہ تنہا اسلامی ملک ہے۔ جس نے سرکاری طور پر عمل کیا ہے۔ اس لئے وہ اس بات کا نمونہ ہے کہ اسلام پر عمل کرنے سے کیا نتائج پیدا ہو سکتے ہیں''[1]۔

سیاسی محرک:

اس محرک کے بارے میں مولانا محمد علی صدیقی یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

''سیاسی محرک یہ ہے کہ عالم اسلامی اور عربی ممالک کی آزادی کے بعد ان اسلامی اور عربی ملکوں میں مغربی حکومتوں کی جانب سے جو سفارتخانے کھولے جاتے ہیں ان میں سیکرٹری کے درجے کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو عربی زبان پر پورا عبور رکھتے ہیں۔ تا کہ وہ اس ملک کے مفکرین، صحافیوں اور سیاسی لیڈروں تک رسائل حاصل کر سکیں۔ یہ گویا مغربی حکومتوں کا ہراول دستہ (pioneer) ہوتے ہیں۔ مغربی حکومتوں کو علمی کمک اور رسد پہنچانا ان کا کام ہے۔ وہ ان مشرقی اقوام و ممالک کے رسم و رواج، طبعیت و مزاج، طریق بود و باش اور زبان و ادب بلکہ جذبات و نفسیات کے بارے میں صحیح اور تفصیلی معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ تا کہ ان میں مغربی حکومتوں کو اپنے جراثیم فساد پھیلانا آسان ہو۔ عربی ممالک کی باہمی آویزش اور اسلامی مُلکوں کی شکر رنجی اسی دسیسہ کاری کا نتیجہ ہے[2]۔''

اقتصادی محرک:

مذہبی اور سیاسی محرکات کے ساتھ تجارتی مفادات بھی تحریک استشراق سے وابستہ تھے۔ اقوام یورپ اور مشرقی ممالک میں رابطہ کی ابتدا تجارتی تعلقات سے ہی ہوتی تھی۔ بہت سے مستشرق مصنفین اسلام، اہل اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف معاندانہ خیالات کو ایک کامیاب پیشہ کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔ ان مستشرق مصنفین کی جو کتب مشرقیات اور اسلامیات پر لکھی جاتی ہیں۔ یورپ اور ایشیا میں ان کی بہت بڑی منڈی ہے۔ ان مصنفین کو ان کے اس کام میں حوصلہ اور ہمت افزائی اور اپنی حکومت کی سرپرستی

---

① البہی، الفکر الاسلامی الحدیث، ص:۱۸۳

② الصدیقی کاندھلوی، معالم القران، ص،۱۰/۳۸۹ ◉ عبدالرحمن حسن، أجنحة المکر الثلاث، ص:۹۵ ◉ السباعی، الاستشراق والمستشرقون، ص:۱۸

حاصل ہوتی ہے۔ ان کی تصنیفات کی بڑی تیزی کے ساتھ یورپ اور امریکہ میں اشاعت ہوتی ہے۔ مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کام (یعنی کاروبار) ان کے لئے اقتصادی ترقی کا ذریعہ ہے ①۔

علمی محرک:

اس طرح مستشرقین نے عسکری محاذ پر شکست کھانے کے بعد، انہوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے علمی و فکری محاذ پر شکست دینے کے لئے اپنے آپ کو منظم کیا۔ اس سلسلہ میں لارڈ ایلی کا تبصرہ قابل ذکر ہے:

''فوجی اعتبار سے اب صلیبی جنگیں ختم ہو چکی ہیں۔ مگر یورپی لوگ دین اسلام اور اس کی تہذیب کے بارے تحریراً جن خیالات کا اظہار کریں گے۔ ان میں تعصب کے اثرات باقی رہیں گے'' ②۔

ایک فرانسیسی مستشرق اپنی ایک تصنیف میں یوں رقم طراز ہے:

> ''جب عیسائی ترکوں کے خلاف جنگ ہار گئے۔ تو وہ ہرزہ سرائیاں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ انہوں نے عیسائیت کی شکست کا بدلہ میدان ادب میں لے لیا'' ③۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مستشرقین مصنفین اسلامیات اور مشرقیات کو اپنے علمی ذوق کے لئے حاصل کرتے ہیں اور اس کے لئے محنت، تن دہی اور جانفشانی سے کام لیتے ہیں۔ جس کی داد نہ دینا ایک اخلاقی کوتاہی اور علمی ناانصافی ہے۔ ان کے اسی علمی ذوق کی وجہ سے بہت سے مشرقی و اسلامی علمی جواہرات و پارے پردہ خفا سے نکل کر منظر عام پر پہلی مرتبہ آئے۔ اس علمی اعتراف کے باوجود مستشرق مصنفین یا اہل علم کا ایک وہ گروہ ہے۔ جنہوں نے اسلام جیسے عالمگیر مذہب، حضرت محمد ﷺ کی سیرت مبارکہ قرآن و حدیث، تاریخ اور بہت سے دوسرے اسلامی علوم کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے ④۔

استعماری محرک:

استعماری محرک یہ ہے، کہ ماضی میں صلیبی جنگوں کا انجام عیسائیت کی شکست پر ہوا تھا۔ اس شکست کے بعد پوری مغربی دُنیا نے مسلمانوں اور ان کے ملکی حالات پر غور و فکر کرنا شروع کیا۔ تاکہ ان کے ذریعے ان پر اہل مغرب کو حکومت کرنا آسان ہو۔ اور ان کے اسلامی ملکوں کے حالات اور عقائد کو توڑا جائے، جو مغربی دُنیا کے مخالفت میں ہوں۔ اور ایسی ذہنی و علمی فضا پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ جس میں مغربی استعمار کی مخالفت کا خیال ہی پیدا نہ ہو۔ ان اسلامی ممالک میں رہنے والوں کو مغربی تہذیب و تمدن سے مرعوب

---

① ابوالحسن ندوی، مغربی مستشرقین کے فکر و فلسفہ، ص:۱۳ ® عبدالرحمٰن حسن، أجنحة المكر الثلاث، ص:۹۳

② عرفان، مستشرقین اور سنت نبوی، سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر، ص:۳۹۲

③ محمد طفیل، نقوش، رسول نمبر، ص، ۵۲۹/۱۱

④ ابوالحسن ندوی، مغربی مستشرقین، ص:۱۶

کر کے ان کو اپنی تہذیب وتمدن سے ہٹایا جائے۔ اگر مغربی حکومت ان اسلامی ممالک سے ہٹ بھی جائے تو بھی ان کا ذہنی اور تہذیبی اقتدار قائم رہے۔ اسی بناء پر مغربی حکومتوں نے مستشرقین کی اہمت و افادیت کو پوری طرح محسوس کیا ہے۔ اور ان کے سربراہوں نے ان کی پوری سرپرستی کی اور اسی مقصد کی تحت مختلف رسائل و مجلات شائع کرتے ہیں۔ جن میں عالم اسلام کے مسائل اور رُجحانات پر مبصرانہ تبصرہ اور ماہرانہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ مٹی ہوئی قوموں کی تاریخ مرتب کرنا۔ عربوں کی زبان اور نظریہ کی وحدت پر قوتیں صرف کرنا، مصر میں فرعونیت، شام، لبنان، فلسطین میں اور عراق میں آشوریت کا احیاء، صرف اسلامی امت کو پارہ پارہ کرنے کی خاطر کیا جا تا رہا ہے۔ اسی مقصد کی خاطر مختلف ممالک کے مستشرقین عالم اسلام سے متعلق مختلف رسائل اور مجلات شائع کرتے ہیں[1]۔

نظریاتی محرک:

اسلام اور ادیان غیر میں بڑے بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اسلام کا نظریہ حیات، اس کا نظامِ فکر وعمل، اس کے تہذیب وتمدن کا اظہار، یہودیت، عیسائیت اور دوسرے مشرکانہ مذاہب سے یکسر مختلف ہے۔ پھر حضرت محمد ﷺ نے اسلام کی جو دعوت پیش کی۔ اس نے روزِ اول ہی سے ادیانِ باطلہ کی نفی کر دی تھی۔ اس لحاظ سے یہ امر تعجب خیز نہیں کہ دوسرے مذاہب کے علمبردار، اسلام، اہل اسلام اور عالم اسلام کے بارے میں سخت معاندانہ جذبات رکھتے ہیں۔ اور اپنے بغض وعناد کا اظہار ہر ممکن طریقہ سے کرتے ہیں۔ ان کا یہ رویہ اور ان کی شقاوت وقساوت دراصل نظریاتی اور فکری بنیادوں پر استوار ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اسی حقیقت کا اظہار یوں کیا گیا ہے:

﴿لتجدن أشد الناس عداوة للذين أمنوا اليهود والذين أشركوا ولتجدن أقربهم مودة للذين أمنوا الذين قالوآ انا نصرى ذلك بأن منهم قسيسين و رهباناً و أنهم لا يستكبرون﴾[2]

تم دیکھو گے کہ اہل ایمان کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔ اور دوستی کے لحاظ سے مؤمنوں سے قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان میں عالم بھی ہیں مشائخ بھی ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

قرآن کا یہ بیان تاریخی صداقت کا حامل ہے یہود اور مشرکین اسلام دشمنی کے معاملہ میں روزِ ازل سے ہی انتہائی متعصب و متشدد رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔ جب کہ یہ دشمنی عیسائی مخالفین کے یہاں نسبتاً کم رہی ہیں۔ چنانچہ نجاشی شاہ حبشہ کا قبول اسلام، قیصرِ روم، کا پیغمبر اسلام کے بارے میں ابوسفیانؓ سے استفسار، مسیحیوں کے نجرانی وفد کا مباہلہ سے احتراز، اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں مصر،

---

① زقزوق، الاستشراق، ص: ۳۳ ◉ عمر عودة الخطيب، لمحات من الثقافة الاسلامية، ص: ۱۹۵ ◉ علی جریشہ، اسالیب الغزو الفکری، ص: ۲۳

② المائدة: ۸۲/۵

شام، شمالی افریقہ، فارس اور دوسرے ممالک میں عیسائیوں کا کثرت سے قبول اسلام اور عہد جدید میں اسلام کی طرف ان کا میلان وغیرہ کافی ثبوت ہیں۔ ان مستشرقین کے گروہ میں، یہود اور نصاریٰ اور مُشرک نمایاں ہیں۔ ان کو روز اول سے ہی اسلام کی مقبولیت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت طیبہ، اسلامی تہذیب وتمدن، حدیث رسول ﷺ ان کے علاوہ بہت سے دوسرے اسلامی علوم کوتنقید واعتراضات کا نشانہ بنایا(۱)۔

مستشرقین چونکہ نسلاً اور مذہباً یہودی، عیسائی اور مشرک ہیں۔ مذہب اسلام سے ان کا بغض اور عداوت تو ظہور اسلام کے ساتھ ہی شروع ہو گی تھی۔ مستشرقین نے جس طرح اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں کم وبیش انیسویں صدی کے اواخر تک جو کچھ بھی لکھا۔ وہ صرف اور صرف اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں عدم واقفیت، اور وہم وگمان پر مشتمل تھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے محض ظن وتخمین سے کام لے کر من گھڑت حکایات، افسانوں، قصے کہانیوں کو پیش کیا یہ سلسلہ تقریباً پندرھویں صدی عیسوی تک چلتا رہا۔ پندرہویں صدی عیسوی کے بعد یورپ سے عہد تاریک کا خاتمہ ہوا، تو ان میں، علم وتحقیق، بیداری تہذیب وتمدن اور ترقی کا دور شروع ہو گیا۔ اور مستشرقین نے اسلامی مأخذ میں تحقیق وتفتیش کر لی۔ لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے دانستہ طور پر قرآن اور احادیث نبوی سے کھیلنے میں کوئی تکلف نہیں کیا(۲)۔

چنانچہ ایک مصنف مستشرقین کی تحقیق وتفتیش کے بارے میں یوں لکھتا ہے:

"انہوں نے یہ خیال کر لیا، کہ ان کی تحقیقات سے مرعوب ہو کر ان کی ہر بات کو بلا چون وچرا درست مان لیا جائے گا۔ چنانچہ علوم اسلامی کا ہر میدان انہوں نے اپنی جولانگاہ کے لئے منتخب کیا۔ اور علوم اسلامیہ کا کوئی ایسا شعبہ نہیں چھوڑا۔ جس میں انہوں نے خلط مبحث سے کام نہ لیا ہو(۳)۔"

تاریخی محرک:

تاریخی سبب یہ ہے کہ آنخضرت ﷺ کا لایا ہوا، دین (اسلام) آن کی آن پھیلتا چلا گیا اس کے نتیجے میں بہت ہی کم عرصہ میں اسلام کا پرچم دنیا کے دور دراز علاقوں میں لہرایا اسلام جو کہ ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اس نے اپنی راہ کی تمام مزاحمتوں کو اس آسانی کے ساتھ ختم کر دیا۔ کہ دنیائے مغرب آج تک انگشت بہ دنداں ہے۔

ظہور اسلام کے وقت دنیا کی دو بڑی طاقتیں ایک روم اور دوسری فارس تھی۔ اسلام نے ان دونوں طاقتوں کا سرِ غرور یوں سرنگوں کیا۔ کہ وہ صدیوں تک سرنگوں ہی رہا۔ اسلام نے ایک طرف تو تیز رفتاری کے ساتھ اشاعت ووسعت کے ساتھ ساتھ مغربی دنیا کی مذہبی ونظریاتی رفعتوں کو پامال کیا۔ دوسری طرف اسلام کی عسکری فتوحات نے مغربی دنیا کی عسکری طاقتوں کو سرنگوں کیا۔ مسلمانوں

---

(۱) محمد طفیل، نقوش رسول نمبر، ص، ۱۱/۵۲۸ (۲) ہاشمی، مستشرقین اور تحقیقات اسلامی، ص: ۳۰

(۳) حسن، مستشرقین کی تحقیقات، فکر ونظر جلد ۱۳، شمارہ ۱۱، ص: ۴۲

نے شام، مصر، فلسطین جیسے زرخیز علاقوں پر قبضہ کیا۔ یورپ کے ایک بہت بڑے حصے سپین، سسلی جیسے علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہو گئے۔ جن کی وجہ سے اہل یورپ اور مسلمان عربوں کے درمیان عداوت کو خوب ہوا ملی۔ چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مستشرقین کی اسلام اور اہل اسلام کے خلاف معاندانہ سرگرمیوں کا ایک سبب تاریخی بھی ہے (١)۔

صلیبی محرک:

صلیبی جنگیں بھی مستشرقین کی تحریک استشراق، اور مستشرقین کی سرگرمیوں کا ایک سبب ہیں۔ صلیبی جنگوں کو تاریخ عالم، تاریخ اسلام اور یورپ کی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ فلسطین اسلامی فتوحات سے پہلے عیسائیوں کا اہم ترین مقدس اور متبرک مقام تھا۔ جسے اسلامی فوجوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں فتح کر لیا تھا اس وقت سے لے کر پانچویں صدی ہجری کے آخر تک یہ اسلامی سلطنت کے قبضہ میں رہا۔ بیت المقدس میں مسلمانوں کا وجود کسی طرح بھی عیسائی طاقتوں کو قابل برداشت نہ تھا۔ چنانچہ یورپ کی متحدہ عیسائی طاقتوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے اپنا پورا زور صرف کر دیا۔ یسوع مسیح کے دین اور صلیب مقدس کی حفاظت کے نام پر یورپ کے ان وحشی اور غیر مہذب دیوانوں نے جس سفاکی اور بربریت کا مظاہرہ کیا، نصرانیت کی تاریخ میں اسے مقدس لڑائیوں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کی المناک کشمکش' جو تقریباً دو صدی تک جاری رہی' تاریخ میں صلیبی جنگوں کے نام سے مشہور ہے۔ صلیبی جنگوں کا آغاز پوپ اربن ثانی (۱۰۴۲ء ۔ ۱۰۹۹ء) کا وہ خطبۂ جنگ تھا جو اس نے ۲۷ نومبر ۱۰۹۵ء کو دیا تھا۔ جس نے پورے یورپ میں ایک آگ لگا دی تھی۔ عیسائیوں کو بیت المقدس سے پوری طرح خارج کرنے کا فخر سلطان صلاح الدین ایوبی کو حاصل ہے۔ جو نور الدین زنگی کا نائب اور حاکم مصر تھا، اور ۱۱۷۴ء میں اس کی وفات پر اس کا جانشین بنا۔ اس فتح میں نہ قتل عام ہوا۔ نہ ہی لوٹ مار، بلکہ دشمنوں کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کیا گیا۔ اس طرح ۵۸۳ھ بمطابق ۱۱۸۷ء کو اٹھاسی برس کے بعد بیت المقدس دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اس کے بعد سات صدیوں سے زیادہ باوجود متواتر حملوں اور کشتیوں کے یہ مقدس شہر موجودہ اسرائیلی حکومت قائم ہونے تک پیروان اسلام کے ہاتھوں میں رہا (٢)۔

چنانچہ مستشرقین کی سرگرمیاں اور تحریکیں ان صلیبی جنگوں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوئیں۔ مختصر طور پر صلیبی جنگوں کو بھی مستشرقین کی سرگرمیوں کا اسباب میں سے ایک اہم سبب قرار دیا جا سکتا ہے۔

بقول مصطفیٰ سباعی مستشرقین کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے:

١۔ نبوت، وحی، قرآن وحدیث اور قانون کی حد تک مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا۔

٢۔ مسلمانوں کو اپنے ماضی سے بدگمان اپنے حال سے بیزار اور مستقبل سے مایوس کرنا۔

---

(١) محمد طفیل، نقوش رسول نمبر، ص ۱۱/۵۲۸ (٢) ایس ایم شاہد، تاریخ اسلام، ص: ۴۹۳

۳۔ اسلام کے علمی سرمایہ سے مسلمانوں کا اعتماد ہٹانا۔

۴۔ مسلمانوں میں اخوت کی روح کو کمزور کرنا اور ان میں زمانہ جاہلیت کی سی قومیت کو دوبارہ جنم دینا(۱)۔

مقاصد واہداف

مستشرقین کی طرف سے کئے گئے اعتراضات چاہے اسلام پر ہوں یا سیرت طیبہ، حدیث نبوی پر ہوں یا دوسرے اسلامی علوم پر، ان کے مقاصد اور اہداف ایک ہی ہیں۔ ذیل میں ان مقاصد واہداف کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ا۔ عیسائیت کا فروغ:

مستشرقین کی تحریک کا اصل مقصد ہی اسلامی اقدار کی کمزوری ثابت کرنا اور عیسائیت کو فروغ دینا ہے اور مغرب کی مسیحی افکار و اقدار کی عظمت کو ثابت کرنا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ دو صدی کے طویل و مسلسل تجربہ سے مستشرقین نے محسوس کیا کہ ان کے طریق کار میں بنیادی غلطی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی جدوجہد کا پورا نتیجہ نہیں نکل رہا تھا۔ اور بعض اوقات اس کے خلاف اسلامی حلقوں میں شدید ردعمل اور اشتعال پیدا ہو جاتا تھا۔ جو تبلیغی و دعوتی نقطۂ نظر سے خطرناک تھا۔ وہ برابر اپنی مساعی اور ان کے اثرات و نتائج کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیتے رہے۔ اب ان نتائج کی روشنی میں انہوں نے طے کیا کہ ان کو اپنا رویہ اور طریق کار میں بنیادی تبدیلی کرنی چاہئے۔ اور مسلمانوں کو بدلنے کی کوشش کی بجائے اسلام کی جدید تعبیر پیش کرنے اور اصلاح مذہب کی تحریک چلانی چاہئے۔ اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے۔ ایک انگریز مصنف (Harry Gaylord Darmun) لکھتا ہے:

> ''اصلاحی تحریکیں، دینی تعلیمات کی موجودہ تجربوں کی روشنی میں از سر نو تشریح کرنے کی مخلصانہ کوشش ہوتی ہیں۔ یا ان کے ذریعے نئے تجربوں کو دینی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے اس لئے وہ مسیحیت کے ایک مبلغ کے لئے اولین اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ ہر نئی تحریک جس کو کہ چند خبطی شروع کر دیں وہ اس کا استحقاق رکھتی ہے۔ کہ اس کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔ ہماری مراد ان تحریکوں سے ہے جن کی حیثیت موجودہ زندگی کے سچے دینی اظہار کی ہے۔ اور جو روزمرہ کے تجربہ کی روحانی تشریح کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اور پھیلتی جا رہی ہے اور جس میں روحانی قوتیں حقائق سے نبرد آزما ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ ان میں سے ایک اصلاحی تحریک مسلمانوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سمجھنے کے سلسلے میں بالآخر بڑی اہم ثابت ہو حتیٰ کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آئندہ چند سالوں میں اسلامی ممالک میں (مسیحی) مبلغ کا اصل کارنامہ مسلمان افراد کی اصلاح و احیاء سے زیادہ اسلام کی تجدید و احیاء کو ہو، بہر حال یہ کام کا ایک میدان ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور جس سے غفلت نہیں برتی جا سکتی۔ میدان کھلا ہوا ہے۔ یہ ان معذرت پسندوں کی مثال سے ظاہر ہے۔ جو عیسائیوں اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کا خیر مقدم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں''(۲)۔

---

(۱) السباعی، المستشرقون والاسلام، ص: ۱۸

(۲) Harry Gaylord, Towarnds Under Losahinl Islam, P: 132

اس صدی کے اندر عالم اسلام میں اصلاح و ترقی در حقیقت تجدد و مغربیت کے جتنے علم بردار پیدا ہوئے۔ ان کے خیالات، اعلانات، اور ان کے طریق کار میں مستشرقین کے ان خیالات کو ان مصلحین و زعماء کے فکر و عمل کی اساس قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور ان کو انکا مشترک منشور (Manifesto) کہا جا سکتا ہے (۱)۔

۲۔ مُسلمانوں کو دین سے متنفر کرنا:

مستشرقین کا ایک اہم مقصد مسلمانوں کو اپنے دین سے متنفر کرنا بھی ہے۔ اس کے لئے انہوں نے دین اسلام، قرآن، سیرت طیبہ کے بعد حدیث نبویہ کو بھی خاص طور پر ہدف تنقید بنا کر مسلمانوں میں اُن سے شریعت کے دوسرے بڑے مأخذ سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کیا ہے۔

مستشرقین نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں اپنے مخاطبوں کے ذہن میں زیادہ سے زیادہ تشکیکی مواد پیدا کیا ہے اور وحی الٰہی کو مختلف دلائل کے ذریعے مشتبہ بنانے کے لئے کوشاں ہیں۔ ان کی اکثریت نہ تو حضور ﷺ کو نبی مانتی ہے اور نہ ہی آپ ﷺ ہونے والی وحی کو تسلیم کرتی ہے۔ وحی آنے کے ان مظاہر کو جو کبھی صحابہؓ کے مشاہدے میں آتے، نہایت مہیب صورت میں پیش کرتے ہیں (۲)۔

۳۔ علمی مقاصد:

نیک نیتی او بد نیتی سے قطع نظر، مستشرقین بے شمار علمی مقاصد کے پیش نظر علوم شرقیہ کی طرف متوجہ ہوئے ان کی پوری تحریک علمی لبادے میں مصروف عمل رہی یونیورسٹیوں میں ان علوم کا اجراء، مدارس کا قیام، مختلف کتب کی تحقیق اور ان کی اشاعت، مخطوطات کو جمع کرنا، عربی کتب کے مختلف زبانوں میں تراجم، مختلف موضوعات میں کتب تالیف کرنا وغیرہ۔ ان کی انہی ان تھک کوششوں کی وجہ سے وہ لائق تعریف ہیں۔ انہوں نے اپنی استشراقی سعی اور تگ و دو سے اس مقصد کو اس خوبی سے حاصل کیا کہ آج ساری دنیا حصول علم کے لئے ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مستشرقین کو جتنی کامیابی علمی مقاصد کے حصول میں ہوئی ہے اتنی کامیابی ان کو کسی دوسرے میدان میں نہیں ہو سکی (۳)۔

مستشرقین نے اسلام کے بنیادی مأخذ سے اپنی لاعلمی کی وجہ سے حقائق کو آسانی سے مسخ نہ کر سکے۔ اور نتائج اخذ کرنے کی عجلت میں اپنے آپ کو حقائق سے ہمیشہ دور رکھا۔ اس طرح انہوں نے بے شمار غلطیاں کیں۔ جن کا اعتراف مستشرقین نے خود بھی کیا۔ چنانچہ ایک انگریز مستشرق کا کہنا ہے کہ:

''ہم مستشرقین نے جب اسلام کے بارے میں تحقیق کی تو بے شمار غلطیاں کیں۔ ہمارے لئے ضروری

---

(۱) محمد عزت الطہطاوی، التبشیر والاستشراق، ص:۳-۱۰۴ ® مصطفیٰ خالدی و عمر فروخ، التبشیر والإستعمار، ص:۳

(۲) عبد المتعال، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، ص:۱۴

(۳) مصطفیٰ فوزی، الخیل والاسالیب فی الدعوۃ إلی التبشیر، ص:۷۹ ® عبد المتعال، الاستشراق وجہ الاستعمار الفکری، ص:۷۶

ہے کہ ہم اس موضوع میں نہ اُلجھیں۔ کیونکہ عرب مسلمان ہم سے زیادہ با صلاحیت ہے کہ اسلام کے موضوعات پر تحقیق کریں۔ مسلمانوں کو مستشرقین کی ہر تحریر کو دقتِ نظر سے دیکھنا چاہیے۔ جرح و تعدیل کے اُصولوں پر ان کے نتائج کو قبول کرنے سے پہلے ان کی چھان پھٹک اشد ضروری ہے"[1]۔

۴۔ اقتصادی مقاصد

علمی مقاصد کے ساتھ ساتھ اقتصادی مقاصد بھی مستشرقین کے مدنظر تھے۔ قدرت نے اہل مشرق کو بے شمار مادی وسائل کے مالا مال کیا ہے اہل مغرب کے مشرقی ممالک کے ساتھ قدیم تجارتی تعلقات تھے انہوں نے اپنے تجارتی معاملات کو احسن طریقے سے طے کرنے کے لیے کئی ایک اقدام کیے اور مختلف حیلوں سے مشرق کی دولت کو سمیٹنے کی کوشش کی۔ اس میدان میں مستشرقین نے خاطر خواہ خدمات انجام دی ہیں[2]۔

۵۔ سیاسی مقاصد

اہل مغرب نے اسلامی ممالک پر قبضہ کرنے کا خواب جو دیکھ رکھا تھا اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے اپنے صدیوں کے تلخ تجربات کی بنا پر تلوار کے استعمال کو خلاف مقصد سمجھا۔ انہوں نے اپنا یہ کام مستشرقین اور مبشرین کو سونپا اول الذکر گروہ نے علم کے شیدائیوں کا بھیس بدل کر مسلمانوں کے مابین اختلافات کو پیدا کیا اور مؤخرالذکر گروہ نے مسلمانوں کو مختلف تدبیروں کے ذریعے عیسائیت کی طرف مائل کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس مشن کی تکمیل کے لئے انہیں مسلمانوں کی صفوں سے کارکن میسر آ گئے جنہوں نے ان کے فکر کی ترویج و اشاعت کی[3]۔

۶۔ اسلام کے خلاف کام کرنے والے رجال پیدا کرنا:

انگریزوں کو ہر وقت مسلمانوں سے مزاحمت کا خطرہ تھا۔ اس راستے میں ان کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں کی اپنے بنیادی عقائد کے ساتھ مکمل وابستگی اور اسلام سے جنون کی حد تک عقیدت تھی۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو دینی اعتبار سے کمزور اور اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے مستشرقین کا گروہ تیار کیا۔ جنہوں نے اسلام کے خلاف بڑی شد و مد سے پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ اور برصغیر اور عرب ممالک میں بالخصوص ایسے رجال تیار کئے جنہوں نے اس فتنہ کو آگے بڑھایا[4]۔

---

① العقاد، مایقال عن الاسلام، ص:۱۱

② عبدالرحمٰن حسن، اجنحة المکر الثلاث، ص:۹۵

③ مصطفیٰ فوزی، الحیل والاسالیب، ص:۷۹

④ مصطفیٰ فوزی، الحیل والاسالیب، ص:۷۹

بحث ثالث

معترضین کے اعتراضات
اوران کا تجزیہ

معترضین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ

اہل مغرب نے جس پیہم محنت اور کامل ذوق وشوق اور سامراجی و مذہبی دلچسپی کے ساتھ مذہب اسلام کا مطالعہ پیش کیا ہے اس نے بعض مغرب زدہ مسلم سکالروں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انتہائی ذہنی مرعوبیت کے ساتھ ان کی علمی وسعت کے فریب میں آ کر یہ سمجھ بیٹھے کہ ان کے نتائج سراسر سائنٹفک (Scientific) اور عقلی ہیں اسلامی نقطۂ نظر سے ان کا جائزہ لینا اور تنقید کرنا خام خیالی ہے چنانچہ انہوں نے انہیں من وعن قبول کر کے اسلام کو کسی نہ کسی طرح ان کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنے لگے۔

انہی مغربی علماء کے بنائے ہوئے اصول وقواعد کو بنیاد بنا کر مذہب اسلام پر تحقیق کے نام پر مختلف زاویوں سے حملے کرنے لگے۔ دراصل یہ لوگ مستشرقین کے دام فریب میں آ کر انہی کے افکار کے خوشہ چین بن گئے۔ اسی حقیقت کو مولانا مفتی ولی حسن نے یوں بیان کیا ہے۔

> ''......اور عجیب بات ہے کہ موجودہ دور کے منکرین حدیث نے بھی اپنا ماخذ و مرجع انہی دشمنان اسلام مستشرقین کو بنایا ہے۔ اور یہ حضرات انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اور جو اعتراضات وشبہات ان مستشرقین نے اسلام کے بارے میں پیش کیے ہیں وہی اعتراضات وشبہات یہ منکرین حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔''[۱]

ان مسلم سکالروں میں عرب اور غیر عرب ہر دو قسم کے لوگ شامل ہیں۔ حدیث نبوی اور عہد بنو امیہ اور اس دور کی بعض مقدس شخصیات (صحابہؓ و تابعین) کے بارے میں ان کے پیشروں کے بعض اعتراضات اور ان کا تنقیدی جائزہ گزشتہ بحث میں بیان ہو چکا ہے۔ لیکن بعض وہ اعتراضات جو بنو امیہ کے عہد کی شخصیات کے حوالے سے ہیں۔ جو انہوں (منکرین حدیث) نے اپنے پیشروں کے وضع کردہ اصول کی بناء پر کیے ہیں اس بحث میں ان کا تنقیدی جائزہ لیا جا رہا ہے۔

۞ حضرت ابو ہریرہؓ پر کیے گئے اعتراضات

۞ احمد امین کے اعتراضات

احمد امین نے حضرت ابو ہریرہؓ پر بہت سے اعتراضات کیے ہیں۔ جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

ا۔ بعض صحابہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کو تسلیم نہیں کیا

''احمد امین بیان کرتے ہیں: بعض صحابہ کرامؓ (حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ) نے ابو ہریرہؓ کی بعض مرویات کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث ((متی استیقظ أحدکم من نومه فلیغسل یده قبل أن یضعها فی الإناء فإن أحدکم لا یدری أین باتت یده)) [۲] (جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو برتن

---

[۱] ولی حسن، عظیم فتنہ، ص: ۲۶

[۲] الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الطھارۃ، باب ماجاء إذا استیقظ أحدکم، حدیث نمبر ۲۴، ص: ۸

میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اپنے ہاتھ دھو لے نہ جانے وہ رات بھر کہاں رہا ہے) کو حضرت عائشہؓ نے حجت قرار نہیں دیا اور فرمایا ''پھر ہم پانی بھرے مٹکے کا کیا کریں کہ وہ سارا خراب ہو جائے گا''۔ ①

احمد امین نے شارح مسلم الثبوت کے حوالے سے اس حدیث پر جو تنقید کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو تسلیم نہیں کیا کتب حدیث میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ البتہ ابن عربی اور حافظ عراقی نے امام بیہقی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ پر اعتراض کرنے والے کا نام قین الاشجعی ہے جو حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے اصحاب میں سے تھا②۔

حافظ ابن حجر نے بھی قین الاشجعی کو تابعی قرار دیا ہے جو حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے اصحاب میں سے تھے ③۔

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ پر حضرت عائشہؓ نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ اگر بالفرض یہ واقعہ صحیح قرار دیا جائے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو تسلیم نہیں کیا تھا تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ حضرت عائشہ حضرت ابو ہریرہؓ کی تکذیب کرتی تھیں بلکہ ان کے مابین یہ اختلاف حدیث کے فہم و ادراک میں رونما ہوا حضرت ابو ہریرہؓ ہاتھ دھونے کو واجب قرار دیتے ہیں اور حضرت عائشہ و ابن عباسؓ اس سے متفق نہیں ہیں ظاہر ہے کہ یہ دونوں جلیل القدر اور صاحب اجتہاد صحابی ہیں اس لئے حدیث کے فہم اور اس سے استنباط مسائل میں ان کے باہمی اختلاف میں کچھ مضائقہ نہیں جبکہ یہ حدیث بقول امام ترمذی حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے ④۔

شیخ مصطفیٰ سباعی فرماتے ہیں:

> ''تکذیب و تردید کسی صحیح کتاب میں ثابت نہیں معترض نے دعویٰ شرح مسلم الثبوت کے حوالے سے تحریر کیا ہے جبکہ یہ بات مسلم الثبوت کے مصنف نے کہی ہے نہ کہ شارح نے، بلکہ انہوں نے ان کی غلطی واضح کی ہے اور کہا ہے کہ اس اعتراض کی نسبت حضرت عائشہؓ کی جانب درست نہیں''⑤۔

۲۔ ابو ہریرہؓ نے احادیث نہیں لکھیں

احمد امین نے حضرت ابو ہریرہؓ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ احادیث لکھا نہیں کرتے تھے......''⑥

احمد امین کا اس سے مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ احادیث کو مشکوک ثابت کیا جائے وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ چونکہ احادیث نہیں لکھا کرتے تھے بلکہ اپنے حافظ کی مدد سے روایت کرتے تھے ظاہر ہے کہ حافظہ سے ہر وقت سہو و خطا کا احتمال رہتا ہے اس لئے ابو ہریرہؓ کی روایات مشکوک ہیں۔

---

① احمد امین، فجر الاسلام، ص:۲۶۵ ◉ محب اللہ، مسلم الثبوت، ص:۲/۱۷۸

② العراقی، طرح التثریب شرح التقریب، ص:۴۷ ◉ حمود، الرد القویم علی المجرم الاثیم، ص:۲۸۸

③ ابن حجر، الاصابۃ، ص:۳/۲۸۵

④ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الطھارۃ، باب ماجاء إذا استیقظ أحدکم، حدیث نمبر۲۴، ص:۸

⑤ السباعی، السنۃ و مکانتھا، ص:۳۰۶ ⑥ احمد امین، فجر الاسلام، ص:۲۶۸

حالانکہ اکثر و بیشتر صحابہ کرامؓ کا یہی طریقہ کار تھا کہ وہ احادیث لکھا نہیں کرتے تھے پھر اس میں ابو ہریرہؓ کی تخصیص کے کیا معنی؟ صرف حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ اس سے مستثنیٰ ہیں وہ اپنے صحیفہ میں احادیث لکھا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے ابو ہریرہؓ کی امانت و صداقت، قوت حافظہ اور حدیث کی حفظ و روایت میں تمام صحابہؓ پر برتری کا اعتراف کیا ہے۔ لیکن اس کے باوصف احمد امین نے حضرت ابو ہریرہؓ کو ہدف طعن بنایا ہے۔ باقی رہا حضرت ابو ہریرہؓ کا اپنے حافظہ سے احادیث بیان کرنے کا سوال اور ان کا کتابت کو ترک کر دینا علمائے اصول کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ احادیث جو آپس میں متعارض ہوں ان میں ایک حدیث زبانی سنی گئی ہو اور دوسری مکتوب ہو تو مسموع روایت کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ مکتوب شدہ روایت میں غلطی (تحریف، تصحیف) کا احتمال بہرحال رہتا ہے جبکہ سنی ہوئی روایت میں یہ احتمال بالکل نہیں ہے ①۔ لہٰذا احمد امین کا حافظہ سے روایت بیان کرنے کو مشکوک قرار دینا درست نہیں۔

۳۔ تحدیث بلا سماع

احمد امین نے حضرت ابو ہریرہؓ پر یہ الزام بھی عائد کیا ہے

"آپ آنحضرت ﷺ سے براہ راست احادیث سنے بغیر بھی روایت کیا کرتے تھے مثلاً ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص حالت جنابت میں صبح کرے اس کا روزہ نہیں ہوگا حضرت عائشہؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں بحالت جنابت صبح کرتے تھے پھر غسل فرماتے حالانکہ آپ روزہ سے ہوتے تھے" ابو ہریرہؓ نے یہ سن کر کہا "حضرت عائشہؓ کو مجھ سے زیادہ علم ہے یہ حدیث میں نے براہ راست آنحضرت ﷺ سے نہیں سنی تھی بلکہ فضلؓ بن عباسؓ سے سنی تھی" ②۔

جہاں تک حضرت ابو ہریرہؓ کا بغیر سماعت کے روایت بیان کرنے کا تعلق ہے اس میں آپ منفرد نہیں ہیں بلکہ بیشتر صغیر السن اور متاخر الاسلام صحابہؓ بھی اس ضمن میں آپ کے ہمنوا تھے حضرت عائشہؓ، حضرت انسؓ، حضرت براءؓ بن عازب، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے بکثرت احادیث صحابہؓ سے سنیں اور انہیں براہ راست آنحضرت ﷺ سے بیان کیا ③۔

ایسی روایات کو علمائے حدیث مراسیل صحابہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو بالا جماع حجت ہیں ④۔

مزید برآں مستند کتب میں یہ بات مذکور نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ حدیث کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ کا تعلق ایک شرعی فتویٰ سے ہے ہر مفتی نے وہی فتویٰ دیا جو اس کے علم کے مطابق آنحضرت ﷺ سے ثابت تھا اس میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ابو ہریرہؓ کی تردید کی تھی ⑤۔

---

① الآمدی، الاحکام، ص: ۳۳۳/۲ ② احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۶۹

③ تفصیل کے لئے دیکھئے البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع الدینار بالدینار نساء، حدیث نمبر ۲۱۷۸، ص: ۳۴۸ ◉ الآمدی، الاحکام، ص: ۲۰۳/۱

④ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۵۶ ◉ العراقی، التقیید والایضاح، ص: ۷۵ ◉ النووی، المجموع، ص: ۶۲/۱

⑤ محب اللہ، مسلم الثبوت، ص: ۱۲۵/۲

امام مسلم کی تصریح کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے اس فتویٰ سے رجوع بھی کر لیا تھا (۱)۔

احمد امین نے شارح مسلم الثبوت کے موقف سے نہ صرف چشم پوشی اختیار کی بلکہ یہ بھی نہیں بتایا کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کے ابو ہریرہؓ پر معترض ہونے اور ان کی تردید کرنے کی نفی کی ہے تعجب تو اس بات پر ہے کہ احمد امین نے شارح مسلم الثبوت کی طرف تردید و انکار کو منسوب کیا ہے۔ اگر بالفرض یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ حضرت عائشہؓ نے ابو ہریرہؓ کی روایت کو تسلیم نہیں کیا تھا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ابو ہریرہؓ کی تکذیب کی تھی اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اس روایت سے آگاہ نہیں تھیں بلکہ ان کو جو مسئلہ معلوم تھا وہ ابو ہریرہؓ کی روایت کے برعکس تھا گویا حضرت عائشہؓ کے دیگر استدراکات کی طرح یہ بھی ایک استدراک ہے (۲)۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے احمد امین کے اس اعتراض کے اور بھی جواب دیئے ہیں (۳)۔

۴۔ صحابہ کرامؓ نے ابو ہریرہؓ کی مرویات کو تسلیم نہیں کیا

احمد امین لکھتے ہیں:

"بعض صحابہؓ کثرت مرویات کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہؓ پر تنقید کرتے ہیں اور ان کی روایت کردہ احادیث کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے" اس کے بعد احمد امین نے امام مسلم کے حوالے سے دو روایات بطور استشہاد پیش کی ہیں" (۴)۔

احمد امین کے اس اعتراض کا اصل مأخذ گولڈ زیہر کی نگارشات ہیں (۵)۔ فرق صرف اتنا ہے کہ گولڈ زیہر نے شک کی نسبت ان تابعین کی جانب کی ہے جو براہ راست حضرت ابو ہریرہؓ کے تلامذہ تھے جبکہ احمد امین نے شک کی نسبت بعض صحابہؓ کی طرف کی ہے۔

حدیث نبوی کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کی جو وابستگی تھی یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ صحابہ کرامؓ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ آنحضرت ﷺ نے بذات خود اس امر کی شہادت دی ہے (۶)۔

مصادر سے کسی ایک صحابی کا تذکرہ نہیں ملتا جس نے ابو ہریرہؓ کو کثرت روایات کی بناء پر مطعون کیا ہو۔

حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے:

"جب لوگوں نے حضرت حسنؓ کو ان کے نانا کے پہلو میں دفن کرنا چاہا تو ابو ہریرہؓ نے مروان سے کہا "تم ایسی بات میں دخل دیتے ہو جس سے تمہیں کچھ سروکار نہیں تمہارا مقصد اس شخص کو راضی کرنا ہے جو موجود نہیں، اس وقت امیر مدینہ مروان کے علاوہ کوئی اور شخص تھا مروان یہ سن کر ناراض ہوا اور کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ بکثرت احادیث روایت کرتا ہے" (۷)۔

---

(۱) المسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب صحة صوم من طلع علیه الفجر، حدیث نمبر ۲۵۸۹، ص: ۳۵۲

(۲) السباعی، السنۃ و مکانتہا، ص: ۳۰۷

(۳) السباعی، السنۃ و مکانتہا، ص: ۳۰۹

(۴) احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۶۹

(۵) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ص: ۱/۴۰۸

(۶) دیکھئے صفحہ نمبر ۳۵

(۷) ابن حجر، الاصابہ، ص: ۴/۲۰۵

ظاہر ہے مروان تابعی ہے اور یہ واقعہ عہد رسالت کے بعد وقوع پذیر ہوا اور وہ بھی اس حالت میں جب مروان غصہ سے بھرا ہوا تھا مزید یہ کہ مروان نے اس بات کو عام لوگوں کی طرف منسوب کیا ہے اور اگر شک میں مبتلا ہونے والے خود صحابہؓ ہوتے تو وہ کسی نہ کسی طرح ابو ہریرہؓ کو اس سے ضرور آگاہ کرتے اور حضرت ابو ہریرہؓ کسی موقع پر یہ بات مروان کے گوش گزار کر دیتے ①۔

اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تابعین کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے بھی حضرت ابو ہریرہؓ کی کثرت احادیث پر اعتراض کیا ہو۔ یہ ایک طبعی تھا کہ ابو ہریرہؓ جس کثرت سے احادیث روایت کرتے تھے اس سے بعض تابعین اور ان صحابہ کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوں جو مدینہ سے دور بود و باش رکھتے تھے خصوصاً جبکہ آپ متاخر الاسلام تھے وہ پکار اٹھتے کہ ابو ہریرہؓ کثرت احادیث میں کیوں منفرد ہیں؟ دراصل ان کا یہ اعتراض شک و تکذیب کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ حیرت و استعجاب کے لئے اور بھلا اظہار حیرت کرنے سے تکذیب کیسے لازم آئی؟ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ ابو ہریرہؓ کی مرویات کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہوتے تو وہ ان کو اس بات کی اجازت کیوں دیتے کہ وہ احادیث کرنے کا سلسلہ جاری رکھیں حالانکہ ان کی دینی غیرت کا یہ عالم تھا کہ حدیث میں غلطی کا ارتکاب کرنے والے کو وہ فوراً ٹوک دیتے تھے ②۔

احمد امین نے حضرت ابو ہریرہؓ پر اس طرح کے لغو اور لایعنی قسم کے بے شمار اعتراضات کیے ہیں۔

✿ ابوریہ کے اعتراضات

ابوریہ نے حضرت ابو ہریرہؓ پر بہت سے اعتراضات کیے ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

ا۔ نام میں اختلاف

ابوریہ لکھتا ہے:

''جاہلیت ہو یا اسلام آج تک کسی شخص کے نام کے بارے میں اس قسم کا اختلاف پیدا نہیں ہوا جیسے ابو ہریرہؓ کے نام میں ہوا ہے صحیح طور پر کسی شخص کو معلوم ہی نہیں کہ گھر والوں نے ان کا کیا نام تجویز کیا ہے......'' ③۔

ابوریہ دراصل حضرت ابو ہریرہؓ کی تحقیر کرنا چاہتا ہے اس کا منشا یہ بتانا ہے کہ ابو ہریرہؓ صحابہ کرامؓ میں اس قدر گمنام تھے کہ ان کے نام کے بارے میں بھی بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ حالانکہ کسی شخص کے نام میں اختلاف پیدا ہونے سے اس کی عزت و توقیر میں کچھ فرق نہیں پڑتا اس طرح تو بہت سے صحابہ کرامؓ کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابو ہریرہؓ اور ان کے والد کے نام میں جو اختلاف رونما ہوا ہے دراصل وہ تیس یا اس سے زائد اقوال تک نہیں پہنچتا اس کی کثرت کی وجہ سے راویوں کا وہم اور الفاظ کی تقدیم و تاخیر ہے۔

---

① السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۳۱۳

② تفصیل کے لئے دیکھئے السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۳۱۲

③ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۶۹

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں:

''غور وفکر کے بعد ابو ہریرہؓ کے نام کے بارے میں صرف دس اقوال ملتے ہیں اور اگر اس میں مزید تحقیق سے کام لیا جائے تو صرف تین نام باقی رہ جاتے ہیں یعنی عمیر، عبداللہ اور عبدالرحمٰن''۔ (۱)

۲۔ تنگدستی

ابوریہ حضرت ابو ہریرہؓ کے فقر وفاقہ کی داستان بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

''ابو ہریرہؓ نے اسی لئے صفہ کو اپنا مسکن بنایا تھا سکان صفہ میں ان کو خاصی شہرت حاصل تھی اور بعد میں آپ ان کے نگران مقرر کئے گئے تھے...... ابو ہریرہؓ نے بذات خود اس راز سے پردہ اٹھایا کہ اس نے نبی ﷺ کی صحبت ورفاقت کس لئے اختیار کی اس طرح انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کی ابتدائی نشوونما کن حالات میں ہوئی تھی......'' (۲)۔

ابوریہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو صرف اس لئے نفرت وحقارت کا مستحق قرار دیا کہ آپ تنگدست تھے اور صفہ کو اپنا مسکن بنایا تھا حالانکہ دین اسلام نے عزت ووقار کے تمام مادی سانچوں اور پیمانوں کو بے کار قرار دیا ہے۔ اس نے عظمت وفضیلت کا صرف ایک ہی معیار مقرر کیا ہے اور وہ تقویٰ ہے اور صفہ کو مسکن بنانے کا مقصد صرف علمی خدمت اور جہاد کے سوا کچھ نہیں تھا۔ قبول اسلام کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کے وابستہ دامن ہو گئے دنیا کی کسی چیز سے دلچسپی نہ رہی بجز اس کے کہ آنحضرت ﷺ کی احادیث سنیں آپ سفر وحضر میں کبھی رسول اللہ ﷺ سے علیحدہ نہیں ہوئے قلب وذہن پر یہی دھن سوار رہتی کہ صحابہ کرامؓ اور امہات المؤمنین سے احادیث سنیں اور انہیں دوسروں تک پہنچائیں۔

الغرض حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت ﷺ کی محبت، طلب ہدایت اور احادیث کی سماعت کرنے کے لئے صحبت اختیار کی تھی نہ کہ آپ ﷺ کی رفاقت صرف شکم سیری کے لئے اختیار کی تھی آپ بیان کرتے ہیں۔

"وكنت ألزم رسول الله ﷺ على ملأ بطني" (۳) (میں پیٹ بھر کر رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں رہا کرتا تھا۔)

حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ الفاظ اپنی کثرت روایت کی وضاحت کرتے ہوئے کہے تھے آپ نے ان الفاظ میں یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی صحبت کیوں اختیار کی جیسا کہ ابوریہ کا خیال ہے بلکہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہنے اور خدمت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی اس ضمن میں کہ وہ کثیر الروایہ کیسے بن گئے۔ ابوریہ کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ ابو ہریرہؓ نے آنحضرت ﷺ کی صحبت میں رہنے کا راز خود بیان کر دیا تھا۔

حافظ ابن حجر حضرت ابو ہریرہؓ کے مذکورہ الفاظ کی شرح میں فرماتے ہیں:

''یعنی قوت لا یموت پر قانع رہنا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت سے کبھی غیر حاضر نہ ہوتا'' (۴)۔

---

(۱) ابوریہ، أضواء على السنة، ص:۱۹۵ (۲) ابن حجر، الإصابہ ص:۴/۲۰۴ (۳) ابوریہ، أضواء على السنة، ص:۱۵۴

(۴) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البيوع، باب ما جاء فى قول الله عز و جل ﴿فإذا قضيت الصلوٰة ......﴾ حدیث نمبر ۲۰۴۷، ص:۳۲۸

امام نووی فرماتے ہیں:

''یعنی میں آپ کی صحبت میں رہتا اور صرف قوت لایموت پر قناعت کیا کرتا تھا میرا مقصد نہ مال جمع کرنا تھا اور نہ کچھ اور۔ ابوہریرہؓ کا مقصد یہ تھا کہ میں صرف حلال ذرائع سے اپنی شکم سیری کا سامان کیا کرتا تھا یہ مطلب نہیں کہ آپ کی خدمت کر کے معاوضہ وصول کرتا تھا''[1]۔

یہی بات علامہ عینی نے بیان کی ہے[2]۔

رہا سوال کہ حضرت ابوہریرہؓ کی ابتدائی نشوونما یتیمی کی حالت میں ہوئی تھی تو یتیم ہونا کوئی عیب نہیں خود آنحضرت ﷺ نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔

ابوریہ نے اس قسم کے بے شمار لایعنی اعتراضات حضرت ابوہریرہؓ پر لگائیں ہیں جن کا مدلل جواب علامہ سباعی نے دیا ہے[4]۔

امام زہریؒ پر اعتراضات

تمنا عمادی اور حکیم نیاز احمد کے اعتراضات

علامہ تمنا عمادی اور حکیم نیاز احمد نے امام زہری پر بہت زیادہ اتہامات لگائے ہیں ان کے نام ونسب، لقب اور کنیت سے لے کر ان کے قبیلہ، جائے پیدائش اساتذہ وتلامذہ اور وفات تک کو مورد طعن ٹھہرایا ہے کبھی وہ انہیں تشیع کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں اور کبھی اہل سنت کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے اخلاص اور ایمان پر حملہ کرنے سے نہیں چوکتے اور آپ کو واضع تک قرار دیا ہے۔ ان تمام ہفوات اور الزامات کا جائزہ لینا ممکن نہیں البتہ ان میں سے بعض کا تنقیدی جائزہ لیا جا رہا ہے جس کی روشنی میں بقیہ اعتراضات کی حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی۔

۱۔ زہری ارسال کے بہت خوگر تھے۔

علامہ تمنا عمادی بیان کرتے ہیں:

''ابن شہاب زہری ارسال کے بہت خوگر تھے یعنی درمیان سے اپنے اصل شیخ کا نام چھوڑ کر اپنے شیخ کے شیخ سے بلا واسطہ اس طرح روایت کرتے تھے کہ سننے والا یہ سمجھے کہ انہوں نے خود فلاں شخص سے سنا ہے......''[4]۔

---

① ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۳۱/۴

② النووی، شرح صحیح مسلم، ص: ۵۳/۸

③ العینی، عمدۃ القاری، ص: ۳۹۴/۵

④ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ص: ۳۲۵

⑤ تمنا عمادی، امام زہری وامام طبری تصویر کا دوسرا رخ، ص: ۳۰

۲۔ مراسیل امام ابن شہاب زہریؒ

اہل علم نے امام زہری کی مراسیل کے بارے میں کلام کیا ہے بعض اہل علم نے آپ کی مراسیل کو ضعیف قرار دیا ہے ان علماء میں امام یحییٰ بن سعید، امام شافعی، امام علی بن مدینی ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ امام زہری ثقہ اور قابل اعتبار حفاظ میں سے ہیں۔

وہ اسناد میں سے اسی شخص کو ساقط کر دیتے ہیں جو ان کی نظر میں ناپسندیدہ ہو۔

امام یحییٰؒ بن سعید کا قول ہے۔

"مرسل الزهرى ليس بشيئ" ①

زہری کی مرسل (روایات) کچھ بھی نہیں ہیں۔

امام شافعیؒ سے مروی ہے۔

"ارسال الزهرى عندنا ليس بشئ و ذلك انا نجده يروى عن سليمان بن أرقم" ②

زہری کی مرسل روایات ہمارے نزدیک کچھ بھی نہیں ہیں، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہیں۔

جبکہ محدثین کی ایک جماعت نے مراسیل زہری کو ضعیف قرار دینے والوں کا رد کیا ہے۔ ان میں سے امام احمد بن صالح مصری ہے جو آپ کی احادیث کو سب سے زیادہ جاننے اور ان کا تذکرہ کرنے والے تھے ③۔

ایک مرتبہ ان کے سامنے امام یحییٰ بن سعید کا مذکورہ بالا قول ذکر کیا گیا تو آپ نے سختی سے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

"ما ليحيىٰ و معرفة علم الزهرى ليس كما قال يحيىٰ" ⑤

یحییٰ کو زہری کے علم کی معرفت کہاں بات اس طرح نہیں ہے، جس طرح یحییٰ نے کی ہے۔

مراسیل زہری کے بارے میں راجح بات یہی ہے کہ آپ کی مرسل روایات اگر اصول دین اور صحیح احادیث کے موافق ہیں تو وہ کبار تابعین کی مرسل مرویات کی مانند ہیں اس پر وہی شروط لاگو ہوں گی جو کبار تابعین کی مرسل مرویات کے لئے وضع کی گئی ہیں اور اگر وہ (مرسل مرویات) اصول دین اور صحیح احادیث کے خلاف ہیں تو وہ مردود اور ضعیف شمار ہوں گی جن کے بارے میں امام یحییٰ بن سعید اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے: "لا شيئ" (کوئی چیز نہیں) ⑥۔

امام یحییٰ بن سعید اور امام شافعیؒ کے مذکورہ اقوال کو ظن اور گمان پر محمول کریں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے ثابت ہو سکے کہ امام زہری ضعیف رواۃ کو ساقط کرتے تھے بلکہ آپ اکثر و بیشتر اختصار کے لئے ثقہ رواۃ کو ساقط کر دیتے تھے۔

---

① العلائی، جامع التحصیل،: ۹۰
② العلائی، جامع التحصیل،: ۹۰
③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳/ ۳۱۷
④ الفسوی، کتاب المعرفة والتاریخ، ص: ۱/ ۶۸۶
⑤ الشافعی، الرسالة، ص: ۴۶۱
⑥ ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/ ۳۷ ● الخطیب، الکفایة، ص: ۳۱۸

اس کی دلیل امام مالکؒ بن انس کا قول ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"کنا نجلس إلیٰ الزهری وإلی محمد بن المنکدر فیقول الزهری قال ابن عمرؓ کذا و کذا فإذا کان بعد ذلك جلست إلیه فقلت الذی ذکرت عن ابن عمرؓ من أخبرك به قال ابنه سالم" ①

ہم زہری اور محمد بن منکدر کے پاس بیٹھتے تھے زہری کہتے کہ ابن عمرؓ نے یوں یوں فرمایا اس کے بعد میں ایک مرتبہ آپ کے پاس بیٹھا تو میں نے کہا جو آپ نے حضرت ابن عمرؓ سے جو روایت بیان کی ہے اس (حدیث) کو کس نے بیان کیا ہے۔ تو کہنے لگے ان کے بیٹے سالم نے۔

امام مالک کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ امام زہری مراسیل میں ثقہ رواۃ کو گرا دیتے تھے۔

امام ابن عبدالبر مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"فهکذا مراسیل الثقات إذا سئلوا أحالوا علی الثُقات" ②

اس طرح ثقہ رواۃ کی مراسیل ہیں جب ان سے پوچھا جاتا ہے تو وہ ثقہ رواۃ کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔

۲۔ زہری اور ادراج:

علامہ تمنا عمادی امام زہری پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''زہری کی عادت ادراج کی بھی تھی ادراج کہتے ہیں حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے ساتھ اپنے الفاظ ملا دینے کو یعنی حدیث میں اپنی طرف سے کچھ الفاظ درج کر دینا'' ③۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام زہری احادیث کی تفسیر کرتے ہوئے بعض اوقات کچھ الفاظ کا اضافہ (بطور تفسیر کے) کر دیتے تھے اور آپ کے ہمعصر ساتھیوں نے آپ کو اس سے منع بھی کیا تھا۔

آپ کے ہم عصر کا بیان ہے۔

"افصل کلامك من کلام النبی ﷺ" ④

اپنے کلام کو نبی ﷺ کے کلام سے جدا رکھا کرو۔

---

① ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/ ۳۷

② تمنا عمادی، امام زہری و امام طبری تصویر کے دو رخ، ص: ۱۳۷

③ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱/ ۲۳۷ ◉ ابن حجر، النکت، ص: ۲/ ۸۲۹

④ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱/ ۲۳۷

امام ربیعہ رائی نے امام زہری کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"إذا حدثت فبين كلامك من كلام النبي ﷺ" ①

جب آپ حدیث بیان کریں تو اپنے کلام اور نبی ﷺ کے کلام کی وضاحت کیا کرو۔

ادراج کا یہ عمل بہت سارے ائمہ حدیث سے ثابت ہے۔ اس کی وجہ سے کسی راوی کی عدالت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہ صرف حدیث کے غریب الفاظ کی شرح بیان کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور محدثین پر کلام رسول اور کلام راوی کے مابین امتیاز کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے حدیث میں موجود راوی کے کلام کی نشاندہی کی ہے اور اگر یہ کوئی مشکل معاملہ ہوتا تو وہ ان کے مابین امتیاز نہ کر سکتے تھے۔

امام سیوطی اس بارے میں رقمطراز ہیں۔

"وعندي أن ما أدرج لتفسير غريب لا يمنع ولذلك فعله الزهري و غير واحد من الأئمة" ②

میرے نزدیک (حدیث) کے غریب الفاظ کی تفسیر کے لئے جن الفاظ کا اضافہ کیا جاتا ہے وہ ممنوع نہیں ہے اس لئے امام زہری اور بہت سارے ائمہ حدیث نے یہ عمل کیا ہے۔

۳۔ زہری اور تدلیس

علامہ تمنا عمادی نے امام شافعی اور امام دارقطنی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام زہری تدلیس کرتے تھے ③۔

مدلس کی روایت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ تین قول زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ پہلا قول یہ ہے کہ مدلس کی روایت مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی سماع ثابت ہو یا نہ ہو، کیونکہ اس میں راوی متہم ٹھہرتا ہے اور یہ دھوکہ ہے۔ یہ قول اہل حدیث و فقہ کے ایک گروہ کا ہے۔ جن میں فقہاء مالکیہ میں سے قاضی عبدالوہاب الثعلبی ہیں ④۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ "مدلس کی روایت قبول کی جائے گی" خطیب بغدادی اس بارے میں رقمطراز ہیں:

"..........وقال خلق كثير من أهل العلم خبر المدلس قبول لأنهم لم يجعلوه بمثابة الكذاب ولم يروا التدليس نا قضا لعدالته و ذهب إلىٰ ذلك جمهور من قبل المراسيل من الأحاديث و زعموا أن نهاية أمره أن يكون التدليس بمعنى الإرسال" ⑤

---

① السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۱/۲۷۴ ② تمنا عمادی، امام زہری و امام طبری، ص: ۱۳۷

③ الخطیب، الکفایہ، ص: ۵۱۵ ④ العراقی، شرح الالفیہ، ص: ۱/۱۸۳ ● ابن عبدالبر، التمہید، ص: ۱/۱۷

⑤ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص: ۷

اہل علم کی بہت سی تعداد نے کہا ہے کہ مدلس کی خبر قابل قبول ہے۔ کیونکہ انہوں نے اسے (مدلس) کو جھوٹا قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس کی تدلیس کو عدالت کے سقوط ہونے کا سبب قرار دیا ہے اور یہ قول جمہور اہل علم کا ہے جو مرسل احادیث کو قبول کرتے ہیں" ان کے خیال کے مطابق تدلیس بلا اخبار ارسال کے معنی میں ہوتی ہے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر مدلس ثقہ راوی سے روایت کرتا ہے، تو اس کی روایت قبول کی جائے گی۔ یہ قول اکثر ائمہ حدیث کا ہے، حافظ ابوالفتح الأزدی اس بارے میں بیان کرتے ہیں:

"التدليس على ضربين فإن كان تدليساً عن ثقة لم يحتج أن يوقف على شيئ و قبل منه و من كان يدلس عن غير ثقة لم يقبل منه الحديث اذا أرسله حتىٰ يقول حدثني فلان أو سمعت"۔ ①

تدلیس کی دو اقسام ہیں:
۱) اگر ثقہ راوی سے ہو، تو کسی چیز پر توقف کرنے کیلئے دلیل نہیں لی جائے گی، اور اس کی یہ روایت قبول کی جائیگی۔
۲) اگر وہ (مدلس) غیر ثقہ راوی سے روایت کرتا ہے۔ تو ارسال کی صورت میں اس کی حدیث قابل قبول نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ "حدثنی فلان" (مجھے فلاں نے حدیث بیان کی ہے) یا "سمعت" (میں نے فلاں سے سنا) کے الفاظ نہیں کہتا۔

امام ابوبکر بزار فرماتے ہیں:

"إن كان يدلس عن الثقات كان تدليسه عند أهل العلم مقبولاً" ②

اگر وہ (مدلس) ثقات سے تدلیس کرتا ہے، تو اہل علم کے ہاں اس کی تدلیس قابل قبول ہے۔

ظفر احمد عثمانی تھانوی رقمطراز ہیں:

"إن كان المدلس من ثقات القرون الثلاثة يقبل تدليسه كإرساله مطلقاً" ③

اگر مدلس قرون ثلاثہ کے ثقہ رواۃ میں سے ہے اس کی تدلیس قبول کی جائے جس طرح ان کا ارسال قابل قبول ہے

امام زہری چونکہ ثقہ رواۃ سے تدلیس کرتے ہیں اسلئے ان کی تدلیس اہل علم کے ہاں قابل قبول ہے۔

امام علائی فرماتے ہیں:

"محمد بن شهاب الزهرى الامام العالم مشهور به و قد قبل الأئمه قوله عن......"۔ ④

محمد بن شہاب زہری مشہور امام عالم ہیں ائمہ (محدثین) نے آپ کے عنعنہ کو قبول کیا ہے۔

---

① ابن حجر، طبقات المدلسین، ص: ۲۱
② التھانوی، قواعد فی علوم الحدیث، ص: ۵۳
③ العلائی، جامع التحصیل، ص: ۱۰۹
④ العلائی، جامع التحصیل، ص: ۱۱۳

۱۔ امام علائی کے نزدیک آپ کی تدلیس متحمل (یعنی قابل برداشت) ہے اور دوسری بات یہ کہ آپ کی تدلیس زیادہ نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"من احتمل الأئمة تدليسة وخرّجوا له فى الصحيح و إن لم يصرح بالسماع و ذلك لإ مامتهٖ أو لقلة تدليسه فى جنب ماروى أو لأنه لا يدلس إلا عن ثقة و ذلك كالزهرى"(۱)

ائمہ نے بعض حضرات کی تدلیس کو ان کی امانت یا قلت تدلیس یا ثقہ رواۃ سے تدلیس کے پیش نظر قابل برداشت سمجھا اور ان کی مرویات کو صحیح میں نقل کیا ہے اگرچہ انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی ہے مثلاً امام زہری۔

ابن العجمی فرماتے ہیں۔

"محمد بن شهاب الزهرى الامام العالم المشهور ، مشهور به و قد قبل الأئمة قوله عن"(۲)

محمد بن شہاب زہری مشہور امام عالم ہیں ائمہ (محدثین) نے آپ کے عنعنہ کو قبول کیا ہے۔

نیز امام ذہبی، ابن شہاب زہری کی تدلیس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"كان يدلس فى النادر"(۲)

(ابن شہاب) شاذ و نادر ہی تدلیس کرتے تھے۔

البتہ حافظ ابن حجرؒ نے امام زہریؒ کی تدلیس کے بارے میں جمہور محدثین سے اختلاف کیا ہے انہوں نے امام زہری کو طبقہ ثالثہ کے مدلسین میں شمار کیا ہے جو کثرت سے تدلیس کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں:

"من أكثر من التدليس فلم يحتج الأئمة من أحاديثهم إلا ما صرحوا فيه بالسماع و منهم من رد حديثهم مطلقاً و منهم من قبلهم كابى الزبير المكى"(۳)

جو کثرت سے تدلیس کرتے ہیں ان کی احادیث کو محدثین نے حجت نہیں قرار دیا بالا یہ کہ وہ ان میں سماع کی صراحت کریں اور بعض نے ان کی احادیث کو مطلق رد کیا ہے اور جبکہ کچھ نے ان کی مرویات کو قبول کیا ہے جن میں سے ابو زبیر کی ہیں۔

---

(۱) ابن العجمی، التبیین لأسماء المدلسین، ص: ۵۰

(۲) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴/۴۰

(۳) ابن حجر، طبقات المدلسین، ص: ۲۳

امام زہریؒ کے بارے میں ابن حجر کی رائے قابل قبول نہیں اس لئے انہوں نے اپنے سے قبل ائمہ (محدثین)' جنہوں نے اسمائے مدلسین کے بارے میں کتب تصنیف کی ہیں' کی مخالفت کی ہے۔ مثلاً امام ذہبی' امام علائی اور ان کے معاصر سبط بن عجمی وغیرہ۔

اس سے واضح ہوا کہ امام زہری کا عنعنہ سے روایت کرنے مطلقاً حجت ہے۔

ان کے علاوہ بھی تمنا عمادی، مولانا محمد نافع نے امام زہری پر اعتراضات کیے ہیں [1]۔

اب سوال یہ ہے کہ ان منکرین حدیث کا حدیث اور رواۃ حدیث کو مورد طعن بنانے کے در پردہ کیا اسباب کارفرما تھے؟ اس بارے میں ڈاکٹر محمد عبداللہ عابد نے بالخصوص برصغیر میں فتنہ انکار حدیث کے حوالے سے چند ایک اسباب ذکر کیے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ خواہشات نفس کی پیروی

۲۔ کم علمی اور جہالت

۳۔ عقل کو معیار بنانا

۴۔ دنیاوی اغراض و مقاصد کا حصول

۵۔ برطانوی سامراج کی سازش

۶۔ مستشرقین کی خوشہ چینی [2]

درج بالا اسباب دیگر عرب منکرین حدیث پر بھی چسپاں کئے جاسکتے ہیں۔

☆☆☆

---

[1] مقالۂ ہذا میں ان تمام اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لینا شامل نہیں اس لئے کہ یہ موضوع سے غیر متعلق ہیں۔

[2] محمد عبداللہ، برصغیر میں فتنہ انکار حدیث کی تاریخ اور اسباب، محدث (اشاعت خاص: فتنہ انکار حدیث)، ص: ۱۲۳

خاتمہ

(i) نتائج تحقیق

(Results of the Research)

تحقیق کی روشنی میں درج ذیل نتائج ثابت ہوئے ہیں۔

(۱) بنوامیہ قریش کی نامور شاخ تھی۔ بنوامیہ کے مورث اعلیٰ امیہ عبد شمس کے لڑکے تھے۔

(۲) بنوامیہ کے مؤسس حضرت امیر معاویہؓ اموی خاندان سے تھے۔

(۳) بنوامیہ کا دور ۴۱ھ تا ۱۳۲ھ نوے، اکیانوے سال پر محیط ہے۔

(۴) اس عرصہ میں بنوامیہ کے کل چودہ خلفاء گزرے ہیں۔

(۵) یہ عہد مسلمانوں کے عروج کا دور زریں کہلاتا ہے۔

(۶) یہ عہد حضرات صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے عبارت ہے جو ''خیر القرون'' کے لقب سے سرفراز ہے۔

(۷) اس عہد میں اہل اسلام دینی اور دنیوی سعادت وفلاح کی معراج کو پہنچے اور انہیں روحانی اور مادی فتوحات نصیب ہوئیں۔

(۸) اس دور کی مقدس شخصیات نے جانکاہ تکالیف اٹھا کر مذہبی علوم وفنون کی آبیاری کی جن کے فیض سے آج مذہبی علوم وفنون زندہ ہیں۔

(۹) اس عہد کو ملوکیت کا نام دے کر اس سے نفرت پیدا کرنا مستشرقین کی امت مسلمہ کے خلاف ایک گہری سازش ہے۔

(۱۰) اس عہد میں امت مسلمہ باہم نزاع وافتراق کا شکار ہوئی اور خوارج، شیعہ، مرجئہ اور معتزلہ فرقوں کا ظہور ہوا۔

(۱۱) خوارج اہل بدعت میں سے ہیں جن کے اپنے علیحدہ نظریات ہیں عام مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے کی بناء پر ان کا یہ نام پڑا۔

(۱۲) اکثر مفسرین ومحدثین اور اصحاب اخبار وسیر کے مطابق آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں خوارج کے ظہور کی خبر دی تھی۔

(۱۳) خوارج کے مخصوص افکار وعقائد ہیں ان کے نزدیک اسلام اور ایمان میں کوئی فرق نہیں، گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے، قرآن مخلوق ہے قیاس وتاویل ناجائز ہیں۔

(۱۴) خوارج کے فرقوں ازارقہ، نجدات، صفریہ، اباضیہ قابل ذکر ہیں۔

(۱۵) شیعہ کا نام زیادہ تر ان لوگوں پر بولا جاتا ہے جو حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کے پیروکار ہیں۔

(۱۶) شیعہ فرقہ کا ظہور حضرت علیؓ کے دور خلافت میں شروع ہوا۔

(۱۷) شیعہ فرقوں میں شیعان اُولیٰ، تفضیلی فرقہ، تبرائی فرقہ، غالی فرقہ مشہور ہیں۔

(۱۸) مرجئہ کا نام ان لوگوں پر بولا جاتا ہے جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایمان کی موجودگی میں معصیت ضرر رساں نہیں۔

(۱۹) مرجئہ فرقوں میں سے مرجئہ خوارج، مرجئہ قدریہ، مرجئہ جبریہ اور مرجئہ خالصہ چار اصناف ہیں۔

(۲۰) مرجئہ کے افکار وعقائد میں سے کفار اور گنہگار مسلمان کا ہمیشہ جہنم میں رہنا، ایمان کی موجودگی میں معصیت نقصان دہ نہیں۔

(۲۱) جہمیہ فرقہ کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ انسان سے افعال کی نفی کر کے انہیں ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا جائے یعنی انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے۔

(۲۲) جہمیہ فرقہ کے عقائد میں سے اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کا انکار، اس طرح پل صراط، میزان، رؤیت باری، عذاب قبر وغیرہ امور کا انکار شامل ہے۔

(۲۳) معتزلہ فرقہ کی بنیاد واصل بن عطاء کا مرتکب کبیرہ کے مسئلہ پر حسن بصری سے اختلاف کرنے کی بناء پر پڑی۔

(۲۴) معتزلہ کے عقائد میں سے توحید، عدل، وعد ووعید، کفر واسلام کے مابین منزل، امر بالمعروف ونہی عن المنکر قابل ذکر ہیں۔

(۲۵) اس عہد میں علم حدیث کی ترویج واشاعت میں بہت سے معاون عوامل کی نشاندہی ہوتی ہے جن میں سے صحابہ کرامؓ کی موجودگی، تربیت رسول، رسول ﷺ سے صحابہؓ کی والہانہ محبت وعقیدت، ابلاغ حدیث کی ذمہ داری کا احساس، وعید کا خوف، تابعین اور تبع تابعین کی موجودگی، ان حضرات کا مختلف بلاد وامصار کا سفر، اسلامی فتوحات، علم حدیث کے مراکز وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(۲۶) علم حدیث کی ترویج واشاعت میں مخل ہونے والے عوامل میں سے مختلف فرقوں اور حوادث کا ظہور، سیاسی عدم استحکام، کتابت حدیث کی ممانعت وغیرہ سرفہرست ہیں۔

(۲۷) حفظ حدیث، مذاکرۂ حدیث، کتابتِ حدیث اور تعامل، حدیث کی ترویج واشاعت کے بنیادی ذرائع تھے۔

(۲۸) محدثین کرام نے علم حدیث کی ترویج واشاعت اور اس کی حفاظت کے لیے مختلف بلاد وامصار کے سفر کیے۔

(۲۹) علم حدیث کی ترویج واشاعت میں خلفائے بنوامیہ میں حضرت امیر معاویہؓ، عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز اور ہشام بن عبدالملک قابل ذکر ہیں۔

(۳۰) مصادر سے ادوات حدیث کے بارے میں بہت سے الفاظ کا تذکرہ ملتا ہے مثلاً کتاب، صحیفہ، نسخہ، دفتر، قرطاس، طومار، جزء، کراسہ، رسالہ، لوح، مجلہ، صک، رق اور رقعہ وغیرہ۔

(۳۱) اس دور میں ۳۹ صحابہ کرامؓ، ۱۸۲ تابعینؒ اور ۲۱۵ تبع تابعینؒ کے پاس تحریری صورت میں مجموعہ احادیث موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

(۳۲) عہد رسالت میں تحریری احادیث کا سرمایہ دو طرح سے تھا ایک وہ جو آنحضرت ﷺ نے خود اہتمام فرما کر املاء کروایا اور اسے اپنی طرف منسوب کیا اور دوسری قسم ان شخصی تحریروں کی ہے جو صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے تحریر کیے تھے۔

(۳۳) مراحل تدوین حدیث میں سے پہلا مرحلہ ۱ھ تا ۷۵ھ اور دوسرا ۷۵ھ تا ۱۳۲ھ اور تیسرا ۱۳۲ھ تا ۲۰۰ھ پر محیط ہے۔

(۳۴) سرکاری سطح پر تدوین حدیث کا آغاز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) میں ہوا۔

(۳۵) حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں احادیث کی جمع وتدوین کے محرکات و دواعی کی کثرت اور کتابت حدیث کے موانع کا زائل ہونا احادیث کا سرکاری سطح پر مدون ہونے کا سبب قرار پایا۔

(۳۶) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے علماء اور پوری مملکت میں ذمہ دار افراد کو سنت کی تعلیم اس کے احیاء اور حوصلہ افزائی کے لئے حکم نامے ارسال کیے۔

(۳۷) آپ نے تدوین حدیث کے سلسلہ میں تمام اکابر تابعین علماء وفقہاء سے تعاون حاصل کیا بالخصوص جن کو آپ نے جمع و تدوین کا کام سونپا ان میں عامل مدینہ ابوبکر بن محمد اور ابن شہاب زہری قابل ذکر ہیں۔

(۳۸) سرکاری سطح پر تدوین حدیث کی ابتدا کی وجہ سے محدثین کرام نے تحریک تدوین حدیث تیز تر ہوگئی اور بہت سارے علماء نے حدیث کی کتب مدون کیں۔

(۳۹) فتنہ وضع حدیث کے آغاز کے بارے میں متعدد آراء ہیں پہلی یہ کہ اس کا آغاز عہد رسالت میں ہوا دوسرا یہ کہ ۴۰ھ اور اس کے بعد کے ادوار میں اور تیسری رائے یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری کے آخری تہائی میں ہوا۔

(۴۰) وضع حدیث کے بنیادی عوامل واسباب میں سے سیاسی گروہ بندی اور اسلام دشمنی سرفہرست ہیں جبکہ دیگر عوامل مثلاً عصبیت، وعظ گوئی، زہاد اور صلحاء، فقہی وکلامی اختلافات وغیرہ نے اس فتنہ کے انتشار میں ممد و معاون رہے۔ جنہیں ثانوی عوامل کہا جاتا ہے۔

(۴۱) وضع حدیث میں شیعہ کا کردار زیادہ نمایاں ہے۔ علاوہ ازیں اہل سنت کے جہلا اور بعض کے نزدیک خوارج نے بھی احادیث وضع کیں۔

(۴۲) فتنہ وضع حدیث کے سدباب کرنے کے لیے محدثین کرام نے تین طرح کے اسلوب کو اختیار کیا ایک یہ کہ روایت میں احتیاط اور تثبت سے کام لیا دوسرا یہ کہ حدیث کے لیے اسناد کو لازمی قرار دیا اور تیسرا یہ کہ علم الجرح والتعدیل کے فن کے ذریعہ رواۃ حدیث کی چھان پھٹک کر کے عادلین کی روایات کو قبول اور مجروحین کی روایات کو رد کر دیا۔

(۴۳) حدیث میں احتیاط اور تثبت کرنے کے بارے میں محدثین کرام کے سامنے اپنے اسلاف کے بے شمار نمونے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان کی روشنی میں کسی روایت کو قبول نہیں کیا جب تک کہ انہوں نے اس کی صحت کے بارے میں پوری طرح جائزہ نہیں لے لیا۔

(۴۴) حدیث کی حفاظت اور صحیح اور موضوع روایات کے مابین امتیاز کرنے کے لیے محدثین کرام نے حدیث میں احتیاط اور تثبت کے ساتھ ساتھ حدیث کے لیے اسناد کو لازمی قرار دیا اور بغیر اسناد کے کسی روایت کو قبول نہیں کیا۔

(۴۵) اسناد کی اہمیت از روئے قرآن کریم، سنت مطہرہ، آثار صحابہ اور اقوال علماء مسلّم ہے۔

(۴۶) محدثین کرام نے رواۃ حدیث کے حالات کی چھان پھٹک کر کے ان میں ثقہ اور کمزور، سچا اور جھوٹا، ضابط اور غافل، عادل اور فاسق کے مابین خط امتیاز کرنے کے لیے "علم الجرح و التعدیل" کا فن ایجاد کیا۔

(۴۷) علم الجرح والتعدیل کی شرعی حیثیت قرآن کریم، سنت نبوی اور عمل صحابہ کی روشنی میں واضح ہوتی ہے۔

(۴۸) محدثین کرام نے فتنہ وضع حدیث کی سرکوبی کے لیے "علم الجرح و التعدیل" سے بھرپور استفادہ کیا۔

(۴۹) وضع حدیث کے مختلف عوامل واسباب نے علم نقد حدیث کو جنم دیا تھا۔

(۵۰) عہد بنوامیہ کے آخری دور میں علم نقد حدیث نے بطور ایک خاص فن کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔

(۵۱) علم نقد حدیث کی دو اقسام ہیں اول نقد سند اور دوم نقد متن ہے۔

(۵۲) نقد سند کے لیے محدثین نے "علم الاسناد" اور "علم الجرح و التعدیل" کے فن ایجاد کیے اور نقد متن کے لیے "علم التاریخ"، "علوم الحدیث" کے فن ایجاد کیے۔

(۵۳) اس دور میں بے شمار ائمہ نقاد تھے جنہوں نے علم حدیث اور نقد رجال پر عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں ان ائمہ میں امام عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی، امام شعبہ بن حجاج، امام سفیان بن سعید ثوری، امام مالک بن انس، امام عبداللہ بن مبارک، امام سفیان بن عیینہ، امام یحیٰ بن سعید قطان قابل ذکر ہیں۔

(۵۴) اس دور کے ائمہ نقاد نے نقدِ حدیث اور نقدِ رجال کے بہت سے قواعد اور اصول وضع کیے ہیں جن کی روشنی میں بعد والے ائمہ نقاد نے استفادہ کرتے ہوئے احادیث کی صحت اور اس کے ضعف کو واضح کیا ہے۔

(۵۵) مشرقی زبانوں اور آداب معاشرت میں مہارت رکھنے والے مستشرقین کہلاتے ہیں۔

(۵۶) استشراقی تحریک کا نقطہ آغاز عہد رسالت میں ہی ہو چکا تھا تاہم باقاعدہ طور پر اس کے معرض وجود میں آنے کے بارے میں مختلف آراء ہیں ایک رائے یہ ہے کہ صلیبی جنگوں میں اہل مغرب کی ناکامی اس کا سبب بنیں، بعض کے نزدیک اس کا آغاز دسویں صدی عیسوی کو ہوا جبکہ ۱۱۴۳ء، ۱۲۶۹ء، ۱۳۱۲ء، ۱۵۳۹ء، ۱۵۸۶ء، ۱۷۵۷ء وغیرہ اقوال بھی منقول ہیں تاہم اس بارے میں آٹھویں صدی عیسوی کو راجح قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۵۷) تحریک استشراق کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۵۸) مستشرقین کے نزدیک اسلام کو ختم کرنا ایک عظیم مقصد ہے اس کے لئے انہوں نے اسلامی مصادر کو نشانہ بنایا قرآن کریم کے بعد مصدر ثانی (یعنی حدیث) اور رواۃ حدیث پر دل کھول کر تیشہ زنی کی۔

(۵۹) مستشرقین کے احادیث اور رواۃ حدیث پر کئے گئے اعتراضات میں سے درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

۱۔ اکثر احادیث آغاز اسلام کے عہد کی دستاویز نہیں ہیں بلکہ یہ ان مساعی کا نتیجہ ہیں جو مسلمانوں نے پچھلے تاریخی ادوار میں انجام دیں اس لئے احادیث قابل حجت نہیں۔

۲۔ اکثر و بیشتر احادیث وضع کردہ ہیں۔

۳۔ احادیث کی تدوین ڈیڑھ دو صدی بعد میں عمل میں آئی۔

۴۔ رواۃ حدیث اور اموی حکومت نے احادیث وضع کی ہیں۔

۵۔ احادیث کی اسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بعد کی پیداوار ہے۔

(۶۰) مستشرقین کے مذکورہ اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا اور یہ بات سامنے آئی۔

۱۔ تاریخ اسلام کے کسی دور میں بھی مسلمانوں کے لئے احادیث سے بے نیاز رہنا ممکن نہیں تھا قرآن کریم کے بعد حدیث مطہرہ علوم و معارف کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے اور قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اطاعتِ رسول حدیث پر عمل کرنے کی صورت میں ممکن ہے علاوہ ازیں بعض مستشرقین کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان عہد رسالت میں احادیث پر عمل پیرا تھے۔

۲۔ احادیث کی تدوین ڈیڑھ دوصدی بعد میں نہیں ہوئی عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی احادیث کو تحریر کرتے تھے اس لئے اس دور میں بعض صحابہؓ نے احادیث کے صحائف تیار کر لئے تھے، عہد رسالت کے بعد بالخصوص عہد بنوامیہ میں تو صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کے بے شمار مجموعہ ہائے حدیث کا تذکرہ مصادر سے ملتا ہے۔

۳۔ رواۃ حدیث اور خلفائے بنوامیہ کے بارے میں لگائے گئے الزامات کہ وہ احادیث وضع کرتے تھے۔ ایک بے بنیاد دعویٰ ہے جو نقد و جرح کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ رواۃ حدیث (علماء) تو رسول اللہ ﷺ پر افتراء پردازی کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے انہوں نے وضاعین کا کھوج لگایا وران کو زندیق اور فاسق قرار دیا بلکہ بعض علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے والا شخص کافر اور واجب القتل ہے اور اس کی توبہ تک قبول نہیں۔ ان دلائل کی روشنی میں ان حضرات کو واضعین قرار دینا کہاں کا انصاف اور کون سی تحقیق ہے۔ رہا سوال خلفائے بنوامیہ کا احادیث وضع کرنا تاریخ اس بات کی شہادت نہیں دیتی کہ انہوں نے اپنے کسی نظریہ کی تشہیر کے لئے احادیث وضع کی ہوں اور پھر ان کی وضع کردہ احادیث کا وجود کہیں بھی نہیں ملتا ہے۔

۴۔ احادیث کی اسناد نہ تو فرضی ہیں اور نہ ہی بعد کی پیداوار بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عہد رسالت میں بھی صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کی مجلس سے جب غیر حاضر ہوتے تو اپنے ساتھی کے حوالے سے ان کی سماعت کر لیتے تھے اور بعض دفعہ دو یا اس سے زائد واسطوں سے ان کی طرف حدیث پہنچی تھی دور فتنہ کے بعد جب وضع حدیث کا دروازہ کھلا تو محدثین کرام نے صحت حدیث جانچنے کے لئے اسناد کو لازمی قرار دیا۔ لہٰذا یہ فرضیہ بھی غلط اور بے بنیاد ہے۔

(۶۱) مستشرقین سے متاثر اشخاص (منکرین حدیث) نے مقاصد کی تبدیلی کے ساتھ حدیث اور رواۃ حدیث پر وہی اعتراضات وارد کئے جو ان کے پیشرو (یعنی مستشرقین) پہلے اٹھا چکے تھے۔

(۶۲) منکرین حدیث کے اس فتنہ میں ملوث ہونے کے بنیادی اسباب میں سے لاعلمی، غیر مسلم تہذیب سے مرعوبیت اور سیاسی و فکری محکومی سرفہرست ہیں۔

(ii) مسئلہ تحقیق کا جواب

درج بالا نتائج کی روشنی میں مسئلہ تحقیق کا جواب یہ ہے کہ تاریخی اعتبار سے عہد بنوامیہ اسلامی دور کا ایک زریں عہد ہے۔ جس میں حدیث اور علوم حدیث کی نشر و اشاعت اور اس کی تدوین ہوئی۔ یہ دور اس حوالے سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اس عہد میں مقدس شخصیات جن میں صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کی کثیر تعداد موجود تھی۔ انہی حضرات کے اخلاقی نمونوں سے اسلام کی روح زندہ اور ان کی علمی کوششوں سے اسلامی علوم وفنون کی آبیاری ہوئی اور دینی علوم کی حفاظت و اشاعت کے لئے نت نئے علوم وفنون ایجاد ہوئے اس دور کی بزرگ شخصیات نے جانگاہ تکالیف اٹھا کر ان کی حفاظت کی جن کے فیض سے آج تک دینی علوم وفنون زندہ ہیں۔

محدثین کرام نے بالخصوص خلفائے بنوامیہ نے بالعموم حدیث کی ترویج و اشاعت اور فتنہ وضع کے سد باب کے لئے عظیم الشان خدمات سرانجام دیں ہیں اسے سینوں اور سفینوں میں جگہ دی عملاً اور تحریری طور پر حدیث رسول سے اعتناء کیا اس کے باوصف مستشرقین نے اس دور کے مورد طعن ٹھہرایا اور اسلام دشمنی اور دوسرے کئی مقاصد کے پیش نظر اس پر بے بنیاد اعتراضات اٹھائے جو اپنی لغویت اور غیر معقولیت کی بناء پر قابل التفات نہیں ہیں۔ بعض مغرب زندہ مسلم سکالرز ان کے دام فریب میں آکر انہی کے افکار و خیالات کے خوشہ چین بن گئے جو اپنی غیر معقولیت میں ان کے پیشرو (مستشرقین) کے ہم پلہ ہیں۔

(iii) فرضیات کا جائزہ
(Test of the Hypothesis)

مسئلہ تحقیق کا حل ہمیں اس قابل کرتا ہے کہ مقدمہ میں وضع کردہ فرضیات کی حقیقت کا جائزہ لیں چنانچہ مذکورہ جواب کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ

فرضیہ نمبر ۱: ”جس کے مطابق بنوامیہ کا دور خلفاء کی باہمی چپقلش، مختلف فرقوں اور حوادث کے ظہور کی بدولت سیاسی عدم استحکام کا شکار رہا جس کی وجہ سے محدثین اور خلفاء، حدیث اور علوم حدیث کی ترویج واشاعت میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کر سکے۔

نیز حدیث کی تدوین ڈیڑھ دو سال بعد عمل میں آئی اور اس دور کی شخصیات کے پاس تحریری طور پر مجموعہ حدیث نہیں تھا اور یہ کہ خلفاء نے محدثین کرام سے اپنی مرضی کی احادیث وضع کروائیں“۔

فرضیہ نمبر ۲: جس میں کہا گیا تھا کہ ”مستشرقین کے اعتراضات کی نوعیت خالص علم کی کسوٹی پر مبنی ہے اور ان کے پیش نظر دیگر مقاصد کارفرما نہیں تھے“ یہ دونوں مفروضات غلط ثابت ہوتے ہیں جبکہ

فرضیہ نمبر ۳: جس کے مطابق ”تدوین حدیث جس کا آغاز عہد رسالت میں ہو چکا تھا عہد بنوامیہ میں سرکاری سطح پر تدوین حدیث ہوئی اور اس دور کی شخصیات کے پاس ذاتی صحائف تحریری صورت میں موجود تھے محدثین کرام اور خلفاء کا وضع حدیث میں کوئی کردار نہیں ہے بلکہ انہوں نے علم حدیث کی ترویج واشاعت اور فتنہ وضع حدیث کی سرکوبی کے لئے عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں“ درست ثابت ہوتا ہے۔

(iv) سفارشات

(Suggesstions)

مقالہ کے نتائج کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ عوام الناس میں فہم دین اسلام کا شعور اجاگر کیا جائے۔

۲۔ ملت کے ہر فرد میں حدیث فہمی کا ذوق اور شوق پیدا کیا جائے۔

۳۔ عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کی اہمیت کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا جائے۔

۴۔ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جو بنیادی مواد عربی زبان میں موجود ہے اس کے اردو ترجمہ کا مناسب اہتمام کیا جائے۔

۵۔ حکومتی اور دیگر تعلیمی اداروں میں حدیث اور علوم حدیث کے شارٹ کورسز (Short Courses) کا انعقاد کیا جائے۔

۶۔ حکومت اور نجی تعلیمی اداروں (سکولوں' کالجوں' یونیورسٹیوں) کی لائبریریوں کو اسلامی مصادر کی کتب بالخصوص کتب احادیث' شرح احادیث وغیرہ کثیر تعداد میں مہیا کی جائیں۔

۷۔ مستشرقین اور ان سے متاثر حضرات علمی تحقیق اور روشن خیالی کے نام پر اسلام اور مصادر اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈا کر رہے ہیں اس کا مدلل اور منہ توڑ جواب دیا جائے۔

۸۔ مستشرقین اور ان کے پروردہ منکرین حدیث کے مقاصد سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے ان کا سد باب کیا جائے۔

۹۔ نئی نسل کو اسلامی تاریخ کی مقدس شخصیات کے حالات سے روشناس کروایا جائے تا کہ ان کے اندر بھی وہ عظیم اقدار اور صفات پیدا ہو سکیں جو ہمارے اسلاف کا طرۂ امتیاز تھیں۔

۱۰۔ اہل علم و قلم کا یہ فریضہ بھی ہے کہ وہ مقدور بھر ان دھبوں کو اپنے قلم تحقیق سے دھو ڈالیں جو اغیار نے ہماری مقدس تاریخ میں داخل کیے ہیں۔

۱۱۔ استخفاف حدیث اور استہزاء حدیث جو انکار حدیث پر منتج ہوتا ہے حکومتی سطح پر اس کا نوٹس لینا اور اس کی سزا کا قانون پاس کرنا از حد ضروری ہے۔

۱۲۔ انکار حدیث دیگر فروعی مسائل کی طرح ایک معمولی مسئلہ نہیں بلکہ اساس دین سے متعلق ہے اس لئے مؤثر ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس کے بارے میں عوام کو آگاہی دی جائے۔

۱۳۔ حدیث کی اہمیت اجاگر کرنے اور عوام الناس میں اس کا شعور پیدا کرنے کے لئے قومی سطح پر سیمینارز اور کانفرنسیں

منعقد کی جائیں۔

۱۴۔ قومی سطح پر سربراہ مملکت اور نچلی سطح پر اس کے بااختیار نمائندے حفظ حدیث اور اہمیت حدیث کے موضوع پر تحریری اور تقریری مقابلوں کا انعقاد کرائیں اور ان میں شمولیت اختیار کر کے اس کی دلچسپی کا عملی مظاہرہ کریں۔

۱۵۔ سیرۃ النبی کانفرنس میں پیش کیے جانے والے مقالہ جات کے مجوزہ عناوین کا ایک معتدبہ حصہ حدیث اور علوم حدیث سے متعلق ہونا چاہیے۔

۱۶۔ انکار حدیث اور استخفاف حدیث سے متعلق مارکیٹ میں دستیاب لٹریچر حتیٰ الوسع monitor کرنے کی کوشش کی جائے۔

۱۷۔ احادیث کا وہ ذخیرہ جو ابھی تک مخطوط جات کی صورت میں محفوظ ہے قومی سطح پر اس کی طباعت کا بندوبست کیا جائے۔

۱۸۔ Knowledge Gap کو ختم کیا جائے، اس مقصد کے حصول کی خاطر دینی علوم سے مزین اساتذہ عصری علوم کی طرف اور عصری علوم سے آراستہ حضرات کو دین کا ضروری فہم اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔

۱۹۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق معاشرہ تشکیل دیا جائے تا کہ اسلامی نظام کے لئے راہ ہموار ہو سکے۔

﴿وما علینا إلا البلاغ المبین﴾

......☆......☆......

فہرس

فہرست آیات قرآنیہ

فہرست احادیث

فہرست اعلام

فہرست مصطلحات

فہرست بلاد و امصار

فہرست غزوات و وقائع

فہــــرســــت اشعـــــار

فهــرســت مصــادر و مــراجع

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الكتاب	دار النشرو مدينة النشر	سنة النشر (الهجرية)
1	ابن ابي الحديد، عزالدين عبدالحميد بن ابي الحسين	656 هـ	شرح نهج البلاغة	دارالفكر ابراهيم كامل الزين، بيروت، لبنان	1374 هـ
2	ابن ابي الخيثمة، ابوبكر احمد بن زهير	279 هـ	التاريخ	مكتبه جامع القرويين بفاس	
3	ابن ابي العز، قاضي صدر الدين	792 هـ	شرح العقيدة الطحاوية	المكتبة السلفية، لاهور، باكستان	1399هـ
4	ابن ابي شيبة، ابوبكر عبدالله بن محمد	235 هـ	المصنف	ادارة القرآن و العلوم الاسلاميه، كراتشي، باكستان	1406هـ
5	ابن الأثير الجزري، ابي السعادات المبارك بن محمد	606 هـ	النهاية في غريب الحديث	المكتبة العلميه مصاحبها الحاج، مصر	1383هـ
6	ابن الأثير الجزري، ابي السعادات المبارك بن محمد	606 هـ	جامع الاصول فى احاديث الرسول	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1418هـ
7	ابن الأثير، عزالدين ابوالحسن على بن محمد الجزري	630 هـ	اسد الغابة في معرفة الصحابة	دار احياء التراث العربي، بيروت، لبنان	1417هـ
8	ابن الأثير، عزالدين ابوالحسن على بن محمد الجزري	630 هـ	الكامل فى التاريخ	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1417هـ
9	ابن الجارود، ابو محمد عبدالله بن على	307 هـ	المنتقى من السنن المسندة عن رسول ﷺ	مطبعه الفجالة الجديدة، القاهرة، مصر	1963م
10	ابن الجزري، شمس الدين ابوالخير محمد بن محمد	833 هـ	غاية النهاية فى طبقات القراء	مطبع السعادة بجوار محافظة، مصر	1351هـ
11	ابن الجعد، ابى الحسن علي بن الجعد	230هـ	المسند	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1410هـ
12	ابن الجوزي ، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن على بن محمد	597 هـ	كتاب القصاص و المذكرين	المكتبة العلميه، لاهور، باكستان	1396هـ
13	ابن الجوزي ، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن على بن محمد	597 هـ	تلبيس إبليس	دار القلم، القاهرة، مصر	1413هـ
14	ابن الجوزي ، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن على بن محمد	597 هـ	كتاب الموضوعات	المكتبة السلفية، الرياض، السعودية	1386هـ
15	ابن الجوزي ، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن على بن محمد	597 هـ	المنتظم في تاريخ الملوك و الامم	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1412هـ
16	ابن الجوزي ، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن على بن محمد	597 هـ	العلل المتناهية فى الاحاديث الواهية	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1403هـ
17	ابن الجوزي ، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن على بن محمد	597 هـ	صفة الصفوة	مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد، الدكن	1355هـ
18	ابن الجوزي ، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن على بن محمد	597 هـ	سيرة عمر بن عبدالعزيز	مطبعه الرحمانية، مصر	1346هـ
19	ابن الخياط، ابو عمرو خليفة بن خياط	240 هـ	الطبقات	مطبعة العاني، بغداد، عراق	1967م
20	ابن الخياط، ابو عمرو خليفة بن خياط	240 هـ	تاريخ خليفة بن خياط	دار طيبه للنشر و التوزيع، الرياض، السعودية	1405هـ
21	ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن الشيزوري	643 هـ	علوم الحديث	دار الفكر المعاصر، بيروت، لبنان	1406هـ
22	ابن الطقطقا، محمد بن على بن طباطبا		الفخرى فى الأداب السلطانية و الدول الاسلامية	مطبعه الرحمانية، القاهرة، مصر	1346هـ
23	ابن العجمي، ابراهيم بن محمد بن سبط	841هـ	نهاية السؤال	دارالفكر للطباعة و النشر و التوزيع، بيروت، لبنان	1423هـ
24	ابن العجمي، ابراهيم بن محمد بن سبط	1841 هـ	التبيين لاسماء المدلسين	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1406هـ
25	ابن العربي، ابوبكر ابن العربي	543 هـ	العواصم من القواصم	المطبعة السلفية، القاهرة، مصر	1375هـ
26	ابن العربي، ابوبكر ابن العربي المالكي، الحافظ	543 هـ	عارضة الاحوذى بشرح صحيح الترمذى	دار احياء التراث العربي، بيروت، لبنان	1415هـ
27	ابن العربي، ابوبكر ابن العربي المالكي، الحافظ	543 هـ	شرح كتاب القضاء للترمذى	مكتبه السعادة، القاهرة، مصر	
28	ابن العماد، ابوالفلاح عبدالحى بن العماد	1089 هـ	شذرات الذهب بأخبار من ذهب	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1419هـ
29	ابن الفارس، ابو الحسين احمد بن فارس	395 هـ	معجم مقاييس اللغة	مطبعه مصطفىٰ البابى الحلبى، القاهرة، مصر	1389هـ

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الکتاب	دار النشرو مدینة النشر	سنة النشر (الهجریة)
30	ابن القیم، شمس الدین ابی عبدالله محمد ابن ابی بکر	751ھ	المنار المنیف فی الصحیح و الضعیف	مکتبه مطبوعات الاسلامیه	1390ھ
31	ابن القیم، شمس الدین ابی عبدالله محمد ابن ابی بکر	751ھ	اعلام الموقعین عن رب العالمین	دارالحدیث، القاهرة، مصر	1414ھ
32	ابن القیم، شمس الدین ابی عبدالله محمد ابن ابی بکر	751ھ	مختصر الصواعق المرسل	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	1417ھ
33	ابن القیم، شمس الدین ابی عبدالله محمد بن ابی بکر	751ھ	اجتماع الجیوش الاسلامیة	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	1417ھ
34	ابن المدینی، علی بن عبدالله	234ھ	العلل	المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان	1392ھ
35	ابن الندیم، محمد بن اسحاق	380 ھ	الفهرست	دارالمعرفة للطباعة والنشر بیروت، لبنان	1871م
36	ابن باجی		المنتقی الحدیث	مکتبه دارالمعارف، الریاض، السعودیة	
37	ابن بدران، عبدالقادر بن احمد الدمشقی	1346 ھ	تهذیب تاریخ ابن عساکر	المکتبة العربیة، دمشق، شام	
38	ابن بهادر، بدر الدین أبي عبد الله محمد بن جمال الدین عبد الله	794 ھ	النکت علی مقدمة ابن الصلاح	أضواء السلف، الریاض	1419ھ
39	ابن تغري، جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغری	874 ھ	النجوم الزاهرة في ملوك مصر و القاهرة	المؤسسة العامة للتالیف و الترجمة، مصر	1963م
40	ابن تیمیة ، أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن تیمیة الحراني	728 ھ	الایمان	دارالحدیث، القاهرة، مصر	
41	ابن تیمیة ، أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن تیمیة الحراني	728 ھ	الفتویٰ الحمویة الکبریٰ	دارالکتب السلفیة، لاهور، پاکستان	1984م
42	ابن تیمیة ، أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن تیمیة الحراني	728 ھ	منهاج السنة النبویة	جامعه الامام محمد بن سعود الاسلامیة، السعودیة	1406ھ
43	ابن تیمیة ، أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن تیمیة الحراني	728 ھ	بیان تلبیس الجهمیة في تأسیس بدعهم الکلامیة	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	1392ھ
44	ابن تیمیة ، أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن تیمیة الحراني	728 ھ	درء تعارض العقل و النقل	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	1417ھ
45	ابن تیمیة ، أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن تیمیة الحراني	728 ھ	مجموع الفتاویٰ	مطبعه الریاض، الریاض، السعودیة	1381ھ
46	ابن حبان، ابو حاتم محمد البستي	354 ھ	کتاب الثقات فی الصحابه و التابعین و اتباع التابعین	باهتمام محمد ظهیر الدین شرفی، حیدر آباد، الدکن	1388ھ
47	ابن حبان، ابو حاتم محمد البستي	354 ھ	صحیح ابن حبان (بترتیب ابن بلبان)	المکتبة الأثریة، سانگله هل، پاکستان	
48	ابن حبان، ابو حاتم محمد البستي	354 ھ	مشاهیر علماء الامصار	مکتبه ابن الجوزی، الدمام، السعودیة	
49	ابن حبان، ابو حاتم محمد البستي	354 ھ	کتاب المجروحین من المحدثین و الضعفاء و المتروکین	دارالوعی بحلب، شام	1396ھ
50	ابن حبیب، ابی جعفر محمد بن حبیب البغدادی	245 ھ	کتاب المحبر	دار نشر الکتب الاسلامیة، لاهور، پاکستان	
51	ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن	852 ھ	نخبة الفکر في مصطلح أهل الأثر	المکتبه العلمیة، المدینة المنورة، السعودیة	1975م
52	ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي	852 ھ	طبقات المدلسین	دارالصحوة، القاهرة، مصر	1407ھ
53	ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي	852 ھ	الدرر الکامنة في أعیان المائة الثامنة	دارالجلیل، بیروت، لبنان	
54	ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي	852 ھ	نزهة النظر شرح نخبة الفکر	المکتبه العلمیة، المدینة المنورة، السعودیة	1975م
55	ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي	852 ھ	تهذیب التهذیب	دارصادر للطباعة و النشر، القاهرة، مصر	1325ھ
56	ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي	852 ھ	النکت علی کتاب ابن الصلاح	المجلس العلمی أحیاء التراث الاسلامی، پاکستان	
57	ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي	852 ھ	تقریب التهذیب	طبعة عبدالوهاب عبداللطیف، القاهرة، مصر	1380ھ
58	ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي	852 ھ	فتح الباري شرح صحیح البخاري	مطبعه مصطفیٰ البابی الحلبی، القاهرة، مصر	1959م
59	ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي	852 ھ	هدي الساري مقدمة فتح الباري شرح صحیح البخاري	مطبعه مصطفیٰ البابی الحلبی، القاهرة، مصر	1383ھ

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفى	اسم الكتاب	دار النشرو مدينة النشر	سنة النشر (الهجرية)
60	ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي	852 هـ	الاصابة في تمييز الصحابة	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1417هـ
61	ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي	852 هـ	تعجيل المنفعة برجال الأئمة الاربعة	مجلس دائرة المعارف النظاميه، حيدر آباد، الدكن	1324هـ
62	ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي	852 هـ	لسان الميزان	مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت، لبنان	1390هـ
63	ابن حزم، أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الظاهري	456 هـ	الفصل في الملل والأهواء والنحل	دارالطبع عثمانية، حيدر آباد، الدكن	1945م
64	ابن حزم، أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الظاهري	456 هـ	جوامع السيرة	ادارة أحياء السنة، گوجرانواله، باكستان	
65	ابن حزم، أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الظاهري	456 هـ	جمهرة انساب العرب	دارالمعارف، القاهرة، مصر	
66	ابن حزم، أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الظاهري	456 هـ	الاحكام فى اصول الاحكام	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1417هـ
67	ابن حميد، عبد بن حميد		المسند	مكتبه كوپرلو، استنبول، تركي	
68	ابن حنبل، احمد بن حنبل رواية ابنه صالح	241 هـ	الاسامي والكنى	دائره معارف العثمانية، حيدر آباد، الدكن	1360هـ
69	ابن حنبل، أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني	241 هـ	كتاب العلل ومعرفة الرجال	المكتب الاسلامي، بيروت، لبنان	1408هـ
70	ابن حنبل، أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني	241 هـ	الرد على الزنادقة والجهمية	المطبعة السلفية، القاهرة، مصر	1393هـ
71	ابن حنبل، أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني	241 هـ	كتاب السنة	دار ابن القيم، الدمام، السعودية	1406هـ
72	ابن حنبل، أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني	241 هـ	المسند	دارصادر للطباعة و النشر، بيروت، لبنان	
73	ابن خزيمة، ابى بكر محمد بن اسحاق	311 هـ	صحيح ابن خزيمة	المكتب الاسلامي، بيروت، لبنان	1979م
74	ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد	808 هـ	تاريخ ابن خلدون (العبر و ديوان المبتدا و الخبر)	دارالكتاب اللبنانى للطباعة	1957م
75	ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد	808 هـ	مقدمة ابن خلدون	لجنة البيان العربي	1379هـ
76	ابن خلكان، ابوالعباس شمس الدين احمد بن خلكان	681 هـ	وفيات الاعيان و ابناء الزمان	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1419هـ
77	ابن خير، محمد بن خير	575 هـ	فهرس	فرنسشكه قداره الناشر	1382هـ
78	ابن دريد، ابوبكر محمد بن الحسن	321 هـ	كتاب الاشتقاق	مكتبه الخانجي، القاهرة، مصر	1378هـ
79	ابن دريد، ابوبكر محمد بن الحسن	321 هـ	جمهرة اللغة	دارصادر للطباعة و النشر، بيروت، لبنان	1351هـ
80	ابن دقيق، تقى الدين بن دقيق العيد	702 هـ	الاقتراح فى بيان الاصطلاح	مطبعه الارشاد، بغداد، عراق	1402هـ
81	ابن رجب، أبو الفرج عبد الرحمن بن أحمد بن رجب الحنبلي	795 هـ	شرح علل الترمذى	مطبعة العاني، بغداد، عراق	1396هـ
82	ابن رشيق، القيرواني	1070 هـ	كتاب العمدة فى صناعة الشعر و نقده	مطبعه مصطفىٰ البابى الحلبى، القاهرة، مصر	1344هـ
83	ابن سعد، محمد بن سعد بن ضيع البصري	230 هـ	الطبقات الكبرى	دارصادر للطباعة و النشر، بيروت، لبنان	1388هـ
84	ابن سيد الناس، ابو الفتح محمد بن محمد الحافظ	734 هـ	عيون الأثر فى فنون المغازى و الشمائل والسير	دارالمعرفة للطباعة والنشر بيروت، لبنان	
85	ابن شاهين، ابو حفص عمر بن احمد	385 هـ	تاريخ اسماء الثقات ممن نقل عنهم العلم	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1406هـ
86	ابن طولون، محمد بن طولون	953 هـ	أعلام السائلين عن كتب المرسلين	مكتبة القدسي و البدير، دمشق، شام	1348هـ
87	ابن عبد ربه، ابو عمر احمد بن محمد الاندلسي	463 هـ	كتاب العقد الفريد	لجنة التاليف و الترجمة والنشر، القاهرة، مصر	1359هـ
88	ابن عبدالبر، أبوعمر يوسف بن عبدالله	463 هـ	التمهيد لما فى الموطا من المعانى و المسانيد	المكتبة القدوسية، لاهور، باكستان	1404هـ
89	ابن عبدالبر، أبوعمر يوسف بن عبدالله	463 هـ	جامع بيان العلم و فضله	المكتبة السلفية، المدينة المنورة، السعودية	1388هـ
90	ابن عبدالبر، أبوعمر يوسف بن عبدالله	463 هـ	الاستيعاب فى معرفة الأصحاب	مكتبة نهضه مصر و مطبعتها، مصر	
91	ابن عبدالبر، أبوعمر يوسف بن عبدالله	463 هـ	الانتقاء فى فضل الثلاثة الأئمة الفقهاء	القاهرة، مصر	1350هـ

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الکتاب	دار النشرو مدينة النشر	سنة النشر (الهجرية)
92	ابن عبدالحکم، ابو محمد عبدالله بن عبدالحکم	468 ھ	سیرة عمر بن عبدالعزیز	دارالعلم للملایین، بیروت، لبنان	1387ھ
93	ابن عدی، ابی احمد عبدالله بن عدی الجرجانی	365 ھ	الکامل فی ضعفاء الرجال	دارالفکر للطباعةوالنشروالتوزیع، بیروت، لبنان	
94	ابن عساکر، أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله الدمشقی	571 ھ	تاریخ مدینة و دمشق	روضة الشام، دمشق، شام	1322ھ
95	ابن علوی، محمد بن علوی		المنهل اللطیف	دائره معارف العثمانیة، حیدر آباد، الدکن	
96	ابن فرحون، برهان الدین ابراهیم بن علی	799 ھ	تبصرة الحکام	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	
97	ابن قتیبة، ابی محمد عبدالله بن مسلم	276 ھ	تاویل مختلف الحدیث	الدار القومیة للطباعة، القاهرة، مصر	1966م
98	ابن قتیبة، ابی محمد عبدالله بن مسلم	276 ھ	عیون الأخبار	دارالکتب المصریة، القاهرة، مصر	1343ھ
99	ابن قتیبة، ابی محمد عبدالله بن مسلم	276 ھ	الشعر و الشعراء	مکتبه الخانجی، القاهرة، مصر	1332ھ
100	ابن قتیبة، ابی محمد عبدالله بن مسلم	276 ھ	الامامة و السیاسة	مکتبة نہضه مصر و مطبعتها، مصر	1378ھ
101	ابن قتیبة، ابی محمد عبدالله بن مسلم	276 ھ	المعارف	مکتبة نہضه مصر و مطبعتها، مصر	1969م
102	ابن قدامة، ابی عبدالله بن احمد	620 ھ	المغنی	مکتبه الریاض الحدیثة، الریاض، السعودیة	1996م
103	ابن قنفذ، احمد بن حسن بن علی		الوفیات	دارالافاق الجدید، بیروت، لبنان	1980م
104	ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن کثیر القرشی	774 ھ	اختصار علوم الحدیث	جمیعة أحیاء التراث الاسلامی، الکویت	1419ھ
105	ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن کثیر القرشی	774 ھ	الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث	جمیعة أحیاء التراث الاسلامی، الکویت	1419ھ
106	ابن کثیر، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن کثیر القرشی	774 ھ	البدایة و النهایة	دار زمزم، الریاض، السعودیة	1414ھ
107	ابن ماجة، ابی عبدالله محمد بن یزید القزوینی	275 ھ	سنن ابن ماجة	دارالسلام للنشر و التوزیع، الریاض، السعودیة	1420ھ
108	ابن معین، ابی زکریا	233 ھ	التاریخ	مرکز البحث العلمی أم القریٰ مکة مکرمة،السعودیة	1399ھ
109	ابن معین، ابی زکریا	233 ھ	العلل و معرفة الرجال	دارزمزم، السعودیة	
110	ابن منجویة، ابی بکر احمد بن علی	428 ھ	رجال صحیح مسلم	دارالمعرفة للطباعة والنشر بیروت، لبنان	1407ھ
111	ابن منده، محمد بن إسحاق بن محمد	395 ھ	کتاب الإیمان	مطبعه جامعة الاسلامیة، المدینة المنورة، السعودیة	1401ھ
112	ابن منده، محمد بن إسحاق بن محمد	395 ھ	فضل الأخبار وشرح مذاهب أهل الآثار وحقیقة السنن	دار المسلم، الریاض، السعودیة	1414ھ
113	ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور الأفریقی المصری	711 ھ	لسان العرب	دارالفکر للطباعة و النشر و التوزیع، بیروت، لبنان	1410ھ
114	ابن هشام، ابو محمد عبدالملک بن هشام	218 ھ	السیرة النبویة	مطبعه مصطفیٰ البابی الحلبی، القاهرة، مصر	1375ھ
115	ابو زرعة، عبدالرحمن بن عمرو بن عبدالله الحافظ	281 ھ	التاریخ	مطبوعات مجمع اللغة العربیة ، دمشق، شام	
116	ابو زهرة، محمد الدکتور		تاریخ المذاهب الاسلامیة	دارالفکر العربی، القاهرة، مصر	
117	ابو زهرة، محمد الدکتور		حیات امام ابوحنیفة	دارالفکر العربی، القاهرة، مصر	
118	ابو شهبه، محمد بن محمد ابو شهبه		دفاع عن السنة و رد شبه المستشرقین و الکتاب المعاصرین	مکتبه السنة الدار السلفیة، القاهرة، مصر	1409ھ
119	ابو عبید، قاسم بن سلام الهروی	224 ھ	الأموال	دارالکتب المصریة، القاهرة، مصر	1353ھ
120	ابو عوانه، یعقوب بن اسحاق الاسفراینی	310 ھ	المسند المستخرج علی صحیح مسلم	مطبعه حیدر آباد، الهند	1362ھ
121	ابو محمد عبد الله بن مسلم بن قتیبة الدینوری	276 ھ	غریب الحدیث	مطبعة العانی، بغداد، عراق	1397ھ
122	ابو نعیم، احمد بن عبدالله الاصبهانی	430 ھ	حلیة الأولیاء و طبقات الأصفیاء	دارالکتب المصریة، القاهرة، مصر	1932م
123	ابو نعیم، احمد بن عبدالله الاصبهانی	430 ھ	ذکر أخبار اصبهان	مطبعه لیدن	1931م
124	ابو نعیم، احمد بن عبدالله الاصبهانی	430 ھ	معرفة الصحابه	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	1422ھ
125	ابو یوسف، یعقوب بن ابراهیم	182 ھ	الرد علی سیر الاوزاعی	ادارة القرآن و العلوم الاسلامیه، کراتشی، پاکستان	1420ھ
126	ابو یوسف، یعقوب بن ابراهیم	182 ھ	الآثار	مطبعه الاستقامة، القاهرة، مصر	1355ھ

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الكتاب	دار النشرو مدينة النشر	سنة النشر (الهجرية)
127	ابوالحسنات، محمد عبد الحي اللكنوي الهندي	1304 هـ	الرفع والتكميل في الجرح والتعديل	مكتب المطبوعات الاسلامية، حلب، شام	1407هـ
128	ابوالعباس		الإستقصاء لأخبار دول المغرب الأقصیٰ	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1417هـ
129	ابوخيثمة، زبير بن حرب		كتاب العلم	بساط، بيروت، لبنان	
130	ابوداؤد، سليمان بن الأشعث السجستاني	275 هـ	سنن أبو داؤد	دار العربية، بيروت، لبنان	
131	ابورية، محمود		أضوا على السنة المحمديه	دارالمعارف، القاهرة، مصر	
132	ابولبابه حسين		المعتزله بين الفكر و العمل على الشابى	دارالاندلس للطباعةوالنشرو التوزيع،الرياض،السعودية	
133	احسان الہی ظہیر	1987م	الشيعة و التشيع	ادارة ترجمان السنة، لاهور، باكستان	1394هـ
134	احسان الہی ظہیر	1987م	الشيعة و السنة	ادارة ترجمان السنة، لاهور، باكستان	1394هـ
135	احسان الہی ظہیر	1987م	الشيعة و القرآن	ادارة ترجمان السنة، لاهور، باكستان	1394هـ
136	احسان الہی ظہیر	1987م	الشيعة و أهل البيت	ادارة ترجمان السنة، لاهور، باكستان	1394هـ
137	احمد الشرباصى		التصوف عند المستشرقين	مطبعه نور الامل، القاهرة، مصر	
138	احمد امين	1954 هـ	ضحیٰ الاسلام	دارالكتاب العربي، بيروت، لبنان	1351هـ
139	احمد امين	1954 هـ	فجر الاسلام	دارالكتاب العربي، بيروت، لبنان	
140	احمد ذکی صفوت		جمهرة رسائل العرب فی عصور العربية الزاهرة	مطبعه مصطفیٰ البابی الحلبی، القاهرة، مصر	1356هـ
141	احمد رضا		معجم متن اللغة	دار مكتبة الحياة، بيروت، لبنان	1380هـ
142	احمد سمايلوفتش		فلسفة الاستشراق و أثر فی الادب العربی المعاصر	دارالمعارف، مصر	1980م
143	احمد عبدالحميد غراب		رؤية اسلاميه للاستشراق	دارالاصاله للثقافة و النشر و الاعلام، الرياض، السعودية	1988م
144	احمد محمد جمال		مفتريات على الاسلام	مكتبه الشعب، القاهرة، مصر	1395هـ
145	ارزقي، ابى الوليد محمد بن عبدالله بن احمد		أخبار مكه و ماجاء فيها من الآثار	دارالاندلس للطباعة و االنشر و التوزيع	1403هـ
146	ارزقي، ابوالوليد محمد بن عبدالله	250 هـ	اخبار مكه و ما جاء فيها من الآثار	مطبعه مكة مكرمة، السعودية	1353هـ
147	ازدي، ابى زكريا يزيد بن محمد	334 هـ	تاريخ الموصل	المجلس الأعلیٰ للشؤن الاسلاميه، القاهرة، مصر	1387هـ
148	ازدي، ابى عبدالله محمد بن ابى نصر	488 هـ	جذوة المقتبس فی ذكر ولاة الأندلس	الدارالمصرية للتاليف و الترجمة، القاهرة، مصر	1966م
149	ازدي، أبي الفتح محمد بن الحسن	373 هـ	المخزون في علم الحديث	الدار العلمية، دهلي، الهند	1408هـ
150	اسفرايبني، طاهر بن محمد الإسفرايبني	471 هـ	التبصير في الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفرق الهالكين	مكتبه خانجى بمصر	1374هـ
151	اسماعيل احمد		المستشرقون	مكتبه نزار مصطفیٰ الباز	
152	اشعري ،أبو الحسن علي بن إسماعيل	330 هـ	الابانة في أصول الديانة	دارالانصار، القاهرة، مصر	1397هـ
153	اشعري ،أبو الحسن علي بن إسماعيل	330 هـ	مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين	المكمتبة العصرية صيداء، بيروت، لبنان	1411هـ
154	اصفهاني، ابولفرج علي بن حسين	356 هـ	كتاب الأغاني	دار أحياء التراث العربي، بيروت، لبنان	1418هـ
155	اعظمي، ضياء الرحمن الدكتور		معجم و اصطلاحات الحديث و لطائف الأسانيد	مكتبه أضواء السلف، الرياض، السعودية	1420هـ
156	اعظمي، محمد مصطفیٰ		دراسات في الحديث النبوی	مطابع جامعة الرياض، السعودية	
157	اعظمي، محمد مصطفیٰ		منهج النقد عند المحدثين نشأته و تاريخه	مكتبه الكوثر، السعودية	1410هـ
158	اكرم ضياء العمرى		بحوث فی تاريخ السنة المشرفة	مطبعه بساط، بيروت، لبنان	1405هـ
159	البانی، محمد ناصر الدين	2002 م	سلسلة الأحاديث الضعيفة و الموضوعة	المكتب الاسلامي، بيروت، لبنان	
160	البانی، محمد ناصر الدين	2002 م	ضعيف الجامع الصغيروزيادته (الفتح الكبير)	مكتبه دارالمعارف، الرياض، السعودية	1415هـ
161	البناء، احمد عبدالرحمن الساعاتی		الفتح الربانی لترتيب مسند الامام احمد	مطبعه اخوان المسلمين، القاهرة، مصر	
162	الهنائي، علي بن حسين		المنجد فی الأدب و العلوم	عالم الكتب، القاهرة، مصر	1976م
163	امتياز احمد, دكتور		دلائل التوثيق المبكر للسنة و الحديث	دارالوفاء للطباعة و النشر و التوزيع	1410هـ
164	امير محمد الكاظمى		الشيعة فی عقائدهم و أحكامهم	دارالزهراء، بيروت، لبنان	1397هـ
165	اندلسي، أبو عبيد عبد الله بن عبد العزيز البكري	487 هـ	معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع	عالم الكتب، بيروت، لبنان	1413هـ
166	ايجي، عضد الدين عبد الرحمن بن أحمد	756 هـ	شرح المواقف للجرجانی	مطبعه استنبول، تركی	1286هـ
167	الوسي، سيد محمود شكرى	1270 هـ	بلوغ الأرب فی احوال العرب	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الکتاب	دار النشرو مدینة النشر	سنة النشر (الهجرية)
168	آمدی، ابوالحسن علی بن محمد	631 ھ	الاحکام فی اصول الاحکام	دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان	
169	باجی، ابوالولید سلیمان بن خلف الاندلسی	494 ھ	کتاب المنتقی (شرح الموطا)	دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان	1332ھ
170	باجی، ابوالولید سلیمان بن خلف الاندلسی	494 ھ	التعدیل و التجریح لمن خرج عنہ البخاری فی الجامع الصحیح	مکتبہ نور عثمانیہ، استنبول، ترکی	
171	باقلانی، ابوبکر محمد بن الطیب		الانصاف فیما یجب اعتقادہ ولا یجوز الجہل بہ	مطبعہ الحسینی، ایران	1369ھ
172	بخاري، أبو عبدالله محمد بن إبراهیم بن إسماعیل الجعفی	256 ھ	کتاب الکنیٰ	دائرہ معارف العثمانیة، حیدر آباد، الدکن	1360ھ
173	بخاري، أبو عبدالله محمد بن إبراهیم بن إسماعیل الجعفی	256 ھ	التاریخ الصغیر (الاوسط)	المکتبة الأثریة، سانگلہ هل، باکستان	
174	بخاري، أبو عبدالله محمد بن إبراهیم بن إسماعیل الجعفی	256 ھ	کتاب الضعفاء الصغیر	المکتبة الأثریة، سانگلہ هل، باکستان	
175	بخاري، أبو عبدالله محمد بن إبراهیم بن إسماعیل الجعفی	256 ھ	خلق أفعال العباد و الرد علی الجهمیة و أصحاب التعطیل	مطبعہ النهضة الحدیثة مکة مکرمة، السعودیة	1389ھ
176	بخاري، أبو عبدالله محمد بن إبراهیم بن إسماعیل الجعفی	256 ھ	جزء رفع الیدین	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	1417ھ
177	بخاري، أبو عبدالله محمد بن إبراهیم بن إسماعیل الجعفی	256 ھ	الجامع الصحیح	دارالسلام للنشر و التوزیع، الریاض، السعودیة	1419ھ
178	بخاري، أبو عبدالله محمد بن إبراهیم بن إسماعیل الجعفی	256 ھ	ادب المفرد	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	1410ھ
179	بخاري، أبو عبدالله محمد بن إبراهیم بن إسماعیل الجعفی	256 ھ	کتاب التاریخ الکبیر	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	
180	بروکلمان		تاریخ الشعوب الاسلامیہ	دارالعلم للملایین، بیروت، لبنان	1969م
181	بشاري، أبو عبدالله محمد بن احمد		أحسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم	مطبعہ بریل، لیدن	1906م
182	بغدادي، عبدالقاهر بن طاهر بن محمد	1037 ھ	الفرق بین الفرق	دارالمعرفة للطباعة والنشر بیروت، لبنان	
183	بغوي، حسین بن مسعود	516 ھ	شرح السنة	المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان	1400ھ
184	بغوي، حسین بن مسعود	516 ھ	تفسیر بغوی	دارالمعرفة للطباعة والنشر بیروت، لبنان	1406ھ
185	بغوي، حسین بن مسعود	516 ھ	معالم التنزیل	دارالمعرفة للطباعة والنشر بیروت، لبنان	1406ھ
186	بلاذري، احمد بن یحییٰ	279 ھ	أنساب الأشراف	دارالمعارف، القاهرة، مصر	1959م
187	بلاذري، احمد بن یحییٰ	279 ھ	فتوح البلدان	دارالمعارف، القاهرة، مصر	
188	بلاذري، احمد بن یحییٰ	279 ھ	فتوح الشام	دارالمعارف، القاهرة، مصر	
189	بلخی، ابی زید احمد بن سهیل	322 ھ	قبول الأخبار	بیرس	1899م
190	بلقینی، سراج الدین عمر بن رسلان	805 ھ	محاسن الاصلاح	مطبعہ الهیئة المصریة العامة، القاهرة، مصر	1974م
191	بلیاوی، ابوالفضل عبدالحفیظ		مصباح اللغات	مکتبہ امدادیہ، ملتان، باکستان	
192	بیضاوی، ناصرالدین عبدالله بن عمر	685 ھ	انوار التنزیل و اسرار التاویل	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	1408ھ
193	بیهقي، أبو بکر أحمد بن الحسین	458 ھ	السنن الکبریٰ	دارالفکر للطباعة و النشر و التوزیع، بیروت، لبنان	
194	بیهقي، أبو بکر أحمد بن الحسین	458 ھ	المدخل الیٰ السنن الکبریٰ	دارالخلفاء للکتاب الاسلامی، الکویت	
195	بهی، محمد الدکتور		الفکر الاسلامی الحدیث و صلتہ بالاستعمار الغربی	دارالقلم، القاهرة، مصر	1960م
196	ترمذي، محمد بن عیسی أبو عیسی السلمی	279 ھ	الجامع الترمذي	دارالسلام للنشر و التوزیع، الریاض، السعودیة	1420ھ
197	ترمذي، محمد بن عیسی أبو عیسی السلمی	279 ھ	کتاب العلل	دارالسلام للنشر و التوزیع، الریاض، السعودیة	1420ھ
198	تقی الدین، محمد بن احمد		العقد الثمین فی تاریخ بلد الامین	مطبعہ القاهرة، القاهرة، مصر	1383ھ
199	تمیمی، محمد بن احمد ابی العرب		طبقات علماء أفریقہ	مطبعہ شیخ محمد بن ابی شنب المدرسة الثعالبیة	1332ھ
200	تهانوی، ظفر احمد عثمانی		قواعد فی علوم الحدیث	مکتب المطبوعات الاسلامیة، بیروت، لبنان	1392ھ
201	جاحظ، ابوعثمان عمرو بن محبوب	255 ھ	البیان و التبین	مطبعہ الاستقامة، القاهرة، مصر	1375ھ
202	جاحظ، ابوعثمان عمرو بن محبوب	255 ھ	رسائل الجاحظ	مطبعہ التقدم، مصر	
203	جاحظ، ابوعثمان عمرو بن محبوب	255 ھ	کتاب الحیوان	مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، القاهرة، مصر	1945م

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الكتاب	دار النشرو مدينة النشر	سنة النشر (الهجرية)
204	جرجاني، علي بن محمد بن علي	816 ھ	التعريفات	دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان	1405ھ
205	جرجي زيدان		تاريخ الأداب	دارالجليل، بيروت، لبنان	1914م
206	جزائري، طاهر بن صالح احمد	1338 ھ	توجيه النظر إلى أصول الأثر	المكتبة العلمية، المدينة المنورة، السعودية	
207	جصاص، ابوبكر احمد بن علي	370 ھ	احكام القرآن	دارالمصحف: شركة مكتبه بيروت، لبنان	1418ھ
208	جوزقاني، ابو عبدالله حسين بن ابراهيم	543 ھ	الأباطيل و المناكير و الصحاح و المشاهير	مطبعه ادارة البحوث الاسلامية بنارس، الهند	1403ھ
209	جولد تسهير اجناس	1921م	العقيدة و الشريعة في الاسلام	دارالكتاب العربي،مصر	1378ھ
210	جولد تسهير اجناس	1921م	الدراسات الاسلامية	دارالكتاب العربي،مصر	1378ھ
211	جوهري، ابو نصر اسماعيل بن حماد	393 ھ	الصحاح	دارالكتاب العربي، مصر	1376ھ
212	جهشياري، ابی عبدالله محمد بن عبدوس	331 ھ	كتاب الوزراء و الكتاب	مطبعه مصطفیٰ البابی الحلبی، القاهرة، مصر	
213	حاجی خليفة، مصطفیٰ بن عبدالله كاتب	1066 ھ	كشف الظنون عن أسامی الكتب و الفنون	وكالن المعارف الحلية	1360ھ
214	حارث، الدكتور		الأمام الزهری و أثره	مكتبه القدس، المكة المكرمة، السعوديه	
215	حاكم، ابی عبدالله محمد بن عبدالله	405 ھ	معرفة علوم الحديث	المكتب التجاری للطباعة و التوزيع، بيروت، لبنان	
216	حاكم، ابی عبدالله محمد بن عبدالله	405 ھ	المدخل الیٰ معرفة الصحيحين	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1411ھ
217	حاكم، ابی عبدالله محمد بن عبدالله	405 ھ	المستدرک علی الصحيحين	مكتب المطبوعات الاسلامية، حلب، شام	
218	حاكم، ابی عبدالله محمد بن عبدالله	405 ھ	تاريخ نيشابور	دارالكتب العلمية، حيدر آباد، الهند	
219	حاكم، ابی عبدالله محمد بن عبدالله	405 ھ	الأسامی و الكنی	مطبعه مصطفیٰ البابی الحلبی، القاهرة، مصر	
220	حاكم، ابی عبدالله محمد بن عبدالله	405 ھ	المدخل الیٰ الصحيح	مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان	1404ھ
221	حسن ابراهيم		تاريخ الاسلام السياسی	مطبعه النهضة المصريه، القاهرة، مصر	1964م
222	حسن ابراهيم حسن		تاريخ الاسلام	دارالجيل، بيروت، لبنان	1411ھ
223	حسن ابرابيم حسن		تاريخ الاسلام (السياسی و الاقتصادی و الاجتماعی)	دارالجليل، بيروت، لبنان	1411ھ
224	حسين يوسف و عبدالفتاح		الافصاح فی فقه اللغة	مركز النشر مكتب الاعلام الاسلامی	1306ھ
225	حمد، عبدالقادر بن شيبة	0 ھ	الاديان و الفرق و المذاهب المعاصرة	مطابع الجامعه الاسلامية	
226	حمدی زقزوق محمود		الاستشراق و الخلفية	الفكرية للصراح الحضاری، دارالمنار، القاهرة، مصر	1989م
227	حموي، أبو عبد الله ياقوت بن عبد الله	626 ھ	معجم الادباء	دار أحياء التراث العربي، بيروت، لبنان	
228	حموي، أبو عبد الله ياقوت بن عبد الله	626 ھ	معجم البلدان	دار صادر للطباعة و النشر، بيروت، لبنان	
229	حميد الله، محمد		مجموعه الوثائق السياسية	مطبعه لجنة التاليف و الترجمه، القاهرة، مصر	1941م
230	حميد الله، محمد		مقدمه صحيفة همام بن منبة	ناشر رشيد الله يعقوب، كراتشي، باكستان	1419ھ
231	حميدي، ابی بكر عبدالله بن زبير	219 ھ	المسند	المجلس العلمی أحياء التراث الاسلامی، باكستان	
232	حميدی، دكتور		السبئيون منهجا و غاية	الدارالسعودية للنشر و التوزيع، الرياض، السعودية	1414ھ
233	حميري	263 ھ	الروض المعطار فی خبر الأقطار	مكتب المطبوعات الاسلامية، بيروت، لبنان	1395ھ
234	خازن، علي بن محمد بن ابراهيم		تفسير الخازن	حافظ كتب خانه، كوئٹہ، باكستان	
235	خزرجي، صفی الدين احمد بن عبدالله	923 ھ	خلاصة تذهيب تهذيب الكمال فی اسماء الرجال	مكتب المطبوعات الاسلامية، بيروت، لبنان	
236	خشني، ابو محمد عبدالرحمن		قضا قرطبه	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	
237	خطيب، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي	463 ھ	الرحلة في طلب الحديث	المكتبة العلمية، بيروت، لبنان	1395ھ
238	خطيب، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادی	463 ھ	شرف اصحاب الحديث	المكتبة العلمية، بيروت، لبنان	
239	خطيب، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي	463 ھ	السابق و اللاحق فی تباعد مابين وفاة راويين عن شيخ واحد	دار طيبه للنشر و التوزيع، الرياض، السعودية	1402ھ
240	خطيب، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي	463 ھ	الفقيه و المتفقه	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	
241	خطيب، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي	463 ھ	الكفاية في علم الرواية	دارالكتب الحديثة، القاهرة، مصر	1972م

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الکتاب	دار النشرو مدینة النشر	سنة النشر (الهجرية)
242	خطيب، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي	463 ھ	تاريخ بغداد	دارالكتاب العربي، بيروت، لبنان	
243	خطيب، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي	463 ھ	تقييد العلم	دار أحياء السنة النبوية	1974م
244	خطيب، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي	463 ھ	الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع	مكتبة المعارف، الرياض، السعودية	1403ھ
245	خطيب، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي	463 ھ	الأسماء المبهمة	مطبعه مصطفیٰ البابی الحلبی، القاهرة، مصر	
246	خلدون الأحدب		اسباب اختلاف المحدثين	الدارالسعودية للنشر و التوزيع، السعودية	1405ھ
247	خميني، آيت الله الموسوى		تحرير الوسيلة	مؤسسة مطبوعاتي، تهران، ايران	
248	خميني، آيت الله الموسوى		ولاية الفقيهه	انتشارات قدس محمدى	
249	خولاني، قاضی عبدالجبار		تاريخ داريا	دمشق، شام	1369ھ
250	داؤدي، محمد بن علی بن احمد		طبقات المفسرين	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	
251	دارقطني، علي بن عمر بن أحمد	385 ھ	سنن الدارقطني	دارالمحاسن للطباعة، القاهرة، مصر	1386ھ
252	دارقطني، علي بن عمر بن أحمد	385 ھ	احاديث المؤطا	سہيل اكيڈمي، لاهور، پاكستان	
253	دارمي، عبدالله بن عبدالرحمن ، الحافظ	255 ھ	سنن الدارمي	قديمی كتب خانہ آرام باغ، كراتشي، پاكستان	1337ھ
254	دارمي، عثمان سعيد الامام	255 ھ	الرد علی الجهمية	مطبعه ليدن، ليدن	1960م
255	دميری، كمال الدين		حيات الحيوان الكبریٰ	المطبعة الميمنة، مصر	1306ھ
256	دنيوري، ابو حنيفه احمد بن داؤد	281 ھ	الأخبار الطوال	مكتبه السعادة، القاهرة، مصر	1330ھ
257	دهلوي، أحمد بن عبدالرحيم	1176 ھ	مقدمة مسوی	مجلس دائرة المعارف النظاميه، حيدر آباد، الدكن	
258	دهلوي، أحمد بن عبدالرحيم	1176 ھ	الخفاء عن الخلافة الخلفاء	سہيل اكيڈمي، لاهور، پاكستان	1976م
259	دهلوي، أحمد بن عبدالرحيم	1176 ھ	الإنصاف في بيان سبب الاختلاف	مكتبه السعادة، القاهرة، مصر	1416ھ
260	دولابی، محمد بن احمد	0 ھ	الكنیٰ و الاسماء	مطبعته حيدر آباد الدكن	1322ھ
261	دهلوی، شاه عبدالعزيز	1239 ھ	بستان المحدثين	اصح المطابع و كتب آرام باغ، كراتشي، پاكستان	
262	دهلوی، شاه عبدالعزيز	1239 ھ	تحفة الاثناء عشرية	دارالاشاعت، كراتشي، پاكستان	
263	ذهبي، محمد حسين		التفسير و المفسرون	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	
264	ذهبي، ابی عبدالله محمد بن احمد بن عثمان	748ھ	تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والاعلام	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	
265	ذهبي، ابی عبدالله محمد بن احمد بن عثمان	748ھ	تذكرة الحفاظ	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1374ھ
266	ذهبي، ابی عبدالله محمد بن احمد بن عثمان	748ھ	العبر فی خبر من غبر	طبعته فواد سيد وزملاو الكويت	1961م
267	ذهبي، ابی عبدالله محمد بن احمد بن عثمان	748ھ	الكاشف فی معرفته من له روايته فی الكتب الستته	موسسته علوم القرآن جدة، جدة، السعودية	1413ھ
268	ذهبي، ابی عبدالله محمد بن احمد بن عثمان	748ھ	دول الاسلام	مطبعته حيدر آباد الدكن	1337ھ
269	ذهبي، ابی عبدالله محمد بن احمد بن عثمان	748ھ	رجال ابن اسحاق	تحقيق فيشرليدن	1890م
270	ذهبي، ابی عبدالله محمد بن احمد بن عثمان	748ھ	سيراعلام النبلاء	مكتبه صلاح الدين النجد القاهره	1956م
271	ذهبي، ابی عبدالله محمد بن احمد بن عثمان	748ھ	ميزان الاعتدال فی نقد الرجال	دارالمعرفة للطباعة والنشر بيروت، لبنان	1382ھ
272	رازي، حافظ ابی محمد عبدالرحمن	327ھ	علل الحديث	المكتب الاسلامي، بيروت، لبنان	1392ھ
273	رازي، حافظ ابی محمد عبدالرحمن	327ھ	كتاب الجرح والتعديل	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1273ھ
274	رازي، حافظ ابی محمد عبدالرحمن	327ھ	تقدمه الجرح والتعديل	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1273ھ
275	رازي، حافظ ابی محمد عبدالرحمن	327ھ	اعتقادات فرق المسلمين والمشركين	لجنته التالفين الترجمته والنشر	1356ھ
276	رازي، محمد بن أبي بكر بن عبدالقادر	721 ھ	مختار الصحاح	مكتبة لبنان ناشرون، بيروت،لبنان	1398ھ
277	راغب اصفهانی، حسين بن محمد	502 ھ	المفردات في غريب القرآن	مطبعه لجنة التاليف و الترجمه، القاهرة، مصر	1381ھ
278	رامهرمزي، الحسن بن عبد الرحمن	360 ھ	المحدث الفاصل بين الراوي والواعي	دار الفكر المعاصر، بيروت، لبنان	1404ھ
279	رشيد رضا، محمد	1935م	مجله المنار	ادارة تحقيق امام احمد رضا، كراتشي، پاكستان	1992م

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الكتاب	دار النشرو مدينة النشر	سنة النشر (الهجرية)
280	روثنس		ميراث الاسلام	دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان	
281	زبيدى، سيد محمد مرتضى الحسينى	1205ھ	تاج العروس من جواہر القاموس	مطبعته حكومت الكويت	1385ھ
282	زرعي، أبو عبد الله محمد بن أبي بكر أيوب	751 ھ	الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة	دار العاصمة للنشر والتوزيع، الرياض، السعودية	1418ھ
283	زركلي، خير الدين	1976م	الأعلام قاموس تراجم لأشهر الرجال	دارالعلم للملايين، بيروت، لبنان	1980م
284	زركشي، بدر الدين محمد بن عبد الله	794 ھ	الاجابة لايراد ما استدركته عائشه	مطبعه العاصمه، القاهرة، مصر	
285	زكريا هاشم		الاسلام و المستشرقون	المجلس الاعلیٰ للشؤن الاسلاميه	1965م
286	زمخشري، ابى القاسم جار الله محمود بن عمر	538 ھ	الكشاف عن حقائق التنزيل و عيون الأقاويل فى وجوه التاويل	مطبعه مصطفیٰ البابى الحلبى، القاهرة، مصر	1392ھ
287	زيلعي، جمال الدين ابى محمد عبدالله بن يوسف	762 ھ	نصب الراية - لاحاديث الهداية	ادارة مجلس العلمى، الهند	1357ھ
288	زيات، احمد حسن		تاريخ الأدب العربى	دار نشر الكتب الاسلامية، لاهور، پاكستان	
289	سالوسي، على احمد		الفقه الجعفرية و اصوله	مكتبة ابن تيمية، الكويت	1398ھ
290	سالوسي، على احمد		فقه الشيعه الاماميه	مكتبة ابن تيمية، الكويت	1398ھ
291	سباعي، مصطفیٰ شيخ	1384ھ	السنة و مكانتها فہ التشريع الاسلامى	المكتب الاسلامى، بيروت، لبنان	1405ھ
292	سباعي، مصطفیٰ شيخ	1384ھ	الاستشراق و المستشرقون مالهم وما عليهم	المكتب الاسلامى، بيروت، لبنان	1405ھ
293	سجستاني، ابى بكر عبدالله سليمان	316 ھ	كتاب المصاحف	المطبعة الرحمانية، مصر	1355ھ
294	سخاوي، شمس الدين محمد بن عبد الرحمن أبي بكر بن عثمان	902 ھ	فتح المغيث شرح ألفية الحديث للعراقى	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1403ھ
295	سخاوي، شمس الدين محمد بن عبد الرحمن أبي بكر بن عثمان	902 ھ	التوضيح الأبهر لتذكرة ابن الملقن في علم الأثر	مكتبة أصول السلف، السعودية	1418ھ
296	سخاوي، شمس الدين محمد بن عبد الرحمن أبي بكر بن عثمان	902 ھ	الاعلان بالتوبيخ	مطبعه الدكتور صالح احمد بن على، بغداد، عراق	1385ھ
297	سفرالحوالى		ظاهرة الارجاء	المكتبة المدينة، المدينة المنورة، السعودية	1410ھ
298	سليمان حمد العودة		عبدالله بن سباء و أثره فى احداث الفتنة فى صدر الاسلام	المكتبة المدينة، المدينة المنورة، السعودية	1410ھ
299	سمعاني، عبدالكريم بن محمد بن منصور أبو سعد التميمى	562 ھ	الانساب	مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد، الدكن	1384ھ
300	سمعاني، عبدالكريم بن محمد بن منصور أبو سعد التميمى	562 ھ	أدب الاملاء والاستملاء	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1401ھ
301	سيوطي، أبو الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر بن محمد	911 ھ	اللآلى المصنوعة فى الاحاديث الموضوعة	المكتبة التجارية الكبرىٰ، مصر	
302	سيوطي، أبو الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر بن محمد	911 ھ	الاتقان فى علوم القرآن	الجامعة الإسلامية، المدينة المنورة، السعودية	1399ھ
303	سيوطي، أبو الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر بن محمد	911 ھ	الدر المنثور في التفسير المأثور	دارالفكر للطباعة و النشر و التوزيع، بيروت، لبنان	1403ھ
304	سيوطي، أبو الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر بن محمد	911 ھ	الجامع الصغير	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	
305	سيوطي، أبو الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر بن محمد	911 ھ	الدر المنتثرة في الاحاديث المشتهرة	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1417ھ
306	سيوطي، أبو الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر بن محمد	911 ھ	تاريخ الخلفاء	انتشارات الشريف الرضى	1411ھ
307	سيوطي، أبو الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر بن محمد	911 ھ	تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي	مكتبة الرياض الحديثة، الرياض، السعودية	
308	سيوطي، أبو الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر بن محمد	911 ھ	حسن المحاضرة فى تاريخ مصر و القاهرة	مطبعه مصطفیٰ البابى الحلبى، القاهرة، مصر	1327ھ
309	سيوطي، أبو الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبى بكر بن محمد	911 ھ	طبقات الحفاظ	مكتبه وهبه، القاهرة، مصر	1393ھ
310	سهمي، حمزه بن يوسف	427 ھ	تاريخ جرجان	مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد، الدكن	1369ھ
311	سهيلي، عبدالرحمن	581 ھ	روض الأنف	المطبعة الجمالية، القاهرة، مصر	1332ھ

مسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الكتاب	دار النشرو مدينة النشر	سنة النشر (الهجرية)
312	شاطبي، ابی اسحاق ابراهيم بن موسیٰ بن محمد		الاعتصام	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1417هـ
313	شافعي، أبو عبد الله محمد بن إدريس	204 هـ	الرسالة	مطبعه مصطفیٰ البابی الحلبی، القاهرة، مصر	1358هـ
314	شافعي، أبو عبد الله محمد بن إدريس	204 هـ	الأم	دارالمعرفة للطباعة والنشر بيروت، لبنان	1393هـ
315	شبير احمد عثمانی		مقدمة فتح الملهم	دارالاشاعت، كراتشي، پاكستان	
316	شريشي، ابوالعباس احمد بن عبدالمؤمن	204 هـ	شرح المقامات الحريرية	مطبعه بولاق، القاهرة، مصر	1300هـ
317	شعرانی، ابی المواهب عبدالوهاب بن احمد		العهود الكبریٰ	مطبعه مصطفیٰ البابی الحلبی، القاهرة، مصر	1373هـ
318	شمس الحق		عون المعبود	المكتبة السلفية، المدينة المنورة، السعودية	1388هـ
319	شهرستاني، محمد بن عبد الكريم بن ابی بكر أحمد	548 هـ	الملل والنحل	دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان	1413هـ
320	شوكاني، محمد بن علي	1250 هـ	ارشاد الفحول الیٰ تحقيق الحق من علم الاصول	دارالكتاب العربي، بيروت، لبنان	1421هـ
321	شوكاني، محمد بن علي	1250 هـ	فتح القدير بين فنی الرواية و الدراية من علم التفسير	دارالفكر للطباعة و النشر و التوزيع، بيروت، لبنان	1409هـ
322	شوكاني، محمد بن علي	1250 هـ	التحف في مذاهب السلف	دار الهجرة، بيروت، لبنان	1408هـ
323	شوكاني، محمد بن علي	1250 هـ	الفوائد المجموعة في الاحاديث الموضوعة	مطبعه السنة المحمدية، القاهرة، مصر	1380هـ
324	شوكاني، محمد بن علي	1250 هـ	إرشاد الثقات إلى إتفاق الشرائع على التوحيد والمعاد والنبوات	دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان	1984م
325	شيباني، محمد بن حسن	189هـ	الآثار	مطبعه حيدر آباد، الهند	1965م
326	شيخ سليمان بن عبدالله		تيسر العزيز الحميد فی شرح كتاب التوحيد	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1390هـ
327	شيخ عبدالرحمن بن حسن		فتح المجيد شرح كتاب التوحيد	مطبعه دهلي، الهند	1311هـ
328	شيخ محمد طاہر		أهم الفرق الاسلامية	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1417هـ
329	شيرازي، ابی اسحاق	476 هـ	الطبقات الفقهاء	صاحب المكتبة العربية، بغداد، عراق	1356هـ
330	شيرازي، ابی اسحاق	476 هـ	الشعائر الحسينية	دارالكتاب العربي، بيروت، لبنان	
331	صابر دكتور		الاباضية عقيدة و مذهبا	الدارالسعودية للنشر و التوزيع، الرياض، السعودية	1414هـ
332	صالحي، ابی عبدالله محمد بن احمد	744هـ	طبقات علماء الحديث	مؤسسة الرسالة	1409هـ
333	صبحی صالح		علوم الحديث و مصطلحه	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1965م
334	صبحی صالح		مباحث في علوم القرآن	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	
335	صبره عفاف		المستشرقون و مشكلات الحضارة	مطبعه النهضة المصريه، القاهرة، مصر	1985م
336	صديقی، محمد علی الصديقی الكاندهلوی		معالم القرآن	ادارة تعليمات قرآن، سيالكوٹ، پاكستان	1976م
337	صفدي	764 هـ	الوافي بالوفيات	مطبعه الدولة، استنبول، تركی	1931م
338	صنعاني، محمد بن إسماعيل الأمير الحسنی	1182 هـ	افتراق الأمة إلى نيف وسبعين فرقة	دار العاصمة للنشر والتوزيع، الرياض، السعودية	1415هـ
339	صنعاني، محمد بن إسماعيل الأمير الحسنی	1182 هـ	ثمرات النظر في علم الأثر	دار العاصمة للنشر والتوزيع، الرياض، السعودية	1417هـ
340	صنعاني، محمد بن إسماعيل الأمير الحسنی	1182 هـ	توضيح الأفكار لمعاني تنقيح الأنظار	المكتبة العلمية، المدينة المنورة، السعودية	
341	صولي، ابوبكر محمد بن يحيیٰ	336 هـ	أدب الكتاب	المكتبة العلمية، المدينة المنورة، السعودية	1341هـ
342	ضبی، احمد بن يحيیٰ		بغية الملتمس	دارالكتاب العربی، بيروت، لبنان	1967م
343	طبراني، ابی القاسم سليمان بن احمد	360 هـ	المعجم الأوسط	مكتبة المعارف، الرياض، السعودية	1405هـ
344	طبراني، ابی القاسم سليمان بن احمد	360 هـ	المعجم الكبير	مطبعه وزارة الأوقاف العراقية، عراق	
345	طبراني، ابی القاسم سليمان بن احمد	360 هـ	المعجم الصغير	المكتبة السلفية، المدينة المنورة، السعودية	1388هـ
346	طبرسی		فصل الخطاب فی اثبات تحريف كتاب رب الأرباب	تہران، ايران	
347	طبري، ابی جعفر محمد بن جرير	310 هـ	التاريخ الأمم و الملوك	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1408هـ
348	طبري، ابی جعفر محمد بن جرير	310 هـ	ذيل المذيل من تاريخ الصحابة و التابعين	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1408هـ
349	طبري، ابی جعفر محمد بن جرير	310 هـ	جامع البيان	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1417هـ

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الکتاب	دار النشرو مدینة النشر	سنة النشر (الهجریة)
350	طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد	321ھ	العقیدةالطحاویة	المطبعة السلفیة، مکة المکرمة، السعودیة	1349ھ
351	طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد	321ھ	مشکل الآثار	مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، القاهرة، مصر	
352	طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد	321ھ	معانی الآثار	مطبعہ کلکتہ، الهند	1375ھ
353	طرانقی		أهل الأهواء والبدع	المطبعة السلفیة، مکة المکرمة، السعودیة	
354	طوسی، ابی جعفر محمد بن حسن	460 ھ	رجال الطوسی	منشورات المکتبة و المطبعة الحیدریة، النجف، ایران	1381ھ
355	طہٰ حسین		الفتنہ الکبریٰ	دارالمعارف ، القاهرة، مصر	1977م
356	طیالسی، ابو داؤد سلیمان بن داؤد	203ھ	المسند	مطبعہ کلکتہ، الهند	1321ھ
357	طیبی، حسین بن عبدالله	743ھ	الخلاصہ فی اصول الحدیث	احیاء التراث الاسلامی، عراق	1391ھ
358	عبد الله، عبد الله بن أحمد بن حنبل الشیبانی	395 ھ	الرد علی الجهمیة	المکتبة الأثریة، باکستان	
359	عبدالحیٔ، ابی السعادات		فهرس الفهارس و الاثبات	المطبعہ الجدیدة بالطالعة	1346ھ
360	عبدالرحمن حسن، جنکبه المیدانی		أجنحة المکر الثلاثة و خوافیها	دار القلم، دمشق، شام	
361	عبدالرزاق، حافظ ابی بکر عبدالرزاق بن همام	211 ھ	المصنف	المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان	1403ھ
362	عبدالمتعال محمد الجبری		الاستشراق وجہ الاستعمار	مکتبہ وهبہ، القاهرة، مصر	1995م
363	عثمان جمعہ		مدخل لدارسة العقیدة الاسلامیہ	مکتبہ السواری، جدة، السعودیة	1414ھ
364	عجلی، احمد بن عبدالله	261 ھ	تاریخ الثقات	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	1405ھ
365	عراقی، الحافظ زین الدین عبد الرحیم بن الحسین	806 ھ	التبصرة و التذکرة شرح الألفیة	مطبعہ الجدیدة فاس المغرب	1354ھ
366	عراقی، الحافظ زین الدین عبد الرحیم بن الحسین	806 ھ	التقیید والإیضاح شرح مقدمة ابن الصلاح	مؤسسة الکتب الثقافیة، بیروت، لبنان	1411ھ
367	عرفان عبدالحمید		المستشرقون و الاسلام	المتکب الاسلامی، بیروت، لبنان	
368	عظیمی		تاریخ حلب	مکتبہ وهبہ، القاهرة، مصر	
369	عقاد، محمد علی		ما یقال عن الاسلام	دارالمعارف، الریاض، السعودیة	
370	عقیلی، ابوجعفر محمد بن عمرو		الضعفاء و من نسب الیٰ الکذب و وضع الحدیث	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	1404ھ
371	علی ابراهیم النملة		الاستشراق	مرکزالملک الفیصل للبحوث و الدراسات الاسلامیة	1414ھ
372	علی جریشہ		اسالیب الغزو الفکری	جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیة، السعودیة	1404ھ
373	علی حسن عبدالقادر		نظرة عامة فی تاریخ الفقه الاسلامی	مکتبہ القاهرة الحدیثیة، القاهرة، مصر	
374	علی نعیم جفال		الخوارج: تاریخهم و آراؤهم	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	1417ھ
375	علی یحییٰ معمر		الاباضیة بین الفرق الاسلامیة	مکتبة وهبہ، القاهرة، مصر	1396ھ
376	علی یحییٰ معمر		الاباضیة فی موکب التاریخ	مکتبة وهبہ، القاهرة، مصر	1396ھ
377	علیان، محمد عبدالفاتح		أضوا علی الاستشراق	دارالبحوث العلمیة، الکویت	1400ھ
378	عمار الطابی دکتور		آراء الخوارج	الدارالسعودیة للنشر و التوزیع، الریاض، السعودیة	1414ھ
379	عمر عبدالسلام		موسوعة علماء المسلمین	دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان	
380	عمر عودة الخطیب		لمحات من الثقافة الاسلامیہ	مکتبہ الثقافیة الدینیة، دمشق، شام	
381	غالب عواجی، غالب بن علی		فرق معاصرة تنسب الی الاسلام	مکتبہ لینة للنشر و التوزیع	1414ھ
382	غریب		أمل و المخیمات الفلسطینیة	دارالجیل للطباعة، بیروت، لبنان	1981م
383	غریب، عبدالله محمد		وجاء دورالمجوس	دارالجیل للطباعة	1981م
384	غزالی، ابو حامد محمد بن محمد	505 ھ	فیصل التفرقة بین الاسلام و الزنادقة	مطبعہ قاهرة، القاهرة، مصر	1319ھ
385	غزالی، ابو حامد محمد بن محمد	505 ھ	احیاء العلوم	مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، القاهرة، مصر	1346ھ
386	فتنی، محمد طاهر بن علی الهندی	986 ھ	تذکرة الموضوعات	ادارة الطباعة المنیریة، القاهرة، مصر	1343ھ
387	فخر الدین، ابوعبدالله محمد بن عمر الرازی	606ھ	التفسیر الکبیر	دارأحیا التراث العربی، بیروت، لبنان	1417ھ
388	فراهیدی، أبی عبد الرحمن الخلیل بن احمد	175 ھ	کتاب العین	منشورات دارالهجرة	1405ھ
389	فسوی، ابی یوسف یعقوب بن سفیان	277 ھ	المعرفة والتاریخ	مکتبة الدارالمدینة المنورة، المدینة المنورة، السعودیة	1410ھ
390	فلاتہ، عمر بن حسن		الوضع فی الحدیث	مؤسسة مناهل العرفان، بیروت، لبنان	1041ھ

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الكتاب	دار النشرو مدينة النشر	سنة النشر (الهجرية)
391	فؤاد سيزگين	0 هـ	تاريخ التراث العربي	ادارة الثقافية و النشر بالجامعة، السعودية	1983م
392	فؤاد عبدالباقي		المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم	دارالحديث، القاهرة، مصر	1408هـ
393	فيروز آبادي، محمد بن يعقوب	826 هـ	القاموس المحيط	دار أحياء التراث العربي، بيروت، لبنان	1412هـ
394	فيومي، أحمد بن محمد بن علي المقري	770 هـ	المصباح المنير في غريب الشرح الكبير للرافعي	المكتبة العلمية، بيروت، لبنان	
395	فيروز آبادی		سفر السعادة	دارالمصور، مصر	1332هـ
396	فيومي، محمد ابراهيم		الاستشراق رسالة الاستشراق	دارالفكر العربي، القاهرة، مصر	1993م
397	قاری، علی بن سلطان	1014هـ	مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح	مكتبه امداديه، ملتان، باكستان	
398	قاسم سامرائی		الاستشراق	مكتبه نور عثمانيه، استنبول، تركى	
399	قاسمي، محمد جمال الدين	1322 هـ	قواعد التحديث من فنون مصطلح الحديث	داراحياء الكتب العربية	
400	قاسمي، محمد جمال الدين	1322 هـ	تاريخ الجهمية و المعتزلة	المكتبه العلمية، المدينة المنورة، السعودية	
401	قاضي، عياض بن موسى اليحصبي	544 هـ	الإلماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع	دار التراث / المكتبة العتيقة، القاهرة / تونس	1379هـ
402	قاضي، عياض بن موسى اليحصبي	544 هـ	ترتيب المدارك و تقريب المسالک لمعرفة أعلام مذهب مالک	مطبعه وزارة الأوقاف المغرب	
403	قاضی عبدالجبار		شرح الاصول الخمسة	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1417هـ
404	قالي، ابو علی اسماعيل بن القاسم	356 هـ	كتاب الأمالي	دارالكتاب العربي، بيروت، لبنان	
405	قرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح	671 هـ	الجامع لاحكام القرآن	دارالكتب العربی للطباعة والنشر، القاهرة، مصر	1387هـ
406	قزويني، أبو المعالي عمر بن عبد الرحمن	699 هـ	مختصر شعب الإيمان للبيهقي	دار ابن كثير، دمشق، شام	1415هـ
407	قسطلاني، ابی العباس احمد بن محمد	923 هـ	المذاهب	دار ابن كثير، دمشق، شام	
408	قلقشندی، احمد بن علی بن احمد	821هـ	صبح الأعشى في صناعة الانشا	دارالمعارف، القاهرة، مصر	
409	قنوجي، ابو الطيب صديق بن حسن بن علي	1307 هـ	أبجد العلوم الوشي المرقوم في بيان أحوال العلوم	دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان	1978هـ
410	قنوجي، ابو الطيب صديق بن حسن بن علي	1307 هـ	الحطة في ذكر الصحاح الستة	اسلامی اکادمی، لاهور، باکستان	1397هـ
411	قنوجي، ابو الطيب صديق بن حسن بن علي	1307 هـ	التاج المكلل من جواهر مآثر الطراز الآخر و الأول	مكتبه دارالسلام للنشر و التوزيع، الرياض، السعودية	1416هـ
412	قيسراني، ابی الفضل محمد بن طاهر	507 هـ	كتاب الجمع بين الرجال الصحيحين	مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد، الدكن	1324هـ
413	قيسراني، ابی الفضل محمد بن طاهر	507 هـ	كتاب معرفة التذكرة فی الاحاديث الموضوعة	مؤسسة الكتب الثقافية	1406هـ
414	كتاني، محمد بن جعفر	1345 هـ	الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المصنفة	دار البشائر الإسلامية، بيروت، لبنان	1406هـ
415	كاندهلوی، محمد زكريا	1402هـ	أوجز المسالک الیٰ مؤطا مالک	مكتبه امداديه	
416	كتبي، محمد بن شاكر	764هـ		دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1421هـ
417	كحاله، عمر رضا		أعلام النساء	دار احياء التراث العربي، بيروت، لبنان	
418	كحاله، عمر رضا		معجم المؤلفين	مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان	1414هـ
419	كشي، ابو عمرو محمد بن عبدالعزيز		رجال الكشي	مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، القاهرة، مصر	1934م
420	كلاباذی، ابوبكر بن ابی اسحاق	409 هـ	رجال صحيح بخاری	دارالمعرفة للطباعة والنشر بيروت، لبنان	1407هـ
421	كليني، ابوجعفر محمد بن يعقوب	328 هـ	الفروع من الكافی	مؤسسة دارالكتب الاسلامية، تهران، ايران	1379هـ
422	لوييس معلوف		المنجد فی اللغة	دارالمشرق، بيروت، لبنان	1973م
423	مالک، مالک بن أنس	179 هـ	المؤطا	جميعة أحياء التراث الاسلامی، الكويت	1419هـ
424	مباركفوری، صفی الرحمن	1427 هـ	تحفة الاحوذي بشرح جامع الترمذی	مطبع الفجالة الجديدة، القاهرة، مصر	
425	مباركفوری، صفی الرحمن	1427 هـ	الرحيق المختوم	المكتبة السلفية، لاهور، باكستان	1416هـ
426	مبارک بن حمد بن حمد، الدكتور		الوضع فی الحديث	مكتبة الملک الفهد الوطنية، السعودية	1420هـ
427	مبرد، ابی العباس محمد بن يزيد	285 هـ	الكامل	مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان	
428	مجموعة من العلماء		الموسوعة الميسرة	دارالمعارف، الرياض، السعودية	
429	محسن امين العاملی		أعيان الشيعة	مطبعه ابن زيدون، دمشق، شام	
430	محمد ابراهيم		الاستشراق	دارالفكر العربي، القاهرة، مصر	1993م
431	محمد ابوزهو		الحديث و المحدثون	دارالكتاب العربی، بيروت، لبنان	1404هـ

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفىٰ	اسم الكتاب	دار النشرو مدينة النشر	سنة النشر (الهجرية)
432	محمد احمد دياب		اضوا على الاستشراق	دارالمنار، القاهرة، مصر	1989م
433	محمد البهى		الفكر الاسلامى الحديث و صلته بالاستعمار الغربى	دارالفكر العربى، القاهرة، مصر	
434	محمد حسين		أصل الشيعة و أصولها	مؤسسة الأعظمي للمطبوعات	
435	محمد حسين الزين		الشعية فى التاريخ	دارالآثار، بيروت، لبنان	1359هـ
436	محمد عجاج الخطيب، الدكتور		السنة قبل التدوين	مكتبه وهبه، القاهرة، مصر	1408هـ
437	محمد عزت الطهطاوى		التبشير و الاستعمار	مؤسسة الأعظمي، بيروت، لبنان	
438	محمد كرد على		غوطة دمشق	مطبعه الترقي بدمشق، شام	1371هـ
439	محمد لقمان، الدكتور		اهتمام المحدثين بنقد الحديث سنداً و متناً	مطبعه الرياض، الرياض، السعودية	1408هـ
440	محمد مال الله		الشيعة و تحريف القرآن	مطبعه الرياض، الرياض، السعودية	
441	محمد محفوظ		منهج ذوى النظر	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	
442	محمد محى الدين، عبدالحميد		حاشيه مقالات الاسلاميين و اختلاف المصلين	المكتبة العصرية صيداء ، بيروت، لبنان	141هـ
443	محمود الطحان		تيسير مصطلح الحديث	قديمى كتب خانه آرام باغ، كراتشى، پاكستان	
444	محمود حمدى		الاستشراق و الخليفة	دارالمنار، القاهرة، مصر	1989م
445	مرتضىٰ، الشريف ابى القاسم على بن طاهر	436 هـ	أمالى السيد المرتضىٰ	منشورات مكتبة آية الله العظمىٰ، ايران	1403هـ
446	مزي، حافظ جمال الدين ابى الحجاج يوسف	742 هـ	تهذيب الكمال فى اسماء الرجال	المكتبة التجارية الكبرىٰ، مصر	1414هـ
447	مزي، حافظ جمال الدين ابى الحجاج يوسف	742 هـ	تحفة الأشراف بمعرفةالاطراف	الدار القيمة، الهند	1383هـ
448	مسعودى، ابى الحسن علي بن حسين	346 هـ	التنبيه والأشراف	دارالصاوى، القاهرة، مصر	1357هـ
449	مسعودى، ابى الحسن علي بن حسين	346 هـ	مروج الذهب و معاون الجوهر	مطبعه السعادة بجوار محافظه، مصر	1367هـ
450	مسلم بن الحجاج القشيري	261 هـ	الكنى و الأسماء	المجلس العلمى أحياء التراث الاسلامى	1404هـ
451	مسلم بن الحجاج القشيري	261 هـ	الصحيح	مكتبه دارالسلام للنشر و التوزيع، الرياض، السعودية	1419هـ
452	مسلم بن الحجاج القشيري	261 هـ	كتاب التمييز	مكتبه الكوثر، السعودية	1410هـ
453	مصطفىٰ فوزى غزال		الحيل و الاساليب فى الدعوة	مؤسسة الأعظمي، بيروت، لبنان	1394هـ
454	معلمي، عبدالرحمن المكى	1967م	المقالات العلمية	المكتبه العلمية، المدينة المنورة، السعودية	
455	مغنيه، محمد جواد		الشيعة فى الميزان	دارالتعارف للمطبوعات	
456	مقدسي، ابى عبدالله بن صالح	763 هـ	الأداب الشرعيه و المنح المرعية	مكتبه نزار مصطفىٰ الباز	1407هـ
457	مقدسي، ابى عبدالله بن صالح	375 هـ	كتاب البدء و التاريخ	طبع باريس، فرنسه	1916م
458	مقدسي، مطهر بن طاهر	375 هـ	الرد على الرافضة	لجنة التاليف و الترجمة والنشر، القاهرة، مصر	
459	مقدسي، مطهر بن طاهر	375 هـ	المختار من أحسن التقاسيم فى معرفة الاقاليم	وزارة الثقافية، دمشق، شام	1400هـ
460	مقريزى، تقى الدين ابوالعباس احمد بن على	845 هـ	الخطط المقريزية (كتاب المواعظ و الاعتبار بذكر الخطط و الآثار	مكتبة الثقافية الدينية، دمشق، شام	1987م
461	مقريزى، تقى الدين ابوالعباس احمد بن على	845 هـ	امتاع الأسماع بما للرسول من الأنباء و الأموال و الحفدة و المتاع	الشئون الدينية بدولة قطر	
462	ملطي، أبي الحسين محمد بن أحمد بن عبدالرحمن	377 هـ	التنبيه والرد على أهل الأهواء والبدع	المكتبة الأزهرية للتراث، القاهرة، مصر	1388هـ
463	منذري، أبو محمد عبد العظيم بن عبد القوي	656 هـ	رسالة في الجرح والتعديل	مكتبة دار الأقصى، الكويت	1406هـ
464	منير البعبكى		المورد	دارالعلم للملايين، بيروت، لبنان	
465	مهدى احمد		المنية و الأمل	مكتبه المعارف، المدينة المنورة، السعودية	
466	ناشي الأكبر، عبدالله بن محمد		مسائل الامامة	المهد الالمانى للبحوث الراقيه	1992م
467	ناصر الدين الأسد		مصادر الشعر الجاهلى و قيمتها التاريخية	دارالمعارف، مصر	1962م
468	نايف، دكتور		الخوارج فى العصر الأموى نشأتهم	الدارالسعودية للنشر و التوزيع، الرياض، السعودية	1414هـ
469	نجدى، محمد بن عبد الوهاب	1206 هـ	أصول الإيمان	مكتبه الرياض الحديثة، الرياض، السعودية	

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الكتاب	دار النشرو مدينة النشر	سنة النشر (الهجرية)
470	نجيب عقيقي		المستشرقون	دارالمعارف ، القاهرة، مصر	1965م
471	نسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب	303 ھ	السنن الكبرى	دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان	1411ھ
472	نسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب	303 ھ	سنن النسائي	مكتبه دارالسلام للنشر و التوزيع، الرياض، السعودية	1411ھ
473	نسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب	303 ھ	كتاب الضعفاء والمتروكين	مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت، لبنان	1407ھ
474	نوبختي، حسن بن موسیٰ		فرق الشيعة	مطبعہ الدولة، استنبول، ترکی	1931م
475	نووي، أبو زكريا يحيى بن شرف بن مري	676 ھ	شرح صحيح مسلم	دار القلم، دمشق، شام	1408ھ
476	نووي، أبو زكريا يحيى بن شرف بن مري	676 ھ	تهذيب الأسماء و اللغات	دار القلم، دمشق، شام	1408ھ
477	هروي، محمد بن أحمد بن الأزهر الأزهري الهروي أبو منصور	370 ھ	الزاهر في غريب ألفاظ الشافعي	وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، الكويت	1399ھ
478	واحدی، ابی الحسن علی بن احسن	468 ھ	اسباب النزول	دارالاصلاح، الدمام السعودية	1412ھ
479	واسطی، اسلم بن سهل الرزاز	292 ھ	تاريخ واسط	عالم الكتب، بيروت، لبنان	1406ھ
480	واقدي، ابو عبدالله محمد بن عمر	207 ھ	المغازی رسول الله ﷺ	جماعة نشر الكتب القديمة	1948م
481	ورجلانی		الدليل لأهل العقول	مكتبة الدارالمدينة المنورة، المدينة المنورة، السعودية	
482	وكيع، محمد بن خلف بن حيان		أخبار القضاة	مطبعہ الاستقامة، القاهرة، مصر	1366ھ
483	ولي الدين الكاتب		الاكمال في الاسماء الرجال	دائره معارف النظاميه، حيدر آباد، الدكن	
484	هاشمی، الخطيب علی بن حسين		عبدالله بن سباء حقيقة لاخيال	مطبعہ الحيدری، تهران، ايران	1372ھ
485	هروی، ابی الفيض محمد بن محمد	837ھ	جواہر الأصول فی علم حديث الرسول	الدارالسلفية، محمد علی بلڈنگ، بمبئی، الهند	
486	هندی، علاء الدين علی المتقی بن حسام الدين	975 ھ	كنز العمال فی سنن الأقوال و الأفعال	مطبعہ العثمانية، الدكن،الهند	1370ھ
487	هيثمی، نور الدين علی بن ابی بكر	807ھ	مجمع الزوائد و منبع الفوائد	دارالكتاب العربي، بيروت، لبنان	1967م
488	يافعي، ابی محمد عبدالله بن سعد	768 ھ	مرأة الجنان و عبرة اليقظان فی معرفة ما يعتبر من حوادث الزمان	مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان	1984م
489	يعقوبی، احمد بن يعقوب	284ھ	التاريخ	دار صادر للطباعة و النشر، بيروت، لبنان	1379ھ
490	يعقوبی، احمد بن يعقوب	284ھ	البلدان	دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان	1422ھ
491	يوسف كمال		العصريون معتزلة اليوم	دارالقلم، القاهرة، مصر	

اردو کتب

	نام مصنف	المتوفیٰ	نام کتاب	دار النشر	سنة النشر (الهجرية)
492	-		اردو دائره معارف اسلامیه	دانش گاه، پنجاب، لاهور، پاکستان	
493	ابوالحسن علی ندوی	1424 ھ	اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین	مجلس نشریات اسلام ، کراچی، پاکستان	1992م
494	ابوبکر غزنوی		کتابت حدیث عہد نبوی	ادارۃ اسلامیات، لاهور، پاکستان	
495	المودودي، ابوالأعلیٰ سید		منصب رسالت	اسلامی پبلیکیشنز لمیٹڈ، پاکستان	1982م
496	ایس ایم شاهد		تاریخ اسلام	شیخ بشیر اینڈ سنز، لاهور، پاکستان	
497	تقی عثمانی، مولانا		حجیت حدیث	اداره اسلامیات، لاهور، پاکستان	1411ھ
498	تمنا عمادی		امام زہری و امام طبری: تصویر کا دوسرا رخ	الرحمن پبلشنگ، ٹرسٹ، کراچی، پاکستان	
499	جسٹس محمد کرم، شاه الأزهری	1424 ھ	ضیاء النبی	ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاهور، پاکستان	1418ھ
500	جسٹس محمد کرم، شاه الأزهری	1424 ھ	ضیاء القرآن	ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاهور، پاکستان	
501	جسٹس محمد کرم، شاه الأزهری	1424 ھ	سنت خیر الانام	ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاهور، پاکستان	
502	حالی، الطاف حسین		دیوان حالی	ستار بک، لاهور، پاکستان	1960م

المسلسل	اسم المؤلف	المتوفیٰ	اسم الكتاب	دار النشرو مدينة النشر	سنة النشر (الهجرية)
503	حسن		مستشرقین کی تحقیقات	فکر و نظر (جلد۱۳) شماره ۱۱	
504	حسن، پیر محمد		مستشرقین کی تحقیقات پر تحقیق کی ضرورت	ماہنامہ فکر و نظر، اسلام آباد، جلد ۱۳، شماره ۱۱	
505	خلیق احمد نظامی		مقالہ	رسالہ المعارف، ھندوستان	
506	سہیل حسن		معجم اصطلاحات الحدیث	ادارۃ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، پاکستان	
507	سیزگین فواد		تاریخ علوم میں تہذیب اسلامی کا مقام	ادارۃ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، پاکستان	
508	سیزگین فواد		مقدمہ تاریخ تدوین حدیث	ادارۃ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، پاکستان	1994م
509	شاه معین الدین احمد، مولانا		تاریخ اسلام	دارالاشاعت، کراچی، پاکستان	
510	شاه معین الدین احمد، مولانا		سیر الصحابہ	دارالاشاعت، کراچی، پاکستان	
511	عبدالغفار حسن	-	اسلام میں سنت کا مقام	رباط العلوم الاسلامیہ، کراچی، پاکستان	
512	عبدالغفار حسن	-	حدیث ظنی کا مفہوم	دارالعلم، اسلام آباد، پاکستان	1998م
513	علی رضا سید		فرھنگ جامع	رایزنی فرھنگی جمهوری اسلامی ایران، ایران	1382ھ
514	غازی عرفان		مستشرقین اور سنت نبوی	سیاره ڈائجسٹ، رسول نمبر 20، شماره 550، نومبر 1973ء	
515	غلام جیلانی برق		یورپ پر اسلام کے احسانات	شیخ بشیر اینڈ سنز، لاهور، پاکستان	
516	فیروز الدین		فیروز اللغات	فیروز سنز، پاکستان	
517	قاضی اطہر مبارکپوری		خلافت امویہ اور ھندوستان	اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاھور، پاکستان	1395ھ
518	محمد طفیل		نقوش (رسول نمبر)	رسالہ نقوش، لاھور، پاکستان	
519	محمد عبداللہ		فرھنگ عامره	مقتدره قومی زبان، اسلام آباد، پاکستان	
520	محمد محترم فہیم عثمانی		حفاظت و حجیت حدیث	دارالکتب مسجد مقدس، لاھور، پاکستان	1989م
521	محمد معین		فرھنگ فارسی	مؤسسۃ انتشارات امیر کبیر، تهران، ایران	1375ھ
522	مختلف علمائے اسلام کے مقالات کا مجموعہ		اسلام اور مستشرقین	مکتبہ معارف، اعظم گڑھ، ھندوستان	1986م
523	مصطفیٰ سباعی		اسلام اور مستشرقین	اداره اسلامیات، لاھور، پاکستان	
524	معین الدین ، احمد ندوی شاه		سیر الصحابة	مطبعہ اعظم گڑھ	1371ھ
525	مناظر احسن گیلانی، مولانا	1375 ھ	تدوین حدیث	مجلس نشریات اسلام، کراچی، پاکستان	2000م

ENGLISH BOOKS

S.No.	Author's Name	Book's Name	Publisher	Year
526	--	Grolier Encyclopedia	The Grolier Society Publishers, Toronto, Canada	2001
527	--	Funk and Wagnalis: New Encyclopedia	Funk an Wagnalis Publishers, America	2003
528	--	The Encyclopedia Britannica	Encyclopedia Britannica Inc.	2001
529	Abdul Haq	The Standard English Urdu Dictionary	Ferozsons, Pakistan	2004
531	Arthur Jeffery	Islam, Muhammad & His Religion	Indiana	1979
532	Ashornby	Oxford Advanced	Oxford University Press	1990
533	Author Jaffrey	Islam, Muhammad & His Religion	Babz Meral Educational Publishing, India	1996
560	Edward W. Said	Orientalism	Vintage Books	1999
534	Edward, Gibbon	The Decline & Fall of the Roman Empire	Dent & Sons, London	
535	George Cell	The Koran	Fredrick Warn Company, London	1890
536	George P.	An English Arabic Lexicon	Oxford University Press, UK	
538	Gibb Haf & J.H. Kramers	Shorter Encyclopedia/Islam CB	UK	
545	Glubb F. John	The Life & Times of Muhammad	Cooper Square Press	2002
539	Hart, Michael H.	The 100 – A Ranking of the most Influential Persons in History	A & W Visual Library, New York, USA	1978
540	Horouitz	Alter & Ursprung des isnad		
541	Hourani Albert	Islam in European Thought	Cambridge University, UK	1992
542	Hussain, A.	The Ideology of Orientalism		
537	Ignaz Goldzieher	Muslim Studies	India	
543	J.A.Simpson & E.S.C. Weniner	The Oxford English Dictionary	Oxford University Press	2001
544	John Dew Port	Apology for Muhammad & the Quran		
561	Joseph Schacht	Origins of Muhammadan Jurisprudence		
546	Karen Armstrong	Muhammad; A western attempt to understand Islam		
547	Lewis, Bernard W.	The Crises of Islam Modern Jihad and the Roots of Muslim Rage	Random House Audio Publishing Group	2003
548	Lord Headley Al Farooq	A Western Awakening to Islam		
549	Maurice Bucaille, Dr.	The Bible, The Quran and Science	Kazi Pubns Inc.	1977
550	Merriam Webster	Third International Dictionary	Merriam Webster Inc.	2001
551	Merriam Webster	Webster Biographical Dictionary	G & C Merriam Inc.	2001
556	Morris Bokai	The Bible, The Quran & Science	Islamic Book Corp., Islamabad	
557	Phillip K. Hitti	History of the Arabs	London	1937
558	Phillip K. Hitti	Islam, A Way of Life	Oxford University Press	1971
530	Syed Abul Hassan Nadwi	Islam & Western Orientalists	India	1996
562	Thomas Carlyle	On Heros & Heroship	Everyman Library, NewYork, USA	
563	Will Durant	The Age of Faith	Simon and Schuster, New York, USA	1950
552	William Montgomery Watt	Muhammad: Prophet & Statesman	Oxford University Press	1974
553	William Montgomery Watt	Muhammad at Madina	Edanbara University Press, UK	1988
554	William Montgomery Watt	The Formative Period of Islamic Thought	National Book Netwrok	1998
555	William Montgomery Watt	Muhammad at Mecca	Edanbara University Press, UK	1988
564	William Moore	The Life of Muhammad	Religion Trust, London	1945
565	William Moore	Muhammad and Islam	Religion Trust, London	

Research Analysis of Development & Promulgation of Hadith during the Reign of Ummayids and of Objections made

Research Thesis for Ph.D (Islamic Studies)

Researcher

Syed Abdul Ghaffar Bukhari
Lecturer, Islamic Studies
NUML, Islamabad
Reg. # 97-PRI-4627

Supervisor

DR. SUHAIL HASAN
Associate Professor Faculty of Usuluddin
International Islamic University
Islamabad

Department of Hadith and Serah
Faculty of Arabic and Islamic Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad

Session 2003